محبت
ہم سفر
میری
انجم انصار

احوالِ واقعی

عزیز۔ قارئین کرام

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اپنی پندرھویں کتاب ''محبت ہم سفر میری'' کے ساتھ حاضر ہوں۔ یہ ایک رومانی معاشرتی اور گھریلو ناول ہے۔ اس میں شامل کہانیاں سچی کہانیاں ہیں اور سچ اپنے اندر ایک مقناطیسی قوت رکھتا ہے۔ جسے پڑھ کر آپ کو خود اندازہ ہو جائے گا کہ یہ ہر دوسرے گھر کی کہانیاں ہیں۔ اشتعال ہماری زندگیوں میں کیسے زہر گھول دیتا ہے۔ برداشت اور صبر کی کمی۔ ہمیں شاداب گھروں سے کن ریگستانوں تک لے جاتی ہے، اور محبت کے نام پر ہم کیسے تہی دامن ہو جاتے ہیں، یہ سب آپ کو اس ناول میں نظر آئے گا۔ میرا یہ خیال ہے کہ محبت سے جہاں زخم لگتے ہیں وہاں محبت مرہم بھی ہے، اور محبت کے علاوہ جو غم ہیں وہ محبت کے نہ ہونے کے سبب ہیں۔

اپنے اس ناول میں بھی، میں نے نئی نسل کو یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اپنا ہر تجربہ خود کر کے نہ دیکھیں بلکہ اپنے سینئرز کے تجربوں سے بھی مستفید ہونے کی کوشش کریں۔ میرا یہ ناول ماھنامہ پاکیزہ میں مسلسل 26 ماہ قسط وار شائع ہوا۔ میرے قارئین ہی میری تحریروں کے اصل ناقد ہیں، آپ کو یہ ناول کیسا لگا۔۔؟ اسے پڑھ کر مجھے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔

والسلام

آپکی بہن

انجم انصار

رئیس منزل شہر کے قلب میں سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اس کے سارے مکین آپس میں بڑی محبت سے رہا کرتے تھے۔ اس منزل میں چھوٹے، بڑے ہر طرح کے فلیٹ تھے...... مگر ان میں رہنے والوں کے درمیان کسی قسم کی چھوٹائی یا بڑائی نے کوئی فرق نہیں ڈالا تھا۔ وہ پچیس گھرانے اسی طرح رہتے تھے جیسے کوئی اپنی برادری میں ساتھ رہتا ہو۔

ہر ایک کی خوشی میں سب یوں شریک ہوتے جیسے وہ ان کی اپنی خوشی ہو...... اور اسی طرح ہر ایک کے دکھ میں ساجھے تھے۔ آج رئیس منزل میں رہنے والے صارم کا انٹرویو ٹی وی پر آ رہا تھا اور رئیس منزل کے تمام لوگ اپنے ٹی وی کے سامنے یوں بیٹھے تھے جیسے اس سے اہم کوئی پروگرام نہ ہو۔ صارم نے ایم بی اے میں ٹاپ کیا تھا اور وہ اپنی کامیابیوں کے بارے میں بتا رہا تھا۔

''میں نے کہا بھی تھا ڈارک کلر کی شرٹ پہن کر جانا، ٹی وی پر اچھی لگے گی...... مگر میری سنی ہی نہیں کسی نے...... سفید شرٹ پہن کر چلا گیا......'' صارم کی امی اپنے بیٹے کو چھپتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''امی اپنے صارم بھائی کیسے ہیرو سے لگ رہے ہیں؟'' علینہ نے ہنس کر کہا۔

''ماشاءاللہ میرا بچہ ہے ہی خوبصورت...... اور اپنی بلڈنگ میں ویسے بھی سب سے لمبا ہے...... چھ فٹ تین انچ قد کہاں ہوتا اب......'' لہجے میں تو فکی مزین تھی۔

''اے ہے...... یہ صارم بات کرتے ہوئے بار بار اپنے بالوں پر ہاتھ کیوں پھیر رہا ہے۔ اس کے سر میں کہیں خارش، وارش تو نہیں ہوگئی۔'' صارم کی دادی اپنے پوتے کی ایک ایک حرکت بغور دیکھ رہی تھیں۔

''دادی جان...... یہ شاہ رخ خان کا اسٹائل ہے۔'' اعظم نے ہنس کر کہا۔

''ہونہہ...... اسے کیا ضرورت ہے ایرے غیرے کی حرکتیں اپنانے کی...... اس کے اپنے اسٹائل کیا کم ہیں......'' دادی اماں نے بھی جلد جواب چکتا کیا۔

''ارے بھئی چپ ہو جاؤ...... بعد میں کر لینا کانفرنس اس وقت انٹرویو تو سننے دو مجھے اپنے سنی کا۔'' امی ٹی وی کے قریب ہوتے ہوئے برا سامنہ بناتے ہوئے بولیں۔

"ارے یہ کس بات پر ہنسا ہے...... ذرا آواز تو تیز کرو ٹی وی کی۔" دادی مزید آگے کھسکتے ہوئے بولیں۔

صارم کمپیئر کے سوال کے جواب میں کہہ رہا تھا۔ "یقیناً یہ اللہ کا کرم ہے مجھ پر...... جو میں نے ٹاپ کیا ہے...... ورنہ محنت تو سبھی کرتے ہیں۔ میرے دل میں یہ خواہش شروع سے ہی تھی کہ میں نے آگے جانا ہے۔ اس لیے میں نے بے حد محنت کی۔ کراچی میں میرا کوئی عزیز نہیں تھا، ہاسٹل کے اخراجات میں برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ شروع شروع میں، میں ریلوے اسٹیشن پر جا کر راتیں گزارتا تھا...... پھر جلد ہی دو چار ٹیوشنز پکڑیں اور میں ایک چھوٹی سی کھولی...... جو کچی آبادی میں تھی...... وہاں رہنے لگا۔ اپنی فیس میں کس طرح جمع کرتا تھا میں آپ کو بتا نہیں سکتا مگر آج اللہ کا شکر ہے کہ میں آئی بی اے جیسے معروف ادارے سے ایم بی اے میں ٹاپ کیا ہے......" صارم کے لہجے میں عجز اور تشکر کے جذبات مزین تھے۔

"اب آپ کے کیا پروگرام ہیں؟" کمپیئر نے پوچھا۔

"میری یہی خواہش ہے اپنے والدین اور اپنے بہن بھائیوں کو زیادہ سے زیادہ آرام اور سہولتیں پہنچاؤں۔"

"کیا آپ کا نمبر گھر میں سب سے پہلے ہے؟" کمپیئر پوچھ رہی تھی۔

"جی ہاں...... میں اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا ہوں۔ چھوٹا بھائی اور دو بہنیں ابھی پڑھ رہی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ وہ آگے تک پڑھیں، ان کی پڑھائی میں کسی قسم کا بھی کوئی رخنہ نہ آئے۔"

"آپ کا دل نہیں چاہتا کہ جس شہر سے آپ نے تعلیم حاصل کی ہے، وہیں آپ جاب بھی کریں۔"

"کراچی مجھے بے حد پسند ہے مگر پنڈی میں رہنا چاہتا ہوں، میں یہیں پیدا ہوا۔ کافی عرصے تک ہم گوالمنڈی میں رہے...... اور اب رئیس بلڈنگ میں رہتے ہیں...... جس کے فلیٹ چھوٹے تو ضرور ہیں مگر ہمیں وہاں رہتے ہوئے تکلیف نہیں ہوتی...... اپنے گھر کو چھوڑ کر کسی دوسرے میں جانا میرے لیے ناممکن تو نہیں ہاں مشکل ضرور ہوگا...... کہ میرے بابوجی...... بیمار رہتے ہیں اور مجھے ہمہ وقت ان کی ہی فکر لگی رہتی ہے۔"

"اے لو، یہ اپنے سنی نے سب کے نام لے لیے...... اپنی دکھیا دادی کا نام اس کی زبان پر نہیں آیا...... اور پھر دادی کون سی ہٹی کٹی ہے، برسوں کی بیمار ہے...... کون سی بیماری ہے جو مجھ میں نہیں ہے۔ موئے نزلے کا تو پچیس سالوں سے ساتھ ہے آج تک کوئی صبح ایسی نہیں آئی جو صبح اٹھتے ہی مجھے دس بارہ چھینکیں نہ آتی ہوں۔"

"دادی، اپنے سنی بھیا نے ہماری بلی کا نام بھی نہیں لیا، برسوں سے ہمارے ساتھ رہ رہی ہے، کیا سوچتی ہوگی بے چاری۔" چھوٹی بہن دانیہ نے شوخی سے دوسری بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"آ جائے سنی، دیکھنا تو کیسے لتے لیتی ہوں۔" دادی کا غصہ بڑھ رہا تھا۔

"اماں...... اب کوئی ایک چینل تھوڑی رہا ہے...... جمعے کو صارم کا انٹرویو دوسرے چینل پر آئے گا۔

میں کہہ دوں گا کہ اپنی دادی کا ذکر زیادہ سے زیادہ کرنا ہے۔" بابوجی نے مسکرا کر کہا۔

"ارے واقعی...... سنی کا پھر انٹرویو آئے گا۔" دادی یہ سن کر ہی نہال سی ہو گئیں۔

"اچھی بات ہے...... میں خود ہی کہہ دوں گی اس سے بتانا کہ کس طرح تیرے لیے دعائیں مانگا کرتی ہوں...... بچپن میں جب ٹائیفائیڈ بگڑا تھا اس وقت بھی ڈاکٹر نعیم کے مطب میں، میں ہی لے کر پہنچی تھی ورنہ بچہ تو ہاتھوں میں آ گیا تھا۔"

"پلیز اماں...... ابھی انٹرویو چل رہا ہے۔" علینہ جز بز ہو کر بولی۔

"ایک ٹی وی کی یہی تو مصیبت ہے کہ پروگرام اپنے حساب سے نہیں دیکھے جا سکتے۔" اعظم نے کہا۔

"اے لو...... کیا ہر کمرے میں ٹی وی رکھو گے......؟" اماں کو پوتے کی منطق پر ہنسی ہی تو آ گئی۔

"ہاں، دادی اب ایسا ہی ہوتا ہے...... اب سب اپنے اپنے کمروں میں...... اپنے اپنے ٹی وی سیٹ پر اپنی پسند کے پروگرام دیکھا کرتے ہیں۔"

"پلیز بھائی...... کم از کم آپ ہی خاموش ہو جائیں"۔

ای کے ہاتھ سے بابوجی نے ریموٹ لے کر آواز تیز کر دی...... جس سے سب کی آوازیں دب سی گئیں۔ اب کمپیئر صارم کی پسند، ناپسند کے بارے میں سوالات پوچھ رہی تھی۔

"کیسا موسم اچھا لگتا ہے؟"

"یوں تو سردی کا موسم پسند ہے مگر کراچی کا موسم اچھا لگتا ہے...... بڑا غریب پرور موسم ہے...... سارا سال ایک جیسا ہی موسم رہتا ہے۔ سخت گرمی اور ہلکی گرمی...... سردیاں تو یہاں مذاق کے طور پر آتی ہیں۔"

"کلرز کیسے پسند ہیں؟"

"اپنے لیے لائٹ کلرز...... دوسروں کے لیے ڈارک کلرز۔"

"اچھا اب آخری سوال...... آپ کس قسم کی لڑکی سے شادی کرنا چاہیں گے؟"

"جو دل کی اچھی ہو......" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔

"اب کسی کے دل میں کیا ہے یہ آپ کو کیسے پتا چل سکتا ہے؟"

"دل کی روشنی چہرے پر نور بن کر چھا جاتی ہے۔" وہ چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ سجائے کہہ رہا تھا۔ "جو دل کے اچھے ہوتے ہیں...... ان کی آنکھوں میں ایک مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔ اچھے لوگ بے حد نرم مزاج ہوتے ہیں...... ان کے لبوں سے پھول جھڑتے ہیں۔"

"اللہ کرے...... کہ آپ کو بہت جلد ہنستی آنکھوں اور لبوں سے پھول جھڑنے والی لڑکی مل جائے۔" کمپیئر پروگرام کا اختتام کرتے ہوئے شوخی سے کہہ رہی تھی۔ صارم کی باتیں سن کر دادی نے ایک زور کا قہقہہ لگا کر اپنے بیٹے رحمان سے کہا۔

"بھئی تمہارے صارم نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ کس سے شادی کرنا چاہتا ہے۔"

''کس سے کرنا چاہتا ہے؟'' بابو جی نے دادی کو محبت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری بڑی آپا کی بیٹی نوشابہ سے اور کیا......؟''

''مگر اماں......نوشابہ تو اس سے تین سال بڑی ہے۔'' امی نے تڑپ کر کہا۔

''اے تو کیا ہوا......خاندان میں کوئی بڑا چھوٹا تھوڑی دیکھا جاتا ہے......اچھے دل کی تو وہی ایک ہے۔ جب بھی فون کرو ایک ہی بات کہتی ہے۔'' نانی آپ مجھے بہت یاد آ رہی ہیں ہمارے گھر جلدی سے آ جائیں۔''

''تو آپ اپنی چہیتی نواسی کے پاس بھی چلی جایا کریں ناں۔'' وانیہ نے مسکرا کر دادی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''منا کہاں جانے دیتا ہے مجھے...... بڈھا ہو جائے گا مگر ماں کے بغیر نہیں رہ سکے گا......'' دادی نے بیٹے کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اماں جو آپ کو یاد کرتا ہے وہ یہاں آ کر مل لیا کرے......آپ کے جانے پر پابندی ہے مگر کسی کے آنے پر تھوڑی ناں ہے......'' بابو جی ہنستے ہوئے دادی سے کہہ رہے تھے۔

''ارے بیٹا، پڑھنے والے بچوں کے پاس کہاں فرصت ہوتی ہے...... ہر وقت تو کسی نہ کسی کا امتحان چلتا رہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے......آپ کو جس سے بھی ملنا ہے تو صبح سے شام تک کے لیے آپ کو ویزا دیا جا سکتا ہے کہ اس سے زیادہ آپ کہیں رکیں تو آپ جانتی ہیں میرا دل گھر میں نہیں لگے گا۔''

''اے ہے......کیسی باتیں کر رہا ہے، تیرے بغیر مجھ سے کیا کہیں رہا جا سکتا ہے......؟'' دادی اپنے پان کی گلوری میں الائچی رکھتے ہوئے بولیں۔

''اماں......یوں کرتے ہیں صارم کی نمایاں کامیابی کی خوشی میں ایک پارٹی رکھ لیتے ہیں......سب بہنیں جمع ہو جائیں گی......اور ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا بھی اچھا لگے گا۔''

''ہاں بیٹا......تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔''

''ہاں...... بہت بڑا محل ہے ناں یہ جہاں پارٹی رکھی جائے گی، تین کمروں کا یہ فلیٹ تمہیں ہی حویلی نظر آتا ہو گا جو ایسی باتیں کر رہے ہو...... جب کسی ڈھنگ کے گھر میں جائیں گے تو لوگوں کی دعوتیں بھی کر دیں گے۔'' امی کا لہجہ طنز آمیز سا تھا۔

''دلہن کیسی باتیں کر رہی ہو تم...... اللہ نے تمہیں بیٹے کی اتنی بڑی خوشی دکھائی ہے......جس کو پتا چل رہا ہے وہ مبارکباد دینے دوڑا چلا آ رہا ہے اگر تم اس خوشی میں دعوت کر دو گی تو اس میں ایسا برا کیا ہے؟''

''اماں میں نے رشتے دار تو رشتے دار غیروں تک کے گھروں میں صارم کی خوشی کی مٹھائی بھجوائی ہے اور سب کی مبارکبادیں بھی وصول کر لی ہیں تو پھر اب کاہے کی تماشے بازیاں میں اس گھر میں کروں گی''۔

''گھر میں بہن بھائی آ کر کھانا کھا لیں تو یہ کیا تماشے بازیاں کہلائی جاتی ہیں......'' دادی نے بابو جی کو دیکھتے ہوئے امی سے کہا۔

''جگہ کہاں ہے یہاں......مہمانوں کو کیا میں اپنے سر بٹھاؤں گی اور آپ تو جانتی ہی ہیں کہ......''

''اماں ٹھیک کہہ رہی ہیں...... کتنے بہت سارے دن گزر گئے ہیں کوئی بہن بھائی گھر نہیں آیا ہے۔ صارم کے پاس ہونے کی مبارکباد بھی سب نے فون پر ہی دی ہے۔'' بابو جی نے امی کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے......فون ہوتا ہی اس لیے ہے......اب کوئی مسجد میں اعلان تو کروانے سے رہا۔''

''ہمارا سب سے بڑا کمرا ڈرائنگ روم ہے۔ دونوں صوفے اور شوکیس باہر نکال کر دری، چاندنی بچھا لیں گے اور سب وہیں بیٹھ جائیں گے اور وہیں کھا پی لیں گے۔'' بابو جی نے ہاتھ اٹھا کر امی کو مزید کچھ بولنے سے روکتے ہوئے کہا۔ تب دادی ایک گہرا سانس لے کر اپنے پاندان کی کلیا میں خواہ مخواہ چمچی گھمانے لگیں۔

امی بابو جی کی بات سن کر چپ تو ہو گئی تھیں مگر ان کا جلال کم نہیں ہوا تھا۔ ان کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا جو سسرال والوں سے خوامخواہ کا بغض رکھنے کی عادی ہوتی ہیں۔ بابو جی ان کی اس عادت کو بخوبی جانتے تھے۔ وہ اس لیے بھی ہمیشہ دادی کی طرفداری کرتے تھے جو امی کو کسی طور پسند نہیں تھی اور اس وقت بھی وہ مارے غصے کے چہرے پر شکنیں سجائے بیٹھی تھیں۔

''ہم نے تو آج تک بھی کسی سے کوئی فرمائش ہی نہیں کی۔ آپ کی بڑی آپا کا پرائز بانڈ نکلا تھا دس ہزار کا......ایک ڈبی مٹھائی کی نہ مانگی اور نہ ہی انہوں نے کھلائی۔''

''وہ کہاں سے کھلا دیتی......وہ تو بے چاری خود مقروض تھی۔'' دادی نے امی سے کہا۔

''آپ کے لاڈلے نواسے کی منگنی ہوئی...... آپ کی بیٹی اپنے سمدھیانے مجھے ساتھ تک نہیں لے کر گئی۔''

''ارے دلہن، کیسی باتیں کر رہی ہو......وہاں تو صرف گھر کے مرد گئے تھے......تمہارے گھر سے منا تو گیا تھا ناں......!''

''میں اپنی بات کر رہی ہوں...... مجھے تو کسی نے نہیں پوچھا تھا۔ جب بھی کسی کے ہاں میلاد ہوا، قرآن خوانی ہوئی آپ کی بیٹیاں جس طرح مٹک کر مجھے نظرانداز کرتی ہیں تو کیا میں سمجھتی نہیں ہوں پھر مجھ سے نفرت اور سب کی نظریں میرے بچوں پر...... ہونہہ، ایک میرا منّا ہی تو رہ گیا ہے، نوشابہ سے شادی کرنے کے لیے......! خاندان میں اتنے لڑکے موجود ہیں جو اس سے بڑے بھی ہیں......کیا ان سے نہیں ہو سکتی نوشابہ کی شادی۔'' امی نے آنکھیں چھوٹی کر کے دادی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''اے لو......تم تو میرے پیچھے ہی پڑ گئیں...... میں نے تو یونہی ایک بات کہی تھی کہ اپنے خاندان میں سب سے اچھے دل کی تو نوشابہ ہی ہے...... ورنہ تمہاری بہنوں اور بھائیوں کی لڑکیاں کیسی ہیں تم خود انہیں اچھی طرح جانتی ہو۔ ادھر آئیں...... ادھر مڑیں اور کب غائب سمجھ میں ہی نہیں آتا کہ کون ہیں اور

من من کر کے ایسا بولیں گی، مجال ہے کہ ایک بات بھی ان کی سمجھ میں تو آ جائے اور بے بات کی ٹمی ٹمی...... ایسے ہنستی ہیں جیسے بوریوں میں قہقہے باندھ کر چلتی ہوں۔"

"اماں چھوڑیں بھی آپ...... کہاں کی بات اور کہاں کا فضیحتہ لے کر بیٹھ گئیں...... آپ یہ بتائیے کہ اپنے پوتے سنی کا ٹی وی پر انٹرویو کیسا لگا؟" بابو جی اماں کی توجہ ہٹانے کی خاطر بولے۔

"ارے میرا بچہ تو ہے ہی شہزادہ سا...... ایسا خوبصورت لگ رہا تھا۔ سوال کرنے والی تو اس کے آگے چڑیل لگ رہی تھی۔" دادی نے بے ساختہ کہا ان کی اس بات پر امی کے لبوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ارے میں اپنے بچے کا صدقہ تو دے دوں...... کتنی اچھی بری نظریں اس پر پڑی ہوں گی......" وہ کچھ سوچ کر اٹھیں اور کام کرنے والی مائی کو کچھ پیسے دیے۔ "جا کر مٹھائی کھا لینا۔ سنی امتحان میں پاس ہوا ہے، اچھے نمبروں سے۔"

"باجی خالی مٹھائی...... میں جوڑا لے ساں...... چکن دی کڑھائی دا۔" ماسی نے سرشار لہجے میں کہا۔ دادی اس کی فرمائش سن کر مسکرانے لگیں۔

☆======☆======☆

"سنیے...... مجھے لگ رہا ہے میں اپنا یہ کام شام تک ہی سمیٹ سکوں گی...... آپ ہی چلے جائیں سالگرہ میں۔" ثمینہ نے ساڑی کے پلو پر کشیدہ کاری کرتے ہوئے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم، باجی جان بھلا کیا سوچیں گی؟" ثمینہ کا دل چاہا وہ کہہ دیں کہ آپ کی یہ بہن ہمیشہ سے ہی سوچنے اور سمجھنے کی حدود سے کوسوں دور رہا کرتی ہیں مگر میاں کا مزاج جانتی تھیں سو چپ رہیں۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں...... اور تم بیٹھی اپنی ساڑی کو ہی دیکھے جا رہی ہو...... اگر تم نہیں جاؤ گی تو باجی جان تو یہی سمجھیں گی ناں کہ تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔"

"عینی کی طبیعت بھی تو ٹھیک نہیں ہے...... وہ جانے سے منع کر رہی ہے اب میں بچی کو اکیلے گھر میں چھوڑ کر تو نہیں جا سکتی۔"

"شان رک جائے گا بہن کے پاس......" اظفر نے سنجیدگی سے کہا۔

"شان کی یونیورسٹی میں آج ایوننگ میں کوئی پروگرام ہے وہ وہاں جائے گا اور ریحانہ کے دوست کے بھائی کی مہندی ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے باجی جان کے ہاں نہ جانے کے پکے بہانے پہلے سے بنا کر رکھے ہوئے ہیں۔"

ثمینہ کچھ نہیں بولیں بس میاں کو ایک نظر بھر کر دیکھا اور دوبارہ اپنے کام میں لگ گئیں۔

"مجھے پتا ہے تم وہاں جا کر بور ہوتی ہو مگر آج تو ان کی سالگرہ ہے تم نہیں جاؤ گی تو ان کو برا لگے گا۔"

"سچی بات کہوں آپ سے......" وہ ساڑی اور کشیدہ کاری کا سامان سمیٹ کر ٹوکری میں رکھتے ہوئے بولیں۔ اظفر نے سر اٹھا کر بیوی کو دیکھا۔

"آپ کی باجی جان کو یہ ہمیشہ سے عادت ہے کہ اپنے گھر بلا کر ذلیل کرتی ہیں اور ایسا کر کے خوش بھی ہوتی ہیں۔" ثمینہ نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

"باجی جان زیادہ بولتی ہیں ناں...... اور زیادہ بولنے والے لوگ روانی میں غلط سلط بھی بول جاتے ہیں...... ایسی حرکتیں اپنی سادگی میں کرتی ہیں جان بوجھ کر نہیں۔" اظفر بہن کی حمایت کرتے ہوئے بولے۔

"بالکل جان بوجھ کر کرتی ہیں وہ یہ سب......" ثمینہ نے کلستے ہوئے کہا۔

"ارے، یہ کیسے کہہ سکتی ہو تم......؟" اظفر کے چہرے پر حیرانی سی چھا گئی۔

"آپ کی بہن کو پتا ہے، میری چار بہنیں ابھی بن بیاہی بیٹھی ہیں...... جب بھی میں جاتی ہوں وہ مجھے کسی نہ کسی انداز میں سنائیں گی۔" بھئی اب تو رشتے پکڑے جاتے ہیں...... اور جو رشتے پکڑنے میں سستی دکھائے تو معمولی شکل والیاں تو گھر بیٹھی رہ جاتی ہیں...... چاہے وہ ٹیچری کر لیں یا پروفیسری'...... اب کیا میں ان کی بات پر ہنسوں یا ان کا منہ نوچوں کہ میری دو بہنیں ٹیچر ہیں اور دو پروفیسر...... ظاہر ہے کہ وہ ان کی بابت ہی بات کر رہی ہوتی ہیں۔"

"ثمینہ اب کوئی بھی شخص...... کسی کے حساب سے بات نہیں کرتا۔"

"تو کیا ضرورت ہے کہ ہم ایسے لوگوں میں جائیں اور اپنا دل جلا کر آئیں'۔"

"بہن بھائیوں کے رشتے کوئی توڑنے والے نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں چھوڑا جاتا ہے...... اس لیے برداشت کرنا سیکھو...... تو کسی کی بات بری نہیں لگے گی۔"

"سنیے! کیا آپ اکیلے نہیں جا سکتے؟" میاں کی تقریر سننے کے بعد بھی وہ اپنے موقف پر قائم تھیں۔

"تم میرے ساتھ شام کو چلو گی۔" وہ اس طرح بولے جیسے کوئی حکم صادر کر رہے ہوں اور ثمینہ ایک گہری سانس لے کر رہ گئیں۔

شام کو جب وہ آفس سے آئے تو نہ صرف ثمینہ جانے کے لیے تیار تھی بلکہ عینی بھی ماں کے ساتھ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تھی۔

"ہم جلدی آ جائیں گے۔" گاڑی میں ایک نظر انہوں نے عینی کے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا۔

ثمینہ نے اظفر کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ انہیں معلوم تھا کہ وہاں جا کر انہیں کوئی بات بھی یاد نہیں رہے گی اور پھر واقعی یہی ہوا...... باجی جان کی لن ترانیاں سن کر اس کے سب بھائی خوش ہو رہے تھے۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، آج کل واقعی ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اب لوگوں کی مکاریاں اسی طرح کی ہوتی ہیں۔ بالکل صحیح جواب دیا آپ نے باجی جان...... واقعی آپ سب کو خوب پہچان لیتی ہیں......" اور باجی جان اپنے بھائیوں کی شہ پا کر مزید بانس پر چڑھ گئیں اور تمسخر سے ہنستے ہوئے بولیں۔

''ارے دیکھو تو سہی ...... لوگ کیسے باؤلے ہوئے جا رہے ہیں ...... خاندان میں ڈھیروں ڈھیر لڑکے ہیں مگر سب کی نظریں میرے بیٹوں پر گڑی ہوئی ہیں اور سب یہ چاہتے ہیں کہ میں ان کی بیٹیوں کو اپنے گھرانے کا تاج بنالوں۔ ارے قابل لڑکوں پر لوگ کیسی کیسی نظریں رکھتے ہیں۔ اللہ توبہ، اللہ توبہ...... کسی کی بات کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے ...... مگر کیا کریں ...... لڑکیوں والے کیسے کیسے ہتھکنڈے استعمال کر رہے ہیں۔ اب بڑی ممانی کی بہن نے خواہ مخواہ لوگوں میں پھیلا دیا کہ میرے بڑے بیٹے کا رشتہ ان کی لیکچرار بیٹی کے لیے گیا ہوا ہے۔ میں تو آج تک ان کے گھر نہیں گئی ...... ان کی بیٹی کو دیکھا تک نہیں مگر وہ خواہ مخواہ بات پھیلا رہی ہیں کہ سن کر مجھے شرم آ گئی ...... مگر ان لڑکی والوں کو شرم نہ آئی ...... اب کوئی کسی کے قابل بیٹے کے لیے یوں رال ٹپکاتا تو نہیں پھرتا ناں ......!''

''ہاں باجی جان آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ...... مگر بڑی ممانی کی بہن تو پورے خاندان میں پکّو مشہور ہیں ...... بات کچھ ہوئی ہوگی اور وہ بھی سمجھی کچھ ہوں گی ...... بیان کچھ اور ہوئی ہوگی اور یوں سو سے ضرب ہوتی بات آپ تک پہنچ کر کیا سے کیا ہو گئی ہوگی۔'' اظفر نے ہنس کر بہن سے کہا۔

''چلو اگر تمہاری بات سچ بھی مان لوں تو بڑی خالہ تو ذی ہوش خاتون ہیں ناں ...... یا ان کے دماغ کی بھی کوئی چول ہل گئی ہے ......'' انہوں نے تمسخر سے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے بڑی خالہ سے بڑھ کر تو کوئی پورے خاندان میں عقل مند نہیں ہے۔''

''اب وہی مجھے بار بار فون کر رہی ہیں کہ ان کی صبیحہ کو ٹیوشن پڑھا دے میرا اسلو ...... کراچی شہر میں ٹیوشن سینٹر ختم ہو گئے ہیں یا اچھے قسم کے ٹیوٹر یہ شہر چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں ...... جو وہ بار بار میرے بچے کے پیچھے پڑ رہی ہیں۔ اب بتاؤ ...... کیا میں جانتی نہیں ہوں ان کے عزائم، ان کی بڑی بیٹی مدیحہ کی شادی اپنے ٹیوٹر کے ساتھ ہی ہوئی تھی ناں ...... تو اب وہ میرے گھر میں کیوں جال تیار کر کے پھینک رہی ہیں۔ عشق کی پینگیں بڑھانے کے لیے ...... انہیں میرا گھر نظر آ رہا ہے یا مجھے اتنا پاگل سمجھ لیا ہے کہ میں اپنی زندگی بھر کی کمائی ان کی دو ٹکے کی لڑکی کو دے دوں گی۔''

''باجی جان ان کی لڑکی تو میڈیکل میں ہے ...... ڈاکٹر لڑکیوں کی شادیاں تو آسانی سے ہو جاتی ہیں ...... انہیں کیا ضرورت ہے کہ وہ اس کی شادی کے لیے یوں پاپڑ بیلیں گی ......'' ایک بھاوج نے ہمت کر کہا۔

''بھابی جان ...... پیسے والے گھرانوں کی لڑکیوں کی شادیاں جلدی ہوتی ہیں ...... ایک تو بڑی خالہ کے پاس پیسہ نہیں ہے اور جو ہے ...... وہ ان کی مہا کنجوسی کی وجہ سے کبھی خرچ ہونے میں تو نہیں آئے گا ...... جس کے ہاں بقرعید کا گوشت اگلی بقرعید تک چلتا ہو ...... اس سے زیادہ خسیس تو شاید ہی کوئی اور ہو ...... جو اپنے ڈیپ فریزر کا گوشت بھی سسک سسک کر استعمال کرتی ہیں۔ سب کو معلوم ہے روزانہ ان کے ہاں گن کر بوٹی اور گن کر آلو کے ٹکڑے ڈلتے ہیں۔''

''حیرت ہے ...... بڑی خالہ ایسا کر رہی ہیں ...... خالو جان تو خاصے سمجھدار آدمی ہیں ...... وہ ان کو سمجھاتے نہیں ہیں۔''

''ارے، خالو جان خاک سمجھائیں گے۔ وہ خالہ سے بھی چار ہاتھ آگے ہیں ...... وہ علیحدہ میرے لڑکوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، حد ہو گئی ہے مکاری کی، میرے بیٹوں کے موبائل پر ڈائریکٹ فون کر کے کہتے ہیں۔ ''بیٹے تمہاری خالہ نے بڑی اچھی مچھلی فرائی کی ہے ...... کھاتے ہوئے گھر جانا۔ لکھنؤ سے میری چچی نے بڑے اچھے کڑھائی کے کرتے بھیجے ہیں ...... مگر تمہارے ناپ کے ہیں، بیٹے شام کو آ کر ذرا ٹرائی تو کر لو ...... میرا تو کسی اور کو دینے کا دل نہیں چاہ رہا۔ سلو بیٹا ...... آج اگر چکن فوڈ کے ساتھ گھر کی بنی ہوئی مزے دار قلفی کھانی ہے تو بطور جج آ جاؤ اور بتانا مینا نے کیسی بنائی ہے ...... فیل ہوئی ہے یا پاس ...... ارے بھئی تمہاری خالہ تمہیں یاد کر رہی ہیں ...... تمہاری دوا سے تو کیا تمہارے آنے سے ہی وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں ...... آج اپنی مریضہ کو دیکھتے ہوئے گھر جانا ...... یہ ساری جادوگری جانتے ہیں ہمارے خالو اور خالہ بھی ...... کہ کسی کے قابل لڑکوں کو کیسے پرچایا جاتا ہے۔ ارے بھئی خاندان میں بہتیرے لڑکے ہیں ...... میرے لڑکوں کو تو بخش دو۔ پتا نہیں کیا ہو گیا ہے خاندان والوں کو ...... اپنی لڑکیوں کی فوج کو میرے گھرانے کے پیچھے لگانا چاہتے ہیں۔ کیا میں سمجھتی نہیں ہوں کہ کون کون لڑکیاں میرے لڑکوں سے بات کرنے کو ترس رہی ہیں۔ کتنی دفعہ چیک کر چکی ہوں ...... جب میں فون اٹھاتی ہوں تو مجال ہے کہ کوئی بولے ...... اور جب لڑکے اٹھائیں گے تو خوب لہک لہک کر باتیں ہوتی ہیں۔ خیر میرے بیٹے بھی اپنے خاندان والوں کے سب ہتھکنڈے سمجھتے ہیں اور خوب مذاق اڑاتے ہیں۔''

''ماما ...... یہ لڑکیاں ...... ہمیں کیوں فون کرتی ہیں؟ ماما یہ لڑکیاں ہمارے ساتھ کیوں گھومنا پھرنا چاہتی ہیں ...... ماما ہم ان کو کیسے منع کریں ...... تو میں نے بھی کہہ دیا۔ جس کو اپنی عزت کا پاس ہی نہ ہو اس کو جھڑک دیا کرو، ان کے لیے یہی بہتر ہے۔'' باجی جان کی باتوں پر پھر ہنسی کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ ان کی سب بھاوجیں تو اچھے بڑے بڑے قہقہے لگا رہی تھیں مگر ثمینہ کو بالکل بھی ہنسی نہیں آ رہی تھی اور وہ سنجیدگی سے ایک جانب بیٹھی ہوئی تھیں۔

''ثمینہ تم اپنے بیٹوں کو کیوں نہیں لے کر آئیں۔'' باجی جان نے پاس آ کر پوچھا۔

''وہ دونوں گئے ہوئے تھے۔''

''آخاہ ...... آج تو عینی آئی ہے ...... کیسے یاد آ گئی تمہیں اپنی پھپو کی ......؟'' وہ اس کے سر پر محبت سے چپت لگاتے ہوئے بولیں۔

''پھپو ...... آج آپ کی سالگرہ ہے ...... اس لیے آج ضروری آنا تھا ...... ورنہ میں بخار میں کہیں نہیں جایا کرتی۔''

''گڑیا تمہاری پھپو میں کشش ہی کچھ ایسی ہے۔ بخار تو کیا، کسی لڑکی کو ٹائیفائیڈ بھی ہو تو وہ ضرور آتی ہے۔'' ثمینہ کا دل چاہا کہ وہ اسی بات کو لے کر انہیں بے بھاؤ کی سنائیں مگر وہ جانتی تھیں نند سے منہ ماری کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے گھر کا ماحول خراب کر لیں۔ ثمینہ نے ان کی بات سنی اَن سنی کر دی مگر عینی کے چہرے کے زاویے ضرور بدل گئے تھے۔ اب باجی جان بڑی بھابی کے پاس بیٹھی اپنی لن ترانی سنا رہی تھیں۔

"نیلو کو دیکھا ہے آپ نے لڈن چچا کی لڑکی۔"

"ہاں...... ہاں...... کیا ہوا اسے...... چچا کا پولٹری فارم ہے...... گھر میں ہر وقت مرغیاں پکتی ہیں کہیں برڈ فلو تو نہیں ہو گیا اس کو......؟"

"ہونہہ، اس قدر تو موٹی ہے وہ...... اگر کچھ ہو بھی جائے تو اگلے کو پتا تھوڑی ناں چلے گا۔"

"تو پھر ہوا کیا؟" بڑی بھابی...... کوئی غیبت گود لینے کے لیے تڑپ ہی تو گئی تھیں۔ (لہجہ ان کا رازدارانہ تھا...... اور ان کا سر جھک کر ان کے سینے پر جا لگا۔)

"وہ کل فون کر کے مجھ سے کہنے لگی۔ بھابی جان میں آپ کے ہاں رہنے کے لیے آنا چاہتی ہوں۔"

"میں نے کہا۔ نیلو بیٹا...... میرے گھر میں تمہارا کیا دل لگے گا...... میری تو کوئی لڑکی ہی نہیں ہے...... لڑکوں کے گھر میں بھلا کسی لڑکی کا دل لگ سکتا ہے، ظاہر ہے میرا مطلب یہی تھا منحوس میرے گھر میں بھول کر بھی آنے کی کوشش نہ کرنا۔

"بھابی جان...... آپ مجھے بہت یاد آ رہی ہیں؟" وہ گھنی ہنس کر بولی۔

"کیوں بھئی، خیریت تو ہے؟" میں نے ہنس کر کہا اور دل میں گالیاں دے کر سوچا...... میں تیری کیا سہیلی ہوں جو تیرے ساتھ چھم چھم کھیلتی تھی اور اب اس لیے میرے پاس آنا چاہتی ہو مگر وہ ٹھنک کر بولی۔

"پیاری پیاری بھابو جی آپ مجھے بے حد اچھی لگتی ہیں دل چاہتا ہے کہ آپ ہی کو دیکھتی رہوں۔ سچ کہہ رہی ہوں میں بھابی جان...... آپ بہت سوفٹ ہیں، آپ بہت سویٹ ہیں...... جب آپ بولتی ہیں تو لگتا ہے کہیں کوئی خوبصورت سا جھرنا بہہ رہا ہو۔" وہ میری خاموشی سے بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ دل تو چاہا کہ اسے کھری کھری سناؤں...... ارے کیا میں کوئی گلوکارہ ہوں...... جو میری آواز کی دیوانی ہو گئی ہو یا میں اتنی باؤلی ہو چکی ہوں...... جو تمہاری ان مکارانہ باتوں سے خوش ہو جاؤں گی۔" تاہم میں نے اسے یونہی چیک کرنے کی غرض سے کہا۔

"نیلو آنے کو تو تم سو مرتبہ میرے گھر رہنے کے لیے آ جاؤ...... مگر یہاں آ کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگو گی؟"

"ہائے اللہ...... ایسا کیوں ہوگا بھلا......؟" وہ چلتر پن سے بولی۔

"وہ اس لیے بیٹا...... میرے گھر میں میرے چاروں بیٹے ہر وقت شور مچاتے رہتے ہیں۔ یہ پکاؤ، وہ پکاؤ، میری جان ضیق میں رکھتے ہیں۔ تم آؤ گی تو یہ سب دیکھ کر پریشان ہو جاؤ گی۔"

"مگر میں نے تو پریشان ہونا سیکھا ہی نہیں......" وہ ہنسی۔

"پھر بھی ہمہ وقت باورچی خانے سے تم تھک جاؤ گی، نڈھال ہو جاؤ گی اور یقیناً تم بیمار پڑ جاؤ گی اور ظاہر ہے کہ میں ایسا ہرگز نہیں چاہوں گی۔" مگر وہ چوٹی ہنس کر بولی۔

"بھابی جان! مجھے تو کوکنگ کا بہت شوق ہے اور میرے ہاتھوں میں تو اتنا ذائقہ ہے کہ آپ ایک

مرتبہ میرے ہاتھ کا کھانا کھا لیں تو پھر کسی دوسرے کے ہاتھ کا کھانا کھائیں گی بھی نہیں۔ چائنیز تو میں اتنا عمدہ بناتی ہوں کہ چائنا والے بھی بنانا نہیں جانتے ہوں گے۔"

"نیلو...... تم اگر ایک دفعہ میرے گھر رہنے آ گئیں ناں تو میرے یہ بچے بار بار تمہیں پریشان کرنے لگیں گے......" میں بھی جان بوجھ کر ایسی باتیں کر رہی تھی کہ اندازہ ہو جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہے۔ اس پر وہ لگاوٹ بھرے لہجے میں بولی۔

"بھابی جان، میں تو آپ کی بیٹی ہوں...... اگر آپ کا کام سنبھال لوں گی تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔" تب میں نے کن کن حربوں کو استعمال کر کے اسے اپنے گھر آنے سے روکا تھا بتا نہیں سکتی...... میرے بیٹے تو ہنس رہے تھے۔

"امی...... آپ کو فری کی ملازمائیں مل رہی ہیں تو آپ بھی فائدہ اٹھائیے۔" میں نے کہا...... میں ایسا کوئی فائدہ اٹھانا نہیں چاہتی جس کے طفیل مجھے کوئی بھاری نقصان اٹھانا پڑ جائے۔" اب باجی جان از خود ہنس رہی تھیں۔ ان کو ہنستا دیکھ کر دیکھ لوگوں کو بھی ہنسنا پڑ رہا تھا۔ ثمینہ چپ چاپ سب کو دیکھ رہی تھیں چہرے کے زاویے...... تمسخرانہ مسکراہٹ کی جانب گامزن ہو رہے تھے۔ باجی جان بڑی بھابی کے پاس آ کر بیٹھ گئیں اور کہنے لگیں۔

"دیکھا آپ نے...... کیسے ڈورے ڈال رہی ہیں۔ آج کل کی لڑکیاں...... ان کا بس نہیں چل رہا کہ میرے گھر میں زبردستی داخل ہو جائیں۔" کسی دوسرے کے گھر جائیں تو سر جھاڑ منہ پھاڑ جیسی چلی جائیں گی اور میری گھر کوئی بھی آ جائے...... تو ایسی تیار ہو کر آئیں گی جیسے شادی میں آئی ہیں...... بال پن سے چپل تک کی میچنگ ہوگی۔"

"آپ کے بیٹے بھی تو بہت خوبصورت ہیں ناں......" بڑی بھابی اب ہنس کر ان کی مرضی کی باتیں کر رہی تھیں۔

"ظاہر ہے ماں پر گئے ہیں، خوبصورت تو ہونا ہی تھا۔"

"باجی جان آپ کی بھانجی بھی تو بہت پیاری سی ہے...... ننھی جو نوگراں سے ایک مرتبہ آئی تھی...... کتنے خوبصورت تو اس کے بال تھے پیروں تک آ رہے تھے...... آپ اپنی بھانجی کو کیوں نہیں لے آتیں؟" بڑی بھابی نے مزید مکھن لگانے کے لیے کہا۔

"اے لو...... یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ...... آپا جان گاؤں میں کیا بیاہ کر گئیں...... وہیں کی ہو گئیں۔ گاؤں کی بود و باش والی لڑکیاں شہر میں نہیں چل سکتیں۔ جب بھی ننھی یہاں آئی ہے ایسی گھبرائی ہوئی پریشان سی لگی ہے کہ اس کی باتیں سن کر بھئی مجھے تو وحشت ہی ہوئی ہے اور میرے لڑکوں نے تو علیحدہ اس کا مذاق ہی اڑایا ہے...... بھئی فلموں اور ڈراموں میں ایسی شادیاں ضرور ہو جاتی ہیں مگر حقیقت میں ماحول کا اثر بے حد ہوتا ہے...... میرے بچے چمچ کے بغیر چاول نہیں کھا سکتے اور وہ دال چاول میں چٹنی ملا کر ہاتھوں سے ایسے چٹخارے لے کر انگلیاں چاٹتی جاتی ہے کہ مزہ تو شاید اسے آتا ہوگا مگر ہمارے بچوں کو گھن آتی ہے...... پچھلے سال جب وہ آپا کے ساتھ آئی تھی تو سلمان نے کہہ دیا تھا۔" ماما آپ اسے ہم سے پہلے کھانا

کھلا دیا کریں...... اس کی وجہ سے ان سے کھانا تک نہیں کھایا جاتا......"

"تو پھر کہاں کریں گی آپ اپنے لڑکوں کی شادیاں؟" باجی جان سے اظفر نے پہلی مرتبہ یہ بات پوچھی تھی۔

"بھیا، میرا تو خیال ہے اللہ میاں خاص طور پر خاص الخاص بہویں میرے گھرانے کے لیے بھیجیں گے......! جن کو دیکھ کر سب یہ کہہ سکیں۔ "ایسی ہوتی ہیں بہویں۔ ایسی ہونی چاہئیں بہویں۔" وہ فلک شگاف قہقہے کے ساتھ بولیں۔

☆======☆======☆

"صارم بھائی...... ڈراموں میں کب آ رہے ہیں آپ؟" وہ جو تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اُتر رہا تھا یک لخت رک گیا اور مڑ کر دیکھا۔ ماہ نور اپنے فلیٹ کے دروازے پر چائے کا کپ ہاتھ میں لیے اس سے پوچھ رہی تھی...... ماہ نور اس کی چھوٹی بہن علینہ کی گہری دوست تھی...... اس لیے اس کا ان کے فلیٹ میں خاصا آنا جانا تھا۔

"آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں اب ڈراموں میں کام کر رہا ہوں......؟" وہ رک کر مسکرا کر بولا۔

"تین چینلز پر آپ کا...... انٹرویو آیا اور ہر چینل پر تین مرتبہ ریپیٹ ہوا ہے...... جو شخص اتنی مرتبہ ٹی وی پر نظر آئے گا...... تو اسے ڈراموں میں آنے میں کیا دیر لگ سکتی ہے۔"

"تم تو رائٹر ہو...... ڈراما لکھ لو...... میں اس پلے میں کام کر لوں گا۔" ماہ نور کے لکھے ہوئے مضامین اخبارات میں شائع ہوا کرتے تھے۔ صارم نے اس پر چوٹ کی۔

"پھر تو مجھے خود بھی پلے میں کام کرنا پڑے گا کہ کہ رائٹر سے زیادہ کہیں ہیرو کامیاب نہ ہو جائے۔" شوخ و چنچل سی ماہ نور شرارت سے بولی۔

"پوری رئیس بلڈنگ کے لوگ اس میں کام کریں گے، تم لکھو تو سہی تمہارا ڈراما دھوم مچا دے گا۔"

"میرا ڈراما دھوم مچائے نہ مچائے فی الحال تو آپ نے دھوم مچا دی ہے اور ہماری اس بلڈنگ کے تمام مکینوں کو عزت بخشی ہے کہ اس میں رہنے والا ایک بندہ اتنا قابل ہے کہ اس نے سب کو گرا دیا ہے۔" ماہ نور نے مسکرا کر کہا۔

"فی الحال...... میں اپنے دوست کے پاس چلا جاؤں ورنہ...... وہ میرا حشر کر دے گا۔" اپنی کلائی کی گھڑی پر نظر ڈال کر وہ نیچے اتر گیا اور ماہ نور کے سامنے والے فلیٹ کی سعیدہ کا مارے غصے کے برا حال ہو گیا۔

"ماہ نور...... یہ لڑکوں سے اتنی باتیں تو تم کبھی نہیں کیا کرتی تھیں جواب کرنے لگی ہو۔" وہ دروازہ کھول کر ماہ نور کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"ارے وہ تو اپنے صارم بھائی جان تھے......" وہ حیرت بھرے لہجے میں بولی۔

"اچھا...... تم نے بھائی بنا کر رکھا ہے انہیں۔"

"وہ دراصل علینہ کے بھائی ہیں تو میرے بھی تو بھائی ہوئے نا......!"

"ماہ نور...... اللہ رکھے تمہارے چار بھائی ہیں...... بھائیوں کے لیے ترسی نہیں ہو تم۔ تو پھر فلیٹ میں رہنے والے لڑکوں سے زینے پر کھڑے ہو کر کیوں باتیں کرتی ہو؟"

"سعیدہ تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے...... وہ تو صارم بھائی ہیں سبھی کے بھائی ہوئے نا......!"

"ماہ نور جب تک انہوں نے اتنی شاندار کامیابی حاصل نہیں کی تھی...... تب تک تو تم نے ان سے کبھی اس انداز میں باتیں نہیں کی تھیں۔"

"سعیدہ میرے دماغ میں اتنا دم نہیں ہے کہ تمہاری بے تکی باتوں کا کوئی جواب دے سکوں۔" ماہ نور نے اپنے فلیٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے کہا اور سعیدہ سوچنے لگی۔

"مجھے یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ صارم کو مبارکباد بھی دینی چاہئے۔ جب ماہ نور دے سکتی ہے تو میں کیوں نہیں دے سکتی۔" وہ کافی دیر یونہی دروازے پر کھڑی رہی اور پھر یہ سوچ کر اندر آ گئی۔ "آج نہ سہی کل، پرسوں سہی میں بھی صارم کو مبارکباد تو ضرور دوں گی...... ورنہ کہیں انہیں یہ خیال نہ آئے کہ مجھے ان کا اتنا سا بھی خیال نہیں ہے۔" اپنی اس سوچ پر وہ خود ہی شرما گئی اور اندر آ گئی۔

☆======☆======☆

"یار صارم...... لوگوں سے سنا ہے ناں کہ لوگ راتوں رات شہرت حاصل کر لیتے ہیں...... جیسے تم نے حاصل کر لی۔ تمہارا انٹرویو تین چینلز پر بار بار دکھایا گیا ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ اب تمہیں بہت سارے لوگ پہچاننے لگے ہیں۔" صارم کے بچپن کے دوست نوید نے کہا۔

"ہاں یار...... کہتے تو تم ٹھیک ہی ہو...... آج میں دوبارہ سودا لینے بڑی مارکیٹ گیا...... کئی لوگوں نے مجھ سے ہاتھ ملائے...... میں گھر آ کر یہی سوچ رہا تھا کہ میرے ذہن میں ان کا نام کیوں کھو گیا ہے۔"

"میرے دوست نام اس لیے کھو گئے ہیں کہ وہ بے نام لوگ ہیں...... اور تم ماشاء اللہ قابل و فاضل ہونے کے ساتھ ساتھ شہرت والے بھی ہو گئے۔"

"یہ سب اللہ کا کرم ہے۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"تم نے یہ بھی سنا ہے ناں کہ لوگوں راتوں رات امیر ہو جاتے ہیں......؟" نوید نے جذباتی لہجے میں پوچھا۔

"ہاں سنا تو ہے کہ کسی کی لاٹری نکل آتی ہے، کسی کو کوئی انعام مل جاتا ہے اور کسی کو کسی دوسری وجہ سے فائدہ ہو جاتا ہے اور یوں لوگوں کے حالات سرعت سے تبدیل ہو جاتے ہیں۔"

"تو اب تم مجھے پُرسہ دے دو......" نوید سر جھکا کر جیسے کہ غم زدہ سے لہجے میں بولا۔

"کیا ہوا نوید......؟ خیریت تو ہے ناں...... پریشان کیوں ہو رہے ہو؟" صارم نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"تمہارا دوست راتوں رات غریب ہو گیا ہے۔" وہ افسردہ سے لہجے میں بولا۔

"میں سمجھا نہیں یار، یہ راتوں رات کیسے غریب ہو گئے...... ہماری بلڈنگ میں تو آج تک کبھی کسی

کے ہاں چوری تک نہیں ہوئی۔'' صارم اب اس کے مدِ مقابل بیٹھا پوچھ رہا تھا۔

''اماں کل منی خالہ کے ہاں گئی ہوئی تھیں......رات کو جب واپس آئی ہیں تو آ کر بتایا ان کی لڑکی سے میرا رشتہ پکا کر آئیں۔'' نوید نے افسردگی سے اسے بتایا۔

''توبہ ہے نوید مجھے تو تم نے ڈرا ہی دیا تھا، میں سمجھا پتا نہیں تمہارے ساتھ کیا ہو گیا ہے...... یہ تو خوشی کی خبر ہے کہ تمہارا رشتہ پکا ہو گیا ہے۔'' صارم نے اس کو تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

''یہ خوشی کی خبر نہیں ہے دوست۔''

''کیا تم کسی اور کو پسند کرتے تھے......؟'' صارم نے پوچھا۔

''یار ہم تو اپنے آپ کو پسند نہیں کرتے کسی دوسرے کو کیا پسند کریں گے۔''

''پھر تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جاؤ...... جا کر مٹھائی لے آؤ اور مجھے بھی کھلاؤ۔''

''کیسی باتیں کر رہے ہو صارم...... غم کی خبر سن کر کون مٹھائی بانٹا کرتا ہے۔''

''ارے پاگل تو نہیں ہو گیا، تیرا رشتہ طے ہوا ہے۔ جلد شادی بھی ہو جائے گی تو پھر پریشانی کیسی ہے؟ اور سب سے بڑی بات تمہاری ہونے والی بیوی تمہاری والدہ کی پسند کی ہے۔'' صارم نے کہا۔

''یہی تو سب سے بڑی پریشانی ہے۔''

''کیا، تُو کسی کے ساتھ بھاگ کر شادی کرنا چاہتا تھا۔ لگتا ہے ہر وقت فلمیں دیکھنے سے تجھ پر اثر ہو گیا ہے، اچھا ہے خالہ نے تیرا رشتہ طے کر دیا ہے، اب کم از کم حقیقی زندگی کا ادراک تو ہو گا تجھے......''

''ہو گیا ہے ادراک اچھی طرح مجھے...... یہی تو بتا رہا ہوں تمہیں۔''

''کھل کر بولو...... انڈیا کے سوپ کی طرح آدھی اور ادھوری باتیں کیوں کر رہے ہو؟''...... صارم اپنے دونوں بازو اس کے شانے پر رکھ کر پوچھ رہا تھا۔

''دماغ خراب ہو گیا ہے میرا...... ظاہر ہے پاگلوں کی طرح تو باتیں کروں گا ہی ناں!''

''مگر دماغ کیوں خراب ہو گیا ہے، یہ بھی تو پتا چلے۔''

''میں راتوں رات غریب ہو گیا ہوں یار...... خالہ کا فلیٹ ہمارے فلیٹ سے بھی چھوٹا...... ان کے مالی حالات ہمارے گھر سے بھی برے۔ میرے تو چھوٹے بھائی چھوٹی موٹی جاب کر رہے ہیں مگر ان کے تینوں لڑکے ڈنڈے بجا رہے ہیں خالو کی ایک چھوٹی سی کپڑے کی دکان ہے جس پر وہ خراٹے لے کر سوتے رہتے ہیں...... بھولے بسرے کوئی گاہک آ بھی جاتا ہے تو ڈانٹ کر بھگا دیتے ہیں۔ ''اے...... بھاگ یہاں سے لے کر سوتے سے جگا دیا۔ اب بتاؤ میں راتوں رات غریب ہو گیا ہوں نا......!'' نوید نے غم زدہ سے لہجے میں کہا۔ صارم بے اختیار ہنس پڑا۔

''اگر ایسی بات تھی تو تم اپنی اماں کو بتا دیتے...... کہ تم پیسے والے گھرانے کی کسی لڑکی سے شادی کرو گے۔''

''ہمارے خاندان سے تو دولت کو دشمنی ہے...... سبھی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں...... کسی کے پاس بھی پیسہ نہیں ہے۔''

''تو پھر رونا کس بات پر ہے...... خالہ نے صحیح رشتہ طے کیا تمہارا۔'' اب صارم اس کو دیکھ کر ہنس رہا تھا۔

''غریب تو میں ہوں...... غریب ترین گھرانے کی لڑکی سے شادی کر کے میرے حالات تو تبدیل نہیں ہو گے ناں......!''

''کیسی باتیں کر رہے ہو...... آنے والی کے آنے سے یقیناً حالات میں بہتری تو آئے گی......'' صارم نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''دو بڑے بھائیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں...... ان کی پریشانیاں کس تیزی سے بڑھ رہی ہیں میں ہی جانتا ہوں...... جب وہ زیادہ گھبراتے ہیں تو کہتے ہیں...... ہم تو شادی کر کے پھنس گئے...... خواہ مخواہ کی مصیبتیں مول لیں۔ اب مجھے لگ رہا ہے کہ ایسا ہی کچھ میرے ساتھ ہو گا...... اور اگر......''

''اللہ نہ کرے......'' صارم نے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... اگر میں کسی پیسے والے گھرانے کی لڑکی سے شادی کر لیتا...... تو دن عید اور راتیں بقر عید ہوتیں۔ روز رات کو گوشت روسٹ کر کر کے کھایا کرتے۔''

''ابے پاگل...... امیر لڑکی...... تم سے کیوں شادی کرے گی؟ ایسی تم میں کیا خاص بات ہے؟''

''عشق تو اندھا ہوتا ہے...... کوئی امیر اور اندھی لڑکی مجھ سے عشق کر کے شادی کرے تو میرے حالات راتوں رات تبدیل ہو جائیں گے۔''

''ٹھیک ہے، تم شیخ چلی جیسے خواب دیکھو...... میں تو گھر چلا......'' صارم اس کی باتوں سے اکتا کر اٹھتے ہوئے بولا۔

''ہاں بھائی جاؤ...... غریب دوستوں کے پاس کون وقت گزارتا ہے...... تم تو ویسے بھی ان دنوں سلیبریٹی بنے ہوئے ہو۔ ہر دوسرے دن ٹی وی پر انٹرویو آ رہا ہے۔ میٹرک میں ہماری بھی گڈ سیکنڈ آئی تھی...... ٹی وی تو کیا ریڈیو تک پر یہ خبر نشر نہیں ہوئی تھی۔'' صارم اس کی بات سن کر مسکرانے لگا...... بچپن کا یہ دوست خاصا خوش مزاج تھا...... اس وقت بھی وہ اپنی پریشانی...... مسکراتے لبوں سے اسے بتا رہا تھا۔

''صارم یار...... ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔''

''کیا بات......؟'' صارم نے پوچھا۔

''اب جب...... تم اپنا کوئی انٹرویو دینے جاؤ تو مجھے بھی ساتھ لے جانا۔''

''وہ تو میں تمہیں ساتھ لے جاؤں گا مگر جانے کا فائدہ کیا ہو گا؟'' صارم نے حیرانی سے پوچھا۔

''میں سامعین میں بیٹھ کر تالیاں بجاؤں گا...... کیمرا مین سے پہلے ہی کہہ دوں گا کہ میرے کلوزاپ بار بار دکھائے...... یوں تھوڑا بہت تو میں بھی مشہور ہو ہی جاؤں گا...... لوگوں کے دلوں میں جگہ بنا لوں گا۔ پرسنالٹی تو میری اچھی ہے ہی...... لوگ مجھے بھلا نہیں پائیں گے۔''

''پھر کوئی امیر زادی اپنی بڑی سی گاڑی میں ٹی وی اسٹیشن آئے گی اور کہے گی...... صارم کے انٹرویو میں اگلی نشست میں پانچواں شخص جو زور زور سے بار بار تالیاں بجا رہا تھا مجھے ان کا ایڈریس

چاہئے...... میں اس شخص سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔" صارم نے نقل اتارنے والے انداز میں لہک لہک کر کہا تو نوید بھی کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"ابے یار...... اڑا لو میرا مذاق...... تمہارا حق بنتا ہے۔ فی الحال تو میں راتوں رات غریب ہو گیا......"

"ایسا نہیں کہتے نوید...... تمہاری امی کو پتا چلے گا تو خواہ مخواہ انہیں دکھ ہوگا۔" صارم اس کے ساتھ چلتے ہوئے سمجھا رہا تھا۔

"ہونہہ...... میں نے تو اسی وقت کہہ دیا تھا کہ اماں آپ اپنے بیٹے کا نصیبہ خود پھوڑ آئی ہیں۔"

"تو انہوں نے غصے میں کیا کہا......؟" صارم کے قدم یک لخت رک گئے...... اور اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"کہتیں کیا...... وہ ہنس کر بولیں۔ ارے پگلے...... شکر کر میری آپا نے اپنی بیٹی کا رشتہ تجھے دینے کا اقرار کر لیا ورنہ تجھ نکھے کو کون اپنی لڑکی دے گا۔"

"کہتی تو کچھ زیادہ غلط نہیں ہیں...... تم ایک کال سینٹر میں چار پانچ گھنٹے جاب کرنے کے سوا کرتے ہی کیا ہو......؟" صارم نے کہا۔

"میں کیا کرتا ہوں یا نہیں...... یہ تو الگ بحث ہے مگر ایک خاص بات تو میں تمہیں بتانا ہی بھول گیا۔"

"کون سی خاص بات......؟" صارم نے حیرت سے پوچھا۔

"جس غریب ترین گھرانے میں ہماری شادی ہوگی...... ہماری منگیتر کا نام شہزادی ہے۔"

"ٹھیک ہے ناں...... تم بھی تو رئیس منزل میں رہتے ہو، شہزادی کو کسی رئیس کے گھر میں ہی آنا چاہئے تھا سو وہ آ رہی ہے۔"

"اللہ ایسا رئیس کسی کو نہ بنائے۔" وہ منہ کے زاویے بگاڑتا ہو بولا۔

"یار ایک نوکری اور پکڑ لے...... حالات میں بہتری آ جائے گی۔"

"اچھا...... میں ہی کچھ کروں، آنے والی کچھ نہ کرے......" وہ شرارت سے صارم کو دیکھتے ہوئے بولا اور صارم اس کو مکا دکھاتا ہوا چل دیا۔

☆======☆======☆

"اللہ دیکھو تو سہی...... یہ آیا ہے، دلہن کے ناپ کا جوڑا......" صنوبر نے ماں کے سامنے قمیص نچاتے ہوئے کہا۔ "قمیص تو دیکھو کیسی چھوٹی سی ہے جیسے کسی بونی کی ہو، ہے ناں......!"

"ٹھیک تو ہے، کیا خرابی ہے اس میں......" ماں نے ایک اچٹتی ہوئی نظر اپنی ہونے والی بہو کی قمیص پر ڈالی اور اپنے کام میں مصروف ہو گئیں۔

"ہم نے تو سنا تھا کراچی کے لوگوں میں تمیز اور تہذیب کچھ زیادہ ہی ہوتی ہے پھر بھی......" وہ قمیص ناک سے لگا کر ہنسی۔

"بات کیا ہے...... جو قمیص ہاتھ میں لے کر فضیحتہ کر رہی ہو۔"

"اماں مجھے تو میری ایک سہیلی نے بتایا تھا...... جب لڑکی کے کپڑے ناپ کے لیے اس کے سسرال بھیجے جاتے ہیں تو پرفیوم لگا کر بھیجے جاتے ہیں...... اور اس قمیص میں سے تو پسینے کی مہک آ رہی ہے۔ کپڑے بھی نئے نہیں بھیجے...... پہنے ہوئے کپڑے لگ رہے ہیں۔"

"صنوبر تم تو خواہ مخواہ بال کی کھال نکالتی ہو...... مجھے تو قمیص میں سے کسی قسم کی کوئی مہک نہیں آ رہی......" صنوبر کے کہنے پر انہوں نے قمیص سونگھ کر کہا۔ "اس کا رنگ ایسا ہے جو نیا نہیں لگ رہا۔"

"ارے، یہ چپل تو دیکھیں اپنی بہو کی...... جیسے ہاتھی کی ہوں، بہت بڑا پیر ہے بھئی بھابی کا......" وہ پھر دل کھول کر ہنسی۔

"صنوبر...... میری مان تو اپنی ہونے والی بھابی سے اپنی دوستی بنا کر رکھنا...... آخر تیری شادی بھی تو عائشہ کے بھائی سے ہوگی......" ماں نے اپنی نخریلی بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"اماں...... مکھن بازی کرنی تو مجھے کبھی نہیں آئی...... بھابی جس طرح میرے ساتھ رہیں گی...... میں بھی ان کے ساتھ ویسی ہی رہوں گی۔"

"پھر بھی بیٹا...... سوچ سمجھ کر بولنا چاہئے...... وٹے سٹے کی شادیوں میں جتنا ایک دوسرے کا خیال کیا جائے اچھا رہتا ہے...... محبتیں بڑھانے سے بڑھا کرتی ہیں۔"

"اماں...... یہ شادی کی فرمائش تو چاچی کی جانب سے تھی ورنہ تنویر بھائی کے لیے کیا لڑکیوں کی کمی تھی۔"

"ٹھیک کہتی ہو تم...... وہ اپنی عائشہ کی شادی تنویر سے ہی کرنا چاہتی تھیں...... وہ تو ہم نے کہا کہ اس شرط پر کریں گے یہ شادی کہ تم اپنے لڑکے سے ہماری صنوبر کی شادی کرو۔"

"میرا غصہ اس بات کا آج تک نہیں اترا...... کہ بھابی کے گھر والے کسی صورت بھی مجھ سے شادی کرنے کو تیار نہیں ہو رہے تھے۔"

"صنوبر سانولی زیادہ ہے۔ اس کی تعلیم کی کم ہے۔ اپنی عمر سے زیادہ بڑی لگتی ہے اور لڑا کا بھی خوب ہے۔ کون سی بات تھی جو چاچی کے گھر والوں نے نہ کی ہو مگر عائشہ کے لیے کوئی لڑکا جڑ ہی نہیں رہا تھا۔ اس لیے ہاتھ جوڑ کر میرا رشتہ مانگا...... مگر چالاکی پھر بھی دکھا گئے ہیں کہ اپنی بیٹی کی شادی پہلے کر رہے ہیں اور میری دو سال بعد ہوگی۔"

"ان کا لڑکا بھی پڑھ رہا ہے ناں...... اس لیے تو مہلت مانگی ہے انہوں نے۔"

"اماں یہ تو سوچو...... کیا وہ شادی کے بعد نہیں پڑھ سکتا تھا...... مجھ سے شادی کر لیتا اور پڑھائی اپنی جاری رکھتا......" صنوبر نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"شادی تو انہیں تم سے کرنی ہی پڑے گی...... تُو مت گھبرا...... بھاگ نہیں سکتے یہ لوگ۔" اماں نے اس کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

"اماں اس بارے میں پریشان، میں نہیں ہوں اگر یہ لوگ بھاگ بھی گئے تو کیا ہوا...... ہم لوگ

کون سا کم ہیں ان کی عائشہ کو گھر بٹھا دیں گے۔ کنواری لڑکی کا تو پھر بھی رشتہ آجاتا ہے مگر بیاہی کا آنا اتنا آسان نہیں ہوا کرتا۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہے تُو...... انہیں اپنے لڑکے سے تیری شادی کرنی ہی پڑے گی۔"

"اماں...... اگر ان کا وسیم خوبصورت زیادہ ہے یا تعلیم یافتہ ہے تو یہ میرا نصیب ہے...... وہ اس بات کو اتنی ہمیت کیوں دیتے ہیں۔" صنوبر نے گنڈیری کھاتے ہوئے ماں سے پوچھا۔

"بڑے شہر میں تو تمہاری چاچی ضرور رہتی ہیں مگر ان کا دماغ چھوٹا سا ہی ہے...... اترانے کی ہر بات ہمیشہ سے ان کو آتی ہے۔"

"جبھی تو ان کے سارے بچے اپنے آپ کو افلاطون سمجھتے ہیں...... ہمارے گھر آکر ہمیں اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہم ان سے کمتر ہوں۔"

"اری پاگل ہوئی ہے کیا، ہم کیوں ہونے لگے کمتر...... ماشاء اللہ ہمارا تنویر اتنا بڑا سرکاری افسر ہے اسی کو دیکھ کر تو تمہاری چاچی کے منہ میں پانی آگیا اور میرے پیچھے پڑ گئیں کہ تنویر کی شادی کر دو۔ تنویر اپنے آفس سے دو چار مرتبہ کراچی ان کے گھر کیا گیا کہ وہ عائشہ کے گن گاتا ہوا آیا۔ میں نے سوچا جب سب لوگ ہی چاہ رہے ہیں تو اپنی مرضی چلانے کا کیا فائدہ ہے...... اچھا ہے بیٹے کی شادی بھی ہو جائے اور دیورانی پر احسان بھی۔"

"مگر اماں، چاچی چالاک بہت ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ چت بھی اپنی پٹ بھی اپنی کے اصول پر گامزن ہو جائیں۔"

"اس کا اندازہ بھی انہیں ہو جائے گا...... جب انہیں پتا چلے گا کہ میرا تنویر، اپنی ماں بہن کا کتنا خیال کرنے والا ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہو اماں، جیوے میرا بھائی گلی گلی بھر جائی عائشہ کی اوقات ہی کیا ہو گی۔" صنوبر نے ہنس کر کہا۔

"شہر میں رہنے والے یہ سمجھتے ہیں گاؤں کے لوگوں سے زیادہ بے وقوف کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ خاص کر تیری چاچی کا تو یہ پکا خیال ہے جبھی تو تنویر پر کمند ڈالی انہوں نے......" اماں دور کہیں سوچتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"پر اماں...... تنویر بھائی ہمیشہ ہم سے یہی کہتے رہے تھے کہ میں آپ لوگوں کی پسند سے شادی کروں گا مگر دو چار مرتبہ کراچی کیا گئے عائشہ کے سوا انہیں کوئی دوسرا نظر ہی نہیں آیا۔"

"بیٹا میں نے تو بہت کوشش کی تھی کہ شہر کی دمی گھر میں نہ آئے...... تنویر کو بھی خاصا سمجھایا تھا کہ یقیناً لڑکی میں کوئی ایسی ویسی بات ہی ہو گی جو اس سے پہلے اس کی چھوٹی بہن کی شادی ہو گئی...... مگر تنویر کی تو ان دنوں عقل ہی کام نہیں کر رہی تھی...... ہر وقت عاشی، عاشی کا نام اس کے ہونٹوں پر کد کڑے لگا رہا تھا تو میں کیا کرتی...... رشتہ تو دینا ہی تھا ناں وہ تو شکر کر کہ میں نے وٹے سٹے کی بات کر کے ان کے وسیم کو تیرے لیے کھینچ لیا...... ورنہ تنویر تو شروع میں اس بات کے لیے راضی کہاں ہو رہا تھا۔"

"اماں ان لوگوں نے تعویذ پلائے ہوں گے تو ان ہی کی زبان بول رہے تھے بھیا...... کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ کافی دنوں بعد وہ نارمل ہوئے ہیں ورنہ میں نے انہیں خود ہی خود ہنستے تک دیکھا تھا۔"

"ہاں، ایسا بھی ہوا ہو گا...... تیری چاچی کم تھوڑی ناں ہے...... تیرے چاچا اپنی بیوی کے آگے مجال ہے کچھ بول سکیں...... جو بھی کہنا ہوتا ہے اپنی بیوی کی بات کو دہراتے ہیں۔ اللہ بخشے تمہاری دادی جب بیمار ہوتی تھیں تو مجھ سے کہتی تھیں۔ اس زن مرید کو بھی فون کر دو کہ وہ آکر مجھ سے مل جائے۔"

"اماں میرا دل تو چاہتا ہے کہ کسی نہ کسی بات کا بہانہ کر کے آپ یہ رشتہ ہی توڑ دیں۔ وسیم مجھے کون سا پسند ہے...... مغرور سا لڑکا ہے۔ میری جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ منگنی کے بعد جب میں ایک بار کراچی گئی تھی تو ان دنوں وہ دبئی سے کراچی ہی آیا ہوا تھا...... نہ اس نے مجھ سے بات کی نہ مجھے مخاطب کیا...... اور حد تو یہ ہے کہ مجھے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ایسے منحوس انسان کے ساتھ زندگی گزارنا کوئی آسان بات تھوڑی ناں ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہے تُو، میں اپنی سی کوشش تو ضرور کروں گی...... کہ کسی طرح یہ رشتہ ختم ہو جائے...... اور ہمارے ذہن سے خواہ مخواہ کا یہ بوجھ بھی اتر جائے۔"

اور پھر یہ موقع بھی انہیں از خود مل گیا۔ کراچی سے چاچا، چاچی کا خط آیا تھا...... جس میں انہوں نے لکھا تھا...... ان کی چھوٹی بیٹی کا مہر ڈھائی لاکھ روپے بندھا ہے اور وہ عائشہ کا بھی اتنا رکھنا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ بھی اصرار تھا کہ وہ تنویر کا ولیمہ کراچی میں ہی کریں کہ یہاں عزیز و اقارب کی ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ آپ کے چھوٹے سے شہر میں یہاں سے سب کا جانا اور شریک ہونا مشکل ہو جائے گا۔ خط میں دبے دبے لفظوں میں اس خواہش کا اظہار بھی تھا کہ بری کی شاپنگ خصوصاً شادی اور ولیمے کے جوڑے آپ کراچی سے ہی خرید یں تو آپ کو ورائٹی بھی اچھی نظر آجائے گی اور پیسوں کا بھی کوئی خاص فرق نہیں ہو گا۔

"اماں دیکھو تو سہی...... کیسی ننھی ننھی سی گھٹیا خواہشات ہر لفظ میں نگینے کی طرح جڑی نظر آرہی ہیں۔" صنوبر نے خط پڑھ کر ہنستے ہوئے کہا۔

"بے وقوف جو سمجھتے ہیں ہمیں، اس لیے ایسا خط لکھا ہے......" اماں کو بھی ہنسی آگئی تھی۔

"تنویر بھائی خط پڑھ کر دیکھو کیا کہتے ہیں؟" صنوبر نے اپنے ہاتھ میں اپنا پراندہ گھماتے ہوئے کہا۔

"تنویر کو ابھی یہ خط دکھانے کی ضرورت نہیں ہے پہلے اس کا جواب لکھ دو اور ارجنٹ پوسٹ کرو۔" اماں نے کچھ سوچ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں لکھ دوں خط آپ کی طرف سے......؟" صنوبر نے پوچھا۔

"ہاں، میں بولتی ہوں اور تم لکھتی جاؤ۔" صنوبر دوڑ کر کاپی اور قلم اٹھا لائی۔ اماں سوچ سوچ کر بولتی گئیں بیچ میں صنوبر کی لقمے بازی بھی چلتی رہی اور جب کراچی ان کا خط پہنچا تو عائشہ کی ماں خط پڑھ کر سوچ میں پڑ گئیں، انہوں نے ایک بار آنکھیں مل کر خط کو دیکھا مگر وہی تحریر...... ان کو جلی کٹی سنا رہی تھی۔

’’بھائی صاحب اور بھابی صاحبہ

السلام علیکم!

آپ کا خط ملا......آپ کی فرمائشیں پڑھ کر تو ہم سب لوگ ہی پریشان ہو گئے......
آپ نے حدیقہ کی شادی نہ صرف غیر برادری میں کی بلکہ پیسے والے لوگوں میں کی......وہ اس کا مہر ڈھائی لاکھ تو کیا دس لاکھ بھی باندھ سکتے تھے...... ہمارا ان کا بھلا کیا مقابلہ......ہم تو اپنی حیثیت کے مطابق پانچ یا دس ہزار بھی باندھ دیں تو بہت ہوگا۔ آپ لوگ بڑے شہر میں رہتے ہیں وہاں کی باتیں بھی بڑی بڑی ہوتی ہیں۔ ہمیں کوئی غم نہیں ہوگا اور نہ ہی ناراضی اگر آپ عائشہ کا رشتہ تنویر سے ختم کر کے اپنے جیسے لوگوں میں کر لیں تو مناسب ہو گا۔ رہی بات بری کے کپڑوں کی...... وہ تو شیخوپورہ سے جا کر لے بھی آئی ہوں...... ہاں میں نے صرف ولیمے کا جوڑا اور پانچ دوسرے جوڑے بنانے ہیں۔ شادی کا جوڑا تو ماں کے گھر کا ہی ہوتا ہے......ابھی ہمارے خاندان میں یہ فیشن تو نہیں آیا کہ دلہن...... سسرال کے آئے ہوئے کپڑے پہن کر رخصت ہو...... آپ عائشہ کی شادی کا جوڑا پانچ ہزار کا بنائیں یا لاکھ کا......آپ کی اپنی مرضی ہے...... نہ ہماری کوئی فرمائش ہے اور نہ ہی کوئی مشورہ...... ہمارا بیٹا سرکاری افسر ضرور ہے مگر اس کی تنخواہ نپی بندھی ہے......کوئی دبئی بیٹھا درہم تو نہیں کما رہا کہ ہر کام دل کھول کر کیا جا سکے......آپ اپنی بہو کی بری بناتے وقت دل کھول کر خرچ کر سکتی ہیں کہ دولہا میاں کے ایک درہم کے آپ کو بائیس روپے ملتے ہیں اور آخری بات یہ کہ ہم کراچی میں ولیمہ تو کیا بارات لے کر بھی نہیں آ سکتے۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ یہ شادی گاؤں میں ہو تا کہ گاؤں کے سب لوگ اس میں شریک ہو سکیں...... تنویر کی شادی بھی گاؤں میں ہوگی اور ولیمہ بھی...... ہم سب لوگ پرانے رسم و رواج پر چلنے کے عادی ہیں اور اگر آپ کو یہ سب غلط یا برا لگے......تو اس میں کوئی برائی نہیں کہ آپ عائشہ کی شادی وہیں کسی سے کراچی میں کر دیں...... میں سمجھتی ہوں کہ بیٹیاں پردیس بھیجنا کوئی آسان کام کہاں ہوتا ہے...... مجھے آپ کی خوشی عزیز ہے مگر آپ میری مجبوریوں کو بھی سمجھیں تو عنایت ہوگی۔ میں یہ خط تنویر سے مشورہ کرنے کے بعد لکھ رہی ہوں......امید ہے اب آپ کا جو بھی پروگرام ہو صاف صاف لکھیں کہ ٹیڑھی میڑھی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔

دعا گو

آپ کی بھابی

نگہت آرا‘‘

’’کس قدر چالاک عورت ہے یہ صنوبر کی ماں بھی۔ اپنی ہر بات چلانا جانتی ہے۔ اب بتاؤ دنیا کے گھر میں بارات آیا کرتی ہے اور وہ چھمک چھلو یہ چاہتی ہے...... کہ ہم لڑکی کو لے کر خود پہنچ جائیں بلکہ

بارات لے کر پہنچ جائیں کہ آؤ رخصت کرا کے لے جاؤ۔‘‘ امی کو غصہ آ رہا تھا۔

’’میں پہلے ہی منع کر رہا تھا خط نہیں لکھو...... بھابی اپنی جہالت سے الٹی سیدھی باتیں کرنے لگیں گی۔‘‘ ابو جی کا پارہ بھی ہائی ہونے لگا۔

’’میرا تو دل چاہ رہا ہے کہ یہ رشتہ ہی ختم کر دوں۔‘‘

’’یہی تو بھابی کو خواہش ہے...... بلکہ ان کے خط کی ہر سطر سے یہی پیغام جھلک رہا ہے کہ خدا کے لیے یہ رشتہ ختم کر دو......!‘‘ ابو جی نے خط ایک بار پھر پڑھنے کے بعد کہا۔

’’تو پھر ختم کر دیں ناں، میری تو کوئی ایسی خواہش نہیں ہے...... میری عاشی اتنی دور اور اتنے جاہلوں میں بیاہ کر جائے۔‘‘

’’یہ اماں مرحومہ کی خواہش تھی کہ عاشی کی شادی تنویر سے ہو......اور انہوں نے کئی بار مجھ سے یہ وعدہ لیا تھا۔‘‘

’’اماں نے یہ بات بھابی جان سے بھی تو کی ہوگی......لڑکا تو ان کا ہی ہے ناں......!‘‘

’’تنویر بہت اچھا لڑکا ہے۔ نیک، سعادت مند...... سب سے محبت کرنے والا اور سب کا خیال رکھنے والا۔‘‘

’’سنیے زندہ لوگوں کی خواہشیں......مردہ لوگوں کی خواہشوں سے زیادہ افضل ہیں۔ بھابی جان کا یہ خط پڑھ کر میرا رتی بھر بھی دل نہیں چاہ رہا...... کہ عائشہ کو تنویر سے بیاہوں۔‘‘

’’اچھا میں بات کروں گا تنویر سے۔‘‘

’’آپ اس طرح بات کیجئے گا کہ اسے یہ پتا نہ چلے کہ ہمیں ان کا کوئی خط ملا ہے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘ ابو جی نے اسی وقت تنویر کے موبائل پر فون ملایا۔

’’جی چاچا جی...... خیریت تو ہے ناں...... کتنے سارے دن ہو گئے آپ سے فون پر بھی بات نہیں ہوئی۔‘‘

’’شادی کی تاریخ عید کے بعد ہی رکھی جائے، کیا خیال ہے......؟‘‘

’’ٹھیک ہے چاچا جی...... میرا تو خیال تھا کہ ولیمہ کراچی میں ہی ہوگا مگر میرے آفس کے دوست کہہ رہے ہیں یہیں کرو...... تا کہ ہم بھی شریک ہو سکیں...... تمہارے ساتھ بارات میں کراچی تو نہیں جا سکتے......مگر ولیمے میں شرکت تو کرنا چاہیں گے۔‘‘

’’تو پھر تم بھابی جان سے خود ہی بات کر کے بتا دینا...... میں کراچی میں ہال بک کروا لوں گا۔‘‘

’’چاچا جی...... آپ جو مناسب ہو، تاریخ دے دیں۔ اس کے ہفتے بھر بعد ہم ولیمہ رکھ لیں گے......ولیمہ تو گھر پر ہی ہوگا...... ہمارے شہر میں تو کوئی میرج ہال نہیں ہے۔‘‘ تنویر سادہ لوحی سے کہہ رہا تھا۔ اس کی باتوں سے یہ صاف عیاں تھا کہ اس نے نہ تو اپنے چاچا، چاچی کا خط پڑھا ہے اور نہ ہی ماں کی جانب سے دیا جانے والا جواب۔ ابو جی نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے فون بند کر دیا۔

’’اس انگارے بھرے خط کا جواب تو ضرور ہی دینا ہے۔‘‘ امی کی ایک ہی رٹ تھی۔

تب ابو جی نے خط لکھا اور تنویر کے نام اس کے آفس کے ایڈریس پر وہ خط پوسٹ کر دیا۔ تنویر نے اپنا خط سمجھ کر خط کھولا تو تو چاچا جی کا خط ماں کے نام پڑھ کر حیران ہو گیا۔ جس میں لکھا تھا۔

''بھابی صاحبہ

السلام علیکم!

آپ کا خط ملا...... جسے پڑھ کر نہ جانے مجھے یہ کیوں لگا کہ جیسے آپ اس شادی سے خوش نہیں ہیں...... میں تو والدہ مرحومہ کی خواہش کے پیش نظر عائشہ کی شادی تنویر سے کرنے کا خواہش مند ہوں اور پھر آپ کے کہنے کے مطابق وٹے سٹے کے لیے بھی تیار ہو گیا۔ بہر حال آپ ایک بار پھر غور کر لیں۔ آپ کی بیٹی جیسی صنوبر ہے ویسی ہی آپ کے لیے عائشہ ہے۔ آپ عائشہ کے لیے جو مہر رکھنا چاہیں رکھیں، وہی مہر صنوبر کے لیے بھی رکھا جائے گا...... میں چاہتا ہوں کہ دونوں بیٹیوں کا مہر برابر ہو...... گاؤں آ کر شادی کرنا میرے لیے مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہو گا...... گاؤں میں مقیم ہمارے اور آپ کے رشتے دار تو خود چاہتے ہیں وہ کسی بہانے کسی دوسری جگہ جائیں اور ان سب کو ہی کراچی آ کر شادی میں شریک ہونے کی بے حد خوشی ہو رہی ہے اور تنویر بھی یہی چاہتا ہے۔ ہم نے تو آپ کو مشورہ دیا تھا کہ کراچی سے آ کر شاپنگ کر لیں ورنہ بری اور جہیز کی چیزوں سے کسی بھی لڑکی کی زندگی نہیں گزرا کرتی ہے اللہ تعالیٰ ہر لڑکی کو اس کے اپنے گھر میں خوب دے، آمین، ہاں آپ کے خط کا انتظار رہے گا جس کی روشنی میں ہم آئندہ لائحہ عمل طے کر سکیں۔

والسلام

آپ کا بھائی

حمید شاہ''

تنویر چاچا جی کا خط پڑھ کر اچھل ہی تو گیا اور گھر آ کر خاصی برہمی کا اظہار بھی کیا۔

''اماں...... آپ سے زندگی میں ایک ہی فرمائش تو کی تھی۔ میں عائشہ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، وہ مجھے اچھی لگتی ہے اور آپ کو ہمیشہ ہی یہ کہا کہ میں آپ کا اور صنوبر کا خیال عائشہ سے زیادہ رکھوں گا۔ اس کے باوجود بھی آپ نے چاچا جی کو اس طرح کا خط لکھ دیا۔''

''ناں پتر...... وہ سیدھی بات کو ٹیڑھی کرتا ہے...... خواہ مخواہ کا الزام دھرا ہے اس نے مجھ پر میں بھلا کیوں تیری شادی سے انکاری ہوں گی؟''

''پھر گاؤں میں شادی کرنے کو کیوں کہاں آپ نے؟''

''میں نے تو ایک بات پوچھی تھی...... مجھے کیا پتا تھا کہ وہ اس کی شکایت پہلے اپنے داماد سے لگائیں گے......'' اماں کو بے حد غصہ آ رہا تھا مگر مصلحت کا تقاضا تھا کہ وہ خاموش رہیں۔ اس لیے وہ چپ تھیں حالانکہ ان کو غصہ بے حساب آ رہا تھا جسے وہ دابے بیٹھی تھیں۔

☆======☆======☆

''اُف اتنا زیادہ فرق......'' سارہ نے اپنا سر تھام لیا۔ اس کی سسرال کا فلیٹ گراؤنڈ فلور پر اور اس کا میکا تیسرے مالے پر تھا۔ جب رئیس منزل کی لائٹ جاتی تھی تو ہر فلیٹ میں ایک شور سا مچ جاتا تھا۔ یہی حال اس کے اپنے گھر کا تھا۔

''امی موم بتی کہاں ہے......؟'' وہ روزانہ اپنی ماں سے پوچھا کرتی تھی۔

''بیٹا باورچی خانے میں پہلی دراز میں الٹی سائیڈ پر دیکھو۔'' امی کا رٹا رٹایا یہی جواب تھا۔ وہ دراز کی ساری چیزیں نکال پھینکتی اور موم بتی مل کر نہ دیتی۔

''افوہ، نیچے بھی چیک کر لو...... امی کو کوئی یاد تو نہیں ہو گا کہ موم بتی کہاں رکھی تھی۔ کل رات بھی کتنی بار لائٹ گئی تھی۔'' چھوٹی بہن آ کر سارہ سے کہتی۔ موم بتی مل جاتی تو ماچس مل کر نہ دیتی۔ بمشکل دونوں چیزیں ملتیں تو اگلے دن کی کہانی اسی طرح دہرائی جاتی تھی۔ بجلی روزانہ دو دو گھنٹے کے وقفے سے مسلسل جا رہی تھی اور رئیس منزل کے مکینوں کا بھی یہی حال تھا...... ایسے حالات صرف سارہ کے گھر کے نہیں تھے...... تمام فلیٹوں کا کم و بیش یہی حال تھا۔

سارہ کی شادی گراؤنڈ فلور میں مقیم سر عدنان سے ہوئی تھی...... عدنان کوچنگ سینٹر میں کمپیوٹر کی کلاس لیتے تھے...... اور سارہ ان کی شاگرد تھی...... جب انہیں پتا چلا سارہ بھی وہیں رئیس منزل میں رہتی ہے تو ان کی دلچسپی سارہ میں بڑھ گئی تھی۔ سارہ دبلی پتلی اور لمبی سی تھی۔ ناک، نقشہ بھی سبک سا تھا...... عدنان معمولی نقش و نگار کا ایک ذہین نوجوان تھا...... جو بے حد محنتی تھا...... آفس میں جاب کرنے کے ساتھ ساتھ وہ اپنے دوست کے کوچنگ سینٹر میں بھی پڑھانے جاتا تھا...... جب اس کی شادی کے لیے ماں نے خاندان اور دوست احباب کی لڑکیوں کی ایک لسٹ رکھی تو اس نے ہنس کر کہا۔

''امی...... آپ رئیس منزل سے ہی کیوں نہیں کوئی لڑکی منتخب کر لیتیں۔ خواہ مخواہ دور دراز کے علاقوں میں جانے کا کیا فائدہ ہو گا......؟''

''ہمارے فلور پر تو کسی کے ہاں کوئی ایسی لڑکی نہیں ہے جس کی تمہارے ساتھ شادی کی جا سکے۔'' ان کی حیرانی بجا تھی۔

''ہمارا یہ پلازا کئی منزلوں پر محیط ہے آپ اس کے تھرڈ فلور پر اٹھارہ بی میں جا کر بھی دیکھ لیں۔''

''اچھا...... آ...... تم پہلے ہی دیکھ چکے ہو...... اس لیے ایسا کہہ رہے ہو۔'' امی کو ہنسی ہی تو آ گئی۔

''آخری اور حتمی فیصلہ آپ ہی کا ہو گا...... کہ کون لوگ ہیں، کیسا گھرانا ہے...... اور آپ کو لڑکی کیسی لگی؟''

''ٹھیک ہے میں کل ہی جا کر دیکھتی ہوں......''

اگلے دن منیرہ بیگم جب سارہ کے ہاں گئیں تو انہیں ان کی ماں سے مل کر اچھا لگا...... وہ ایک بیوہ خاتون تھیں اور کسی اسکول میں پڑھاتی تھیں۔ بیٹا ان کے کوئی نہیں تھا...... صرف دو ہی بیٹیاں تھیں اور ان کا چھوٹا بھائی اور اس کی بیوی ان کے ساتھ رہائش پذیر تھی۔

''ان کے باپ کے انتقال کے بعد میں نے اپنی بچیوں کو ماں کے ساتھ ساتھ باپ بن کر بھی پالا

ہے...... سارہ بی ایس سی کرنے کے بعد کمپیوٹر کی ٹریننگ لے رہی ہے تاکہ قریبی اسکول میں کمپیوٹر پڑھا سکے، چھوٹی بہن بی اے فائنل میں ہے۔ میری پوری کائنات ان میں دو بچیوں پر محیط ہے۔''

منیرہ کو سارہ بہت اچھی لگی...... وہ خاصی باتونی سی لڑکی تھی...... اور اس کو شاید یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ منیرہ بیگم اسے اپنے بیٹے کے لیے دیکھنے کی غرض سے آئی ہیں...... وہ تو اس بہانے سے ان کے ہاں گئی تھیں کہ اپنی نواسی کو وہ ٹیوشن پڑھوانا چاہتی ہیں کہ اس کی میٹرک کے امتحان کی چھٹیاں ہیں اور وہ ان دنوں ان کے پاس آنے والی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ اس کا وقت ضائع نہ ہو اور ان چھٹیوں میں وہ اپنے فرسٹ ایئر کا کورس داخلہ لینے سے قبل ہی کچھ پڑھ لے۔

''آنٹی میرے تو ایگزام ہونے والے ہیں، اس سے فارغ ہو جاؤں تو آپ اسے بھیج دیا کیجئے گا۔''

منیرہ بیگم تھوڑی دیر ادھر اُدھر کی باتیں کر کے ان کو اپنے ہاں بلانے کا کہہ کر لوٹ آئیں۔ رات کو جب عدنان آیا تو انہوں نے سارہ کی بے حد تعریف کی۔

''واقعی اچھی لڑکی ہے۔ سادہ لوح بھی ہے...... ماں سے زیادہ تو وہی باتیں کر رہی تھی۔''

''اس کے علاوہ آپ نے کچھ اور نہیں جانچا...... آپ تو کسی سے پانچ منٹ بات کر کے اس کی شخصیت کے بارے میں اندازہ کر لیتی ہیں۔''

''ہاں...... اندازہ تو کچھ کچھ ہوا کہ گھرانا پھوہڑ قسم کا ہے...... مجھے شربت کا گلاس دیا...... مگر اس میں برف ڈالنے کے لیے پڑوس کا دروازہ انہیں کھٹکھٹانا پڑا۔ گھر میں ان کے دو فریج تھے مگر برف نہیں تھی۔ دوسرے جس گھر میں چار خواتین رہتی ہوں وہاں گھر میں سلیقہ نظر آنا چاہئے تھا۔ صبح کا اخبار ٹکڑوں کی صورت میں لاؤنج میں بکھرا ہوا تھا۔ میں ان کے ہاں دوپہر بارہ بجے کے قریب گئی تھی مگر ان کی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کے جھوٹے برتن دھرے تھے۔ دونوں بہنوں میں سارہ صاف ستھری اور ڈھنگ کی لگی...... چھوٹی بہن تو ایک لفظ مجھ سے نہیں بولی۔ ٹی وی میں منہ دیے ڈراما دیکھتی رہی...... یہی حال اس کی ممانی کا تھا۔ سارہ کی ماں بتا رہی تھی کہ رات کو لائٹ جانے کے سبب ان لوگوں کا پسندیدہ ڈراما راجا کی آئے گی بارات چھوٹ گیا تھا اسی لیے ٹی وی کے آگے سب کچھ بھولی بیٹھی ہیں...... یہ تک خیال نہیں کوئی ان کے گھر آیا ہوا ہے۔''

''آپ کو لڑکی اچھی لگی...... یہی کافی ہے...... ان کے گھر میں اخبار بکھرے رہیں یا کتے لوٹیں ہماری بلا سے۔ آپا جان آئیں تو ایک نظر ان کو بھی دکھا کر جٹ منگنی اور پٹ بیاہ کر دیں۔''

''میرا تو خیال ہے کچھ عرصے ان لوگوں کو پرکھنا چاہئے...... تاکہ جیسی بہو میں چاہتی ہوں ویسی ہی مجھے ملے۔'' منیرہ نے بیٹے کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''امی آپ ہر ایک کے ساتھ اتنی اچھی ہیں...... اگر کوئی بری لڑکی بھی آ گئی تو آپ کو دیکھ کر وہ بھی خود سے اچھی ہو جائے گی۔''

''ناں بیٹا ایسی بات مت کہو...... اللہ برے لوگوں سے پالا نہ ڈالے۔ میری معلومات کے مطابق

ان لوگوں نے یہ فلیٹ پانچ سال قبل خریدا ہے...... اس فلیٹ میں آنے سے پہلے یہ لوگ اپنے ننھیال میں رہا کرتے تھے...... والدہ چونکہ جاب کرتی ہیں اور کسی سرکاری اسکول میں گریڈ سترہ کی ٹیچر ہیں تو ان کی تنخواہ اچھی خاصی ہوگی اور انہوں نے اپنے پیسے اور کچھ شاید اپنے مرحوم شوہر کی بچت سے یہ فلیٹ لے لیا ہوگا۔ مجھے سارہ پسند آئی ہے...... تم طاہرہ کو کل ہی فون کر دو کہ آ کر لڑکی دیکھ لے۔''

طاہرہ سیدھی سادی سی خاتون تھیں...... ان کی کبھی کسی معاملے میں اپنی رائے نہیں ہوتی تھی جو ماں کہہ دیتیں وہ انہیں صحیح لگا کرتا...... جو ان کی ساس کہتیں وہ اس پر آنکھیں بند کر کے یقین کرتیں اور اسی پر عمل کرتیں...... یہی وجہ تھی کہ وہ اپنی ماں کی لاڈلی بیٹی تو تھیں ہی مگر اپنی ساس کی بھی سب سے زیادہ لاڈلی بہو تھیں...... ان کی ساس ان کے ہی پاس رہتی تھیں کسی اور بیٹے اور بہو کے پاس ان کا دل بالکل نہیں لگتا تھا۔

طاہرہ نے سارہ کو دیکھا تو وہ ان کو بہت ہی اچھی لگی...... اورنج رنگ ان کا پسندیدہ رنگ تھا سارہ اس رنگ کے سوٹ میں کھلی کھلی سی لگ رہی تھی اور طاہرہ کو اس کی معصوم سی باتیں بہت اچھی لگ رہی تھیں جو وہ ان کے بچوں سے کر رہی تھی۔ بچے بھی اس سے اپنے ویڈیو، موبائل گیمز کی باتیں کر رہے تھے۔ سارہ نہ صرف ان کے لطیفے سن کر انجوائے کر رہی تھی بلکہ ان کو بھی خوب مزے مزے کے لطیفے سنا رہی تھی۔

''ارے یہ تو بچوں میں بچہ ہی بن گئی ہے۔'' منیرہ بیگم نے ہنس کر طاہرہ سے کہا۔

''امی...... ہمارے گھر کے لیے ایسی ہی بہو چاہئے...... جیسے سب کا خیال ہو اور میرا خیال ہے کہ سارہ ہی وہ خوبصورت پھول ہے جسے ہمارے گلشن میں مہکنا چاہئے۔''

منیرہ بیگم کا گھرانا جب ہر لحاظ سے مطمئن ہو گیا تو ان کے شوہر نے کہا ''نیک کام میں دیر نہیں کرنا چاہئے۔ سارہ کی ماں ایک بیوہ خاتون ہیں ان سے جا کر یہ بات پہلے کہنی ہے کہ ہمیں جہیز کے نام پر کچھ بھی نہیں چاہئے اور شادی کی دعوت کا خرچ بھی آدھا ہم اٹھائیں گے اور ہماری بارات صرف پچاس لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ آپ بھی اپنے مہمانوں کی تعداد کم رکھیں تاکہ اخراجات زیادہ نہ ہونے پائیں۔''

عدنان کا رشتہ فوراً ہی قبول کر لیا گیا...... اور جٹ منگنی کے بجائے...... دھپ شادی ہی ہو گئی...... اور عدنان اپنی ہنستی مسکراتی دلہن کو پا کر نہال سے ہو گئے۔

آج سارہ کی شادی کو دسواں دن تھا...... یوں تو وہ روزانہ ہی شام کو اپنے فلیٹ میں اپنی امی سے ملنے کچھ دیر کے لیے ضرور جاتی تھی مگر آج منیرہ بیگم کے کوئی خاص ملنے والے آنے والے تھے اور انہوں نے سارہ کو جانے سے منع کر دیا تھا۔ وہ مغرب کے بعد لاؤنج میں بیٹھی کرکٹ میچ دیکھ رہی تھی اس کے سسر بھی کرکٹ کے میچز بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے...... عدنان اپنے سامنے کسی فائل کو بغور دیکھ رہا تھا۔ ساس بیٹھی مٹر چھیل رہی تھیں یکدم لائٹ چلی گئی۔ نہ شور ہوا نہ ہنگامہ اور نہ ہی کسی قسم کی پوچھ گچھ...... ساس نے ایک لمحے میں بڑی سی موم بتی جلا کر بڑی میز پر رکھ دی اور اپنے سامنے ایک بڑی والی ٹارچ کھڑی کر دی...... اور اپنے کام میں محو ہو گئیں۔

سسر اسی اندھیرے میں بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں گئے اور ایک چھوٹا سا ٹرانسسٹر اٹھا

لائے...... جو فوراً ہی ان کے مطلوبہ اسٹیشن پر لگ گیا...... اور وہ میچ کی کمنٹری سننے لگے۔

لاؤنج میں اُجالا ضرور تھا...... مگر پورا گھر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا...... مگر اس تاریکی سے بے نیاز عدنان نے ماں سے پوچھا۔

''امی قینچی ملے گی، مجھے اس فائل میں سے کچھ کاٹ کر الگ کرنا ہے۔''

''قینچی چھوٹی چاہیے یا بڑی......؟'' منیرہ بیگم اپنے بیٹے سے پوچھ رہی تھیں اور سارہ نے اپنا سر تھام لیا۔ قینچی، نیل کٹر، سوئی دھاگا، انچ ٹیپ کوئی وقت پر ملنے کی چیزیں تھوڑی تھیں...... اور یہاں اندھیرے میں ہر چیز دستیاب تھی۔ اسے یاد تھا...... اپنے گھر میں کہیں جاتے ہوئے کوئی بٹن اس کی شرٹ کا ٹوٹ جاتا تو وہ اسے ٹانکنے کے بجائے دوسری شرٹ کو پہننے کو ترجیح دیا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ اس کی سہیلی اس کے گھر آئی ہوئی تھی۔ اس نے یہ سب دیکھ کر حیرت سے کہا تھا۔

''سارہ تم بے حد کاہل ہو...... ایک بٹن ٹانکنے میں صرف دو منٹ لگتے ہیں۔'' تب سارہ نے ہنس کر کہا تھا...... ''ہاں تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو مگر سوئی دھاگا ڈھونڈنے میں آدھے گھنٹے سے زیادہ بھی لگ سکتا ہے۔''

اور اس کی سسرال میں تو ہر چیز اور ہر کام سوئیوں کے حساب سے ہو رہا تھا...... یہ سب اس کے لیے حیران کن بھی تھا اور مسرت آمیز بھی۔ اب وہ میکے میں آکر جو بات سب سے پہلے کرتی تو یہی کہتی۔

''اللہ گھر کتنا گندا لگ رہا ہے...... تارہ کم از کم چیزیں تو سنگوا لیا کرو۔ میری سسرال آکر دیکھو...... ہر چیز چم چم چمکتی رہتی ہے۔ میری ساس ہر ہفتے پنکھے کی پنکھڑیاں تک گیلے کپڑے اور صابن سے صاف کرواتی ہیں...... حد تو یہ ہے کہ وہ جو ڈرائنگ روم میں چھوٹا سا فانوس لگا ہوا ہے ناں اس کے گلاس بھی نکل کر دُھلتے ہیں۔''

''تمہاری ساس کے پاس کام ہے کیا...... ڈرامہ دیکھیں نہ فیشن کریں...... اپنا ٹائم بھی تو پاس کرنا ہوتا ہے تو ظاہر ہے اپنے آپ کو دھندوں میں تو الجھائیں گی ناں۔'' تارہ ہنس کر کہتی۔

''امی...... ہمارے فریج سے کیسی بدبو آ رہی ہے۔ ہماری سسرال میں...... میری ساس ایک چھوٹے سے مگ میں میٹھا سوڈا فریج میں رکھتی ہیں اس سے کھانے پینے کی خوشبو نہ پانی کی بوتلوں میں آتی ہے اور نہ ہی فریج کھولتے ہوئے محسوس ہوتی ہے۔''

''ہاں بھئی...... تمہاری ساس بہت سلیقہ مند ہیں اور ہم سب پھوہڑ ہیں۔ اب تو خوش ہو ناں......''

اس کی باتیں سن کر ماں کو غصہ سا آ جاتا۔

''امی...... مجھے ان کے گھر کی نفاست اور سلیقہ اچھا لگتا ہے...... ایسا لگتا ہے...... ہر چیز میں خوبصورتی ہے...... اخبارات بھی ترتیب سے ایک پرانے ڈبے میں رکھے جاتے ہیں جو مہینے کے آخر میں کباڑی کو سیل کر دیے جاتے ہیں۔''

''اُفوہ، بڑی کنجوس عورت ہیں تمہاری ساس...... اخبار بھی کبھی بکے ہیں ہمارے ہاں...... کبھی میز صاف کرنے کے کام آ گئے...... اور کبھی دسترخوان کی طرح بچھا لیے گئے۔ ہمارے یہاں تو صبح کا اخبار شام

کو نہیں ملتا۔'' ممانی نے کہا۔

''مگر یہ تو اچھی بات ہے ممانی...... کہ اخبارات ترتیب وار ہوں اور جب ان کی ضرورت ہو آرام سے نکال لیے۔'' سارہ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''ہم لوگ تو جب اخبار آتا ہے۔ پہلے ہی دن اخبار پڑھ لیتے ہیں بعد میں ٹٹولنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس لیے ہمیں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ اخبار سجا سجا کر رکھے جائیں اور آنے جانے والوں سے داد لی جائے......'' ممانی کا مؤقف ہی مختلف تھا۔

''امی عدنان بھی ایسے ہی ہیں...... اپنا ہر کام خود کرتے ہیں، اپنے کپڑوں پر خود استری کرتے ہیں، اپنے جوتے خود پالش کرتے ہیں اور کبھی زور سے بولتے تک نہیں ہیں جب کہ ماموں تو ہماری ممانی پر ذرا ذرا سی بات پر چیخنے لگتے ہیں......'' وہ ماں سے رازدارانہ لہجے میں کہتی۔

''سارہ تم ابھی نئی دلہن ہو...... ابھی تمہارا دلہنا پا چل رہا ہے...... شوہر آہستہ آہستہ ہی اپنے رنگ دکھاتا ہے۔ تم بس صرف دیکھتی رہو...... کسی کام میں گھسنے اور قابل بننے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ تمہاری یہ قابلہ ساس تمہارا جینا حرام کر دیں گی۔''

''امی، آپ آنٹی کو ایسا مت کہیں وہ بے حد سوئیٹ ہیں۔ صبح جب میں اٹھتی ہوں تو مجھ سے پوچھ کر میری پسند کا ناشتا بنا کر مجھے دیتی ہیں۔ اگر میں یہ کہوں بھی کہ آنٹی میں خود بنا لوں گی تو وہ ہنس کر کہتی ہیں۔

''گڑیا...... گرمی بہت ہے تمہیں گرمی لگے گی تو کھایا بھی نہیں جائے گا...... میں تو عادی ہوں کام کرنے کی...... جب تم نہیں آئی تھیں اس وقت بھی سارا کام میں خود ہی کرتی تھی۔ اب ایک دم سے تم پر گھر کا وزن کیوں ڈال دوں...... اور پھر تمہاری شادی کو دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم روزانہ بجی سنوری رہا کرو...... تاکہ تمہیں دیکھ کر میرا دل خوش ہوتا رہے۔''

''یہ بات نہیں ہے سارہ، مجھے تو تمہاری ساس خاصی مکار نظر آ رہی ہیں۔'' امی نے کچھ سوچ کر اس سے کہا۔

''وہ کیسے؟'' سارہ حیران ہی ہو گئی۔

''دراصل تمہاری ساس نہیں چاہتیں کہ تم اس کے کسی معاملے میں ٹانگ اڑاؤ...... وہ تمہارا دخل برداشت نہیں کر سکتیں۔''

''واقعی امی......'' سارہ پریشان سی ہو گئی۔

''ہاں مجھے کچھ ایسا ہی لگ رہا ہے۔''

''تو پھر میں کیا کروں؟''

''کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔''

''پلیز...... امی...... آپ میری ہیلپ کیجیے ناں!''

''تمہارا جو دل چاہے پکانے کو...... تم باورچی خانے میں جا کر زبردستی پکا لیا کرو پھر دیکھنا اس بڑھیا کے رنگ...... کیسی تلملائے گی وہ، کتنی خوار ہو گی، کیسا برا لگے گا اسے۔''

''ٹھیک ہے امی......اب میں ایسا ہی کروں گی۔'' سارہ نے کہا۔

''پھر دیکھنا اپنی ساس کی حالت زار......'' ماں نے ہنس کر کہا۔

''انہیں کیسا لگے گا؟'' سارہ نے پوچھا۔

''بہت برا......اور جب وہ پریشان ہو کر تمہیں کچھ بھی کہیں تم فوراً اپنے شوہر سے ان کی شکایت نمک مرچ لگا کر لگانا۔''

''ٹھیک ہے امی......'' سعادت مندی سے کہا گیا۔

''ہمیشہ یہ بات پلو سے باندھ کر رکھو......ساس کی شکایت آنے سے پہلے میاں کے کانوں میں اپنی شکایت ڈال دو پھر دیکھنا وہ تمہارا ہی ساتھ دے گا اور بڑھیا سٹ پٹا کر رہ جائے گی۔''

''کیا واقعی امی......؟'' سارہ کو اپنی ماں کی باتیں سن کر ایک عجیب سا لطف آ رہا تھا۔ اسے کامیابی کا بڑا سا میڈل سامنے لٹکا ہوا نظر بھی آنے لگا تھا۔

☆======☆======☆

ثمینہ کے سر میں سخت درد تھا......وہ سر میں تیل لگا کر لیٹ گئی تھیں......ان کا دل چاہ رہا تھا کہ آنکھیں بند کر کے بستر پر یونہی لیٹی رہیں۔ گھر کی کام کرنے والی ماسی کو بھی انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی فون بھی آئے تو کہہ دینا کہ دو گھنٹے بعد بات کریں یا اگر ضروری فون ہو تو عینی کو بتا دینا...... یہ سب کہنے کا ان کا مقصد یہی تھا کہ انہیں ڈسٹرب نہ کیا جائے۔

ابھی انہیں لیٹے پندرہ ہی منٹ ہوئے تھے......کہ ماسی نے انہیں جگا دیا۔ ''باجی جی......آپ کی نند آئی ہیں......!''

''اس وقت تو ظفر آفس میں ہوتے ہیں اور باجی جان ہمیشہ ان کی موجودگی میں آتی ہیں...... یہ اس وقت کیسے آ گئیں......'' وہ یہ سوچ کر اٹھیں تو لاؤنج میں باجی جان بیٹھی تھیں۔

''ارے یہ سونے کا ٹائم ہے......؟'' وہ گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے بولیں۔

''بس یونہی لیٹی تھی......سو نہیں رہی تھی......!''

''میں ٹیلر سے اپنے کپڑے لینے آئی تو اس کی شاپ بند تھی میں نے سوچا کہ تھوڑی دیر تم سے گپ شپ کر لی جائے......اتنے میں اس کی شاپ بھی کھل جائے گی۔''

''اچھا کیا آپ آ گئیں......'' وہ زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولیں۔

''میں آنا تو چاہ رہی تھی......مگر دل میں یہ سوچ کر پریشان تھی کہ خواہ مخواہ میں کسی کے معاملے میں کیوں پڑوں......؟''

''ٹھیک سوچا آپ نے واقعی پرائے معاملے میں پڑنا ہی نہیں چاہئے......'' ثمینہ ان کی بات سمجھے بغیر جل کر بولیں۔

''مگر کیا کروں......دیکھا بھی تو نہیں جاتا......'' انہوں نے اپنی آنکھوں کو چھوٹا کر کے بھاوج کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

ثمینہ کا دل چاہا کہ ان کے اسی وقت لتے لے ڈالیں مگر باجی جان کی قسمت اچھی تھی......اسی وقت چھوٹی بھابی اپنے بھائی کی شادی کا کارڈ دینے آ گئیں......اور آخر باجی جان کو کچھ کہے بغیر ہی جانا پڑا......اور ان کے یوں جانے پر ثمینہ نے شکر کا سانس لیا۔

غصہ تو کئی دنوں سے ان کا دماغ کھولائے ہوئے تھا...... ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ باجی جان کو بے نقط سنا ڈالیں...... ان کو بھی اندازہ ہو جائے کہ وہ کتنے پانی میں ہیں اور پھر یہ موقع بھی اللہ نے ان کو جلد دلوا دیا...... اظفر آفس کے کام سے لاہور گئے ہوئے تھے...... بیٹے یونیورسٹی اور عینی کالج...... ایسے میں باجی جان کا ہنستا مسکراتا سا فون آ گیا۔

''بھابی...... برکت ماسی ان دنوں اپنے چھوٹو کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں...... آپ کہیں تو میں عینی کے لیے کہوں...... ان کا بیٹا اچھی خاصی پوسٹ پر ہے کسی سرکاری دفتر میں......'' اور شاید یہی بات وہ کہنے کے لیے بھی آئی تھیں۔ تب انہوں نے انتہائی غصے میں کہا۔

''باجی جان...... عینی میری ایسی خوب صورت اور باہنر بیٹی ہے...... اس کے لیے تو میں کوئی شہزادہ ہی ڈھونڈوں گی...... آپ نے کیسے سوچ لیا کہ میں برکت ماسی، لڈن چچا اور سوجھی تائی کے لڑکوں کے رشتے قبول کر سکتی ہوں۔ معاف کیجئے گا...... اگر آپ اپنے کسی لڑکے کے بارے میں میری عینی کے لیے سوچیں تو بھی میری جانب سے فٹ انکار ہوگا......!''

''اچھا...... بہت بڑی بڑی باتیں کرنا آ گئی ہیں...... پہلے اپنی بہنوں کی شادیاں تو کروالو...... جو بے چاری اپنے میکے کی دہلیز پر بیٹھی سوکھ رہی ہیں۔''

''میری بہنوں کا کوئی بھائی نہیں تھا...... اور باپ وقت سے پہلے ایک ٹریفک حادثے میں چل بسا...... یتیم بچیوں کے رشتے ہونے تو مشکل ہو جاتے ہیں ناں......! یہاں اللہ رکھے عینی کے بھائی بھی ہیں اور اس کا باپ بھی...... اور شکل صورت میں میری بیٹی یکتا ہے تو آپ نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں خاندان کے انیا خنیا جیسے گھرانوں سے آنے والے رشتے قبول کرلوں گی۔''

''پھر تو وزیروں کے بیٹوں کے رشتے آنے چاہئیں......'' باجی جان نے قہقہہ لگا کر کہا۔

''وزیروں کے نااہل بیٹے بھی قبول نہیں کر سکتی......'' وہ ترش سے لہجے میں بولیں۔

''ہم نے تو بھئی تمہارا بھلا چاہا تھا...... ہمیں کیا پتا تھا کہ تم دانت تیز کروا کے بیٹھی ہو۔'' باجی نے یہ کہہ کر فون کاٹ دیا۔

اور ثمینہ بیگم کا غصہ مزید بھڑک گیا...... انہوں نے اسی وقت فون کے نمبر پریس کیے اور کسی کے ریسور اٹھاتے ہی...... وہ تیز و تند جملوں میں بولیں۔ ''ایک بار اپنی شکل آئینے میں ضرور دیکھ لیں اور پھر یہ سوچیں...... کہ آپ کے ہونٹوں کو میری بیٹی عینی کا نام بھی لینا چاہئے یا نہیں......! مجھے جب اس کی شادی کرنی ہوگی، میں خود اس کے بارے میں دیکھوں گی، پرکھوں گی اور کروں گی مگر آپ سے کسی قسم کی کوئی رائے لینا پسند نہیں کروں گی۔''

''ممانی جان...... مجھے معلوم ہے عینی بہت اچھی لڑکی ہے مگر میں نے تو اس کے بارے میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہا...... ہاں ماما سے یہ ضرور کہا تھا...... ہماری فیملی کی سب سے کیوٹ اور سوبر لڑکی عینی ہے۔''

دوسری طرف سلمان تھا جو حیران سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ وہ ممانی کی بات سن کر واقعی ہڑبڑا ہی تو گیا تھا۔

''اوہ نہیں بیٹا...... فون غلط مل گیا...... میں بھلا یہ بات تم سے کیوں کہوں گی......'' وہ سچویشن تبدیل

ہونے پر پریشان سی ہو گئیں۔

مگر باجی جان پر غصہ مزید بڑھ گیا تھا۔

سلمان کے کہنے پر ان کا زہر کس سمت انڈا تھا وہ بخوبی سمجھ گئی تھیں۔

نہ عینی کوئی ایسی لڑکی تھی جو ان کے بیٹے کی تمنائی ہو اور نہ ہی ان کے دل و دماغ میں سلمان کے حوالے سے کوئی ایسا خیال پیدا ہوا تھا۔

''یہ باجی جان ہی ہیں جن کا دماغ ہر وقت الٹی سیدھی باتوں میں لگا رہتا ہے......!''

ان کا دل چاہا کہ وہ فون کر کے باجی جان کا دماغ صاف کر دیں...... وہ اپنے آپ کو سمجھی کیا تھیں......؟

اگر ان کا فون سلمان نے پھر اٹھا لیا تو......؟ ایسا وہ ہرگز نہیں چاہتی تھیں...... کہ ان کے اور باجی جان کے مابین ہوئی کوئی بھی بات بچوں تک پہنچے۔

ریسیور اٹھانے کے بعد انہوں نے اسے کریڈل پر پٹخ دیا۔ ''باجی جان...... اللہ آپ جیسی نند تو کسی دشمن کو بھی نہ دے۔'' وہ دھیمے سے لہجے میں بڑبڑائیں۔

''امی آپ نے مجھ سے کچھ کہا......؟'' عینی کمرے میں داخل ہوئی تو ماں کو بڑبڑاتے دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

''سالن چولہے پر رکھ کر بھول گئی...... اب اپنے آپ کو ہی برا بھلا کہہ رہی ہوں۔'' وہ جھپاک سے کمرے سے نکلتے ہوئے بولیں کہ اس سے بڑا بہانہ بنانا انہیں شاید آتا بھی نہیں تھا۔

☆======☆======☆

سارہ صبح اٹھنے کا تو سوچ ہی نہیں سکتی تھی...... اسے اپنے گھر میں بھی دیر تک سونے کی عادت تھی، امی بھی سیکنڈ شفٹ کے اسکول میں جاتی تھیں، اس لیے وہ بھی صبح ساڑھے دس سے پہلے نہیں اٹھتی تھیں...... ماموں کی اپنی دکان تھی...... جس پر وہ اپنے موڈ اور مزاج کے حساب سے جانے کے عادی تھے...... چار ماہ قبل ماموں کی شادی ہوئی تھی...... ان کی دلہن بھی گھر کا ماحول دیکھ کر دیر سے اٹھنے لگی تھی ورنہ وہ اپنے گھر میں سویرے اٹھا کرتی تھی...... غرض صبح کے وقت پورے گھر پر ایک عجیب سی نحوست سے چھائی رہتی تھی۔

عدنان نے چاہا کہ وہ اپنے آفس جانے سے قبل سارہ کو جگایا کرے...... تو منیرہ بیگم نے اسے منع کر دیا تھا...... ''ابھی بچی ہے...... نئے ماحول میں آئی ہے...... جب وہ دیکھے گی کہ گھر کے لوگ صبح سویرے ناشتا کرنے کے عادی ہیں تو وہ از خود اٹھنے لگے گی۔''

مگر سارہ کو اس قسم کا کوئی احساس ہوا ہی نہیں تھا...... اس لیے وہ عدنان کے جانے کے بعد بھی سوتی رہتی اور جب دس بجے کے بعد وہ اٹھتی تو ساس لاڈلی بہو کا ناشتا بنا کر اس کے آگے رکھ دیتیں...... جسے وہ خوشی خوشی کھاتی۔ مگر اب اس کی امی نے اس کے دل میں شک کا بیج بو دیا تھا...... وہ روزانہ رات کو یہ سوچ کر سوتی کہ کل صبح سویرے ہی اٹھے گی...... مگر آنکھ کھل ہی نہیں پا رہی تھی اور پھر بالآخر...... اتوار کی صبح اس کی آنکھ کھل گئی...... چھٹی کی وجہ سے عدنان سو رہا تھا...... اور ساس، سسر فجر کی نماز پڑھ کر لیٹ گئے تھے۔

سارہ خاموشی سے باورچی خانے میں آئی...... آلو کی ٹوکری دیکھی...... اس میں آلو نہیں تھے...... مگر لوکی رکھی ہوئی تھی...... اس نے لوکی کا سفید گودا نکال دیا اور لوکی اس طرح باریک باریک کاٹی...... جیسے پوریوں کے ساتھ آلو کی ترکاری بنتی ہے...... اور سفید زیرے اور کلونجی کو چھونک کر لوکی کی ترکاری بنالی...... اس کے ساتھ شامی کباب اور پراٹھے بنائے...... انڈوں کا حلوہ بنایا...... اور چائے دم کرنے کے بعد ٹیبل سیٹ کی اور سب کو ناشتے کے لیے بلالائی۔

اتنا زبردست اور مزے دار ناشتا دیکھ کر عدنان تو حیران تھا ہی...... مگر منیرہ بیگم کی خوشی بھی دیدنی تھی۔

''سارہ میں تو سمجھتی تھی...... تمہیں کوئی کام ہی نہیں آتا مگر میری بہو تو بڑی کام دیدہ ہے......''

''ماشاءاللہ ہماری بیٹی کے ہاتھ میں ذائقہ کتنا ہے......'' سسر ہر نوالے پر واہ واہ کر رہے تھے۔

''ایسی سلیقہ مند بہو تو کسی کی ہو ہی نہیں سکتی......'' ساس کا یہ جملہ اس کی خوشیوں کو بڑھا رہا تھا۔

''بے چاری بچی...... ہمارے ہاتھ کا بدمزہ، ناشتہ چپ چاپ کرتی رہی اور کچھ نہیں بولی......'' ان کی محبتوں کے خزانوں میں کوئی کمی ہی نہیں آ رہی تھی۔

''آنٹی اب میں ناشتا خود بنایا کروں گی......'' اس نے سرشار ہو کر جیسے اعلان کیا۔

''سارہ بیٹی...... یہ تمہارا اپنا گھر ہے...... جو دل چاہے پکاؤ...... اور جو دل چاہئے کھاؤ...... تمہیں پوچھنے اور اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''کتنے عرصے بعد...... آج ناشتے میں مزہ آیا ہے۔ روزانہ ڈبل روٹی اور انڈا فرائی کھاتے کھاتے جی اوب سا گیا تھا......'' سسر جی ہنستے ہوئے کہہ رہے تھے۔ عدنان کو یہ دیکھ کر بہت اچھا لگ رہا تھا...... کہ سب اس کی بیوی کی تعریف کر رہے ہیں۔

''ارے بھئی...... میری بہو کو نظر مت لگا دینا۔'' منیرہ بیگم...... نے دس کے نوٹ سے سارہ کا صدقہ اتارتے ہوئے کہا۔

اور سارہ خوشی سے پھول کر کپا ہوگئی۔

''آنٹی، انکل بہت اچھے ہیں کہاں ہوتے ہیں ایسے ساس سسر......'' اس نے دل میں سوچا۔

''امی خواہ مخواہ میری ساس کو چالاک اور مکار کہہ رہی تھیں...... اگر چالاک ہوتیں...... تو میرے بنائے ہوئے ناشتے میں سو کیڑے تو بہ آسانی نکال سکتی تھیں۔ انڈے کے حلوے میں چینی زیادہ ڈال گئی تھی...... جس کی وجہ سے وہ اکڑ سا گیا تھا...... مگر کسی نے اس میں خامی نہیں تلاش کی تھی۔ اس ٹائپ کا حلوہ جب بھی اس نے گھر میں بنایا تھا...... اس کی ممانی سارا دن اس کی کھنچائی کرتی رہی تھیں۔

اور چھوٹی بہن تارہ کون سی کم تھی...... اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی روٹیوں کو ہمیشہ تافتان کہا کرتی تھی...... مگر اس کے ٹیڑھے میڑھے پراٹھوں کی سسرال میں اس قدر تعریف ہوئی تھی...... کہ اس کا سر فخر سے اونچا ہو گیا تھا۔

''واقعی آنٹی اور انکل کو محبت کرنے کا سلیقہ بھی آتا ہے اور دوسرے کو عزت دینے کا قرینہ بھی وہ

جانتے ہیں۔'' وہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی سوچ رہی تھی۔ ''اور ایسے محبت کرنے والے لوگ تو خوش قسمت لوگوں کو ملا کرتے ہیں۔ محبت کا جواب ہمیشہ محبت ہوتا ہے...... مجھے بھی اپنے ساس، سسر کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنا چاہئے......'' اس نے دل میں سوچا۔

''وہ اپنے کمرے سے باہر نکلی تو اس کی ساس اپنی ایڑیوں پر خود ہی آیوڈیکس لگا رہی تھیں۔

''آنٹی کیا ہوا......؟'' وہ ان کے پاس نیچے قالین پر ہی بیٹھ گئی۔

''کچھ نہیں بیٹا...... کبھی کبھی ایڑیوں میں درد سا ہو جاتا ہے۔ آیوڈیکس لگا لیتی ہوں تو خود ہی ٹھیک ہو جاتا ہے۔''

''لائیے، مجھے دیجیے شیشی...... میں لگا دیتی ہوں۔''

''نہیں بیٹا...... تمہارے ہاتھوں میں بدبو آ جائے گی...... میں نے لگا لی ہے...... اب ضرورت نہیں......'' وہ شیشی کا ڈھکن بند کرتے ہوئے بولیں۔

''کیسے ضرورت نہیں......'' سارہ نے ان کے ہاتھ سے شیشی لے لی...... اور اپنی پوروں کی مدد سے ان کی ایڑیوں پر آیوڈیکس لگا کر آہستہ آہستہ مساج کرنے لگی۔

''اب بس بھی کرو بیٹا۔ تم تھک جاؤ گی......''

''نہیں آنٹی...... جب تک آپ کا درد ختم نہیں ہوگا میں اسی طرح دباتی رہوں گی۔''

''میرا درد واقعی ٹھیک ہو گیا ہے......'' انہوں نے اس سے کہا۔

''واقعی آنٹی......؟'' سارہ نے سادہ لوحی سے پوچھا۔

''ہاں بیٹا...... تمہارے پیارے پیارے ہاتھوں میں اللہ نے ایسی مسیحائی رکھی ہے...... جس نے واقعی مجھے سکون عطا کر دیا۔ اللہ تمہیں خوش رکھے......'' انہوں نے اسے دعا دی اور سارہ سرشار سی اٹھ گئی۔

☆======☆======☆

''آپ کا خیال غلط تھا...... آپ کی رائے بھی درست نہیں تھی۔ آپ میری ساس کو سمجھی ہی نہیں ہیں۔ وہ تو مجھ سے ایسا پیار کرتی ہیں...... جیسے کوئی ماں اپنی بیٹی سے کرتی ہوگی۔'' سارہ اپنے میکے آئی تو آتے ہی اپنی ساس کی تعریفیں کرنی شروع کر دیں۔

''ارے یہ سب چار دن کے چونچلے ہیں...... یہی تمہاری ساس ہوں گی اور تیری ایک ایک بات کا فضیحتہ کیا کریں گی۔''

''نہیں امی...... آنٹی بہت سوفٹ ہیں۔''

''ان کی یہ ساری نرمی جب گرمی میں ڈھل جائے گی تو تب پوچھوں گی''۔

''نہیں امی...... تم...... میری آنٹی بے حد سوفٹ ہیں...... ان سے باتیں کر کے مجھے بے حد لطف آتا ہے اور سب سے بڑی بات وہ میرا خیال بھی بہت رکھتی ہیں۔'' ''سارہ آج گلابی سوٹ پہن لو۔ تم پر بہت اچھا لگتا ہے۔ سارہ تم مجھے ساڑی پہن کر دکھاؤ...... سارہ تم آج عدنان کے ساتھ کہیں گھوم پھر آؤ۔'' امی...... آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ وہ اپنے بیٹے پر اس بات پر ناراض ہو رہی ہیں کہ وہ مجھے ہنی

مون پر کیوں نہیں لے کر جا رہا۔"

"ہاں، کیوں نہیں لے کر جا رہا وہ تمہیں ھنی مون پر......؟" امی نے تمسخر سے اس سے پوچھا۔

"انہیں اپنے آفس میں اتنی مصروفیت ہے کہ وقت ہی نہیں ہے ان کے پاس، اتوار تک کو تو انہیں آفس جانا پڑ رہا ہے......"

"سب بے کار کی باتیں ہیں، اب عدنان اپنی کمپنی کا ایم ڈی تو نہیں ہو گیا...... ایک اکاؤنٹس آفیسر کی اتنی زیادہ ذمے داریاں تو نہیں ہوتیں کہ اسے اپنے لیے بھی وقت نکالنا مشکل ہو جائے۔"

"امی میں آپ سے کہہ رہی ہوں...... ان دنوں ان پر کام کا بہت بوجھ ہے۔ گھر آ کر بھی لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ جاتے ہیں۔" سارہ نے تفکر بھرے لہجے میں ماں کو بتایا۔

"ارے بہانے ہیں سب مکار لوگوں کے......!"

"اس میں بہانے بازی کی کیا بات ہے بھلا......؟"

"تاکہ تمہیں ہنی مون پر نہ لے جایا جائے اور اپنے پیسے بچائے جائیں۔ دراصل کنجوس سا گھرانا ہے...... مجھے تو یہ بات بعد میں پتا چلی...... منیرہ بیگم زبان کے نیچے زبان رکھتی ہیں۔"

"امی اس بات کا کیا مطلب ہے؟"

"اپنی ہر بات کو صحیح ثابت کرنا جانتی ہیں کبھی ان سے بحث کر کے دیکھ لینا...... دو منٹ میں تمہیں بے وقوف بنا کر رکھ دیں گی اور یہ بھی تمہیں باور کرا دیں گی کہ ان کی ہر بات لاکھ کی ہے اور تمہاری ہر بات خاک کی ہے۔"

"حیرت ہے امی آپ اتنے اچھے لوگوں کے بارے میں اتنی بری رائے رکھتی ہیں۔" سارہ نے پھر وکالت کی۔

"بیٹا یہ مثل تو تم نے بھی سنی ہو گی آج کی یہ بات نہیں ہے برسوں پرانی ہے اور بزرگوں سے سینہ بہ سینہ چلتی چلی آ رہی ہے کہ جو ماں سے زیادہ چاہے وہ پھاپھا کٹنی ہوتی ہے۔ اس لیے ایسا تو تم کبھی سوچنا بھی مت...... کہ تمہاری ساس کو تمہاری ماں سے زیادہ محبت چاہت اور الفت ہو گی۔ تمہارا شوہر عمر میں تم سے دس بارہ سال بڑا ہے...... ہم تو اس کے دبلاپے پر دھوکا کھا گئے، وہ بھی خاصا مکار ہے کوچنگ سینٹر میں تمہیں تاڑ لیا کہ کم عمر بچی دب دبا کر رہے گی۔ ہماری آنکھ سے دیکھے گی اور ہماری زبان سے بولے گی اس لیے وہ تمہارے گرد اسی ٹائپ کا جال بن رہے ہیں۔"

"واقعی امی......؟" سارہ کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔

"ہاں بیٹا...... اب لوگ باتوں کے شکنجے میں کسا کرتے ہیں، تم آنکھیں کھول کر رہا کرو اور کسی کی بھی بات کا فوراً یقین مت کیا کرو...... اب سچ بولنے والے خال خال ہی نظر آتے ہیں۔ گفتگو کی منڈی میں ہر طرف جھوٹ بولا جا رہا ہے۔ اسی کو لوگ خرید رہے ہیں اور اسی کو بیچ رہے ہیں۔"

"امی میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ آنٹی بھی چالاک اور مکار ہو سکتی ہیں۔" سارہ کا لہجہ تاسف بھرا سا تھا۔

"وہ تو ان کی شکل سے مکاری نظر آتی ہے چھوٹی چھوٹی سی آنکھیں ہیں مگر چشمہ نہ جانے کس قماش کا لگاتی ہیں کہ دیدے ابلے پڑتے ہیں اور ہاں یہ بات تمہاری نانی مرحومہ کہا کرتی تھیں جو کم از کم تمہاری ساس پر تو پوری صادق آتی ہے۔ چھوٹا قد اور تنگ پیشانی......" سارہ نے ان کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"امی خیر ان کی پیشانی تو اتنی چھوٹی نہیں ہے مگر نہ جانے بال کس طرح کے بناتی ہیں، بالوں کی پٹریاں سارے بال ماتھے پر لوٹ رہے ہوتے ہیں۔"

"بیٹا جن کے بالوں میں گنج اترتا ہے وہ اپنے بیس پچیس بالوں کو اسی طرح پھیلا کر بناتے ہیں کہ کسی کو ان کے کم اور ہلکے بالوں کا اندازہ نہ ہو سکے...... اور ہر طرف ان کے بالوں کا شہرہ ہو۔"

"مگر عدنان اپنی امی کو بہت مانتے ہیں انہیں تو سب سے خوب صورت عورت اپنی ماں دکھائی دیتی ہیں، سب سے زیادہ سمجھ دار اپنی ماں دکھائی دیتی ہیں۔ سب سے زیادہ رحیم اور شفیق اپنی ماں لگتی ہیں وہ اکثر مجھ سے کہتے ہیں کہ میری ماں جیسی خواتین کم کم ہوتی ہیں جنھوں نے کبھی اپنا خیال نہیں رکھا اور اولاد کے سکھ کو مقدم رکھا۔"

"تم اسی بات سے اندازہ کر لو...... ان کا بیٹا کیسا ان کی مٹھی میں ہے۔"

"تو پھر میں کیا کروں امی...... میں تو آپ کی باتیں سن کر واقعی پریشان ہو گئی ہوں؟"

"محتاط رہا کرو...... اور سسرال والوں کی ہر وقت تعریفیں نہیں کی جاتیں...... جو تم ہر وقت آنکھیں بند کر کے کرتی رہتی ہو۔ عدنان کے کانوں میں جب تم ہر وقت یہی پھونکتی رہو گی کہ تمہاری امی بہت اچھی ہیں۔ تمہاری امی ہیرا ہیں تو وہ آخر میں تمہیں ہی برا اور تم کو ہی پتھر سمجھے گا۔"

"ہاں امی، شادی کے بعد زندگی گزارنا تو خاصا کٹھن کام ہے......!"

"ہاں بے وقوفوں کے لیے مشکل اور عقل مندوں کے لیے آسان ہے اور تمہارا زیادہ بولنا ہی سب سے بڑی بے وقوفی ہے اب آج کل کی بہوئیں اپنی ساسوں سے کوئی دوستی کا رشتہ نہیں باندھتی ہیں...... جو تم باندھ رہی ہو۔"

"امی...... اب آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں، میں آنٹی کی ہر بات سمجھنے کی کوشش کروں گی۔"

"بیٹا اب جو جیسا دکھائی دیتا ہے ویسا ہرگز نہیں ہوتا اس نہج پر رکھ کر سوچو گی تو تمہیں اچھے اچھے چہرے بھیانک نظر آئیں گے اور اپنے دماغ میں یہ بات بھی بٹھا کر رکھنا کہ کوئی بھی عورت جتنی محبت اپنی بیٹی سے کرتی ہے اتنی اپنی بہو سے ہرگز نہیں کر سکتی۔ تمہاری ساس طاہرہ کو اور تمہیں ایک ہی پلڑے میں رکھ ہی نہیں سکتیں۔ طاہرہ کے پھانس بھی چبھ جائے تو ان کا کلیجہ منہ کو آئے گا اور تم زخموں سے چور چور بھی ہو جاؤ گی تو کہیں گی کہ کوئی بات نہیں معمولی سی چوٹ ہے ٹھیک ہو جائے گی۔ تم دونوں بہنیں آپریشن سے ہوئیں اور ہسپتال سے جب میں گھر آئی تو اپنے کمرے میں جانے سے پہلے باورچی خانہ سنبھالتی تھی...... اور میری نندوں کے نارمل بچے ہوتے تھے...... اور وہ اپنی بیٹی کو چھ چھ ماہ تک بستر پر بٹھا کر کھلاتی تھیں......"

''امی مجھے دادو تھوڑی سی یاد ہیں مگر اچھی طرح سے ان کی شکل آنکھوں کے سامنے نہیں آتی ...... پاپا کے انتقال کے بعد انہوں نے کیوں ہم سے ملنا چھوڑ دیا......؟''

''تم تین سال کی تھیں اور تارہ دو سال کی جب تمہارے پاپا کا انتقال ہوا تھا...... کچھ عرصے تو وہ ہمارے ساتھ رہیں اور پھر بہانے بنا کر اپنے بڑے بیٹے کے پاس چلی گئیں ہم غریبوں سے مل کر ان کا فائدہ کیا تھا کہ وہ ملتیں......الٹی امداد ہی کرنی پڑتی۔''

''مگر اتنا وقت گزرنے کے بعد بھی کسی نے کسی کو بھی پلٹ کر نہیں پوچھا......اس کی کوئی خاص وجہ تھی......؟''

''ذلیل سے لوگ تھے میں نے تو بمشکل گزارہ کر لیا تھا مگر میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے پاپا کے جانے کے بعد بھی یہ لوگ میرے سینے پر مونگ دلیں اس لیے میں نے اس میں عافیت جانی کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ رہوں۔ جب بھائیوں کی شادیوں کے بعد گھر کا ماحول مکدر سا ہونے لگا تو تمہارے چھوٹے ماموں کو لے کر میں اس فلیٹ میں آ گئی۔''

''چھوٹی مامی تو اچھی ہیں......سارے گھر کا کام کرتی ہیں اور ہم سب کا بھی خیال رکھتی ہیں۔''

''ارے تمہیں کیا معلوم......اس کا بس نہیں چلتا راشد کو لے کر الگ ہو جائے......!''

''آپ تو خواہ مخواہ مامی کے پیچھے پڑی رہتی ہیں اتنی اچھی تو ہیں...... میرے جہیز کے سارے کپڑے انہوں نے ہی تو سلائی کیے تھے۔''

''وہ اس لیے کیے تھے کہ میرے بہت احسان ہیں اس کے اوپر ساری زندگی بھی اتارتی رہے تو نہیں اتار سکتی......!'' وہ تمسخر سے بولیں تو سارہ چپ سی ہو گئی۔

☆======☆======☆

''امی آپ رخسانہ آنٹی کے ہاں مٹھائی بھجوانا بھول گئی ہیں، ان کا فون بھی آیا تھا مبارک باد کا......!'' صارم نے چائے پیتے ہوئے اچانک چونک کر ماں سے کہا۔

''میں نے جان کر نہیں بھیجی ان کے ہاں مٹھائی......!''

''وہ کیوں بھلا؟'' صارم نے حیران سے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

''یہ رخسانہ بیگم بنتی بہت ہیں۔ باتیں ایسی کرتی ہیں جیسے کہیں کی نواب زادی ہوں۔ مجھے تو وحشت ہوتی ہے ان سے اور ان کی باتوں سے......اس لیے کوشش کرتی ہوں کہ ان سے بچ کر رہوں۔ مٹھائی بھیجتی تو ان کا ایک گھنٹے کا فون آ جاتا مبارک باد کے ساتھ وہ پانچ چھ سیر کے کیڑے ایک پاؤ مٹھائی کے ڈبے میں بھی ڈال دیتیں۔ اپنی عادت کے مطابق ان کے گلے کی خرابی، نزلہ، زکام، پیٹ کی خرابی، الٹی، ہیضہ، ڈپریشن، شوگر اور دیگر الم غلم بیماریوں کی وجہ یہ ڈبا بنتا کہ تمہارے گھر سے آئی ہوئی مٹھائی کھا کر یہ حالت ہوئی......اس فضیحتے سے نمٹتیں تو اپنے بیٹوں کی کامیابیوں اور کامرانیوں میں بانٹی گئی مٹھائیوں کی قصے شروع کر دیتیں اور مجھے یہ باور کراتیں کہ خاندان میں ان کے علاوہ کوئی دل والا یا والی نہیں ہے۔ جسے خوشیوں پر خرچ کرتے ہوئے کبھی پیسے کا ملال نہیں ہوتا اور ان کی مٹھائیاں بہت اعلیٰ اور ارفع دکانوں سے

خاص طور پر بنوائی گئی تھیں جس کے نان بائی بھی ناپید ہو چکے ہیں وغیرہ قسم کی خرافات سننے کی نہ تو مجھ میں سکت ہے نہ ضرورت......!''

''پھر بھی وہ آپ کی کزن ہیں تقاریب میں جب آپ سے ملیں گی تو شکایت کریں گی۔''

''کر لیں شکایت...... کہہ دیں گے بھول گئے۔ ہمارے نزدیک جب ان کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے تو پھر کاہے کو رشتے داریوں کی صلیبیں اٹھائے پھریں۔''

''ٹھیک ہے...... جیسے آپ کی مرضی۔'' ماں کی باتیں سن کر صارم خفت زدہ سے انداز میں مسکرانے لگا۔

''رات خواب میں میرے نوشابہ آئی تھی۔ بہت ناراض ناراض سی تھی۔'' دادی جان صارم کو ماں سے باتیں کرتا دیکھ کر وہیں لاؤنج میں آ کر بولیں۔

''کیوں ناراض تھی نوشابہ......؟'' صارم، دادی کا خواب رغبت سے سنتے ہوئے بولا۔

''وہ کہہ رہی تھی اب صارم کو اتنی اچھی جگہ ملازمت ملی ہے۔ اس کو چاہیے اپنی پہلی تنخواہ سے مجھے کوئی تحفہ بھیجے۔ میں نے خواب میں ہی منع کر دیا کہ نہیں بھئی ہم کسی کو تحفے وغیرہ نہیں بانٹیں گے......تو وہ خوب ناراض سی ہو گئی۔''

''دادی میں آپ کو پیسے دے دوں گا۔ آپ جس کو دل چاہے تحفے کی رقم دے دیجیے گا۔''

''ہاں، لاکھوں روپے ملیں گے ناں تمہیں جو لٹانے کے لیے بھی تیار ہو گئے۔'' ماں نے صارم سے غصے میں کہا۔

''امی......وہ نوشابہ کی ناراضی کی وجہ سے کہہ رہا تھا۔'' صارم نے ہنسی ہنسی میں ماں کی بات ہلکی کرنی چاہی کہ مبادا دادی کو ان کی بات ناگوار نہ گزرے۔

''یہاں جاگتے ہوئے لوگوں کے مسائل ختم نہیں ہو رہے، اب خوابوں کے ٹیکس بھی ہم ادا کریں گے۔'' ان کا لہجہ خاصا تمسخرانہ سا تھا مگر ان کی بات دادی کے کانوں تک نہیں پہنچ پائی۔ صارم ٹی وی کی آواز قصداً تیز کر چکا تھا۔

مگر دادی اپنی بہو کے ٹیڑھے میڑھے چہرے سے پہچان گئی تھیں کہ انہیں نوشابہ کا ذکر سن کر خوشی نہیں ہوئی۔

☆======☆======☆

صارم کی بہن کو ٹیوشن پڑھنے جانا ہو......کالج جانا ہو......یا کسی بھی فرینڈ کے ہاں، علینہ ہمیشہ اپنی دوست ماہ نور کے ساتھ جایا کرتی تھی۔ دونوں ہم عمر تھیں اور ہم مزاج بھی۔ ماہ نور کو کوکنگ کا شوق کچھ زیادہ تھا اس لیے وہ ٹی وی کے چینلز اور رسائل کی بھی مختلف ترکیبیں آزمایا کرتی تھی اور جب کوئی چیز بنانے میں کامیاب ہو جاتی تو وہ علینہ کو فون کر کے بلا لیا کرتی تھی۔

علینہ کا فلیٹ ان کے اوپر کے مالے پر تھا۔ صرف اٹھارہ سیڑھیاں اتر کر وہ ماہ نور کے پاس آ جایا کرتی اور ان دونوں کے فلک شگاف قہقہے سعیدہ کے فلیٹ میں بھی جایا کرتے جو ماہ نور کے عین سامنے رہا

کرتی تھی اور یہ بدشوقی کے باعث میٹرک کرنے کے بعد گھر بیٹھ گئی تھی۔

علینہ اور ماہ نور کی دوستی سے وہ سب سے زیادہ کلسا کرتی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ کسی طرح علینہ کو ماہ نور کے گھر آنے سے روک دے مگر ایسا کرنے میں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوئی تھی۔

صارم کو اوپر آتے جاتے دیکھ کر اس کی شاندار پرسنالٹی سے متاثر ہو کر وہ دل ہار چکی تھی اور جب اس کی کامیابی کا معلوم ہوا اور اس کے انٹرویوز میں اس کی باتیں سنیں تو وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔

کم عمری میں یوں بھی ہر اچھی چیز ہو یا شخصیت اپنے اندر مقناطیسیت سی رکھتی ہے۔ یہی سب اس کے ساتھ ہو رہا تھا کمرے کے ساتھ کی بالکونی میں وہ کھڑی رہتی۔ جب صارم آتا تو وہ جھٹ زینے میں کھڑی ہو جاتی اور صارم کو بڑا لہک کر سلام کرتی...... صارم تیزی سے چڑھتے یا اترتے ہوئے نظر ڈالے بغیر سلام کا جواب دیتا ہوا گزر جاتا۔ اس نے جبھی یہ بات تک نوٹ نہیں کی تھی کہ سعیدہ اپنی دانست میں خوب میک اپ میں لت پت ہو کر کھڑی ہوا کرتی ہے۔ صارم کا یوں چپ چاپ گزر جانا۔ سعیدہ کو بہت شاق گزرا کرتا مگر وہ اپنے آپ کو تسلی دیتی رہتی اس کا یہ خیال تھا کہ اس کی محبت صارم کے دل میں ایک دن ضرور جگہ بنا لے گی۔

ایک شام علینہ کو ماہ نور کے فلیٹ میں آتا دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا اور وہ ماہ نور کے فلیٹ میں داخل ہو کر علینہ سے بولی۔

''آپ ماہ نور کے گھر تو اکثر آتی ہیں...... مگر میرے گھر کبھی نہیں آئیں۔''

''ماہ نور میری کلاس فیلو ہے اور دوست بھی اس لیے میں ماہ نور کے گھر آتی ہوں۔''

''اگر میں بھی آپ کی دوست بننا چاہوں تو......؟'' وہ بڑے یاس بھرے لہجے میں بولی۔

''رئیس منزل میں رہنے والے ہم سب ایک دوسرے کے دوست ہی ہیں اور مجھے آپ کا نام بھی معلوم ہے اور یہ بھی پتا ہے کہ دوپہر کو آپ سلائی کڑھائی سیکھنے جاتی ہیں۔'' علینہ نے سادہ لوحی سے جواب دیا۔

''اگر میں کبھی آپ کے گھر آؤں تو آپ کو برا تو نہیں لگے گا؟'' سعیدہ نے پوچھا۔

''اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے۔ آپ ماہ نور کے ساتھ کبھی بھی ہمارے گھر آ سکتی ہیں۔'' علینہ نے مسکرا کر کہا۔

''کیا میں ماہ نور کے بغیر نہیں آ سکتی۔'' سعیدہ کو ماہ نور کی بیچ بری لگ رہی تھی۔

''کیوں نہیں......'' علینہ کو اس کی باتیں سن کر ہنسی آ رہی تھی۔

''نہیں بھئی...... ایسا تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ سعیدہ اکیلی تمہارے فلیٹ میں آئے۔ میں تو ان کے ساتھ ضرور آؤں گی کہ سعیدہ اکیلی تمہارے گھر سے چائے پی کر آ جائے اور میں محروم رہوں اور ان دنوں تو آنٹی نے گاجر کا حلوہ بھی خوب سارا بنا کر رکھا ہوا۔ وہ بھی آ کر کھاؤں گی۔'' ماہ نور نے مسکرا کر سعیدہ کو دیکھتے ہوئے علینہ سے کہا۔

''ماہ نور تمہیں جب جانا ہو، چلی جانا۔ میرا جب دل چاہے گا چلی جاؤں گی۔'' سعیدہ کو ماہ نور کی یہ

بے تکلفی ایک آنکھ نہیں بھا رہی تھی۔

اگلے دن دوپہر کو جب علینہ کالج سے آ کر آرام ہی کر رہی تھی کہ سعیدہ ان کے گھر پہنچ گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک کڑھا ہوا دوپٹا تھا۔

''یہ میں نے اپنے لیے بنایا تھا مگر اب چونکہ تم میری دوست بن گئی ہو اس لیے دوستی کا یہ پہلا تحفہ تمہارے لائی ہوں۔''

علینہ کی ماں نے جب دوپٹے پر کی گئی نفیس سی کڑھائی دیکھی تو انہوں نے بھی اس کے سلیقے اور ہنر مندی کی داد دی۔ دادی جان نے بھی چشمہ لگا کر دوپٹا دیکھا اور کھلے دل سے تعریف کی۔

''آج کل کی لڑکیوں میں ایسی ہنر مندی کہاں نظر آتی ہے۔ مجھے تو حیرت ہے کہ اس بچی نے کتنی مہارت کے ساتھ یہ دوپٹا کاڑھا ہے۔''

''مجھے شروع سے ہی کڑھائی اور بنائی کا شوق ہے۔'' سعیدہ مارے خوشی کے پھول گئی۔

''آنٹی اگر آپ کو میرے ہاتھ کی کڑھائی اتنی پسند ہے تو میں ایک دوپٹا آپ کے لیے بھی بنا دوں گی۔ بس آپ اپنی پسند کا کلر بتا دیں۔ میں اسی رنگ کے دوپٹے پر کڑھائی کر دوں گی۔''

''نہیں بیٹا...... میں نے تو تمہارے ہاتھ کے سلیقے کی تعریف کی ہے۔ میں کہاں ایسے دوپٹے اوڑھا کرتی ہوں۔ یہ تو لڑکیوں پر ہی اچھے لگتے ہیں۔''

''آنٹی میں کھانا بھی بہت مزے کا پکاتی ہوں۔ کبھی آپ میرے ہاتھ کے پائے کھائیں...... آپ کو مزہ آ جائے گا۔''

''تم یقیناً مزیدار کھانے پکاتی ہو گی مگر کالسٹرول ہونے کے سبب میں پائے، کلیجی اور نہاری ہونے کے باوجود نہیں کھاتی ہوں۔''

سعیدہ تھوڑی دیر وہاں رکی اور پھر شاداں و فرحاں وہاں سے لوٹ آئی۔ صارم اس وقت گھر میں نہیں تھا مگر اس کی ماں، بہنوں سے خوب باتیں ہو گئی تھیں اور صارم کی دادی نے تو یہاں تک کہا تھا۔ ''بیٹا کسی دن اپنی امی کو بھی لے کر آنا۔''

سعیدہ اپنے گھر واپس آ کر اپنے بستر پر لیٹی ان سب کے بارے میں سوچ چلی جا رہی تھی اور سب کی آوازیں کے کانوں میں ایک سحر سا پھونک رہی تھیں۔

اسے یوں لگا جیسے وہ وقت اب زیادہ دور نہیں ہے جب صارم اس کا ہو گا جیسے کسی فلم کی ہیروئن اپنے ہاتھ کے پنکھے سے ہیرو کو جھلتے ہوئے دیکھتی ہے اور ہیرو...... ہر نوالے پر ہیروئن کو شوخی سے دیکھتا ہے۔ ایسے ہی صارم اس کو تکا کرے گا۔ یہ سب سوچ کر وہ از خود شرما سی گئی۔

☆======☆======☆

''میری بات تو آپ کو ہمیشہ ہی اوکھی لگی ہے...... میں یہ بات ہمیشہ سے رہی سمجھ ہی ہوں کہ یہ عائشہ ہمارے سر پر آ کر بھاری پڑے گی۔''

''اب تو مجھے بھی ایسا ہی لگ رہا ہے......!'' اماں کچھ سوچتے ہوئے بولیں۔

''شہروں میں رہنے والی مائیں کس قدر تیز ہوتی ہیں اپنے سات سات بیٹے بھی ہوں تو اپنے قابو میں رکھنے کا ہنر جانتی ہیں۔ایک ہمارا تنویر ہے شادی سے پہلے ہی ہم پر اچھل اچھل کر آ رہا ہے۔''

''اماں ابھی تو یہ اچھل کود کم ہے۔عائشہ کے آنے کے بعد دیکھئے گا اس گھر میں کیا دھما چوکڑی مچے گی۔''صنوبر نے دانت پیس کر کہا۔

''اللہ مالک ہے......اب ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔''ایک گہری سانس لے کر اماں نے کہا۔

''میں تو اس کا ایسا دماغ سیدھا کروں گی کہ اس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں گے۔وہ سمجھتی کیا ہے اپنے آپ......!''

''ناں بیٹی، ایسا نہ بول......تُو نے بھی تو عائشہ کے گھر جانا ہی ہے ناں......!''

''اماں میں جب جاؤں گی تو دیکھا جائے گا۔فی الحال تو وہ ہمارے گھر آ رہی ہے''۔

''پتر......پھر آنے والے کا سواگت کرتے ہیں عائشہ تو تیری بھابی ہو گی۔''اماں کے مزاج کی حلاوت ابھر آئی۔

''عائشہ جیسی تیز ہے وہ تو میں جانتی ہی ہوں کہ میرے چھ فٹ لمبے بھائی کو کیسا پاگل بنا لیا مگر چاچی جتنی تیز ہیں اس کا مقابلہ مجھے بعد میں کرنا ہو گا کہ کیسا خط لکھ کر بھائی کو پوسٹ کیا ہے کہ ان کا دل ہم ماں بیٹی سے علیحدہ پھیر دیا جائے اور ان کا نام تک نہ آئے۔''

''تمہاری چاچی میں ایسی تیزیاں ہمیشہ سے تھیں۔وہ جو دل چاہے باتیں مار جاتی اور بعد میں ایسی معصوم بن جاتی جیسے اس کے کڑوے جملوں نے سب کو مسحور کر دیا ہو۔''

''اماں ساری بات تنویر بھائی کی ہے۔جب وہ اپنی سسرال والوں سے اتنا ڈر کر رہیں گے، ان کی ہر بات کو صحیح سمجھیں گے تو ہمیں تو صرف جی حضوری کرنی پڑے گی جیسے اب اس خط کے آنے کے بعد وہی ہو گا جو چاچی چاہیں گی۔''

''بہن کی شادی میں تو ان کا دبئی والا بیٹا آئے گا ناں......تو تم بھی عائشہ کی طرح اسے اپنے اشاروں پر چلانا۔''

''اماں......اب ہر لڑکا تنویر بھائی جیسا سیدھا اور بے وقوف تو نہیں ہو سکتا ناں......!''

''پھر بھی دیکھنا کہ کیسا ہے؟ تیری کتنی قدر کرتا ہے؟''

''جس کی ماں نے میرے لیے نفرت پہلے سے ڈال رکھی ہو وہ کیا قدر کرے گا۔''صنوبر تمسخر سے بولی۔

''اماں......میں کبھی یہ بات نہیں بھول سکتی کہ چاچی میرے کلو......مٹلو......اور نہ جانے کیا کیا نام رکھا کرتی تھیں کسی لڑکی کی معمولی شکل کا نقشہ کھینچنا ہوتا تھا تو بھی حوالے کے لیے وہ میرا ہی نام لیا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ وہ ہماری ممانی سے یہاں تک کہہ رہی تھی۔اللہ لڑکیوں کی قسمت اچھی کرے ورنہ صنوبر جیسی لڑکیاں دیکھ کر دل ایک دم دہل سا جاتا ہے۔اماں لڑکیوں کو تو پیاری، شہزادی اور رانی کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ مجھے خوفناک اور دہشت ناک کیوں سمجھا کرتی تھیں۔''

''اندھی تھی......جب ہی اس نے ایسا کچھ کہا ہو گا اور اب دیکھ لو۔آخر وہ تمہیں اپنی بہو بنانے پر تیار ہو ہی گئی ناں......!''

''رسیاں تڑوانے کی تو بہت کوششیں کی تھی انہوں نے۔''

''مگر تڑوا تو نہیں سکی۔''

''پھر بھی اماں......یہ بات تو آپ کو ماننا پڑے گی کہ وہ اگر مجھے بیاہ کر لے بھی گئیں تو بے دلی سے لے کر جائیں گی۔''

''ہم کون سا عائشہ کو دل کے ساتھ لا رہے ہیں اگر تنویر اپنی ہٹ دھرمی نہ دکھاتا تو کیا ہم اسے اپنے گھر لے آتے۔''

''اماں کبھی کبھی یہ بات چھن سا میرا دل توڑ کر رکھ دیتی ہے۔تنویر بھائی تو عائشہ کی محبت میں پور پور ڈوبے ہوئے ہیں مگر عائشہ کا بھائی وسیم محبت تو کیا وہ تو شاید مجھ سے مروت بھی نہیں برت سکتا۔''

''یہ صرف تیرا خیال ہے، مجھے یاد ہے وسیم بہت اچھا لڑکا ہے۔تھوڑا سر شرمیلا ضرور ہے مگر اخلاق کا بہت اچھا ہے۔اپنے بچپن میں وہ جب بھی میرے گھر آیا بڑی تمیز اور تہذیب کے ساتھ آیا۔ورنہ کسی کے بھی بچے گھر میں آ جائیں تو ان کے شور و غل سے ایک ہنگامہ بپا ہو جاتا ہے مگر تمہاری چاچی کے چاروں بچے جب بھی ہمارے گھر آئے کبھی نہ لڑائی، نہ ہنگامہ اور نہ ہی بچوں کی چھین جھپٹ کے مناظر دیکھنے میں آئے۔ایسا لگتا ہی نہیں تھا کہ گھر میں کوئی بچے بھی آئے ہیں۔ایک مرتبہ تو سب ہی ہنس پڑے تھے جب تم نے وسیم سے اس کی گیند چھین کر اس کی پٹائی بھی کر دی تھی۔تمہاری دادی نے ہنس کر کہا تھا۔

''صنوبر بیٹی، یہ تمہارا بھائی ہے، اس کو اس کی گیند واپس کر دو ورنہ یہ اپنے گھر میں جا کر کیا کہے گا۔''

''اس پر تم نے کہا تھا۔اس کو کھیلنا ہی نہیں آتا تو میں گیند کیوں دوں۔اس گیند سے تو میں کھیلوں گی اپنی سہیلیوں کے ساتھ۔یہ تو گیند ہاتھ میں لے کر بیٹھا رہتا ہے۔''

''نہیں پتر، گندی بات نہیں کرتے، تمہاری چاچی کو سب کے سامنے اخلاق کا سبق دینے کا خیال آیا تھا۔تو تم فٹ سے بولی تھیں۔

''اگر میں نہیں کھیلوں گی تو یہ بھی نہیں کھیلے گا اور یہ کہہ کر تم نے اس کی گیند کنوئیں میں پھینک دی تھی۔تمہاری چاچی نے اچھا خاصا فضیحتہ کیا تھا مگر میں نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی تھی کہ بچوں میں عقل کہاں ہوتی ہے کہ وہ بات کو سمجھ سکیں جس کی جو سمجھ میں آتا ہے وہ کر لیتا ہے۔اس نے ایسا کوئی جان بوجھ کر یا پلان بنا کر تھوڑی کیا ہو گا۔بس جو دل میں آئی کر ڈالا۔''

''یہ لڑکی ابھی سے ایسی ہے تو بعد میں کیسی ہو گی۔''تمہاری چاچی کا غصہ کسی صورت ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

''بھابی جی بچوں کی باتیں تو ہوتی ہی باؤلے پنے کی ہیں، چھوڑیں ان کو ان کے حال پر۔''اور وسیم کو میں نے ڈھیر سارا گڑ دے کر بہلا لیا تھا تب کہیں رائی جیسی بات پہاڑ بننے سے رکی تھی۔''

☆======☆======☆

"داؤ...... بالکل ہی ولی جیسا۔"

"ذرہ برابر بھی فرق نہیں۔"

"ویسے ہی بال، وہی گہری براؤن آنکھیں اور بالائی ہونٹ سے جڑا تل۔"

"ہنسنے کی ادا بھی وہی...... مسکراہٹ کی آنچ جب تیز ہونے لگے تو آنکھیں سرشاری سے بند کر لے۔"

"وہی آواز...... جو دل کو چھولے۔"

"خدایا ایسی شباہت بھی کہیں دکھائی دیتی ہے جو آج نظر آرہی ہے۔"

عبیر ریموٹ لیے چینل سرچ کررہی تھی۔ ایک جگہ صارم کا انٹرویو دیکھ کر اس کے لبوں سے چیخ سے نکل گئی۔

"ولی رضا فلموں کے ہٹ ہیرو تھے، لڑکیوں کے آئیڈیل، عبیر بھی ان کی دیوانی تھی، کئی بار وہ ان کی شوٹنگ دیکھنے تک پہنچی تھی مگر ولی نے ایک نظر اٹھا کر بھی عبیر کو نہیں دیکھا تھا۔

اپنی آٹوگراف بک کو اس نے ہتھیلی پر رکھ کر ولی کے سامنے بڑھایا تھا اور جلترنگ جیسے قہقہوں کے ساتھ اس سے کہا تھا۔

"میرا نام عبیر ہے...... آپ کی فین ہوں۔ پلیز میرے نام کے ساتھ آپ کوئی بھی خوبصورت بات لکھ دیں۔" اس کا لہجہ ملتجی سا تھا۔

"اُف میں اس وقت اتنا تھکا ہوا ہوں کہ کوئی بھی بات، ہاتھ، لات، گھاٹ...... کچھ یاد نہیں ہے مجھے۔" وہ تمسخر بھرے سے لہجے میں بولا تھا۔

"چلیں...... میرے نام کے ساتھ اپنا کوئی فیورٹ ڈائیلاگ ہی لکھ دیں۔" مگر اس نے آٹوگراف پر اپنے جناتی سے دستخط کردیے تھے اور اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا تھا۔

"ولی میرے سپنوں میں تم آباد ہو مگر تم کس قدر کٹھور سے ہو۔" اس نے یہ سوچا تھا۔

ولی رضا شادی شدہ تھا اور دو بچوں کا باپ بھی۔ وہ اپنے انٹرویوز میں اپنے بچوں اور بیوی سے دیوانگی کی حد تک محبت کا اظہار کرتا تھا جو عبیر کو بے حد برا لگتا تھا۔ شوٹنگ پر اس کی بے رخی نے اس کے دل میں ملال تو پیدا کیا تھا مگر وہ اس کی محبت اپنے دل سے کھرچ نہیں پائی تھی۔

نہ جانے یہ کیسی محبت تھی جو روز اس کے دل میں بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اس کی سالگرہ پر وہ اسے مہنگے مہنگے تحفے اور کارڈز پوسٹ کرتی جن کا اس نے کبھی جواب تک نہیں دیا تھا۔

دو بڑی بہنیں جو اس کے ساتھ ہی رہا کرتی تھیں وہ اس کی اس دیوانگی پر اکثر اس کا مذاق اڑایا کرتی تھیں۔ فرحانہ باجی تو اسے سمجھانے کی کوشش کیا کرتی تھیں مگر شبانہ آپا تو اسے بے نقط سنا دیا کرتی تھی اور اب صارم کو دیکھ کر وہ بے خود سی ہوگئی تھی۔

"آپا...... ذرا آنا......!" وہیں بیٹھے بیٹھے وہ ہذیانی انداز میں چیخی، شبانہ آپا کا شاید موڈ اچھا تھا جو پہلی پکار پر ہی وہ اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں ورنہ وہ ان کے سر پر کھڑے ہو کر انہیں بلاتی رہتی اور

وہ اس کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا کرتی تھی۔ دو مرتبہ نکاح ٹوٹنے کے باعث وہ خاصی سائیکو سی ہوگئی تھیں حالانکہ اس تمام معاملے میں وہ بے قصور تھیں جو کچھ کیا تھا اس کے والدین نے ہی کیا تھا مگر وہ اپنے آپ کو مجرم سمجھا کرتی تھیں۔

عبیر کے بلانے پر وہ آئیں اور صارم کا انٹرویو دیکھ کر بولیں۔

"ہونہہ...... جما جما کر گپیں مار رہا ہے۔ اپنے آپ کو پتا نہیں کیا سمجھ رہا ہے۔"

"آپا...... پلیز...... ذرا ایک بار آپ بھی نوٹ کریں۔" عبیر نے ان سے کہا۔

"کیا نوٹ کروں، کوئی سیاست دان تھوڑی ناں ہے جو اس کی باتیں نوٹ کروں اور وقت آنے پر ان باتوں کی کیسٹ اسے سنواؤں...... کہ جھوٹے...... اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لے۔"

"افوہ...... آپ بھی بس ناں، ایسی ہیں۔"

"تو پھر کیسی بنوں میں......؟" شبانہ کو ہنسی آگئی۔

"پلیز آپا...... آپ اس کے ہنسنے کا انداز دیکھیے، اس کے بولنے کا انداز دیکھیں اور بات کرنے کے دوران بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے...... دوسرے ہاتھ کی پشت پر تھپکی دینے کا انداز بھی وہی ہے۔"

"اے لو...... تو کہیں...... یہ ولی ہی تو نہیں ہے۔ کیا پتا...... پڑھائی میں بھی اچھا ہو، ولی اس کا فلمی نام ہو اور اصل میں وہ صارم ہو......"

"نہیں آپا...... یہ تو طالب علم ہے بلکہ غریب طالب علم جس نے ٹاپ کیا ہے۔"

"اچھا غریب ہے...... جبھی آسمان سے تارے توڑنے کی فکر میں نظر آرہا ہے۔"

"مجھے تو اس کی باتیں اچھی لگ رہی ہیں۔"

"کون سی بات زیادہ اچھی لگی......؟" شبانہ آپا کا آج اچھا موڈ تھا اس لیے وہ مسکرا کر بہن سے پوچھ رہی تھیں۔

"یہی کہ جس کا دل اچھا ہوگا، وہ اسی سے شادی کرے گا۔" عبیر نے آنکھیں بند کرکے کہا۔

"پھر تو ایسے شخص سے سب کو بچ کر رہنا چاہیے۔"

"وہ کیوں بھلا......؟" عبیر نے تڑپ کر پوچھا۔

"ایسے لوگ ہاتھ میں ہمہ وقت چھری لے کر پھرتے ہوں گے جہاں کوئی اچھی لڑکی نظر آئی اس پر وار کرکے دل نکال لیا۔"

"افوہ...... آپا...... کوئی بال کی کھال تو آپ سے نکلوائے...... ایک پیاری سی بات کا سارا حسن غارت کرکے رکھ دیا۔"

"تو پھر کیسے پتا لگتا ہے کون دل کا اچھا ہے؟"

"پتا نہیں......" وہ بے خود سے لہجے میں بولی اور اپنے کمرے میں کھڑکی کھول کر کھڑی ہوگئی۔

چاندنی رات کا فسوں ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور رات کی رانی کی خوشبو موتیا کے پھولوں کی خوشبو کے

سنگ کچھ زیادہ ہی پھیلی ہوئی تھی۔

عبیر نے کھڑکی سے منہ نکال کر ایک گہرا سانس لیا تو پورا من معطر سا ہو گیا۔

"جو لڑکی دل کی اچھی ہو گی...... میں اس سے شادی کروں گا۔" صارم کا جملہ...... ستار کی دھن بن کر اس کے کانوں میں فسوں سا پھونک رہا تھا۔

☆======☆======☆

بارات کو مختصر کرنے کے باوجود پچاس لوگ ہو ہی گئے تھے...... خالہ، ماموں اور پھپھو کی بیٹیاں بھی ساتھ جا رہی تھیں۔ تیز گام تیزی سے کراچی کی جانب بھاگ رہی تھی۔

ٹرین میں بیٹھی ہوئی لڑکیاں آہستہ آہستہ گنگنانے لگیں۔ آخر بارات جا رہی تھی۔ یوں منہ سی کر تو سفر نہیں کرنا تھا۔ ان کو گاتا دیکھ کر صنوبر نے ایک تیکھی چتون سے دیکھا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔

"ہاں بھئی گاؤ...... تاکہ پتا تو چلے تنویر کی بارات جا رہی ہے۔" تنویر کی بڑی خالہ نے کہا۔

لڑکیوں نے آہستہ آہستہ اپنے گیتوں کی لے بڑھا دی مگر صنوبر سینے پر ہاتھ باندھے یونہی بیٹھی رہی جیسے وہ میزبان نہ ہو بلکہ کوئی نک چڑھی سی مہمان ہو جس کا تالی بجانے کو بھی دل نہ چاہ رہا ہو۔

"آئے صنوبر تم بھی ہمارے ساتھ گاؤ ناں......!" خالہ کی بیٹی نے صنوبر کو ٹہوکا دیتے ہوئے کہا۔

"مجھے گانا کہاں آتا ہے۔" وہ زبردستی کی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔

"یہ تم ہم سے کہہ رہی ہو۔ ابھی دو ماہ پہلے ہی اپنی سہیلی راحت کی شادی پر نہ صرف تم نے ڈھول سنبھالا ہوا تھا بلکہ لڈی بھی ڈالی تھی اور شادی بیاہ کے تمام گیتوں میں تمہاری آواز سب سے نمایاں تھی۔"

"آواز خراب ہو رہی ہے ان دنوں...... گلا بالکل جکڑا ہوا ہے۔ مجھ سے کہاں گایا جائے گا۔"

"حیرت ہے، اپنے بھائی کی شادی میں تمہارے اتنے نخرے ہیں۔" صنوبر کا رویہ دیکھ کر دیگر لڑکیوں نے بھی گانے کا سلسلہ منقطع کر دیا اور لگیں آپس میں کھسر پھسر کرنے۔ اب وہ بیٹھی دیگر سواریوں کو جانچ رہی تھیں اور ان کا مذاق اڑا رہی تھیں۔ مگر صنوبر سب سے بے نیاز بھاگتے دوڑتے منظروں میں کھوئی ہوئی تھی۔

بہن کی بارات آ رہی ہے، وسیم ضرور آیا ہو گا۔ اسٹیشن پر میرے گلے میں شاید وہی ہار ڈالے...... ہو سکتا ہے...... ہاتھوں میں کنگن وہی پہنائے...... فلموں کے کیسٹوں میں بارات کا استقبال بڑے شہر والوں کو اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔ شاید وہ مجھے ہار پہنانے کے بہانے گلے بھی لگا لے...... تازہ ترین فلم اس کے ذہن میں گھوم گئی اور تب ایک مدھری مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

کبھی نہ ہاتھوں سے ہاتھ چھوٹے خیال رکھنا
کبھی نہ چاہت کا مان ٹوٹے خیال رکھنا
جو ہو محبت تو رنجشوں سے گریز کرنا
کسی کا نازک سا دل نہ ٹوٹے خیال رکھنا

وسیم کے پُرمسرت خیال نے ہی اس کے چہرے کے تناؤ کو بھی ختم کیا اور وہ جو منہ باندھے بیٹھی تھی

از خود ڈبا بجاتے ہوئے شادی کے ٹپے گانے لگی۔ اس کی سہیلیاں جو اسے چپ چاپ بیٹھا دیکھ کر اپنی اپنی باتوں میں مشغول ہو چکی تھیں۔ اس کو گاتا دیکھ کر اس کا ساتھ دینے لگیں۔ ٹرین کا وہ ڈبا جس میں خاموشی سی چھائی ہوئی تھی۔ صنوبر کے گیتوں نے اس میں ایک فسوں سا پھونک دیا۔

سفر کیسے ختم ہوا اسے پتا ہی نہیں چلا۔

کراچی کے سٹی اسٹیشن پر جب وہ اترے تو بارات کا استقبال کرنے خاندان کے پانچ چھ بزرگوں کے ساتھ وسیم کا چھوٹا بھائی موجود تھا۔ اس کے ساتھ اس کے دو چار دوست بھی تھے جن کے ہاتھوں میں پھولوں کے ہار بھی تھے اور جنہوں نے غلطی سے اصلی باراتیوں کے ساتھ ساتھ دیگر مسافروں کے گلے میں بھی ہار ڈال دیے تھے۔

"کیا وسیم نہیں آیا دبئی سے؟" صنوبر کی ماں نے اپنے دیور اور سمدھی سے پوچھا۔

"رات ہی آیا ہے، اس وقت بھی وہ کام کاج میں لگا ہوا ہے اسی لیے اسٹیشن نہیں آ سکا۔"

"چلو گھر پہنچ کر ہی سواگت ہو گا۔" صنوبر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے سوچ رہی تھی ورنہ اسے برا تو بہت لگا تھا۔ جب اس نے اسٹیشن پر وسیم کو نہیں دیکھا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا...... بارات کو ریسیو کرنے والوں کو دھکا دے کر گرا دے اور کہے کہ تم لوگوں کو گھر پر ہونا چاہیے تھا...... تمہیں دیکھ کر ہمیں کوئی خوشی نہیں ہو رہی ہے جو یہاں آ گئے ہو اور جس کو آنا چاہیے تھا اسے گھر میں کاموں کے جھمیلے میں اٹکا کر چھوڑ آئے ہو...... جیسے وہ تمہارا نوکر ہو۔

"یقیناً عائشہ ہی نے اسے منع کیا ہو گا۔ آخر وہ میری نند بھی تو ہے، اسے کہاں اچھا لگے گا کہ وسیم مجھے دیکھ کر خوش ہو یا میں اسے دیکھ کر، اس سے مل کر اس سے باتیں کر کے سرشار سی ہوں......" خیالات بگولوں کی طرح صنوبر کے دل میں آ رہے تھے اور اس کے چہرے کی مسرت نے سکڑنا شروع کر دیا تھا۔

جب یہ سب گھر پہنچے تو اس وقت چاچی اور ان کے میکے والوں نے سب مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ وسیم اس وقت بھی وہاں سے غائب تھا۔ عائشہ اپنے کمرے میں تھی جو بقول صنوبر کے شرمانے کے مظاہرے کر رہی تھی۔

کھانا کھاتے وقت وسیم باہر سے آیا اور تنویر کو گلے سے لگایا، تائی کو سلام کیا...... اور صنوبر پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر آگے بڑھ گیا۔ نہ سلام نہ دعا اور نہ ہی کوئی بات۔ صنوبر کا سلام کرنے کو اٹھا ہوا ہاتھ بھی مفلوج ہو کر نیچے گر پڑا اور وہ اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئی۔

"کتنا سوہنا ہو گیا تھا وہ......! پہلے کے مقابلے میں مزید خوبصورت...... چھ فٹ سے اوپر تو اس کا قد تھا...... پہلے وہ دُبلا پتلا سا تھا مگر اب اس کا کسرتی جسم اسے شوبز سے منسلک فنکاروں جیسا محسوس ہو رہا تھا۔

عائشہ اور وسیم دونوں میں ہی مقناطیسی حسن ہے جو دوسرے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اس سے اسے اپنے بھائی کی چاہت بے وجہ نہیں معلوم ہوئی۔

کھانا کھانے کے بعد چائے کا دور شروع ہوا۔ وسیم بھی چائے کا کپ لیے محفل میں بیٹھا تھا۔ مگر

مجال ہے کہ اس نے صنوبر سے کوئی بات بھی کی ہو یا محبت بھری نظر سے ہی اسے دیکھا ہو۔ محبت کرنے والے ایسے نہیں ہوتے ...... یہ خیال صنوبر کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہو گیا۔ وہ تیزی سے اٹھی اور وسیم کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کے برابر سے ایسے گزری کہ ٹھوکا مار کر اس کی چائے گرا دی۔

گرم چائے اس کے پیر پر گری تھی۔

''سوری ......'' صنوبر نے ٹھنک کر کہا۔

''شاہد یار ...... مجھے چائے کا دوسرا مگ دیے دینا۔'' اس نے صنوبر کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنے دوست کو پکار کر کہا تھا جو مہمانوں میں چائے کے کپ تقسیم کر رہا تھا۔

''ہونہہ ...... ابھی سے یہ عالم ہے موصوف کا۔'' صنوبر کا مارے غصے کے برا حال تھا۔ وہ اپنی کزنز میں آ کر بیٹھی گئی مگر اس کے چہرے سے ناراضی کا اظہار علیحدہ ہی دکھائی دے رہا تھا۔

''ارے میری صنوبر یہاں بیٹھی ہے۔ ارے میری شہزادی ...... تمہیں عائشہ یاد کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ امی ...... میری ہونے والی بھابی کو میرے پاس بھیجو ......'' چاچی نے اسے یوں سر نیہوڑائے بیٹھے دیکھا تو پاس آ کر کہا۔

''ہاں ...... ہاں بیٹا ...... تُو عائشہ کے پاس جا کر بیٹھ۔'' ماں نے آہستگی سے کہتے ہوئے آنکھوں سے بھی اشارہ کیا۔

تب صنوبر بے دلی سے اٹھی اور عائشہ کے پاس جا پہنچی۔

''صنوبر ...... اب آئی ہیں آپ میرے پاس ...... میں تو آپ کے آنے کا ایک ایک پل گن رہی تھی۔'' عائشہ نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

''مجھ سے ملنے کے پل گن رہی تھیں یا تنویر بھائی سے ملنے کے پل شمار ہو رہے تھے''۔

''یہی بات میں بھی آپ سے کہہ سکتی ہوں۔''

''ارے مجھ میں اور تم میں بہت فرق ہے۔'' صنوبر گہری سانس لے کر بولی۔

''وہ کیسے ......؟'' عائشہ نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

''تمہارے بھائی نے تو آج تک مجھ سے بات نہیں کی ہے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ زبردستی کا سودا ہے۔ کہیں ایسے ہوتے ہیں منگیتر جیسے وسیم ہے کہ مجھے آنکھ بھر کے بھی نہیں دیکھا۔''

''اچھا ...... صرف یہی بات ہے ناں ......!'' عائشہ نے ہنس کر پوچھا۔

''تو کیا یہ معمولی بات ہے۔''

''صنوبر ...... آپ کو پتا نہیں، وسیم بھائی بہت شرمیلے ہیں۔ انہوں نے کبھی خاندان کی لڑکیوں سے بات چیت نہیں کی اور جب آپ کے بارے میں امی نے ان سے پوچھا تھا تو وہ شرما کر بولے تھے مجھے نہیں معلوم آپ کو جو اچھی لگے اس سے کر دیں۔''

''کیا واقعی ایسا ہی کہا تھا انہوں نے۔'' صنوبر نے عائشہ کے دونوں ہاتھ تھام کر پوچھا۔

''ہاں صنوبر ...... میرے بڑے بھائی بے حد سیدھے، سادے اور شرمیلے سے ہیں۔ ہم بہنوں سے

بھی بیٹھ کر زیادہ گپیں کبھی نہیں لگائیں جبکہ چھوٹا بھائی ان کے مزاج کے برعکس ہے۔ وہ سب سے باتیں بھی کرتا ہے، مذاق بھی کرتا ہے اور اسے جو بات کہنی ہے ...... وہ کہنے میں تامل نہیں کرتا، جھٹ سے کہہ دیتا ہے۔''

''مجھے تو ایسے ہی لوگ اچھے لگتے ہیں۔''

''اب کیا کریں کہ وسیم بھائی کا مزاج ہی ایسا ہے مگر دل میں سب کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔''

''بعد میں سب ٹھیک ہو جائیں گے یا میرے ساتھ رہ کر ان کا مزاج بھی بدل جائے گا۔'' صنوبر نے ہنس کر کہا تو عائشہ بھی مسکرانے لگی۔

☆======☆======☆

نئی جاب جوائن کر کے صارم کو ایک عجیب سی خوشی ہو رہی تھی۔ اس کیفیت کو وہ کوئی نام نہیں دے پا رہا تھا۔ نہ اس کے لفظوں میں اتنی سکت تھی کہ اس کے احساس کی عکاسی کر سکیں۔

کمپنی میں اس کی پوسٹ ایڈمن آفیسر کی تھی جس میں اچھی سیلری کے ساتھ اسے مہران بھی دی گئی تھی۔ جب سے وہ طالب علمی کے دور میں آیا تھا۔ بائیک ہی چلایا کرتا تھا ...... کار چلانی تو اسے آتی تھی مگر دوستوں سے کبھی گاڑی مانگنے کا روادار نہیں ہوا کرتا تھا۔

زمانۂ طالب علمی میں اس نے پارٹ ٹائم ڈرائیور کا کام بھی کیا تھا۔ جب وہ کالج کا اسٹوڈنٹ تھا اور گھر کے حالات خاصے پریشان کن تھے۔ تب کالج سے آ کر وہ جنید سرفراز کو ان کی کمپنی چھوڑنے اور لینے کے لیے جاتا تھا اور جب انہیں پتا چلا کہ وہ طالب علم ہے تو انہوں نے اسے بڑی شفقت سے سمجھایا تھا۔

''بیٹا تم کام ضرور کرو مگر تمہاری پڑھائی کا حرج کسی صورت نہ ہو ...... ایسے کام کرنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ تم جس مقصد کے لیے کام کر رہے ہو مقصد ہی فوت ہو جائے۔''

''نہیں سر، میں اپنی پڑھائی کو سب سے زیادہ اہمیت دیتا ہوں اور ساری ساری رات پڑھا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک محنت نہیں کروں گا میرے حالات تبدیل نہیں ہو سکتے۔''

''پھر بھی بیٹا اپنا خیال بھی تمہیں رکھنا چاہیے اگر صحت خراب ہو گی تو پھر بھی تمہارا مقصد فوت ہو جائے گا۔ اس لیے آرام بھی کیا کرو۔''

''سر ...... سونے کے لیے تو زندگی پڑی ہے، یوں بھی میں دو تین گھنٹے سے زیادہ کبھی نہیں سوتا ...... شاید میرا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہیں نیند کم آتی ہے یا جن کی نیند سے دشمنی چلتی ہے''۔

''اگر ایسی بات ہے تو ٹھیک ہے۔'' جنید سرفراز اس کی بات سن کر مسکرا کر بولے تھے۔

یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہونے کے بعد اس نے جنید سرفراز کی جاب چھوڑ دی تھی مگر جس دن وہ انہیں خدا حافظ کہنے گیا تھا۔ انہوں نے اسے گلے سے لگا کر اس کے اچھے مستقبل کے لیے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا تھا۔

''تم جیسے ہی نوجوان ہوتے ہیں جو ہمیشہ آگے بڑھتے ہیں۔'' وہ اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہے تھے۔

ان کے جملے روشنی بن کر اسے ہمیشہ نا امیدی کے تھپیڑوں سے دور رکھتے رہے اور آج وہ ایک کمپنی میں اچھی پوسٹ پر کام کر رہا تھا۔ اپنے گھر کے حالات کو بہتر کرنے کا خواب اب پورا ہونے کا ٹائم آ گیا تھا۔

اسے آفس میں آئے ہوئے دسواں دن تھا۔ وہ آفس کی راہداری طے کرتے ہوئے اپنے کمرے میں جانے ہی والا تھا کہ اس کی پشت پر اسے حیران سی آواز سنائی دی۔

''ولی...... ذرا سننا۔'' غیر ارادی طور پر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

عبیر دس دن کی چھٹی کے بعد آج آفس آئی تو ولی کو اپنے آفس میں دیکھ کر حیران رہ گئی۔

''جی مجھ سے کچھ کہا......آپ نے......؟'' صارم نے گردن موڑ کر حیران سی نظروں سے عبیر کو دیکھا جو بلیک جینز پر وائٹ ٹاپ پہنے اسی کی طرف متوجہ تھی۔

''سوری مجھے لگا جیسے آپ ولی ہیں......!''

''او کے......'' وہ اس کی بات مکمل ہوئے بغیر ہی آگے قدم بڑھا چکا تھا۔

اور عبیر اس کے سراپا کو حیرت اور سرشاری سے دیکھ رہی تھی۔

☆======☆======☆

زبان بھی کیا چیز ہے......اس سے خوشبو بھی آتی ہے اور دل کو کسیلا بھی کر دیتی ہے۔

بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی باتوں سے لوگوں کو مسحور کرتے ہوں۔ زیادہ تر کا کام یہی ہوتا ہے کہ خنجر کا کام بھی زبان سے لیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ زبان کی ضرب جتنی تکلیف دہ محسوس ہوتی ہے اتنی شاید تلوار کی نہیں ہوتی ہوگی۔

رخسانہ بیگم کا شمار خاندان کی ان خواتین میں ہوتا تھا جنہیں میں، میرا گھر اور میرے بچوں کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔ وہ از خود اپنی تعریف کرنے کی عادی تھیں۔ دوسرے لوگوں میں کیڑے نکالنا یا کسی کی کمزوری دیکھ کر اسے اچھالنا، ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

اور اپنے اس مشغلے میں مگن ہو کر وہ بہت خوش رہتی تھیں۔ ان کے قہقہے ان کو تو آسودگی ضرور بخشتے تھے......

مگر دوسرے لوگ اپنے اپنے آنسو بہ مشکل اپنے حلق سے اتارا کرتے تھے۔ میاں ان کے اچھے خاصے زن مرید تھے......جو بات کرنے سے پہلے بیوی کی شکل دیکھا کرتے تھے۔

بیوی کے بلند و بانگ قہقہے سن کر وہ از خود مسکرانے لگتے تھے...... جیسے کہ یہ ضروری ہو......! اکثر لوگ انہیں ریموٹ کنٹرول شوہر کے نام سے بھی پکارا کرتے تھے......مگر وہ بہ رضا و رغبت اپنی بیوی کے ہر فرمان کو اپنے لیے حکم کا درجہ دیتے تھے۔

رخسانہ بیگم جہاں جاتیں......اکثر کا دل دہل جاتا کہ ان کی باتوں کو کوئی پسند نہیں کرتا تھا......مگر خاندان کی امیر ترین خاتون تھیں......ان کے بیٹے اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے......ان کے شوہر کا ماربل کا اپنا بزنس تھا...... سو عزیز و اقارب کے ہزار ہا کام ان سے اٹکتے تھے...... جن کو وہ پورا بھی کر دیا کرتی تھیں......!

یہی وجہ تھی کہ لوگ ان کی باتیں ان کے سامنے خاموشی سے سن لیا کرتے تھے۔ لوگوں کی یہ خاموشی ان کے عزائم کو کس قدر طول دے رہی تھی یہ کوئی نہیں جانتا تھا۔

تقریر کرنے کا تو کیا...... ہاں اپنی بات کو طولانی انداز میں کرنے کا انہیں بہت شوق تھا۔ ان کی بات سن کر اگر کوئی ہنکارہ بھر دیتا یا اثبات میں منڈیا ہلا دیتا تو وہ اس بات کو کم از کم تین بار دہراتیں۔

اس وقت کہانی سے کوئی بات نکلی تھی تو وہ کہہ رہی تھیں بلکہ اپنی ذاتی رائے کو کچھ اس طرح بیان کر رہی تھیں۔

''بچپن میں کہانیاں سنتے تھے کہ کسی جگہ پر کوئی ایسا بڑا پہاڑ ہے...... جو وہاں چلا جائے تو وہ پتھر کا ہو جاتا ہے۔ تب اسے پیچھے سے کتنی ہی آوازیں دو...... اسے سنائی ہی نہیں دیتیں اور وہ آگے بڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے پیچھے روپوش ہو جاتا ہے اور اب بھی پہاڑ کینیڈا اور امریکہ میں بن گئے ہیں جو وہاں جاتا ہے وہیں کا ہو جاتا ہے...... اسے کسی اپنے کی آواز سنائی ہی نہیں دیتی۔''

آج رخسانہ بیگم اپنی چھوٹی بھابی کے گھر آئی ہوئی تھیں اور خاندان کے ان گھروں کا مذاق اڑا رہی تھیں جہاں کے لڑکے ملک سے باہر کمانے کے چکر میں گئے ہوئے تھے اور وہاں کی مقناطیسی کشش نے انہیں وہیں روک لیا تھا اور ان کے والدین ان کی جدائی کو برداشت نہیں کر پا رہے تھے۔

''اب کیا کریں کہ وہاں بھی لوگوں کی مجبوریاں ہوتی ہوں گی جو وہ بے چارے نہیں آ پاتے۔'' ان کی بھابی نے بات کو ہلکا کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت ان کی خالہ بھی آئی ہوئی تھیں جن کے دو بچے باہر تھے اور وہاں سے واپس آنے پر کسی صورت تیار نہیں تھے۔

''کوئی نہیں ہوتی مجبوری...... یہ سب پیسے کا لالچ ہوتا ہے اور یہ لالچ اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ سب رشتے ناطے اس کے آگے ہیچ نظر آتے ہیں...... تب وہ اولاد جو کسی زمانے میں اپنے سروں پر فرمانبردار کے تاج لگائے گھومتی تھی...... اسے اپنے ماں باپ فضول اور بہن بھائی بے کار کی مصیبت نظر آنے لگتے ہیں تب ان لوگوں کا محور صرف ہم...... ہماری بیوی اور ہمارے بچوں کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں تو کہتی ہوں کہ ایسی اولاد کو تو گولی مار دینی چاہئے۔ جب وہ اپنے والدین کے بلانے پر واپس نہ آئیں۔''

رخسانہ بیگم کی بات پر چھوٹی بھابی کی خالہ تڑپ ہی اٹھیں، ان کے دونوں بیٹے اپنے بہن کی شادی پر نہیں آئے تھے...... مگر انہوں نے پیسے بھیج دیے تھے اور یہ بات شاید رخسانہ بیگم کو معلوم ہو گئی تھی۔ جب ہی وہ اپنی بھاوج کے ہاں بیٹھ کر ان کے لتے لے رہی تھیں۔

''رخسانہ اگر تمہارے بیٹے باہر چلے جائیں اور وہ اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے نہ آسکیں تو کیا تم ان کو گولی مار دو گی؟'' خالہ نے گلوگیر سے لہجے میں کہا۔

''میرے بیٹے باہر کیوں جانے لگے۔'' وہ تمسخر سے ہنس کر بولیں۔

''وقت کا کچھ پتا نہیں ہوتا کہ کب کس کو کہاں لے جائے؟''

''قابل لڑکوں کے لیے پاکستان میں بھی بہت نوکریاں ہیں۔ یہ تو نالائق، نکمے اور کام چوروں کے شوق ہوتے ہیں کہ باہر کا نام اپنے نام کے ساتھ لگالیں...... چاہے وہاں ہوٹلوں کی میزیں صاف کرتے پھریں...... یا پھونک مار کر پہلے تھیلی کھولیں اور پھر اس میں سامان بھر کے گاہکوں کو دیں۔ جس شاپ پر کام کرنے آئیں، جاتے وقت وہاں جھاڑو اور ٹاکی بھی لگا کر جائیں۔''

''جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا۔'' چھوٹی بھابی نے یہ تکلیف آمیز بحث ختم کرنے کی سعی کی۔

''ایسا نہ کہیں۔ اب کون کس طریقے سے رہتا، اس کی خبر سب رکھتے ہیں۔'' رخسانہ بیگم خوب غصے

سے بولیں۔

''جب لوگ اپنے سے زیادہ دوسروں کے خیال رکھنے لگیں تو پریشانیاں تو لوگوں کی خود ہی بڑھیں گی۔'' خالہ کا غصہ بھی بڑھ رہا تھا۔

''ہماری کیوں بڑھنے لگیں پریشانیاں...... ہم تو پاکستان میں رہتے ہیں...... ہمارے بچے جیسے بچے کسی کے نہیں ہیں، نہ تعلیم میں، نہ قابلیت میں اور نہ ہی فرمانبرداری میں...... جب ہی تو لوگ سب مجھ سے جلتے ہیں۔''

''جلنے کی تو کسی کو ضرورت ہی نہیں ہے...... مگر تکبر نہ مال پر کرنا چاہئے اور نہ ہی اولاد پر کہ آگے کیا ہونے والا ہے اس کی خبر کسی کو نہیں ہوتی۔''

''آگے کا احوال چلو میں آپ کو بتا دیتی ہوں کہ اب میری بہویں آئیں گی...... اور وہ سب بھی اتنی اچھی ہوں گی کہ لوگ انہیں دیکھ دیکھ کر کلسا کریں گے کہ رخسانہ کو ایسی شہزادیاں کیسے مل گئیں۔''

''تمہارے ہاں جب شہزادیاں آ جائیں گی تو میں تمہیں مبارکباد دینے ضرور آؤں گی۔'' خالہ نے جاتے ہوئے طنز سے کہا کہ اس سے زیادہ ان کی باتیں برداشت کرنا ان کے لیے خاصا مشکل تھا۔

☆======☆======☆

سعیدہ تو خوابوں میں ہمہ وقت ہی رہنے لگی تھیں۔ اٹھتے بیٹھتے صارم کا خیال اس کے دل و دماغ پر چھایا سا رہتا تھا۔ کبھی اسے لگتا کہ وہ نئی کلٹس میں اس کے برابر بیٹھی گھوم رہی ہے۔ بائیں ہاتھ کی کہنی کھڑکی سے باہر نکال رکھی ہے اور اپنا سر صارم کے کندھے پر رکھا ہوا ہے۔

وہ دھیمے لہجے میں اپنی مخمور آواز میں اس کے کانوں میں رس گھول رہا ہے اور وہ اس کی باتوں پر شرما رہی ہے۔ کتنی ہی دیر وہ یونہی گھومتے پھرتے یا پھر وہ اس کے گھر میں بیٹھی ہے اور ساس نندیں اس کے گن گا رہی ہیں اور صارم اس کو سرشار سا دیکھ رہا ہے۔

صرف ایک ہی مالے کا تو فرق ہے۔ اتنی ہی دوری اس کے دل سے بھی ہے جو یقیناً پاٹ لی جائے گی...... وہ خود پر جبر کر کے ایک ہفتے کے بعد پھر علینہ کے ہاں پہنچ گئی۔ ایک پلیٹ میں وہ سیخ کباب اور ایک پیالے میں رائتہ لے کر ان کے ہاں پہنچی تھی۔

چھٹی کا دن تھا، صارم کمرے میں بیٹھا اپنی ماں سے باتیں کر رہا تھا۔ عین دوپہر کے وقت سعیدہ کو اپنے گھر میں دیکھ کر علینہ کو برا سا لگا۔

''میں نے گرما گرم یہ کباب بنائے تھے تو سوچا اپنی بہن جیسی سہیلی کو دے آؤں۔'' سعیدہ نے اس کے ہاتھوں میں پلیٹ تھمائی۔

''آؤ بیٹھو......'' وہ پلیٹ لے کر بولی اور سعیدہ وہیں لاؤنج میں رکھے تخت پر بیٹھ گئی۔

''بیٹا...... یہ کیوں تکلف کیا تم نے؟'' صارم کی ماں نے آ کر اس سے کہا۔

''آنٹی آپ جب تک میرے ہاتھ کی پکی ہوئی چیزیں کھائیں گی نہیں تو آپ کو پتا کیسے لگے گا کہ اللہ نے میرے ہاتھ میں بڑا ذائقہ دیا ہے۔''

"وہ تو اس کی خوشبو سے ہی پتا چل رہا ہے کہ کباب مزے کے ہوں گے۔" علینہ نے پلیٹ خالی کرتے ہوئے کہا۔

"آج کہیں جا رہی ہو کیا؟" دادی نے اس کو چمک دمک کے کپڑوں اور فل میک اپ میں دیکھ کر کہا۔

"آج کچھ لوگ رشتے کے سلسلے میں مجھے دیکھنے آ رہے ہیں...... امی نے زبردستی یہ کپڑے پہنوا دیے ہیں۔" اس نے سوچا کہ شادی کی بات کسی حوالے سے تو شروع ہو۔

"اچھا یہ بات ہے، جب ہی ان لوگوں کے لیے تم نے کباب بنائے ہیں۔" علینہ نے ہنس کر کہا۔

"نہیں کباب تو میں نے صرف تم لوگوں کے لیے بنائے ہیں۔"

"پھر اپنے خاص الخاص مہمانوں کو کیا کھلاؤ گی؟"

"وہ جن کے مہمان ہیں وہ جانیں...... مجھے تو فی الحال شادی کرنے کی کوئی جلدی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ارمان......"

"پھر بھی کون لوگ ہیں؟" دادی نے پوچھا۔

"پتا نہیں...... شاید امی کے جاننے والے ہیں۔ بڑی آپا کے سسرال سے بھی تعلق ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بڑی بہن جب اپنے سسرال والوں کے ساتھ اتنی اچھی ہے تو چھوٹی بہن بھی یقیناً اس جیسی ہوگی۔" اس نے بات اس طرح گھمائی کہ اپنی تعریف از خود ہوگئی۔

"ہاں بھئی اب تو اچھی بہو ملنا محال ہے۔ جس کے ہاں بہو آ رہی ہے وہ افلاطون قسم کی آ رہی ہے۔ جینا حرام کر کے رکھ دیتی ہے۔ اگر اچھی بہو گھر میں نہ آجائے تو سمجھو گھر میں ہر وقت کا بھونچال آیا رکھا ہے۔" دادی نے پاندان میں سے تمباکو ہتھیلی پر رکھ کر پھانکتے ہوئے کہا۔

"دادی جان اب اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے ناں کہ اب اچھی بہویں ناپید ہو چکی ہیں۔" سعیدہ ان کو لائن پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"ارے واہ اچھی لڑکیاں...... اچھی بہویں ثابت ہوتی ہیں۔ اب نوشابہ کو ہی تم دیکھ لینا...... کیسی اچھی لڑکی ہے۔ جس سے ملتی ہے سب ہی اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے جہاں جائے گی، اس کے دم سے روشنی ہو جائے گی۔"

"نوشابہ کون ہے؟" سعیدہ نے حیرت اور قدرے غمزدہ سے لہجے میں صارم کی امی سے پوچھا جو ساس کی بات سن کر منہ کے برے برے زاویے بنا رہی تھیں۔

"اماں کی نواسی ہے۔ جسے وہ افلاطون سمجھا کرتی ہیں۔" وہ لہجے میں کڑواہٹ بھر کر بولیں۔

تب سعیدہ کو یوں لگا جیسے وہ اسے ڈھارس سی دے رہی ہوں۔

"پریشان مت ہو بچی۔ نوشابہ کا...... تجھ سے کیا مقابلہ۔"

"میں اور میرے گھر والے جتنا تمہیں پسند کرنے لگے ہیں اس کے آگے نوشابہ کی اوقات کہاں۔"

تب سعیدہ تشکر بھری نظروں سے انہیں خدا حافظ کہتے ہوئے اپنے فلیٹ میں آگئی۔ وہاں سے

آنے کے بعد بھی صارم کی ماں کی حوصلہ بھری نظریں اسے سکون اور طمانیت بخشتی رہیں۔

"اب چھٹی کے دن بھی فلیٹ کے لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں آنے لگے ہیں۔" صارم اپنے کمرے میں بیٹھا باہر کی ساری روداد سن رہا تھا۔ علینہ جب کمرے میں آئی تو اس نے بہن سے کہا۔

"ایک پگلو سی لڑکی ہے۔ خواہ مخواہ جان کو چمٹ گئی ہے۔ مجھے اپنی سہیلی بنالو۔ میں تمہاری سہیلی ہوں۔" علینہ نے کہا۔

"پھر بھی تمہیں کہہ دینا چاہیے کہ چھٹی کے دن گھر میں بھائی ہوتے ہیں۔ اس دن ہم کہیں آتے جاتے نہیں ہیں۔"

"بھیا...... کہا ہے ناں کہ وہ پگلو سی لگتی ہے۔ خواہ مخواہ کباب لیے چلی آئی۔"

"پگلو نہیں ہے۔ سیدھی سادی سی لڑکی ہے۔ اس عمر میں بعض بچیوں کو شوق ہوتا ہے کہ ان کی اور ان کی بنائی ہوئی چیزوں کی تعریف کی جائے۔ جس سے وہ خوش ہو جاتی ہیں۔" امی نے ہنس کر کہا۔

"مجھے تو کوئی خواہش نہیں ہے کہ کوئی میری یا میرے ہاتھ کی بنی ہوئی چیزوں کی تعریف کرے......" علینہ نے تمسخر سے کہا۔

"اس لیے کہ تم سے کوئی چیز اچھی کہاں بنتی ہے۔" صارم نے چھیڑا۔

"بھیا......!" وہ خفگی سے بولی۔

"اچھا...... ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ کو کوئی شوق نہیں ہے کہ کوئی آپ کی یا آپ کی بنائی ہوئی چیز کی تعریف کرے۔" صارم نے اس کے ہی انداز میں اس کی نقل اتارتے ہوئے کہا۔

تب وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور امی دونوں بچوں کو ہنستا مسکراتا دیکھ کر زیر لب مسکرانے لگیں کہ واقعی صارم بے حد شریر تھا اور ذہین بھی...... بات کی کھال نکالنے میں تو اسے ملکہ حاصل تھا۔

☆======☆======☆

ادھر سعیدہ اپنے کمرے میں از خود گا رہی تھی۔ اس کا دل مارے خوشی کے بے تاب ہوا جا رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے صارم کی ماں نے اسے صاف اور واضح اشارہ دے دیا ہو...... اور اس اشارے کو پا کر وہ واقعی نہال سی تھی۔

اس کے گیت جب زیادہ ہی سُر اٹھانے لگے تو اس کی ماں نے جھڑک کر کہا۔ "کہیں پاگل تو نہیں ہوگئی ہے جو یوں چیخ چیخ کر گا رہی ہے۔ آخر کس کو سنا رہی ہے یہ گیت۔"

"امی...... میں اپنے آپ کو سنا رہی ہوں کہ آج ہی بہت خوش ہوں...... اپنی خوشی اپنے ساتھ منا رہی ہوں، اس لیے گا رہی ہوں۔"

"کوئی انعام نکل آیا ہے کیا؟" پرائز بونڈ وہ بڑے شوق سے خریدا کرتی تھی۔

"انعام سے بڑی چیز کیا ہوتی ہے...... وہ ملی ہے......" اس نے دل میں کہا اور خود شرما گئی۔

☆======☆======☆

"یہ ولی جیسا لڑکا کون ہے؟" اپنے کمرے میں آکر اپنے حواس درست ہونے کے بعد عبیر نے

اپنے پیون سے پوچھا۔

''یہ نئے آئے ہیں، صارم صاحب ہیں۔ بہت اچھے ہیں۔''

''صارم نے ہماری کمپنی جوائن کر لی ہے؟'' اس کا انٹرویو اس کے ذہن میں جیسے تازہ سا ہو گیا۔

''آپ چھٹی پر تھیں...... جب جوائن کیا تھا صاحب نے......'' پیون میز پر فائل رکھ کر چلا گیا۔

''مجھے تم اچھے لگے...... اور قدرت نے تمہیں میرے پاس بھی بھیج دیا۔'' وہ سرشاری سوچ رہی تھی۔

لنچ ٹائم میں آفس کی لڑکیاں صارم کے متعلق ہی باتیں کر رہی تھیں۔

''ہے کتنا اکڑو...... لڑکیوں سے بات کرتا ہے تو ان کی طرف دیکھتا تک نہیں ہے۔''

''لگتا ہے اپنی شاندار پرسنالٹی کا زعم ہے...... اپنے آگے کسی کو کچھ سمجھتا ہی نہیں ہے۔ جب ہی تو صرف کام...... کام اور کام کا دکھاوا کر رہا ہے۔''

''ارے فلموں کے تمام ہیروز بھی شروع میں ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

''اور سخت کتنا ہے۔ میں ایک فیکس کرنا بھول گئی تو لے کر سب کے سامنے لتاڑ دیا۔ کوئی تمیز اور تہذیب بھی ہوتی ہے۔ لگتا ہے لڑکیوں سے بات تک نہیں کرنی آتی۔''

آفس ورکرز باری باری صارم پر تبصرہ کر رہی تھیں۔

عبیر کسی کام سے ان کے کیبن کے سامنے سے گزری تو اس نے اسے فائلوں پر جھکے ہوئے پایا۔

چھٹی کے بعد وہ قصداً اس کے کیبن کے سامنے والی ٹیبل پر ایک فائل لے کر بیٹھ گئی اور جب وہ باہر نکلا تو اس نے اس کو اچانک دیکھنے کی اداکاری کرتے ہوئے گھبراہٹ میں سلام کر ڈالا۔

''وعلیکم السلام......'' وہ آہستگی سے کہتے ہوئے یوں آگے بڑھ گیا جیسے اس کے بجائے در و دیوار کو اس نے جواب دیا ہو اور عبیر حیرت سے اسے یوں جاتا دیکھتی رہی۔

☆======☆======☆

''تمہاری ایک ایک بات جھوٹی تھی۔''

''تم نے اپنے بھائی کے بارے میں جو کہا تھا وہ بھی غلط تھا۔''

''دراصل تم نے اپنی شادی کرنے کے لیے ہم سب سے ہی جھوٹ بولا۔''

عائشہ کی شادی کا وہ ساتواں دن تھا...... جب تنویر کے آفس جانے کے بعد صنوبر نے اس کے کمرے میں آکر کہا۔

''میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھی۔'' وہ ہکا بکا سی اپنی نند کو دیکھ رہی تھی جو اپنے دونوں ہاتھ کولہوں پر رکھے کسی لڑائی کا آغاز کرنا چاہتی تھی۔

''تم نے کہا تھا ناں وسیم بہت کم سخن ہے، شرمیلا ہے، لڑکیوں سے بات کرتے ہوئے جھجکتا ہے، اس لیے وہ تم سے بات نہیں کر رہا مگر میں نے شادی، ولیمے اور چوتھی کی تقاریب میں بطورِ خاص یہ بات نوٹ کی کہ وہ سوائے میرے سب سے باتیں کرتا ہے...... ہنستا، ہنسانا بھی خوب جانتا ہے، مذاق کرنا بھی

آتا ہے۔ لطائف تو اس سے زیادہ کسی کو یاد ہی نہیں ہیں۔ لڑکیوں کو دیکھ کر اپنے دوستوں میں ریمارکس بھی پاس کرتا ہے مگر صرف میری شکل دیکھ کر اس کی بولتی بند ہو جاتی ہے۔ مجھ سے بات کرنا تو درکنار...... وہ میری کسی بات کا جواب تک دینا پسند نہیں کرتا۔''

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے صنوبر...... ایسی کوئی بات نہیں۔'' عائشہ نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''غلط فہمی تمہاری باتیں سن کر ہو گئی تھی مگر اب میری آنکھوں سے پردہ ہٹ گیا ہے۔ دنیا کے تمام منگیتر تو بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور وسیم مجھے آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا...... جیسے کہ میں کوئی چڑیل ہوں یا ایسی بلا ہوں جسے دیکھ کر اس کی طبیعت مکدر ہو جانے کا خدشہ ہو۔''

''اگر تم منفی انداز میں سوچ رہی ہو تو میں کیا کہہ سکتی ہوں۔''

''بہت کچھ کہہ سکتی ہو۔'' صنوبر نے تمسخر سے کہا۔

عائشہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ جو اپنے سوٹ کیس میں سے کپڑے نکال کر اپنی الماری میں ٹانگ رہی تھی، یکلخت رک سی گئی۔

''تمہیں اپنا جہیز کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اگر تمہارا بھائی مجھ سے شادی نہیں کرے گا تو تمہیں اپنے گھر واپس جانا ہوگا۔ یہ بات تنویر بھائی نے اپنی شادی والے دن مجھ سے کہی تھی۔ شہر والوں کی چالاکیاں مشہور تو بہت ہیں مگر ہر جگہ ان کی دال نہیں گلا کرتی ہے۔''

''وسیم تم سے ضرور شادی کرے گا یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔''

''دیکھ لیں گے مگر مجھے ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ خیر مجھے اس سے محبت تھوڑی ناں ہوئی ہے کہ منگنی کے بعد میں اس کی دیوانی ہو جاتی۔ ناں تو ناں سہی مگر اس کی بہن یہاں نہیں رہ سکتی یہ بات اس کو معلوم ہونی چاہئے۔''

صنوبر اپنی بات کہہ کر رکی نہیں، دروازہ دھڑ سے مارتے ہوئے وہ باہر چلی گئی۔

عائشہ جو سوٹ کیس کھولے بیٹھی تھی۔ اس نے از خود اپنے پاس رکھے ہوئے کپڑے دوبارہ اس میں ڈال دیے اور سوٹ کیس بند کر دیا۔

آج صبح تنویر آفس جاتے ہوئے اس سے کہہ کر گیا تھا۔

''جب میں آؤں تو خوب تیار ملنا۔ اپنے جوڑے جو تم لے کر آئی ہو...... روزانہ پہن کر مجھے دکھایا کرو کہ میں بھی تو دیکھوں کہ کون سا رنگ تم پر زیادہ اچھا لگتا ہے۔'' تنویر کی باتیں سن کر عائشہ اپنے سوٹ کیس میں سے پلاسٹک کی تھیلیاں پھاڑ کر جوڑے نکال کر ہینگ کر رہی تھی۔ ابھی اس کا سامان پورا کہاں نکلا تھا۔

شام کو جب تنویر آیا تو وہ تیار تو تھی مگر چہرہ بجھا بجھا سا تھا۔ دلہن کے چہرے کی جو سرشاری ہوتی ہے وہ ناپید تھی۔

''کیا بات ہے، اتنی اداس سی کیوں نظر آ رہی ہو؟ کیا میکہ یاد آ رہا ہے؟''

''نہیں، ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔'' وہ گلوگیر لہجے میں بولی۔

"میں نہیں مانتا...... یقیناً کوئی ایسی بات ضرور ہوئی ہے جس سے تمہارا شگفتہ سا چہرہ مرجھا کر رہ گیا ہے۔" تب اس نے دھیمے سے لہجے میں صنوبر کی کہی ہوئی باتیں دہرائیں تو آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

اس کا خیال تھا کہ اس کی باتیں سن کر تنویر اس کے آنسو از خود پونچھے گا اور اسے تسلی دے کر کہے گا کہ اس کی بہن بے وقوف اور جذباتی سی لڑکی ہے۔ جس کی باتوں کو وہ کوئی اہمیت نہ دے مگر وہ تو سنجیدہ ہو کر اس کے پہلو سے اٹھ کر سامنے صوفے جا بیٹھا تھا۔

"عائشہ تمہیں صنوبر کی باتیں سن کر برا تو لگا ہوگا۔" بالآخر وہ بول ہی اٹھا اور اسے تشفی سی ہوئی اور اس نے محبت اور چاہت سے تنویر کو دیکھا جو واقعی اس کی دلی کیفیت کو جان گیا تھا۔

"ہاں...... جانو...... مجھے بہت تکلیف ہوئی...... یہ سب سن کر......"

"مگر صنوبر نے کچھ بھی غلط نہیں کہا۔" اس کا لہجہ کسی چٹان کی طرح اٹل تھا۔

"جی......؟" اس نے حیرت سے تنویر کو دیکھا۔

"ہاں...... عائشہ...... یہ حقیقت ہے کہ اگر تمہارا بھائی میری بہن صنوبر سے شادی نہیں کرے گا تو میں بھی تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

"مگر میرا بھائی تو ابھی پڑھ رہا ہے۔"

"اگر وہ ساری زندگی پڑھتا رہے گا تو کیا ہم لوگ انتظار گاہ میں بیٹھے رہیں گے۔" لہجہ خاصا برہمی لیے تھا۔ "ہمارے پاس صرف سال یا ڈیڑھ سال ہے۔ اس عرصے میں وسیم کو لازماً صنوبر سے شادی کرنی ہوگی ورنہ حالات جس تیزی سے تبدیل ہوں گے وہ جان بھی نہیں سکے گا۔"

"تنویر...... اس نے کہا ہے کہ وہ صنوبر سے شادی کرے گا۔" وہ لجاجت بھرے لہجے میں بولی۔

"یہ دلاسہ تو اس نے تم کو دیا ہے مگر حقیقت میں کیا چاہتا ہے اس بارے میں ہم لوگ اسی وقت جان سکیں گے جب تمہارا بھائی میری بہن سے شادی کرے گا۔"

"اس میں میرا کیا قصور ہے؟" اب آنسو بھل بھل اس کے رخساروں کو بھگو رہے تھے۔

"میری بہن کا کیا قصور ہے؟ اس کو افسردہ اور دکھی دیکھ کر کیا میں خوش وخرم زندگی گزار سکتا ہوں، ہرگز نہیں۔"

وہ تنویر...... جو چند لمحے پہلے اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا، اس کے چہرے کی اداسی کو اپنے دل پر لے رہا تھا۔ اب اس کو آنسو بہاتا دیکھ کر کمرے سے باہر جا چکا تھا۔ جیسے اسے ان آنسوؤں سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

تنویر بھی صنوبر کی طرح اڑیل مزاج کا ہوگا...... اس کا اندازہ اسے آج پہلی مرتبہ ہوا تھا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت رو رہی تھی مگر اس کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں تھا...... اور وہ اپنے آپ کو بے حد تنہا اور اکیلی سمجھ رہی تھی۔

☆======☆======☆

"صاحب صدر! ادب اخلاقیات کا درس دیتا ہے اور علم آدمی کو انسان بنا دیتا ہے۔ علم وادب کی ترویج کے لیے کام کرنے والے ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔ صاحب صدر! زندگی صرف کھا پی کر اور سو کر گزاری نہیں جا سکتی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے۔ استاد سبق دے کر امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتی ہے۔"

ہفتہ طلبا کا آج آخری دن تھا اور عینی اردو تقریری مقابلے میں حصہ لے رہی تھی اور صارم جو اس گرلز کالج میں اپنے ایم ڈی کے اچانک باہر جانے کی وجہ سے چیف گیسٹ بن کر آیا تھا، عینی کو دیکھ کر کھو سا گیا۔

وہ خود زمانہ طالب علمی میں ایک آل راؤنڈر طالب علم رہا تھا اور گزشتہ پانچ روز سے وہ مس قرۃ العین کو ہر ہر پروگرام میں شریک دیکھ رہا تھا۔ لوک گیتوں کے مقابلے میں وہ سب سے آگے رہی تھی۔ فینسی ڈریس شو میں دیہاتی لڑکی کا لباس اس پر بے حد سوٹ کیا تھا۔ ڈرامانگاری میں امراؤ جان ادا کے ایک سین میں امیرن بنی ہوئی وہ کوہ قاف سے آئی ہوئی کوئی پری سی لگ رہی تھی۔

اور آج اردو ڈبیٹ میں اس کا لہجہ اس کے دلائل اور اس کا یقین کچھ ایسی مقناطیسیت لیے ہوئے تھے کہ چاروں ججز نے وہی فیصلہ کیا تھا جو صارم کے دل کا تھا۔

وہ صارم سے شیلڈ لیتے ہوئے اتنی خوش تھی کہ اس کے رخساروں پر سرخی سی پھوٹ رہی تھی اور جب آل راؤنڈر طالبہ کے میڈل کے لیے قرۃ العین کا نام پکارا گیا تو صارم کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اسے ایسا لگا جیسے یہ میڈل اس کے کسی بے حد اپنے کو مل رہا ہو۔

گو وہ نہ چھچھورا تھا اور نہ ہی لڑکیوں سے بات چیت کے مواقع ڈھونڈنے والا...... مگر بطور چیف گیسٹ وہ میڈل دیتے ہوئے نہ جانے کیسے اس کے لبوں سے آپ ہی آپ نکلا۔

"آپ تو بہت لکی ہیں سارے کے سارے میڈل آپ ہی لے اڑیں۔"

"محنت بھی تو میں نے بہت کی تھی۔"

"وہ تو سب نے ہی کی ہوگی۔"

"ہاں...... قسمت نے میرا ساتھ دیا ہے۔" وہ دھیمے لہجے میں مسکرا کر بولی۔

"اللہ آپ کو ایسی ہی کامرانیاں عطا کرتا رہے۔"

وہ بھی اتنے آہستگی سے بول رہا تھا جیسے اس کے کان میں بول رہا ہو۔ اس کے لہجے میں یقیناً ایسا کچھ تھا، عینی نے اسے چونک کر دیکھا۔ خوشی اور آس کے چراغ اس کی دونوں آنکھوں میں رقصاں تھے۔

"تھینک یو سر......" وہ ڈائس سے نیچے اتر آئی۔

"اور جب ایوارڈ ونرز کا گروپ فوٹو بننے کا مرحلہ شروع ہوا تو صارم قصداً طالبات کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔ وہ اس طرح کہ عینی اس کے بالکل برابر کھڑی تھی اور اسٹاف ممبران کرسیوں پر استادہ تھے۔ کیمرے کی لائٹس ایک ساتھ روشن ہوئیں اور اگلے دن اخبارات میں جہاں اس کالج کے ہفتہ طلبہ کی روداد شائع ہوئی۔ وہاں قرۃ العین کی تعریف وتوصیف کے ساتھ اس کی وہ تصویر بھی جگمگا رہی تھی۔ جب وہ

میڈلز اور شیلڈز ہاتھ میں پکڑے مہمانِ خصوصی صارم کے ساتھ کھڑی تھی اور صارم کے چہرے پر حقیقی خوشی مجسم تھی۔

ثمینہ نے صبح اخبار دیکھا تو عینی کے ساتھ کھڑے ہوئے صارم کو دیکھ کر پوچھا۔

"یہ اتنی ڈھیر ساری لڑکیوں میں یہ لڑکا کیوں آ کر کھڑا ہو گیا ہے؟"

"امی...... یہ تو ہمارے چیف گیسٹ تھے انہوں نے ہی تو ہمیں یہ شیلڈز اور میڈل دیے تھے۔"

"مگر چیف گیسٹ تو بڈھا سا ہوتا ہے، یہ تو بالکل جوان لڑکا ہے۔" ثمینہ نے تصویر کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"امی...... یہ کس کتاب میں لکھا ہے کہ چیف گیسٹ کو بڈھا ہونا چاہیے۔"

"چلو ہم نے کالج اور یونیورسٹی نہیں دیکھی......مگر فلموں اور ڈراموں کے چیف گیسٹ تو دیکھے ہیں ناں۔ اچھے خاصے پچاس یا پچپن سے اوپر کے ہوتے ہیں۔ اداکار طالش اتنے اچھے چیف گیسٹ بنا کرتے تھے کہ فلموں میں غریب طالبات کی مدد کر کے گھر جاتے تھے۔"

"امی...... یہ فلموں والا چیف گیسٹ نہیں ہے ناں...... یہ تو بے حد ذہین شخصیت ہیں۔ ٹی وی پر ان کا انٹرویو بھی آیا تھا۔ میں تو انہیں دیکھتے ہی پہچان گئی تھی۔"

"مجھے تو ہیرو سا لگ رہا ہے۔ اس کی شباہت اداکارہ دلی سے نہیں ملتی، ہے ناں۔" ثمینہ نے آنکھوں پر چشمہ لگا کر دیکھا۔

"اللہ نہ کرے......" عینی کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔ ثمینہ نے بیٹی کو دیکھا......اسے لگا جیسے اس کے جملے سے عینی کو دکھ سا پہنچا ہو۔

"چیف گیسٹ تو کوئی بھی آئے......اس سے بھلا فرق کیا پڑتا ہے؟"

"کیوں نہیں فرق پڑتا...... اگر ہماری بات کوئی سمجھ رہا ہے تو اچھا لگتا ہے......اور اگر ہم کسی ایسے کے سامنے اپنا مطمعِ نظر بیان کر رہے ہیں جس کو یہ ادراک ہی نہیں ہے کہ ہم نے کہا کیا ہے تو پھر کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔"

"میڈل یا شیلڈ کوئی بھی دے دے......خوشی تو ہوتی ہے ناں......" ثمینہ اب بیٹی کا گہری نظروں سے جائزہ بھی لے رہی تھیں۔

"امی یہ میڈلز اور شیلڈز تو بازار میں بھی مل جاتے ہیں اگر بازار سے خرید کر گھر میں رکھے جائیں تو کیا اس کی خوشی ہو گی؟"

"ہرگز نہیں۔ چلو تقریبات کا ہفتہ تو ختم ہو گیا تمہاری ساری محنت کام میں آ گئی۔"

"امی محنت تو سب نے ہی کی ہو گی، بس اللہ کا کرم اور میری قسمت نے میرا ساتھ دیا۔ جب ہی تو آل راؤنڈر طالبہ کا میڈل بھی مجھے ملا ہے۔" وہ سرشار سے لہجے میں بولی۔

"ہاں، یہ بات تو ہے۔" ثمینہ بھی بیٹی کو خوش دیکھ کر خوش ہو گئیں۔

☆======☆======☆

"ارے صارم کی اتنی خوبصورت تصویر......" عبیر نے صبح سویرے اخبار دیکھا تو صارم کی تصویر دیکھ کر سرشار سی ہو گئی۔

"موصوف مسکرانا بھی جانتے ہیں۔" وہ تصویر سے جیسے باتیں کر رہی تھی۔

"ڈریسنگ بھی اچھی کی ہے۔"

"واقعی تم اس قابل ہو کہ تقاریب میں چیف گیسٹ بنائے جاؤ۔" عبیر کی نظریں صرف صارم کی تصویر پر ہی جمی ہوئی تھیں۔ اس کی نظر ابھی تک عینی یا دیگر لڑکیوں کے جمگھٹے پر نہیں پڑی تھی۔

"کیا آج اخبار میں کوئی خاص خبر چھپی ہے؟" باجی اس کے کمرے میں تیسری مرتبہ آئیں تو اسے اخبار پر ہی جھکے دیکھا۔

"باجی دیکھیں......صارم کی تصویر......کتنی اچھی ہے......ایسا لگ رہا ہے ناں جیسے ہیرو اپنی کسی نئی فلم کے پریمیئر میں آیا ہو۔"

"ہوں......اچھی ہے......مگر اس کے ساتھ ہیروئن کھڑی ہے، وہ بھی اچھی لگ رہی ہے۔" انہوں نے ایک سرسری سی نظر ڈال کر کہا۔

"ہیروئن کہاں ہے؟" عبیر نے بہن سے پوچھا۔

"تمہاری نظریں صارم پر سے ہٹیں تو تمہیں پتا چلے کہ اس کے پہلو میں ایک کامنی سی ہیروئن بھی کھڑی ہے۔"

"ارے اوہ......اس چھپکلی کو تو میں نے دیکھا ہی نہیں۔ ہو گی کوئی فرسٹ ایئر فول...... جسے چیف گیسٹ کے ساتھ تصویر کھنچوانے کا شوق بھی ہو گا۔"

"شوق نہیں مراق لگ رہا ہے......آج کے سارے اخبارات میں یہ لڑکی صارم کے ساتھ ہر تصویر میں موجود ہے۔"

"باجی گرلز کالج کی تقریب میں لڑکیاں ہی ہونی تھیں، کوئی بوائز کی تقریب تو نہیں تھی۔"

"صارم راجا اِندر بنا کیسا خوش نظر آ رہا ہے......؟" باجی نے ایک دوسرے اخبار کی تصو۔ عبیر کو دکھاتے ہوئے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ موصوف ہنسنا بھی جانتے ہیں اور آفس میں قصداً منہ باندھے بیٹھے رہتے ہیں۔"

"آفیسر بن کر اتراتا ہو گا۔" باجی نے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہی بات ہو۔"

اس دن آفس جا کر عبیر سارا دن یہی کوشش کرتی رہی کہ صارم سے اس کی تصویر کے بارے میں کوئی رائے دے یا کم از کم اتنا تو کہہ ہی دے کہ آپ کی تصویر بہت اچھی لگی مگر صارم کی سنجیدہ سی شکل دیکھ کر اس کی اس سے کہنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی جبکہ جبکہ شام کو جب وہ اپنے کمرے سے جانے کے لیے نکلا تو عبیر اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے بولی۔

"سر آج آپ کی تصویر اخبار میں دیکھی تھی۔"

"ہوں......" اس نے یوں ہنکارہ بھرا جیسے اس کی بات کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو یا جیسے اس بات کی کوئی پرواہی نہ ہو۔

"سر کیا آپ نے آج کے اخبارات میں اپنی تصویریں نہیں دیکھیں؟" اس نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"میں کوئی سیاسی بندہ تھوڑی ہوں جو اخبار میں اپنی تصویریں ڈھونڈوں گا۔" یہ کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آگے نکل گیا۔

"واقعی صارم نے اپنی تصویریں دیکھی ہی نہیں۔" عمیر کو پورا یقین سا آ گیا۔

"ہے بھی لاپروا سا بندہ...... مارے باندھے تقریب میں تو چلا گیا...... مگر اس کے بعد سب کچھ بھول گیا ہوگا۔"

☆======☆======☆

"تمہیں دیکھنے کے بعد...... میں واقعی تمہیں بھول نہیں سکتا......" رات گئے سب کے سونے کے بعد آج کے تمام اخبارات اپنے سامنے پھیلائے صارم ایک ٹکٹکی باندھے عینی کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ذہانت اور حسن بہ مشکل ہی یکجا نظر آتے ہیں مگر تمہیں دیکھ کر تو یقین آ گیا کہ اللہ نے دونوں ہی خوبیاں تمہیں عطا کی ہیں۔"

ہنستی مسکراتی عینی کا ہر پوز...... صارم کو اچھا لگ رہا تھا۔

"کاش...... تم مجھ سے جلد ہی ملو کہ پہلی مرتبہ کسی کو دیکھ کر دل اس کی جستجو سی کر رہا ہے۔"

برآمدے میں کچھ کھٹکا سا ہوا تو صارم نے سارے اخبارات کسی خزانے کی طرح سمیٹ کر اپنی الماری میں منتقل کر دیے۔

وہ بستر پر سینے پر اپنے دونوں ہاتھ باندھے آنکھیں موندے لیٹا تھا مگر اس کے ساتھ عینی کا چہرہ تھا، وہ دف بجاتے ہوئے لوک گیت گا رہی تھی۔ اس کی نشیلی آنکھیں، گداز لب، اس کے گالوں کا ڈمپل...... سب اس کی آنکھوں کو خیرہ سا کر رہے تھے۔

صارم کو ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ کالج کی تقریب میں بیٹھا اسے دیکھ رہا ہو۔ رات کب گزری اسے پتا ہی نہیں چلا۔ صبح جب فجر کی آذان کانوں میں سنائی دی تو اسے اندازہ ہوا کہ آج وہ تمام رات سو ہی نہیں سکا تھا۔

☆======☆======☆

"بھیا تو اس وقت نہیں ہیں۔" جب وسیم نے تیسری بار اپنے دوست احمد کے گھر بیل دی تو انٹرکام سے خوباں نے جواب دیا۔

"مجھے یہ لفافہ دینا ہے احمد کو پلیز آپ لے لیں۔"

خوباں نے دروازہ کھولا تو وسیم ہاتھ میں پیکٹ لیے کھڑا تھا۔

"اچھا آپ ہیں، بھیا نے کہا تھا۔ وسیم آئیں تو انہیں بٹھا لینا۔ بس وہ شاپ تک گئے ہیں...... قریب ہی ہے وہ شاپ بھی۔"

"ٹھیک ہے......" وسیم آ کر لاؤنج میں بیٹھ گیا، یہ چھوٹا سا فلیٹ ضرور تھا مگر اسے بڑی خوبصورتی اور سلیقے سے سجایا گیا تھا۔

خوباں...... احمد کی بہن تھی جو وسیم کی شاعری کی دلدادہ تھی، جب سے اس کے بھیا نے وسیم کی شاعری کے بارے میں بتایا تھا، وہ اس کو اچھا لگنے لگا تھا۔

"کیا آپ اپنی کوئی کتاب لے کر آئے ہیں؟" خوباں نے اس کے پیکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ارے نہیں بھئی، میں اتنا بڑا شاعر کہاں ہوں، بس تک بندی کر لیتا ہوں، شاعری کے مجموعے تو بڑے بڑے شاعروں کے آتے ہیں۔"

"مگر بھیا نے تو بتایا تھا کہ آپ تو بہت اچھے شاعر ہیں۔"

"احمد کا تو کام ہی یہ ہے کہ ہر بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرے۔ میرے ایک دو شعر سن کر اگر اس نے مجھے شاعر کا نام دے دیا تو پلیز اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے۔"

"کیا آپ مجھے اپنا ایک آدھ شعر سنا سکتے ہیں؟" خوباں نے ملتجی سے لہجے میں کہا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ...... شاعر نہ سہی مگر شاعروں والی خوبو میں بھی رکھتا ہوں...... کہ کوئی فرمائش کرے تو جھٹ اشعار سنانا شروع کر دیتا ہے۔"

"جی...... ارشاد فرمائیے۔" خوباں نے شائستگی سے کہا۔

وسیم نے ہلکا سا کھنکارا اور مخمور لہجے میں بولا۔

ذہن کے تاریک گوشوں سے اٹھی اک صدا
میں نے پوچھا کون ہے؟ اس نے کہا کوئی نہیں
(شہزاد احمد)

سو ایک شعر اور عرض ہے۔

کہیں بھی پانی کا نام و نشان نہیں موجود
وہ بیٹھے بیٹھے مگر کشتیاں بناتا ہے
(عادل منصوری)

"اس کا خیال ہے کہ جب بجلی آئے گی تو پانی آئے گا اس لیے وہ کشتیاں بنا رہا ہوگا۔" خوباں بے اختیار ہنستے ہوئے بولی۔

وسیم اس بھولی بھالی لڑکی کو ہنستے ہوئے دیکھ کر سوچنے لگا کہ کیا لڑکیاں ہنستے ہوئے اتنی خوبصورت بھی لگ سکتی ہیں۔

"اچھا اب میں چلتا ہوں۔ احمد آئے تو آپ بتا دیجئے گا۔" وسیم کو یہ خیال ہوا کہ اسے تنہائی میں

یوں بیٹھنا نہیں چاہیے تو وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

خوباں نے چاہتے ہوئے بھی اسے نہیں روکا۔

ابھی وہ فلیٹ کی سیڑھیاں اتر ہی رہا تھا کہ احمد سے ٹکراؤ ہو گیا۔

''کہاں بھاگے جا رہے ہو؟''

''تم نہیں تھے تو کیا کرتا؟''

''تمہارے لیے ہی کھانے پینے کا سامان لینے گیا تھا اوپر چلو اور گرم گرم چائے کے ساتھ یہ بیکری کا سامان اپنے حلق سے اتارنا۔''

''یار..... میں پھر آؤں گا.....'' وہ خوباں کی وجہ سے رکنا نہیں چاہ رہا تھا۔

''شرافت سے چل اوپر، پورے 30 درہم کا نقصان ہوا ہے میرا..... پہلے وہ ٹھونس لو پھر جانا۔'' احمد نے لاڈ بھرے لہجے میں اسے دھکیلا تو وہ اس کے ساتھ چلا آیا۔

''خوبی..... فرسٹ کلاس چائے بناؤ۔'' احمد نے فلیٹ میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

خوباں..... وسیم کو دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ کسی بوتل کے جن کی طرح دس منٹ میں وہ ٹرالی سجا کر لے آئی اور وسیم کے لبوں سے شکریے کا لفظ تک نہیں نکلا۔

اسے صنوبر بالکل پسند نہیں تھی۔ اس نے ماں کو انکار بھی کیا تھا مگر خوشامد بھری التجا اس سے رد نہیں کی گئی تھی۔

مگر اب جب سے اس نے خوباں کو دیکھا تھا، صنوبر سے اس کا تعلق گلے میں رسی کے پھندے کی طرح لگ رہا تھا۔ عائشہ کی شادی کے موقع پر اسے صنوبر کو قریب سے دیکھنے کو موقع ملا تھا۔

شکل وصورت تو اللہ کی بنائی ہوئی تھی اس میں وہ نقص تلاش نہیں کرتا تھا۔ ہاں اس کے برے اخلاق اور رعونت بھرے لہجے نے اس کا دل توڑ کر رکھ دیا تھا۔

''پچاس روپے میں نے تمہیں دیے ہیں۔ تم نوکرانی ہو..... کم از کم ایک گھنٹے تک میرے پیر دباؤ۔'' گھر کی پرانی ملازمہ کو اس انداز سے باتیں کرتے دیکھ کر اسے شرم سی آئی تھی۔

''شہر والوں نے جہیز خاک نہیں دیا..... صرف نام ہی نام ہے آپ لوگوں کا۔'' اس کی بہن سے وہ کمرے میں باتیں کر رہی تھی مگر اس کی آواز باہر صاف سنائی دے رہی تھی یا پھر وہ قصداً ہی زور سے بول رہی تھی۔ اس کی منشا ہی یہ تھی کہ اس کی بات سب لوگ سن لیں۔

''تنویر ماشاءاللہ بہت خوش ہے۔ اس کی نظریں تو اپنی دلہن پر سے ہٹ ہی نہیں رہی ہیں۔'' بڑی خالہ نے ہنس کر صنوبر سے کہا تھا۔ (یہ عائشہ کی رخصتی سے آدھ گھنٹے پہلے کی بات تھی)

''خالہ جی! عشق کی شادیاں ایسی ہی ہوا کرتی ہیں۔'' صنوبر نے گو ہنس کر کہا تھا مگر وسیم کے بے حد کس کر لگا تھا۔

اس کا دل چاہا تھا کہ صنوبر کا چہرہ تھپڑوں سے سرخ کر دے مگر وہ دل مسوس کر رہ گیا تھا۔

اپنے جگری دوست احمد کو جب جا کر بتایا تھا تو اس نے لاپروائی سے کہا تھا۔

''دفع کرو ایسی لڑکی کو جو بدتمیز ہونے کے ساتھ ساتھ بدلحاظ اور منہ پھٹ بھی ہو۔''

''تمہاری بہن کی شادی ہو گئی ہے اب وہ لوگ زبردستی تو تم سے شادی نہیں کر سکتے جبکہ وہ تمہیں پسند ہی نہیں ہے تو اس کی یا اپنی زندگی خراب کیوں کرنا چاہتے ہو۔''

''اسے دیکھ کر میرے دماغ کی رگیں تن جاتی ہیں۔''

''یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ اپنی جان کے ساتھ ڈپریشن کا گولا باندھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''مگر میری بہن کی شادی تو وٹے سٹے کی ہوئی ہے اگر میں صنوبر سے شادی نہیں کروں گا تو تنویر کہیں میری بہن کو تنگ نہ کرے۔'' اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا تھا۔

''یار اب کہاں کی باتیں کر رہے ہو۔ تنویر کو اگر تمہاری بہن پسند نہ ہوتی تو کبھی تمہارے تایا، تائی یہ رشتہ نہ کرتے اور اگر تم وٹے سٹے کی ہامی نہ بھی بھرتے تب بھی تنویر..... عائشہ سے ضرور شادی کرتا..... تم سیدھے سادے لوگ ہو..... جوان لوگوں نے کہا اس پر ہامی بھرتے چلے گئے۔''

''مگر وعدہ ایفا نہ کرنا بھی تو بری بات ہو گی۔''

''میرے یار کون کہہ رہا ہے کہ بدعہدی کرو۔ بس کچھ عرصے اپنے آپ کو پڑھائی میں مشغول دکھاؤ۔ اس اثنا میں اس لڑکی کی شادی ہو ہی جائے گی۔ تب تم بھی کر لینا۔ بعد میں شادی کرو گے تو تم پر انگلیاں بھی نہیں اٹھیں گی۔''

''احمد یار..... تم میرے خاندان کو نہیں جانتے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر فتنے فساد کرنے والے لوگ ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری پھول جیسی بہن پر کوئی آنچ آئے۔''

''تم کون سے شادی سے انکاری ہو۔ بس وقت مت دو کہہ دو کہ فی الحال تم شادی نہیں کر سکتے، خود ہی معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''پتا نہیں ٹھیک ہو جائے یا بگڑ جائے گا۔'' وسیم کا ذہن الجھا ہوا تھا۔

''میرے دوست جب تم جوتا خریدنے جاتے ہو تو پندرہ دکانیں کھنگالتے ہو اور کپڑے خریدتے ہو تو شاپنگ مال کے تین فلور دیکھ ڈالتے ہو اور اب شادی کے لیے لڑکی وٹے سٹے والی وہ بھی ایسی جو تمہارے معیار پر کہیں پوری نہیں اترتی ہے، بے جوڑ شادی کے بعد خود بھی پریشان ہو جاؤ گے اور اس لڑکی کی زندگی علیحدہ اجیرن کرو گے۔ اب خواہ مخواہ کسی لڑکی کے ساتھ زبردستی شادی کرنا بھی تو کوئی مستحسن اقدام نہیں ہے جبکہ تم اسے پسند ہی نہیں کرتے ہو اور نہ ہی اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتے ہو۔''

''سمجھ میں نہیں آتا یار کہ میں کیا کروں؟'' وسیم نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

''دو غلے اندازِ فکر چھوڑو..... سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا'' اور پھر وسیم واقعی سب کچھ ہی بھول بیٹھا۔

☆======☆======☆

''امی آپ اتنے بڑے اسکول کی ٹیچر ہیں جہاں آپ کی علاوہ پچاس ٹیچرز اور ہیں اور آپ ہمیشہ یہ کہتی ہیں کہ آپ ہر ٹیچر کی فطرت سے واقف ہیں۔ کون ٹیچر کیا چاہتی ہے اور اس سے کس طرح بات کرنی چاہیے..... آپ کو یہ سب اچھی طرح معلوم ہے.....!'' سارہ کا لہجہ تمسخر آمیز تھا۔

"ظاہر ہے اپنے بال دھوپ میں سفید نہیں کیے میں نے اور ہیئر کلرز لگانے سے عقل و دانش میں بھی کوئی کمی نہیں آتی ہے"۔ سارہ کی ماں نے بیٹی کی بات سن کر قہقہہ لگا کر کہا۔

"مگر میری ساس کے بارے میں آپ کی رائے، آپ کا تجزیہ بالکل غلط ثابت ہو رہا ہے۔ آپ جو بات کرتی ہیں وہ غلط ہو جاتی ہے۔ آپ یہ بات کیوں نہیں مان لیتیں کہ اس دنیا میں اچھی ساسیں بھی موجود ہوتی ہیں جن کے وجود سے ان کی بہوؤں کو خوشیاں اور محبتیں ملا کرتی ہیں۔"

"پیاری بیٹی میں انہونی کو ہونی کیسے سمجھ لوں...... جبکہ مجھے پتا ہے کہ تمہاری ساس بے حد چھوٹے دل و دماغ کی عورت ہے۔"

"امی اگر وہ تیز و چالاک ہوتیں تو اچھے جہیز کا مطالبہ کرتیں۔ جیسے دیگر لوگ باتوں ہی باتوں میں کیا کرتے ہیں۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ اس سے قبل میرے جو دو رشتے آئے تھے۔ ان کو آپ نے اس وجہ سے منع کیا تھا کہ ایک خاتون نے گاڑی کا مطالبہ کیا تھا اور دوسری نے سجے سجائے فلیٹ کا جبکہ آنٹی کی پہلی بات ہی یہ تھی کہ آپ لوگ انتہائی سادگی سے شادی کریں۔ ہمیں کچھ نہیں چاہئے، ہمارے گھر میں ہر چیز ہے۔"

"ان کی سادگی کا مطلب صرف اپنے حوالے سے تھا کہ نہ انہوں نے ڈھنگ کی بری دی اور نہ ہی ولیمے میں ہزاروں لوگوں کو بلا کر کھانا کھلایا۔ ایسا شخص جس کا حلقۂ احباب بھی خوب بڑا سا ہو...... اس کے ولیمے میں دو ڈھائی سو سے زیادہ مہمان نہیں تھے اور وہ بھی زیادہ تر رئیس منزل کے رہنے والے غریب غربا تھے۔"

"اگر کسی کی فیملی بڑی نہیں ہے تو وہ خواہ مخواہ کیوں لوگوں کو اکٹھا کرتا پھرے...... اور پھر وہ بارات بھی تو صرف پچیس افراد کی لائے تھے۔ انہوں نے آپ پر بھی تو کوئی وزن نہیں ڈالا تھا۔"

"مجھے تو لگتا ہے کہ تیری ساس نے تجھے واقعی کچھ گھول کر پلا دیا ہے، گھر میں داخل ہوتی ہے تو ساس کی تعریف کرتی ہوئی آتی ہے۔ شاید تجھے پتا نہیں ہے کہ اگر کوئی مٹی کی مورت بھی اپنی ساس قرار دے دے تو وہ بھی ڈھیلے مارنے شروع ہو جائے گی۔"

"یہ سب بیکار کی باتیں ہیں۔ آپ اچھے کو اچھا کہنا سیکھئے۔ خواہ مخواہ کسی پر بہتان باندھنا کوئی اچھی بات تھوڑی ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... جب سر پر پڑے گی تو تمہیں خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ساس کس کو کہتے ہیں اور ماں کیا ہوتی ہے۔"

"میری تو ماں بھی اچھی ہے اور ساس بھی...... اس لحاظ سے تو میں بڑی خوش نصیب ہوئی۔" اور اس کی امی اس کی باتوں کو سن کر یوں ہنس دیں جیسے وہ کوئی لطیفہ سنا رہی ہو۔

☆======☆======☆

سارہ کی شادی کو چھ ماہ ہو گئے تھے مگر وہ صبح دیر سے ہی اٹھ رہی تھی۔ ایک دن بڑبڑاہٹ سے اس کی آنکھ کھلی تو ایسے لگا جیسے لاؤنج میں کوئی مہمان آیا ہوا ہو۔ اس کی نظر گھڑی پر پڑی تو بارہ بج رہے تھے۔

"اوہ...... آج میں کچھ زیادہ دیر سو لی۔" اس نے سوچا۔

"یہ دلہن بیگم کیا اپنے میکے گئی ہوئی ہیں؟" ان کے کان میں آواز آئی۔

"نہیں، گھر میں ہیں" ساس نے کہا۔

"گھر میں ہیں تو نظر کیوں نہیں آ رہی ہیں؟"

"سو رہی ہیں۔"

"کیا کہا...... آدھا دن گزر گیا۔ ابھی تک ان کا سونا ہی ختم نہیں ہوا۔"

"ابھی بچی ہے۔ سونے اور جاگنے کی روٹین آہستہ آہستہ ہی سیٹ ہوتی ہے۔"

"ایل لو...... یہ کیا کہہ رہی ہو تم۔ تمہیں بہو لانے کا فائدہ ہی کیا ہوا کہ ناشتہ خود بنا کر کھاؤ۔ دوپہر کا کھانا خود پکاؤ اور وہ پکا پکایا ٹھونسے۔ اسے شرم نہیں آتی کہ بوڑھی عورت کام کر رہی ہے اور جوان عورت کمرے میں بستر پر اینڈ رہی ہے۔"

"نہیں خالہ...... میری بہو بہت اچھی ہے۔"

"خاک اچھی ہے۔ ہم تو جب بھی تمہارے گھر آئے، تمہیں ہی کام میں جتا دیکھا اور دلہن بیگم اپنے کمرے میں بے ہوش پڑی نظر آئیں۔ جن کی آنکھ نہ کسی کے آنے پر کھلے اور نہ جانے پر۔ یہ چھوٹا سا فلیٹ اتنا بڑا محل تھوڑی ہے جو کسی کو کچھ پتا ہی نہیں چلے۔"

"خالہ جان آپ کوئی دوسری بات کریں...... میری بہو...... واقعی بہت اچھی ہے۔"

"تم جو خاندان میں سے لڑکی نہیں لائی ہو...... یہ تمہیں اس کی سزا ملی ہے کہ کیسی چالاک سی لڑکی ہے جو کام کرنے کے بجائے اپنے کمرے میں گھسی رہتی ہے۔"

"خالہ نئی آنے والیوں کو دوسروں کے گھر کے اصول اور قاعدے نہیں معلوم ہوتے۔ ان میں کمس اَپ ہونے میں کچھ تو ٹائم لگتا ہی ہے۔"

"کیسی بات کر رہی ہو۔ آج کل کی لڑکیاں اب بھولی بھالی نہیں رہیں بلکہ پکی پکائی سی ہیں اور چھ مہینے ہو گئے تمہاری بہو کو آئے ہوئے اسے ابھی تک پتا نہیں چلا کہ یہاں گھر کے لوگ صبح سویرے اٹھتے ہیں، ناشتہ کرتے ہیں۔ دوپہر بارہ بجے تک...... کھانا بھی بن جاتا ہے۔"

"ابھی میرے ہاتھوں میں دم ہے تو کام کر لیتی ہوں جب مجھ سے نہیں ہو گا تو سارہ کو ہی کرنا پڑے گا۔"

"جی نہیں...... ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ اب چلتر قسم کی بہوئیں بیمار ساس کی خدمت نہیں کیا کرتی ہیں۔ اب زیادہ تر بیمار ماؤں کا وقت اپنی کسی بیٹی کے ہاں گزرا کرتا ہے۔ بہت کم رہ گئے ہیں نیک بیٹے اور سعادت مند بہوئیں اور جو ہیں وہ بس انگلیوں پر ہی گنے جا سکتے ہیں۔"

اپنے کمرے میں بیٹھی سارہ کو یہ سن کر بہت برا لگ رہا تھا...... "کیا تھا کہ اگر آنٹی یہ کہہ دیتیں کہ میری طبیعت خراب ہے جبکہ رات کو میں نے انہیں بتایا بھی تھا کہ سر میں درد ہو رہا ہے......" اس نے دل میں سوچا۔

آنٹی کی خالہ اسے ہمیشہ ہی بری لگا کرتی تھیں مگر آج تو بہت بری لگ رہی تھیں۔ اب وہ جاگ گئی تھی مگر قصداً کمرے سے باہر نہیں نکلی اور جب وہ چلی گئیں تو کمرے سے باہر آئی۔

"خیریت تو ہے بیٹی، طبیعت تو تمہاری ٹھیک ہے ناں؟" ساس اس کو دیکھ کر پچکار کر بولیں۔

"رات آپ کو بتایا تو تھا میرے سر میں درد ہے۔" وہ قدرے برہمی سے بولی۔

"بیٹا جب تم ایک ساتھ دو، دو فلمیں دیکھو گی تو درد تو ہونا ہی تھا۔ ٹی وی لگا تار تھوڑی دیکھنا چاہیے۔ نقصان دیتا ہے۔"

"اس وقت میں اپنی امی کے ہاں جاؤں گی تو خود ہی طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔"

"مگر بیٹا پہلے کھانا تو کھالو۔ دو بج رہے ہیں۔ میں نے تو روٹیاں بھی پکا کر رکھ لی ہیں۔"

"مجھے بھوک نہیں ہے، میں امی کے ہاں جا رہی ہوں"۔ وہ بیگ میں اپنے کپڑے رکھتے ہوئے بولی۔

طاہرہ بیگم خاموش ہو گئیں اور وہ بیگ کندھے پر لٹکا کر سیڑھیاں اترنے لگی۔

اسے آج اپنی امی کی ایک ایک بات بالکل سچ معلوم ہو رہی تھی۔

آنٹی کیسی معصوم بن رہی تھیں۔ اس کی طرفداری کیسے دبے دبے لہجے میں کر رہی تھیں جیسے میں ظالم بہو ہوں اور وہ مظلوم ساس۔

ویسے تو میرے تعریفیں کرتے ان کی زبان نہیں تھکتی اور آج اپنی خالہ کو کیسے بولنے کا موقع دے رہی تھیں۔

آج یہ سب باتیں یہ خالہ جان ان کی بیٹی کے بارے میں کرتیں تو وہ انہیں ڈانٹ پھٹکار کر کب کی اپنے گھر سے نکال چکی ہوتیں۔

امی ٹھیک کہتی تھیں...... کہ آنٹی واقعی بڑی چالاک سی ہیں۔

اور جب سارہ منہ لٹکائے گھر میں داخل ہوئی تو امی نے تو اس کا چہرہ دیکھ کر ہی بھانپ لیا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہے جس سے سارہ کا چہرہ اترا ہوا تھا۔

"کیا ہوا......؟" انہوں نے پوچھا۔

تب سارہ ان کے گلے لگ کر خوب روئی اور گلوگیر لہجے میں ماں کو سب کتھا سنا ڈالی۔

"میرا تو پکا خیال ہے کہ خالہ کو یہ سب بولنے کو تمہاری پیاری سی آنٹی نے ہی کہا ہوگا۔"

"وہ خالہ...... اسی طرح کی باتیں کرنے کی عادی ہیں۔"

"نہیں بیٹا تم تو اپنے کمرے میں تھیں۔ تمہیں کیا پتا...... تمہاری ساس نے کیا پلان بنایا ہوگا۔ اب تمہارے کمرے میں کوئی کیمرہ تو لگا ہوا ہے نہیں جو تمہیں معلوم ہو جاتا کہ ان کے اشارے کنائے کیا تھے۔ تمہاری ساس نے قصداً اپنی خالہ سے کہا ہوگا...... ذرا آج میری بہو کی کلاس تم لے لو اور وہ خود اس لیے نہیں بولیں کہ وہ ویسے آپ کو بہت اچھا پیش کر رہی ہیں اور جب سارا مسئلہ دوسرا شخص حل کر رہا ہو تو انہیں بولنے کی ضرورت بھی نہیں تھی"۔

"امی آپ کی ہر بات بالکل صحیح تھی۔ آنٹی تو واقعی بہت چالاک سی ہیں، دوسرے لوگوں سے میری کھنچائی کروا رہی ہیں۔"

"تم اپنے میاں سے شکایت کرنا اور کہنا کہ یہ شریف لوگوں کا شیوہ نہیں ہوتا کہ گھر کی بہو پر نام دھرے جائیں۔ بہو گھر کی عزت ہوتی ہے، اس پر کوئی باتیں بنائے تو گھر والوں کو اس کی زبان گدی سے کھینچ لینی چاہیے۔"

"ہاں...... ہاں...... یہ تو میں ضرور کہوں گی۔"

"اور یہ بھی کہنا...... کہ آنٹی میں نہ تمیز ہے اور نہ تہذیب انہیں تو بات تک کرنی نہیں آتی...... انہیں ذرا آپ خود سمجھا دیں کہ کس سے کیا بات کرنی چاہیے...... اگر میں ان سے کچھ کہوں گی تو وہ خواہ مخواہ برا مانتی پھریں گی۔"

"امی...... میں یہ سب تو نہیں کہہ سکتی۔" ماں کی باتیں سن کر سارہ گھبرا سی گئی۔

"کیوں نہیں کہہ سکتی ہو...... اب تم ننھی سی تو نہیں رہیں۔ شادی کو چھ ماہ ہو گئے ہیں، اپنا اچھا برا خود نہیں دیکھو گی تو کون دیکھے گا۔ کب تک میں تمہیں مشورے دوں گی۔"

"امی...... وہ ہمیشہ مجھ سے کہتے ہیں کہ میری امی کی صحیح بات ہوتی ہی ہے مگر ان کی غلط بات بھی میرے لیے صحیح کا درجہ رکھتی ہے۔ اس لیے تم زندگی میں کبھی بھی مجھ سے میری ماں کی شکایت مت کرنا کہ میں یہ بات کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔"

"دیکھا کیسی جادوگرنی ہے۔ اپنے بیٹے کو کیسا مٹھی میں لے کر رکھا ہوا ہے۔ آج کل کے لڑکے کہاں پروا کرتے ہیں اپنے والدین کی۔ ایک تیرا میاں ہے کہ اسے اپنے اماں، باوا کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ سارہ تیری تو لگتا ہے کہ قسمت پھوٹ گئی ہے۔ ایسے ناقدروں میں گئی ہے جہاں تیرا وجود کبھی سر اٹھا کر جی ہی نہیں سکتا۔" امی نے سینے پر دوہتڑ مار کر کہا سارہ کی آنکھوں کے سامنے سیاہ اندھیرا سا پھیل گیا۔

☆======☆======☆

اور پھر وسیم واقعی سب کچھ بھول بیٹھا...... اسے یاد تھا تو صرف یہ کہ اسے خوباں کے پاس جانا ہے۔

احمد اس کا دوست والدہ کے ساتھ عرصہ دراز سے دبئی میں تھا اور اس کی بہن خوباں امریکہ سے طلاق لے کر اپنے بھائی کے پاس آ گئی تھی اور احمد کی یہ دلی خواہش تھی کہ اپنی بہن کی شادی کسی عقل کے اندھے سے جلد کر دی جائے اور اس کے معیار پر وسیم سو فیصد پورا بیٹھتا تھا۔

اور اب جو وہ چاہتا تھا وہی ہو رہا تھا۔ وسیم کا زیادہ سے زیادہ وقت خوباں کے ساتھ گزر رہا تھا اور پھر نہ جانے کیسے...... صنوبر کی ایک خالہ زاد بہن جو دبئی آئی ہوئی تھی اس نے وسیم کو خوباں کے ساتھ کسی شاپنگ مال میں دیکھ لیا، دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے گھوم رہے تھے۔ دبئی سے وہ واپس آئی تو پہلا فون اس نے صنوبر کو کیا۔

"تمہارے منگیتر کو دیکھا تھا کہ مگر وہ کسی لڑکی کے ساتھ گھوم رہے تھے"۔

صنوبر نے تو فون سننے کے بعد ہی چیخنا چلانا شروع کر دیا۔

''تم تو کہتی ہو کہ تمہارا بھائی بڑا شرمیلا سا ہے۔ جب ہی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر بازاروں میں گھوم رہا ہے۔ دبئی سے اس لیے واپس نہیں آرہا کہ وہاں عیش کر رہا ہے۔ میری قسمت میں کیا انتظار لکھا ہے جو میں ایسے شخص کا کروں جو کبھی میرا نہیں تھا۔''

عائشہ نے گھبرا کر اپنے میکے فون کیا اور صنوبر کی بات ماں کو بتلائی۔

''ہاں بیٹا...... ہمارے پاس بھی یہی خبریں آرہی ہیں کہ وسیم ان دنوں کسی لڑکی کے چکر میں ہے۔ اس کے ساتھ باہر گھومتا پھرتا ہے۔''

''تو کیا آپ نے بھائی کو منع نہیں کیا؟''

''کیوں نہیں کیا...... بلکہ خوب ڈانٹا بھی تھا۔''

''تو اس پر اثر کیوں نہیں ہوا آپ کی بات کا؟''

''وہ کہتا ہے کہ خوباں اس کی آئیڈیل ہے اور وہ اس کو کبھی چھوڑ نہیں سکتا۔''

''کیا اسے یہ نہیں معلوم کہ اس کی اس حرکت سے تنویر کو بہت غصہ آئے گا اور وہ غصے میں آکر کچھ بھی کرسکتا ہے۔''

''وسیم ٹی وی کے چینل میں تو کام کرتا ہے، تم تنویر سے کہہ دینا کہ وسیم کے ادارے میں وہ لڑکی بھی ہے بلکہ اداکارہ ہے۔ ظاہر ہے چینل والوں کا کام اداکار اور اداکاراؤں سے ہی تو پڑتا ہے۔''

''وہ تو میں جو بھی بن پڑا کہہ دوں گی...... مگر آپ وسیم کی طبیعت تو صاف کیجیے۔''

''تم فکر مت کرو...... میں اسے اچھی طرح سمجھاؤں گی اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری بات سمجھ جائے گا۔''

''مگر یہاں تو صنوبر نے آفت ڈال رکھی ہے۔ اس قدر چیخ رہی ہے کہ توبہ۔''

''تم اس سے زیادہ پڑھی لکھی ہو، تم اس کے آگے ہار گئیں جو اپنی بات سمجھا نہیں سکتیں۔''

''امی مجھے لڑنا نہیں آتا اور جب مجھے معلوم ہے کہ میرا بھائی کسی کے ساتھ ناانصافی کر رہا ہے تو میں کیسے غلط بات کرسکتی ہوں۔''

''پھر بھی معاملے کو تم جتنا دبا سکتی ہو دبانے کی کوشش کرو، ہم پوری کوشش کرتے ہیں کہ جو بلا وسیم کے پیچھے پڑگئی ہے اس سے اس کی جان چھوٹ جائے۔''

☆======☆======☆

آفس سے آکر امی کی دوائیں لینے کے لیے وہ نکلا تھا کہ نوید نے اسے سیڑھیوں پر ہی لتاڑا۔

''ابے بڑا افسر بن گیا ہے تو پرانے دوستوں سے ملنا ہی بھول گیا ہے۔ کتنے سارے دن ہوگئے ملاقات ہوئے، حساب تو لگا ذرا۔''

''یار یہ بات نہیں ہے، صبح کا گیا رات کو آتا ہوں تو کس وقت دوستوں کو سلام کے لیے پہنچوں۔''

''ارے بھئی اتوار کا دن کس لیے ہوتا ہے۔ کچھ ہماری سنو، کچھ اپنی سناؤ۔'' اس نے صارم کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے کہا۔

''ہمارے پاس تو سنانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم ہی سناؤ۔'' اب وہ دونوں فلیٹ سے باہر سڑک پر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

''یار اپنی کیا سنائیں، اپنی شہزادی تو شہزادی اگربتی، بن گئی ہیں۔''

''میں سمجھا نہیں۔'' صارم نے حیران سے لہجے میں اس سے پوچھا۔

''وہ صاحبہ ہماری اماں سے خوب مٹھار مٹھار کر باتیں کرتی ہیں اور ہماری سیدھی سادی اماں کو ان کی باتوں میں پھولوں کی سی خوشبو آتی ہے۔ اماں کو اگربتی کی خوشبو بھی بہت اچھی لگتی ہے اس لیے اس کو اگربتی کہتی ہیں اور خوب تعریفیں کرتی ہیں۔''

''بڑی اچھی بچی ہے۔ کہہ رہی تھی خالہ...... جب میں آؤں گی تو روزانہ آپ کے پاؤں دبایا کروں گی۔''

''میں نے کہا...... اس کی صحت دیکھی ہے۔ پہلوان لگتی ہے وہ۔ گھی کے کنستروں پر اس کی تصویر چھپنی چاہئے۔ اماں اس سے بھولے سے بھی اپنی ٹانگیں مت دبوانا ورنہ وہ توڑ کر ہاتھ میں دے دے گی اور کہے گی کہ پہلے سے ٹوٹی ہوئی تھی۔''

''ارے جا، تجھے کیا پتا...... وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہے۔'' ہماری اماں اپنی ہونے والی بہو کی محبت میں ایسی ہی تقریریں کرنے کی عادی ہیں۔

''شہزادی ان کی بھانجی ہے۔ وہ اس کے بارے میں زیادہ بہتر جانتی ہیں۔ وہ جو کہتی ہیں وہیں صحیح ہوگا۔'' صارم نے کہا۔

''جب وہ شہزادی کو پسند کرنے گئی تھیں، ان کا چشمہ ٹوٹ گیا تھا اور بڑی آپا کو ڈائریا چل رہا تھا اور ہماری ایک خالہ جو ان کے ساتھ گئی تھیں، ان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے ہی وہ اپنی شلوار کے پائنچے میں الجھ کر وہیں چوکھٹ پر گر گئی تھیں۔ بقول ان کے جب تک وہ وہاں رہیں چکر پہ چکر...... آرہے تھے۔ شہزادی کو خاک جانچا ہوگا۔''

''وہ لوگ شہزادی کو بچپن سے ہی دیکھ رہی تھیں، کوئی پہلی مرتبہ تو نہیں دیکھنے گئی تھیں۔''

''مگر جب کسی خاص مقصد کے تحت دیکھنے گئیں تو ان لوگوں کا جادو چل گیا اور وہ شہزادی کو نہیں دیکھ پائیں'' (یہ ہے اصل بات......!)

''یقین کر دوست...... جب وہ شہزادی کو دیکھ کر آئیں تو میں نے سب سے پوچھا کیسی لگی شہزادی؟ تو سب کے جواب کیسے لاثانی تھے۔''

اماں نے کہا...... ''میری بہن نے مجھے اتنا اچھا چکن کا سوٹ دیا ہے کہ جس کی جتنی تعریف کروں کم ہے۔ کب سے میں سوچ رہی تھی، شہزادی نے دوپٹے کا کنگورا تک کروشیے سے بنا کر دیا ہے اور جامنی رنگ تو میرا ویسے بھی پسند کا رنگ ہے۔''

خالہ بولیں...... ''بھئی سچی بات ہے شہزادی کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے۔ کباب اتنے اچھے بنائے تھے میں چار سے زیادہ کھا گئی اور کھیر تو ربڑی تھی، پورا ڈونگہ ختم ہوگیا مجھے پتا ہی نہیں چلا...... اور

میرے چکر بھی اس وقت ختم ہوئے جب موسمی کا جوس پورا جگ بے چاری بچی نے مجھے پلایا...... بہت اچھی ہے شہزادی...... ہاتھ پکڑ کر دروازے تک چھوڑ کر گئی۔''

آپا بولیں...... ''پورے مہینے سے ڈائریا چل رہا تھا۔ زبان کڑوی زہر تھی، کب سے کچھ کھایا ہی نہیں تھا...... زبان کا ذائقہ ہی ختم ہو گیا تھا۔ شہزادی اتنی اچھی ہے کہ اس نے کیلوں کی چاٹ بنا کر مجھے کھلائی تا کہ نقصان بھی نہ دے اور زبان کا ذائقہ بھی کھلے...... اور پھر تھوڑی تھوڑی دیر بعد آئس کریم کھلاتی رہی جس کو کھا کر میں تو بھئی فریش سی ہو گئی۔ واقعی شہزادی بہت اچھی...... اس کی چاٹ اور اس کی آئس کریم بھی اچھی تھی۔ اتنا خیال رکھنے والی لڑکیاں اب ہیں کہاں؟''

''تم خود کیوں نہیں گئے...... جب بطور خاص اسے دیکھنا تھا تو تم خود چلے جاتے۔ خالہ کا ہی تو گھر تھا، ویسے بھی تو جاتے رہتے تھے۔ اس دن کیوں شرم آ گئی۔''

''ہاں بھائی ہنس لو...... کہ شرم نے کرم پھوڑ دیے مگر میں تو بھئی صاف آدمی ہوں، لگی لپٹی تو رکھتا نہیں ہوں، ہر بات کا روشن اور منفی پہلو دیکھ کر فوراً ہی بتا دیتا ہوں کہ کس کے من میں کیا چل رہا ہے؟ مجھے معلوم ہے کہ شہزادی مجھے بے وقوف سمجھتی تھی اور سمجھتی ہے...... مگر اسے یہ نہیں معلوم کہ میں کیا ہوں؟ اور اسے میرے گھر آ کر اپنے حساب سے نہیں بلکہ میرے طریقوں سے چلنا ہوگا۔''

''ارے بے وقوف پہلے تو وہ تیرا سر توڑے گی، اس میں جو خناس بھرا ہوا ہے...... وہ باہر نکال کر پھینکے گی۔''

''صارم...... پلیز...... ایک منٹ...... ہاں ایک منٹ......'' نوید نے اپنی آنکھوں کو چھوٹا کر کے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اب کیا آفت آ گئی ہے؟ یا میرے سر پر سینگ نکل آئے ہیں؟ جو تم میرے چاروں طرف گھومتے ہوئے یوں مسلسل گھور بھی رہے ہو۔''

''یار تیری آنکھوں میں تو دیے جل رہے ہیں۔ ہاں واقعی ایک چراغاں سا ہو رہا ہے۔''

''خیریت تو ہے ناں۔''

''سچ سچ بتا تجھے ہوا کیا ہے...... دیکھ بتا دے...... بتا دے...... جلدی سے......''

''کچھ نہیں ہوا...... مجھے کیا ہونا تھا...... پاگل ہو گیا ہے تُو...... جو مجھ سے بیکار کی باتیں کر رہا ہے۔''

''نہیں، نہیں...... تُو جھوٹ بول رہا ہے...... دیکھ میں تو تیرا بچپن کا دوست ہوں، مجھ سے کیوں چھپا رہا ہے؟ ایسی باتیں تو دوستوں کو بتائی جاتی ہیں، نا کہ تُو چھپا رہا ہے۔ تعلیم کی یہی تو ایک برائی ہے...... اتنی تمیز اور تہذیب سکھا دیتی ہے کہ بندہ دل کی بات چھپانے لگتا ہے...... جبکہ مجھ جیسا جاہل دل میں آنے سے پہلے ہی اظہار بھی کر دیتا ہے۔''

''ابے پگلو خاک بتاؤں...... جبکہ کچھ ہوا ہی نہیں ہے، کوئی بات ہی نہیں ہے۔'' صارم چڑ کر بولا۔

''دیکھ...... مجھ پر یقین کر لے...... کسی سے نہیں کہوں گا...... سچ شہزادی کو بھی نہیں بتاؤں گا...... روزانہ میرے موبائل پر مس بیل دیتی ہے...... مگر نہیں بتاؤں گا۔ ہاں یار...... وہ کیا گانا تھا...... جب تیری

جیسی چویشن میں ایک ٹنگوسی ہیروئن نے خاصی اچھل کود کے ساتھ گایا تھا...... ہاں...... ہاں...... یاد آیا۔

ایسا پہلی بار ہوا ہے۔

سترہ، اٹھارہ سالوں میں......!

یار تُو اٹھارہ سالوں میں چھ سات سال اور جمع کر لے اور اپنا حالِ دل بیان کر دے...... مگر افسوس کہ تجھے ڈانس کرنا تو بالکل نہیں آتا...... ہاں...... ٹینس اچھا کھیلتا ہے۔ کڑاکے کا شارٹ مارتے ہوئے تو جی کھول کر اپنا حالِ دل بیان کر...... بلکہ چیخ چیخ کر...... واقعی افاقہ ہوگا۔''

''نوید یار...... اللہ کا شکر ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور دیگر احوال بھی ٹھیک ہیں۔'' اس کی بات سمجھ کر وہ اپنی ہنسی داب کر بولا۔

اس کا یہ دوست جس کو وہ سیدھا سادا اور بے وقوف سمجھا کرتا تھا، کیسی گہری نظر رکھتا تھا...... اور اپنی بات کو سمجھانے کے لیے کیسے کیسے دلکش حوالے دیا کرتا تھا جس پر اسے کبھی ہنسی آتی تھی...... اور کبھی غصہ۔

''نہیں یار...... بے شک تُو مت بتا...... جب دوست زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں تو پیچھے رہ جانے والوں کو ہر بات نہیں بتایا کرتے...... اپنی ہر بات اپنے دل میں سینت سینت کر رکھتے ہیں۔''

''پاگل ہو گیا ہے کیا...... میری کون سی بات تم سے چھپی ہے۔'' صارم کو اب الجھن کے ساتھ ہلکا سا ملال بھی ہو رہا تھا۔

''یار تُو مت بتا...... مگر دال میں کچھ لال لال ضرور ہے۔'' وہ اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

''میں اس وقت بابو جی کے لیے کارمیتو مکسچر لینے بھی جا رہا ہوں، شاید وہی رنگ تجھے نظر آ گیا ہوگا۔''

''نہیں یار...... یہاں تو گلاب کے پھول نظر آ رہے ہیں اور وہ بھی ڈھیروں ڈھیر......''

''اچھا......'' صارم نے اسے ترچھی نظروں سے دیکھ کر تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

''کیا آگے بھی کچھ سننا چاہتے ہو۔'' وہ ہنسا۔

''ضرور...... ارشاد فرمائیے۔'' اب وہ سینے پر دونوں ہاتھ باندھے آرام سے کھڑا تھا۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ جتنی بھی بکواس کرنی ہے...... کر لو...... مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

''صارم یار...... مجھے تو پھول والی بھی نظر آ رہی ہے۔'' وہ معنی خیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

''پھول والی......'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

''ہاں...... تمہاری ہیروئن...... بھی مجھے نظر آ گئی ہے۔''

''ارے کیا پاگل ہو گیا ہے...... جو میرے چہرے پر اپنی پسند کی فلمیں دیکھ رہا ہے...... کتنی دیر سے ڈائیلاگز پر ڈائیلاگز بول رہا ہے۔ بھئی اگر تجھے ٹی وی پر چانس نہیں ملا تو اس میں میرا کیا قصور ہے۔ بھائی مجھ پر رحم کر...... اور اپنی یہ فضول باتیں کسی اور کو جا کر سنا۔''

''پاگل میں نہیں، تم ہو گئے ہو...... جو اپنے من کی بات اپنے دوست کو بھی نہیں بتا رہے ہو۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی پتلون کی بیک پاکٹ سے ایک مڑا تڑا اخبار کا تراشا نکالا جس میں صارم ہنس رہا تھا اور

عینی اپنی شیلڈز کے ساتھ ایک بڑا سا بوکے بھی تھامے اس طرح کھڑی تھی کہ اس کے آدھے پھول صارم کے سینے تک پہنچ رہے تھے۔

''ارے میرے بھیا یہ تو کالج کی تقریب کی تصویر ہے جس میں مجھے اتفاقی طور پر چیف گیسٹ کے طور پر جانا پڑا......اور بس......'' صارم نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

''ابے یہ بس نہیں ہے بلکہ بے بس کرنے والی تصویر ہے۔''

''نوید جو منہ میں آئے وہ بلا سوچے سمجھے مت بولا کرو......اگر تمہاری کسی لڑکی کے ساتھ اتفاقی تصویر بن جائے تو کیا اس تصویر کی بہت اہمیت ہو جائے گی، ہرگز نہیں۔''

''یار......ہماری اوقات ہمیں اتنی یاد مت دلایا کرو۔ ہمیں معلوم ہے کہ ہماری اتفاقیہ تصویر اور ایسی حسین تو کسی حادثے میں بھی نہیں بن سکتی اور اگر کبھی میری کوئی تصویر کسی بھی وجہ کے تحت کرینہ کپور، ریما، میرا یا ریشم کے ساتھ کھنچ جائے تو میری آنکھوں میں واقعی چراغاں نہیں ہو بلکہ تشکر کے احساسات ہوں گے۔ (آپ کا شکریہ میڈم) احسان مندی کے انداز ہوں گے۔ (آپ بہت گریٹ ہیں میڈم) اور فقیرانہ سا لک ہوگا۔ (اللہ آپ کا بھلا کرے میڈم) دعائیہ قسم کے جذبات بھی ہوں گے۔ (اللہ آپ کو ترقی دے، تسی بڑے گریٹ ہو میڈم......کہ میرے ساتھ تصویر کھنچوائی......میرے ساتھ) اور زبان پر صرف یہی ہوگا۔

''نہ جانے کیا ہو گیا......کہاں دل دکھو گیا......''

''اب بس بھی کر......'' صارم نے ہنستے ہوئے اشارے سے کہا۔

''ہاں یار......واقعی......میں یہی کہوں گا......اللہ یہ کیا ہو گیا......اللہ میں کہاں یہ کہاں......اللہ جی......میں دیکھ رہا ہوں۔''

''اب میں واقعی چاہوں گا کہ کسی بھی موقع پر تیری کہیں تصویر اتاری جائے۔''

''تم ایسے بڑے بڑے پلان مت بناؤ جو پورے نہ کر سکو۔ ان دنوں تو صرف اسی تصویر اور اسی تصویر والی کی بات کرو ہاں۔ جس کو دیکھ کر نہ جانے کیا کیا عنوان دینے کو دل چاہ رہا ہے......مگر تیری وجہ سے چپ ہوں۔''

''چل چپ مت رہ......اور بتا دے کہ میری یہ تصویر دیکھ کر تمہارا کیا......کیپشن لگانے کو دل چاہ رہا ہے؟'' صارم نے بے ساختہ ہنس کر کہا۔

''کوئی ایک کیپشن......'' اس نے آنکھیں دکھائیں۔

''چل جتنے بھی تیرے ذہن میں آ رہے ہیں، وہ سب بتا دے۔ آج تجھے اجازت ہے۔''

''واقعی......؟''

''ہاں......''

''بتا دوں......؟''

''ہاں......بول دے......جو تیرے دل میں ہے۔'' نوید کے اس انداز پر اسے ہنسی آ رہی تھی۔

''تو سن......اور لکھ اپنی پرسنل ڈائری میں......جو دل میں ہوتی ہے۔

دل تجھے دے چکے صنم
تم ہمارے دل میں رہتے ہو
دل اپنا اور پریت بھی اپنی
کبھی ہم کبھی تم
رب نے بنا دی جوڑی
کبھی الوداع......''

''بس بس بس......'' صارم اس کی پشت پر ایک ہاتھ مارتا ہوا بولا۔

''فلموں کے نام سنانے کو نہیں کہا تھا۔''

''یار......مجھے تو ایسا ہی کچھ نظر آ رہا تھا۔''

''نوید......کسی بھی لڑکی کے بارے میں ایسی غلط سلط باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ ایک ایسی لڑکی جس سے شاید اب میری کبھی ملاقات بھی نہ ہو۔''

''اف......کس قدر حسرت ہے۔'' نوید نے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا۔

''حسرت کیسی؟''

''ابے لبے......جو ہمیں اچھے لگتے ہیں وہ ہمیں از خود مل جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے تُو تیز گاڑی چلاتا جا رہا ہو، وہ سڑک پار کر رہی ہو اور تیری گاڑی اس سے ٹکرا کر رک جائے۔''

''تب میں اس کی نماز جنازہ میں شریک ہو جاؤں گا۔ یہ کہنا چاہتا ہے ناں تُو......'' صارم کو غصہ سا آ گیا۔

''نہیں یار......تُو اسے گود میں اٹھا کر اپنی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر لٹائے گا اور اسے ہسپتال لے جائے گا......جب اسے ہوش آئے گا تو وہ سب کچھ بھول چکی ہوگی......سب کچھ......اپنا نام بھی یاد نہیں ہو گا۔ وہ بھی تجھے رکھنا ہوگا۔ اس لیے مجبوراً تجھے اسے اپنے گھر لانا ہوگا۔ مجبوراً اس سے شادی کرنی ہوگی پھر چار پانچ بچے ہو جائیں گے پھر تیری بلا سے اس کی یادداشت بحال ہوتی ہے تو ہو جائے اور نہ ہو......تو نہ ہو......تجھے کون سے اس کے خاندان کی محبت مارے ڈالے گی بلکہ نہ ہی ہو تو اچھا ہے۔''

''ایک نمبر کا پاگل ہے تُو......تیری شہزادی......تیرے گھر آنے کے بعد روزانہ سیڑھیوں سے کودا کرے گی۔''

''کودنا تو خیر اسی کے لیے اچھا ہوگا کہ شاید سلم ہو جائے۔ میں نے بہت سے سلمنگ سینٹر میں اس کا کلوز اپ دکھا کر کہا ہے کہ ہر عورت کی دبلے ہونے سے پہلے کی تصویر کے بجائے آپ یہ تصویر شائع کر سکتے ہیں مگر وہ اچھی پیمنٹ دینے کو تیار نہیں ہیں۔'' صارم مسکرائے جا رہا تھا۔

''ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ یہ لڑکی تم سے لفٹ میں ٹکرا سکتی ہے۔ تم دسویں مالے پر جا رہے ہو اور لفٹ خراب ہو گئی ہو۔ لفٹ میں کوئی دوسرا بھی نہیں ہے سوائے اس لڑکی کے......لفٹ خراب ہو گئی ہے۔ وہ پریشان ہو کر تمہارے قریب آ گئی اور کہتی ہے......سنیے......تب تم یہ گانا بھی گا سکتے ہو۔

''ہم تم ایک کمرے میں بند ہوں اور کمرہ بند ہو جائے اور بجلی بھی نہ آئے اور بجلی بھی نہ آئے......
اک موڑ آیا...... میں دل چھوڑ آیا......''

صارم نے اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں۔

''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تمہاری شادی پر سہرا گانے آئے۔ ہم اپنے دل کے ٹکڑوں کا بنا کر لائے ہیں سہرا۔'' نوید نے نسوانی آواز میں گا کر کہا۔

''نوید بکواس بند کر...... وہ مجھے کہیں نہیں ملے گی اس لیے اس کے بارے میں سوچنا ہی فضول ہے۔'' اور یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گیا۔

مگر جو ہم سوچتے ہیں...... وہ ہوتا ہے نہیں...... یہ احساس اسے اگلے دن شام ہوا...... جب وہ اپنی امی کو خاندان میں میلاد کی تقریب میں پہنچانے کے لیے گیا۔ امی گاڑی سے اتر کر اسے کہہ رہی تھیں۔

''صارم عشا سے پہلے مجھے لینے آجانا۔'' تب ہی اس کے برابر جو گاڑی آرکی...... تو اس میں قرۃ العین اپنی والدہ کے ساتھ اتری۔

صارم اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ عینی کی نظر اس پر پڑی تو حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''سر...... السلام علیکم! آپ یہاں کیسے؟''

''امی کو میلاد کی تقریب میں آنا تھا۔ انہیں چھوڑنے آیا ہوں۔''

''کیا شائستہ آنٹی آپ کی رشتے دار ہیں؟''

''رشتے داری کا تو مجھے معلوم نہیں مگر امی ان کے ہاں اکثر آتی ہیں۔''

عینی کو باتیں کرتا دیکھ کر ثمینہ بھی قدم بڑھا کر بیٹی کے ساتھ کھڑی ہو گئیں۔

''یہ میری امی ہیں......'' عینی نے ماں کا تعارف کروایا۔ ''اور امی یہ وہ چیف گیسٹ ہیں جنہوں نے مجھے شیلڈز دی تھیں۔''

''میں چیف گیسٹ نہیں...... صارم ہوں۔'' وہ اس کے تعارف کروانے پر دھیمے سے مسکرایا۔

''امی...... ان کی تصویر...... دیکھ کر آپ ہنس رہی تھیں ناں۔ یہ وہی تو ہیں۔'' عینی نے سادہ لوحی سے ماں سے کہا۔

ایک لمحے کے لیے ثمینہ کا چہرہ خفت زدہ سا ہوا اور صارم اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

اور عین اسی لمحے رخسانہ کی نئی ''لیانا'' گاڑی ان کے پاس آکر رکی...... اور انہوں نے دیکھا...... ثمینہ اپنی بیٹی عینی کے ساتھ صارم سے باتیں بنا رہی ہیں۔

گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے انہوں نے ایک گہری نظر عینی پر اور ایک نظر صارم پر ڈالی اور قصداً تمسخر سے مسکرا دی۔

گاڑی سے اترنے سے پہلے انہوں نے ڈرائیور سے کہا۔ ''ذرا ہارن دینا......!''

☆======☆======☆

عدنان آفس سے گھر آیا تو سارہ کو کمرے میں نہ پا کر ماں سے پوچھا۔ ''امی سارہ کہاں ہے؟''

''دوپہر کو اپنی امی کے گھر گئی ہے۔ نہ ناشتا کیا اور نہ ہی کھانا کھایا، ایسے ہی اپنی امی کے ہاں چلی گئی۔''

''مگر آج شام کو تو اسے میرے ساتھ جانا تھا۔ اسے تو اس وقت تیار ملنا چاہیے تھا گھر پر......''

''تم اسے فون کرلو...... وہ یقیناً تیار ہی ہوگی۔'' منیرہ بیگم نے بیٹے کو چائے کا مگ پکڑاتے ہوئے کہا۔ عدنان نے فون کیا تو وہ روٹھی ہوئی آواز میں بولی۔ ''اب مجھے فون کرنے کی کیا ضرورت آگئی ہے؟''

''ارے بھئی، تم نے ہی تو کہا تھا کہ آج شاپنگ کے لیے جانا ہے۔''

''مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کے ساتھ شاپنگ کرنے کی۔'' وہ پھر طنز بھرے لہجے میں بولی۔

''ہاں، مجھے واقعی شاپنگ کروانی بھی نہیں آتی۔ تم یوں کرنا کہ کسی دن امی کے ساتھ دن میں چلی جانا۔''

''اللہ نہ کرے کہ میں آپ کی امی کے ساتھ شاپنگ کرنے جاؤں۔'' اس کا غصیلا لہجہ اور ماں کے بارے میں شکایتی انداز اسے بوکھلا سا گیا۔

''یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم؟'' وہ اپنا غصہ دبا کر بولا۔

''جو جیسا ہوگا، اس کے بارے میں ویسا ہی کہا جائے گا۔ آنٹی ایسی زہریلی ہوں گی، یہ تو میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔''

''شٹ اپ۔'' عدنان نے گرج کر کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کیا ہوا عدنان...... یہ تم کس طرح بات کر رہے تھے سارہ سے......؟'' وہ غصے میں بولا۔

''لگتا ہے سارہ کا دماغ خراب ہو رہا ہے۔''

''کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ کوئی اپنی بیوی سے اس طرح بھی بات کرتا ہے'' منیرہ بیگم بیٹے کو سرزنش کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''امی لگتا ہے کہ سارہ اب وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔ اپنی امی کے گھر بیٹھ کر اُلٹی سیدھی بات کر رہی

تھی۔''

''بچی ہے وہ...... تمہیں تو اچھے طریقے سے بات کرنی چاہیے تھی۔''

''امی...... آج ایسی کیا بات ہوگئی جو وہ ایک دم آپ کے لیے جو منہ میں آ رہا ہے بک رہی ہے۔ اُف خدایا کتنی بدتمیزی کر رہی تھی وہ......''

''بیٹا مجھ سے تو اس کی کوئی خاص بات بھی نہیں ہوئی۔ بارہ ساڑھے بارہ بجے تو وہ سو کر اٹھی ہے اور ایک بجے وہ اپنی ماں کے گھر چلی گئی۔ میرے پاس وقت ہی کہاں ہوتا ہے جو باتیں کروں گی۔''

''کیا کہا، وہ بارہ بجے اٹھی ہے تو دوپہر کا کھانا کس نے پکایا آج؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

''صاحبزادے...... آپ کی والدہ روزانہ ہی کھانا خود پکاتی ہیں اور آپ کی بیگم مستقل دوپہر کو اٹھنے کی عادی ہیں۔'' اباجی نے کمرے میں داخل ہو کر کھنکھار کر کہا۔

''مگر آپ لوگوں نے تو اس سے قبل یہ بات مجھے نہیں بتائی۔''

''کیا فائدہ تھا بتانے کا۔ اس کے آنے سے پہلے بھی تو میں خود کام کرتی تھی۔ ایک بچی کے آنے پر میں اپنے ہاتھ پیر توڑ کر کیوں بیٹھ جاؤں۔''

''یہی تو آپ کی ڈھیل ہے جس سے اس کا دماغ خراب ہو رہا ہے۔''

''وہ آج دراصل خالہ آئی تھیں اور ان کی باتیں شاید سارہ نے سن لیں۔ میرا خیال ہے اسی بات پر وہ شرمندہ ہو کر اپنے گھر چلی گئی ہے۔''

''وہ شرمندہ نہیں ہوئی بلکہ مزید اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''بیٹا لوگوں کا کام تو باتیں کرنا ہی ہوتا ہے، ہم کسی کو نہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی ٹوک سکتے ہیں۔ اس لیے کسی کی بھی بات دل پر لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''امی وہ اب خود ہی گھر آئے گی، میں تو اسے لینے نہیں جاؤں گا۔'' عدنان غصے میں بولا۔

''نہیں بیٹا، ایسی باتیں نہیں کرتے، وہ کم عمر بچی ہے۔ اس کی ماں جب سمجھائے گی تو وہ خود ہی آ جائے گی کہ دل کی وہ بہت اچھی ہے۔''

تب ماں کی بات سن کر عدنان خاموش سا ہو گیا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتا کہ وہ اپنے میکے میں بیٹھ کر کیسی باتیں کر رہی تھی اور اسے کوئی روکنے والا بھی نہیں تھا۔

☆======☆======☆

''ویسے تو خوب پٹر پٹر بولتی ہو مگر جب عدنان کا فون آیا تو کیسے ڈرے ڈرے لہجے میں بات کر رہی تھیں۔ پڑھائے ہوئے سبق کا بھی ستیاناس مار دیا۔ کیسی بیوی ہو تم جو شوہر سے لڑنا بھی نہیں جانتی ہو؟''

''امی پہلی بار انہیں غصہ دکھایا ہے ورنہ میں نے کہاں اس لہجے میں ان سے کبھی بات کی تھی۔''

''اری میری پگلو بیٹی، تم ماں کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلیں جبھی تو اس نے شٹ اپ کا ہنٹر مارا ہے تمہیں ورنہ کوئی نئی دلہن سے ایسے لہجے میں بات کرتا ہے۔''

''میں بھی تو ان کی امی کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔'' سارہ ماں کی بات پر بکلس ہی تو گئی۔

''جس لہجے میں تم برا بھلا کہہ رہی تھیں مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ منیرہ بیگم کو دعائیں دے رہی ہو یا ان کی تعریفیں کر رہی ہو۔''

''افوہ...... امی آپ کو تو میری ہر بات پر اعتراض ہوتا ہے۔''

''کیوں نہ ہو اعتراض...... آج سسرال میں تمہاری اوقات بتلا دی گئی۔ ایرے غیرے نتھو خیرے بھی تم پر باتیں بنانے لگے۔''

''یہ سب مکاری تو آنٹی نے دکھائی ورنہ کس میں ہمت تھی کہ کوئی مجھے باتیں سناتا۔''

''جبھی تو کہہ رہی ہوں کہ ابھی سسرال جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ منیرہ بیگم آئیں اپنی جوتیاں رگڑیں تبھی اپنی معصوم بچی کو جانے دوں گی۔ ہمارا یہ احسان کیا کم ہے کہ ان کے اتنی عمر والے لڑکے کو ہم نے اپنی پھول سی بچی بیاہ دی۔''

''امی میں کون سا جانے کے لیے تیار بیٹھی ہوں۔''

''بیٹا جب تک شوہر کو یہ احساس نہ دلایا جائے کہ اس کے گھر والے پریشان کن ہیں، اسے پتا ہی نہیں چلتا۔ اب عدنان تو اپنی امی کو فرشتہ سمجھتا ہے۔ ان کی ہر بات پر آنکھ بند کر کے یقین کرنے کا عادی ہے۔ اب تم جب تک اس طرح کے دو چار جھگڑے نہیں ڈالو گی۔ وہ اپنی پرانی روٹین پر چلنے کا عادی رہے گا۔ ہاں ٹریک تبدیل ہو جانے کی وجہ سے اس کے دماغ میں یہ فتنہ ضرور سر اٹھائے گا کہ میری ماں کی بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ تمہارے شوہر پر تمہارا حق ہے۔ اب اماں جان کب تک اپنے بیٹے کو اپنی جان کے ساتھ رکھیں گی، اب اسے آزاد کر دیں اور اپنے بڑے میاں کے ساتھ وقت گزاریں اور عدنان کی کمائی بھی اینٹھنا بند کر دیں۔ بہت لوٹ لیا انہوں نے تمہارے شوہر کو......!''

دس دن گزر گئے نہ عدنان نے فون کیا اور نہ ہی سارہ کو لینے اس کے فلیٹ پر گیا۔ اب تو سارہ گھبرائی کہ اس کی امی کا پلان تو اسے فیل ہوتا نظر آ رہا تھا۔

''امی...... آپ تو کہہ رہی تھیں کہ میری ساس مجھے لینے آئیں گی مگر ان کے گھر سے تو کوئی بھی نہیں آیا۔''

''تمہاری ساس میری توقعات سے زیادہ مکار ہیں مگر خیر...... مجھے ڈیل کرنا آتا ہے، تم پریشان مت ہو۔'' اگلے دن دوپہر ایک بجے کے قریب سارہ کی ماں سارہ کو لے کر اس کے سسرال پہنچیں اور منیرہ بیگم سے کہا۔

''سارہ کو تو گھر آ کر ایسا بخار چڑھا ہے کہ آج اترا ہے۔ میں نے کہا بیٹا اب تم خیر سے اپنے گھر جاؤ، خوشی خوشی دس دفعہ میرے پاس آؤ مگر ناراض ہو کر کبھی مت آنا اگر کوئی باہر کا آدمی غلط سلط باتیں کرتا بھی ہے تو تمہیں برا ماننے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ رکھے تمہاری ساس بیٹھی ہیں۔ وہی سب کو جواب دے دیں گی۔'' منیرہ بیگم نے سمدھن کی خاطر مدارات کی اور سارہ کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''بیٹا کوئی اتنی معمولی بات پر اپنا گھر چھوڑ کر جایا کرتا ہے۔''

''آنٹی مجھ سے غلطی ہو گئی، آپ مجھے معاف کر دیں۔'' سارہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔ منیرہ

بیگم نے بہو کو کلیجے سے لگایا اور جب عدنان گھر آیا تو اسے پہلے سے ہی سمجھا دیا کہ کوئی الٹا سیدھا بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود گئی تھی اور خود آ گئی ہے اس لیے اس کو ہرگز نہ ڈانٹنا۔

عدنان کو چہکتے انداز میں بات کرتے دیکھ کر سارہ کا سارا ملال ختم ہو گیا۔

''آپ کے بغیر میرا دل وہاں نہیں لگا اور آپ خوب آرام سے یہاں رہتے رہے۔''

''اگر دل نہیں لگا تو آ جاتیں......صرف سولہ سیڑھیاں ہی تو اتر کر آنا تھا۔''

''کیا آپ سولہ سیڑھیاں چڑھ نہیں سکتے تھے کہ میرا مان بھی بڑھ جاتا کہ میرا شوہر مجھے منانے آیا ہے......؟''

''اس سے میری ماں کا مان گھٹ جاتا جن کی انسلٹ تم فون پر کر رہی تھیں اور جس کے بارے میں، میں نے انہیں ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا۔''

''میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی تھی کہ......''

''بس ایک لفظ نہیں کہنا۔'' عدنان نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ انداز غصیلا تھا۔

''میں آج جو کچھ بھی ہوں اپنی ماں کی وجہ سے ہوں، انہوں نے بہت محنت کی ہے، مجھے پڑھانے اور لکھانے میں اور ساری زندگی سچائی کی تعلیم دی ہے۔ نہ میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی جھوٹ برداشت کیا۔ اس لیے کبھی ایسی بات مجھ سے نہ کرنا جو جھوٹی ہو یا جس سے میری ماں کی تذلیل ہوتی ہو......کہ یہ دونوں باتیں میں برداشت نہیں کر سکتا۔'' تب سارہ اسے پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھنے لگی جو کروٹ بدل کر لیٹ گیا تھا اور اس نے اپنی جانب کا لیمپ بھی آف کر دیا تھا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ اس سے مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

☆======☆======☆

وہ چاہتی تھیں کہ وہ بہن سے بات کریں تو اس کی سمجھ میں بھی آئے مگر وہاں تو ڈھاک کے وہی تین پات تھے۔ عبیر ان کی لمبی چوڑی تقریر سن کر پہلے تو مسکراتی رہی جب انہیں مزید غصہ آیا تو بولی۔

''آپا ساری بات یقین کی ہوتی ہے اور یقین، امید کی ایک شکل ہے......اس لیے میرا یقین بھی ہے اور امید بھی کہ صارم میرا ہو کر رہے گا۔'' آفس سے آ کر عبیر نے اپنی بہن کی لمبی سی جھاڑ سن کر کہا۔

''عبیر، رشتوں کی تمہارے لیے کمی نہیں ہے تو پھر تم کیوں ایسے لڑکے کو پسند کر رہی ہو جو فی الحال تمہاری جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا۔''

''دیکھے گا، دیکھے گا، فلموں کے ہیرو بھی پہلے اپنی ہیروئن کی طرف کہاں راغب ہوتے ہیں۔''

''مگر یہ فلم نہیں ہے جس کا ہیپی اینڈ ہو، یہ زندگی ہے جس میں کڑواہٹیں زیادہ ہوتی ہیں۔''

''آپا......یہ صارم جب میرا لائف پارٹنر بنے گا تو پھر آپ دیکھئے گا۔''

''تم نے اسے اپنے بارے میں کھل کر بتایا ہے تم کون ہو......کس خاندان سے تعلق رکھتی ہو اور کیا حسب نسب ہے؟''

''ابھی تو نہیں بتایا مگر جلد بتا دوں گی۔''

''غریب گھرانے کا لڑکا ہے، تمہاری امارت سے شاید متاثر ہو جائے گا۔''

''وہ ایسا لڑکا نہیں ہے۔ یہی بات تو مجھے بھائی ہے۔ نہ اس میں لالچ ہے اور نہ ہی اس میں چھچھورا پن ہے۔'' عبیر نے ٹی وی کے ریموٹ سے چینل سرچ کرتے ہوئے کہا۔

''غلط سوچ رہی ہو تم......! ہر شخص کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے۔ اب تم یہی دیکھو کہ عامر خان کوئی ایوارڈ وصول کرنے نہیں جاتا تھا مگر جب اسے اسی لاکھ کا سونے کا پتلا دیا گیا تو اسے وصول کرنے پہنچ گیا۔''

''افوہ آپا......اب صارم کے ذکر میں یہ عامر خان کہاں سے آ گیا۔ ایوارڈ وصول نہ کرنا بھی ایک ادا ہوتی ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ ہم اس سے بھی زیادہ اونچے ہیں۔''

''یہی تو میں تمہیں بتانا چاہتی ہوں کہ صارم کو تم جیسا سمجھ رہی ہو وہ ویسا نہیں ہے بلکہ زندگی میں ہم بہت سے لوگوں کو جیسا دیکھتے ہیں وہ حقیقت میں ویسے نہیں ہوتے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں آپا......مگر صارم ویسا نہیں ہے۔ اس نے بڑی محنت کے ساتھ اپنا مقام بنایا ہے اور وہ لوگ جو سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر پہنچتے ہیں ان میں محبت بھی محنت کی طرح رچی بسی ہوتی ہے۔''

''میں سچ کہہ رہی ہوں عبیر......مجھے یہ صارم شاعر سا لگتا ہے جب وہ آنکھ اٹھا کر کسی سے بات کرتا ہے (ٹی وی پر ہی اسے دیکھا ہے) تو یوں لگتا ہے کہ کوئی گیم کھیل رہا ہے۔''

''اگر ایسا بھی ہوا تو میں بھی اس کے ساتھ کھیل لوں گی کہ آل راؤنڈر طالبہ تو میں بھی رہی ہوں ناں......!''

''وقت مت ضائع کرو۔'' آپا نے سمجھایا۔

''آپا......وقت مٹھی میں بھی کبھی کسی کے آیا ہے۔ اس کا تو کام ہی گزرنا ہوتا ہے تو میں اس کو ضائع کیسے کر سکتی ہوں۔''

''تمہیں سمجھانا تو اپنا دماغ خراب کرنا ہے۔'' وہ زچ ہو کر بولیں۔

''آپ کچھ بھی کہیں مگر پیار کی ایک بازی تو اس کے ساتھ کھیلنی ہی ہے۔'' عبیر نے ہنس کر آپا سے کہا۔

''یہ بازیاں زندگی کو تہس نہس کر کے رکھ دیا کرتی ہیں......تو کیا فائدہ وقت گنوانے کا......یہ گزرتا وقت تم سے پوچھے گا نہیں کہ تم کہاں کھڑی ہو اور کیوں کھڑی ہو۔''

''پیاری آپا......جس کے پاس یقین ہو اسے شکست کی چاپ نہیں بلکہ کامیابی کا بگل سنائی دیتا ہے۔''

☆======☆======☆

''امی آپ کے تجربے، آپ کے دلائل سب میری سسرال کے آگے فیل ہیں، عدنان اپنی ماں کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتا ہے۔'' سارہ، ماں کے پاس آئی تو پہلی بات یہی کی۔

''تمہارا شوہر کوئی دنیا کا انوکھا شخص نہیں ہے۔ کچھ ہی دنوں کی بات ہے پھر اسے تمہاری ہر بات اچھی اور سچی لگا کرے گی۔''

''امی میں تو سوچتی ہوں کہ کیوں نہ ان کے انداز میں رچ بس جاؤں اور سکون سے زندگی گزاروں۔ خواہ مخواہ لڑنے جھگڑے سے میرے اپنے اعصاب پر بھی تو برا اثر پڑتا ہے۔ آپ کی باتیں سن کر تو میرے سر میں درد سا رہنے لگا ہے۔''

''پیاری بیٹی تم جوان لڑکی ہو، تم دوسروں کے اعصاب توڑ سکتی ہو، تمہیں اپنی زندگی اپنے حساب سے بسر کرنی چاہیے۔ باہر کے ملکوں میں تو ایسے لوگوں کو اولڈ ہوم میں بھیج دیتے ہیں...... یہاں دیکھو کیسے دادا گیری سے رہتے ہیں۔ نہ بیمار پڑتے ہیں اور نہ جلدی مرتے ہیں۔ اس لیے ان سے علیحدہ ہی رہنا چاہئے۔''

''یہ شادی شدہ زندگی تو بے حد مشکل زندگی ہے، بے چاری لڑکی تو شادی کے اس پنجرے میں آ کر پھنس جاتی ہے اور ہر وقت دل میں لوگوں کی باتیں سہتی رہتی ہے۔'' سارہ نے پریشان ہو کر کہا۔ اسے اس وقت اپنی ماں کی کوئی بات بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اسے عدنان نے سختی سے سمجھا دیا تھا کہ...... آئندہ اس کی زبان پر کبھی کوئی ایسا لفظ بھی نہیں آنا چاہیے جس سے اس کے والدین کی تکریم پر کوئی شبہ بھی ہو اور اگر اسے یہ لوگ پسند نہیں ہیں تو وہ اس کو بخوشی چھوڑ بھی سکتا ہے کہ بیویاں تو بہت مل جائیں گی مگر والدین دوبارہ نہیں مل سکتے۔

''سارہ بیٹی ایسے بیٹوں کو افسانوی بیٹے کہا جاتا ہے، شادی شدہ زندگی میں تبدیلی نہ آئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ بانو آپا تو یہ کہتی تھیں شادی شدہ زندگی وہ بجلی ہے جس میں لوڈ ہمیشہ زیادہ پڑتا ہے اور کسی لمحے، کسی جگہ، کسی بھی حالت میں اس کا فیوز بھک سے اڑ جانے کے امکانات بھی ہوتے ہیں اور مشکل یہ ہے کہ نیا فیوز کسی پرانے تار سے نہیں لگتا۔ اس کے لیے ہمیشہ نیا تیار لگانا پڑتا ہے۔ میرا یہ بات کہنے کا مقصد بھی یہ ہے کہ عدنان کی زندگی میں بھی نئے راستے، نئے تاروں کے ذریعے نکلیں گے۔ وہ پرانے تار، پرانے رشتوں میں کب تک محبوس رہے گا۔ تازہ ہوا کی ضرورت تو اسے بھی پڑے گی۔''

''امی...... آپ کیا بات کرتی ہیں وہ گزشتہ بیس سال سے چھٹی کے دن پلاؤ کھاتے ہیں اگر میں کچھ اور پکانا چاہوں تو انہیں مزہ نہیں آئے گا۔ کہتے ہیں کہ امی کے ہاتھ کے پلاؤ کی جو بات ہے وہ کسی کے ہاتھ میں نہیں جبکہ وہ انتہائی بدمزہ پھیکا پھیکا سا پلاؤ بناتی ہیں کہ میں جب بھی کھاتی ہوں طبیعت مالش کرنے لگتی ہے۔''

''زندگی صرف پلاؤ نہیں ہے، کریلے اور بینگن بھی ہے۔''

''امی مجھے تو لگتا ہے کہ ان کے ہاں ہر چیز کا کوئی قانون بنا ہوا ہے اور وہ لوگ اس دائرے سے باہر آنا ہی نہیں چاہتے ہیں۔ اب جمعے کے دن دوپہر میں ان کے ہاں طاہری اور کباب بنتے ہیں، مجال ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز کھانا پسند کریں۔ اگر میں ان کا حساب کتاب توڑوں تو وہ کھا تو لیں گے، تعریف بھی کریں گے مگر اگلا جمعہ آئے گا تو پھر اسی ڈھرے پر چلیں گے۔''

''میرے سسرال والے ایسے ہوتے تو روزانہ سب کے چار چار جوتے مارا کرتی۔'' امی نے ہنس کر کہا۔

''امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ کون کس کے جوتے کھایا کرتا ہے آج...... میری سسرال والے چار تو کیا میری ایک بات نہیں سن سکتے۔ خاص طور پر عدنان تو بالکل ہی سر پھرے سے ہیں۔ اماں کی محبت آسیب بن کر سوار ہے۔ دفتر سے آتے ہی ان کے پاس یوں لپک کر جاتے ہیں جیسے کتنی مدتوں کے بعد اپنی ماں سے ملے ہوں، ادھر ان کی اماں کا بھی یہ عالم ہے ایسی ایسی فلمی دعائیں دیتی ہیں کہ ہنسی آتی ہے...... تجھے حج نصیب ہو، عمرہ نصیب ہو جبکہ پتا ہے آفس میں سر کھجانے کی فرصت نہیں ہے...... کیسے جا سکتے ہیں؟''

''یہ سب جتانے والے اور دکھانے والے طریقے ہوتے ہیں کہ اولاد ان کے جال سے باہر نہ نکلنے پائے۔''

''تو امی...... کیا عدنان بھی ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے؟'' سارہ کا لہجہ آزردگی لیے ہوئے تھا۔

''پاگل ہو گئی ہے کیا؟ ابھی یہ تیری ماں موجود ہے پھر تجھے کاہے کی پریشانی ہے۔ میں ایسا چکر چلاؤں گی کہ یہ منیرہ بیگم ناپتی رہ جائیں گی اور عدنان...... صرف تیرا ہو کر رہے گا۔''

''سچی امی......'' سارہ سرشاری ہو گئی۔

''ہاں میری بچی...... ایسا ضرور ہو گا۔''

☆======☆======☆

ایسا کبھی نہیں ہو گا...... یہ اس کا دماغ کہتا تھا۔

ایسا ضرور ہو گا۔ یہی اس کا نظریہ تھا اور یہی دل کی پکار بھی تھی۔

ایسا ضرور ہونا چاہئے...... دلی تمنا بھی یہی تھی۔

اس کی سوچ دماغ میں آندھیاں سی لے آتی اور صنوبر کسی بگولے کی طرح گھوم جاتی۔

یوں بھی زندگی ایک ایسا کھیل ہے جس میں آپ جیت نہیں سکتے، برابر نہیں ہو سکتے اور یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ جاؤ ہم نہیں کھیلتے مگر بعض ضدی لوگ صرف جیت کو ہی اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے ہیں اب جیسے صنوبر محبت کی بساط پر ہاری ہوئی لڑکی تھی۔ اس کا منگیتر اس کے بجائے کسی اور سے دل لگا بیٹھا تھا اور یہ سب برداشت کرنا اس کی توہین تھی۔ ایسی توہین جس کی ضرب اس کی انا پر پڑ رہی تھی۔

وہ اپنی بھابی کے سامنے بونی بن کر نہیں رہنا چاہتی تھی۔ وہ اس کو بتا دینا چاہتی تھی کہ اس میں اور صنوبر میں بہت فرق ہے۔ ایسا فرق جو کسی بڑے شہر اور گاؤں کے فرق سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ وہ جو دل چاہے کر سکتی ہے۔ وہ چاہے تو عائشہ کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے نکال سکتی ہے عائشہ کو بھی یہ یقین ہو گیا تھا کہ اس کی سسرال میں اس کے میاں کی مرضی بھی وہی ہوتی ہے جو صنوبر کی ہوتی ہے، دوسرے معنوں میں تنویر اور صنوبر کی سوچ میں کوئی واضح فرق نہیں تھا۔

صنوبر اسے کڑوی کسیلی سناتی اور جب زیادہ طیش میں آجاتی تو اس کی کمر میں دو چار دھموکے بھی جڑ

دیتی۔ تنویر آتا تو اس کا لہجہ بھی خفگی بھرا ہوتا اور اس سے نظریں ملا کر کوئی بات کرتا تو اس کی آنکھوں میں اپنے لیے کہیں بھی محبت کی کوئی پرچھائیں نظر نہ آتی۔

سفاک سی آنکھیں......!

"اجنبی سی آنکھیں......!

پتھریلی آنکھیں......!

جن کو دیکھ کر وہ خود بھی پتھرا سی جاتی تھی اور آج تو اس کی حالت ہی عجیب تھی، پاؤں دھرتی کہیں تھی پڑتا کہیں تھا۔ عائشہ آج ذہنی طور پر تیار تھی۔ اسے معلوم تھا کہ آج تنویر آفس سے آکر اس پر بے تحاشا برسے گا۔ جتنا بھی وہ اسے ڈانٹے وہ کم ہوگا۔

آج صنوبر نے اپنی کسی سہیلی کے توسط سے وسیم کی ایک تصویر منگوائی تھی جس میں وہ خوباں کا ہاتھ پکڑے کہیں بیٹھا تھا۔ یہ وہ واضح ثبوت تھا جو تنویر کسی صورت ریجیکٹ ہی نہیں کرسکتا تھا۔ آج صبح سے ہی اسے یوں لگ رہا تھا کہ ہر چیز اس کے خلاف ہو رہی ہے۔ صبح وہ تنویر کی شرٹ پر استری کرنے کھڑی ہوئی تو شرٹ کا کالر جل گیا اور تنویر دانت پیس کر رہ گیا۔ آسمانی لائنوں والی شرٹ اس کی پسندیدہ تھی اور وہ عموماً خاص مواقع پر پہنا کرتا تھا۔ آج اس کے آفس میں میٹنگ تھی۔ اس لیے استری شدہ شرٹ پر بس ہلکے سے پریس کرنے کو کہا تھا۔ اس کا دماغ نہ جانے کہاں تھا کہ وہ کالر پر استری رکھ کر جیسے واقعی بھول سی گئی اور جب کپڑا جلنے کی بدبو آئی تو صنوبر نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"دل جلانا تو تم جانتی ہی ہو اب کپڑے بھی جلانے لگیں۔" تب وہ ہراساں سی ہوگئی اور صنوبر سے ایک لفظ نہیں بولی۔ تنویر کے ناشتے میں جو انڈا فرائی کیا تو اس پر دو مرتبہ نمک ڈال دیا۔ وہ ایک لقمہ لے کر اٹھ گیا۔

"ارے آپ ناشتا تو کرلیں۔" وہ گھبرا گئی۔

"یہ کڑوا زہر انڈا تم ہی کھا سکتی ہو گی مگر میں نہیں۔" اور وہ بھوکا پیاسا آفس چلا گیا۔ اس کے اس طرح جانے پر ساس کو بہت غصہ آیا تھا۔

"عائشہ تمہیں لانے کا کیا فائدہ جب میرا بیٹا بھوکا ہے آفس جائے۔ میں نے تو کبھی اسے اس طرح آفس نہیں بھیجا۔"

"وہ غلطی سے نمک دو بار ڈالا گیا تھا اس لیے انہوں نے انڈا نہیں کھایا۔"

"تمہارا دماغ جب غیر ضروری چیزوں کی طرف ہوگا تو صحیح کام کیسے ہوسکتا ہے۔ اب تم تو ناشتا بھی بھرو گی اور کھانا بھی مگر میرا لعل تو فاقے سے ہی گیا ناں......!" ساس کی یہ باتیں سن کر اس کا ناشتا کرنے کو بھی دل نہیں چاہا۔

رات کو بھی اس نے برائے نام کھانا چکھا تھا۔ صنوبر کی کہی بات پر اس کا دل بار بار بھرے آرہا تھا۔

دوپہر کی ڈاک سے جب صنوبر کو وسیم اور خوباں کی تصویر موصول ہوئی تو صنوبر کی زبان مزید آگ اگلنے لگی۔

"جب تمہارا بھائی ایسا بے غیرت تھا تو اس کی منگنی کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہاری شادی کرنے

کے لیے تمہارے گھر والوں نے جھوٹ بولا تھا۔" عائشہ خاموش رہی، اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

"تمہارے گھر والوں کو یہ معلوم نہیں کہ میرا بھائی تمہیں کتنی جلدی تمہارے گھر بھیج دے گا۔" وہ خاموش رہی مگر آنسو اس کے رخساروں پر بہتے رہے۔

"سامان باندھو اپنا اور جانے کی تیاری کرو۔" صنوبر نے چلا کر کہا۔ وہ چپ چاپ اٹھ کر کمرے میں چلی آئی۔

"سنو تم یہاں کی ملکہ نہیں ہو جو ہر وقت بستر پر آرام کرتی رہتی ہو۔ دوپہر کا کھانا پکاؤ، تمہاری موجودگی میں اماں یا میں تو نہیں پکائیں گے ناں......!" وہ جو تکیے میں منہ چھپائے آنسو بہا رہی تھی، صنوبر کی آواز سن کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

دوپہر کا کھانا پکایا...... کپڑے دھوئے...... سارے گھر کی صفائی کی۔ ساس کے دوپٹے پر پھول کاڑھے۔

"ہونہہ...... صبح سے فریم پکڑے بیٹھی ہو، صرف چار پھول ہی کاڑھ سکی ہو۔" ساس نے بھی اس کی کاہلی کی طرف اشارہ کیا۔ تب سوئی اس کی انگلی میں کھب گئی اور وہ سی کر کے رہ گئی۔ انگلی پر جلدی سے پاس پڑا کاغذ لپیٹ لیا کہ کہیں خون کی وہ بوند ساس کے دوپٹے پر نقش ونگار نہ بنادے۔ تنویر کے آنے کا ٹائم ہو رہا تھا اور اس کے جسم میں ایک لرزہ سا شروع ہو چکا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے وجود میں زلزلے سے اٹھ رہے ہوں

پتا نہیں...... تنویر اسے رات کی گاڑی میں بٹھاتا ہے یا صبح روانہ کرے گا۔ وہ دل ہی دل میں حساب لگا رہی تھی۔ موبائل فون چیخ چیخ کر خاموش ہوگیا تھا مگر اس کی جانب دیکھا تک نہیں تھا۔

"دیکھنا آج کیسی طبیعت صاف ہوتی ہے مہارانی کی۔" صنوبر کی آواز اسے سنائی دی اور وہ بے تحاشا ڈر سی گئی۔ اسے یوں لگا جیسے تنویر کسی چھڑی کو اٹھا کر اس پٹائی بھی کردے گا۔ اس نے اپنے گرد شال کو اچھی طرح لپیٹ لیا۔ وہ غیر ارادی طور پر شاید اپنی حفاظت از خود کررہی تھی اور پھر وہ وقت آگیا جب تنویر آنگن میں داخل ہوا۔

"السلام علیکم!" اس کی سرشاری آواز اس نے سنی۔ وہ اٹھی کہ اس کے کپڑے اور جوتے اسے دے۔ روزانہ ہی وہ لپک کر یہ چیزیں اسے دے کر پانی کا گلاس اسے دیتی تھی۔

ابھی وہ گلاس میں پانی ڈال ہی رہی تھی کہ اسے صنوبر کے رونے کی آواز سنائی دی۔ وہ گلوگیر لہجے میں اپنے بھائی سے کہہ رہی تھی کہ عائشہ کو یہاں سے غارت کردو۔ اب وہ اس چڑیل کو یہاں ہرگز برداشت نہیں کرسکتی۔ وہ پانی کا گلاس لے کر اس کی سمت بڑھ رہی تھی اور صنوبر کے جملے...... اس کے کانوں میں سیسہ ڈال رہے تھے۔

"آپ اس کو آج ہی نکال باہر کریں۔ میں اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔"

اسے یوں لگا جیسے...... اب تنویر نے چھڑی اٹھالی ہو اور وہ اسے لہرا کر اس کی کمر پر مارے گا، تب چھن سے اس کے ہاتھ سے گلاس زمین پر گرا اور دوسرے لمحے وہ بھی کھڑے قد سے زمین پر گر کر تنویر کے

قدموں میں بے ہوش پڑی تھی۔

"ارے یہ تو بے ہوش ہوگئی۔" تنویر نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

"مرتی ہے تو اپنے گھر جا کر مرے۔ یہاں ڈرامے بازی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔" صنوبر نے اس کو حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"گلاس کا کونا شاید اس کی کلائی میں کھب گیا تھا تو گاڑھا گاڑھا سرخ خون اس کی کلائی سے نکل کر اس کی شرٹ کو تر کرنے لگا۔ تنویر نے عائشہ کے زرد سے چہرے کو دیکھا اور بے ساختہ اسے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر باہر کی طرف لپکا۔

آتی ہوئی ٹیکسی کو ہاتھ دے کر وہ اسے لیے ہسپتال کی طرف جا رہا تھا۔ ایمرجنسی وارڈ میں جیسے ہی ڈاکٹر نے اس کا چیک اپ کیا وہ تنویر سے بولی۔

"اس لڑکی کے ساتھ یہ سلوک کس نے کیا ہے؟"

"جی، میں سمجھا نہیں.....!" وہ ڈاکٹر کا تشویش انگیز لہجہ سن کر ڈر سا گیا۔

"لڑکی پر تشدد کیا گیا ہے۔ اس کی کمر پر، بازوؤں پر چوٹ کے نشان ہیں۔"

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے، بے ہوش ہو کر گرنے کی وجہ سے اس کے چوٹ لگی ہے ورنہ عائشہ تو میری بیوی ہے۔ میں بھلا اس پر ہاتھ کیوں اٹھاؤں گا.....؟"

"کیسے شوہر ہیں آپ.....آپ کو یہ تک معلوم نہیں کہ وہ بھوک کی شدت اور خوف کی وجہ سے بے ہوش ہوئی ہے۔ جب بیوی حاملہ ہو تو شوہر اپنی بیوی کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھتا ہے اور آپ اسے بھوکا مارنا چاہتے ہیں۔"

"عائشہ حاملہ ہے.....!" وہ حیرت سے بولا۔

"اچھا.....اتنی بڑی خبر سے بھی آپ بے بہرہ ہیں۔ یہ پولیس کیس بھی ہو سکتا ہے مگر آپ شکل سے شریف آدمی لگ رہے ہیں اس لیے وارننگ دے رہی ہوں کہ بیوی اس لیے نہیں لائی جاتی کہ اس پر ظلم توڑے جائیں.....اس سے محبت کی جاتی ہے محبت....."

"مگر میں اس پر کیوں ظلم توڑوں گا.....؟" تنویر کھسیائے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اچھا.....کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں.....؟" ڈاکٹر نے اس کی قمیص پشت پر سے ہٹائی جہاں نیل پڑے ہوئے تھے اور یہ سب دیکھ کر تنویر گڑبڑا کر رہ گیا۔ ڈرپ اور انجکشن کے لگتے ہی عائشہ کو ہوش آ گیا تھا اور وہ تنویر کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ تم..... مجھے اتنی بڑی خوشی دینے کی تیاریاں کر رہی ہو.....؟" وہ اس کے ہاتھ پکڑے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے خود ابھی معلوم ہوا ہے۔" وہ سادگی سے بولی۔ اس کے لہجے میں کسی قسم کی خوشی کا کوئی شائبہ تک نہیں تھا۔

"صنوبر نے تمہیں مارا تھا.....؟" اس نے نظریں جھکائے جھکائے پوچھا۔

"پتا نہیں....." وہ گردن موڑ کر اپنے آنسو اپنے اندر اتارنے لگی۔

"میں گھر جا کر صنوبر کو سمجھاؤں گا کہ خبردار عائشہ سے کبھی کوئی بدتمیزی کی۔"

"تو کیا آپ مجھے کراچی نہیں بھیجیں گے؟" اب حیران ہونے کی باری عائشہ کی تھی۔

"میں کیوں بھیجوں گا تمہیں کراچی.....؟"

"وہ وسیم کی وجہ سے۔" اس نے گڑبڑا کر کہا۔

"وسیم بھی راہِ راست پر آ جائے گا اور میں کیوں اپنی زندگی تباہ کروں گا۔" تب عائشہ کے دماغ سے ایک بھاری پہاڑ خود ہی ہٹ گیا۔

☆======☆======☆

تیز ہارن سن کر بے ساختہ ثمینہ اور عینی دونوں نے ہی مڑ کر پیچھے دیکھا۔ رخسانہ بیگم ساڑی کا پلو شانے پر سنوارتی ہوئی گاڑی سے اتر رہی تھیں مگر لبوں پر تمسخرانہ مسکراہٹ کدکڑے مار رہی تھی۔

"السلام علیکم پھپھو....." وہ گردن اکڑائے انہیں نظر انداز کرتی ہوئی پاس سے گزریں تو عینی نے کہا۔

"وعلیکم السلام۔" انہوں نے صارم پر نظریں جماتے ہوئے جواب دیا اور سامنے والے گیٹ میں داخل ہو گئیں جہاں میلاد کی محفل شروع ہو چکی تھی۔

ان کی نظروں میں کیا کچھ تھا یہ سب ثمینہ بخوبی سمجھ رہی تھیں۔

"چلو بیٹا اندر چلو.....ویسے بھی دیر ہو گئی ہے۔" اب انہیں ایک لمحہ بھی کھڑا رہنا گوارا نہیں تھا۔

"اچھا سر خدا حافظ!" عینی انہیں ہاتھ ہلاتے ہوئے ماں کے ساتھ آگے بڑھ گئی جو اس سے دو قدم آگے چل رہی تھیں۔

"امی، ہمارے چیف گیسٹ اچھے تھے ناں.....؟" عینی ماں کے منہ سے صارم کی تعریف سننا چاہ رہی تھی۔

"ہاں....." اس سے مختصر جواب کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے ذہن میں باجی جان کی تحقیر بھری مسکراہٹ گھوم رہی تھی جو صارم کو دیکھ کر ان کے لبوں پر امڈ آئی تھی۔

"باجی جان آپ خواہ کچھ بھی سمجھیں مگر میرا شمار ان عورتوں میں ہرگز نہیں ہے جہاں داماد گھیرنے کے لیے باقاعدہ جال بچھائے جاتے ہیں۔"

میلاد میں کس کس نے نعتیں پڑھیں اور کیا دعا مانگی گئی۔ ان کو کچھ بھی یاد نہیں تھا، یاد تھیں تو اپنی نند کی نظریں جو انہیں کھائے جا رہی تھیں..... وہ بار بار انہیں ایسے دیکھ رہی تھیں جیسے کسی کو چوری کرتے رنگے ہاتھوں دیکھا ہو اور اس پر ہی بس نہ تھا وہ عینی کو بھی اسی انداز میں دیکھ رہی تھیں۔

ایسی نظریں بھی ہوا کرتی ہیں..... جو اپنی سگی بھتیجی کو یوں دیکھ رہی تھیں جیسے کہیں کوئی رشتے داری تو کیا جان پہچان کا شائبہ تک نہ ہو۔

تحقیر بھری نظریں..... جیسے کہہ رہی ہوں کہ معلوم ہو گیا کہ تم کیا ہو؟

تمسخر بھری نظریں...... کہ بڑی بنی تھیں مگر اصلیت تو ہمیں بھی پتا چل گئی۔

کھا جانے والی نظریں...... ہونہہ دو کوڑی کی اوقات والے لوگ۔ اس قابل کہاں ہوتے ہیں کہ منہ لگائے جائیں۔

ثمینہ اپنی نند کی نظروں کا ہر وار سمجھ رہی تھیں مگر عقل مندی کا تقاضا تھا کہ انہیں اور ان کی نظروں کو نظر انداز کر دیا جائے۔ انہیں خدشہ تھا کہ اس محفل میں ہی کوئی ایسا شگوفہ نہ کھل جائے جس کی آڑ لے کر رخسانہ بیگم کو بولنے کا موقع مل جائے۔ اسی لیے میلاد ختم ہونے کے بعد بغیر کچھ کھائے پیئے معذرت کرتی ہوئی وہاں سے نکل آئیں جبکہ عینی کا دل تو چاہ رہا تھا کہ سر صارم کی والدہ کو دیکھے کہ وہ کیسی ہیں؟ مگر ثمینہ اچانک اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرتے ہوئے عینی کو لے کر وہاں سے آگئیں۔

عینی کو گھر آ کر حیرت سی ہوئی کہ امی ہشاش بشاش سی کام میں یوں مصروف ہو گئیں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

”امی آپ جان بوجھ کر آئی ہیں ناں......؟“ عینی نے ماں کے پاس آ کر پوچھا۔

”ہاں......“ ثمینہ نے سوچا جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔

”مگر کیوں......؟“ اسے واقعی حیرت سی تھی۔

”اپنی رخسانہ پھپھو کو دیکھا تھا تم نے......؟“

”ہاں دیکھا تھا۔“

”ان کو دیکھ کر کیا تم کچھ سمجھی بھی نہیں......؟“

”وہ تو آپ کو دیکھ کر یونہی ہمیشہ برے برے منہ بناتی ہیں یہ تو ان کی عادت ہی ہے۔“

”مگر آج ان کے اس طرح منہ بنانے کی خاص وجہ بھی تھی۔“

”مگر میری سمجھ میں تو ان کے ڈرٹی لکس نہیں آتے۔“

”جب تم اپنے چیف گیسٹ صارم سے باتیں کر رہی تھیں اسی وقت وہ وہاں آئی تھیں۔ تمہیں کسی نوجوان لڑکے سے بات کرتے دیکھ کر ان کے گندے ذہن نے ہزاروں مطلب اخذ کر لیے۔“

”مگر آپ بھی تو میرے ساتھ کھڑی تھیں۔“

”ان کا کیا خیال ہوگا کہ میں نے تم کو شہ دے رکھی ہے۔“

”لاحولا ولاقوۃ......! یہ تو وہی مثل صادق آگئی کہ سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا۔“

”عینی بیٹا...... بعض خواتین کی زندگی کا مقصد صرف لوگوں کو نیچا دکھانا ہوتا ہے اس لیے وہ ہر سچویشن میں اپنی مرضی کے رنگ بھرنے کی کوشش کرتی ہیں۔“

”ارے امی...... رخسانہ پھپھو کی عادتوں کو تو سب جانتے ہی ہیں۔ ان کی بات کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ آپ خواہ مخواہ ان کی وجہ سے جلد اٹھ آئیں۔“

”بیٹا تم اپنی پھپھو کو جانتی نہیں ہو۔ وہ بات کا بتنگڑ بنانے میں ماہر ہیں۔ میں ان کو خوب اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ جب تک زہر نہیں اگلیں گی انہیں چین نہیں آئے گا۔“

”امی...... پھپھو کی باتوں کی پروا کون کرتا ہے اور نہ ہی کوئی یقین...... وہ جو چاہے کسی سے کہہ لیں۔ مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔“ عینی نے کہا۔

☆======☆======☆

”تمہاری نند جب تمہارے گھر آتی ہیں تو ان کے بچے تمہارے کمرے میں آتے ہیں۔“

”ہاں آتے ہیں مگر جلد ہی دوسرے کمرے میں چلے جاتے ہیں۔“

”اگر تمہاری غیر موجودگی میں تمہاری نند آئیں تو تمہارا کمرا استعمال ہوتا ہے۔“

”ہاں، غیر موجودگی میں تو خوب ہوتا ہے جیسے ممانی جب اپنے میکے جاتی ہیں تو ہم سب لوگ ان کے کمرے میں کھانا کھاتے ہیں، ٹی وی دیکھتے ہیں۔“

”ممانی کا ذکر غارت کرو، اپنی بات بتاؤ۔“

”کہہ تو رہی ہوں کہ میری غیر موجودگی میں میرا کمرا خوب استعمال ہوتا ہے۔ نندوئی صاحب تو ٹھاٹ سے سوتے تک ہیں۔“ سارہ نے بتایا۔

سارہ ان دنوں اپنے میکے رہنے کے لیے آئی تھی اور اس کی ماں روزانہ کرید کرید کر اس کے سسرال کی باتیں پوچھا کرتی تھیں۔

”بس...... اب تم نے جو بھی نیا جھگڑا کرنا ہے وہ اپنی نند کے حوالے سے کرنا ہے۔“

”مگر امی...... طاہرہ باجی تو اللہ میاں کی گائے ہیں۔ وہ تو کبھی ایسی بات کرتی ہی نہیں ہیں جو کسی کو بری لگے۔“

”تم بھول گئی ہو کہ گائے بھی سینگ مار دیا کرتی ہے۔“

”وہ تو پاگل گائے مارتی ہے۔“ سارہ نے ہنس کر کہا۔

”تو ٹھیک ہے اپنی طاہرہ باجی کو تھوڑی دیر کے لیے پاگل بنا دینا۔“ تب سارہ ان کا پلان سن کر واقعی ہکا بکا رہ گئی۔ اس کی ماں تو اس کی توقع سے بڑھ کر ذہین تھیں۔

”دیکھ رہے ہیں آپ یہ تولیا...... کسی نے اپنے جوتے صاف کیے ہیں، ساری پالش اس پر لگ گئی ہے اور یہ میرا دوپٹا دیکھیے، طاہرہ باجی کی بچیوں نے لپ اسٹک لگا کر خوب پونچھی ہے۔“ سارہ نے میکے سے جا کر اگلے دن شام کو آفس سے آتے ہی عدنان سے کہا۔

اسے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں طاہرہ باجی آئی تھیں اس لیے اس نے ماں کا سکھایا ہوا سبق دہرایا۔

”اور چیزیں بھی چیک کر لو۔ کہیں طاہرہ باجی اور ان کے بچوں نے خراب نہ کر دی ہوں۔“ عدنان جوتے کے تسمے کھولتے ہوئے رسان سے بولا۔

”ہمیشہ ہی کوئی نہ کوئی چیز خراب کر کے جاتے ہیں مگر مجھے اچھا نہیں لگا کہ آپ کو بتا کر شرمندہ کروں۔“

”مگر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے ناں کہ کون کتنے پانی میں ہے۔“ عدنان اپنا غصہ دبا کر بولا۔

''میں اپنا چھوٹا پرس یہیں بھول گئی تھی، اس میں خیر کوئی بڑی رقم نہیں تھی، بس پچاس کے دس نوٹ تھے، وہ شاید بچوں نے نکال لیے ہوں گے۔ صرف دو نوٹ پڑے ہیں۔''

''اپنا زیور بھی چیک کرلو، ہوسکتا ہے طاہرہ باجی نکال کر لے گئیں ہوں، ان کے سسرال میں کئی شادیاں آرہی ہیں اور میرے خیال سے ان کے پاس کوئی خاص زیور بھی نہیں ہے۔'' عدنان کا لہجہ اسے تمسخر آمیز سا لگا۔

''طاہرہ باجی کسی چیز میں ہاتھ نہیں ڈالا کرتی ہیں۔'' عدنان کے بگڑے لہجے کو دیکھ کر اس نے اپنے پلان کو از خود ختم کرتے ہوئے کہا۔ عدنان سر پکڑ کر چند لمحے وہیں خاموش بیٹھا رہا، چپ چاپ جیسے وہ ساکت ہوگیا ہو۔

''چائے لاؤں آپ کے لیے......؟''

''نہیں۔'' اس نے برہمی سے کہا اور نظریں اٹھا کر اسے دیکھا تو وہ سرخ ہو رہی تھیں۔

''طبیعت تو آپ کی ٹھیک ہے......؟'' وہ پریشان ہو کر بولی۔

''میری طبیعت تو ٹھیک ہے مگر مجھے لگتا ہے کہ تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہوگئی ہے اس دفعہ اپنی ماں کے گھر جا کر تمہیں پھر بخار ہوگیا ہوگا۔''

''ارے میرا چھوڑیں، مجھے اپنی صحت کی کبھی پروا نہیں رہی ہے۔''

''کیسے چھوڑ دوں، مجھے تو تمہاری بہت پروا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ سارا کا ہاتھ پکڑ کر ٹی وی لاؤنج میں لے آیا جہاں منیرہ بیگم تخت پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں اور اس کے شوہر ٹی وی پر میچ دیکھ رہے تھے۔

''امی...... آپ سارہ کو دیکھئے، اس کا اتنا نقصان ہوگیا، آپ کو پتا ہی نہیں چلا۔ طاہرہ باجی کے بچے اس کے پرس سے پیسے اڑا کر لے گئے۔ اس کے میک اپ کا سامان تباہ کر گئے۔ بھائی جان اپنے جوتے، نئے تولیے سے صاف کر گئے۔''

''مگر بیٹا...... وہ لوگ تو اپنی پھپو کے ہاں حیدرآباد گئے ہوئے ہیں، وہ آئے تو تھے مگر دروازے سے ہی خدا حافظ کہہ کر چلے گئے تھے۔''

''مگر ان صاحبہ نے آپ سے آکر یہ پوچھ کر کہ طاہرہ باجی آئی تھیں، اپنا مذموم پروگرام ترتیب دے لیا۔''

''ہوسکتا ہے یہ تولیا اس سے پہلے خراب ہوا ہو، میری نظر اب پڑی ہو۔'' سارہ نے کمال مہارت سے سچویشن کو بہتر بنانے کی کوشش کی۔

''طاہرہ کے بچوں نے آج تک ایسی حرکت نہیں کی نہ ہی وہ کسی کی چیز چھیڑتے ہیں اور نہ ان میں گھستے ہیں۔''

''امی مجھے تو بچوں سے بہت محبت ہے۔ جب وہ آتے ہیں تو میں خود انہیں اپنے کمرے میں لے جاتی ہوں۔ ان کے ساتھ کھیلتی ہوں۔'' سارہ نے شائستہ سے لہجے میں کہا۔

''مگر بچوں پر تم نے کتنا بڑا بہتان لگایا ہے۔''

''شاید میری غلط فہمی ہو۔'' عدنان کا غصہ کم ہوتا نہ دیکھ کر وہ بولی۔

''ہاں بیٹا، غلط فہمی تو کسی کو بھی ہوسکتی ہے۔'' منیرہ بیگم کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا جو ہر بات کا مثبت پہلو دیکھنے کی عادی تھیں۔

''نہیں امی...... یہ سب پری پلان باتیں تھیں، دیکھئے یہ وہی تولیا ہے ناں...... جو کل شام آپ نے مجھے نکال کر دیا تھا۔''

''ہاں یہ تو میرا تولیا ہے جو میں نے تمہیں دیا تھا۔''

''تو اس پر لگی پالش ان محترمہ نے خود لگائی، دوسری طرف اس پر لپ اسٹک یوں رگڑی ہے جیسے کوئی سال دو سال کا بچہ رگڑ دے۔'' منیرہ بیگم اب تولیا دیکھ رہی تھیں اور سارہ کا چہرہ مارے شرمندگی کے تپ رہا تھا۔

''سنو...... تم ابھی اور اسی وقت اپنے گھر جاؤ اور اس وقت تک اس گھر میں قدم نہ رکھنا جب تک میں نہ کہوں......!''

''عدنان بیٹا...... ایسا نہیں کہتے......'' منیرہ بیگم نے دکھ بھرے لہجے میں کمزور سا احتجاج کیا۔

''نہیں امی...... آپ اس لڑکی کو اچھی طرح شاید پہچان نہیں پائیں۔ ایسی مکار سی لڑکی کے ساتھ میں زندگی کا سفر طے نہیں کرسکتا۔ یہ زہریلی باتیں، اوچھی حرکتیں، ذلیل عزائم جہاں سے سیکھ کر آرہی ہے وہیں جا کر رہے اور ان لوگوں کو بتادے کہ تم جیسے لوگوں کا کوئی منہ توڑ بھی سکتا ہے۔''

''آپ میری ماں کو کچھ نہ کہیں۔'' سارہ بپھر کر بولی۔

''میں نے تو ابھی کسی کا نام ہی نہیں لیا ہے۔''

''پھر ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں......؟'' اس نے رونے کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''ناں...... ناں...... یہ مگرمچھ کے آنسو یہاں بہانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنا بیگ اٹھاؤ اور اپنی ماں کے مکتب میں جاؤ۔''

''ٹھیک ہے...... میں جا رہی ہوں۔'' سارہ غصے سے بولی اور دروازہ قصداً زور سے مارتے ہوئے باہر نکل گئی۔ ابا جی خاموشی سے یہ سب دیکھتے رہے مگر منیرہ بیگم بدحواس سی ہوگئیں۔

''لگتا ہے کسی غلط گھرانے میں آپ نے عدنان کی شادی کردی ہے۔ اتنی سی لڑکی کی باتیں تھیں کہ پتا نہ کہ ہمارا ذہن تو ایسی باتوں کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔''

''مجھے تو یہ احساس ہی نہیں ہوا کہ وہ آتے ہی یہ کیوں پوچھ رہی ہے کہ میرے پیچھے کون کون آیا تھا۔ میں نے کہا طاہرہ اور اس کے بچے آئے تھے۔'' منیرہ بیگم کو سارہ کی باتیں سن کر دلی صدمہ ہو رہا تھا۔

''امی پلیز...... اس لڑکی کو میں راہِ راست پر لاؤں گا۔ آپ پلیز میرے معاملے میں بالکل مت بولیے گا۔'' عدنان نے ماں سے کہا۔

''اس کی ماں ایسی ہوگی اپنی بیٹی کے گھر میں ہنگامے ڈلوائے گی میں تو سوچ بھی نہیں سکتی۔''

''پیاری امی...... آپ کو کیا پتا، آج کل پچھتر فیصد گھر لڑکیوں کی ماؤں کی وجہ سے اجڑ رہے ہیں،

بے وقوف لڑکیاں اپنا ذہن استعمال نہیں کرتیں اور نہ ہی اپنے شوہر کی بات مانتی ہیں اس لیے وہ نقصان اٹھاتی ہیں۔" عدنان غصے میں کہہ رہا تھا۔

☆======☆======☆

"ارے واہ ہیرو...... گاڑی تو بہت اچھی ہے۔" صارم گاڑی لاک کر کے مڑا تو نوید، رئیس منزل کے پارکنگ ایریا میں کھڑا اسی کو دیکھ رہا تھا۔

"یار میری کہاں ہے، کمپنی سے ملی ہے۔"

"تمہیں ملی ہے، تم چلاتے ہو، گھومتے پھرتے ہو ہر وقت تمہارے ساتھ رہتی ہے تمہاری ہی تو ہوئی۔"

"ہاں، کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔" صارم اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

"یار، میرا تو خیال ہے گاڑی بھی فیملی ممبر ہوتی ہے جہاں ہم جاتے ہیں ہمارے ساتھ جاتی ہے۔ خوشی میں، غمی میں ہماری جان کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔"

"یہ تو تم نیا نکتہ نکال کر لائے ہو۔" صارم اس کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"اسی لیے سوچتا ہوں کہ اگر شہزادی اپنے جہیز میں کوئی گاڑی لے آئے تو میں سمجھوں گا کہ ہماری فیملی میں ایک ساتھ دو ممبرز کا اضافہ ہو گیا۔" نوید شوخی سے بولا۔

"شہزادی اگر گاڑی نہ بھی لائے تب بھی فیملی ممبرز کا اضافہ تو تمہارے ہاں ہر سال ہوا کرے گا۔"

"نہیں صارم...... وہ دوسری بات ہے۔ اب گاڑی اولاد کی طرح تھوڑی ہوتی ہے۔"

"تو پھر کیا ہوتی ہے؟"

"وہ تو خوبصورت پرسنل سیکرٹری کی طرح ہوتی ہے جس کے بغیر جانے کو کہیں قدم ہی نہ اٹھیں۔"

"تو پھر یہ خوبصورت پرسنل سیکرٹری کب آ رہی ہے؟" صارم نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہماری شہزادی اپنے ساتھ ہی لائیں گی۔"

"پاگل ہو گیا ہے کیا، وہ بے چاری تو خود ہی آ جائے تو بڑی بات ہے۔"

"بھئی سمجھا کرو، ہماری شہزادی بقول ہماری اماں بے حد ذہن و فطین ہیں، انہوں نے بہت سارے صابنوں کے ریپر، واشنگ پاؤڈر کے خالی ڈبے، مرچ مسالوں کے ریپرز کئی ڈراز میں بھیج دیے ہیں جس میں گاڑی بھی انعام میں نکل سکتی ہے اور وہ لکھ پتی بھی بن سکتی ہے۔"

"پتی تو اسے تم جیسا مل رہا ہے۔ اس کی قسمت سے تم لاکھوں بھی کما لو گے اور گاڑی بھی خرید لو گے، بس بندے کو محنتی ہونا چاہیے۔ سب چیزیں مل جاتی ہیں۔"

"یار...... یہ امیدیں...... یہ روشن خواب...... کیا ہمارے جیسے لوگوں کے لیے ہوتے ہیں......؟" نوید برا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہر ایک کی امیدیں اور ہر ایک کے خواب مختلف ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں اس لیے تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ امیر آدمی خواب نہیں دیکھتا۔"

"پھر تو مجھے ایک کمپنی کھول لینی چاہیے، آیئے چھوٹی بڑی امیدیں خریدیے...... کھٹے میٹھے، رسیلے اور سبز سبز خواب خریدیے اور مسرور ہو جائیے۔" نوید نے جل کر کہا۔

"ایسا بھی کر لو......" صارم کو ہنسی آئی۔

"تم مارکیٹنگ کر لو تو کھول لوں گا۔"

"پہلے اپنی اماں کا خواب پورا کر لو، شہزادی کو بیاہ کر لے آؤ پھر تم سوچنا کہ کیا کرنا چاہو گے بلکہ وہ تمہیں گائیڈ بھی کرے گی۔"

"ہونہہ، وہ گائیڈ کرے گی۔ اپنے اسکول میں گرلز گائیڈ میں نام لکھوا لیا تھا، دو دن کے بعد اس کی پی ٹی ٹیچر نے نکال دیا تھا کہ تم سے موٹاپے کے باعث چلا تو جاتا نہیں ہے، پریڈ کیسے کرو گی۔"

"شہزادی موٹی تو نہیں ہے، خالہ نے مجھے تصویر دکھائی تھی۔ بڑی اچھی تصویر تھی۔ تم خواہ مخواہ اس کی برائی کرتے رہتے ہو۔" صارم نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"اماں کا کیا ہے، اس کے بچپن کی تصویر دکھا دی ہو گی۔ اب تو وہ بے حد موٹی ہے، ہر وقت تو کھاتی رہتی ہے۔ کل جب میں خالہ کے ہاں گیا تو ایک ساتھ دو آدم کھا رہی تھی۔ میں نے کہا ایک ایک کر کے آم کھاؤ، یہ جناتوں کی طرح کیوں کھا رہی ہو، تو پتا ہے اس نے کیا جواب دیا......؟"

"کیا......؟"

"ایک آم کھٹا ہے، ایک میٹھا ہے۔ میں باری باری دونوں کو کھا رہی ہوں تا کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔"

"اتنی اچھی لڑکی جو پھلوں تک کا خیال رکھتی ہے وہ آ کر تمہارا کتنا خیال کرے گی...... یہ تو سوچو۔"

"بس میں یہی نہیں سوچنا چاہتا۔ اماں نے بھی یہی کہا تھا، آپا نے بھی اور اب تم بھی یہی کہہ رہے ہو۔ گھر چھوڑ کر میں یہاں پارکنگ لاٹ میں کھڑا ہو گیا تھا، اب تم بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں......؟"

"چلو واپس گھر چلو۔" صارم اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر چلتے ہوئے بولا۔

"ہاں یاد آیا، وہ پھولوں والی...... پھر ملی۔" بڑھتے ہوئے قدم روک کر اس نے اچانک پوچھا۔

"نہیں یار، دوبارہ ملنے کا کیا سوال......؟" صارم نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔

"اے اتنی حسرت سے کیوں کہہ رہا ہے، مل جائے گی۔ میں منت مان رہا ہوں کہ اگر تمہیں کل شام پانچ بجے تک مل جائے تو تم مجھے باہر اچھا سا کھانا کھلاؤ گے۔"

"یہ منت تم مان رہے ہو یا میں جو میں تمہیں ٹھنساؤں گا......؟" صارم نے مسکرا کر اس کے ایک دھپ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"یار فائدہ تیرا ہو رہا ہے...... پھر کاہے کی کنجوسی...... کھانا کھلانے کے بعد آئس کریم اور چائے بھی۔"

"اب تُو جادو تو جانتا نہیں ہے کہ وہ مجھے اس طرح مل جائے گی۔"

"میں جادو نہیں جانتا مگر میرا جگری یار تو جادوگر شخصیت کا حامل ہے۔ یار تیرے آگے تو شاہ رخ خان، ریتک، عامر سب دو پیسے کے لگتے ہیں۔ تُو جہاں کھڑا ہو جائے...... وہاں کوئی نظر نہیں آتا۔"

"ظاہر ہے میں ہوں ہی ایسا......" اب صارم اس کی بات سن کر مسکرا کر اسے چڑاتے ہوئے بولا۔

"وجہ نہیں پوچھو گے۔"

"چل وجہ بھی بتا دے کہ جہاں میں جاؤں گا تو دوسرے وہاں نظر کیوں نہیں آئیں گے۔"

"تیرے جاتے ہی لائٹ چلی جائے گی، اندھیرا ہو جائے گا، گرمی بڑھ جائے گی، جنریٹر کام نہیں کرے گا، افراتفری پھیلے گی، کوئی افواہ بھی پھیل جائے گی، ظاہر ہے کہ سب بھاگ جائیں گے اور تو لبو وہاں کھڑا نظر آئے گا۔ اکیلا، پاگل سا...... باؤلا سا......!" یہ کہہ کر نوید بھاگا اور صارم اس کے پیچھے لپکا مگر وہ دونوں خوب ہنس رہے تھے۔

☆======☆======☆

جب سے وسیم نے ماں کو فون کر کے کہا تھا کہ وہ ہر صورت میں صرف خوباں سے شادی کرے گا، وہ پریشان ہو گئی تھیں۔ چھوٹا بھائی اور چھوٹی بہن بار ہا اسے فون پر سمجھا رہے تھے مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"دیکھ لینا، تنویر ہماری عائشہ کو چھوڑ دے گا۔" وہ انتہائی پریشان سی تھیں۔

"نہیں امی، اب آپا اپنی سسرال میں خیریت سے ہیں، ان کے گھر کا ماحول اچانک ہی تبدیل ہو گیا ہے۔ اب نہ صرف تنویر بھائی بلکہ گھر کے سب لوگ آپا کا بے حد خیال رکھتے ہیں۔" نعیم نے تسلی دی۔

"مگر وسیم کی اس حرکت سے ہم سب لوگ جھوٹے تو پڑ جائیں گے۔"

"ایسی بات نہیں ہوگی۔" نعیم نے پھر ماں کو تسلی دی۔

"کیوں نہیں ہوگی؟ عائشہ کی زندگی بھی داؤ پر لگ سکتی ہے، میں تو سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وسیم مجھے یوں جھوٹا بنوائے گا۔"

"میں کر لوں گا صنوبر سے شادی......!" نعیم نے کہا۔

"وہ تم سے بڑی ہے اس کا تمہارا کیا جوڑ ہے......؟"

"مگر مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں تو بس یہ سوچتا ہوں کہ میری عائشہ آپا پر کوئی مصیبت نہ آئے۔" نعیم نے کہا۔

"میری بے حد پیاری بیٹی ہے۔ عائشہ۔ سب سے محبت کرتی ہے اگر اس کے ساتھ کچھ برا ہوا تو میں اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ میں نے خواہ مخواہ ہی اپنی بیٹی کو ان جنگلی لوگوں میں بیاہا۔"

"آپ نے تو وسیم بھائی سے کہہ دیا ہے ناں کہ ان کی شادی سے عائشہ آپا کا گھر ٹوٹ سکتا ہے۔"

"ہاں سب کچھ کہہ دیا ہے...... مگر اسے پروا ہی نہیں ہے، خوباں کا عشق اس کے سر پر چڑھ کر بول رہا ہے۔ وہ ہر غم اور ہر پریشانی کو سہہ سکتا ہے کہ خوباں کے سوا اس کو نہ کچھ نظر آ رہا ہے اور نہ ہی وہ دیکھنا چاہتا ہے۔"

"وسیم بھائی ایسے تو نہیں تھے۔ یہ ایک دم انہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"پاگل ہونے کے بعد انسان ہر احساس سے عاری ہو جاتا ہے۔ مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے کہ وسیم

خوباں کے عشق میں پاگل ہو گیا ہے۔" اور واقعی وسیم کا احوال یہی تھا کہ جو کچھ کما رہا تھا، وہ خوباں پر خرچ کر رہا تھا۔ اس کا ہر کہنا مان رہا تھا۔ خوباں نے کہا تھا کہ اس ویک اینڈ پر ہم شادی کے بندھن میں بندھ جائیں گے اور اس نے ہامی بھر لی تھی۔

"شادی کے بعد تم ہمارے گھر میں رہو گے۔" وسیم کو اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔

"شادی کے بعد ہم پاکستان نہیں جائیں گے۔" اور وہ رضا مند ہو گیا اور خوباں کو بھلا اور کیا چاہیے تھا۔

☆======☆======☆

تنویر کا حکم تھا یا کوئی پلان...... صنوبر ایک دم خاموش سی ہو گئی تھی۔ ساس کو شاید دلی خوشی تھی کہ ان کا پوتا یا پوتی آنے والا ہے اس لیے وہ عائشہ کا خیال رکھ رہی تھیں۔ وہ جو گھر میں سب سے آخر میں ناشتا کرنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اب تنویر کے آفس جانے سے پہلے اس کا ناشتا صنوبر اس کے کمرے میں لا کر رکھ رہی تھی۔ عائشہ کو اس کی ایک دم تبدیلی دیکھ کر خوف بھی محسوس ہوا تھا کہ لڑتی جھگڑتی لڑکی ایک دم سے اتنی اچھی کیوں بن گئی ہے۔

"صنوبر...... میں ٹھیک ہوں...... مجھے کام کرنے دو۔" تنویر کے آفس جانے کے بعد اس نے باورچی خانے کا کام کرنا چاہا تھا۔

"نہیں، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے، تم آرام کرو، جب ٹھیک ہو جاؤ گی تب کام کر لینا۔" وہ اس کے ہاتھ سے چیزیں بھی لے لیتی۔ جیسے وہ اسے وہاں آنے دینا چاہتی ہی نہیں ہو۔

صنوبر کا یہ روپ اس کے لیے واقعی نیا تھا۔ ایک ایسی لڑکی جس سے وہ ہمیشہ خوف کھایا کرتی تھی۔ اس سے ڈر کر رہتی تھی، اب وہ اس کا اتنا خیال رکھ رہی تھی کہ اسے شرم سی آ جاتی۔

کراچی فون کر کے وہ وسیم کے احوال پوچھتی تو ماں کو پریشان پاتی کہ اس کی عاشقی کے قصے اب بہت بڑھ گئے تھے اور اس نے فون پر یہ کہہ بھی دیا تھا کہ وہ خوباں کے سوا کسی دوسری لڑکی سے شادی کرنے کا سوچ ہی نہیں سکتا۔

چھوٹی بہن اور چھوٹا بھائی اسے لاڈ پیار کے ساتھ ساتھ التجا آمیز لہجے میں بھی سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے مگر وسیم کی سمجھ میں ان کی کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ عائشہ کو اپنے سسرال میں بظاہر سکون تو مل گیا تھا مگر وہ از خود خاصی پریشان تھی۔ بھائی کی یہ حرکت اسے خاصی شاق گزری تھی۔ اس کا بس چلتا تو اس کا ہاتھ پکڑ کر یہیں لے آتی اور اس کی شادی صنوبر سے کروا دیتی۔

ہمہ وقت چیخ چیخ کرنے والی صنوبر نے بالکل ہی چپ سادھ لی تھی۔ وہ عائشہ سے کم سے کم بات چیت کیا کرتی اور زیادہ وقت اپنے کمرے میں گزارا کرتی۔

ایک شام صنوبر اخبار منہ سے لگائے بیٹھی تھی، پتا نہیں اس میں ایسی کون سی خبر چھپی تھی جو وہ بار بار پڑھ رہی تھی۔ ماں نے اس کو کسی کام کے لیے پکارا مگر وہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہ ہوئی۔ ساس کی بڑبڑاہٹ سن کر عائشہ اپنے کمرے سے اٹھی اور اپنی ساس سے بولی۔

''آپ مجھے بتائیں کیا کام ہے؟''

''اسی پاگل کو آوازیں دے رہی ہوں کہ کھانا کھالے...... دوپہر سے یہ وقت آ گیا، اس نے کھانا نہیں کھایا، کبھی کوئی کتاب پڑھ رہی ہے تو کبھی کوئی اخبار۔''

عائشہ نے کھانا ٹرے میں رکھا اور دبے قدموں اس کے کمرے میں داخل ہوئی اور پھر اچانک ہی اس کے ہاتھ سے اخبار اچک لیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ صنوبر خاموش آنسوؤں سے رو رہی تھی۔ آنکھیں اس کی سرخ اور متورم ہو چکی تھیں۔ دکھ کوئی بھی ہو آنسو ایک جیسے ہوتے ہیں۔ عائشہ نے بے ساختہ اسے اپنے سینے سے لگایا اور وہ خود بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

☆======☆======☆

''واؤ...... بالکل وہی ڈریسنگ جو ولی نے اپنی فلم تم میرے ہو میں کی تھی۔ بلیک شرٹ، بلیک پینٹ اور سفید بیلٹ اور قمیص کے کف لنکس وائٹ تھے۔'' عبیر اسے انتہائی توجہ سے دیکھ رہی تھی، صارم کسی سے بات کر رہا تھا، عبیر کو یوں اپنی جانب محو دیکھا تو حیرت سے بولا۔

''کیا آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہ رہی ہیں......؟''

''جی ہاں...... میں کل کی میٹنگ کے بارے میں ڈسکس کرنا چاہ رہی تھی کہ اس میں صرف ہمارے آفس کے لوگ شریک ہوں گے یا دوسری کمپنی کے ایم ڈی بھی شرکت کریں گے۔''

''آپ نے ہی تو دعوت نامے پوسٹ کروائے تھے۔'' اس نے تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔

''ارے ہاں......'' اسے یاد آ گیا اور وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

''کیا سوچتے ہوں گے سر کہ تمہیں اتنی سی بات بھی یاد نہیں رہی۔'' اس کی آفس کی ساتھی روبی نے ہنس کر اس سے کہا۔ تب وہ سوچنے لگی، صارم کو دیکھ کر تو مجھے کوئی بات بھی یاد نہیں رہتی۔ وہ جتنا چاہتی کہ صارم اس سے بات کرے اس سے بے تکلفی کا اظہار کرے، اتنا ہی وہ اس سے دور بھاگ رہا تھا اور پھر ایک دن اس نے صارم کے کیبن میں مٹھائی کے ڈبے بھجوائے۔ صارم نے سرخ پنی ہٹا کر دیکھا تو اس پر جلی حروفوں سے لکھی تھی، عبیر کی طرف سے۔ ڈبا کھولا تو اس میں مٹھائی تھی۔

''مس عبیر یہ مٹھائی کس سلسلے میں تھی......؟'' بریک میں اس کے پاس کھڑا وہ پوچھ رہا تھا۔

''آپ گیس کیجئے کہ یہ مٹھائی کس لیے تھی۔''

''مجھے اندازہ نہیں۔''

''پھر بھی...... کوئی رف سا اندازہ کرلیں۔'' وہ ہنسی۔

''شاید آپ کی انگیج منٹ وغیرہ کی ہوگی۔''

'سر ایسے نصیب کہاں......؟'' وہ سرشار سے لہجے میں بولی۔

''تو پھر کسی امتحان میں پاس ہوئی ہوں گی۔''

''ان دنوں تو ہر امتحان میں فیل ہو رہی ہوں اور وہ بھی بری طرح۔'' اس کے اس جواب پر وہ بے

ساختہ ہنس دیا۔

''تو پھر یہ فیل ہونے کی مٹھائی سمجھوں۔''

''میرا ایک چھوٹا پرائز بونڈ لگا ہے، بس یہ مٹھائی اسی سلسلے کی ہے۔ جبکہ دل تو یہ بھی چاہ رہا ہے کہ فیل ہونے کی مٹھائی کھلاؤں۔''

''چلئے وہ بھی کھلا دیجئے گا مگر یہ تو خوشی کی مٹھائی ہے کہ آپ سرمایہ دار ہو گئی ہیں۔''

''ہاں سر...... ایک ہزار روپے کا انعام نکلا تھا اور دو ہزار کی مٹھائی بانٹی ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

تب صارم پھر ہنس دیا۔

''یہ مٹھائی کھلانے کی فرمائش کس نے کی تھی؟''

''میرے دل نے۔'' اس نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ صارم گڑبڑا سا گیا اور موبائل کانوں سے لگاتا اور معذرت کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

☆======☆======☆

آفس سے واپسی پر وہ شاپنگ مال چلا گیا تھا...... ابھی ایک دو چیزیں ہی خرید پایا تھا......اس کے موبائل پر اس کے گھر سے فون تھا۔

"دادی جان کی دوا ختم ہو گئی ہے......دفتر سے واپسی پر فوراً لیتے ہوئے آنا......!"

دادی جان بیمار رہتی ہی تھیں......مگر دوائیں بے حد ٹائم سے اور شوق سے کھایا کرتی تھیں......اور اگر ان کی کوئی دوا وقت پر نہ ملتی تو وہ اٹوائی کھٹوائی لے کر لیٹ جاتیں...... جیسے بغیر دوا کے اب وہ چل بھی نہیں پائیں گی۔ صارم نے اپنی شاپنگ کے پروگرام کو ختم کر کے دادی کی دوائیں خریدیں اور گاڑی کی جانب چلا......اس کے ذہن میں تھا کہ گھر جانے سے پہلے کچھ پھل وغیرہ بھی خرید لے گا......! وہ سامنے بے خبری میں جا رہا تھا کہ سائیڈ سے ایک واٹر ٹینکر تیزی سے آتا دکھائی دیا...... بجائے اس کے کہ وہ سیدھا جاتا...... وہ اچانک ہی مڑ کر سامنے گلی کی طرف مڑنے کو ہوا......! صارم سے آگے کالج کی طالبات بس اسٹاپ کی جانب جا رہی تھیں......اس سے قبل کہ کونے والی لڑکی ٹینکر کے نیچے آ جاتی...... صارم نے برق رفتاری سے اسے اپنی جانب پیچھے کی طرف کھینچ لیا۔ اس اچانک افتاد پر وہ گھبرائی ہوئی اس کے سینے سے آ ٹکرائی تھی...... دہاڑتا ہوا ٹینکر سبزی فروش کے ٹھیلے سے ٹکراتا ہوا غائب ہو گیا تھا...... پوری سڑک پر سبزیاں بکھری پڑی تھیں......اور وہ عینی کو چونک کر غور سے دیکھ رہا تھا جو ابھی تک اس کے بازوؤں کے ہالے میں تھی۔

"سر آپ...... یہاں......؟"

"ہاں......! ابھی آ جاتیں آپ ٹینکر کے نیچے......!"

"کیسے آ جاتی...... ابھی میرا مرنے کا وقت ہی نہیں آیا تھا......" عینی اصل صورتِ حال جان کر قدرے مسکرا کر بولی۔

"یہ نہیں کہیں گی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیج دیا...... آپ کے لیے......!" جملہ خاصا ذومعنی بھی تھا اور لہجہ بھی مخمور سا۔ عینی نے چونک کر اس کو دیکھا......اس کی آنکھوں میں اس کے لیے محبت کا ایک سیلاب امڈا پڑ رہا تھا۔

"شاید ایسا ہی ہو......!" وہ اپنی فائل سینے سے لگا کر بولی۔

"شاید نہیں...... یقیناً......!" اب صارم اس کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"سر آپ کا بہت بہت شکریہ......!"

"میرا نام صارم ہے......!" وہ جز بز ہو کر بولا۔

"سر صارم آپ کا واقعی شکریہ...... کہ آج آپ نے مجھے بچا لیا۔"

"تو پھر مٹھائی وغیرہ نہیں کھلائیں گی......؟" وہ ہنس کر بولا۔

"میرے ساتھ گھر چلیں...... امی مٹھائی منگوا دیں گی......!"

"آئیے، میں آپ کو گھر تو چھوڑ ہی دوں...... مٹھائی بھی کبھی آ کر کھا لوں گا......" اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور پھر جب وہ اس کے ساتھ گاڑی میں اس کے برابر بیٹھی جا رہی تھی تو اسے یوں لگا جیسے اس کی زندگی مکمل ہو گئی ہو۔

"کاش وقت یہیں تھم جائے......" کس کی بات کب پوری ہو سکتی ہے...... یہ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا...... گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے ذہن میں نوید کی باتیں گونج رہی تھیں۔

"بس اس گلی میں موڑ لیں...... یہاں سے دسواں مکان ہمارا ہے۔"

"چلیں آج آپ کا گھر تو دیکھ ہی لیا......" وہ جب گاڑی سے اتری تو وہ گاڑی سے ٹیک لگائے اس کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"گھر دیکھ لیا تو اندر بھی آ جائیں......" وہ سادگی سے بولی۔

"نہیں بھئی...... پھر کبھی آؤں گا...... اگر آپ کی امی مجھے دیکھ کر ناراض ہو گئیں...... کہ کیوں چلے آ رہے ہو تو کیا کہوں گا......؟" وہ شوخ سے لہجے میں بولا۔

"ارے، کیسی باتیں کر رہے ہیں، امی تو آپ کو جانتی ہیں...... انہیں معلوم ہے آپ ہمارے چیف گیسٹ تھے......"

"مگر میں کوئی چیف گیسٹ کی حیثیت سے ٹرافیاں بانٹنے تھوڑی آؤں گا......"

"محسن تو آپ بن ہی چکے ہیں...... کہ جان بچائی ہے میری، اس لیے شکریہ وصول کرنے چلیں......!"

"میں جلد آؤں گا......!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔ ایسی نظریں...... جو اس کے من میں ایک سنسنی سی پیدا کر گئیں...... جھکی ہوئی نگاہیں...... وہ خدا حافظ کہتی اندر گیٹ کے پیچھے چھپ گئی......اور صارم ایک گہری سانس لے کر گاڑی ریورس کرتا ہوا...... مین اسٹریٹ پر نکل آیا۔

"اس لڑکی میں یقیناً ایسی بات ضرور ہے جو وہ بار بار مجھ سے ٹکرا رہی......" وہ اپنے دل میں سوچ رہا تھا اور مسکرا رہا تھا۔ گھر آنے کے بعد اس کے ذہن پر عینی کا ہیولہ چھایا رہا...... یہ عجیب بات تھی کہ ٹینکر کا وجود اس خاکے میں کہیں نہیں تھا۔ بس وہ تھا اور عینی......! اس کی آواز اس کا لہجہ اور اس کی قربت نے اسے مسحور سا کر دیا تھا۔

وہ واقعی عینی سے ملنا چاہ رہا تھا......! اور وہ کیسے اس کے پاس آ گئی تھی......اور اس نے اسے کیسے

سنبھال لیا تھا...... جیسے وہ متاعِ حیات اسی کی ہو......! کبھی انجانے میں بھی ایسی ملاقات ہو جاتی ہے جو دل کی نگری میں چراغاں سا کر دیتی ہے۔ وہ سوچ رہا تھا اور آپ ہی آپ مسکرائے جا رہا تھا۔

دوسری جانب عینی کی سوچوں کا محور صارم تھا...... ٹینکر کا آنا اور اس کا اپنی جانب کھینچ لینا...... یہ سب اسے کسی فلم کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

صارم سے ملاقات ہونی تھی...... سو اس لیے ٹینکر بھی آ گیا...... اور اگر وہ نہ آتا...... تو اسی سڑک پر...... دو لوگ مختلف منزلوں کی طرف چلے جاتے...... اپنی سوچ پر وہ از خود مسکرا رہی تھی۔

صارم کا لہجہ، اس کے جملے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے...... اس کے ساتھ ساتھ اس کی پُرشوق نظریں اور لبوں پر پھیلی مسکراہٹ بھی اس سے بہت کچھ کہہ رہی تھی۔

''کیا صارم مجھے پسند کرنے لگے ہیں۔'' اس نے یکبارگی سوچا۔ ''ہاں...... ایسا ہی لگتا ہے...... وہ مجھے دیکھ کر اپنی سدھ بدھ بھول گئے تھے...... جب میرا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے کھینچا تھا۔''

وہ ساعتیں یاد کر کے اسے جھرجھری سی آ گئی...... ''کیسے چنگھاڑتا...... دھاڑتا ٹینکر گزر گیا تھا...... اگر صارم ایسا نہ کرتے تو میں اس کے نیچے آ کر ریزہ ریزہ ہو گئی ہوتی۔''

''کیا قدرت نے میرے لیے صارم کو وہاں بھیجا تھا...... سر کہہ رہے تھے...... کہ وہ اپنی شاپنگ ادھوری چھوڑ کر ''مال'' سے باہر نکل آئے تھے۔ واقعی صارم بہت اچھے ہیں......!'' اس کے دل نے بھی تائید کی۔

''میرے ساتھ چلتے ہوئے کتنے اچھے لگ رہے تھے...... راہ چلتے لوگ انہیں مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے......'' وہ یونیفارم تبدیل کرنے کے بجائے...... کرسی پر بیٹھی مسلسل صارم کے بارے میں سوچے چلی جا رہی تھی۔

''کیا بات ہے...... آج کالج سے آ کر کھانے کی پکار نہیں مچی......؟'' ثمینہ کمرے میں آ کر بیٹھی سے بولیں۔

''امی...... آج میں ٹینکر کے نیچے آنے سے بال بال بچ گئی......!'' عینی نے ماں کو بتایا۔

''اللہ خیر......!'' ثمینہ نے بے اختیار عینی کو سینے سے لگا لیا۔

''وہ تو اللہ میاں نے ایک فرشتہ بھیج دیا جس نے پیچھے سے میرا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا...... ورنہ وہ مدہوش سا ٹینکر تو سڑک پر کھڑے ٹھیلوں کو گراتا ہوا چلا گیا......!''

''کون تھا وہ رحمت کا فرشتہ، جس نے میری زندگی کو بچا لیا......؟''

''امی وہ صارم سر تھے...... وہ شاپنگ پلازہ سے نکل کر اپنی گاڑی کی جانب جا رہے تھے...... کہ یہ سب ہو گیا۔''

''ان کا شکریہ ادا کیا تم نے......؟''

''وہی تو گھر چھوڑ کر گئے ہیں......'' عینی نے کہا۔

''تم نے انہیں گھر آنے کو نہیں کہا......؟'' ثمینہ یہ جملے بحالتِ مجبوری کہہ رہی تھیں۔

''کہا تھا امی...... مگر انہوں نے انکار کر دیا......۔''

''ہاں بھئی، اپنے بیوی بچوں کے پاس جانے کی سب کو جلدی ہوتی ہے......'' ثمینہ اپنے آپ سے بول رہی تھیں۔

''ارے امی، ابھی سر صارم کی شادی کہاں ہوئی ہے؟'' عینی نے ماں کی بات سن کر قہقہہ لگا کر کہا۔

''یہ بات تمہیں کیسے پتا چلی......؟'' ثمینہ یکدم پریشان سی ہو گئیں...... کیا صارم نے اس سے کچھ کہہ دیا...... ان کے دماغ میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔

''وہ بھلا یہ بات مجھے کیوں بتاتے...... مجھے تو کالج میں پتا چلا تھا...... وہاں سب لڑکیاں کہہ رہی تھی کہ اگر سر صارم فلم لائن جوائن کر لیں...... تو فلمی ہیرو ولی کی جگہ لے لیں گے...... کیونکہ ولی تو شادی شدہ ہے اور صارم اَن میرڈ ہیں......''

''تمہارے کالج کی لڑکیاں کچھ زیادہ بکواس نہیں کرنے لگیں......؟'' ثمینہ کو یہ باتیں سن کر وحشت سی ہو رہی تھی۔

''امی ہمارے کالج کی لڑکیاں تو ایسی ایسی باتیں کرتی ہیں کہ آپ کو بھی ہنسی آ جائے...... وہ بڑے بڑے سیاست دانوں کو فلمی ہیروئنوں کے ساتھ فلموں میں سائن کر لیتی ہیں...... جس کا ہر سین ایسا ہوتا ہے...... جو ہم لوگ قہقہوں میں سنتے ہیں۔''

''پھر بھی محتاط رہنا چاہیے...... ہر طرح کی باتوں سے اور ہر طرح کے لوگوں سے...... کہ دیکھنے والے ذرا سی بات کی پھلجڑی بنا کر رکھ دیتے ہیں۔'' ثمینہ اپنے تئیں بیٹی کو سمجھا رہی تھیں...... اور عینی کو ہر سُو صارم کی سرگوشیاں سنائی دے رہی تھیں......! شوخ اور مخمور لہجہ...... اس کی دھڑکنوں کو بڑھا رہا تھا۔

''اگر میں نہ آتا...... تو آج چلی گئی تھیں ہاں...... آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھ کر چلا کریں...... زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے۔ آج صبح کسی نے دعا دی تھی...... جو...... آج آپ بچ گئیں۔ لیکن اگر آج آپ کو کچھ ہو جاتا تو......!''

''صارم...... آج واقعی کچھ ہو تو گیا...... میرے دل کی دھڑکنوں میں آج آپ کا نام سنائی دے رہا ہے۔'' عینی اپنے دل سے کہہ رہی تھی اور دل اس کی سرگوشیاں سن کر جھوم رہا تھا۔ محبت میں کچھ ہو نہ ہو مگر ایک خود کلامی کی سی کیفیت ضرور ہو جاتی ہے جو بات کسی سے کرنے کو نہ دل نہ چاہے یا ہمت نہ پڑے...... وہ بات بڑے وثوق سے اپنے آپ سے کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی...... اس سمے عینی کی کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی...... وہ انتہائی دھیمے انداز میں اپنے آپ سے باتیں کر رہی تھی۔

''آج میں اچھی لگ رہی تھی...... امی نے صبح ہی کہا تھا...... اپنی نظر اتار کر جانا...... آج بہت پیاری لگ رہی ہو۔''

''اور وہ میرے چہرے کو دیکھ رہے تھے...... جیسے پلک جھپکنا بھول گئے ہوں......!''

''ارے ہو سکتا ہے، ان کے خاندان میں کوئی مجھ بھی سے اچھی لڑکی ہو...... جو ان کو اچھی بھی لگتی ہو...... وہ شاید اس کی جھلک میرے چہرے میں دیکھ رہے ہوں۔''

''نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا......!''

''شاید وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہ رہے ہوں......؟''

''کیا کہنا چاہتے ہوں گے...... میں ان سے کون سا بار بار ملتی رہی ہوں۔''

''شاید...... وہ میری اسٹڈی کے سلسلے میں کوئی مشورہ دینا چاہتے ہوں۔''

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں...... یہ واقعہ کسی کے ساتھ بھی ہوتا وہ یہی کرتے......''

''مگر صارم کتنے اچھے ہیں...... بولتے ہیں تو دل چاہتا ہے کہ ان کو سنتے ہی رہو......!

''ہاں ایسا تو ہے......!

''عینی تمہیں صارم سے مل کر اچھا لگا ناں......؟'' وہ اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی۔

''ہاں...... بہت اچھا لگا...... دل کو بہت اچھا لگا ہے...... مگر لڑکے تو ہر لڑکی کو چاہت بھری نظر سے دیکھتے ہیں...... تو وہ بھی ایسے ہی ہوں گے......!'' عینی بستر پر لیٹی صارم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

''مگر ان کی بولتی ہوئی آنکھیں تو نہ جانے کیا کچھ کہہ رہی تھیں۔''

''کہنے دو......'' اس نے کروٹ لے لی۔

''سنو عینی...... وہ کوئی عام لڑکا نہیں ہے...... خاص ہے...... بہت خاص...... پڑھا لکھا...... بے حد مہذب......!''

''پڑھے لکھے لوگ کیا شاطر نہیں ہوتے......'' دماغ نے راہ سجھائی۔

''مگر وہ ایسا ہرگز نہیں ہے......'' دل کسی بھی طرح دماغ کی تاویل نہیں مان رہا تھا۔

''عینی...... وہ تمہیں اچھا لگا ہے...... اس لیے تم اپنے احساسات کے حوالے سے اس کے بارے میں سوچے چلی جا رہی ہو......!''

''وہ جب کالج میں آیا تھا...... تو مجھے یہ کیوں لگا تھا...... کہ وہ ہر تصویر میں میرے ساتھ کھڑا ہونا چاہتا ہے۔''

''غلط فہمی ہے تمہاری......''

''مجھے بچانے کے بعد...... وہ مجھے اپنے بازوؤں کے ہالے میں لیے اللہ کا شکر کیسے ادا کر رہا تھا...... جیسے اگر مجھے کچھ ہو جاتا...... تو سارا نقصان اسی کا ہوتا......''

''ہاں اس نکتے میں تھوڑا سا دم ہے......'' اس نے اپنے آپ سے کہا۔

وہ کتاب جس کے ہر صفحے پر اسے صارم کی شکل نظر آ رہی تھی...... اس نے بند کر کے اپنے تکیے کے نیچے رکھ لی...... اور بے اختیار مسکرا دی جیسے اپنے دل سے کہہ رہی ہو کہ کسی کو پسند کرنا کوئی بری بات نہیں ہوتی۔

''اگر ان کے دل میں میرے لیے کچھ بھی نہیں تو کوئی بات نہیں۔ وہ تو مجھے اچھے لگتے ہیں......!''

☆======☆======☆

''امی...... صارم بھائی جان کے آفس سے ان کی کسی کولیگ کا فون آیا ہے آج شام کو وہ ہمارے

گھر آنا چاہتی ہیں......'' وانیہ نے ماں سے کہا۔

''مگر کیوں آنا چاہتی ہیں......؟''

''شاید کوئی کارڈ دینے کے لیے......'' وانیہ نے بتایا۔

''کارڈ اگر دینا ہے تو وہیں صارم کو دے دیں...... یہ گھر آنے کی کیا تک ہے......؟''

''اب میں بھلا کیا کہتی...... میں نے کہہ دیا ٹھیک ہے۔'' وانیہ نے الجھ کر کہا۔

''پتا نہیں کون ہیں...... اور کیوں آ رہی ہیں...... اب میں ان کے ٹھنسانے کے انتظام کروں...... نہ بھئی نہ مجھ سے یہ سب نہیں ہو سکتا...... اگر کوئی آئے تو شربت پلا کر چلتا کرو۔''

''ارے سعیدہ کو بلا لو...... وہ منٹوں میں ایک دو چیزیں بنا دے گی......!'' دادی نے رائے دی۔

''کیوں بلالوں...... کسی لڑکی کو...... وہ کوئی میری نوکرانی ہے...... جو اسے کام کے لیے بلالوں......؟'' امی کو خواہ مخواہ غصہ آ رہا تھا۔

جب شام کو عبیر اپنی آفس فیلو حنا کے ساتھ گھر آئی...... تو امی کا موڈ کوئی بہت زیادہ اچھا نہیں تھا۔

''آنٹی، میں نے اپنے گھر میں ایک چھوٹی سی پارٹی رکھی ہے اگر آپ لوگ بھی صارم کے ساتھ آئیں تو مجھے خوشی ہو گی......'' عبیر نے انتہائی محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''میں کہیں زیادہ آتی جاتی نہیں ہوں...... صارم نے آنا ہوگا تو آ جائے گا......!''

''میں تو آپ کو بلانے کی وجہ سے آئی ہوں...... ورنہ آفس کے لوگ تو آئیں گے ہی......!''

''اچھا فرصت ملی تو آ جاؤں گی......'' انہوں نے روکھے سے لہجے میں کہا۔ بے حد گوری...... اور کچھ کچھ چالاک سی لگنے والی یہ لڑکی انہیں بالکل بھی اچھی نہیں لگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں انہیں عجیب سی مکاری نظر آ رہی تھی۔ وہ ایسی بد مزاج بھی نہیں تھیں...... مگر نہ جانے کیوں عبیر کو دیکھ کر ان کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ فوراً ان کے گھر سے نکل جائے اور جب وہ گئی تو انہیں ایک عجیب سا سکون ملا...... بعض شخصیات کیا واقعی ایسا بوجھل تاثر لیے ہوئے ہوتی ہیں...... ان کو دیکھ کر یا ان سے باتیں کر کے عجیب گھبراہٹ سی ہوتی ہے۔ وہ اپنے دل میں سوچ رہی تھیں اور جب وانیہ کو اپنے دل کی بات بتائی تو وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

''امی، آج آپ کا موڈ صبح سے ہی آف ہے...... کام والی ماسی بھی نہیں آئی۔ فریج میں گوشت بھی ختم ہو گیا ہے...... سبزی کوئی کھائے گا نہیں...... نوشابہ کے آنے کا فون آ گیا ہے...... ایسے میں آپ کو کوئی بات اچھی لگ سکتی ہے اور نہ کوئی مہمان بھلا لگ سکتا ہے۔''

☆======☆======☆

''یہ سب گیدڑ بھبکیاں ہیں...... اور بس...... بیوی کو ڈرانے کے اوچھے طریقے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔'' سارہ کی ماں نے غصے سے کہا۔

''مگر انہوں نے تو مجھے اپنے گھر سے نکالا ہے...... اور کہا ہے کہ میرے گھر میں قدم مت رکھنا......!''

''کوئی بات بھی ہو بھلا...... ان کے بھانجے بھانجیاں تیری چیزوں کو غارت کرتے پھریں اور تو

اپنے میاں سے تمیز سے بھی شکایت نہ کر سکے۔“

”امی بعض مرد اپنے والدین اور بہن بھائیوں کے لیے پاگل ہو کر تے ہیں ......اور عدنان بھی ان ہی میں سے ایک ہیں......!“

”یہ بہن بھائی کا رشتہ اسی وقت کا ہوتا ہے جب تک بھائیوں کی شادیاں نہ ہوں......اور جب سب کے بیوی بچے آجاتے ہیں تو کوئی کسی کو نہیں پوچھا کرتا ہے۔“

”مگر ماموں جان تو ہم سب سے بے حد محبت کرتے ہیں اور یہی حال ممان جان کا ہے......“ سارہ نے تحیر بھرے لہجے میں ماں سے کہا۔

”افوہ...... یہ تم ہر معاملے میں اپنے ماموں، ممانی کو کیوں گھسیٹ لیتی ہو۔تمہارے ماموں کو میں نے اپنے پاس اپنے گھر میں رکھا ہوا ہے، کوئی کرایہ نہیں لیتی ان سے...... کھانے کی مد میں وہ صرف دس ہزار دیتے ہیں اور تینوں ٹائم خوب ٹھوس ٹھوس کر کھاتے ہیں...... گوشت کی ہانڈی پکاؤں......تو وہ دونوں ہی کھا جاتے ہیں...... بلکہ تمہاری ممانی صرف پکانے میں خاصا پیٹ بھرنے کی عادی ہیں...... ہم تو ان بہنوں میں سے ہیں جو اپنے بھائی کا وقت گزروار ہے ہیں ایسے میں ان کی محبت کا کیا ہم اچار ڈالیں...... جس کا تم ہمیشہ ذکر کرتی ہو......!“

”پھر بھی ہمارے ماموں ممانی تو اچھے ہیں ناں......!“

”ارے ہوں گے اچھے......تم اپنی بات کرو...... کہ اب واپس کب جانا چاہتی ہو......؟“

”جب تک عدنان مجھے لینے نہیں آئیں گے...... میں تو نہیں جاؤں گی۔“

”اس کی ماں جب تک نہیں مرے گی...... وہ تو تمہیں لینے نہیں آئے گا......“

”اب مجھے کیا پتا کہ وہ کب مریں گی......؟“ سارہ کو ماں کی بات سن کر ہنسی سی آگئی۔

”جن کے بیٹے ماں کے عاشق ہوں...... وہ جلدی نہیں مرا کرتیں...... میں مر جاؤں گی، تم مر جاؤ گی مگر وہ بڑھیا نہیں مرنے کی......!“

”تو پھر کیا کروں......؟“ سارہ نے سادگی سے پوچھا۔

”میں ماردوں گی اس منحوس عورت کو جو میری بیٹی کا گھر بننے نہیں دے رہی......!“

”نہیں نہیں امی ایسا نہ کیجئے...... پولیس آپ کو گرفتار کر کے لے جائے گی......!“ سارہ ماں کی باتیں سن کر کانپ ہی تو گئی۔

”اری، پاگل ہوگی ہے کیا...... میں کوئی گولی سے تھوڑی ماروں گی...... میں تو اس کو اپنی باتوں سے ماروں گی کہ اس رئیس منزل میں وہ کسی کو شکل دکھانے کے قابل بھی نہ رہے......“ اور پھر اگلے دن...... رئیس منزل کے فلیٹوں میں یہ بات کسی وبا کی طرح پھیل چکی تھی۔

”عدنان کی ماں نے سارہ سے اس کا سارا زیور چھین کر اسے گھر سے نکال دیا۔معمولی معمولی باتوں پر وہ بہو کو کچو کے دیا کرتی تھیں۔ایک دن بہو نے آواز اٹھانی چاہی تو عدنان نے اسے گھر سے نکال دیا......اسے اپنے ساتھ اپنے کپڑے تک نہیں لے جانے دیے......! بے چاری بہو......اپنے میکے میں جا

کر آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی ہے۔“

رئیس منزل کے بہت سے گھروں میں جہاں یہ بات آگ کی طرح پھیل گئی تھی......وہیں منیرہ بیگم کے رشتے داروں کے ہاں سارہ نے فون کر کے آنسوؤں میں اپنے گھر سے نکالے جانے کی کہانی بھی سنا ڈالی تھی۔

طاہرہ (عدنان کی بڑی بہن) کی نند نے جب طاہرہ سے کہا۔”آپ کی بھابی نے فون کر کے الٹی سیدھی باتوں کی کہانی سنائی ہے جس پر مجھے رتی بھر یقین نہیں آیا ہے کیونکہ میں آنٹی کو جانتی ہوں کہ وہ کیسی ہیں......“ تو طاہرہ واقعی حیران سی رہ گئی......اور حیرت سے بولی۔

”اچھا...... مجھے تو کوئی بات ہی نہیں معلوم کہ ہوا کیا ہے......؟“ جب سارہ کی کہانی اپنی نند کی زبانی سنی تو فوراً اماں کو فون کیا۔انہوں نے بھی یہی کہا کہ سارہ نے تمام خاندان والوں کو فون کر دیا ہے اور سب کے فون آرہے ہیں، کسی کے تعزیت بھرے اور کسی کے مستی بھرے۔

طاہرہ کو جب اصل صورتِ حال معلوم ہوئی تو اسے ازحد صدمہ ہوا......سارہ اور اس کی ماں اس نوعیت کی حرکتیں بھی کر سکتی ہیں......وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی......سارہ نے عدنان کے آفس کے ہیڈ زیدی صاحب کو فون کر کے بتا یا دیا تھا کہ عدنان نے مجھے گھر سے نکال دیا ہے۔

لنچ ٹائم میں عدنان کو زیدی صاحب نے اپنے کمرے میں بلا کر کہا۔”بیٹا...... بے شک تم دو چار روز کی چھٹی لے لو......مگر اپنی گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھو......اب نیو کپل کوئی علیحدہ علیحدہ تھوڑی رہا کرتا ہے......!“

”سر میں آپ کی بات سمجھا نہیں......“ وہ حقیقت میں زیدی صاحب کی بات تو سمجھ گیا تھا مگر اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب باتیں انہیں کیسے اور کیوں کر پتا چل گئیں۔

”آپ کی بیگم تو ہماری بیٹی ہوئی......اور بیٹی اگر باپ سے کچھ کہے گی......تو وہ اپنے بچوں کو سمجھائیں گے......!“

اُف اس نے آفس میں بھی فون کر دیا......اور بتا دیا کہ وہ کس قدر گر سکتی ہے۔

گھر میں جب وہ داخل ہوا تو غصے میں آگ بگولہ تھا......مگر گھر میں فلیٹ کی چار خواتین کو سارہ کے قصے چسکے لے کر بیان کرتے دیکھ کر اس کے غصے میں مزید اضافہ ہو گیا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے......؟“ ان کے جانے کے بعد عدنان نے ماں سے پوچھا۔

”تم نے کل جو حرکت کی ہے...... یہ اسی کا جواب ہے...... کہ وہ لوگ مزید کھل کر سامنے آگئے ہیں اور ان باتوں سے وہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ ہم کتنے نیچ ہیں۔“

”امی آپ یہ قصہ ختم کر دیں...... میں ایسی لڑکی کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔“

”ارے اتنی جلدی میدان چھوڑ رہے ہو......کل تو تمہارا دعویٰ تھا...... کہ اس کو راہِ راست پر لا کر رہو گے......“

”میں اب اس کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتا تو کیا کروں...... جو چیز دل سے اتر جائے وہ نظر سے

بھی گر جاتی ہے۔''

''ایسا نہ کہو...... میاں بیوی کا رشتہ بے غیرت رشتہ...... بھی کہلاتا ہے...... کوئی کسی کو کتنا بھی کچھ کہہ لے...... جب دل صاف ہوتا ہے...... تو کچھ یاد نہیں رہتا۔''

''نہیں امی...... میں اب سارہ کو معاف نہیں کر سکتا۔ جسے اپنی اور اپنے شوہر کی عزت کا خیال تک نہ ہو، وہ کیا زندگی میں اچھی ساتھی بن کر رہے گی۔''

''سارہ اچھی لڑکی ہے مگر اس کی ماں بد ہے...... محلے کی عورتیں بتا رہی تھیں...... جس اسکول میں پڑھاتی ہیں...... وہاں بھی لڑاکا اور جھگڑالو ٹیچر مشہور ہیں، میاں کے مرنے کے بعد کوئی سمجھانے والا تو رہا نہیں جو دل میں آیا وہی کیا...... میکے والوں سے لڑائیاں جب طول پکڑ گئیں...... تو اپنے ایک بھائی کو ساتھ لے کر الگ ہو گئیں۔ پاس پڑوس میں بھی لوگ انہیں مطلبی خاتون کہتے ہیں...... سارہ کو دھکا دے کر گھر سے نکالنے کی کہانی انہوں نے رئیس منزل کے کئی فلیٹوں میں جا کر سنائی مگر کسی نے بھی ان کی بات کا یقین نہیں کیا...... بلکہ ایک دو نے تو یہاں تک کہہ دیا...... کہ عدنان جیسا لڑکا ملتا کہاں ہے...... آج اگر وہ سارہ کو طلاق دے دے...... تو اسے دوسری لڑکی...... ان ہی فلیٹوں سے مل جائے گی...... لوگ خوشی خوشی دیں گے۔''

☆======☆======☆

تم وہی ہو جس سے مل کر زندگی اچھی لگی
یہ جہاں اچھا لگا یہ روشنی اچھی لگی
میرے آنگن میں کوئی سایہ سا لہراتا رہا
چاند بھی اچھا لگا اور چاندنی اچھی لگی

آج صبح ہی اس کا موڈ بہت اچھا تھا...... ڈرائیونگ کرتے ہوئے بھی اس کے لب گنگناتے رہے تھے۔

آفس میں سیکرٹری غلط لیٹر ٹائپ کرنے پر پشیمان سی تھی اس کا خیال تھا کہ اس پر سر کی جھاڑ ضرور پڑے گی۔ آئندہ دھیان سے کام کیا کریں...... اس نے اسے صرف اتنا ہی کہہ کر اپنی توجہ دوسری فائل پر مرکوز کر دی تھی۔

نوید کا فون آیا تو اس کے کہنے سے پہلے ہی کہہ دیا۔ ''آج رات کا کھانا میرے ساتھ باہر کھانا......!''

''کیا کوئی لاٹری نکل آئی ہے...... جو خوشامدوں سے پہلے ہی آفر دی جا رہی ہے......؟''

''کچھ بھی کہو...... بس آج دل چاہ رہا ہے تمہاری بکواس سننے کا......'' وہ ہنس کر بولا۔

''پھر تو پھول والی کا چکر ہوگا...... کہاں...... کہاں ٹکرائی ہے وہ......؟''

''میں نے کہا ناں رات کو ملتے ہیں......'' اپنے روم میں کسی کو آتا دیکھ کر اس نے ریسور کریڈل پر رکھتے ہوئے کہا۔

آج نہ جانے کیوں...... اس کا دل صرف عینی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''آج وہ کتنے بجے اٹھی ہوگی، کب کالج گئی ہوگی، کون کون سی کلاسز اٹینڈ کی ہوں گی...... بریک میں کہاں بیٹھی ہوگی۔ آج گرمی بہت ہے واپسی پر اپنی سہیلیوں کے ساتھ بس اسٹاپ تک جانے میں پسینے میں بھیگ جائے گی......'' اپنی اس سوچ پر اسے خود ہی اچنبھا بھی ہوا...... مگر اس کا ذہن بار بار اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

''صارم کیا ہو گیا ہے تمہیں......؟ تم ہوش میں تو ہو......'' دماغ نے سمجھانا چاہا مگر محبت کی وادی میں قدم رکھنے کے بعد ہوش سے رابطہ کہاں رہتا ہے۔ ایسے ہی دل عجیب باتیں بھی کیا کرتا ہے۔ اب جیسے اس کا دل اس سے کہہ رہا تھا۔

''آج بدھ ہے...... عینی ٹھیک چار بجے پریکٹیکل سے فارغ ہو کر کالج سے نکلے گی...... اگر اس وقت میں کالج کے گیٹ پر ہوا تو اسے گھر تک لفٹ دے سکوں گا اور راستے میں اس سے باتیں بھی خوب ہو جائیں گی...... مگر یہ سب کیا اچھا لگے گا......؟''

''ہاں اچھا تو لگے گا...... جب وہ میرے برابر بیٹھی خوب پٹر پٹر باتیں کر رہی ہوگی۔'' آفس میں گو کام بھی تھا...... مگر ٹھیک پونے چار بجے وہ آفس سے باہر تھا اور کالج کے سامنے ٹھیک چار بجے موجود تھا...... عینی اپنی سہیلیوں کے ساتھ باہر نکلی...... تو وہ قدرے پیٹھ موڑ کر گاڑی کو یوں دیکھنے لگا جیسے ٹائر پنکچر ہو گیا ہو۔ عینی اس کے قریب آئی...... تو وہ پلٹ کر ماتھے سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔

''کیا ہوا......؟ کیا نئی گاڑی بھی دغا دے گئی......؟'' وہ ہنس کر پوچھ رہی تھی۔

''نہیں...... وہ خود بخود یہاں آ کر اس لیے رک گئی...... کہ ایک سواری کو اس میں بٹھانا ہے......!''

''اچھا...... خالی وقت ٹیکسی بھی بن جاتی ہے یہ......؟''

''ہاں...... برا کیا ہے......؟'' صارم اس کی بات سن کر خوش دلی سے بولا۔

''ٹھیک ہے...... چھوڑ دیجئے......'' وہ فرنٹ ڈور کھول کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''چھوڑنا تو خیر نہیں چاہتا......'' گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے وہ ذومعنی لہجے میں بولا۔

''کرایہ کیا ہوگا......؟''

''بس ایک آئس کریم کھا لیجئے...... لنچ میرے ساتھ کریں گی تو آپ کی امی خفا ہو سکتی ہیں۔''

''اچھا...... آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں آئس کریم شوق سے کھاتی ہوں......؟''

''کیونکہ مجھے بھی پسند ہے، ہر وقت اور ہر موسم میں......!''

''سر کیا آئس کریم تمام مقررین کی فیورٹ ہوگی......؟''

''صارم نام ہے میرا......'' لہجہ سرزنش لیے ہوئے تھا۔

''جی......؟'' وہ یکبارگی...... کچھ کہتے کہتے رکی...... اور ایک نظر اس پر ڈالی۔ وہ پرشوق نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

عینی گڑبڑا سی گئی...... ابھی چند لمحے پہلے وہ جو شوخ سے لہجے میں اس سے باتیں کر رہی تھی اچانک

چپ سی ہوگئی۔

’’عینی میں آپ کی ذہانت سے انسپائر ہوا ہوں......!‘‘ صارم سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔

’’ذہین تو بہت سے لوگ ہوتے ہیں......!‘‘

’’ہاں ہوں گے......مگر آپ جیسے نہیں......!‘‘

’’مجھ میں ایسی کون سی خاص بات ہے......؟‘‘

’’خاص بات نہیں......خاص باتیں ہیں......‘‘ وہ دھیمے سے ہنسا۔

عینی اس کی یہ بات سن کر مسکرائی اور بولی۔’’صارم صاحب......کیا میں آپ کی دلچسپی کی وجہ جان سکوں گی۔‘‘

’’محبت کی وجوہات نہیں ہوا کرتیں...... پہلے سنتے تھے مگر اب یہ حقیقت ہے کہ تم مجھے پہلی نظر میں ہی پسند آگئیں......‘‘ آپ سے تم تک فاصلہ طے ہوگیا۔عینی کچھ نہیں بولی......خاموش رہی۔

’’کچھ نہیں کہو گی......؟‘‘

’’جان بوجھ کر مجھے کالج لینے آئے تھے......؟‘‘

’’ہاں......!‘‘

’’مگر روزانہ ایسا نہ کیجئے گا...... ورنہ میں بدنام ہو جاؤں گی۔‘‘ وہ قدرے پریشان سے لہجے میں بولی۔

’’ایسا کیوں ہوگا بھلا......تمہاری عزت...... میری عزت ہے۔بس آج دل چاہا تو اس لیے آگیا۔‘‘

’’اسی لیے تو کہہ رہی ہوں......کہ روز روز نہیں آیئے گا کہ دل کا تو کچھ پتا نہیں ہوتا ناں......!‘‘

’’میرا مذاق اُڑا رہی ہو......؟‘‘

’’میری کہاں مجال......کہ ٹاپ کرنے والے بندے کا مذاق اُڑا سکوں۔‘‘

’’میں اپنی امی اور بہنوں کو لے کر تمہارے گھر آؤں گا......!‘‘

’’ابھی نہیں......!‘‘ وہ گھبرا کر بولی۔

’’کیوں بھلا......؟‘‘

’’میری امی ذرا سخت طبیعت کی ہیں...... انہیں بالکل پسند نہیں کہ لڑکیاں اپنی پسند کو گھر میں لائیں۔‘‘

’’مگر تم نے تو مجھے اپنے گھر میں بلایا تھا......!‘‘

’’اس وقت مجھے یہ نہیں معلوم تھا......کہ آپ کے عزائم کیا ہیں؟‘‘

’’جھوٹ مت بولو......کیا میری آنکھوں نے بھی تم سے کچھ نہیں کہا تھا؟‘‘

’’کہا تو تھا......مگر مجھے سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔‘‘

’’ایسا تو نہیں تھا کہ تم سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کررہی تھیں۔‘‘

’’آپ کے ساتھ چھپنے والی تصاویر نے میرا کالج میں اچھا خاصا اسکینڈل بنا دیا تھا۔نوٹس بورڈ پر ہماری تصویر کے نیچے مارکر سے لڑکیوں نے لکھا تھا......اس سال کا نیا کپل......! کسی نے نئی فلمی جوڑی لکھ دیا تھا......اور بعض کرم فرماؤں نے تو یہاں تک لکھ دیا تھا...... مہمانِ خصوصی بننے والے ہیرو......عینی کے منگیتر بھی ہیں۔‘‘

’’یہ سب پڑھ کر تمہیں کیسا لگا......؟‘‘ صارم کو اس کی باتیں سن کر مزہ آرہا تھا۔

’’پہلے تو ظاہر ہے کہ بہت پریشان ہوئی۔گھر میں جا کر تکیے میں منہ چھپا کر خوب روئی بھی مگر بعد میں مجھے نہ جانے کیوں یہ سب اچھا لگنے لگا مگر پھر بھی...... یہ خیال مجھے رہا...... کہ یہ احساسات صرف میرے ہی ہیں اور پھر جب آپ نے مجھے ٹینکر سے بچایا اس سے آپ کی آنکھوں جو کچھ تھا......وہ میرے دل کی آوازوں کا واضح جواب تھا۔‘‘ عینی سادگی سے اقرار کررہی تھی اور وہ سرشار سا اس تکے چلا جارہا تھا۔اس سے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ہفت اقلیم کی دولت اسے مل گئی ہو۔

☆======☆======☆

’’کتنا اچھا گھر تھا۔‘‘

’’کتنا خوب صورت فرنیچر تھا۔‘‘

’’کتنی خوب صورت سٹنگ تھی لگتا تھا ہر چیز اپنی ہی جگہ پر رکھی ہے......ورنہ اکثر گھروں میں اچھے سامان کے باوجود بے چینی اور گھبراہٹ اس وجہ سے بھی نظر آتی ہے کہ چیزیں غلط جگہوں پر رکھی ہوتی ہیں۔‘‘ عبیر کے گھر سے آکر وانیہ اور علینہ دونوں ہی اس کے گھر کا تذکرہ بار بار کررہی تھیں۔

’’ارے اب لوگ اپنی اوقات سے زیادہ گھر سجا کر رکھتے ہیں......تاکہ لوگ متاثر ہو جائیں۔‘‘

دادی جان کو اپنی پوتیوں کا یہ انداز قطعی نہیں بھا رہا تھا۔

’’دادی جان کاش آپ ہمارے ساتھ چلتیں......تو پتا لگتا کہ عبیر کا گھر کیسا خواب ناک سا ہے......! اتنی خوب صورت چیزیں تھیں اس کے گھر میں......کہ آپ دیکھتیں تو بے ہوش ہو جاتیں۔‘‘

’’اللہ نہ کرے کہ میں کسی ایسے گھر میں جاؤں جہاں جا کر بے ہوش ہونا پڑے۔‘‘ دادی برا مانتے ہوئے بولیں۔

’’ارے میں تو مثال دے رہی ہوں......‘‘ وانیہ ہنسی۔

’’ایسی مثال کسی اور کے لیے دو...... جو وہ بے ہوش ہو کر گرے...... مجھ بڑھیا کو کیوں مثالوں کے طفیل گرانا چاہتی ہو......!‘‘

’’اللہ دادی آپ تو برا مان گئیں۔‘‘

’’میں کیوں برا مانوں کہ نہ تو مجھے عبیر اچھی لگی اور نہ ہی اس کا تذکرہ پسند آرہا ہے کہ جب سے تم لوگ اس کے گھر سے آئی ہو ایسا لگ رہا ہے جیسے صارم کے لیے لڑکی پسند کرآئی ہو......کہ سمدھیانے کی تعریفیں ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی ہیں۔‘‘

’’ارے دادی، یہ آپ نے کیسی بات کر دی۔عبیر ویسے تو بہت اچھی ہے مگر ہمارے صارم بھائی

کے لیے قطعی مناسب نہیں ہے...... وہ صارم بھائی سے عمر میں اچھی خاصی بڑی لگتی ہے......''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... عبیر کی عمر تمہاری خالہ کے برابر ہو گی جن کے بچے بھی خاصے بڑے بڑے ہیں۔'' دادی نے بشاشت بھرے لہجے میں کہا۔

''مگر دادی حیرت کی بات ہے ناں...... اتنی خوب صورت، اتنے امیر گھر سے تعلق رکھنے کے باوجود وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہیں۔''

''ارے ہمیں کیا پتا...... ہو سکتا ہے نا چاقی ہو گئی ہو...... اور شوہر سے خلع لے لیا ہو...... غیروں کا کیا پتا چلتا ہے...... یہ تو اپنے رشتے دار ہوتے ہیں جن کی رتی سے رتی تک کی خبر پتا چلتی رہتی ہے۔''

''ہاں...... رشتے داروں کو بے پر کی اڑانے میں بھی بہت مزہ آتا ہے...... جیسے رخسانہ باجی کا فون آیا تھا...... وہ کہہ رہی تھیں صارم کے راسیں ڈال کر رکھو...... آج کل ایک لڑکی کے چکر میں ہے، یہ نہ ہو کہ وہ لڑکی صارم کو لے اُڑے اور تم لوگ ہاتھ ملتی رہ جاؤ......'' صارم کی ماں نے اپنی ساس سے ایسے لہجے میں کہا جیسے اس سے بڑا بہتان کوئی اور نہ ہو۔

''ارے ہمارے صارم کے پاس ان خرافات کے لیے وقت کہاں ہے...... آفس سے گھر اور گھر سے آفس......!'' دادی نے اپنی بہو کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔

''یہی تو...... لوگوں سے ہضم نہیں ہو رہا ہے کہ میرے بچے نے ایسی ترقی کیسے کر لی...... کہ ان کے بیٹوں کی برابری ہو گئی۔ ساری زندگی بائیک لے کر دوڑنے والا...... اب نئی نکور گاڑی میں کیسے جانے لگا...... اس لیے اس کی ہیٹی تو ضرور کرنی چاہیے...... تبھی ان کے کلیجے کو ٹھنڈک نصیب ہو گی۔''

''حد ہو گئی ہے...... رخسانہ آنٹی کو یہ تک نہیں پتا کہ صارم بھائی کی شاندار پرسنالٹی کے پیچھے ان کی یونیورسٹی فیلوز ان کے پیچھے پڑی رہیں...... مگر انہوں نے کسی سے کوئی واسطہ نہیں رکھا......'' وانیہ بڑے مدبر لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''مگر امی ٹی وی کے انٹرویو میں بھائی جان نے یہ تو بہر حال کہا تھا کہ وہ اس لڑکی سے شادی کرنا چاہیں گے جو دل کی اچھی ہو۔'' علینہ سوچ کر بولی۔

''اتنی تو مہنگائی کی آگ پڑ رہی ہے...... یہ دل کی اچھی کہاں نظر آ رہی ہیں......'' دادی جان کا برجستہ لہجہ قہقہوں کے پھول کھلا گیا۔

''دادی...... مہنگائی کی وجہ سے لوگوں کے دل بھی خراب ہو گئے ہیں کیا......؟''

''جب اخلاق خراب ہو سکتے ہیں تو دل کے خراب ہونے میں کیا دیر لگتی ہے......!''

''اب یہ باتیں رخسانہ آنٹی کو کون بتائے...... جو اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے شوشے چھوڑا کرتی ہیں۔''

''ان کی بدزبانی تو پورے خاندان میں مشہور ہے اس لیے میں ان کی باتوں کا کوئی اثر ہی نہیں لیا کرتی ہوں۔''

''حالانکہ بات تو انہوں نے خاصی خوفناک کی۔'' علینہ نے ہنس کر کہا۔

''میرے بیٹے کو اگر کوئی لڑکی پسند آئے گی تو وہ مجھے آ کر بتائے گا......'' امی نے فخر سے کہا۔

''وہ جس لڑکی سے کہے گا...... تم اس سے فوری شادی کر دو گی......؟'' دادی جان نے امی کو دیکھتے ہوئے پان کی گلوری کلے میں دبائی۔

''ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں...... میں اپنے بیٹے سے بہت محبت کرتی ہوں...... کیا اس کی پسند کا خیال نہیں رکھوں گی۔'' ہنڈیا کے لیے ٹماٹر کاٹ کر امی نے اٹھتے ہوئے کہا...... کہ شام ہو رہی تھی اور وہ رات کو تازہ ہنڈیا ضرور بناتی تھیں۔

''پتا نہیں میری نوشابہ کب میرے پاس آئے گی...... حالانکہ دوبارا سے آنے کی تاکید کی ہے...... میری نواسی کتنی اچھی ہے...... جب آتی ہے تو میرا تو سارا ہی کام سنبھال لیتی ہے...... میں اسے اتنا یاد کر رہی ہوں پتا نہیں میری شہزادی کب میرے پاس آئے گی۔'' وہ تاسف سے چھالیہ کاٹتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

☆======☆======☆

ثمینہ نے اپنی جانب سے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ رخسانہ باجی سے ان کا ٹکراؤ کسی طرح نہ ہونے پائے......! عرشیہ کی شادی کی سالگرہ کا کارڈ آیا تو وہ نہیں گئیں۔ امینہ نے اپنی صحت یابی کی تقریب کی تو انہوں نے خود جانے کے بجائے بیٹے کے ہاتھ بڑا سا بوکے بھجوا دیا۔

انیقہ نے نئے گھر کی خوشی میں سب خاندان والوں کے لیے ڈنر رکھا...... تو وہاں انہوں نے میاں کو بھیج دیا...... مگر اس کے باوجود ان کا رخسانہ باجی سے ٹکراؤ چھوٹی بھابی کے ہاں ہو گیا...... جب وہ ان کی طبیعت پوچھنے گئیں تو رخسانہ باجی وہیں بیٹھی ہوئی تھیں۔

''ارے...... تم اب گھر سے نکلا کرتی ہو......؟'' انہوں نے تمسخر بھرے لہجے میں بھاوج سے پوچھا۔

''کیوں، نہیں نکلوں گی میں......؟''

''خاندان میں اتنی تقاریب ہوئیں تم آئیں جو نہیں......؟''

''میری طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔''

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی یا اب مہمان داریاں زیادہ نبھانے لگیں......؟''

''کیا مطلب ہے......؟'' انہوں نے تیوری تان کر پوچھا۔

''میرا مطلب یہی ہے کہ جب لڑکی شادی کے قابل ہو جاتی ہے تو رشتے کے سلسلے میں لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے ناں......!''

''اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوا کہ میں کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''ہاں ہاں بالکل جاؤ گی...... اور جاتی تو تمہاری بیٹی بھی ہے...... خدا معاف کرے...... ان ہی آنکھوں سے میں نے کئی بارا سے صارم کے ساتھ دیکھا ہے......!''

''کیوں بے کار کی باتیں کرتی ہیں باجی جان آپ...... جن کا نہ کوئی سر ہو نہ پیر......'' ثمینہ دانت پیس کر بولیں۔

"اچھا، مجھے تم جھوٹی سمجھ رہی ہو......؟"
"تو کیا سچی سمجھوں...... کہ جو منہ میں آتا ہے بولے چلی جاتی ہیں۔"
"اچھا، کل شام کو صارم کی گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوئی عینی راستے سے آئس کریم کھاتی ہوئی گھر آئی تھی...... اور صارم اسے نیچے سے ہی خدا حافظ کہہ کر چلا گیا تھا...... یہ بھی اتفاق تھا کہ میں کہیں جارہی تھی...... عینی کو صارم کے ساتھ جاتے دیکھ کر جستجو ہوئی کہ آخر وہ ہماری بچی کو لے کر کہاں جارہا ہے......؟ میں نے اپنی گاڑی کچھ فاصلے سے پیچھے ہی رکھی...... اور جب وہ بچی کو گھر چھوڑ گیا...... تو گھر جا کر میں نے شکرانہ ادا کیا۔ اب تم تو گھر میں آنکھیں بند کیے بیٹھی ہو...... تو ہمیں ہی نظر رکھنی ہوگی...... کہ بھتیجی تو ہماری ہے...... ہمارا خون ہے۔" تب ثمینہ بیگم کو یوں لگا...... جیسے بہت ساری کالک لے کر ان کے چہرے پر مل دی گئی ہو۔

وہ کیسے گھر آئیں...... انہیں پتا نہیں تھا۔ ہاں گھر میں داخل ہو کر...... وہ زار و قطار رو رہی تھیں...... اور عینی اپنی ماں کو اس حال میں دیکھ کر متوحش سی ہو گئی تھی۔
"کیا ہوا امی......؟" وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔
"جس ٹیکسی میں آئی ہوں اس کے نیچے کتا آ گیا تھا...... اور وہ فوراً ہی مر بھی گیا۔"
"اللہ امی...... آپ بھی کمال کرتی ہیں...... میں تو سمجھی تھی...... کہ نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔"
"بیٹا یہ کوئی معمولی بات تو نہیں تھی......" وہ اپنے آپ پر قدرے قابو پاتے ہوئے بولیں۔
"امی...... یہ اتنی اندوہ ناک بات بھی نہیں ہے کہ آپ پریشان ہو جائیں...... لیجیے پانی پیجیے...... زندگی میں اچھے برے واقعات ہوتے ہی رہتے ہیں۔"

☆======☆======☆

اتوار کے دن زیادہ تر گھروں میں دیر تک سونے کا رواج ہوتا ہے...... چھٹی کے دن اگر کوئی صبح سویرے کسی کے گھر آ جائے تو اس سے زیادہ غیر مہذب کوئی نہیں ہوتا۔
یوں تو صبح کے آٹھ بجے تھے...... مگر پورا گھر یوں بے خبر سو رہا تھا جیسے رات کا کوئی آخری پہر ہو......! بابو جی اور امی بھی فجر کی نماز پڑھ کر سو جاتے تھے، ہاں دادی جان تھیں جو چپ چاپ اِدھر سے اُدھر گھوما کرتی تھیں۔
گھنٹی کی آواز سن کر دادی نے ایک نظر گھڑی پر ڈالی۔ اتوار کے دن ماسی بھی چھٹی کرتی تھی۔ "یہ آج اتنی صبح کون آ گیا......؟" وہ یہی سوچتی ہوئی دروازے تک آئی تھیں۔
اور جب دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئیں...... سعیدہ ٹرے تھامے کھڑی تھی۔ "بیٹا اتنی صبح......؟" وہ اس کو دیکھ کر حیران سی ہو گئیں۔
"دادی جان...... میں نے اپنے گھر والوں کے لیے آلو بھرے پراٹھے پکائے تھے...... میں نے سوچا آپ سب کے لیے بھی لے جاؤں۔"
"مگر یہاں تو ابھی سب سو رہے ہیں......"

اسی لیے تو میں جلدی بنا لائی...... کہ جب یہ سب اٹھیں تو کسی کو آج ناشتہ نہ بنانا پڑے اور سب میرے ہاتھ کے بنے پراٹھے کھائیں۔"
"مگر بیٹا کیا ضرورت تھی...... اتنی سخت گرمی میں یہ سب تکلیف کرنے کی۔"
"مجھے تو کوکنگ کا بے حد شوق ہے...... ہاں بس یہ قیمہ بھوننا رہ گیا ہے...... ہمارے گھر والے تو آلو کے پراٹھے دہی کے رائتے کے ساتھ کھاتے ہیں...... مگر اس دن آنٹی کی زبانی پتا چلا تھا کہ آپ لوگ بھنے ہوئے قیمے کے ساتھ پراٹھے کھاتے ہیں تو میں قیمے میں مسالا ملا کر لے آئی کہ سوچا وہیں جا کر بھون لوں گی۔" دادی اسے حیرت سے دیکھ رہی تھیں کہ کیسی کام کرنے کی شوقین یہ لڑکی ہے جس نے ٹرے کچن کے کاؤنٹر پر رکھ کر ایک چھوٹی دیگچی چولہے پر برق رفتاری سے چڑھا دی اور قیمہ بھونتے ہوئے اس کے ہاتھ تیزی سے پیاز اور ٹماٹر کا کچومر والا سلاد بنا رہے تھے۔
اس نے شاید ایگزاسٹ فین نہیں کھولا تھا۔ اس لیے قیمے کی خوشبو اور پیاز کے بگھار کی مہک ہر طرف پھیل گئی۔
سب سے پہلے صارم اٹھا...... اور باورچی خانے میں کھٹ پٹ دیکھتا ہوا دادی کے کمرے میں آ کر بولا۔
"یہ چھٹی کے دن بھی ماسی آنے لگی ہے کیا......؟"
"نہیں بیٹا، یہ ماسی نہیں ہے یہ تو اپنی وانیہ کی دوست ہے...... اور تم سب لوگوں کے لیے ناشتا بنا رہی ہے۔"
"ہمارے گھر آ کر وہ کیوں ناشتہ بنا رہی ہے......؟" اس نے متوحش ہو کر پوچھا۔
"بس ایسے ہی آ جاتی ہے وہ...... وانیہ کی دوست ہے ناں......!"
"پھر وانیہ سے کہیں کہ وہ اس کے ساتھ باورچی خانے میں ہیلپ کرے...... وہ کوئی نوکرانی تھوڑی ہے جو اکیلی باورچی خانے میں لگی ہوئی ہے......" صارم کا لہجہ قدرے بلند ہو گیا۔
سعدہ، صارم کی آواز سن کر...... ہاتھ میں کفگیر تھامے دادی کے کمرے میں چلی آئی۔
"میرا کام بس ختم ہو گیا ہے...... میں پانچ منٹ میں اپنے گھر چلی جاؤں گی...... وانیہ کو اٹھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں میرے ہاتھ کے پراٹھے اچھے لگیں تو بتائیے گا ضرور......" وہ سینے پر آئی چوٹی کو ہاتھ میں لے کر گھماتے ہوئے بولی...... کہہ تو وہ دادی جان سے رہی تھی مگر اس کی نظریں صارم پر تھیں۔
"سعیدہ بیٹی...... بس اب تم گھر جاؤ...... میں چولہا خود بند کر دوں گی......" دادی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس چلتر سی لڑکی کو اس منظر سے کہیں دور ہٹا دیں۔
"جیسی آپ کی مرضی......" اس نے دوپٹے کا پلو جھٹکا اور لہراتی ہوئی کمرے سے نکل گئی۔ صارم جز بز ہوتا ہوا...... وانیہ کے کمرے میں پہنچ گیا۔
"کیا ضرورت پڑی تھی تمہیں صبح صبح اپنی سہیلی کو بلانے کی...... اگر تمہیں پکانے کا شوق نہیں ہے...... تو محلے والوں کو کیوں زیر بار کر رہی ہو۔"

''بھائی جان...... میں نے تو کسی کو نہیں بلایا۔''

''تو پھر وہ صبح صبح بیس پچیس میک اپ کر کے کیوں آ گئی۔ تمہاری دوست......!'' دادی کو اس پر خواہ مخواہ غصہ آ رہا تھا۔

''وہ پاگل ہے تو میں کیا کروں......! اس کا دل چاہتا ہے کہ ہر شخص اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانوں کی تعریف کرتا رہے...... اس لیے وہ ایسا کرتی ہے، دادی...... سعیدہ تعریف کی بھوکی ہے۔'' یہ کہہ کر وانیہ کروٹ بدل کر لیٹ گئی اور دادی بے اختیار ہنسنے لگیں۔

☆======☆======☆

عائشہ کو سن کر یوں لگا جیسے اس کی دعائیں قبول ہو گئی ہوں۔

وسیم کی شادی سے ایک دن قبل خوباں کا ایمرجنسی میں اپنڈکس کا آپریشن ہو گیا تھا...... جس کی وجہ سے شادی کچھ عرصے کے لیے ٹل گئی تھی۔

''نہ ہونے والی بات ہو تو ایسا ہی ہوتا ہے......؟'' وہ فون پر ماں کو تسلیاں دے رہی تھی۔

''وسیم تو ایسا پریشان ہے...... یوں لگ رہا ہے کہ جیسے اس کا ہی آپریشن ہوا ہو......'' ماں کو غصہ آ رہا تھا۔

''آپ وسیم کو کراچی بلا لیں...... اس بلا کے پاس سے ہٹے گا...... تو اس کا ذہن نارمل ہو سکے گا۔''

''میں نے تو یہی کہا کہ تم کراچی آ جاؤ...... ان دونوں میری طبیعت بھی خراب چل رہی ہے۔ مگر اس نے آنے سے صاف انکار کر دیا......'' ماں کے لہجے میں دکھ کی آمیزش تھی۔

''وہ کیوں بھلا......؟'' عائشہ کو حیرت تھی۔

''کہہ رہا تھا...... اس حال میں وہ خوباں کو تنہا نہیں چھوڑ سکتا...... اس وقت اس کو میری شدید ضرورت ہے۔ وہ میرے بغیر دوا تک نہیں پیتی ہے......'' ماں نے اس کے جملے تمسخر سے دہرائے۔

''ابھی سے ناز اٹھوا رہی ہے...... اس کے نصیب میں ایسا غلام لکھا ہے تو کیا کہہ سکتے ہیں۔''

''آپ نے یہ سوچ لیا ہے ناں...... کہ وسیم کی شادی خوباں سے اگر ہو گئی تو میں بھی جلد کراچی آ جاؤں گی...... آپ میرے لیے کمرا ٹھیک کروا لیجیے گا۔''

''تمہارا چھوٹا بھائی کہہ رہا ہے کہ وہ ہر صورت میں تمہاری نند سے شادی کرے گا...... وہ تمہارا گھر اجڑتا نہیں دیکھ سکتا۔''

''مگر میری نند کہاں کرے گی، اِس سے شادی...... اسے تو وہ اپنے سے بہت چھوٹا سمجھتی ہے......!''

''پھر بھی تم اپنی طرف سے کوشش تو کر سکتی ہو ناں......!''

''فی الحال تو میں ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہہ سکتی...... مجھے تو لگ رہا ہے کہ یہ دو تین ماہ کی سہولت مجھے اس وجہ سے ملی ہے کہ میں خیر و عافیت کے ساتھ فارغ ہو جاؤں...... بیٹا بیٹی جو بھی ہو گا...... وہ لوگ اسے چھین کر مجھے کراچی دھکا دے دیں گے...... کہ ایسا ہی مجھے نظر بھی آ رہا ہے......'' عائشہ کا لہجہ یاس بھرا

تھا۔

''پاگل ہوئی ہو کیا...... چھوٹا بچہ ماں سے نہیں چھینا جاتا...... یہ کسی قانون میں نہیں لکھا کہ دودھ پیتا بچہ ماں سے چھین لیا جائے...... بے شک تنویر تمہیں طلاق دے دے مگر بچے کو وہ نہیں لے سکتا......'' ماں اپنے حساب سے اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھی۔

''امی...... ہمارے ہاں کتنے کام ہیں جو قانون کے تحت ہوتے ہیں...... اور جب میری زندگی تہس نہس ہو ہی جائے گی...... تو بچہ رکھنے یا نہ رکھنے سے کیا فرق پڑ جائے گا...... میری تو شاید شادی ہی اس لیے ہوئی تھی کہ مجھے برباد ہونا تھا...... ورنہ تنویر سے شادی کرنی کیا ضروری تھی جب کہ آپ کو شروع سے ہی یہ پتا تھا کہ ان کی ماں، بہن کو یہ رشتہ قبول نہیں تھا۔ پھر بھی...... آپ نے مجھے وہاں جھونک دیا کہ رشتے داروں کے ہاں رہ کر میں زیادہ خوش رہوں گی...... کہ غیروں کا پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیسے رکھیں گے۔'' عائشہ دکھی سے لہجے میں کہہ رہی تھی اور ماں کے کلیجے پر برچھیاں سی چل رہی تھیں۔

''اچھا عائشہ پھر بعد میں بات کروں گی......'' وہ اپنے لہجے میں بشاشت لاتے ہوئے بولیں۔

پھر ریسور کریڈل پر رکھ کر...... انہیں اپنے اوپر قابو نہ رہا...... ان کی چیخیں آسمان کو چھو رہی تھیں، نعیم سیڑھیاں پھلانگتا ماں تک پہنچا...... تو وہ دروازے سے سر ٹکرا کر...... نیچے فرش پر گر چکی تھیں۔

☆======☆======☆

اماں نے رات ہی کہا تھا کہ ڈاکٹر نے جون کی دس تاریخ بتائی ہے...... مگر پہلا بچہ دو چار دن زیادہ ہی کھینچ لیتا ہے۔ صنوبر نے بھی اسے بطورِ خاص جتایا تھا...... کہ پورا مئی عائشہ کو کھلانے اور ٹھسانے میں وہ مزید تھک جائے گی۔ تنویر نے اپنے بچے کے لیے کوئی خاص شاپنگ بھی نہیں کی تھی...... ایک مرتبہ وہ بازار سے ننھی سی فراک لے آیا تو اماں نے اسے خاصا لتاڑ کر کہا تھا۔

''چھٹی چھوچک سب ننھیال سے آیا کرتا ہے...... تم نے کیوں اپنے پیسوں میں آگ لگائی؟''

''اماں...... بس مجھے شوکیس میں سجی فراک اچھی لگی اس لیے بے اختیار خرید لی۔''

''تمہیں کیا پتا کہ لڑکی ہو گی یا لڑکا...... جو خواہ مخواہ کی شاپنگ کر آئے۔''

''اماں چھوٹے بچے کو فراک پہنا دو یا بوشرٹ...... پتا کیا چلتا ہے......'' تنویر کھسیا کر بولا تھا۔

''گھر گھر چلنے والے ٹی وی نے ہر ایک کو بتا دیا ہے کہ جب لڑکی ہو تو گلابی یا دیگر شوخ کپڑے پہنانے چاہئیں اور اگر لڑکا ہو تو نیلے رنگ کے کپڑے بنانے چاہیں۔''

''ڈاکٹر نے الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ بتائی نہیں ہے۔ اس لیے گلابی اور نیلی دونوں طرح کی شاپنگ کر لینی چاہیے......'' تنویر نے مسکرا کر کہا۔

''ہم کیوں کریں......؟ نانی، نانا جو کراچی میں بیٹھے ہوئے ہیں وہ بھیجیں گے۔''

اور پھر کراچی سے ایک پارسل آ گیا...... بچے کی چھوٹی بڑی تمام ضرورت کی چیزیں تھیں۔

''ارے اتنا سا پارسل بھیجا ہے تمہاری اماں نے...... نہ بچے کا جھولا نہ واکر...... نہ گاڑی نہ گھوڑا...... اور گھر والوں کے کپڑے لتے بھی نہیں آئے......'' چاچی نے تمسخر بھرے لہجے میں چیزیں

دیکھتے ہوئے کہا۔

''اماں...... یہ چیزیں تو تب آئیں گی...... جب نانی بچے کو دیکھنے آئیں گی......'' صنوبر نے ماں کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا ڈبل خرچے سے بچنے کے لیے...... یہ کنجوسی دکھائی ہے......!'' عائشہ سب کی باتیں خاموشی سے سنتی رہی۔ بلڈ پریشر ہائی ہونے کے سبب اس کے دونوں پیروں پر الگ ورم آ گیا تھا۔ اس کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ جون کے مہینے میں فارغ ہو گی...... مگر آنے والے نے صرف ڈاکٹر کو بلکہ دادی اور پھپھو کو بھی جھوٹا بنا دیا...... اور دو مئی کو تنویر کا پیارا سا بیٹا دنیا میں آ گیا۔

خوب صحت مند اور خوب صورت خدوخال والا بیٹا پا کر تنویر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ دادی بھی پوتا پا کر خوب خوش تھیں...... اور کہہ رہی تھیں کہ آج میرے دو بیٹے ہو گئے۔ صنوبر بھی شاداں و فرحاں تھی اسے ننھے سے گڈے میں تنویر کا ہی عکس نظر آ رہا تھا۔

''بچہ بہت خوب صورت بالکل ددھیال پر گیا ہے......!'' دادی نے فرمان جاری کر دیا۔

''اے ہے...... تنویر تو خاصا سانولا...... اور بچہ سرخ و سفید ہے اپنے ماموؤں کی طرح......!'' ایک عزیزہ آئیں تو انہوں نے خدا لگتی کہہ ڈالی۔

''ارے واہ...... ہمارا تنویر بھی بچپن میں ایسا ہی سرخ و سفید تھا۔''

''دیکھا نہیں کیا...... یہ ہمیشہ سے سانولا تھا بچہ تو بالکل اس پر نہیں گیا...... یہ پورا اپنے ننھیال پر ہے......'' تنویر کی خالہ کی نند آئیں تو وہ بھی سنا گئیں تب عائشہ نے مسکرا کر صنوبر سے کہا۔

''مجھے تو بالکل آپ کی طرح لگ رہا ہے...... یہ تو اپنی پھپھو جیسا پیارا ہے......'' تب صنوبر کے ساتھ ساتھ اس کی ساس بھی تائید میں سر ہلانے لگیں۔

ہر چاؤ چونچلہ پورا کیا گیا...... عائشہ کو سوا مہینے تک بستر سے نیچے نہیں اترنے دیا گیا۔

''بس تم بیٹھ کر گڈے شہزادے کو دیکھو...... اس کا خیال رکھو...... تمہارا خیال ہم رکھیں گے......'' چاچی نے جو کہا وہ کر دکھایا۔

تنویر بھی آفس سے آ کر بیٹے کے پاس بیٹھ کر اس سے باتیں کیا کرتا...... اور یہ سب دیکھ کر عائشہ دل میں بے حد خوش ہوتی۔ اس کا خیال تھا کہ دکھ کی تنی ہوئی چادر سرک گئی ہے۔

وسیم کی رنگ رنگیلی خبریں دبئی سے یہاں بھی پہنچ رہی تھیں۔ شادی آگے بڑھ گئی ہے...... مگر تیاری پوری ہے...... یہ باتیں بھی بذریعہ فون صنوبر کو پہنچ رہی تھیں اور اب اس کے رنگ ڈھنگ سب بدل رہے تھے۔

''شہزادی صاحبہ...... اب آپ کی خدمت بہت ہو چکی ہے...... اپنی اوقات میں آ جائیے...... اور گھر کے کام سنبھالیے۔'' ایک دن تنویر کے آفس جاتے ہی صنوبر نے اس کے کمرے میں آ کر کہا۔ دودھ کا پیالہ...... جو صبح ماں جی اس کے کمرے میں رکھ گئی تھیں...... وہ اٹھا کر اس نے اپنے منہ سے لگا لیا...... جیسے وہ اس کے لیے آیا ہو......! صنوبر کے جانے کے بعد اس نے ماں کو فون کیا تو پتا چلا...... خوباں کی طبیعت

بہت بہتر ہے...... اور وہ آئندہ ہفتے شادی کر رہے ہیں۔

''وسیم...... خوباں کے لیے پاگل ہو رہا ہے...... وہ کہہ رہا ہے کہ میں خوباں کا جو خیال رکھ سکتا ہوں وہ کوئی نہیں رکھ سکتا...... اس لیے مجھے فوری شادی کر لینی چاہیے۔'' ماں نے جب بیٹے پر لعن طعن کی تو وہ غصے سے مزید بولا...... اسے تو اپنی شادی کینسل ہی نہیں کرنی چاہیے تھی۔ ماں سے یہ سب کچھ سن کر عائشہ کا سارا اطمینان رفو چکر ہو گیا۔

''بھائی تو اپنی بہنوں کی خوشیاں بڑھاتے ہیں...... پتا نہیں میرا یہ بھائی کیسا ہے...... جو میری خوشیوں کو سانپ کی طرح ڈس رہا ہے......!'' عائشہ سوچ رہی تھی...... اور کڑھ رہی تھی۔

☆======☆======☆

دادی اگر نوشابہ کراچی نہیں آ رہی تو آپ چلیے گاؤں...... مزہ آئے گا وہاں...... شہر کے شور سے دور...... صاف اور تازہ ہوا میں تازہ دم ہو جائیں گی......'' وانیہ نے راہ سجھائی۔

''اب اس عمر میں مجھ سے اکیلے سفر ہو گا کیا......؟ نہ بابا نہ...... وہی آ جائے تو ٹھیک ہے...... مجھ میں کہاں اتنی سکت کہ اتنا لمبا سفر کر سکوں......!''

''دادی آپ سے اکیلے جانے کو کون کہہ رہا ہے...... میں چلوں گی آپ کے ساتھ...... ریل کا لمبا سفر...... دو ناشتے دان بھر کے کھانا لے چلیں گے...... ایک بڑے کولر میں ٹھنڈا یخ پانی، دوسرے کولر میں ٹھنڈی ٹھار بوتلیں...... خوب رج کر کھاتے پیتے اور سوتے میں سفر کا کہاں پتا چلے گا......!''

''ناں بھیا...... مجھے تو ریل کے سفر ہی وحشت ہوتی ہے...... اُف دو دن اور ایک رات کا سفر...... حال سے بے حال ہو جاؤ...... جسم کی چول چول ہل جائے......!'' دادی نے صاف انکار کر دیا۔

''اچھا تو پھر ہوائی جہاز سے چلتے ہیں...... پونے دو گھنٹے میں پہنچ جائیں گے نہ تھکن نہ گھبراہٹ...... کپڑے صاف ستھرے، میک اپ تک قائم حد تو یہ ہے کہ بالوں کی لٹ جو ماتھے پر موڑ کر نکالیں گے وہ بھی بدستور ماتھے پر جھومتی نظر آ رہی ہو گی۔ گھر پہنچیں گے تو کوئی یہ نہیں کہے گا کہ پہلے نہا لو...... پھر چائے پینا......! پہلے نہا لو...... پھر لسی پینا وغیرہ وغیرہ......!''

''نہ بابا نہ...... میں جہاز میں نہیں بیٹھ سکتی...... کسی اور کا وقت آ جائے...... تب بھی ہمیں مرنا پڑے...... اتنا بڑا جہاز راستے میں خراب ہو جائے...... بادلوں میں کھو جائے تو کوئی ہمیں تو کیا ہماری ہڈی بھی تلاش نہ کر سکے......!'' دادی نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

''دادی ریل سے آپ جانے کو تیار نہیں ہیں...... جہاز میں آپ کو جانے سے قباحت ہے...... تو پھر کس طرح اپنی لاڈلی نواسی اور چہیتی بیٹی کے پاس جائیں گی......؟''

''میں آج ہی فون کراتی ہوں...... منی کو...... اگر تمہارا آنے کو دل نہیں چاہ رہا تو کم از کم نوشابہ کو ہی میرے پاس بھیج دو مجھے بہت یاد آ رہی ہے۔'' یہ کہہ کر وہ پھکا پھک رونے لگیں۔

''اللہ دادی، آپ نوشابہ کو یاد کر کے رو رہی ہیں......!'' وانیہ ان کے آنسو سمیٹتے ہوئے بولی۔

''ہاں...... جب وہ یاد کرنے پر بھی نہیں آئے گی تو کیا آنسو بھی نہیں بہیں گے......!''

''میں آج ہی بابو جی سے کہہ دوں گی...... کہ آپ پھپو کو فون کر دیں کہ نوشابہ کو کسی کے ساتھ کراچی بھیجوا دیں اور اگر کوئی آنے جانے والی نہیں ہے......تو آپ اس کو لے کر آجائیں۔''

''ارے تو کیا واقعی نوشابہ میرے پاس آجائے گی۔'' وہ ڈھلمل یقین کے ساتھ بولیں۔

''جب بابو جی جائیں گے تو بھلا پھپو ان کو انکار کرسکتی ہیں......؟''

''ہاں...... یہ تو ہے......!''

''آپ کو تو کسی بات پر بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے...... میں ہوں نا...... آپ کے پاس...... آپ کے مسائل چٹکیوں میں حل کرنے والی آپ کی پیاری سی پوتی......'' وانیہ اب ان کے پاندان سے مصری، بادام اور چھوٹی الائچیاں اپنی ہتھیلی پر رکھ کر پھانک رہی تھی اور دادی اس سے اسے بڑی چبھتی نظروں سے دیکھ رہی تھیں...... جب کہ انہیں انتہائی برا لگتا تھا کہ کوئی ان کے پاندان کو ہاتھ تو لگالے۔

☆======☆======☆

جس دن عائشہ کا بیٹا ہوا تھا...... اس کے دسویں دن ہی اسے پتا چل گیا تھا کہ وسیم نے خوباں سے شادی کر لی ہے...... مگر وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اتنی خوش اور مگن تھی...... اس کا یہ خیال تھا کہ اگر یہ خبر سن کر طوفان آیا تو اس کی کوئی فرق نہیں پڑے گا...... تنویر بیٹے کا باپ بن جانے کے بعد بے حد ہی شاداں وفرحاں تھا۔

بظاہر اسے نہ صنوبر کی پروا تھی اور نہ ہی وسیم کی...... وہ روزانہ بچے کو گود میں لے کر بیٹھ جاتا اور اس سے باتیں کیا کرتا۔

''میرا منا...... ڈاکٹر بنے گا یا انجینئر...... یا پھر وکیل...... ارے یار بیورو کریٹ بن جانا سب خوش رہیں گے......!'' عائشہ اس کی باتیں سن کر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

صنوبر بظاہر چپ تھی...... مگر اب وہ عائشہ کو تیوری تان کر دیکھا کرتی تھی اور جب اس کے پاس وسیم کی شادی کی اطلاع پہنچی تو وہ آندھی طوفان کی طرح عائشہ کے کمرے میں داخل ہوئی اور تمسخر بھرے لہجے میں بولی۔

''سنو...... اپنا سامان باندھو...... اور یہاں سے کلٹی ہو جاؤ۔''

''خیریت تو ہے صنوبر......؟'' وہ اپنے لہجے میں مٹھاس گھولتے ہوئے بولی۔

''اپنے بھائی کے کرتوت تمہیں تو معلوم ہو گئے ہوں گے، بڑی طرف داری کرتی تھیں اپنے شرمیلے بھائی کی۔''

''مجھے بہت افسوس ہوا ہے۔'' وہ نادم سے لہجے میں بولی۔

''اب اپنے گھر میں بیٹھ کر افسوس کرنا...... ہاں......'' اس کا لہجہ دوٹوک تھا۔

''اب بتاؤ...... اس میں میری کیا غلطی ہے...... اس کی شادی میں تو ہمارے گھر کا کوئی فرد شریک نہیں ہوا ہے۔''

''نہ ہوا ہو...... مگر ملی بھگت سب گھر والوں کی ہے۔ خوباں بہت خوب صورت ہے ناں...... ٹھنڈ پڑ

گئی سب کے کلیجوں پر......!''

''یہ بات نہیں ہے صنوبر...... وسیم کی شادی سے ہم سب کو بہت دکھ پہنچا ہے۔''

''بھابی، آپ یہ سیاسی تقریر میرے سامنے مت کیا کریں...... اب بھلا آپ کے دکھوں سے مجھے تو کوئی فائدہ نہیں ہوا ناں...... اصل نقصان تو میرا ہوا ہے، جس لڑکی کی منگنی ٹوٹ جائے اس کے رشتے کہاں آئیں گے...... خاندان والے اس واقعے کو مزید رنگین بنانے کے لیے اپنی اپنی مرضی کی کہانیاں شامل کرلیں گے...... تب بدنامی بھی میرے حصے میں آجائے گی۔''

''میں تمہیں ہرگز بدنام نہیں ہونے دوں گی......'' عائشہ نے کہا۔

''اچھا تو کیا تم گھر گھر جا کر وسیم کو گالیاں دو گی یا اس کے قصے بیان کرو گی۔ ایسی ہمت والی تو تم نہیں ہو......!'' وہ اپنے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر قہقہہ مار کر بولی۔

''مگر میں نہیں چاہتی کہ تمہیں کسی بھی قسم کا کوئی دکھ ملے......!''

''مت جھوٹ بولو...... صرف تم سے شادی کروانے کی پاداش میں مجھے یہ دکھ ملے ہیں اگر میرے بھائی کا کسی اور گھرانے میں وٹہ سٹہ ہوتا...... تو آج میں بھی اپنے گھر میں ہوتی......'' صنوبر کے لہجے میں کڑواہٹ اس کی آنکھوں سے بھی نظر آرہی تھی۔

''مجھے احساس ہے تمہارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مگر میں اس زیادتی کی تلافی ضرور کروں گی۔''

''اچھا جی...... وہ کیسے......؟'' صنوبر اب سینے پر دونوں ہاتھ باندھے تمسخر سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''میرا چھوٹا بھائی نعیم تم سے شادی کرنے کو تیار ہے......!''

''نعیم...... وہ مجھ سے چھوٹا ہے......!'' اس کا لہجہ حقارت بھرا تھا۔

''مگر اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ تم سے بہ خوشی شادی کرنے کو تیار ہے......'' عائشہ نے کہا۔

''مگر مجھے تو اعتراض ہے......'' وہ چیخ کر بولی۔

''کیسا اعتراض......؟'' اب وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کا دماغ چل گیا ہو۔

''نعیم...... سیدھا سادہ بے وقوف سا لڑکا ہے۔ جس کی پرسنالٹی بھی کچھ نہیں ہے...... قد اتنا چھوٹا ہے کہ میرے کندھوں تک آتا ہوگا......! انگریزی میں بات کرتے تو اسے کبھی دیکھا ہی نہیں۔ پنجابی بولتا ہے یا اردو......! چار لوگوں میں بیٹھتا ہے...... تو سب کی بات سے اتفاق کر لیتا ہے...... اس کی اپنی تو کوئی رائے نہیں ہوتی۔ ایسے چوزے سے میں کبھی شادی نہ کروں...... جس کے ساتھ چلوں تو راستے کے دو لوگ اگر مجھے ہنس کر دیکھیں تو وہ ان کا منہ توڑنے کے بجائے مجھ سے یہ کہے...... اپنی چادر لپیٹ کر چلو......! نعیم سے کہنا...... کسی مڈل فیل لڑکی سے شادی کرلے وہ اس کے ساتھ بہت خوش رہے گا......! ہاں تم اپنا سامان باندھو...... اور جلدی یہاں سے چلتی نظر آؤ...... کہ اب تمہیں دیکھنا یا تمہیں برداشت کرنا میرے لیے آسان نہیں ہے۔''

☆======☆======☆

''اماں کا گیلے تولیے سے منہ ہاتھ پونچھ کر اس نے جھٹ پٹ کپڑے تبدیل کیے...... ہتھیلی میں ذرا سا تیل ڈال کر سر میں مالش کر کے ان کے چند بالوں کو چٹیا کی شکل دی اور ناشتے کی ٹرے ان کے سامنے رکھ دی۔ فالج کی وجہ سے ان کا نچلا دھڑ تقریباً مفلوج ہی تھا...... ایک ہاتھ اتنا چل جاتا تھا کہ وہ خود کھا پی لیتی تھیں اور بعض مرتبہ اس میں رعشہ آ جاتا تو کھلانے پلانے کی ذمے داری بھی پوری سعیدہ کی ہی تھی۔

رئیس منزل جہاں چھوٹے اور بڑے دونوں ہی طرح کے فلیٹ تھے...... مگر سعیدہ کا فلیٹ چھوٹا سا تھا، ایک بیڈ روم، ایک ڈرائنگ روم اور کمروں کے سامنے چھوٹی سی راہداری جسے وہ ٹی وی لاؤنج کا نام دیا کرتی تھی۔ دس سال قبل جب اماں کو فالج ہوا تھا...... تو ان کے بڑے بھائی نے یہ فلیٹ خرید کر اماں کے ساتھ سعیدہ کو بھی یہاں شفٹ کر دیا تھا...... چھوٹے بچوں کے ساتھ ان کی بیگم اپنی ساس کی دیکھ بھال کرنے سے قاصر تھیں...... اور یوں خاندان کے بڑے چھوٹے اماں کی خواہ مخواہ کی خیریت پوچھنے کے لیے ان کے گھر میں دھرنا جمائے رکھتے تھے...... اسی لیے انہوں نے اماں کو یہ کہہ کر یہاں شفٹ کر دیا تھا کہ یہاں آپ کو زیادہ آرام ملے گا...... اور یہ فلیٹ بھی سعیدہ کا ہوگا...... اگر اس کی کہیں شادی ہوگی تو بجائے اس کے سعیدہ رخصت ہو کر جائے...... دولہا خود رخصت ہو کر سعیدہ کے پاس آ جائے گا۔

اس وقت نئے فلیٹ میں شفٹ ہوتے ہوئے سعیدہ کے دل میں یہی جذبات تھے کہ وہ اپنے جہیز کے فلیٹ میں جا رہی ہے...... جہاں ایک دن اس کے ساتھ اس کے زندگی کے ساتھی کو آ کر رہنا ہوگا...... مگر یہ حقیقت اسے بہت بعد میں پتا چلی...... کہ اماں کے بڑے سے گھر کو اپنے نام کروا کے...... چند لاکھ کا یہ گھر انہیں دے کر وہ سرخرو علیحدہ ہو گئے تھے کہ اماں کے آرام کی خاطر انہیں علیحدہ فلیٹ خرید کر انہیں شفٹ کیا ہے...... شروع شروع میں روزانہ فزیو تھراپی ان کی گھر ہی کروائی جاتی تھی...... ہفتے، دس دن میں کوئی ڈاکٹر بھی ان کے چیک اپ کے لیے آیا کرتا تھا...... ان کے کمرے میں رکھے ہوئے فریج کو وہ پھلوں سے بھر دیا کرتے تھے کہ اماں روزانہ پھل کھائیں اور آنے جانے والوں کو بھی کھلائیں...... مگر آہستہ آہستہ اس میں کمی آتی گئی...... فزیو تھراپسٹ نے آنا بند کر دیا...... اس کا جواز ان کی بہو کے پاس یہ تھا کہ ساری ایکسر سائز تو اس نے بتا دی ہیں...... خود ہی بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کریں...... ان کے پاس کام ہی کیا ہے...... اماں کے دوسرے مکان کے کرایے میں سے کچھ رقم گھر کے خرچے کے لیے ماہانہ اماں کو ضرور دیتے تھے اور بقیہ

رقم اپنے پاس اس وجہ سے رکھتے تھے کہ مکان کی ٹوٹ پھوٹ کی درستگی کے لیے بھی تو رقم چاہیے ہوتی ہے...... دھیرے دھیرے ڈاکٹر کا آنا بھی بند ہوا...... کہ وہی دوائیں جو اس نے لکھی ہیں...... ساری عمر ہی کھائی ہیں تو پھر ڈاکٹر کے آنے کی کیا ضرورت ہے آخر شوگر کے مریض بھی تو روزانہ دوائیں کھانے کے عادی ہوتے ہیں...... اسی طرح فالج کے مریضوں کو بھی روز دوا کھانی ہوتی ہے...... سعیدہ پھرتیلی لڑکی تھی...... وہ ماں کی خدمت بھرپور کرتی روزانہ انہیں صاف ستھرا کر کے ناشتہ کرواتی...... ان سے باتیں کرتی۔

'کیا رحیم آئے گا آج......؟'' روزانہ وہ اس سے پوچھا کرتیں...... صبح ہوتے ہی اپنے بیٹے کا انتظار بھی شروع ہو جاتا۔

''اماں...... ان کے دفتر میں آج کل کام بہت ہے ناں...... اس سے فارغ ہوں تو وہ آسکیں گے......!''

''اور بچے کب آئیں گے...... کتنے سارے دن ہو گئے انہیں دیکھا ہی نہیں......'' صبح ہوتے ہی انہیں اپنے پوتا پوتی کا انتظار بھی شروع ہو جاتا۔

''اماں آج کل امتحانوں کا سیزن ہے ناں...... اس سے نمٹیں تو آسکیں گے ناں......!'' سعیدہ کے پاس بھی اس کے علاوہ کوئی دوسرا بہانہ نہیں تھا۔ مگر اماں ان ہی بہانوں سے بہل رہی تھیں...... تو وہ بھی مطمئن تھی...... ناشتا کر کے تھوڑی دیر بعد ہی وہ گہری غنودگی میں چلی جاتیں...... اور وہ ٹی وی کھول کر بیٹھ جاتی...... ٹی وی کے ڈرامے اور ان کی کہانیوں سے اس نے یہی سیکھا تھا...... کہ اب کوئی کسی کے کام نہیں آیا کرتا...... اپنا کام خود ہی کرنا ہوتا ہے...... اس لیے...... اپنا بر بھی خود ہی ڈھونڈنا چاہیے...... کہ آج کل کوئی کسی کی ہیلپ نہیں کیا کرتا......! یہی سوچ جب ایک کم عمر لڑکی میں پختہ ہو جائے تو ایسی لڑکی کی باتوں کو سن کر مذاق اڑانے والوں کی تعداد میں ہمیشہ اضافہ ہوا کرتا ہے۔

درخت جب ٹیڑھا میڑھا بڑھے تو مالی چھانٹ دیا کرتا ہے...... بچیاں جب الٹی سیدھی حرکتیں کریں تو مائیں ڈانٹا کرتی ہیں...... مگر جہاں ماں غنودگی میں پڑی ہو...... وہ اپنی بچی کو کیا اچھا برا بتا سکتی ہے۔

اور پھر یہاں تو بجائے ماں کے بیٹی، ماں کو سنبھال رہی تھی اور پھر بیٹا کبھی کبھار آتا یوں آتا تو جیسے گھوڑے پر سوار آیا ہے، اسے ہمیشہ کہیں نہ کہیں جانے کی جلدی لگی رہتی...... اور اس کے آنے کا مقصد صرف اپنی حاضری لگوانا ہوتا......!

''ارے رحیم بیٹا...... بہت دنوں بعد آیا......'' ماں ہمیشہ اس سے کہا کرتیں۔

''اماں ہر ماہ باقاعدگی سے آتا ہوں...... بے شک آپ کے کرایے دار وقت پر کرایہ نہ دیں مگر آپ کے پیسے پہلی تاریخ کو پہنچ جاتے ہیں آپ کی دوائیں لے کر آتا ہوں...... اور دوا ختم ہونے سے پہلے دوسری دوا آ جاتی ہے۔''

''ہاں یہ تو ہے...... تُو میرا واقعی بہت خیال رکھتا ہے......!''

''میں نے تو آپ کو بتایا تک نہیں...... پچھلے دو ماہ سے آپ کا کرایہ نہیں ملا تھا...... مگر میں وہ بھی آپ کو اپنے پاس سے دیتا رہا...... کہ یہ ماں کا حق ہے...... اور اسے اس کا حق ملنا چاہیے۔''

''اللہ تجھے سلامت رکھے...... واقعی تُو میرا خیال رکھتا ہے۔''

''اب کوئی دوسرا بیٹا ہوتا...... تو آپ کو کرایے کا فلیٹ لے کر بھی رکھ سکتا تھا...... مگر رحیم نے آپ کے لیے فلیٹ خریدا...... اس فلیٹ کا واٹر ٹیکس، انکم ٹیکس کب آتا ہے اور کون ادا کرتا ہے...... یہ سب صرف رحیم کو ہی معلوم ہے...... آپ کو تھوڑی پتا ہے۔'' ان کی بہو ان پر احسان جتاتی۔

ان کے مکان کا کرایہ پندرہ ہزار سے بیس ہزار ہو گیا ہے اور اوپر کے پورشن کا کچھ حصہ آٹھ ہزار میں کسی کو دے دیا ہے...... یہ سب سچی باتیں وہ انہیں بتانے سے احتراز کرتے...... ان کے ہاتھ میں دس ہزار کرایہ دیتے اور ہر ماہ پانچ سات سو کی دوائیں یہ کہہ کر دی جاتیں کہ یہ وہ اپنی طرف سے لائے ہیں۔ پہلے ہر ہفتے پھل آتے تھے...... اب ان دس سالوں میں جب وہ آئے تو وہ تھوڑے بہت پھل...... یا بازار کی نہاری یا کباب پراٹھے لے آتے...... ان چیزوں کو دیکھ کر سعیدہ بہت خوش ہوا کرتی تھی...... اور اس کی چلتر بھاوج اپنی نند کی خوشی کا بھی خیال رکھا کرتی تھی۔ اپنا ایکسپائر ہوا میک اپ بھی اپنے میاں سے چھپا کر سعیدہ کو دیا کرتی تھی اور اپنے گھر جا کر میاں کو علیحدہ جتایا کرتی تھی...... کہ آپ کی کنواری بہن کس قدر بن سنور کر رہا کرتی ہے۔

ایک مرتبہ رحیم نے بیوی کی بات سن کر جب یہ کہا کہ سعیدہ اکیلی رہ کر بگڑ تو نہیں رہی اماں تو اس کی دیکھ بھال ہی نہیں کر سکتیں...... جب سے اس نے اپنا وتیرہ مکمل تبدیل کر لیا تھا اور جتنی بھی سمجھداری اور عقل مندی کے لوازمات ہوا کرتے ہیں اس نے سعیدہ کی ذات میں جمع کر دیے تھے اور اپنی عقل مندی پر خود کو ہی شاباش دیا کرتی تھی کہ اس کے اس رویے کے تحت سعیدہ بھی اپنی اس بھاوج کے گن گایا کرتی تھی۔

''اللہ ایسا بیٹا اور بہو سب کو دے......'' اماں جب تشکر بھرے لہجے میں کہتیں تو...... سعیدہ جلدی سے آمین کا نعرہ مارا کرتی۔

فلیٹوں میں رہنے والی کم عمر لڑکیاں جو چھوٹے دماغ کی بھی ہوں...... زور ہے چھوٹے دماغ والیوں جو کسی بھی لڑکی کا ہو سکتا ہے چاہے اس کا جائے مقام کہیں بھی ہو...... اس ضمن میں بڑے بڑے گھروں میں چھوٹے چھوٹے لوگوں کی نشان دہی بھی اکثر ہوا کرتی ہے...... مگر یہاں ذکرِ خیر تھا فلیٹ والیوں کا...... تو اس کیٹگری میں سعیدہ شامل تھی۔

یوں بھی اچھا لگنے کے لیے کسی وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا...... سعیدہ کو صارم اس وجہ سے اچھا لگا کرتا تھا...... کہ وہ اپنے زینے پر روزانہ اسے اترتے چڑھتے دیکھا کرتی تھی۔

اس کے گھر میں اپنی پذیرائی دیکھ کر اسے یہ یقین ہو چلا تھا کہ صارم کی امی اس کا رشتہ مانگنے جلد اس کے گھر آئیں گی۔

ایک ایسی لڑکی جو خوابوں میں رہنے کی عادی ہو...... وہ جاگتی ہوئی آنکھوں سے بھی اپنی پسند کے

خواب دیکھا کرتی ہے۔

صارم کا فلیٹ ایک ہی بلڈنگ میں ہونے کے باوجود اس کے فلیٹ سے تگنا بڑا تھا...... مگر یہ اس کا اپنا خواب تھا کہ صارم سے شادی کے بعد...... صارم ہی اس کے فلیٹ میں آ جائے گا...... وہ روزانہ اپنی ماں کو ناشتا کروا کے دوا دارو دے کر اپنی سسرال چلی جایا کرے گی...... تاکہ سسرال والوں کو بھی تو اچھا لگے کہ بہو کے آنے کے بعد گھر میں کتنی نفاست آ گئی ہے...... اور کھانے پینے میں کتنے مزے آ گئے ہیں۔

شام کو جب صارم آفس سے آیا کریں گے...... تو چائے سب کے ساتھ پی لینے کے بعد ہم اپنے فلیٹ میں آ جایا کریں گے...... اماں کو کھلا پلا کر کبھی باہر چلے جایا کریں گے یا کبھی اپنے گھر میں ہی بیٹھ کر ایک دوسرے سے دنیا جہاں کی باتیں کیا کریں گے۔ اماں کا مسئلہ بھی بہ آسانی حل رہے گا اور سسرال والے بھی خوش رہیں گے...... کہ وہاں جا کر سارا کام سنبھال لیا کروں گی...... صارم کے ہمارے گھر آ جانے کی وجہ سے ان کا ایک بیڈروم جو صارم کے تصرف میں رہتا ہے وہ بھی خالی ہو جائے گا...... وہ ان کے چھوٹے بیٹے اعظم کے کام آ جائے گا۔

خوابوں کے جھولے جب من پسند ہوں...... تو اس کی پینگ بھی خاصی لمبی ہو جاتی ہے۔

اور جب صارم کی امی...... ایک مرتبہ زینہ اترتے ہوئے اسے دروازے پر کھڑا دیکھ کر اس کی امی کی خیریت پوچھنے کے لیے اس کے گھر میں آ گئیں...... تو سعیدہ کو یوں لگا جیسے اسے ہفت اقلیم کی دولت مل گئی ہو۔

مرے پر سو دُرے اور...... انہوں نے اس کی ماں سے اس کی تعریف بھی کر دی۔

''آپ کی بچی سعیدہ بہت اچھی ہے، بڑی محبت کی ہے، بڑی لذت ہے اس کے ہاتھ میں، ہر کام بڑے سلیقے سے کرتی ہے۔''

اور سعیدہ کو ایسا لگا...... جیسے وہ کہہ رہی ہوں کہ آپ کی بڑی نوازش ہو گی جو میری جھولی میں اپنی پیاری بیٹی کو دے دیں۔ آج میں سعیدہ کے لیے اپنی جھولی پھیلانے آئی ہوں ایسی لڑکی تو میں اس بلڈنگ تو کیا پورے شہر کے پلازہ کھنگال ڈالوں تب بھی نہ ملے۔ یہ میری خوش قسمتی ہو گی کہ آپ صارم کا رشتہ اپنی سعیدہ کے لیے قبول کر لیں۔ وہ چونکی تو اس وقت جب اس کی اماں ان کے جانے کے بعد کہہ رہی تھیں۔

''جی ہاں...... مجھے قبول ہے...... مجھے قبول ہے......''

''اماں...... کیا قبول ہے......؟'' سعیدہ نے ماں کو جھنجھوڑ ڈالا۔

''ارے صارم کی اماں کہہ رہی تھیں...... کبھی آپ بھی ہمت کر کے ہمارے گھر آیئے...... آپ کی بیٹی تو بہت مزے مزے کے کھانے پکاتی ہے...... کبھی آپ ہمارے ہاتھ کے بدمزہ کھانے بھی کھا کر دیکھیے۔ تو میں نے کہا...... ہاں بھئی مجھے بھی آپ کے ہاں کی یہ دعوت قبول ہے...... کسی دن ضرور آؤں گی۔ تھوڑی سی تو سیڑھیاں ہیں...... سعیدہ مجھے کرسی پر بٹھا کر لے آئے گی۔ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے میرا دل بھی تو گھبرا جاتا ہے کسی دوسری جگہ جاؤں گی تو مجھے بھی بہت اچھا لگے لگا۔''

''ہاں اماں...... آپ کو ان کے گھر جا کر واقعی بہت اچھا لگے گا۔'' وہ شرمیلے سے لہجے میں بولی اور

پھر بھاگ کر لاؤنج میں آ گئی۔ اب وہ کیسے کہہ دیتی...... اماں...... آپ کو میری سسرال پسند آئے گی اور وہاں جا کر ایک طمانیت بھی ضرور ملے گی۔

☆======☆======☆

دادی جان کی آنکھ کا اشارہ بھی بابو جی کے لیے حکم کا درجہ رکھتا تھا...... جیسے ہی انہیں یہ پتا چلا کہ دادی نوشابہ کے لیے بیکل ہو رہی ہیں...... وہ خود جا کر نوشابہ کو لے آئے...... وہ تو اپنے ساتھ پھپھو کو بھی لے کر آ رہے تھے...... مگر ان دنوں ان کی طبیعت خاصی خراب تھی اس لیے انہوں نے بعد میں آنے کا کہہ کر نوشابہ کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔

دادی جان تو نوشابہ کو دیکھ کر کھل سی گئیں۔ کہاں تو ان پر بیماریاں حاوی ہو رہی تھیں...... اور وہ اپنی ہر دوا کی گولی کھاتے ہوئے خاصی کراہتی بھی تھیں...... مگر نوشابہ کو دیکھ کر تو وہ اپنے آپ کو بھی بھول گئی تھیں۔

''ارے، ادھر آ میرے پاس...... میں تیرے بالوں میں تیل لگاؤں ایسے سوکھے بال ہو رہے ہیں...... تیل لگے گا تو دماغ میں ٹھنڈک سی پہنچے گی۔''

''لے نوشابہ، یہ میرے حصے کا انڈا بھی کھا لے۔ آج میں صرف چائے خالی رسک کے ساتھ لوں گی۔'' اور نوشابہ دادی کی ہر بات پر ایسے سر ہلاتی جیسے وہ اس کے لیے حکم کا درجہ رکھتی ہو۔

''کس قدر پیٹو ہے یہ نوشابہ...... چار روٹیاں کھا کر بھی مطمئن نہیں ہوتی......'' امی کو اس کی خوراک تک پر اعتراض تھا۔

''نوشابہ تم کس قدر موٹی ہو رہی ہو...... اس طرح کھاتی رہیں تو خوب فربہ ہو جاؤ گی......'' ایک دن امی نے دادی کے سامنے ہی کہہ دیا۔

''ارے واہ...... یہ تم نے کیا کہہ دیا...... میری نوشابہ کے چہرے پر جو رونق ہے کھانے پینے کی وجہ سے ہے...... تم لوگ بھوکے رہ کر جسم تو دبلا کر لیتے ہو مگر چہرے کی ساری شادابی غارت ہو جاتی ہے۔''

''مگر دادی اگر نوشابہ تھوڑی سی دبلی ہو جائے تو بہت پیاری لگے گی......'' وانیہ ہنس کر کہتی۔

''ارے مجھے تو نوشابہ ذرا سی بھی موٹی نہیں لگتی۔ سوکھی چرخ رہنا کوئی تو فکی کی بات تھوڑی ہے...... اس کی شکل دیکھو...... تو کیسی پیاری لگتی ہے...... موٹی تو وہ سعیدہ ہے جو ڈھم ڈھم کرتی چلتی ہے۔''

''دادی وہ بھی اپنے آپ کو موٹا نہیں کہتی...... اس کا کہنا ہے کہ اس کی قمیص کی فٹنگ وہی ہے جب اس نے میٹرک پاس کیا تھا۔''

''بی اے کب کیا اس نے......؟'' دادی نے پوچھا۔

''میٹرک کے بعد اس نے پڑھا ہی نہیں......'' وانیہ نے ہنس کر کہا۔ تب نوشابہ وانیہ کو یوں دیکھنے لگی جیسے اس کی سمجھ میں بات ہی نہیں آئی ہو۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ شروع سے ہی موٹو سی تھی۔'' دادی نے کہا۔ تب نوشابہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

''ارے، انہیں لطیفے کے ساتھ تشریح کی ضرورت پڑتی ہے......'' امی نے تمسخر سے کہا...... اور نوشابہ کا ہنستا مسکراتا چہرہ فوراً ہی ساکت سا ہو گیا۔

''ہاں سیدھے سادے لوگوں کو تو واقعی ضرورت پڑتی ہے، ہاں چلتر لوگ تو آدھی بات سن کر ہی قہقہے کا گولہ چھوڑ دیتے ہیں......'' دادی نے امی کا حساب فوراً ہی بے باق کر دیا۔

نوشابہ کے آنے کی وجہ سے امی کا موڈ خوامخواہ ہی آف رہنے لگا تھا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا...... کہ نوشابہ کی پرچھائیں بھی صارم بھائی نہ دیکھ پائیں...... مگر ایک چھوٹے سے فلیٹ میں ایسا کہاں ہوا کرتا ہے۔

کبھی صارم بھائی بے وقت گھر آ جاتے...... نوشابہ کو دروازہ کھولتے وقت پتا بھی نہ ہوتا کہ آنے والا کون ہے...... اور امی کی تیوری خواہ مخواہ چڑھ جاتی۔

صارم بھائی عادت کے مطابق کھانا کھا کر دادی سے باتیں کرنے ان کے کمرے میں جاتے تو امی نوشابہ کو اسی وقت وہاں سے بلا کر کسی کام میں اٹکا لیتیں۔

بہنوں کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی...... کہ صارم بھائی نے کبھی کوئی چبھتی سی نظر نوشابہ پر نہیں ڈالی تھی...... مگر امی کو نوشابہ سے بے کار کا بیرہ تھا۔

ایک دن سعیدہ کھٹی دال چاول بنا کر لائی تھی...... اس نے نوشابہ کو پہلی مرتبہ دیکھا تھا...... وہ دیکھتے ہی بولی۔

''کیا صارم بھائی کی شادی ہونے والی ہے۔ جو مہمان آنا شروع ہو گئے......!''

امی کو سعیدہ کی بات سے تقویت سی ہوئی اور ہنس کر بولیں۔ ''اللہ تمہارے منہ میں گھی شکر دے...... کہ وہ وقت جلد آئے جب نوشابہ سمیت سب مہمان میرے گھر پر آئیں۔'' امی کی یہ بات سن کر دادی کو بہت غصہ آیا مگر وہ بولیں کچھ نہیں۔

ہاں اس کے بعد انہوں نے بابو جی سے یہ کہنا شروع کر دیا...... کہ میں نوشابہ کو لے کر رشتے داروں کے ہاں ایک ایک بار تو ضرور جاؤں گی...... تاکہ سب نوشابہ کو دیکھ تو لیں۔

''اماں نوشابہ کے لیے پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے...... اپنا صارم ہے تو سہی...... اس سے پوچھ لیتے ہیں......'' بابو جی نے سادگی سے کہا۔

''ارے منا...... کیا تم صارم سے نوشابہ کے لیے پوچھو گے......؟'' دادی کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا۔

''ہاں...... کیا مضائقہ ہے گھر کی لڑکیوں کو گھر میں ہی لے لینا چاہیے۔'' امی کا بس کا نہیں چل رہا تھا کہ نوشابہ کے ساتھ ساتھ دادی کو بھی فلیٹ سے باہر نکال پھینکیں۔

☆======☆======☆

''ناک نہ رگڑو دادی ناں...... تو میرا نام بدل دینا......!'' سارہ کی ماں غصے سے بپھری کہہ رہی تھی۔

''یتیم بچی سمجھ کر دبا کر رکھنا چاہتے تھے۔ عدنان اور اس کی ماں نے شاید یہ سوچ لیا ہوگا کہ آگے

پیچھے نہ باپ نہ بھائی...... ہم جو دل چاہے کرلیں، کون پوچھنے والا ہوگا...... اس لیے ایسی ایسی زیادتیاں کیں میری پھول سی بچی کے ساتھ کہ جو بتائی تک نہ جاسکیں۔'' وہ محلے سے آئی ہوئی خواتین کے سامنے سارہ کی سسرال والوں کو ظالم بنا کر پیش کر رہی تھیں۔

''مگر سارہ کی سسرال میں ہے ہی کون...... صرف ساس ہی ہوتی ہیں...... اور وہ بھی سیدھی سادی سی......!'' ایک پڑوسن نے دل کی بات کہہ دی۔

''جس پر بیتی وہی جانے کہ وہ سیدھی سادی ہیں یا حرفوں کی بنی ہوئی ہیں، اللہ کسی دشمن کی بیٹی کو ایسی ساس نہ ملے جیسی وہ ہیں۔ رات دو دو بجے تک سونے نہ دیں اور صبح فجر کی اذان سے پہلے دروازہ بجا دیں...... تو بھئی تم ہی بتا دو کہ میری بچی آخر کسی وقت تو اپنی کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹے گی اور بعض ساسیں باورچی خانے پر خود ہی اپنا قبضہ جمائے رکھنا چاہتی ہیں وہ بے چاری سارہ کو اس میں گھسنے ہی نہیں دیتیں تو وہ کیا کرے...... اور پھر لوگوں کے سامنے انہے الگ برا بناتی ہیں کہ وہ باورچی خانے کا کوئی کام نہیں کرتی۔''

''ہاں آپا...... آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں......'' محلے کی ایک خاتون جو چسکے لینے کے لیے آئی تھیں...... وہ ان کو مزید اکساتے ہوئے بولیں۔

''عدنان کو تو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اس جناتن نے...... اپنے آفس جانے سے پہلے ماں باپ کو سلامیاں پیش کرتا ہے، ان کی خیریت ایسے دریافت کرتا ہے جیسے اس کی غیر موجودگی میں وہ کسی سانحے کا شکار ہو گئے ہوں...... اور خود پانی پینے سے پہلے ماں کو پانی کا گلاس دیتا ہے اور وہ بڑھیا اپنے بیٹے کے ہاتھ سے گلاس لے کر یوں غٹ غٹ چڑھا جاتی ہے جیسے نہ جانے کب سے پیاسی بیٹھی تھی۔ بہلانا آسان ہوتا ہے...... مگر بہو کو رکھنا مشکل ہوتا ہے اور جن لوگوں کے دل و دماغ چھوٹے ہوتے ہیں...... وہ بہلانے کے بعد اسے ہر ہر طریقے سے تنگ کرتے ہیں تاکہ وہ ڈر کے رہے......!''

''اس سے ان کا فائدہ کیا ہوگا......؟''

''ایک بے دام غلام مل جانا کیا کم ہے...... وہ جو کہیں وہ آنکھ بند کر کے کرتی رہے...... نند کے بچے اس کی چیزیں اجاڑ کر رکھ دیں اور وہ حرف شکایت لبوں پر نہ لائے...... ہر آیا گیا اس کو باتیں سنا دے اور وہ شربت کے گھونٹ کی طرح پی جائے...... اس کے میکے والوں کو صبح شام گالیاں پڑتی رہیں اور وہ مسکراتے لبوں سے سنتی رہے۔ ارے ایسا برا ماحول تھا...... تو کسی دارالامان کی لڑکی بیاہ لاتے...... جو چپ چاپ ان کے ظلم سہتی رہتی...... میری بچی تو اس قدر حساس ہے کہ ایسی کڑوی کسیلی باتیں سن کر اس کا تو تین ماہ کا ابارشن ہو گیا۔''

''اے ہے...... یہ تو بہت برا ہوا۔''

''ارے...... ایسا کون کرتا ہے بھلا......''

''افوہ...... اپنے ہی باغ کو خود ہی اجاڑ دیا۔''

خواتین ان سے ہمدردی کرتے ہوئے...... اب سارہ کی ساس کے ہاں پہنچیں اور بڑے دکھ

بھرے لہجے میں کہا...... کہ سارہ کا ابارشن ہو گیا ہے۔

''مگر وہ امید سے تو نہیں تھی...... تو ابارشن کیسا......؟''

''سیدھی سادی لڑکی تھی...... شرم کے مارے آپ کو بتا نہیں سکی ہوگی......!''

''چلو مجھے نہیں بتایا...... تو اپنے شوہر کو تو بتایا ہوگا یا اسے بھی نہیں پتا......؟''

''بعض لڑکیاں سرپرائز دینا چاہتی ہیں۔ شاید اس لیے اس نے اپنے شوہر کو بھی نہیں بتایا۔'' محلے کی ایک خاتون وہی باتیں دہرا رہی تھیں جو وہ سن کر آئی تھیں۔

''یہ سن کر تو مجھے بھی صدمہ ہو رہا ہے...... عدنان آتا ہے اسے بتاتی ہوں......'' وہ سادہ لوحی سے کہہ رہی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں تھیں آ رہا تھا کہ ایسے کیسے ہو گیا۔ سارہ تو خوب بولنے کی شوقین تھی۔ وہ ذرا ذرا سی بات تو اپنی ساس سے کیا کرتی تھی...... بعض باتیں انہیں ناگوار بھی محسوس ہوتیں مگر وہ اپنی باتوں کی روانی میں کر جایا کرتی تھی شاید...... اس کی ماں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ...... کون سی باتیں اپنے بڑوں سے نہیں کی جاتیں وہ صرف اپنی ہم عمر سہیلیوں سے ہی کی جاتی ہیں یا ساتھ کی بہنوں اور کزنز وغیرہ سے کی جاسکتی ہیں۔ مگر وہ دھڑلے سے بول لیا کرتی۔

''آنٹی پلیز یہ قرآن پاک آپ ٹیبل سے اٹھا کر ریک پر رکھ دیں...... اس وقت میں پاک نہیں ہوں......''

''ارے ابھی تو تم نماز پڑھ رہی تھیں......؟'' ایک بار ان کے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور تب اس نے ہنستے مسکراتے ہوئے جس طرح کے جملے ادا کیے تھے انہیں سن کر وہ پسینے پسینے ہو گئی تھیں۔

اس کے بعد وہ اس کی اس طرح کی باتوں کو سن کر سنی ان سنی کر دیا کرتی تھیں۔

''سارہ کو اگر پریگنینسی ہوتی...... تو کیا وہ ان سے ذکر نہ کرتی......'' ان کا دماغ یہ بات کسی صورت نہیں مان رہا تھا۔

محلے کے کسی گھر سے بیٹا ہونے کی مٹھائی آئی تو وہ اپنے سسر کے سامنے ہی ساس سے بولی تھی۔

''آنٹی جی...... ہم لوگ کب اس طرح کی مٹھائی بانٹیں گے۔''

بہو کی باتیں سن کر وہ مسکرا کر چپ ہو گئی تھیں، سسر نے اپنا چہرہ اخبار میں دے لیا تھا...... اور وہ مسلسل اسی موضوع پر بے تکان بولے چلی جا رہی تھی...... کہ انہیں عجیب سا لگا اور وہ قصداً کھانستی ہوئی پانی پینے کے بہانے سے وہاں سے اٹھ گئی تھیں۔ اپنے کمرے میں آ کر وہ یہ سوچ رہی تھیں کہ میڈیا نے لڑکیوں کو بدتمیز بنا دیا ہے انہیں یہ تمیز ہی نہیں رہی کہ کس ٹاپک پر کس سے کیا بات کرنی چاہیے۔ یا پھر ان کے گھر کا ماحول ہی اس ٹائپ کا تھا جہاں حیا تھی۔

شام کو عدنان آفس سے آیا تو انہوں نے دبے دبے لفظوں میں سارہ کے ابارشن کے بارے میں بتا دیا۔

''امی وہ بہت جھوٹی لڑکی ہے۔ اتنی جھوٹی کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔''

''مگر بیٹا ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتی ہو۔ آج کل کی لڑکیوں کو یہ فلمی ادائیں لاحق ہو

جاتی ہیں۔"

"نہیں امی، ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس ہنگامے سے دو دن پہلے وہ مجھ سے اصرار کر رہی تھی کہ میں اس کو لے کر کسی لیڈی ڈاکٹر کے...... پاس جاؤں تاکہ پریگننسی جلدی ہو۔"

"پھر بھی اگر ان کی بات صحیح ہوئی تو...... یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہوئی ناں......!"

"میری بھولی امی آپ کن شاطروں کی باتوں میں آ رہی ہیں اگر آپ سے کوئی یہ بات کہے تو آپ بس صرف یہ پوچھ لیجئے گا کہ کس ہسپتال میں ابارشن ہوا تھا اور کس لیڈی ڈاکٹر نے کیا پھر ان کی شکلیں دیکھنے کے قابل ہوں گی۔" اور جب منیرہ بیگم نے سارہ کی ماں کو فون کر کے پوچھا کہ کیا واقعی سارہ کا ابارشن ہوا ہے تو وہ طنزیہ لہجے میں بولیں۔

"اللہ آپ کو سلامت رکھے۔ ایسا تو ہونا ہی تھا۔"

"مجھے واقعی بہت افسوس ہوا۔" منیرہ بیگم نے کہا۔

"آپ کے افسوس کرنے سے میرا نواسا واپس تھوڑی آ سکتا ہے۔"

"لڑکا تھا، آپ کو کیسے پتا چلا، اتنے کم دنوں کا اور آپ بتا رہی ہیں کہ لڑکا تھا۔" وہ حیرت زدہ تھیں۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ آپ نے اپنے بال دھوپ میں سفید کیے ہیں۔ یہ سب کچھ جان کر انجان بننے کی ادائیں آپ کو زیادہ آتی ہیں۔" وہ تمسخر سے بولیں۔

"میں واقعی آپ کی بات نہیں سمجھ سکی ہوں۔"

"بھئی صاف بات ہے کہ اگر لڑکی ہوتی تو ابارشن ہی نہ ہوتا۔ لڑکے نازک ہوتے ہیں جبھی تو یہ سب ہوا مگر صرف آپ لوگ کی وجہ سے لوگوں میری بچی بالکل ہلدی ہو گئی ہے اور بچے کے غم کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں برسات آ بیٹھی ہے۔"

"اچھا...... آپ مجھے صرف یہ بتا دیجئے کہ کون سے ہسپتال میں ابارشن ہوا اور کس ڈاکٹر نے سارہ کا کیس کیا ہے؟"

"اُفوہ...... ہسپتال کہاں گئی وہ...... گھر میں ہی ٹینشن سے یہ سب کچھ ہو گیا۔ ہسپتال جانے کی تو نوبت ہی نہیں آئی۔ ذہنی ٹینشن کم دی ہے کیا آپ نے اسے۔"

عدنان کا جو یہ خیال تھا کہ وہ کتنی ہی شاطر ہوں، اس بات سے لاجواب ہو جائیں گی مگر وہ بھی عیار خاتون تھیں، ایسے ڈرامائی انداز میں جملے بول رہی تھیں کہ منیرہ بیگم جیسی سیدھی سادی خاتون کا ان سے مقابلہ کرنا قطعی ناممکن تھا۔

"اپنے بیٹے کو بتا دیجئے گا کہ اس نے اپنا باغ خود ہی اجاڑ دیا ہے۔ ہو سکتا ہے، اب اللہ دوبارہ اولاد بھی نہ دے اور آپ ہمیشہ یونہی پوتے، پوتی کے لیے ترستی رہیں۔" تب منیرہ بیگم نے بدحواس ہو کر از خود فون کاٹ دیا۔

"مان لیجئے بیگم...... آپ کا سمدھیانہ، انتہائی بدزبان اور جھگڑالو قسم کا ہے۔" ان کے شوہر ان کے

پریشان سے چہرے کو دیکھ کر بولے۔

"دیکھنے میں بظاہر اچھے لوگ تھے، پتا نہیں کیوں میں دھوکا کھا گئی۔ ایسی زہریلی زبان والی عورت تو میں نے دیکھی ہی نہیں صرف اپنی بات کرتی ہیں، دوسرے کی سننا بھی گوارا نہیں کرتیں۔"

☆======☆======☆

دادی جان کب سے چاہ رہی تھیں کہ نوشابہ کو لے کر خاندان میں گھومیں مگر کسی کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ انہیں کہیں لے جایا جاتا۔ بہو سے کہا کہ کم از کم رخسانہ کے ہاں ہی لے چلو۔ تو وہ تنک کر بولیں۔

"اماں وہ تو بدتمیز قسم کی عورت ہے...... میرا تو اس کی شکل دیکھنے کو دل نہیں چاہتا ہے۔ آپ کہہ رہی ہیں کہ میں ان کے گھر جاؤں۔"

"پھر بھی اس سے قرابت داری تو ہے ناں۔ اب نوشابہ کو لے کر دو چار رشتے داروں سے ملوا لوں تاکہ اسے بھی اپنے رشتے داروں کے بارے میں پتا چلے۔ ہماری منی تو گاؤں میں کیا بیاہ کر گئی وہیں کی ہو رہی اور پھر میاں کے مرنے کے بعد اس کا دل سب سے اچاٹ ہو گیا کہ کہیں آنے جانے کو اس کا دل بھی نہیں چاہتا۔ اپنی ماں تک کے پاس بھی وہ آتی نہیں ہے تو بیٹی کو کس سے ملوائے گی۔ اب منی نہ سہی نوشابہ ہی اپنی ننھیال کو دیکھ تو لے۔"

"اماں ہمارے رشتے دار کوئی ایسے اعلیٰ درجے کے اخلاق کے نہیں ہیں۔ جن سے مل کر نوشابہ خوش ہو گی۔ اس لیے یہ اچھا ہی ہو گا کہ آپ اسے کسی کے ہاں بھی نہیں لے کر جائیں...... ورنہ ان سب کے برے اخلاق کے قصے اتنے زیادہ ہو جائیں گے کہ واپسی پر نوشابہ کا سامان شاید کم ہو مگر قصے کہانیوں کے گٹھر زیادہ ہوں گے۔"

"بے چاری بچی آئی ہوئی ہے۔ کسی کو فرصت نہیں ہے کہ اسے گھما پھرا دے...... اپنے گھر جا کر کیا کہے گی وہی ایک گھر سے اٹھ کر دوسرے گھر میں آ کر بیٹھ گئی......" اماں کا لہجہ اچھا خاصا تاسف بھرا تھا۔

"اگر آپ کو اسے کہیں لے جانے کا ایسا ہی شوق ہو رہا ہے تو سعیدہ کے ہاں لے جائیں...... وہ بھی خوش ہو جائے گی اور اس کی اماں بھی...... یوں بھی کسی بیمار کی عیادت کرنے کا الگ ثواب ملے گا۔"

اگلے ہی دن اماں، نوشابہ اور دانیہ کے ساتھ سعیدہ کے ہاں پہنچ گئیں اور سعیدہ کے تو مارے خوشی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اس نے چند ہی منٹوں میں سوجی کا حلوہ اور آلو کے کٹلس بنا کر میز پر رکھ دیے اور جب بادام کا شربت بنا کر پلایا تو اماں کو بھی مزہ آ گیا۔

"یہ نوشابہ گاؤں سے کیوں آئی ہیں؟" اس نے دانیہ سے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔

"گھومیں گی، پھریں گی اور خاندان کی شادی بیاہ میں شرکت کر کے اپنے گھر چلی جائیں گی۔"

"کیا آپ کی فیملی میں کوئی شادی ہونے والی ہے؟" اس نے اپنے دھڑکتے دل کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"شادی ہونے میں دیر کیا لگتی ہے...... پتا نہیں کب کس کے سہرے کے پھول کھل جائیں......"

وانیہ بے پروائی سے کہہ رہی تھی اور سعیدہ اس کا ایک ایک جملہ بڑی توجہ سے سن رہی تھی پہلے گھر کے بزرگ لڑکی کو پسند کرتے ہیں پھر رشتہ آتا ہے...... یہ دادی جان ہمارا گھر دیکھنے آئی ہیں۔

''ہمارے بھائی کا گھر بہت بڑا ہے...... کئی منزلہ ہے ان کی گاڑی بھی نئی ہے...... اور خوب بڑی سی ہے......'' سعیدہ اپنی دانست میں اپنی فیملی کے بارے میں انہیں بتا رہی تھی۔

''تمہارے بھائی تم لوگوں کو اپنے ساتھ کیوں نہیں رکھتے......؟'' دادی نے کہا۔

''اماں کو یہاں اکیلے میں رہ کر اچھا لگتا ہے...... کوئی شور وغیرہ بھی نہیں ہوتا...... یوں وہ آرام سے اپنی نیند پوری کر لیتی ہیں۔''

''پھر بھی جوان بہن اور اماں کو علیحدہ چھوڑ رکھا ہے...... یہ کوئی بات تھوڑی ہے۔''

''یہ فلیٹ تو میرے جہیز میں دیا جائے گا اسی لیے انہوں نے پہلے سے مجھے دے دیا ہے۔'' سعیدہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ انہیں اپنے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات کس طرح دے۔

''برا مت ماننا سعیدہ...... مگر مجھے تمہارے بھائی بھاوج اچھے نہیں لگے......'' دادی نے منہ پر ہی کہہ دیا...... یوں بھی وہ لگی لپٹی رکھنے والی نہیں تھیں۔

''کیا میں بھی آپ کو اچھی نہیں لگی......؟'' اس نے دھڑ دھڑ کرتے دل کے ساتھ پوچھا۔

''ارے تم تو بہت اچھی ہو، بے حد پیاری اور بے حد محبت کرنے والی......!'' دادی نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

''آپ سے مل کر مجھے بہت اچھا لگا......'' چلتے وقت نوشابہ نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔

''پھر تو آپ سے دوستی ہو گئی......'' سعیدہ نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں پکی والی دوستی......!'' نوشابہ نے ہاتھ تھام لیا۔

''جب تک آپ یہاں ہیں...... مجھ سے ملنے آیا کریں۔'' سعیدہ کا لہجہ محبت بھرا تھا۔

''آپ بھی آتی رہیے گا......'' نوشابہ نے کہا اور وانیہ کے ساتھ جانے کے لیے قدم بڑھا دیے اور ان کو جاتا دیکھ کر سعیدہ کے لبوں سے بے ساختہ نکلا۔

''اللہ ایسے پیارے مہمان میرے گھر میں ہمیشہ آتے رہیں۔''

☆======☆======☆

جب دل و دماغ میں آندھیاں سی چل رہی ہوں...... تو کوئی بات بھی دل کو نہیں لگتی۔

صنوبر کے رونے دھونے اور ہنگامے کو دیکھ کر تنویر نے اسے خاصا سمجھایا تھا اور اس کے پاس آ کر بھی اسے تسلی آمیز جملے کہے تھے۔

''معاملات کو بگاڑنا آسان ہوتا ہے اور سنوارنا بہت مشکل......!'' وہ بڑی محبت سے کہہ رہا تھا۔

''میرا ہنستا بستا گھر چند لمحوں میں بکھر سکتا ہے...... لیکن عقل مندی کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ایسا کیا جائے۔ غلطی عائشہ کے بھائی کی ہے تو سزا عائشہ کیوں کاٹے......''

''تو پھر اس مسئلے کا حل کیا ہوگا......؟''

''جو جیسا کرے گا ویسا ہی بھرے گا۔ ان کی دمی یہاں راج کرے اور میری دمی آنسو بہائے یہ کیسے ہو سکتا ہے......؟'' چاچی نے تنویر کے لتے لے ڈالے۔

''امی...... ابھی وسیم نے شادی ہی کی ہے...... دلہن اپنی سسرال میں نہیں آئی ہے۔''

''اس کو کیا ضرورت ہے کراچی میں اپنی بیوی کو لے کر آئے، وہیں اس کی نوکری ہے وہیں اس کا رہنا سہنا ہے وہ تو کبھی اپنی بیوی اپنے گھر والوں میں لے کر نہیں آئے گا......'' چاچی کا لہجہ آتشیں سا تھا۔

''امی وسیم کی شادی زیادہ چلنے والی نہیں ہے...... عشق کا جوار بھاٹا جس تیزی سے اچھلتا ہے اسی تیزی سے ساکن اور جامد بھی ہو جاتا ہے۔'' تنویر سمجھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''میری بلا سے...... وہ عشق کے سمندر میں اچھلے یا نہ......'' چاچی چیختے ہوئے بولیں۔

''امی میں اس مسئلے کو خود جا کر حل کروں گا...... اور مجھے امید ہے کہ اس ضمن میں کسی کو بھی کوئی پریشانی نہیں ہوگی...... دو چار روز کے بعد میں اور عائشہ کراچی جا رہے ہیں اور ہم جا کر اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکال لیں گے۔''

''اس کے چھوٹو سے تو صنوبر کبھی شادی نہیں کرے گی۔''

''امی آپ پریشان نہ ہوں، میں اس مسئلے کو بھی وہاں جا کر خود دیکھوں گا۔'' تنویر کی حوصلہ آمیز باتیں سن کر عائشہ کو سنبھل جانا چاہیئے تھا۔ وہ سب کچھ وہی کہہ رہا تھا جو اس کا من چاہتا تھا مگر نہ جانے کیا بات تھی کہ شک کا ناگ اس کے ذہن میں کلبلا رہا تھا۔ اسے یہ لگ رہا تھا کہ تنویر یہ سب باتیں مصلحتاً کر رہا ہو۔ اس کا چہرہ، اس کے جملوں کا کہیں ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

ازدواجی زندگی میں جب بے یقینی سر اٹھا لے تو...... سکون کا ہر پل نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ کھانا کھانے بیٹھی تو نوالہ حلق میں اٹک گیا۔ پانی پینے لگی تو پھندا سا لگ گیا۔ سونے لیٹی تو نیند کوسوں دور بھاگ گئی۔ تب آنسو دھیرے دھیرے قدم بڑھاتے ہوئے پلکوں کی منڈیروں سے نیچے اتر آئے اور وہ دم گھوٹے روتی رہی اور آنسو رخساروں سے پھسلتے رہے۔ ایسی خاموشی سے بھی کوئی روتا ہوگا کہ دوسری جانب کروٹ لیے اس کا شوہر بھی لاعلم ہو کہ اس کی بیوی سو رہی ہے یا رو رہی ہے۔

میری زندگی کا یہ نیا باب ہوگا۔ جب تنویر مجھے کراچی چھوڑ کر واپس گاؤں آ جائے گا مجھے کبھی نہ لانے کے لیے۔ مگر رات گئے صحن میں تنویر کی اپنی ماں کے ساتھ باتوں کی آواز سن کر اسے معلوم ہوا کہ اس کا پروگرام تو اس سے بھی بڑا تھا۔ وہ اسے کراچی چھوڑ کر بہانے سے بچے کو اپنے ساتھ لے کر واپس پنجاب آنا چاہتا تھا۔

''ہاں یہ ٹھیک ہے...... جب عائشہ بغیر بچے کے رہے گی، تو بہت تڑپے گی بچے کے ساتھ میکے بیٹھی تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔'' وہ جو دروازے کی جھری سے لگی ماں بیٹے کی باتیں سن رہی تھی یک لخت کانپ سی گئی۔

''تنویر اتنا چھوٹا بچہ مجھ سے چھین لے گا؟'' وہ بچے کو سینے سے لگا کر سسک سی گئی۔

''امی آنسے ہمارے پروگرام کی بھنک نہیں ملنی چاہیئے۔'' وہ سرگوشیانہ لہجے میں ماں سے تسلی آمیز

لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کی بات سن کر صنوبر کی ہنسی کی آواز آئی تھی اور اس نے اپنے سینے کے ساتھ بچے کو اتنی سختی سے دبوچ لیا تھا کہ وہ بھی کسمسا کر منہ بسورنے لگا تھا۔

☆======☆======☆

ثمینہ کے ذہن میں کھلبلی سی مچی ہوئی تھی۔ کسی پل انہیں چین نہیں آ رہا تھا۔ نند اور بھاوج کا رشتہ یوں بھی دو دھاری تلوار سے کم نہیں ہوتا مگر رخسانہ انہیں مسلسل گرانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھیں۔ چار قابل بیٹوں کی ماں کا زعم اتنا اونچا تھا کہ وہ ہر ایک کو حقارت سے دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ صارم کا ذکر عینی کے حوالے سے جس طرح انہوں نے کیا تھا ثمینہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ باجی جان کا حشر کر دیں۔ مگر عینی سے بات کرنے کے بعد تو وہ سناٹے میں آ گئی تھیں اس کا مطلب یہی تھا کہ باجی جان کی بات میں وزن تھا اگر انہوں نے اپنی دانست میں بات بڑھا کر بھی کی تھی تو اس میں کہیں نہ کہیں بات کا ایسا لچھا ضرور گھوما ہوا تھا جس کا سرا ہر حالت میں عینی سے نتھی تھا اور جب انہوں نے عینی سے بات کی تو اس نے انتہائی سادہ لوحی سے اعتراف کر لیا تھا۔

''ہاں، صارم نے گھر تک لفٹ دی تھی۔''

''بیٹا یہ صارم تمہیں بار بار لفٹ نہیں دے رہا کبھی کوئی حادثہ ہو جاتا ہے، کبھی تم اسے راستے میں مل جاتی ہو...... کبھی بس اسٹرائیک۔ کیا اس کے پاس کوئی دوسرا کام نہیں ہے؟ کیا وہ گرلز کالج کے آس پاس ہی گھومتا رہتا ہے؟'' ایک شام چائے پینے کے دوران انہوں نے عینی سے کہا۔

''امی...... آپ صارم کے بارے میں ایسا کہہ رہی ہیں؟'' عینی کے لہجے میں حیرت اور دکھ ہم وزن تھا۔

''کیوں، صارم سے تمہاری کوئی رشتے داری تو نہیں ہے پھر وہ ہمارے لیے کیونکر اہم ہو سکتا ہے......؟''

''امی کیا صرف عزیز و اقارب ہی اہم ہوا کرتے ہیں؟'' بظاہر یہ عینی کا سیدھا سادہ جملہ تھا مگر اس جملے کی سنگینی وہ محسوس کر سکتی تھیں۔ اسی لمحے، اسی پل کے پہلے لمحے میں انہیں اندازہ ہو گیا کہ صارم کی محبت کا جادو عینی پر چل گیا ہے اور انہیں اس کے سحر سے اپنی بیٹی کو ضرور بچانا ہے۔

اگلے دن وہ سبزی بناتے ہوئے عینی کے سامنے بولیں۔

''سنا تم نے یہ تمہاری پھپو کی رشتے داری ہوتی ہے صارم سے، وہ تو نہ جانے کیا کیا بکواس کر رہی تھیں اس کے بارے میں......'' ان کا خیال تھا کہ عینی جو اس وقت دلچسپی سے اپنی پسند کا ٹی وی پروگرام دیکھ رہی ہے صارم کا ذکر سن کر ریموٹ پھینک کر ان کے پاس چلی آئے گی اور کرید کرید کر پوچھے گی کہ رخسانہ پھپو، صارم کے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں کہ محبت کرنے والے اپنے محبوب کا ذکر کسی نہ کسی حوالے سے جاری رکھنا پسند کرتے ہیں مگر انہیں یہ دیکھ کر خاصی حیرت ہوئی کہ عینی نے ان کی بات سننے کے باوجود کوئی توجہ نہیں دی اور بدستور ٹی وی ڈرامے کو بغور دلچسپی سے دیکھتی رہی۔

''تمہاری پھپو سے میں نے کہا بھی کہ آپ کا خیال غلط ہے، مجھے تو صارم ایسا نہیں لگتا مگر بھئی وہ تو

ایک کے بعد ایک قصہ اس کے حوالے سے ایسے چسکے لے کر سنا رہی تھیں کہ میرا تو منہ حیرت سے کھل گیا۔''

''پلیز امی...... میں ٹی وی دیکھ رہی ہوں پھپو کی باتیں آپ کسی اور وقت سنائیے گا اس وقت ڈرامے میں بڑا ٹوئسٹ آیا ہوا ہے، ہیروئن کو اس کی ساس خاصا پریشان کر رہی ہے۔''

''ساس نے تو پریشان کرنا ہی ہو گا...... لڑکے، لڑکی نے اپنی پسند سے جو شادی کی ہے جہاں شادیاں بڑوں کی مرضی سے ہوتی ہیں وہاں تھوڑی لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں۔'' اب ثمینہ نے...... دوسرے انداز سے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''ہاں جیسے آپ کی ابا جان کی تو کبھی لڑائی ہوتی ہی نہیں ہے۔'' عینی نے ڈراما ختم ہونے کے بعد چینل چینج کرتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''امی آپ کی تو ارینج میرج تھی اور آپ مرحومہ نانی اماں کو اب تک سناتی تھیں کہ پتا نہیں کہاں جھونک دیا کہ جیتے جی مار دیا۔'' اپنا کہا ہوا جملہ بیٹی کے منہ سے سن کر ثمینہ جھینپ سی گئیں۔

''میں تو تمہیں تمہاری پھپو کی باتیں سنانا چاہ رہی تھی کہ وہ لوگوں کے بارے میں کیسی کیسی معلومات رکھتی ہیں......'' عینی کو پاس بیٹھا دیکھ کر ان کا حوصلہ پھر بڑھا۔

''امی آپ کو تو رخسانہ پھپو کی ہر بات ہمیشہ غلط لگی ہے...... اب ایسا کون سا انقلاب آ گیا ہے جو آپ ان کی باتوں میں ایسی دلچسپی لے رہی ہیں کہ اقوالِ زریں سمجھ کر دہرائے چلی جا رہی ہیں۔''

''میں نے سوچا تمہیں بھی تو پتا چلے کہ لوگوں کے کیسے کیسے رنگ ہوتے ہیں۔'' وہ کھسیاہٹ بھرے لہجے میں بولیں۔

''امی میں بے کار کی باتوں میں کیوں وقت ضائع کروں جب کہ مجھے معلوم ہے کہ دکھوں، غموں اور نفرتوں کے رنگ ایک جیسے ہوتے ہیں اور رخسانہ پھپو اپنی نفرت بھری باتوں سے لوگوں کو سوائے دکھ کے کیا دیا کرتی ہیں۔ ان کی باتیں کس کو پسند آتی ہیں اور یوں بھی ان کی باتوں کی اٹھان ان کے گھر کی دہلیز سے پہلے ہی ٹوٹ جاتی ہے تو ایسی بے ربط اور بے وزن باتوں کو سن کر میں کیا کروں گی اور یہ سب آپ مجھے کیوں سنانا چاہتی ہیں......؟'' عینی ان کے مدمقابل بیٹھی پوچھ رہی تھی۔ جیسے وہ جانتی ہو کہ ماں کا مقصدِ گفتگو کیا تھا۔

''ارے بیٹا، اب میں جو بھی کچھ سنوں گی تم سے نہیں کہوں گی تو کس سے کہوں گی۔''

''میرے خیال ہے کہ آپ ابا جان سے کر لیا کریں یہ باتیں......!''

''ہونہہ، وہ سنیں گے باتیں میری۔'' ثمینہ تمسخر سے ہنسیں۔ ''کبھی آج تک میری سنی ہے کوئی بات۔ ہمیشہ اپنی چلائی ہے تمہارے باپ نے۔''

''افوہ...... امی کیا بات کرتی ہیں آپ۔ اس قدر تو ابا جان آپ کی باتیں مانتے ہیں...... مگر آپ ہمیشہ ان سے ناراض ہی رہتی ہیں...... کبھی آپ بھی ان کی کوئی بات سن لیا کریں...... وہ بے چارے خوش ہو جائیں گے......!'' عینی کے جملے سن کر ثمینہ اسے متوحش سی دیکھنے لگیں کہ یہ میری بیٹی ہے......؟

☆======☆======☆

"کیا کہا...... تمہارا اپائنٹ منٹ لیٹر ٹورنٹو سے آیا ہے......؟" رخسانہ نے اپنے بڑے بیٹے کی بات کے جواب میں اچھل کر کہا۔

"امی کیا آپ کو خوش نہیں ہوئی......؟"

"تم نے جب اپلائی کیا تھا، اس وقت مجھے بتایا تک نہیں......؟" ان کا لہجہ تاسف سے مزین تھا۔

"میں نے سوچا کہ اگر جاب مل گئی...... تو آپ کو خوشی ہوگی......!"

"مگر مجھے تو کوئی خوشی نہیں ہوئی۔"

"کیا بات کر رہی ہیں مما آپ بھی...... باہر مجھے ڈالرز میں تنخواہ ملے گی...... بے شمار سہولتیں ہوں گی......!"

"مگر تنخواہ تو تمہاری یہاں بھی بہت اچھی ہے...... یہاں کس کی تنخواہ ایک لاکھ بیس ہزار ہوگی...... اچھی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہے ہو، نئے ماڈل کی کار تمہیں ملی ہوئی ہے...... پاکستان میں ایسی سہولتیں بڑے بڑے پڑھے لکھوں کو حاصل نہیں ہیں۔"

"امی میں ساری زندگی ایک لاکھ بیس ہزار ایک لاکھ پچاس ہزار کے محور میں سفر نہیں کر سکتا۔ پوری دنیا میں جس قدر مہنگائی بڑھ رہی ہے اس کے لیے ہمیں بھی زیادہ کمانا ہوگا ورنہ ہمارے خرچے کیسے پورے ہوں گے......؟"

"بیٹا خرچے تو جتنے بڑھاؤ بڑھتے ہیں اور جتنے گھٹاؤ گھٹ سکتے ہیں......" رخسانہ بیگم نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"امی...... اتنی اچھی جاب کو منع کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے...... ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ مجھ سے جونیئر لوگ مجھ سے بہت آگے نکل جائیں اور میں ایک لاکھ بیس ہزار کی سیڑھی پر ایک ٹانگ سے کھڑا رہوں۔"

"تو پھر تم کب جا رہے ہو......؟" رخسانہ بیگم نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"پندرہ دن کے اندر اندر مجھے وہاں جوائن کرنا ہوگا، چار پانچ دن تو شاپنگ میں لگ جائیں گے۔"

"سلمان بیٹا اگر تم پہلے سے مجھے کچھ بتا دیتے تو میں تمہاری کہیں منگنی وغیرہ تو کر دیتی...... ایک اسے ایک اچھی لڑکی یہاں کراچی میں ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں مما آپ بھی...... میں آپ کو وہاں بلاؤں گا...... پاکستانیوں کی ایک بڑی تعداد ٹورنٹو میں موجود ہے...... خصوصاً میں جس جگہ جا کر رہوں گا...... وہاں مس ازساگا میں تو بہت زیادہ پاکستانی رہتے ہیں...... آپ میرے لیے وہیں کی کسی لڑکی کا انتخاب کر لیجیے گا...... یہاں کی کوئی لڑکی وہاں کے ماحول میں مشکل سے ایڈجسٹ ہو پائے گی۔"

"ہاں...... تمہاری یہ بات بھی ٹھیک ہے...... اور جب تم اور تمہاری بیوی پاکستان آئے گی تو سارے عزیز واقارب دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔"

"وہی تو میں چاہتا ہوں...... کہ آپ کی بہو جیسی لڑکی کوئی اور نہ ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم......" سلمان کی باتیں سن کر وقتی طور پر ان کا ملال کم ہو گیا۔

ٹھیک دو دن بعد دادی جان، نوشابہ اور وانیہ کے ساتھ رخسانہ بیگم کے ہاں ملنے پہنچ گئیں۔

"اچھا آپ آج نوشابہ کو ملوانے لے آئی ہیں......" وہ تمسخر سے بولیں...... اور پھر سلمان کو آواز لگاتے ہوئے بولیں۔ "بیٹا...... آ کر ملو...... یہ دور پرے کی ہی سہی مگر تمہاری کزنز آئی ہیں ان سے آ کر ملو......" سلمان کان پر موبائل لگائے لگائے اندر آیا...... اشارے سے دادی جان کو سلام کیا...... اور موبائل آف کر کے ان دونوں لڑکیوں کو ہائے کہہ کر پاس ہی بیٹھ گیا۔

"اماں یہ کینیڈا جا رہا ہے......" رخسانہ بیگم نے دادی جان سے کہا۔

"اے ہے...... کیا اس کی نوکری بھی ختم ہو گئی...... بے روزگاری سے گھبرا کر جا رہا ہے......" انہوں نے اسی قسم کی کہانیاں سنی ہوئی تھیں...... تو اپنے حساب سے ہی بولیں۔

"ارے نہیں اماں...... اس جیسا ذہین اور قابل لڑکا تو گوروں کے دیس میں بھی کم کم ہی ہوتا ہے...... کینیڈا والوں نے بطور خاص اسے جاب دی ہے...... میں بھی اس کے پاس گھومنے کے لیے جاؤں گی......" انہوں نے اترا کر کہا۔

"اے لو...... بچہ پردیس جا رہا ہے...... اس کی کہیں منگنی یا نکاح تو کر دیتیں...... تاکہ پیر میں پڑی زنجیر اسے واپس اپنے ملک تو لے آتی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... والدین سے بڑھ کر کون سا رشتہ ایسا ہوتا ہے...... جو اولاد کے لے مقناطیسی اہمیت رکھتا ہو...... جب ہم بلائیں گے وہ چلا آئے گا...... رہی بات منگنی اور نکاح کی تو ہمارے جوڑ کی تو کوئی لڑکی ہی نہیں ہے...... تو پھر بتایئے ہم کیسے اپنے بیٹے کا کہیں رشتہ دے دیں۔"

رخسانہ بیگم کی باتیں سن کر...... وانیہ کا تو پسینہ چھوٹ گیا...... جب کہ نوشابہ سامنے ٹرے میں رکھی...... کولڈ ڈرنکس متواتر پیتی رہی۔

"اللہ تمہارے جوڑ کی بھی لڑکی کہیں اتار دے...... ورنہ تم ہی پریشان رہو گی۔"

"اللہ نہ کرے، میں کیوں ہونے لگی پریشان......!"

"میرے میاں لاکھوں کما رہے ہیں...... میرے سارے بچے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں...... ہر کام کے لیے گھر میں نوکر چاکر ہیں...... گھر میں اتنے لوگ نہیں ہیں جتنے نوکر کام کرتے ہیں...... وہ گھرانے دوسری کیٹگری کے ہوتے ہیں جہاں بے چاری بہو کو ساس سسر کی سیوا کرنی پڑتی ہے اور اس کی زندگی کسی نوکرانی کی طرح ہوتی ہے اور یونہی ساری زندگی ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کرتے بیت جاتی ہے۔ میرا گھرانا تو ایسا ہے جہاں کسی بھی لڑکی کو آ کر یہ زعم ہوگا کہ وہ اس گھرانے کی بہو ہے۔"

"اللہ تمہارا یہ زعم برقرار رکھے...... ہمیں اجازت دو...... آج ہم عزیز واقارب میں گھومنے کے لیے نکلے ہیں۔"

"آپ کیسے گھر جائیں گی۔ میں ڈرائیور سے کہتی ہوں کہ آپ کو گھر چھوڑ آئے...... اس گرمی میں

رکشا، ٹیکسی کے پیچھے بھاگیں گی تو آپ کو دشواری ہوگی۔''

''نہیں، ہمیں کوئی دشواری نہیں ہوگی...... صارم بھائی نے آفس پہنچنے کے بعد اپنی گاڑی ڈرائیور کے ساتھ بھجوادی تھی، ہم اسی میں آئے ہیں......'' وانیہ نے انہیں بتایا۔

''ارے ہاں، میں تو بھول ہی گئی تھی کہ اب آپ لوگوں کے ہاں بھی گاڑی آگئی ہے...... دراصل دماغ میں تو پرانی باتیں بسی ہوئی ہیں...... اس لیے وہی پرانا خیال آیا...... جیسے پہلے تمہاری امی...... تمہارے بابو جی کے ساتھ آیا کرتی تھیں۔''

''دادی اب چلیں......'' وانیہ نے ان کی بات کی تائید کرنے کے بجائے کھڑے ہونے کو ترجیح دی۔

''اپنی امی سے کہنا کہ صارم کی شادی جلدی کردیں...... میں نے اسے عینی کے ساتھ بارہا گھومتے دیکھا ہے......'' رخسانہ بیگم نے ان کے ساتھ چلتے ہوئے ہنس کر کہا۔

''عینی کون ہے......؟'' وانیہ نے حیرت سے پوچھا۔

''ارے تم کیا واقعی عینی کو نہیں جانتیں......؟''

''نہیں......!'' اس نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''ایک منٹ رکو...... میں تمہیں اسے دکھا بھی دیتی ہوں۔'' رخسانہ بیگم آن کی آن میں اپنے کمرے میں گئیں...... اور کسی پرس سے اخبار کا تراشہ نکال کر وانیہ کے سامنے لہرایا۔ جس میں عینی ہاتھ میں بہت سی ٹرافیاں تھامے صارم سے لگی کھڑی تھی اور صارم کے لبوں پر مسکراہٹ سجی ہوئی تھی۔

''ہے تو ہماری رشتے دار...... مگر اس کے کرتوت ایسے ہیں کہ اس کو اپنا کہتے ہوئے بھی شرم آرہی ہے۔''

''مگر یہ تصویر تو شاید کسی تقریب کی لگ رہی ہے۔'' وانیہ نے الجھی ہوئی نظروں سے تصویر دیکھنے کے بعد دادی سے کمک چاہی۔

''ارے ایسی تصویریں...... تو فوٹوگرافر خود بنا دیتے ہیں ایسی تصویروں کی نہ اہمیت ہوتی ہے اور نہ اوقات......!'' دادی ہنس کر بولیں۔

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ...... ان تصویروں کی واقعی اہمیت نہیں ہوتی...... اب تو وہ دونوں...... گاڑی میں ایک ساتھ گھومتے ہیں...... خود میں نے کئی بار دونوں کو ایک ساتھ دیکھا ہے...... اور میں نے تو بھئی صاف، صاف عینی کی ماں تک سے کہہ دیا، وہ ایسی جھینپی ہیں کہ مجھ سے نظر ملانے تک کے قابل نہیں رہیں...... ظاہر ہے کہ اب جوان لڑکی کی ماؤں کا بھی اپنی بیٹیوں پر اختیار کہاں رہ گیا ہے۔''

وانیہ نے وہ اخبار کا تراشہ اپنے پرس میں رکھ لیا اور دادی کا ہاتھ پکڑ کر آگے کی جانب بڑھی۔

''اچھا بیٹا...... تم بھی آنا......'' دادی نے رخسانہ بیگم کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے گیٹ سے قدم باہر نکالا۔

گاڑی سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی مگر دادی جان اور وانیہ کے ذہن میں عینی کی تصویر گھوم رہی

تھی۔ صارم اس کے ساتھ کیسے لگا کھڑا تھا...... عینی کے بال اس کے سینے تک آرہے تھے۔ ''بھائی جان ایسے تو نہیں ہیں...... مگر وہ ایسے کیوں بن گئے......؟'' یہ سوال اس کی سمجھ میں بالکل بھی نہیں آرہا تھا۔

صارم بظاہر تو ٹی وی دیکھ رہا تھا...... مگر اس کا ذہن عینی کی ہی جانب تھا۔ آج بھی وہ اس کے کالج کے سامنے سے گزرا تھا۔ اس نے چونکہ منع کردیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ گاڑی میں نہیں جائے گی...... اس لیے اس کو دیکھتے ہوئے گزر گیا تھا۔ بس اسٹاپ پر اپنی سہیلی کے ساتھ وہ کھڑی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ بٹھا کرلے جاتا...... مگر...... وہ اپنا وعدہ توڑنا نہیں چاہتا تھا۔

''کوئی لڑکی مجھے اس حد تک بھی اچھی لگ سکتی ہے۔'' اس نے اپنے آپ کو ٹٹولا۔

''ایسا کیوں ہو رہا ہے......؟ میں کتنی دیر سے اس کے بارے میں سوچتا چلا جارہا ہوں۔'' پھر وہ آپ ہی آپ مسکرا دیا...... عین اس لمحے جب وہ آنکھیں موندے آپ ہی آپ مسکرا رہا تھا۔ وانیہ اخبار کا تراشہ لیے اس کے سامنے آگئی۔

''بھائی جان...... یہ کون لڑکی ہے؟'' اس نے وہ صفحہ اس کے سامنے پھیلایا۔

آخر وہ لمحہ آ ہی گیا...... جب اسے اعتراف کرنا تھا۔

''یہ عینی ہے...... قرۃ العین......!''

''نام تو مجھے پتا چل گیا ہے...... مگر میں تو ان صاحبہ کے بارے میں جاننا چاہتی ہوں......!''

''میں سوچ رہا تھا کہ اس بارے میں تم لوگوں سے بات کروں گا۔ عینی بہت اچھی لڑکی ہے......! میں تمہیں اور امی کو لے چلوں گا ان کے گھر......!''

''آپ یہ سب باتیں اتنی دیر سے بتا رہے ہیں جب سارے زمانے کو پتا چل گیا۔''

''ارے کس کو پتا چل گیا...... میں نے تو کسی سے ذکر تک نہیں کیا......'' وہ حیرت سے بولا۔

''مگر ہوا کو تو پتا چل گیا...... اس نے عشق کی خوشبو ہر طرف پھیلا دی......'' وانیہ نے ہنس کر کہا۔

''خواہ مخواہ ہی میں......'' صارم جھینپ سا گیا۔

''رخسانہ آنٹی کی...... ان عینی صاحبہ سے کوئی رشتے داری ہوتی ہے۔ انہوں نے آپ کی گاڑی میں عینی کو ساتھ جاتے دیکھ لیا ہے۔''

''مگر میں نے صرف دو مرتبہ اور وہ بھی اتفاقیہ طور پر اسے چھوڑا تھا......'' صارم نے کھسیا کر وضاحت کی۔

''رخسانہ آنٹی نے بھی دونوں مرتبہ اتفاقیہ طور پر آپ دونوں کو دیکھ لیا ہے...... اور امی تک کو فون کر ڈالا تھا؟''

''کیا یہ سب امی کو بھی پتا چلا گیا ہے......؟''

''امی نے یقین ہی نہیں کیا...... اور رخسانہ آنٹی کو باتیں علیحدہ سنائیں......'' وانیہ نے مسکرا کر بتایا۔

''میں امی سے بات کروں گا۔''

''جلدی کر لیجیے گا......!''

"اور کوئی خاص بات......؟" صارم نے ہنس کر پوچھا۔

"اتنی بڑی بات کے بعد ساری باتیں عام سی ہو گئی ہیں...... خاص بات تو یہی ہے کہ آخر آپ کو کوئی لڑکی پسند آ ہی گئی اور اتنی زیادہ پسند آئی...... کہ گھر والوں سے پہلے اہلِ شہر کو پتا چل گیا۔"

وانیہ کی بات سن کر صارم کھل کھلا کر ہنس دیا۔

☆======☆======☆

موسم بہت اچھا تھا...... بارش ہو جانے کے بعد گرمی کا زور ٹوٹ گیا تھا...... اماں دوا کھانے کے بعد غنودگی میں چلی گئی تھیں...... اور سعیدہ ٹی وی میں منہ دیے بیٹھی تھی...... لڑائی جھگڑے اور منفی طرزِ عمل کے ڈرامے دیکھ دیکھ کر اس کا جی اوب سا گیا۔ "اتنے اچھے موسم میں یہ بکواس ڈرامے دیکھ کر تو دل گھبرا سا گیا ہے......!" اس نے ٹی وی ہی آف کر ڈالا۔

"کیا کروں...... کس سے باتیں کروں......" یہ سوچ کر اس نے بھائی کو فون ملایا...... ان سے کہوں کہ آج ہماری طرف آ جائیں...... رات کو ایک ساتھ کھانا کھائیں گے۔ فون بھابی نے اٹھایا تھا...... اس کی باتیں سن کر انہوں نے انتہائی نقاہت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس وقت تو بی پی لو ہو رہا ہے...... چلنا اٹھنا بھی مشکل ہے...... یہ پروگرام بعد میں کبھی رکھ لیں گے...... کہ ان دنوں تمہارے بھائی بھی آفس سے بے حد تاخیر سے آ رہے ہیں...... وہ بے چارے اپنی مصروفیت کی وجہ سے مجھے ڈاکٹر تک کے پاس نہیں لے جا پا رہے ہیں۔"

"اب کیا کروں...... چلو سامنے ماہ نور کے پاس جاتی ہوں......" ان کے ہاں گاہے بگاہے وہ چلی جایا کرتی تھی وہاں گئی...... تو وہ لوگ کہیں جا رہے تھے تو فوراً ہی لوٹ آئی۔

"کس کو فون کروں...... ٹی وی کھولوں یا......" کسی چینل پر ناظرین کی کال لی جاتی تھیں...... ان میں سعیدہ مختلف ناموں سے سوال پوچھا کرتی تھی اور خود ہی مزہ لیا کرتی تھی۔ ایک چینل پر معاشرتی مسائل کے جواب دیے جاتے تھے...... ایک بار سعیدہ کی کال لگ گئی...... تو اس نے اپنا سوال کچھ اس طرح ریکارڈ کروایا تھا...... "جی میں مسز فاروقی بول رہی ہوں میرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے شوہر اپنی پوری تنخواہ مجھے نہیں دیتے، وہ اپنے پیسے اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے ہیں، آپ بتائیے کہ میں اپنے کپڑوں اور دیگر ضرورتوں کے لیے کیسے انہیں متوجہ کروں......" تب وہاں جواب دینے والی خاتون نے بڑی شفقت سے کہا تھا۔ "مسز فاروقی آپ اپنے شوہر کو پیار سے سمجھائیں کہ آپ ان کی ذمے داری ہیں اگر آپ برے حلیے میں رہیں گی تو اس میں ان کی بھی بے عزتی ہے اور اگر فاروقی صاحب یہ پروگرام دیکھ رہے ہوں تو ہم ان سے یہ کہیں گے کہ بیوی بچوں کی ضروریات کو پورا کرنا بھی ثواب کا کام ہے یہ آپ کا ایسا فرض ہے جس کی ادائیگی ثواب بھی عطا کرتی ہے۔" تب سعیدہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی...... صارم کا پورا نام صارم فاروقی تھا...... اور اس نے اپنے تئیں صارم کی بیوی بن کر یہ سوال پوچھا تھا...... جس کا جواب سن کر اسے بہت خوشی ہوئی تھی۔

"کیوں نہ وانیہ کے گھر جایا جائے......" اس کے دل نے اکسایا۔

"کل ہی تو گئی تھی، وانیہ بھی اکھڑی اکھڑی سی ملی تھی...... قدر کھو دیتا ہے روز کا آنا جانا...... تو پھر کیا کروں؟ موبائل ہاتھ میں لیے بیٹھی تھی اور ہاتھوں میں عجیب سی ہلچل ہو رہی تھی کہ کسی نہ کسی کا نمبر پش کیا جائے۔

تب دل کے ہاتھوں مجبور کر اس نے صارم کے ہاں کا فون نمبر ملا دیا۔ فون نوشابہ نے ریسیور کیا...... وہ اس کی آواز پہچان نہیں پائی تھی...... اس لیے پوچھا۔

"آپ کون بول رہی ہیں......؟"

"وانیہ کی سہیلی......" اس نے ہنس کر کہا۔

"اچھا میں دانیہ کو بلا کر لاتی ہوں......" وہ اسے ہولڈ کرا کے غالباً وانیہ کو بلانے چلی گئی تھی۔

کمرے میں دادی اماں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں...... وہ شاید کسی سے کہہ رہی تھیں۔

"ہاں بھئی بات ہوتی ہے پسند کی...... تو مجھے بھی پسند ہے۔"

"تو آپ او کے کر رہی ہیں۔"

"ہاں...... کہہ دیا بھئی......!"

"اگر صارم نے ناک بھوں چڑھائی تو......!"

"میرا پوتا ایسا نہیں ہے، اس معاملے میں تو وہ ہیرا ہے...... کبھی کچھ نہیں کہتا۔"

"تو میں ڈن سمجھوں......؟"

"افوہ...... کیا اب اس معاملے میں حلف اٹھانا پڑے گا......" دادی نے ہنس کر کہا۔

"ویسے آج مجھے سعیدہ یاد آ رہی ہے۔ اس دن یہی سب تھا اور وہ آ گئی تھی۔"

"ہاں، اس کی کیا بات ہے۔ چلو بھی جاؤ نا جلدی کرو......" یہ سب جملے سن کر سعیدہ پر تو شادیِ مرگ طاری ہو گئی۔

لرزتے ہاتھوں سے فون کاٹا...... اور وہیں بیڈ پر گر سی گئی۔

صارم کے گھر والے...... اس کے بارے میں کہاں تک سوچ رہے ہیں اور اسے علم تک نہیں۔

"یقیناً ان کے گھرانے میں شادی سے متعلق اور رشتہ لانے کے لیے پروگرام بن رہے ہیں اور گھر کے سب لوگ اس کی طرف ہیں اور حد تو یہ ہے کہ صارم تک کو کوئی اعتراض نہیں۔" اس کا دل دھڑکنے لگا۔

"اللہ میں کیسے کسی کو بتاؤں کہ میرے ساتھ اب خوشیاں ہمراہ ہوں گی۔"

ماہ نور کے برابر کے فلیٹ کی مصباح کے ساتھ کوئی خاص دوستی نہیں تھی مگر اس کے موبائل پر کبھی کبھی ایس ایم ایس بھیج دیا کرتی تھی فوراً ہی اسے ایس ایم ایس کیا۔ "میرا رشتہ جلد طے ہونے والا ہے...... تم اپنی تیاری کر لو...... بعد میں یہ نہ کہنا کہ پہلے سے نہیں بتایا۔"

"بھابی کو بتاؤں یا نہیں......" اس نے سوچا۔ "نہیں، ابھی نہیں بتاتی...... ورنہ وہ بھائی کے سامنے کہیں گی کہ تمہاری بہن بڑی ماڈرن ہو گئی ہے...... حالانکہ اس میں کوئی ایسی بری بات بھی نہیں ہے۔ خوشی کو خوشی کی طرح سمجھ کر منانا چاہیے۔" اب اس کا ذہن پھر صارم کے گھرانے کی جانب سفر کرنے لگا۔

''پتا نہیں وہ لوگ آج ہی ہمارے گھر آجائیں......'' اس سوچ نے اس میں بجلی سی بھردی۔

صاف ستھرے گھر کو اس نے تنقیدی نظروں سے دیکھا تو وہ برا سا لگنے لگا...... اس نے رگڑ رگڑ کر صفائی کی...... صوفوں کے کشن کور چینج کیے، بیڈ کی چادر تبدیل کی۔

ماش کی دال بھگو کر دہی بڑے بنائے...... صبح آدھی ڈبل روٹی رکھی تھی...... اس کے شاہی ٹکڑے بنا لیے...... فریج میں کباب بنے رکھے تھے...... وہ لوگ شاید شام تک آئیں تو شامی کباب تل لوں گی...... یہ سب کام کر کے اس نے نہا کر اچھا سا جوڑا پہنا، بھابی کے دیے گئے میک اپ کے سامان کو باہر نکالا...... اور خوب فراخ دلی سے میک اپ کیا۔

ظہر سے عصر اور پھر مغرب ہوگئی...... کوئی بھی نہیں آیا۔ وہ ڈرائنگ روم میں تیار بیٹھے بیٹھے تھک سی گئی۔

''پتا نہیں کیا بات ہوگئی...... وہ لوگ نہیں آئے...... مگر اتنی ساری چیزیں کون کھائے گا...... اماں تو صرف دودھ کے ساتھ ڈبل روٹی لیا کرتی ہیں...... اور دوپہر میں بھی ہلکی غذا...... موسم بے شک اچھا ہے...... مگر بار بار لائٹ کے جانے کا سلسلہ جاری ہے...... اس لیے یہ زیادہ اچھا ہوگا...... کہ یہ چیزیں میں نے جن کے لیے بنائی ہیں ان ہی کو دے آؤں...... یہاں پر بیٹھ کر کھائیں یا وہاں بیٹھ کر...... اس سے فرق کیا پڑتا ہے۔'' سب چیزیں شیشے کے پیالوں میں رکھیں اور چاروں پیالے ٹرے میں سجائے اس پر خوب صورت سا خوان ڈال کر وہ وانیہ کے گھر پہنچ گئی۔

''ارے دیکھو بھئی سعیدہ آئی ہے......'' دادی جان نے اسے دیکھ کر آواز لگائی۔

''دادی جان آج میں آپ کو بہت یاد کر رہی تھی......'' سعیدہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''ارے بھئی، ہم بھی بہت یاد کر رہے تھے۔''

''آپ لوگ کیوں یاد کر رہے تھے۔''

''ارے بھئی...... ہمارے ہاں بھنڈی گوشت کوئی نہیں کھاتا......''

''آج صارم کی ماں مجھ سے شام کے لیے پوچھ رہی تھی کہ آپ بھنڈی گوشت کھائیں گی۔'' میں نے کہا۔ ''ہاں مجھے تو بہت پسند ہے۔ مگر صارم ناک بھوں چڑھائے گا اور دیکھو...... ذرا تم اتنی ساری چیزیں بنا لائیں...... اس سے پہلے جب بھنڈی گوشت بنا تھا...... تم چکن بریانی لے آئی تھیں۔ بلکہ وانیہ تو دوپہر کو یہاں تک کہہ رہی تھی کہ اگر سعیدہ کے ہاتھ کی کوئی ڈش کھانی ہو تو اس روز بھنڈی گوشت بنا لو...... وہ ٹرے بھر کر کھانے کی مزے مزے کی چیزیں لے آئے گی۔''

''کیا واقعی...... آپ صرف یہی کہہ رہی تھیں۔'' سعیدہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں...... یہی کہا تھا میں نے......؟''

''اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا تھا۔''

''نہیں بھئی...... اور تو کچھ نہیں کہا تھا۔''

''کیا آج آپ کا ہمارے گھر آنے کا پروگرام نہیں تھا۔''

''نہیں سعیدہ...... ابھی پندرہ دن پہلے تو تمہارے گھر گئے تھے...... روز روز جانا کوئی اچھا تھوڑی لگتا ہے۔''

''مگر میں تو ہر دوسرے دن آپ کے ہاں آجاتی ہوں......'' وہ قدرے رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''تم تو بچی ہو...... اور پھر وانیہ کی دوست ہو...... اس سے ملنے آتی ہو...... تمہارا آنا جانا تو بچوں کا آنا جانا ہے......'' دادی نے کہا۔

''مگر میں تو آپ سب سے ملنے آتی ہوں......'' اس نے شکایتی نظروں سے وانیہ کی ماں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں...... ہاں اس کا تو اندازہ ہے ہمیں۔''

''جی......؟'' ان کے لہجے میں پر وہ چونکی سی ہوگئی...... جیسے وانیہ کی امی اس کے دل کی حالت سے باخبر ہوں۔

☆======☆======☆

"دلہن بنتی ہیں نصیبوں والیاں......" ڈھولک کی تھاپ اور لڑکیوں کی ہنسی کے ساتھ شادی کے گیتوں کی آوازیں سارہ کے فلیٹ میں بھی آرہی تھیں...... گراؤنڈ فلور پر کسی لڑکی کی شادی تھی...... اور اس کی سہیلیاں...... وقت بے وقت ڈھولک لے کر گیت گارہی تھیں...... اور ان کی یہ آوازیں سارہ کے دل میں ایک ٹیس سی پیدا کررہی تھیں۔ "میری بدنصیبی کا دور تو بہت جلدی شروع ہوگیا......" اس نے دل میں سوچا اس وقت وہ اپنی بالکونی میں کھڑی تھی...... اور سامنے سڑک کو بغور دیکھ رہی تھی...... اسے معلوم تھا...... کہ عدنان بھی رئیس منزل کے اسی گیٹ سے اندر آتا ہے۔

"آفس سے تو وہ کب کا آچکا ہوگا......" ایک نظر گھڑی پر ڈال کر اس نے سوچا۔ تین مہینے سے زیادہ کا عرصہ ہوگیا تھا اسے اپنے میکے میں بیٹھے ہوئے عدنان نے آنا تو کیا اس کا نمبر دیکھ کر اپنا موبائل آف کردیتا تھا...... اور اب کچھ دنوں سے تو اس نے اپنے موبائل کی سم بھی تبدیل کرلی تھی۔

"پتا نہیں کب تک میکے میں رہنا پڑے گا۔ میاں جی کی ناراضی تو ختم ہونے میں نہیں آرہی۔ خواہ مخواہ ہی میرے معاملے میں امی کودیں...... اچھا خاصا میں اپنے سسرال میں عیش کررہی تھی......" اس نے پہلی مرتبہ صدق دل سے سوچا تو جھرجھری سی آگئی۔

"میری سسرال والے میرے گن گایا کرتے تھے......" امی کی آواز اسے گیلری تک سنائی دی وہ ہر ایک سے اپنی خوبیاں خود بیان کرنے کی عادی تھیں...... اور ان کی اس آواز نے اس کی سوچ کو دبا سا دیا۔

"میری ماں، میری کوئی دشمن تھوڑی ہیں وہ میرا اچھا ہی تو چاہتی ہیں...... اور مجھ سے زیادہ انہوں نے دنیا دیکھی ہوئی ہے۔

"دیکھنا عدنان کیسے ہاتھ جوڑتا چلا آئے گا۔"

"اس کی ماں اپنی چپلیں گھس دے گی۔"

"عدنان تو آکر معافیاں مانگے گا۔"

اس کے دل نے اسے وہی سپنے دکھانے شروع کیے جو سارا دن ماں اس سے کہا کرتی تھیں۔

"امی...... وہ کب آئے گا......؟" بے چین ہوکر پوچھتی۔

"دیکھ سارہ...... بے صبری مت بن...... جو میں کہہ رہی ہوں...... ویسا ہی ہوگا۔"

"واقعی، امی ٹھیک کہتی ہیں، کوئی بھلا ایسا کرتا ہے...... اپنی نئی دلہن کو رُلا کر رکھا ہوا ہے۔ عدنان کو آنا ہی ہوگا...... ہاں......" وہ ماں کی آواز پر مڑ کر کمرے میں جانے ہی والی تھی کہ اچانک ہی اس نے دیکھا...... عدنان ہاتھ میں پھلوں کے تھیلے اٹھائے آرہا ہے۔ عدنان کے ہمراہ طاہرہ باجی کا چھوٹا بیٹا بھی تھا جو آئس کریم کا بڑا سا پیکٹ تھامے چل رہا تھا۔

"سنیے جی......!" نہ چاہتے ہوئے بھی بے اختیار اس نے پکارا آواز بھی بلند ہوگئی اس سے اس کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے سینے سے باہر آجائے گا۔

عدنان نے آواز کی سمت اوپر دیکھا اور سارہ کو یوں لگا جیسے اس کو قرار سا مل گیا۔

کتنے دنوں بعد اسے دیکھا تھا...... یک بارگی آنکھوں سے برسات سی جاری ہوگئی...... مگر عدنان کے دیکھنے کا انداز یوں تھا جیسے پوچھ رہا ہو کیا بات ہے؟ تو جھٹ اس کا ہاتھ سلام کرنے کے لیے ماتھے تک چلا گیا۔

"ماموں...... دیکھیے ممانی سلام کررہی ہیں......" بچے کی آواز سارہ کے کانوں تک آئی مگر عدنان منہ پھیر کر تیزی سے آگے بڑھ گیا...... ایک بار جو اس نے پیچھے پلٹ کر دیکھا ہو۔

ماتھے تک جانے والا ہاتھ خود ہی نیچے گرگیا...... اور وہ چپ چاپ اندر آگئی۔

"یہ عدنان معافی مانگنے والا نہیں ہے۔"

"ارے کب سے بلا رہی ہوں چائے پی لو...... یہ گیلری میں جاکر کیوں ٹنگ گئی ہو۔"

"ایسے ہی...... گرمی بہت ہے نا...... گیلری میں ہوا اچھی آرہی تھی۔"

شام کے برتن دھونے والی مائی...... سارہ کی امی کے پیروں میں تیل کی مالش کررہی تھی۔ وہ جب بھی باسی کھانا اسے دیتیں...... ایک آدھ اضافی خدمت مائی سے لے لیا کرتی تھیں۔ مائی ان کے پیروں پر تیل لگاتے ہوئے باتیں بھی کررہی تھی۔

"سارہ دھی دی سس کیہو جئی اے۔"

"سارہ کی ساس ویسی ہی ہے جیسی بری ساسیں ہوتی ہیں۔"

"ہور دھیئے دی نناں کیہو جئی اے۔"

"گھنی اور بدذات......!" امی نے تمباکو کا پھنکا مارتے ہوئے کہا۔

"نی دھیئے تُو سچی سچی گل دس...... تیرا سوہرا تے تیرا سر دا سائیں...... کیہو جیا اے......؟" اس سے قبل کہ سارہ کچھ کہتی امی نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"سب ایک نمبر کے بدمعاش ہیں، ہر معاملے میں اپنی چلانا چاہتے ہیں۔"

"تسی سچ آکھدے ہو...... ایس لئی دھی دے چہرے اتے اداسی اے......" مائی تیل کی شیشی کا ڈھکنا بند کرکے اٹھ کھڑی ہوئی اور سارہ سوچنے لگی۔

"امی میری سسرال والوں سے کچھ زیادہ ہی بدظن ہیں...... خواہ مخواہ کا کھڑاگ پال لیا۔ ورنہ شادی کے بعد اچھی مزے سے زندگی گزر رہی تھی۔ عدنان کس قدر تو لاڈ اٹھاتا تھا۔ خرچ کرنے کے لیے

جیب خرچ علیحدہ دیتا تھا...... جس کا حساب کتاب کبھی نہیں مانگا تھا عدنان کو ناگوار گزرا ہو یا آنٹی نے برا منایا ہو انہوں نے تو کبھی تذکرتا بھی جملے نہیں مارے تھے اور اب ذرا سی بات خواہ مخواہ لمبی ہو رہی ہے۔"
کچھ سوچ کر اس نے اپنی سہیلی عریشہ کو فون کیا تو اس نے انتہائی ملائمت سے اسے سمجھایا۔

"سارہ اس معاملے میں ساری غلطی تمہاری امی کی ہے، میں بارہا تمہارے گھر آ کر دیکھ چکی ہوں آنٹی اسٹار پلس کے تمام ڈرامے نہ صرف باقاعدگی سے دیکھتی ہیں بلکہ اگر وہ دس مرتبہ ری پیٹ ہوں گے تو وہ مزید دس بار دیکھتی ہیں...... ایک بری چیز کو جب بار بار دیکھا جائے تو ذہن پر جم سی جاتی ہے...... ان کے ہاں تمام ڈراموں میں منفی اندازِ فکر زیادہ نمایاں کیا جاتا ہے...... اگر کسی سے گلے بھی ملیں گے تو دونوں کے چہرے علیحدہ علیحدہ خباثت سے مسکراتے دکھائیں گے جیسے کہ ایک دوسرے کو زک پہنچانا ان کا مقصد حیات ہو...... اور جب ایسے کردار اور ان کی باتیں ذہن پر حاوی ہو جائیں تو اپنی زندگی میں بھی وہی انداز غیر محسوس طریقے سے آ جاتا ہے۔ آنٹی نے تمہیں ہر بات منفی بتائی...... کسی بھی بات کا مثبت پہلو نہیں دیکھنے دیا گیا۔ تمہیں یاد ہے کہ ایک دن جب تم ہمارے گھر میری دوسری بھانجی کو دیکھنے کے لیے آئیں تو تمہاری امی کے منہ سے بے اختیار نکلا...... "ارے یہ بچی تو راگنی ہے۔" میں اور باجی حیران ہو کر پوچھی بیٹھیں...... کہ یہ راگنی کون ہے...... تو آنٹی کھسیائے بغیر بولیں اسٹار پلس پر ایک ڈراما چل رہا ہے گوری بہن کا نام سادھنا ہے اور کالی بہن کا نام راگنی۔" جب باجی کے چہرے کی لکیریں بگڑیں...... تو آنٹی بولیں۔
"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کالی لڑکی کی قسمت زیادہ اچھی ہوتی ہے...... ڈرامے میں راگنی بھی راج کر رہی ہے راج......" تمہارے جانے کے بعد باجی ہنس کر کہنے لگیں کہ تمہاری دوست کی امی تو مجھے اچھا خاصا ڈراما ہی لگ رہی تھیں...... ہم لوگ تو چلو غیر لوگ ہیں ان کی یہ بات ہنس کر ٹال دی...... لیکن اگر وہ ایسی باتیں اپنے رشتے داروں میں جا کر کرتیں تو ان کے رشتے دار تو اچھا خاصا برا مان سکتے ہیں اور آج تمہاری باتیں سن کر مجھے پورا یقین ہو چلا ہے تمہاری امی کی یہی باتیں...... تمہیں لے ڈوبی ہیں۔" عریشہ...... سمجھا رہی تھی...... اور سارہ کو اس کی ایک ایک بات بالکل صحیح لگ رہی تھی۔

"مگر میں اپنی امی کی باتوں کو کس طرح رد کر سکتی تھی تم یہ تو سوچو......" سارہ نے شکست آمیز لہجے میں اپنی دوست سے کہا۔

"تمہاری غلطی یہ ہے کہ تم نے اپنی سسرال کی ہر بات اپنی ماں سے شیئر کی۔"

"تو پھر میں کس کو بتاتی یہ باتیں......؟"

"کیا ضروری ہے...... کہ ہر بات کا اخبار چھاپا جائے......" عریشہ جل کر بولی۔

"مگر جب کسی کی کوئی بات ناگوار گزرے تو کوئی نہ کوئی کندھا تو ضرور چاہئے ہوتا ہے ناں......؟"

"تم مجھے پہلے بھی تو فون کرتی تھیں...... اب بھی کر لیا کرو...... بلکہ کوشش کیا کرو...... کہ ہر بات اپنے شوہر سے شیئر کرو وہ شخص جو تمہاری زندگی کا ساتھی ہے اس سے مشورہ طلب کرو۔"

"مگر وہ تو اپنے والدین سے عشق کرتے ہیں...... امی کہتی ہیں کہ ایسے شوہر دو کوڑی کے ہوتے ہیں، ان کی نظر میں بیوی کی اوقات جوتی کے برابر بھی نہیں ہوتی۔"

"غلط کہتی ہیں وہ...... جو شخص اپنی ماں کی عزت کرتا ہے اور ان سے عشق کرتا ہے ایسا ہی شخص اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے، اس کی عزت بھی کرتا ہے مگر ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ یہ تو چاہیں کہ آپ سے محبت بھی کی جائے اور عزت بھی کی جائے اور خود اس کی ماں سے بیر باندھیں اور ان کے بارے میں نازیبا جملے ادا کریں۔"

"تو پھر میں کیا کروں...... تم ہی کوئی راہ بھاؤ۔"

"میں اگر تمہیں کچھ سمجھاؤں گی بھی...... تو تم پھر اپنی امی کی کسی ایسی بات کو مان لوگی تو پھر سارے کیے پر پانی پھر جائے گا اور عدنان ایسا شوہر نہیں ہے...... جو ساری زندگی تمہیں ڈھیل دیتا رہے گا ایک وقت وہ بھی آ سکتا ہے کہ جب وہ تم سے خلاصی پا لے گا۔" عریشہ نے کہا۔

"تمہارا کیا مطلب ہے......؟" سارہ اپنی سہیلی کی بات سن کر خاصی پریشان سی ہو گئی اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا تھا...... کہ وہ آخر اسے کیا بات بتانا چاہ رہی ہے۔

"یہی کہ عدنان تمہیں طلاق بھی دے سکتا ہے، رئیس منزل میں تو افواہ خاصی پھیل گئی ہے کہ عدنان کی دوسری شادی کس اچھی لڑکی سے ہونی چاہئے۔ تیسرے مالے پر رہنے والی زینت کی اماں کی تو دلی خواہش ہے کہ تمہارا قصہ پاک ہو تو وہ خود عدنان کی والدہ سے جا کر کہیں گی کہ ان کی بیٹی سے عدنان کی شادی ہو جائے۔"

"مگر زینت کی اماں تو ہمارے گھر آئی تھیں اور وہ امی سے کہہ رہی تھیں کہ آپ نے بالکل صحیح کیا ہے اب آپ ان کی ماں کی طبیعت مزید صاف کریں تاکہ انہیں سمجھ آئے کہ ان کا پالا کس سے پڑا ہے۔" سارہ نے اٹکتے ہوئے لہجے میں بتایا۔

"ظاہر ہے...... وہ چاہتی ہوں گی کہ تمہارا قصہ جلد پاک ہو تو وہ آگے اپنے حساب سے کارروائی کریں۔"

"کیا لوگ اس انداز سے بھی مشورے دیا کرتے ہیں......؟" سارہ کو یہ سب سن کر حیرت کے ساتھ ساتھ وحشت بھی ہو رہی تھی۔

"ظاہر ہے، آج کے اس نفسا نفسی کے دور میں سب اپنا ہی فائدہ دیکھنا چاہتے ہیں، زینت کی اماں کے آگ تو اس وقت بھی لگی تھی جب عدنان کی شادی تم سے ہوئی تھی...... عدنان کا فلیٹ ان کے ہی فلور پر تھا...... اور شادی وہ اوپر سیڑھیاں چڑھ کر تمہارے ہاں کر بیٹھیں۔"

"جبھی انہوں نے ہماری امی سے آ کر کہا تھا سوچ سمجھ کر رشتہ قبول کرنا...... اکلوتا بیٹا کانٹوں بھرا گلاب ہوا کرتا ہے...... گلاب بعد میں ہاتھ میں آتا ہے پہلے اس کے کانٹے لہولہان کر کے رکھ دیتے ہیں۔"

"اب تم خود ہی سوچ سکتی ہو کہ تمہاری عدنان کے ساتھ شادی ہونے کا رنج انہیں کتنا زیادہ ہوا ہو گا۔"

"مگر میرا معاملہ تو از خود بگڑا ہے...... میں نے تو صرف یہی غلطی کی کہ اپنے گھر آ کر بیٹھ گئی مگر دماغ

توعدنان کا زیادہ خراب ہوا......'' سارہ اسے بتا رہی تھی۔

''پیاری دوست تم ابھی تک اپنے اس معاملے کو اپنی ماں کی عینک سے دیکھ رہی ہو، تم خود سوچو کہ تمہاری غلطیاں کیا ہیں اور ان غلطیوں کو تم نے از خود کس قدر بڑھا لیا ہے۔ میاں بیوی میں اختلاف بھی ہوتا ہے چھوٹے موٹے جھگڑے بھی ہو جاتے ہیں مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ ان کو اس قدر اچھالا جائے...... کہ ہر شخص کو یہ کہانی کی طرح سنایا جائے...... خود کو مظلوم اور دوسرے کو ظالم بنا کر پیش کیا جائے۔''

''اب اگر کوئی پوچھے تو کیا کچھ نہ بتایا جاتا......؟'' سارہ کو اپنی دوست کی باتیں سن کر حیرت ہو رہی تھی۔

''سارہ میں تو اپنی سگی بہن کی دیورانی بن کر آئی ہوں...... اگر میری اور میرے شوہر کی آپس میں کسی بات پر رنجش ہوتی ہے تو میں اسے اپنی بہن تک کو نہیں بتاتی...... اور کسی بھی لڑائی کا دورانیہ طویل نہیں کرتی...... کیا تم میری اس بات کا یقین کرو گی کہ میری شادی کو کئی سال ہونے کے باوجود آج تک کوئی ایسی لڑائی نہیں ہوئی جس میں صبح اٹھ کر کوئی ناراضی باقی نظر آتی ہو۔ میرے شوہر کی یہ عادت ہے کہ اگر ان کی غلطی بھی ہو گی تو وہ کبھی منانے میں پہل نہیں کرتے...... اس لیے میں انہیں فوراً ہی منا لیا کرتی ہو کہ خفگی کا دورانیہ بڑھنے نہ پائے۔''

''عدنان تو مجھے منایا کرتے تھے...... مگر میں نے انہیں کبھی نہیں منایا۔'' سارہ نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''معاف کرنا سارہ، تمہاری امی نے تمہاری تربیت میں کمی چھوڑ دی اس لیے تمہارے ساتھ ایسا ہوا...... ہماری ماں نے تو ہمیں ہمیشہ یہی سکھایا کہ جو تمہارا شوہر کہے اس کو صحیح سمجھنا اور پھر سب سے بڑی بات میاں بیوی میں جو ایک اعتماد کا رشتہ ہوتا ہے وہ تم نے قائم ہی نہیں ہونے دیا۔''

''اب اگر امی مجھ سے اپنے شوہر کی کوئی بات پوچھتیں تو کیا انہیں آ کر نہ بتاتی...... وہ خود ہی کرید کرید کر پوچھا کرتی تھیں۔ وہ تمہیں جیب خرچ کتنا دیتا ہے......؟ باقی تنخواہ اپنی ماں کو کیوں دیتا ہے...... تنخواہ دینے کے بعد وہ گھر میں اوپر سے کیوں رقم خرچ کرتا ہے۔ اس کی بہن جب آتی ہے تو وہ پاگل ہو کر اس پر اور اس کے بچوں پر کیوں لٹاتا ہے۔ وہ تمہیں ماں سے چوری زیورات کیوں نہیں دلواتا۔ وہ تمہیں اپنے والدین سے جھوٹ بول کر ہوٹلنگ کیوں نہیں کراتا۔ وہ اپنی جمع جتھا تمہارے پاس کیوں نہیں رکھواتا۔ اس کے سیف میں لاک کیوں لگا رہتا ہے تم نے اس لاک کی چابی چرا کر وہ لاک چیک کیوں نہیں کیا۔ تم اپنے شوہر کو دیکھ کر...... اپنی ساس کی شکایتیں کیوں نہیں کرتی ہو۔'' سارہ ایک ہی سانس میں اپنی ماں کی ہر بات عریشہ کو بتا رہی تھی اور عریشہ کو بے حد تاسف ہو رہا تھا کہ اس کی اتنی اچھی دوست...... اپنی ماں کی غلط حکمت عملی کا شکار ہو گئی ہے۔

''پیاری سارہ...... جو جو باتیں تم نے بتائی ہیں ان پر چل کر تو اکثر لڑکیاں اپنا گھر توڑ لیا کرتی ہیں۔''

''مجھے کیا پتا تھا کہ ایسا میرے ساتھ ہی ہو گا...... اور عدنان میرے ساتھ ایسا درشت رویہ رکھے گا۔ وہ جو شادی کے ابتدائی دنوں میں مجھ سے کہا تھا کہ وہ مجھ سے بے حد محبت کرتا ہے...... اور اسے مجھ سے اچھا کوئی لگتا ہی نہیں ہے وہ سب جھوٹ ہی تو تھا۔ اگر وہ مجھ سے محبت کرتا تو میرے بغیر رہ سکتا تھا اس نے ایک بار بھی کوشش نہیں کی...... کہ مجھے لینے آئے یا میری خفگی دور کی جائے۔''

''سارہ تمہاری خفگی...... خفگی نہیں...... بلکہ بہتان تھی۔ شریف لوگوں کے لیے کالک تھی جس کو برداشت کرنے کا حوصلہ شاید ان ہی لوگوں میں تھا اگر تمہاری شادی تمہارے اپنے خاندان میں ہوتی اور یہ سب حالات وہاں بھی ہوتے تو مجھے پورا یقین ہے کہ چوبیس گھنٹوں سے پہلے تمہارے ہاتھ میں طلاق کا کاغذ پکڑا دیا جاتا...... کہ بی بی...... اپنے گھر میں رہو...... ہم تمہیں برداشت نہیں کر سکتے۔'' تب سارہ گم صم سی ہو گئی...... اس کی زبان کے ساتھ اس کا ذہن بھی ساکت ہو گیا۔

☆======☆======☆

''جن گھروں میں لڑکیوں کی شادی ہونا مسئلہ بن جائے...... وہ گھرانے اب طرح طرح کے طریقے اپنایا کرتے ہیں......'' ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔

''ہاں بھئی، اب تو لوگ اپنی بیٹیوں کو ساتھ لیے پھرتے ہیں...... کہ خود بھی اچھی طرح دیکھ لو اور اپنے لڑکوں کو بھی دکھا دو......'' رخسانہ بیگم اپنی بھاوج کے ہاں آئی تھیں...... اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے اپنے پسندیدہ موضوع پر بولنا شروع ہو گئیں۔

''اب اختری خالہ کی حرکتیں دیکھ کر غصے کے ساتھ ساتھ ہنسی بھی آتی ہے کہ اپنے ساتھ اپنی پوتی اور نواسی کو لیے میرے گھر آ گئیں...... اور لگیں اپنی نواسی کی تعریفیں کرنے...... اسے یہ آتا ہے اسے وہ آتا ہے پکانے میں طاق، سلائی میں ماہر...... چٹکیوں میں کام کرتی ہے پھرتی اس قدر ہے اور میں ان کی موٹو کو دیکھتی کی دیکھتی رہ گئی...... بھلا اس بارہ من کی بھینس کا میرے گھر کیا کام ہے۔ اب میری چوائس اتنی بری بھی نہیں ہے...... کہ میں اپنی بہویں اس قماش کی لاؤں گی۔'' ان کی بھاوج ان کو اس موضوع سے روکنے کے لیے کبھی شربت کا گلاس دے رہی تھیں تو کبھی ان کی توجہ ٹی وی کے ڈرامے کی طرف لگاتیں...... مگر وہ رخسانہ ہی کیا جو اپنی بات پوری کیے بغیر کسی دوسرے کی بات بھی سن لیں۔

''میں نے تو اختری خالہ کو باتوں میں اچھا خاصا جتایا بھی کہ میرے گھر میں خادمہ ٹائپ بہویں نہیں آئیں گی ان کا طرز زندگی ایسا ہو گا کہ لوگ ان پر رشک کریں گے کہ یہ پیسے والوں کا گھر ہے کسی ہما شما کا نہیں...... اس لیے میں اپنے بیٹوں کے لیے بہو چھان پھٹک کر لاؤں گی اور پھر گاؤں کی گنوار کا میرے گھر میں کیا گزر جسے نہ بیٹھنے کی تمیز نہ چلنے کی، دوپٹا ایسا اوڑھ رکھا تھا کہ اگر گھر سے میلے کپڑوں میں بھی آتی ہو تو وہ چھپے ہوتے تھے اور آتے جاتے اس قدر سلامیاں کہ میں ہر حال میں انہیں پسند کر لوں وہ جو اس قابل نہیں کہ انہیں میں اپنی جوتی سمجھ کر اپنے پیروں میں ڈال لوں...... وہ یہ چاہتی ہیں کہ میرے گھرانے کا تاج بن جائیں اور رخسانہ بیگم کی بہو کے نام سے عزت و توقیر پائیں۔''

''آپا...... یہ سب آپ کا خیال ہے...... ایسا بھلا وہ کیوں چاہیں گی......؟'' ان کی بھاوج پریشان

سی ہوگئی تھی انہیں اس موضوع پر تقریر کرتے دیکھ کر۔

''وہ اس لیے ایسا چاہیں گی...... کہ خاندان بھر میں کوئی تو میرا جیسا ہے اور نہ میرے بیٹوں کے برابر۔'' رخسانہ بیگم نے اپنا قہقہہ اسٹارٹ کیا...... مگر وہ جلد ہی اس کو توڑنے پر مجبور ہوگئیں جب اندرونی کمرے سے اختری خالہ (دادی جان) اپنے ساتھ نوشابہ کو لیے نکلیں۔ غصے اور صدمے سے ان کی بری حالت تھی۔

''رخسانہ جتنا تکبر کرنا ہے کرلے...... مگر یاد رکھنا کہ یہ بڑی بڑی باتیں بھی کسی کو ہضم نہیں ہوتی ہیں۔ ذرا اس وقت سے جب تیرا یہ ہنستا بستا گھرانا تجھے کاٹنے کو آئے۔ کسی میں بھی عیب نکالنا سب سے آسان کام ہوا کرتا ہے...... مگر وقت ملے تو کبھی اپنے عیب بھی گننے کی کوشش کرنا۔ بے جوڑ اللہ تعالیٰ نے کسی کو نہیں بنایا ہے ہر ایک کا جوڑا موجود ہوتا ہے...... بس وقت وقت کی بات ہوتی ہے۔'' یہ کہہ کر دادی جان نوشابہ کو ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئیں۔

''ہونہہ، کوؤں کے کوسنوں سے بھی کہیں ڈھور مرا کرتے ہیں۔'' رخسانہ نے تنک کر کہا اور پھر خود ہی ہنسنے لگیں جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

☆======☆======☆

اپنے آپ کو بہلانا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو سمجھانا بھی کوئی آسان نہیں ہوا کرتا مگر سعیدہ از خود بہل بھی گئی تھی اور اس نے اپنے آپ کو از خود سمجھا لیا تھا۔ صارم کی ماں کی آنکھوں میں اس کے لیے سوائے ہمدردی کے کچھ بھی نہیں تھا مگر بعض لوگ ہمدردی اور رحم کو بھی محبت کی پرچھائی سمجھ لیا کرتے ہیں اور سعیدہ کا شمار بھی ان لوگوں میں تھا...... کہ اسے صارم کی ماں کی آنکھوں میں وہ کچھ نظر آ گیا تھا جو اس کی روکھی پھیکی زندگی کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے کافی تھا۔

اب بھلا آنٹی اپنی ساس کے سامنے کیسے کہہ سکتی تھیں کہ سعیدہ تم مجھے حد سے زیادہ پسند ہو...... ان کی اس بات کو سن کر ان کی ساس نے ناراض ہو جانا تھا اور پھر جب نوشابہ کی سواری آئی ہوئی ہے تو اس کی ساس تو گھر میں اچھا خاصا فساد ڈال سکتی تھیں اگر میں انہیں ناپسند ہوتی تو وہ مجھ سے صاف کہہ دیتیں...... بھئی سعیدہ نہ تم ہمارے معیار پر پوری اتری ہو اور نہ ہی ہم تم کو اپنے گھر میں لا کر کوئی خوشی محسوس کر سکتے ہیں، اس لیے تم اپنے گھر میں رہو اور ہمارے گھر کوئی چیز پکا کر لانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو ہم تمہارے جانے کے بعد ڈسٹ بن میں پھینک دیا کرتے ہیں مگر وہاں تو اس کے لائے ہوئے کھانوں کے چٹخارے ہفتوں بجا کرتے تھے۔ دادی کو تو اچھا انتظار سا رہنے لگا تھا کہ سعیدہ چار دن سے کوئی چیز پکا کر نہیں لائی ہے...... کہیں بیمار تو نہیں پڑ گئی ہے اور صارم کی امی تو نوشابہ کے سامنے اس کی تعریف اس وجہ سے کیا کرتی تھیں انہیں نوشابہ سے بھی خوف محسوس ہوتا تھا...... مگر نوشابہ کو گرانے کے چکر میں وہ سعیدہ کو تھوڑی بہت غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کرتی تھیں اور پھر انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے یہ تو کہہ ہی دیا تھا کہ تم صرف وانیہ کے لیے تو نہیں...... ہمارے لیے بھی آتی ہو...... اور چونکہ تم بہت اچھی لڑکی ہو...... اس لیے سب سے ہی محبت کرتی ہو اور ان کے اس جملے کو سن کر تو وہ واقعی سرخ ہوگئی تھی جیسے سب کے

سامنے راز افشا ہو گیا ہو...... کہ ہاں وہ صارم کو پسند کرتی ہے...... اور اس کی پسند کے درجے کو محبت کے کسی بھی پیمانے سے ناپا جا سکتا ہے۔

مگر وہ کچھ نہیں بولی تھی...... کہ شرمیلی تو بہرحال تھی ہی اور ان خوب صورت جملوں سے اچھے اچھے سپنے کشید کرنا اس کا کام تھا اگر ایسی لڑکیاں خوابوں میں رہنا چھوڑ دیں تو وقت کو گزارنا ان کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔

اپنے بنائے ہوئے سپنے...... کہ جب آنکھیں بند کرو...... سپنا وہیں سے حاضر ہو جہاں سے سلسلہ منقطع ہوا تھا...... اسی لیے ان دنوں سعیدہ کے شب و روز بڑے پُر لطف گزر رہے تھے۔

خوابوں کا سوپ...... اسے ہر روز چپے چپے کر سیریں الگ کرواتا تھا...... عام زندگی میں وہ کبھی کورنگی سے چورنگی نہیں گئی ہوگی اور خوابوں کے طفیل نہ صرف پاکستان کا چپہ چپہ بلکہ بیرونی ممالک تک گھوم آئی تھی اور ایک صبح جب وہ تاخیر سے اٹھی تو ماں نے کہا۔ ''آج اتنی دیر تک کیوں سوتی رہیں......؟'' تو اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

''راستے کی تکان بھی تو تھی...... اٹھارہ گھنٹے کی فلائٹ تھی۔'' مگر وہ تو اچھا تھا کہ ماں کی سماعت خاصی کمزور تھی اور وہ یہی سمجھیں...... کہ وہ نماز پڑھ کر دوبارہ سو گئی تھی۔

''اماں آپ کو کیا پتا صارم میرا کس قدر خیال رکھتے ہیں......'' وہ خواب کے زیرِ سحر اپنے آپ سے کہہ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔

☆======☆======☆

خاندان کی تقریب تھی...... کافی لوگ مدعو تھے ثمینہ اپنی بیٹی عینی کے ساتھ وہاں موجود تھیں...... جب اس تقریب کے کارڈ بانٹے گئے تھے تو رخسانہ بیگم دبئی میں تھیں...... اس لیے ثمینہ کا یہ خیال تھا کہ باجی جان اس تقریب میں ہرگز نہیں آئیں گی۔

مگر جب انہیں وہاں ٹھسے سے بیٹھا دیکھا تو دل میں گھبرا سی گئیں...... مکھی مارنے کے انداز میں انہیں سلام کرتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئیں اور اپنے بیٹھنے کے لیے ان سیٹوں کا انتخاب کیا...... جو قدرے پیچھے تھیں اور جب صارم اپنی ماں اور بہنوں کو چھوڑ کے گیا تو رخسانہ بیگم ان...... کے پاس آئیں اور وانیہ سے مخاطب ہو کر بولیں...... ''آؤ میں ذرا عینی سے تمہیں ملواؤں۔'' وانیہ ان کے ساتھ چلتی ہوئی ثمینہ کی ٹیبل تک آئی تو رخسانہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

''اس دن تم کہہ رہی تھیں ناں کہ تم عینی کو نہیں جانتیں تو ان سے ملو یہ عینی ہیں۔'' عینی نے حیرت سے وانیہ کو دیکھا۔

''بیٹا عینی...... یہ صارم کی چھوٹی بہن ہیں وانیہ...... کم از کم تمہیں صارم کی فیملی سے تو متعارف ہو جانا چاہیے......'' وانیہ نے آگے بڑھ کر عینی کو گلے سے لگایا اور ہنس کر بولی۔

''مجھے لگ رہا ہے کہ میں اس قبل بھی آپ سے مل چکی ہوں، سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ کو کہاں دیکھا ہے؟''

"تم نے صارم کی آنکھوں میں دیکھا ہوگا......" رخسانہ بیگم نے ہنس کر کہا مگر ثمینہ بیگم کے کس کر لگا۔ اپنی پھپھو کی یہ بات سن کر عینی جھینپ سی گئی۔

"آپ کہاں پڑھتی ہیں......؟" رخسانہ آنٹی کی باتوں کی انیوں سے بچانے کے لیے وانیہ نے بات ہی بدل دی۔

"کالج کا تو پتا نہیں...... مگر ان دنوں تو بزم الفت کی کلاسز لیتی ہیں۔" رخسانہ بیگم کا جملہ کسی تیر کی طرح تھا جو ثمینہ بیگم کے کھب سا گیا۔

"باجی جان...... گفتگو کے آداب ہوا کرتے ہیں مگر مجھے لگ رہا ہے کہ بہت سی چیزوں کے ساتھ آپ انہیں بھی بھولتی جا رہی ہیں۔"

"ہوسکتا ہے کہ ایسا ہو...... اس لیے میں چاہوں گی کہ تم مجھے تہذیب اور تمیز کے قرینے سکھانے شروع کردو کہ آج کل لوگ ہر نئی چیز پہلے باہر کے لوگوں کو سکھانا شروع کرتے ہیں...... نہ خود سیکھتے ہیں اور نہ ہی گھر کے لوگوں کو سکھاتے ہیں...... خیر میں تمہاری شاگرد بننے کو تیار ہوں...... کہ دیکھوں تو سہی تمہارے حساب سے تمیز اور تہذیب کسی چڑیا کے نام ہیں......؟" وانیہ دیکھ رہی تھی کہ رخسانہ آنٹی مسلسل عینی اور ان کی امی کی تذلیل کر رہی تھیں اس لیے وہ عینی کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔

"آؤ...... عینی ہم دوسری جگہ بیٹھتے ہیں یہاں تو بہت شور ہو رہا ہے۔" عینی...... گیٹ کے قریب بچھی ہوئی کرسیوں کی جانب آ کر بیٹھ گئی۔ وانیہ اس کی تعلیم اس کی پسند ناپسند کے بارے میں پوچھتی رہی...... جن کے جوابات وہ سادگی سے دیتی رہی۔

"آپ ہمارے ہاں آئیے ناں......" دوران گفتگو جب عینی نے کہا...... تو وانیہ اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"اب تو ہمیں تمہارے گھر بہت جلد آنا ہوگا۔ میں امی کے ساتھ آؤں گی...... یوں تو صارم بھائی بھی ہمارے ساتھ آنا چاہیں گے...... مگر میرا خیال ہے کہ پہلے ہم دونوں بہنوں کے ساتھ امی آپ کے گھر آئیں گی اور پھر بعد میں دوسرے لوگ...... جیسا کہ طریقہ ہوا کرتا ہے ہاتھ مانگنے کے سلسلے کا۔"

عینی یہ سب سن کر شرما سی گئی...... وہ یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ صارم کے گھر والے اس کے گھر آنے والے ہیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے رخسانہ پھپو کی باتوں سے اسے جو تکلیف پہنچی تھی وانیہ کی باتوں سے وہ تکلیف رفع ہوگئی۔ اب وہ دونوں باہمی دلچسپیوں کی باتیں کر رہی تھیں عینی کے کالج کے قصوں کو سن کر وانیہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ثمینہ بیگم کے کانوں کو یہ ہنسی کی پھوار کسی سنگ باری سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ باجی جان...... (نند) جو ساری زندگی اس کی تذلیل کرتی رہیں...... اب انہیں شرمندگی کے گڑھے میں گرا کے خوش ہو رہی تھیں۔ انہیں عینی پر بھی غصہ آ رہا تھا...... کہ صرف صارم کے حوالے کی وجہ سے وہ ایک اجنبی لڑکی سے اتنی فری ہوگئی...... کہ اس سے ایسی باتیں کر رہی ہے جیسے کہ کتنا پرانا ساتھ ہو۔ بہت پرانا دوستانہ ہو......! یا کب کی بچھڑی ملی ہوں...... جس کے پاس سے اٹھنا اسے یاد ہی نہ رہا ہے۔

تقریب میں کھانا شروع ہوا تو رخسانہ بیگم اٹھتے ہوئے بولیں...... "ارے ثمینہ...... تم عینی کو کھانے

کے لیے تو بلا لو...... کیا اب وہ باتوں سے ہی پیٹ بھرے گی۔"

اور ثمینہ بیگم ان کے کڑوے کسیلے جملوں کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی رہی تھیں...... اور دل میں سوچ رہی تھیں کہ گھر جا کر عینی کی کلاس اچھی طرح لینی ہے۔

☆======☆======☆

ایسا تو وہ سوچ نہیں سکتا تھا...... ایک دم تصور تک سے الگ...... نوید اپنی شادی کے دن گھبرایا گھبرایا سا تھا، اس کے چہرے کی ساری خوشی اور شرارت غائب تھی۔ "آج ایک دم تمہاری بولتی کیوں بند ہوگئی ہے......؟" صارم نے اسے چھیڑا۔

"یار...... اماں نے خواہ مخواہ شادی کے جھنجٹ میں جوڑ ڈال دیا"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ ہر سال اپنی منگنی کی سالگرہ منایا کرتے......؟"

"سالگرہ کی بات نہیں ہے، یہ سارا چکر شہزادی کا ہے...... ایک دن اماں سے فون پر روتے ہوئے کہا...... کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے میری امی میری شادی سے پہلے مر جائیں گی اماں نے کہا...... باولی اگر کسی کو مرے ہوئے دیکھو تو اس کی عمر زیادہ ہوتی ہے۔ نہیں خالہ مجھے تو یہ اشارہ ہوا ہے کہ میری امی میری شادی دیکھ نہیں پائیں گی۔ اماں نے اس کے جھوٹے خواب کو اتنی اہمیت دی کہ جھٹ یہ شادی رکھ لی...... اب بتاؤ میں تو اپنے آپ کو اتنی جلدی، اس ذمے داری کو اٹھانے کے لیے تیار بھی نہیں کر پایا تھا کہ یہ آفت سر پر آ پڑی۔"

"ٹھیک ہے جو سانحہ دو سال بعد ہونا تھا...... وہ آج ہو رہا ہے کہ تم دولہا بنے بیٹھے ہو......" صارم نے شرارت سے کہا۔

"نیا جوتا کاٹ رہا ہے...... ریشمی کرتہ کمر پر ایسی کھجلی کر رہا ہے کہ بتا نہیں سکتا...... کرتے کے نیچے جو بنیان ہے وہ تنگ ہے سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کہاں جا کر اسے اتار کر پھینکوں۔"

"چپ چاپ بیٹھے رہو...... کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"شہزادی کی سہیلیوں نے الگ تنگ کر رکھا ہے۔ جتنی اوقات نہیں اس سے زیادہ نیگ مانگ رہی ہیں، آدھا گلاس شربت پلایا...... پانچ ہزار اینٹھ لیے...... چار سو روپے کا جوتا چھپایا...... پانچ ہزار کے لیے کالے کالے موٹے موٹے ہاتھ میرے آگے پھیلا دیے جو مجھے دینے پڑے۔ نکاح کے بعد دلہن کی شکل دیکھی...... تو ان کی چھپکلی سہیلی نے پھر پانچ ہزار کا مطالبہ کر دیا۔ اگر ایسا ہی چلتا رہا ابھی رخصتی کے وقت وہ پھر ہاتھ پھیلا کر پانچ ہزار کا مطالبہ کر دیں گی کہ اس کے کم تو انہیں مانگنا ہی نہیں آتا۔"

"ارے، کیا تم اب تک پندرہ ہزار روپے نیگ میں دے چکے ہو......؟" صارم نے ترحم بھری نظروں سے نوید کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اور کیا...... کیا کرتا...... ایک سے ایک چرب زبان سہیلی ہے شہزادی کی...... وہ تو میں پہلے ہی لفافے بنا کر گرتے میں رکھ لایا تھا ورنہ بڑی بے عزتی ہوتی۔"

"مگر یار...... اتنا زیادہ نیگ دینے کی کیا ضرورت تھی...... مجھے تو افسوس ہو رہا ہے...... تم نے خواہ

تخواہ پندرہ ہزار روپے خرچ کر دیے ورنہ تم اتنے دیا لو تو کبھی نہیں تھے۔'' صارم نے سنجیدہ سے لہجے میں کہا کہ اسے معلوم تھا کہ دس ہزار روپے ماہانہ کمانے والے شخص کے ساتھ ایسی رسموں سے اسے نقصان پہنچانا کسی طرح درست نہیں تھا۔

''یار اب تم میرے لیے اتنے بھی پریشان مت ہو کہ کوئی باولا تو ہوں نہیں...... کہ رسموں کے چکر میں اپنے پیسوں کو یوں آگ لگا دیتا...... میں نے وہ سارے نوٹ عید مبارک والے رکھے تھے۔'' نوید نے زیرِ لب مسکراہٹ داب کر کہا۔

''تو پھر دس دس روپے والے نوٹوں کے لیے بھی اتنے دکھی کیوں ہو رہے ہو......؟''

''میرے حساب سے پچاس روپے تو خواہ مخواہ میں گئے۔''

''ان بے چاریوں کو تو نیگ کا ایک پیسہ نہیں ملا کم از کم ان عید مبارک والے نوٹوں کے درمیان ایک پانچ سو کا اصلی نوٹ بھی رکھ دیتے۔''

''نہ بابا نہ...... میں چھوٹے خرچوں کی طرف دیکھوں یا بڑے خرچے کی جانب جو آنے سے پہلے ہی مجھے ہلا چکا ہے۔''

''میں سمجھا نہیں۔''

''شہزادی نے شادی اور ولیمے کے جوڑے اپنی پسند کے لیے ہیں اور اس کے پیسے اماں نے دیئے ہیں...... میں اماں کی باتیں سن رہا تھا کہ اتنے پیسوں میں تو پوری بری بن جاتی جتنے پیسوں میں شہزادی اپنے لیے دو جوڑے لائی ہے۔''

''کوئی بات نہیں...... دل بڑا رکھو...... لڑکیوں کے بھی تو شوق ہوتے ہیں۔'' صارم نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''ارے بھئی اگر ایسے شوق ہیں۔ تو اپنی اماں کے گھر پورے کرو...... مجھے کیا سمجھ لیا ہے...... کیا حاتم طائی ہوں......؟''

''گھر آ کر...... اسے اندازہ ہو جائے گا یوں بھی تم جب شہزادی کو سمجھاؤ گے تو وہ سمجھ جائے گی۔''

''کیا بات کر رہے ہو بھائی؟''

''کیوں...... کیا وہ تمہاری بات نہیں سمجھ گی......؟''

''شہزادی کو سمجھانا ایسا ہی ہے جیسے کسی ہاتھی کو رکشا میں بٹھانا۔''

''مجھے یقیناً ہے کہ تم اسے بہ آسانی رکشے میں بٹھا بھی دو گے بلکہ اسے خوشی خوشی اس میں سیر بھی کرا دو گے۔''

''یہ تو بعد میں پتا چلے گا۔ فی الحال تو کچھ معلوم نہیں کہ یہ شادی میرے لیے خوشیاں لاتی ہے یا پریشانیاں......''

☆======☆======☆

صارم کا پورا خیال تھا...... کہ ولیمے کی تقریب میں نوید کے منہ سے سوائے لطیفوں کے کچھ بھی برآمد

نہیں ہوگا...... وہ کسی بھی بات کا سرا کھینچے گا۔ وہ قہقہے کا پھول بن کر برآمد ہوگا۔

ولیمہ چونکہ رئیس منزل کے نیچے ہال میں تھا...... اس لیے صارم وقت مقررہ سے پہلے ہی چلا گیا کہ کسی کام میں ہاتھ بھی بٹا سکے مگر نوید تو ایسا چپ تھا کہ جیسے اس کے منہ پر کسی نے ڈھاٹا باندھ دیا ہو۔

''ارے بھئی، یہ بولتی کیوں بند ہو گئی ہے تمہاری......؟'' اسے مسلسل خاموش سا بیٹھا دیکھ کر صارم نے اس سے پوچھا۔

''میں سوچ رہا ہوں کہ اب کیا سوچنا چاہیے۔''

''کیا اس کے لیے بھی سوچ بچار کے انبار لگانے ہوں گے......؟''

''ہاں یار...... شہزادی تو بہت قابل ہیں میں تو کبھی سمجھ ہی نہیں سکا۔''

''چلو دیر آید درست آید......'' صارم نے کہا۔

''نہیں یار...... ان کی ذہانت کا تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔''

''تو ٹھیک ہے بلا مقابلہ ذہانت کا میڈل دے دو......!''

''یار سن تو سہی...... انہوں نے تو آتے ہی کہہ دیا۔ آپ کے گھر کی سیٹنگ تو بالکل ہی غلط سلط ہے۔''

''ظاہر ہے جہاں تم ہو گے تو اسے صحیح کہاں بھائی دے رہا ہوگا۔'' صارم نے پھر جملہ تاک کے مارا۔

''یہ بات نہیں، وہ ہمارے فلیٹ کی سیٹنگ کے بارے میں کہہ رہی تھی۔'' نوید نے جھنجلا کر کہا۔

''وہ اپنی خالہ کے پاس پہلی مرتبہ تھوڑی آئی تھیں پہلے کئی بار آ چکی تھیں...... اس وقت انہیں سب کچھ بالکل ٹھیک لگا۔''

''اپنے گھر کی ملکہ کے طور پر...... وہ پہلی بار آئی ہیں تو اس وقت کی نظریں علیحدہ ہی ہوں گی۔''

''ہاں، یہ بات تو بالکل صحیح ہے...... ملکہ کی حیثیت سے جب دیکھا ہوگا تو اس کی بات ہی اور ہو گی...... تو کیا فرمان کل جاری کیا ملکہ عالیہ نے......؟''

''فی الحال تو یہی کہ ڈرائنگ روم کو اماں کو کمرا بناؤ...... خالہ کے پاس ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے...... ان کا کمرا سب سے بڑا ہونا چاہیے...... آپ کے اکیلے دوست آئیں تو نیچے فلیٹ کے ہال میں بٹھائیں اور فیملی والے آئیں تو وہ اماں کے کمرے میں بیٹھیں۔''

''اور میں آؤں گا تو کہاں بیٹھوں گا......؟'' صارم نے پوچھا۔

''ٹی وی لاؤنج میں کہ تم اکیلے ہو اور نہ ہی تم دو کیلے ہو......!'' نوید نے ہنس کر کہا۔

''اماں کو ان کے کمرے سے بے دخل کرنے کا خوب اچھا بہانہ ہے۔'' صارم نے چھیڑا۔

''نہیں یار...... اماں کے سامان کے بارے میں کیا تم کیا جانو...... ڈرائنگ روم میں ان کا بیڈ ان کا تخت ان کی الماری ان کا پاندان ان کی فرشی دری، چاندنی سے جانے کے بعد بھی ان کا کمرا ویسے کا ویسا ہی بھرا ہوا ہے۔ پرانے سامان سے انہیں اس قدر الفت ہے کہ مجال ہے اسے اٹھا کر پھینک دیں...... آج سے

اٹھائیس سال پہلے کے اخبار میں میری پیدا ہوئی تصویر جس اخبار میں شائع ہوئی تھی اس کی بھی دس کاپیاں موجود ہیں...... وہ تصویر پیلی اور بدرنگ ہو کر میرے تو کیا میرے کسی محلے والے سے مشابہہ نہیں لگ رہی مگر اماں وہ اخبارات کبھی نہیں پھینک سکتیں۔"

"چل اب تجھے تو پھینک دیا...... ملکۂ عالیہ کے قدموں میں۔" صارم نے ہنس کر کہا۔

"نہیں یار...... وہ تو مجھے سرتاج کہتی ہیں......" نوید نے شرما کر کہا۔

اور صارم اس کی ادا دیکھ کر کھل کھلا کر ہنس پڑا۔ اس کے دوست میں کیسی تبدیلی آئی تھی اور کتنی جلدی۔

☆======☆======☆

"عریشہ میں تم سے بالکل سچ کہہ رہی ہوں...... میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ کیا کروں۔ جب سے تم نے میری آنکھیں کھولی ہیں...... مجھے ہر چیز غلط لگ رہی ہے۔"

"آج صبح امی نے ممانی کو بے وجہ ڈانٹا اگر وہ اپنی امی سے فون پر باتیں کرتے ہوئے ہنس رہی تھیں تو اس کا مطلب یہ کہاں سے ہوگیا کہ وہ ہم سب کا مذاق اُڑا رہی تھیں۔"

"دوپہر کو ماموں اپنی جاب سے آئے تو بے وجہ انہوں نے ممانی کی شکایتیں لگائیں کہ انہیں محلے میں گھومنے پھرنے کے سوا آتا ہی کیا ہے...... جب کہ ممانی، امی سے پوچھ کر پڑوسن کی بیٹی کی طبیعت پوچھنے گئی تھیں جو کئی دنوں سے بیمار تھی۔ اسکول سے آئیں...... تو اپنی اور ہیڈ مسٹریس کی لڑائیاں بیان کیں ان کا ہمیشہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہیڈ مسٹریس کو کچھ آتا جاتا نہیں ہے...... اور وہ ایجوکیشن آفس جا کر اس کی ایسی شکایت کریں گی کہ ان کا ٹرانسفر فوراً ہوجائے...... اور اپنے اس زعم کے باعث...... امی کا ہر دوسرے سال کہیں نہ کہیں ٹرانسفر ہو جاتا ہے۔ ہر ہیڈ مسٹریس اور دیگر اسٹاف غلط ہوتا ہے اور امی کی ہر بات صحیح ہوتی ہے۔" سارہ کہہ رہی تھی اور عریشہ چپ چاپ اس کی باتیں سن رہی تھی۔

"اپنی ماں کی وجہ سے اتنی بدگمان مت ہو دراصل ان کی محبت اتنی یک طرفہ ہوگئی ہے کہ اس کا نقصان تمہاری ذات کو پہنچنے لگا۔ یوں بھی جہاں بیٹی دی جاتی ہے وہاں مقابلے کا رشتہ نہیں ہوتا...... مگر تمہاری امی تو بے وجہ عدنان کی امی کو دبانے کی کوششیں کرنے لگیں۔ وہ تو سیدھی سادی خاتون تھیں اس لیے ان کی کڑوی کسیلی بھی سن لی...... ورنہ کوئی اور عورت ہوتی تو تمہاری ماں کی کھڑے کھڑے طبیعت صاف کردیتی۔"

"اب تم ہی بتاؤ ناں میں کیا کروں...... عدنان مجھ سے بات کرنا تو درکنار میری طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔"

"ظاہر ہے پوری رئیس منزل میں تم لوگوں نے انہیں بدنام کرنے میں کوئی کسر تو نہیں چھوڑ دی۔"

"ہاں...... مجھے اندازہ ہے کہ آنٹی کو بھی امی نے بہت برا بھلا کہا تھا......" وہ نادم سی بیٹھی اپنے ہاتھوں کی انگلیاں موڑے چلی جارہی تھی۔

عریشہ کا فلیٹ پہلے ان کے ہی فلور پر تھا...... اس کی بہن کی شادی وہیں رئیس منزل میں ہوئی تھی بہن کی عادت اس کے سسرال والوں کو اتنی اچھی لگی کہ بہن کے دیور سے عریشہ کی شادی ہوگئی...... یوں

دونوں بہنیں...... دیورانی اور جیٹھانی بن کر ایک ساتھ رہا کرتی تھیں۔ اس وقت سارہ، عریشہ کے گھر میں آزردہ سی بیٹھی تھی۔

"یوں کرو کہ تم عدنان کے پاس جا کر معافی مانگ لو اور آنٹی سے بھی...... وہ بہت اچھے لوگ ہیں۔ یقیناً تمہیں معاف کردیں گے اور معافی مانگنے سے کبھی کوئی چھوٹی نہیں ہوتا۔"

"میں اپنے اندر اتنی ہمت نہیں پارہی۔" وہ شرمندہ سے لہجے میں بولی۔

"معافی تو تمہیں مانگنی پڑے گی......" عریشہ نے کہا۔

"کوئی اور دوسرا طریقہ نہیں ہے۔"

"تم خط لکھ کر معافی مانگ لو...... جب عدنان گھر پر ہو تو اسے فون کر کے معذرت طلب کرلو......"

"ان کی آواز سن کر بھی مجھ سے کچھ بولا نہیں جائے گا۔ ہاں خط لکھ لیتی ہوں...... مگر خط بھی لکھنا مجھے کہاں آتا ہے؟ کیسے کہوں......؟ کیا لکھوں......؟ کبھی کسی کو خط ہی نہیں لکھا۔"

"تمہیں افسانہ لکھنے کو کس نے کہا ہے...... سیدھا سادہ خط لکھ دو...... جس میں اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرلو اور آئندہ کے لیے یہ وعدہ کہ اب تم سے ایسی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوگی۔" گھر آکر...... سارہ اپنے کمرے میں بند ہوگئی۔ ایک صفحہ لکھتی پھر اس کو پھاڑ دیتی...... دوسرا صفحہ لکھتی پھر اسے پھاڑ دیتی...... شام تک وہ نہ جانے کتنے صفحے لکھتی اور پھاڑتی گئی...... اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کاغذ بھی اینٹھ گیا ہو اور قلم اب سرکش گھوڑا بن گیا ہو جس نے اپنی راسیں کھینچ لی ہوں...... ہر لفظ ایسا ناراض تھا کہ پھول بن کر کاغذ پر خوشبو پھیلا ہی نہیں پارہا تھا۔

"اللہ...... میں کیا لکھوں......" اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے...... اسے یوں لگا...... جیسے وہ کبھی اپنے گھر جا ہی نہیں پائے گی...... اور عدنان سدا اس سے ناراض رہے گا۔ آنسو اس کی آنکھوں میں آگئے۔ تب اس نے کاغذ پر صرف اتنا لکھا۔

"عدنان......!

ساری غلطیاں میری ہیں...... جنہیں کبھی نہیں دہراؤں گی پلیز مجھے معاف کر دیں...... اور مجھے واپس اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے دیں...... ورنہ مجھے کچھ ہو جائے گا۔

آپ کی سارہ"

عدنان نے خط پڑھا اور گولا بنا کر پیپر باسکٹ میں اچھال دیا...... "ایکٹر کہیں کی......" اس نے زیر لب دہرایا۔

دو دن بعد اس نے پھر خط لکھا...... اور محلے کے بچے کے ہاتھ وہ لفافہ ٹھیک اس وقت بھجوایا جب عدنان آفس سے گھر آیا کرتا تھا۔

"عدنان......!

مجھے معلوم ہے کہ آپ مجھ سے بہت ناراض ہیں اور بات ناراض ہونے والی

بھی ہے مگر جب میں خود تسلیم کر رہی ہوں کہ ساری غلطیاں میری ہیں...... طاہرہ باجی
کے بچوں پر بہتان میں نے دھرے تھے آنٹی کی ہر سیدھی بات کو میں نے ٹیڑھا کر کے
دیکھا اور ان باتوں کی سزا بھی میں ہی پا رہی ہوں۔ تنہائی کی آگ میں جل رہی ہوں
آپ کے بغیر مجھے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا...... پلیز...... دیکھیں...... میں اپنے دونوں
ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوں...... آپ مجھے معاف کر دیجئے...... پلیز معاف کر دیجئے دیکھیے
میں نے اب اپنے کان بھی پکڑ لیے ہیں پلیز پلیز پلیز......

فقط آپ کی سارہ''

عدنان نے کھڑے کھڑے خط پڑھا اور گولہ بنا کر اچھالا...... تو پیپر باسکٹ میں جانے کے بجائے
امی کے پیر کے پاس آ کر گرا۔

''یہ کیا ہے؟'' انہوں نے حیرت سے بیٹے سے پوچھا۔

''سارہ کی مزید ادائیں ہیں۔'' وہ غصے سے بولا اور اپنے کمرے میں چلا گیا۔

امی نے وہ تڑا مڑا کاغذ اٹھایا اور کھول کر پڑھا تو ایک گہری سانس لے کر رہ گئیں۔ عدنان فریش ہو
کر چائے پینے کے لیے آیا تو وہ اس سے بولیں۔

''تم سارہ کو معاف کر دو...... اور اسے گھر لے آؤ۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں...... آپ جانتی ہیں کہ وہ لڑکی آفت کی پرکالہ ہے...... حرفوں سے بنی
ہے...... اسی لیے حرفوں سے کھیلنا بھی جانتی ہے...... امی وہ دراصل اپنے آپ کو فلم کی ہیروئن سے کم نہیں
سمجھتی۔ اس کا خیال ہے...... جیسے وہ سوچتی ہے...... ہر کام اسی انداز میں ہونا چاہئے......'' عدنان نے
تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

''بیٹا کیا تم اپنے آپ کو بہت ہی اعلیٰ و ارفع سمجھنے لگے ہو۔ جس سے کوئی غلطی ہی نہ ہوتی ہو......؟''

''مگر امی...... سارہ کی حرکتیں کیا معاف کر دینے کے قابل ہیں......؟''

''وہ کم عمر لڑکی ہے اگر اس سے غلطی ہو بھی گئی تو اب معاف کر دو...... اس کے ساتھ اپنی زندگی کو
بھی مزید کیوں خوار کرنا چاہتے ہو۔''

''میری زندگی کیوں خوار ہونے لگی......؟'' عدنان نے ماں کو حیرت سے دیکھا۔

''تمہاری بیوی تین ماہ سے گھر میں نہیں ہے...... تو کیا تمہیں اس کی کمی محسوس نہیں ہو رہی......؟''

''مجھے تو اس کے بغیر بے حد سکون مل رہا ہے۔''

''اگر تم ایسا کہہ رہے ہو تو جھوٹ بول رہے ہو...... میں تو سارہ کی ساس ہوں مجھے وہ یاد آتی ہے تو
تمہیں بھی آتی ہوگی......! اور جب اسے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے اسے معاف نہ
کیا جائے۔''

''تو کیا میں اسے یہ کہوں کہ ہاں آ جاؤ...... اور پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے بڑے ڈرامے
کرنا...... تاکہ سب کو پتا چلے کہ نچ گھرانے کس ٹائپ کے ہوتے ہیں...... صرف سارہ کے آفس میں فون

کر دینے کی وجہ سے میں آج تک اپنے باس سے نظر ملا کر بات نہیں کر پاتا۔''

''بیٹا جب زندگی کو آسان بنانے کے بارے میں سوچو تو ہمیشہ بری باتیں اور بری یادیں بھولنے کی
کوشش کرو...... تم اپنے آگے کا سوچو...... جو برا ہوا سو برا ہوا مگر اب مزید برا نہیں ہونا چاہئے۔''

''کیا آپ چاہتی ہیں کہ سارہ دوبارہ گھر واپس آ جائے......؟''

''ہاں، کیوں نہیں وہ تمہاری بیوی ہے......''

''اس کو ہم نے اپنے گھر سے اسے نکالا نہیں تھا...... وہ خود گئی ہے...... اس لیے خود ہی واپس
آ جائے۔'' عدنان نے کچھ سوچا...... اور اپنے کمرے میں جا کر سارہ کے موبائل پر فون کر کے کہا۔

''تم اس صورت میں واپس گھر آ سکتی ہو...... کہ نہ اپنی امی کے گھر جاؤ گی اور نہ ہی وہ ہمارے گھر
آئیں گی......'' اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی...... عدنان نے موبائل آف کر دیا۔ عدنان کی یہ بات سن کر سارہ
بے اختیار رونے لگی۔

''اور بھیجو خط اس منحوس شخص کو میں نے پہلے ہی منع کیا تھا کہ ایسے آدمی سے معافی نہیں مانگی جاتی جو
اس قابل نہ ہو...... تم نے معافی مانگ کر اپنی عزت گنوائی ہے......'' امی اس کو پیار تو کر رہی تھیں مگر اسے
بے بھاؤ کی بھی سنا رہی تھیں۔

''امی یہ بات نہیں ہے۔'' وہ سسکی لے کر بولی۔

''وہ کہہ رہے ہیں کہ میں تمہیں معاف اس شرط پر کروں گا کہ نہ تو تم اپنے میکے جاؤ گی اور نہ ہی
تمہارے میکے سے کوئی ہمارے گھر آئے گا۔''

''کیا اس نے تمہیں خریدا ہے...... مجھے تمہاری قیمت ادا کی ہے...... کیا تم اس گھرانے کی لونڈی
ہو...... جو وہ تمہیں اپنے حساب سے رکھے گا۔''

''مجھے خود نہیں معلوم کہ وہ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں مگر امی...... اگر آٹھ دس دنوں تک میں آپ کو نہ
دیکھوں...... تو میرا دل خود بخود گھبرانے لگتا ہے اور آنکھوں میں آنسو بے وجہ آنے لگتے ہیں۔''

''تم میری بات پر یقین نہیں کرتی ہو...... مگر عدنان بڑا ظالم شخص ہے وہ تم کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے۔
وہ چاہتا ہے کہ تم دنیا کو صرف اس کی آنکھوں سے دیکھو۔ میں اپنی نازوں سے پلی بیٹی کو اس جہنم میں کسی
صورت نہیں جھونک سکتی۔''

''امی...... اگر میں ان کی بات نہیں مانوں گی تو وہ پھر مجھے اپنے گھر آنے ہی نہیں دیں گے۔ تو کیا
یونہی آپ کے پاس رہوں گی۔''

''نہ آنے دیں...... تم کوئی مجھ پر بھاری تو نہیں ہو۔ تین ماہ میں نہیں تو تین سال میں ہی سہی مگر
عدنان صاحب کے مزاج ضرور ٹھیک ہو جائیں گے۔ آج جو اپنی اماں پر اترا رہے ہیں وہ ان شاء اللہ ان
سالوں میں ضرور مریں گی...... ایسا تو نہیں ہو سکتا ناں کہ ساری زندگی میری بچی کے سینے پر مونگ دلنے
کے لیے زندہ رہیں گی۔ ہماری بڑی چاچی کے ٹائپ کی ساس تھیں کہ ان کی چاروں بہوؤں نے انہیں
بدعائیں دیں ایک دن بیٹھے بیٹھے ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں۔'' اس کی ماں نے اپنی باتوں سے نئی راہ

بجھائی۔

''تو امی ...... کیا میں نہیں جاؤں ......؟'' سارہ نے لرزتے لبوں سے ماں سے پوچھا ...... اس کا دل چارہ رہا تھا کہ اس سے اس کی ماں یہ کہہ دے۔

''میری بچی تُو ...... فوراً اپنے گھر چلی جا۔ اگر وہ آنے کو منع کر رہا ہے تو رک جانا ...... میں شام کو گیلری میں کھڑی ہو جایا کروں گی تم جب باہر سے آیا کرو گی تو مجھے دیکھ لیا کرنا ...... جب عدنان آفس میں ہو گا اس وقت میں تم سے موبائل پر بات بھی کر لیا کروں گی۔ تو پھر اس کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے۔'' مگر ماں ...... کا ذہن تو کسی اور قسم کا تھا ...... اور مزاج میں لچک بالکل نہیں تھی۔ اسی لیے غصے سے بولیں۔

''بھاڑ میں جائے عدنان اور چولہے میں جلے اس کی ماں ...... تمہیں اپنی اور اپنی ماں کی ناک کٹا کر واپس اس گھر میں جانے کی بالکل ضرورت نہیں ہے جہاں پر تم پر ایسی پابندیاں لگائی جائیں گی جیسے تم ان کی غلام ہو ......! مجھے تو یہ بات کسی صورت گوارا نہیں ہے کہ میری بیٹی بے غیرت بن کر اپنی سسرال کا دروازہ کھٹکھٹائے ......''

''تو پھر میں یہیں رہوں ......'' سارہ ہونٹ کاٹتے ہوئے بولی۔

''ہاں ...... یہاں تم عزت سے بیٹھی ہو ...... ذلت کے دلدل میں گرنے سے بہتر ہے کہ یہیں بیٹھ کر زندگی گزار دو۔''

☆======☆======☆

رخسانہ بیگم کے بیٹے اپنی ماں کا بے حد خیال رکھا کرتے تھے اپنی شاپنگ سے زیادہ انہیں ماں کا خیال رہتا تھا ...... اور ان دنوں نعمان روزانہ ہی ماں کے لیے کبھی ساڑی کبھی شال اور کبھی پرفیوم لیے چلا آتا ...... اور ایک دن تو حد ہی ہو گئی ...... وہ درجن بھر ساڑیاں اٹھا لایا ...... تو وہ ہنس دیں۔

اور جس دن سلمان نے فون کر کے بتایا تھا ...... ''امی مجھے یہاں بہت اچھا گھر ملنے والا ہے ...... کمپنی کی جانب سے مراعات اتنی زیادہ ہیں کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں میں سال میں دو بار تو پاکستان آسکتا ہوں۔''

اسی دن ان کے دوسرے بیٹے نعمان نے انہیں بتایا۔ ''میں اپنے آفس کی طرف سے عارضی طور پر دبئی جا رہا ہوں ...... مگر یہاں سے امریکہ کی برانچ میں بھی جا سکتا ہوں ...... مگر اس کے لیے میری امی کو دعائیں مانگنا پڑیں گی۔''

''نعمان بیٹا ...... اب میں یہ دعائیں مانگوں کہ میرا دوسرا بیٹا بھی مجھے چھوڑ کر پردیس چلا جائے۔'' رخسانہ بیگم نے غصے سے بیٹے کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''امی ...... آپ مذاق نہ کریں ...... کیا آپ یہ نہیں چاہیں گی کہ آپ کے بچے کامیاب و کامران ہوں اور ترقی پر ترقیاں حاصل کریں۔''

''کیوں نہیں چاہوں گی ......؟''

''تو پھر آپ سب کو فخر سے بتائیے کہ میں کل دبئی جا رہا ہوں یہاں سے دگنی تنخواہ ملے گی مجھے۔''

''تم کل جا رہے ہو ...... اور آج مجھے بتا رہے ہو ...... کہیں تم مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے۔''

''امی آپ کو بھول جانے کی عادت ہے میں نے آپ کو بتایا تو تھا کہ اس مرتبہ دبئی فیسٹول میں، میں یقیناً وہاں ہوں گا اور میں تو مزید چار ماہ لیٹ جا رہا ہوں۔''

''پتا نہیں کس قسم کی باتیں کرتے ہو تم لوگ ......؟ تم نے اپنے جانے کے بارے میں تو نہیں بتایا تھا ...... فیسٹول میں تو دو سال پہلے میں بھی گئی تھی وہاں جانے اور مستقل رہنے میں تو فرق ہے ناں ......''

''مگر امی یہ تو آپ کے لیے فخر کی بات ہے کہ اب آپ کے دو بیٹے ملک سے باہر اعلیٰ پوسٹوں پر فائز ہوں گے۔'' نعمان نے ماں کے گلے میں بازو حمائل کرتے ہوئے کہا۔

''میرا تو دل یہ سوچ کر ہی ہول رہا ہے کہ تم مجھ سے دور چلے جاؤ گے، میں اس پر کیا فخر کروں؟'' رخسانہ بیگم نے تنک آمیز لہجے میں کہا۔

''امی ...... آپ ہمارے خاندان کی اے ون پرسنالٹی ہیں ...... آپ جیسی خوب صورتی، آپ جیسی ذہانت آپ جیسی قسمت کس کی ہے۔ جس جگہ جاتی ہیں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں ...... شادی بیاہ کی تقریب میں ہر میزبان کی یہ دلی خواہش ہوتی ہے کہ سب سے پہلے شگن کی رسم آپ کے ہاتھوں سے ہو اور پھر اولاد کے معاملے میں آپ سے زیادہ کون بختاور ہو گا ...... لوگ باہر جانے کو ترستے ہیں ایجنٹوں کو لاکھوں روپے دے کر بھی نہیں جا پاتے۔ اپنے خاندان میں ثریا بھابی کے میاں کو دیکھ لیں بے چارے کتنی کوششیں کر چکے ہیں ...... مگر نہیں جا پائے۔ ہمارے کزن سکندر بھائی کو تو اسٹوڈنٹ ویزا تک نہیں ملا۔ سلمیٰ آنٹی کے بھائی بھی بے شمار مرتبہ خوار ہوئے ہیں اور جو دو چار گئے ہیں تو اتنی معمولی نوکریاں کر رہے ہیں کہ نہ فیملی رکھ سکتے ہیں نہ بار بار پاکستان آسکتے ہیں۔ میں تو سرکاری ٹور بھی نکالنا چاہوں تو ہر دوسرے مہینے آسکتا ہوں۔ پھر دبئی دور ہی کتنا ہے ...... کراچی سے اسلام آباد کی فلائٹ زیادہ لمبی ہے دبئی زیادہ قریب ہے ...... ڈیڑھ گھنٹے، لوگ تو ہفتے میں دو بار دبئی آیا جایا کرتے ہیں۔'' نعمان انہیں سمجھا رہا تھا ...... اور وہ خالی الذہن سی اس کی باتیں سن رہی تھیں۔

''بیگم آپ کو تو یہ سوچنا چاہیے اب آپ دبئی کے بنے ہوئے جدید ترین ڈیزائن کے زیورات پہنیں گی وہاں کی خوبصورت ساڑیاں کپڑے آپ کو مزید منفرد بنا دیں گے ......'' ان کے میاں نے ان کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔

''ہاں یہ تو بہت اچھی بات ہے، میں کافی دنوں سے چوڑیاں لینے کا سوچ رہی تھی ...... خیر تم سوا دو نمبر کی نئے ڈیزائن کی چوڑیوں کا سیٹ لے کر بھیج دینا ...... اور اچھی سی چین ...... کہ ساڑی کے ساتھ نئے نئے ڈیزائنوں کی چین اچھی لگتی ہے گو میرے پاس کافی ہیں مگر وہ سب لوگوں نے دیکھ لی ہیں اور بار بار پہننے کی وجہ سے مجھے اچھا نہیں لگتا۔''

''امی ...... آپ تو بس حکم کیا کیجیے گا کہ آپ کو کیا چاہیے ...... آپ کا بیٹا باہر اسی وجہ سے تو جا رہا ہے کہ اپنی ماں کے پاس سونے کے جدید ترین اسٹاک کے ڈھیر لگا دے گا۔''

"اس نہج پر تو میں نے واقعی نہیں سوچا......" سارے تفکرات ان کے ذہن سے خارج ہو گئے تھے اور اب وہ مسکرا رہی تھیں۔

چند لمحے پہلے ان کے دل میں جو خیال آیا تھا کہ وہ کہیں کسی کی بددعا کے اثر میں تو نہیں آ گئیں...... وہ بھی ختم ہو گیا تھا۔

"امی دو ویک کے بعد آپ میرے پاس آ جائیں پاپا کے ساتھ اپنی پسند سے اپنے لیے جیولری اور کاسمیٹکس خود خرید لیجئے گا اگر میں نے کوئی بھونڈا ڈیزائن پسند کر لیا تو آپ کو مزہ نہیں آئے گا۔"

"ہاں...... یہ ٹھیک ہے...... پندرہ دن کے بعد ہم لوگ تمہارے پاس دبئی آتے ہیں۔"

"امی آپ کو وہاں اتنا اچھا لگے گا کہ پاکستان واپس آنے کو دل نہیں چاہے گا۔"

"یہ بات نہیں ہے بیٹا...... پاکستان میں آکر ایسا لگتا ہے جیسے اپنے گھر میں آ گئے...... باہر کتنا گھوم پھر لیں مگر سکون اور طمانیت اپنے گھر آکر ہی ہوتی ہے۔"

"چلیں اب آپ میری اٹیچی بناتے ہوئے اپنے بیگ بھی تیار کرنا شروع کر دیں۔" اور رخسانہ بیگم واقعی دبئی کی تیاریوں میں اتنی مگن ہوئیں کہ بیٹے کے جانے کا ملال بھی جاتا رہا۔

اور جب وہ لوگ پندرہ دن بیٹے کے پاس دبئی رہ کر آئے تو ان کا کام یہی رہ گیا تھا ہر شام نئی ساڑی کے ساتھ اس کی میچنگ جیولری پہن کر کہیں نہ کہیں گھوما جائے ان کے میاں نے تو ہنس کر روزانہ ان سے یہ پوچھنا شروع کر دیا تھا۔

"رخسانہ آج شام کو کس کو جلانے جاؤ گی......؟" تو رخسانہ کھلکھلا کر ہنس دیتیں اور کہتیں۔

"میں یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں کہ سب میرے کپڑے اور زیور دیکھ کر جلتے ہیں۔"

"پھر تم اپنی نظر اتار کر جایا کرو......" میاں جی ان کو مزید چڑھاتے...... ان کی خانگی زندگی کی کامیابی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ ان کے میاں ان کے ہم خیال تھے جو وہ کہتیں وہ اسی کو سوفی صد صحیح سمجھا کرتے تھے۔

"ہاں...... کاجل کا تل کان کے پیچھے لگا کر جاتی ہوں۔" وہ ہنس کر بولی تھیں...... تو وہ بھی تائیدی ہنسی ہنس دیے تھے...... جیسے اس کے سوائی کوئی چارا ہی نہ ہو۔

☆======☆======☆

عائشہ چپ تھی اس نے اپنی سسکیاں اپنے اندر ہی گھوٹ لی تھیں۔ دس دن بعد کے تیز گام کے ٹکٹ بھی آ گئے تھے...... جب اسے تنویر کے ساتھ جانا تھا۔

"میں کسی بھی بہانے بچے کو اپنے سے الگ نہیں کروں گی۔" یہ اس نے سوچ لیا تھا۔

تنویر اگر اپنی گود میں لے کر بچے کو پیار بھی کرتا تو وہ سارے کام چھوڑ کر کسی بہانے سے کمرے میں آ جاتی۔ اسے یہاں تک خوف نے آ دبوچا تھا کہ کہیں اسی گھر سے اس کے لاڈلے کو غائب نہ کر دیا جائے۔ رات کو سوتی تو اس طرح کہ بچے کے کروٹ بدلنے پر فوراً اٹھ کر بیٹھ جاتی۔

ماؤں کے دل میں اولاد کی محبت کتنی گہری ہوتی ہے یہ بات نہ کوئی سوچ سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے

چھوٹا سا عبداللہ اسے اپنی جان سے زیادہ پیارا تھا...... اور اس کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھی۔

صنوبر خاموش سی ہو گئی تھی...... اس کا شیطان دماغ مزید ترکیبیں سوچ رہا تھا...... وہ عائشہ سے قصداً کوئی بات نہیں کر رہی تھی۔ اگر وہ کوئی بات بھی کرتی تو جواب دیے بغیر وہاں سے ایسے اٹھ جاتی جیسے اس نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ ہاں چاچی...... کی صلواتیں جاری و ساری تھیں۔

وہ بار بار اسے بتا رہی تھیں...... "وٹہ سٹہ ختم ہو گیا ہے جب تمہارے بھائی نے دوسری شادی کر لی ہے تو ہمارے بیٹے کو بھی فراغت چاہئے۔ ایسا تھوڑی ہوتا ہے کہ ایک لڑکی ہنسے اور دوسری روئے۔ وٹے سٹے کا تو مطلب ہی یہی ہوتا ہے کہ جو تم کرو گے وہ ہم کریں گے۔"

عائشہ کے پاس ان کسی بات کا جواب نہیں تھا۔ سو وہ خاموش تھی۔ اس کی پوری توجہ تنویر کی جانب تھی...... کہ وہ جو اس کا بچہ چھین کر اپنے ساتھ لے جانے والا تھا۔

ایک شب تنویر گھر سے باہر تھا اور وہ نماز پڑھ کر سجدے میں گری تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی...... اور اس کے لبوں پر صرف یہی دعا تھی...... "یارب العالمین میرا بچہ میرے پاس رہے...... اور اس کو کوئی مجھ سے الگ نہ کر سکے۔"

ابھی اس نے سجدے سے اپنا سر نہیں اٹھایا تھا کہ تنویر نے اس کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ وہ تڑپ کر اٹھ بیٹھی اور سرخ متورم آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

"تم نے شاید یہ سن لیا ہے کہ میں عبداللہ کو تم سے چھین لوں گا۔"

وہ خوف زدہ سی ہو گئی...... شاید اب تنویر اپنا اپنا پروگرام تبدیل کر دے۔

"نہیں، نہیں میں نے کچھ نہیں سنا۔"

"عائشہ...... مجھے معاف کر دو...... میں اپنی بہن کی خوشنودی کے لیے ایسے جملے ماں سے ضرور کہہ بیٹھا تھا...... مگر ان پر میں کبھی عمل پیرا نہیں ہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ تم عبداللہ کے بغیر نہیں رہ سکتیں...... مگر تم یہ نہیں جانتیں کہ میں بھی تمہارے بغیر نہیں رہ پاؤں گا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ تمہیں اور عبداللہ کو کراچی چھوڑ دوں گا...... اور دفتر کے کام کے بہانے سے کراچی آتا جاتا رہوں گا کہ یہاں تو امی تمہیں ہرگز نہیں رہنے دیں گی۔"

"تنویر...... تم بتاؤ میں کیا کروں...... وسیم نے خوباں سے شادی کر لی ہے ایسا میں نے یا میرے گھرانے نے تو ہرگز نہیں چاہا تھا...... میں بھی تو مجبور ہوں ناں...... صنوبر کی شادی پہلے ہی مسئلہ بنی ہوئی تھی اور اب تو اس سے کوئی بھی شادی کے لیے تیار نہیں ہوگا۔ چاچی کہہ رہی تھیں کہ وہ آپ کے ساتھ وٹہ سٹہ کر کے صنوبر کی شادی کریں گی۔"

"ہاں، امی کی نظر میں یہی واحد حل ہے...... تمہارے چھوٹے بھائی سے تو وہ کسی صورت راضی نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ دوسری شادی کر لیں گے؟"

"تم بتاؤ...... کہ میں کیا کروں؟"

''ٹھیک ہے آپ دوسری شادی کرلیں ......مگر مجھ سے میرے عبداللہ کو کبھی نہ چھینئے گا۔''

''مجھے معلوم نہیں کہ میں کیا کروں گا مگر فی الحال تو میں تمہیں اور عبداللہ کو گھر پہنچا کر آتا ہوں۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ بے شک تم سے دور ہوں گا مگر دل سے کبھی نہیں۔''

''اس کا مطلب یہی ہے ناں...... کہ آپ کے ساتھ رہنے کے یہ صرف چار دن ہیں اس کے بعد میری زندگی سیاہ رات میں تبدیل ہو جائے گی۔''

''تمہاری زندگی سیاہ رات میں تبدیل ہو جائے گی...... یا میری زندگی ہی ختم ہو جائے گی......'' وہ ایک گہری سانس لے کر خاموش ہو گیا۔

کس وقت کی بات کس وقت پوری ہو جائے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

اگلے دن آفس سے آتے وقت......تنویر ایک تیز رفتار چیختے چلاتے ٹرک کے نیچے ایسا آیا کہ لمحہ بھر میں ختم ہو گیا......! اور عائشہ کو سکتہ سا ہو گیا۔

☆======☆======☆

بارش موسلا دھار ہو رہی تھی...... بچے سڑک پر خوب شور مچاتے ہوئے بارش میں نہا رہے تھے...... عائشہ اپنے کمرے میں ساکت سی بیٹھی تھی۔ کھڑکی کے شیشے پر بارش کا پانی یوں پھسل رہا تھا جیسے کسی کے تواتر سے آنسو بہہ رہے ہوں...... چالیسویں میں آنے والے مہمان جا چکے تھے...... امی ابو اور نعیم بھی جا چکے تھے...... عائشہ ان دنوں عدت میں تھی۔

چاچی اور صنوبر غم زدہ تو تھیں...... مگر اس سے وہ بالکل بات نہیں کر رہی تھیں۔

عائشہ کو یوں لگتا جیسے تنویر کی موت کی ذمے دار وہ ہو......!

''میرے بیٹے نے ابھی دیکھا ہی کیا تھا...... کہ وہ دنیا سے چلا بھی گیا......'' چاچی روزانہ آہ بھر کے کہتیں......تب وہ سوچتی...... کہ اس نے تو اتنا زیادہ دیکھ لیا تھا کہ تنویر کے بجائے اسے چلے جانا چاہیے تھا......لوگوں کے اصلی چہرے......زبان کے ہنٹر...... چہرے کے تناؤ وہ یہ سب ہی کچھ تو سہہ چکی تھی۔

تنویر اسے کیوں چھوڑ گیا......؟ یہ نکتہ وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی......اسے تنویر کی موت کا یقین بھی نہیں آتا تھا......اسے یوں لگتا کہ جیسے وہ اسے مسائل کے انبار میں دھکیل کر کہیں چھپ گیا ہو......تنویر کے یوں یک دم چلے جانے سے......اس کے لیے مسائل کی نوعیت اب کیا ہو گی......اس کا دماغ اس نہج کی جانب آ ہی نہیں پا رہا تھا۔

ایک شب وہ ہنستے کھلکھلاتے بچے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی...... کہ صنوبر کسی طوفان کی طرح اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔

''ہاں، ہاں...... ہماری حالت پر جتنا جشن منانا چاہو منا لو......!''

''میں جشن منا رہی ہوں......؟'' اس کا رواں رواں سوالیہ تھا۔

''ہاں، ہاں کمرے میں بیٹھی بے وجہ تو نہیں ہنس رہی تھیں۔ تم ہماری حالت پر ہنس رہی رہو......'' وہ یوں دہاڑ کر بول رہی تھی جیسے کوئی نفسیاتی مریضہ ہو۔

عائشہ خوف زدہ سی اسے دیکھنے لگی......تمام لفظ اس کے حلق میں گولے کی طرح اٹک سے گئے...... اسے یوں لگا جیسے اس کی زبان میں سکت ہی نہ رہی ہو کہ وہ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکے۔

''عائشہ بیگم......تمہاری قسمت واقعی اچھی ہے......'' وہ انتہائی نفرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میں جو بائیس سال کی عمر میں بیوگی کی چادر اوڑھے بیٹھی ہوں کیا بہت قسمت والی ہوں......" یہ سوچ اس کے ذہن میں آئی...... مگر ہونٹوں پر تو تالے پڑے ہوئے تھے...... "میرا بھائی تو تمہاری چٹیا پکڑ کر گھر سے نکالنے والا تھا...... خیر جانا تو تھا ہی...... مگر اب عزت سے جانا ہوگا...... اس لیے کل صبح یہاں سے دفع ہو جانا۔ شام تک مجھے تمہاری صورت اس گھر میں نظر نہ آئے......"

"مگر صنوبر...... میں...... میں تو...... ان دنوں عدت میں ہوں...... گھر سے باہر کیسے نکلوں گی......!" وہ اٹک اٹک کر بولی۔

"مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم کیا سوچ رہی ہو اور کیا کرنا چاہتی ہو۔"

"میرا بھائی تم سے شادی کرنے کی وجہ سے اس دنیا سے ہی کوچ کر گیا...... اب تمہیں برداشت کرنا ہمارے لیے بہت مشکل ہے...... تم یہاں سے جتنی جلدی جا سکتی ہو چلی جاؤ...... ائرپورٹ فون کر کے پوچھ لو...... کون کون سی فلائٹس کراچی جانے والی ہیں...... اور جس میں بھی جگہ ملے پہلی فرصت میں روانہ ہو جاؤ......!"

عائشہ گھر آئی تو اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا...... امی نے گھر کا سب سے بڑا کمرا اس کو دیا...... جس میں اس کا اور اس کے بچے کا سامان رکھا گیا...... ابو نے اس کمرے میں ایل سی ڈی لگوا دیا کہ اس کا ذہن بٹا رہے...... چھوٹی بہن ہمہ وقت اس کے پاس بیٹھی رہتی چھوٹا بھائی اپنی جاب سے آتا تو بھانجے کو گود میں لے کر گھومتا رہتا۔

اپنے گھر میں آکر اسے سکون تو ضرور ملا تھا...... مگر اپنی خانگی کا دکھ اسے تنہائی میں پہروں رلاتا۔

اس کی زندگی کا یہ باب کتنی جلدی ختم ہو گیا تھا......!

خوشیاں اور سکھ...... صرف گھنٹوں کی صورت میں اس کی زندگی میں آئے تھے۔

شادی کے بعد لڑائی، ہنگامہ...... چق چق...... پٹ پٹ کے سوا اس نے دیکھا ہی کیا تھا۔

"کیا وٹے سٹے کی شادیاں اس قدر تکلیف دہ ہوا کرتی ہیں......؟"

"اگر ایسا ہے...... تو ایسی شادیاں ہرگز نہیں ہونی چاہئیں بے شک بیٹی بن بیاہی اپنے میکے میں بیٹھی رہے...... وہ اچھا ہے......" اس کے ساتھ کی سہیلیوں کی ابھی شادی تو کیا منگنی بھی نہیں ہوئی تھی...... اور اس کی زندگی کا نیا سفر چند قدم چلنے کے بعد ختم بھی ہو گیا تھا۔

"کیا اس کی منزل یہی ہے کہ اپنا بچہ اپنے میکے میں بیٹھ کر پالے۔"

چھوٹا سا معصوم بچہ جس کو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ اس کے سر سے باپ کا سایہ ہٹ گیا ہے...... اپنے بچے کی بدنصیبی پر اس کا دل پارہ پارہ تھا۔

"اللہ تعالیٰ تُو مجھے ہمت دینا...... کہ میں زندگی کی تمام مشکلات کو بہ آسانی حل کر سکوں......"

سجدے میں سر لگا کر جب وہ روتی تو یہی دعا مانگا کرتی۔

گھر کے سب لوگ اپنی جانب سے حتی المقدور یہ کوشش کر رہے تھے کہ عائشہ اپنے گھر میں پہلے والی عائشہ بن کر رہے...... مگر اس کے لبوں سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔

وہ کسی سے بات بھی کرتی تو دماغ کہیں اور ہوتا، پریشانیاں اسے اپنے گھیرے میں لے لیتیں۔

"میرے ساتھ ایسا اس لیے ہوا کہ میں بدنصیب تھی۔ وگرنہ......!"

محبت ہم سفر میری اگر ہوتی تو ممکن تھا
تسلسل زیست کی خاطر نئے کچھ خواب بُن لیتے
دیا ہوتا کبھی لفظوں کا پیراہن محبت کو
کبھی کچھ خود کہا ہوتا...... کبھی کچھ مجھ سے سن لیتے

محبت کا ساتھ جنہیں ملتا ہے...... وہ بڑے قسمت والے ہوتے ہیں مگر میری زندگی تو سمجھوتوں میں ہی بیت گئی......!

یہ تک پتا نہیں چلا کہ کب خوشیاں طلوع ہوتی ہیں...... اور کب ان پر عروج آیا کرتا ہے۔

عائشہ جب بھی تنہا ہوتی اپنے آپ سے باتیں کرتی رہتی...... اور آنسو اس کے رخساروں پر بہتے رہتے۔

میکے آنے کے باوجود بھی اس کے دل کو قرار نہیں آ رہا تھا۔

دوسری جانب اس کا بھائی وسیم، خوباں کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہا تھا۔

بہن کے بیوہ ہونے کا سن کر اسے صدمہ بھی ہوا تھا اور اس کا دل افسردہ سا بھی ہو گیا...... اس کا دل بھی چاہا تھا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر اپنی بہن کے پاس جائے اسے دلا سا دے اور اس سے کہے کہ وہ ہمیشہ اس کا بے حد خیال رکھے گا...... زندگی کے کسی موڑ پر اسے تنویر کی جدائی کا احساس نہیں ہوگا۔

مگر خوباں نے اسے پاکستان جانے کے بجائے یہ مشورہ دیا۔ "تم عائشہ کو پچیس ہزار روپے بھیج دو...... تمہیں دیکھ کر وہ اتنی خوش نہیں ہوگی جتنی کہ پیسوں کو دیکھ کر ہوگی۔ پاکستان میں پچیس ہزار روپے کوئی معمولی رقم نہیں ہوتی...... اس رقم سے لوگ اپنا گھر چلاتے ہیں...... اس کا چھوٹا بچہ ہے...... ان پیسوں سے وہ اپنے بچے کے لیے کچھ سامان ہی خرید لے گی۔"

وسیم کے ذہن میں خوباں کی یہ بات بخوبی سمجھ میں آگئی اور اس نے اپنے جانے کا پروگرام کینسل کر کے بہن کو پیسے بھجوا دیے۔

"بیوہ ہو گئی ہوں میں...... اب ہر طرف سے ایسے عطیات موصول ہوں گے......" عائشہ کو جب ماں نے وسیم کی طرف سے آئے ہوئے پیسے دیے...... تو اس کے دل میں یہی خیال آیا۔

جس بھائی کی وجہ سے اس کی شادی شدہ زندگی میں ہمیشہ پریشانیاں لاحق رہیں...... اس نے بہن کے پاس آ کر دلا سا دینا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔

خوباں کو جلد ہی یہ اندازہ ہو گیا تھا...... کہ وسیم سیدھا سادہ ہے اس کی طبیعت میں مکاری اور چالبازی دور دور تک نہیں ہے...... اس لیے وہ اسے بہ آسانی اپنی انگلیوں پر نچا رہی تھی۔

وسیم کی ساری تنخواہ اپنے پاس رکھنی شروع کر دی تھی۔ وسیم کو جو پیسے اپنی ماں کو بھیجنے ہوتے...... وہ بار بار مانگنے پر...... وہ کم سے کم پیسے دینے کو تیار ہوتی۔

عائشہ کو اس نے پچیس ہزار بھجوانے کے بعد...... وسیم کی ماں کو دو ماہ تک کوئی رقم نہیں بھیجنے دی تھی......!

''سنئے آپ کوئی اکلوتے بیٹے تو نہیں ہیں...... جس کی ذمے داری اپنے پورے خاندان کی ہوتی ہے۔ابھی ماشاء اللہ آپ کے والد صاحب بھی حیات ہیں، اچھا خاصا کماتے ہیں چھوٹا بھائی بھی کہیں جاب کر رہا ہے...... اپنا مکان ہے کوئی کرایہ بھی کہیں نہیں دینا پڑتا۔''

''دبئی کے بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ پیسے درختوں پر اُگتے ہیں اور یہاں کے لوگوں کے خرچے نہیں ہوتے...... اب کسی کو یہ نہیں معلوم کہ دبئی کا طرز رہائش کراچی کے مقابلے میں زیادہ مہنگا پڑتا ہے...... جتنا بھی کمالو...... بچت نہیں ہوتی ہے......''

''وہ تو ہم اپنے بھائی کے مکان میں فری میں رہتے ہیں اگر یہاں کرایے پر رہتے تو لگ پتا جاتا......!''

وسیم کے پاس سوائے اثبات میں سر ہلانے کے کیا تھا۔

ایک سی اے لڑکا جو ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی جاب کر رہا تھا...... جس کی سیلری لاکھوں میں تھی...... اب اس کی بیوی اس کی ساری رقم ہتھیا کر...... اسے یہ باور کرا رہی تھی...... کہ تمہارے پیسوں میں بچت نہیں ہوسکتی اور نہ ہی وہ اتنی زیادہ ہے کہ کسی کو دی جاسکے۔

اس کے بعد...... وہ وسیم کے ساتھ جا کر اپنے لیے میچنگ جیولری خرید لائی تھی۔

اور اس کے بے وقوف شوہر نے اس سے ایک بار بھی یہ نہیں پوچھا تھا کہ میرے پیسے...... جب میرے والدین کو بھیجے جائیں تو وہ ختم ہو جاتے ہیں اور اب جب تمہاری خریداری پر اٹھیں...... تو وہ جائز جگہ خرچ ہوتے ہیں...... کیا والدین کا درجہ بیوی سے کم ہو جاتا ہے......؟ مگر اب اس کے دل کی باتیں ہونٹوں پر آ کر منجمد سی ہو جاتی تھیں۔

نہ جانے کیوں اور کیسے......؟

☆======☆======☆

''اب تو وقت کو پر لگ گئے ہیں...... ابھی تو اتوار گزرا تھا دو چار دن کے بعد پھر آ گیا۔وقت کیسے ہوا کی طرح گزر رہا ہے...... چند دن پہلے جولائی تھا...... اب دیکھو اگست بھی آدھا ہو گیا ہے۔''

سارہ کی امی اپنی کسی پڑوسن سے باتیں بنا رہی تھیں اور سارہ سوچ رہی تھی کہ اس کو تو وقت کا گزارنا محال لگ رہا ہے اسے تو یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہو۔

''کتنی مشکلوں سے دن گزرتا ہے...... ہر آہٹ پر یہی گمان ہوتا ہے کہ عدنان آئے گا اور کہے گا...... جو ہوا سو ہوا پرانی باتیں میں بھول گیا ہوں...... چلو اپنے گھر چلو...... جہاں خوشیاں ہمارا انتظار کر رہی ہیں۔''

مگر دن...... سفاکی سے گزر جاتا...... اور عدنان لمحے بھر کے لیے نہ آتا...... اور نہ ہی موبائل پر کوئی رابطہ رکھتا۔

''امی تو کہتی تھیں کہ شوہر اپنی بیوی کے بغیر نہیں رہ پاتے...... اگر بیوی ناراض ہو جائے تو وہ جلد از جلد منا لیتے ہیں...... مگر وہ کسی صورت اپنا غصہ کم نہیں کر رہا تھا...... اس کا معافی نامہ پڑھ کر...... جب اس نے بات کی تھی تو وہ بھی جلالی سے لہجے میں کی تھی......

عدنان کے دل میں اس کے لیے شاید محبت تھی ہی نہیں......!

یا وہ اس کو اپنے گھر میں بسانا نہیں چاہتا......!

امی چاہتی تھیں...... کہ وہ پہلے کی طرح سے بولے...... کھائے پیئے...... اپنی چھوٹی بہن تارہ سے ہنسی مذاق کرے مگر وہ تو چہرے پر غم اور دکھ سجائے بیٹھی رہتیں۔

''سارہ کھانا کھالو......'' وہ مشینی انداز میں کھالیتی۔

''سارہ سوجاؤ......'' وہ بستر پر لیٹ جاتی...... بظاہر آنکھیں بھی بند کر لیتی...... مگر بند آنکھوں سے بھی اسے ہر وہ منظر دکھائی دیتا جو اس سے چھن چکا تھا۔

ایک شام عریشہ اس سے ملنے آئی...... تو وہ گم صم سی بیٹھی تھی...... عریشہ سوال کچھ کر رہی تھی اور وہ جواب کچھ اور ہی دے رہی تھی۔

''کیا تم بیمار ہو......؟'' عریشہ نے پوچھا۔

''ارے بیٹا عائشہ، بیمار تو اپنے سسرال میں تھی جن کے ہاں کھانا تک ڈھنگ کا نہیں پکتا تھا...... اب بتاؤ...... روزانہ دوپہر کو دال، سبزی کھا کھا کر میری بچی کا دماغ خراب نہیں ہوگا کیا...... ساس ایک نمبر کی ہڈ حرام نہ کبھی کوفتے پکا کر کھلائے اور نہ ہی مسالے والی بریانی...... ان لوگوں کے ہاں ہمیشہ پلاؤ پکتا ہے...... ابلے ہوئے گوشت میں چاول ڈال کر دم دے دیا...... نہ محنت نہ شوق...... بدمزے کھانے کھا کھا میری بچی تو بیمار ہوگئی تھی۔اب تو روزانہ اس کی پسند کے کھانے پکاتی ہوں...... تاکہ وہ مزے سے پیٹ بھر کے کھانا تو کھا سکے۔'' سارہ کی امی نخوت بھرے لہجے میں عریشہ کو سنا رہی تھیں۔

''مگر آنٹی...... سارہ جب سے آپ کے پاس آئی ہے...... پہلے سے کمزور ہوگئی ہے...... اور چہرے کی رونق اور خوشی بھی دکھائی نہیں دے رہی......!''

''وہ تو اس لیے ہے کہ اس کی ساس اس کے اوپر کچھ عمل کروا رہی ہوگی...... اس لیے تو میری بچی بجھی بجھی سی ہے۔''

''معاف کیجئے گا آنٹی...... انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ الٹے سیدھے دھندوں میں الجھ کر اپنا وقت گنوائیں اگر انہیں سارہ سے چھٹکارا چاہئے...... تو وہ بہ آسانی اسے طلاق دلا سکتی ہیں...... دو منٹ میں قصہ ختم ہو جائے گا۔''

''طلاق دینا آسان نہیں ہوتا...... ہر طرف سے تھو تھو ہو جاتی ہے...... عدنان اس کو کبھی طلاق نہیں دے گا۔اصل میں اس کی ماں تیز عورت ہے اس کی وجہ سے یہ بدمزگیاں چل رہی ہیں...... جب تک وہ زندہ رہیں گی...... ایسے معاملات تو چلتے رہیں گے۔'' تمباکو کا پھنکا مارتے ہوئے سارہ کی امی چنتے ہوئے بولیں۔

''آنٹی اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ اس گھرانے کے لڑکوں کو اپنی بیٹیاں دینی چاہئیں جہاں ساس مر چکی ہوں یا کم از کم مرنے والی ہوں یا دو چار خطرناک بیماریوں نے اسے گھیر رکھا ہو......''

''یہ کلیہ تو بری ساسوں کے لیے ہے...... اچھی ساس کی کیا بات ہے...... اس کے دم سے تو بہو گھر کی رانی بن جاتی ہے۔''

''اب اچھی ساس کی کیٹگری تو خاصی مشکل ہو گئی...... ہر شخص کو اپنے حساب اور اپنی ضرورت کی خوبیاں چاہئیں جو ساس کی ذات میں مزین ہوں......'' عریشہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''ظاہر ہے کہ اچھے لوگ تو مشکل سے ہی نظر آتے ہیں مگر ہوتے تو ہیں ناں...... اور پھر دوسری خاص بات اور......!''

''آنٹی کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ خود اچھی بیوی اور اچھی بہو بن کر رہا جائے...... جسے بری ساس بھی قبول کر لے......'' عریشہ نے سارہ کی ماں کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''اچھی بہو بننا کوئی آسان ہے بھلا...... انسان پریشان ہو جاتا ہے...... مگر پھر بھی کوئی خوش نہیں ہوتا...... سسرال والوں کو خوش رکھنا دنیا کا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔''

''آنٹی ناممکن تو نہیں...... آج بھی اچھی بہوؤں کے گن گائے جاتے ہیں...... محفلوں میں بیٹھی بہت سی خواتین یہ کہتی نظر آتی ہیں کہ ان کی بہوئیں ان کی بیٹیوں جیسی ہیں......!''

''بھئی ہم تو نہ جھوٹی باتیں کرتے ہیں اور نہ سنتے ہیں اگر کوئی بات کرتا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی جھوٹا نہیں...... کوئی ساس اپنی بہو کو اپنی بیٹی کے برابر چاہ ہی نہیں سکتی......''

''اگر میں آپ کی بات صحیح بھی مان لوں...... تو ایسی صورت میں کسی بہو کو بھی کسی سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔''

''اب ان باتوں کا کیا رونا...... ہماری بچی سکون سے اپنے گھر میں بیٹھی ہے...... ان کا دل چاہے تو شرافت سے آ کر لے جائیں اور بھئی نہ دل چاہے تو وہ اپنے گھر بھلے ہم اپنے گھر...... ان کے لڑکے کے لیے اگر لڑکیوں کی کمی نہیں ہے تو ہماری لڑکی کو بھی کوئی مل جائے گا...... ابھی عمر ہی کیا ہے اس کی...... بائیس کی بھی نہیں ہوئی...... اس کی بہت سی کلاس فیلوز کی تو ابھی تک کہیں بات بھی نہیں ٹھہری۔'' سارہ کی امی طمانیت بھرے لہجے میں کہنے کے بعد ٹی وی کھول کر بیٹھ گئیں...... اور اب ان کے دوسرے جملے اس نوعیت کے تھے کہ معلوم بھی نہیں ہو رہا تھا کہ...... ان کے دل پر کوئی پریشانی یا تفکر بھی موجود ہے۔

''ارے بدائی ڈرامے میں یہ شلوک کتنا اچھا لگ رہا ہے...... بھئی لڑکے شیروانی میں کتنے خوب صورت لگتے ہیں...... ہمارے زمانے میں تو آف وائٹ اور بلیک شیروانی کے سوا کوئی دوسرا رنگ ہی نہیں تھا...... یہ میڈیا نے کیسے نت نئے رنگ عطا کر دیے ہیں۔''

''اور سب سے بڑی بات...... ہمارے ہاں ساڑی پہننا تو کسی کو آتی ہی نہیں ہے...... یوں فال پکڑ کر چلتی ہیں جیسے لنگڑی لولی ہوں...... انڈیا کی خواتین کو دیکھو...... ساڑی پہن کر ناچتی کودتی تک ہیں مجال ہے انہیں کوئی دشواری ہو......''

اس ساری گفتگو میں...... سارہ خاموش سی بیٹھی تھی ساکت اور جامد سی۔

وہ جو عریشہ کو دیکھ کر ہمیشہ خوش ہوتی تھی اور اس سے مشورہ کر کے طمانیت محسوس کرتی تھی...... آج وہ یوں چپ چاپ سی بیٹھی تھی...... کہ اسے دیکھ کر عریشہ کو دلی افسوس ہو رہا تھا۔

''آؤ سارہ تمہارے کمرے میں چل کر باتیں کرتے ہیں۔''

اپنے کمرے میں آ کر بھی وہ یوں ہی گم صم سی تھی۔

''اپنے گھر جانے کو دل چاہ رہا ہے......؟'' عریشہ اس کے مدِ مقابل بیٹھی پوچھ بیٹھی۔

تب سارہ یوں سسک سسک کر روئی کہ اسے چپ کروانا مشکل ہو گیا۔

یہ بھی شکر تھا کہ آنٹی تیز آواز میں ٹی وی دیکھنے کی عادی تھیں ورنہ سارہ کو یوں روتا دیکھ کر وہ خوامخواہ عریشہ پر ناراض ہو سکتی تھیں۔

''ہمیشہ یاد رکھو...... اگر تم اپنا گھر نہیں توڑنا چاہتیں...... تو اب عدنان کا انتظار مت کرو اور اپنے گھر خود چلی جاؤ۔''

''اگر انہوں نے گھر میں داخل نہ ہونے دیا تو......؟'' وہ بے چینی سے بولی۔

''اچھا یوں کرو...... تم عدنان کے موبائل پر میسج دے دو...... کہ تم اپنے گھر آنا چاہتی ہو...... اور تمہیں عدنان کی تمام شرطیں بھی منظور ہیں۔''

''تمہارا مطلب ہے کہ میں ان سے کہہ دوں کہ میں اپنی ماں کے گھر نہیں جاؤں گی۔''

''ہاں کہہ دو......''

''میری امی میرے بغیر مر جائیں گی۔''

''نہیں مریں گی...... ابھی ٹی وی پر بین نہیں لگا ہے۔''

''تو میں کہہ دوں......؟''

''ہاں کہہ دو...... چند ماہ کے لیے ہو سکتا ہے کہ عدنان تمہیں تمہاری ماں کے گھر آنے نہ دے...... مگر وہ اور اس کی ماں بے حد نیک لوگ ہیں سب سے بڑی بات کہ نمازی ہیں، دین سے قریب ہیں ایسے لوگ کبھی کسی پر ناجائز دباؤ نہیں ڈالا کرتے...... مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارا شوہر تمہیں اپنے میکے آنے سے نہیں روکے گا۔ مگر ان دنوں چونکہ وہ غصے میں ہے اس لیے اس کی ہر بات مان لو...... مجھے یقین ہے عدنان کا غصہ جلد ہی اتر جائے گا۔''

''کاش ایسا ہو جائے......'' وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم الجھاتے ہوئے بولی۔

''ان شاء اللہ ایسا ہی ہوگا تم بے فکر ہو۔'' پھر اسی شام سارہ نے عدنان کو فون کر کہا۔

''میں گھر واپس آنا چاہتی ہوں...... جیسا آپ کہیں گے...... وہی میں کروں گی...... آپ کو میرا میکے جانا پسند نہیں ہے...... تو یہ میرا وعدہ ہے جب تک آپ مجھے اجازت نہیں دیں گے...... میں اپنی امی کے پاس نہیں جاؤں گی۔''

''سوچ لو...... تمہاری ماں تمہیں بلانے کے ہزاروں ہتھکنڈے اپنائیں گی۔''

''آپ مجھ پر اعتبار کیجئے...... میں نہیں جاؤں گی۔''

''تو ٹھیک ہے تو پھر آ جاؤ......!''

''کل آ جاؤں......؟''

''آج کیوں نہیں......؟''

''آج......!'' سارہ نے حیرت سے کہا۔

''ہاں......ابھی......!''

''یعنی......فوراً......اسی وقت......'' اس کے لہجے میں حیرت اور مسرت یکساں گندھی ہوئی تھی۔

''ہاں...... چند سیڑھیاں تو ہیں...... ٹیکسی کر کے آنے کا تو مسئلہ نہیں ہے ناں......؟'' عدنان کے لہجے میں شرارت سی تھی۔

''ٹھیک ہے...... میں ابھی آ رہی ہوں۔''

وہ جو ساکت، جامد سی بیٹھی تھی...... برق رفتاری سے اٹھی...... الماری کھولی...... نیلا لان کا سوٹ نکالا اسے پہن کر بالوں میں تیزی سے برش مارا......لپ اسٹک لگا کر اپنا پرس اٹھایا......اور ماں کے کمرے میں آ کر پھولی پھولی سانسوں میں کہا۔

''امی میں اپنے گھر جا رہی ہوں، وہ کہہ رہے ہیں ابھی آ جاؤ۔''

''تیرا دماغ تو خراب نہیں ہوگا......؟''

''پلیز امی...... مجھے گھر جانے دیں...... وہ کہہ رہے ہیں آ جاؤ......'' اس نے خوشی سے سرشار لہجے میں ملتجی سے انداز میں کہا۔

''ٹھیک ہے جاؤ......مگر دب کر رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''اچھا امی......اللہ حافظ......!''

''تارہ......اللہ حافظ۔'' بہن کے کمرے میں جھانک کر آگے بڑھتے ہوئے اس نے کہا۔

اور دھپ دھپ سیڑھیاں اترتی فرسٹ فلور پر آ گئی۔

جہاں عدنان آخری سیڑھی کے پاس کھڑا تھا۔

''آپ یہاں کھڑے ہیں......؟'' وہ مسرت بھرے لہجے میں بولی۔

''جب تم اپنے گھر آ رہی تھیں......تو تمہارے استقبال کے لیے تو کھڑا ہونا ہی تھا۔''

اور جب وہ دونوں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔

سارہ نے ساس کو سلام کیا اور ان سے جا کر گلے ملی۔

''آنٹی انکل کہاں ہیں؟''

انہوں نے خوشدلی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔ ''تمہارے انکل کمرے میں ہیں انہیں جا کر سلام کر لو......''

سارہ نے کمرے میں جا کر سسر کو سلام کیا۔

وہ اس کے ساتھ ہی باہر لاؤنج میں آ گئے اور سرشار لہجے میں بیوی سے بولے۔

''بیگم...... چائے کے ساتھ مٹھائی ہونی چاہئے۔ اتنے عرصے بعد ہماری بہو اپنے گھر آئی ہے۔''

''ابا میں ابھی مٹھائی اور سموسے لے کر آتا ہوں۔'' عدنان سرعت سے جاتے ہوئے بولا۔

اور سارہ کو اس پیار بھرے ماحول میں پہنچ کر یوں لگا جیسے اس کے سر سے پریشانیوں کا ایک بہت بڑا گٹھڑ از خود اتر گیا ہو۔

☆======☆======☆

ثمینہ کی تمام تر توجہ ان دنوں عینی کی جانب مبذول تھی۔

وہ کب اٹھی، کب چلی، کب مڑی...... یہ ساری تفصیلات تک انہیں ازبر تھیں۔

وہ کچھ دنوں سے دیکھ رہی تھیں...... کہ عینی کا زیادہ وقت فون پر باتیں بنانے میں خرچ ہو رہا ہے پی ٹی سی ایل فون کا تار وہ گاہے بہ گاہے نکال دیتیں...... اور عینی کو اِدھر اُدھر دیکھ کر وہ اس کا موبائل قصداً آف کر دیا کرتیں...... اس کی جھنجلائی ہوئی آواز...... کہ یہ میرے موبائل کو کیا ہو رہا ہے...... خود بخود آف ہو جاتا ہے، سن کر بھی انہیں کوفت ہوا کرتی تھی ان دنوں وہ اس کی ایسی چوکسی کر رہی تھیں...... جیسے کہ وہ انہیں ڈاج دے کر کہیں نکلنے والی ہو۔ اس وقت عینی کے موبائل اور گیٹ کی بیل ایک ساتھ ہوئی تو انہوں نے عینی سے کہا...... ''بیٹا گیٹ پر دیکھنا تو سہی کون ہے۔''

ان کا یہی خیال تھا...... کہ عینی گیٹ کی جانب جائے گی تو وہ اس کی کال خود ریسیو کر لیں گی مگر عینی نے لپک کر اپنا موبائل کانوں سے لگایا اور گیٹ کھولنے چل دی۔

دروازے پر کام کرنے والی ماسی آئی تھی۔ اس کے داخل ہوتے ہی...... عینی بغلی دروازے سے اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔

گویا......اب ثمینہ کو یہ تک معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ عینی کس سے باتیں کر رہی ہے۔ ظاہر ہے خاص ہی فون ہوگا...... جو ماں سے چھپ کر باتیں کرنی پڑ رہی ہیں۔

ثمینہ کا شمار ان خواتین میں ہوتا تھا...... جو ماسی کی جان کے ساتھ ساتھ گھوم کر گھر کی صفائی اور دیگر کام کروایا کرتی تھیں...... مگر آج وہ اسے یوں ہی چھوڑ کر...... ٹی وی لاؤنج کے اس کونے میں پہنچ گئیں......جس کے سامنے عینی کا کمرا تھا۔

اس کے کمرے سے ہنسی کی دھیمی سی آواز باہر تک آ رہی تھی۔

''ہوں......! ابھی تک فون چل رہا ہے......فون پر عاشقی جھاڑی جا رہی ہوگی......'' ثمینہ نے غصے سے سوچا۔

ان کا دل چاہا کہ...... وہ کمرے میں جائیں اور عینی کے ہاتھ سے اس کا موبائل لے کر دیوار پر دے ماریں اور اسے وہ کھری کھری سنائیں...... کہ اس کی طبیعت صاف ہو جائے۔

''ماسی اس وقت گھر میں موجود ہے۔ اگر اسے کسی بات کی بھنک بھی پڑ گئی تو سارے محلے میں ایسی ایسی کہانیاں نشر کرے گی...... جس کی نفی کرنا بھی دشوار ہو جائے گا۔''

پہلے تو وہ دروازے سے لگی کھڑی تھیں...... مگر جب ماسی نے انہیں استفہامیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے لاؤنج میں جھاڑو لگانی شروع کی...... تو وہ دبے قدموں سے کمرے میں اس طرح داخل ہو گئیں...... کہ عینی کو پتا تک نہ چلا۔

"ارے نہیں بھئی...... ایسی کوئی بات نہیں ہے......" وہ شرمیلے سے لہجے میں کسی بات کا جواب دے رہی تھی۔

"اوں...... ہوں...... بالکل بھی نہیں......"

"پتا نہیں کیا پوچھا جا رہا ہے...... جس کے یوں اتراہٹ بھرے جواب دیے جا رہے ہیں......" ثمینہ بیگم نے غصے بھرے انداز میں سوچا۔

"ظاہر ہے...... بالکل ٹھیک......" اب عینی ہنس رہی تھی...... انہیں اپنی بیٹی کی کھنکتی ہوئی ہنسی ہمیشہ اچھی لگتی تھی...... مگر آج اس کی ہنسی ان کے دل میں چبھ سی رہی تھی۔

انہیں یوں لگ رہا تھا...... کہ یہ ہنسی انہیں ایذا پہنچا رہی ہو۔

"ہاں، ہاں بالکل یاد ہیں آپ...... ایسی محبت کرنے والی ہستی کو میں کیونکر بھول سکتی ہوں۔"

"جی اچھا......!" وہ ہنسی۔

"جی ضرور۔"

"بالکل...... مجھے بہت اچھا لگے گا۔"

"ہاں...... جب آپ کا دل چاہے آجائیں......" اب وہ شرمیلی سی ہنسی ہنس رہی تھی۔

دوسری جانب...... کون کیا کہہ رہا تھا...... مگر عینی دھیمے سے لہجے میں ہنس رہی تھی ماں کی موجودگی محسوس کرتے ہی...... اس نے موبائل پر فوراً ہی خدا حافظ کہہ کر کاٹ دیا۔

"کس سے باتیں کر رہی تھیں......؟" ثمینہ نے پوچھا۔

"میری فرینڈ تھی......" عینی نے اپنے لہجے میں قصداً بے پروائی رچا کر کہا۔

"اس دوست کا کوئی نام بھی ہوگا......؟"

"جی...... وہ...... وانیہ تھی......" عینی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"صارم کی بہن......؟" ثمینہ بیگم کا لہجہ تفتیشی ہو گیا۔

"جی ہاں......" سر جھکائے جھکائے کہا گیا۔

"کیا کہہ رہی تھی...... جو تمہیں اتنی ہنسی آرہی تھی......؟"

"وہ ہمارے گھر آنا چاہ رہی ہے۔"

"کس سلسلے میں، تم نے پوچھا نہیں......؟"

"بس ایسے ہی...... یونہی...... کبھی وہ ہمارے گھر نہیں آئی ناں...... شاید اس لیے۔"

"کیا تم ان کے گھر جا چکی ہو؟" آج ماں کا لہجہ انتہائی درشت سا تھا...... کہ عینی کو عجیب سی سبکی سی ہوئی۔

"نہیں امی...... میں تو ایک مرتبہ بھی ان کے گھر نہیں گئی...... جب کہ وانیہ اپنے ہر فون مجھے اپنے گھر بلاتی ہے۔"

"اچھا کیا جو تم نہیں گئیں...... تمہیں جانا بھی نہیں چاہیے ان کے گھر......"

"کیوں امی......؟" عینی نے معصومیت سے پوچھا۔

"کیا تم جانتی نہیں ہو کہ صارم کا گھرانہ تمہاری پھپو کے سسرالی عزیزوں میں سے ہے...... اگر تم وہاں گئیں تو تمہاری پھپو ایک بات کے ہزار افسانے بنا دیں گی۔"

"مگر وانیہ تو میری دوست ہے۔"

"عینی تم اپنی ماں کو بے وقوف مت بناؤ...... وانیہ تمہاری دوست نہیں ہے...... بلکہ صارم کی بہن ہے...... جس کی وجہ سے تم وہاں جانا چاہتی ہو...... کب سے سلسلہ چل رہا ہے یہ...... ہاں......؟"

"امی آپ کیا کہہ رہی ہیں...... صارم تو ہمارے کالج میں چیف گیسٹ بن کر آئے تھے اس سے قبل تو میں ان سے نہیں ملی تھی...... بعد میں اتفاقیہ ملاقاتوں کے بعد انہوں نے کہا کہ وہ اپنی امی اور بہنوں کو ہمارے گھر بھیجیں گے اور اب یہی بات وانیہ بھی مجھ سے کہہ رہی تھی کہ وہ ہمارے گھر آنا چاہتی ہے...... تو میں نے کہہ دیا کہ جس دن بھی چاہو آجاؤ...... میری شادی کا فیصلہ میری امی، پاپا ہی کریں گے۔"

"اب اگر تمہارے پاس وانیہ کا فون آئے تو اس سے کہہ دینا کہ ہمارے ہاں آنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے...... ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے اس لڑکے سے تمہاری شادی کریں...... جو رشتہ آنے سے پہلے تمہارے لیے بدنامی کا سبب بنا ہے۔"

"مگر امی اس میں میرا کیا قصور ہے؟" عینی نے ماں کی باتیں سن کر سراسیمہ سے لہجے میں کہا۔

"تمہاری اس بات کا میں کیا مطلب سمجھوں......؟"

"امی...... اگر صارم مجھے پسند کرتا ہے...... تو اس میں برائی کی کیا بات ہے...... وہ ایک اچھا پڑھا لکھا لڑکا ہے...... جس نے اپنا مقام محنت سے بنایا ہے۔"

"کر لی تقریر...... یا ابھی باقی ہے......؟" عینی کی وکالت سن کر انہوں نے کوفت بھرے لہجے میں بیٹی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"امی کیا میں غلط کہہ رہی ہوں......؟"

"سو فی صد غلط......!"

"تو پھر...... اگر وہ لوگ آئے تو......؟"

"میں دھکے دے کر انہیں اپنے گھر سے نکال دوں گی۔"

"کیا سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ کو......!"

"میں کیوں مفت میں بدنامی کو گلے لگاؤں گی۔"

"ان کے بیٹے کو اگر میری بیٹی پسند آگئی تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں ان کا رشتہ فوراً قبول کر کے تمہیں بیاہ دوں گی۔"

"خاندان میں عزت کے ساتھ رہنا بہت مشکل ہوتا ہے...... اگر میں تمہاری باتیں مان لوں تو ہر جگہ اپنے اوپر ہنسی اور قہقہوں کے ساتھ باتیں الگ سنوں گی۔"

"ناں بھئی مجھ میں ایسی ہمت نہیں ہے لوگوں کی باتیں سننے کی کہ ایسی باتوں سے تکلیف ایسی ہوتی ہے...... جیسے کوئی چاقو سے جسم میں شگاف لگا رہا ہو۔"

"مگر امی وہ تو بڑے باعزت لوگ ہیں...... اس شہر میں ان کی نیک نامی ہے...... اور پھر صارم کی قابلیت کے تو چرچے ہیں......"

"کب سے جانتی ہو تم ان لوگوں کو...... ہیں......؟"

"کتنے عرصے سے ملاقاتیں ہو رہی ہیں......؟"

"کتنے لوگ تمہیں صارم کے حوالے سے معلومات پہنچایا کرتے ہیں......؟"

"امی...... آپ تو بس...... خواہ مخواہ ہی ناراض ہو رہی ہیں......" یہ کہتے ہوئے عینی کی آنکھوں سے آنسو رخساروں پر گرنے لگے۔

"عینی کان کھول کر سن لو...... یہ عشق و عاشقی کی شادیاں زیادہ چلتی نہیں ہیں...... ہم، دیکھ بھال کر تمہاری شادی جلد ہی کر دیں گے۔ اس سلسلے میں تمہیں یوں بے صبری نہیں بننا چاہیے۔"

ماں کے یہ جملے سن کر وہ شرم سے گڑ گئی۔ وہ نہ جانے اس کے بارے میں کیا کچھ سوچ رہی تھیں۔

"امی پلیز صرف ایک بار...... آپ ان لوگوں کو ہمارے گھر آنے دیجئے...... اگر آپ کو اور پاپا کو پسند نہیں آئیں تو منع کر دیجئے گا...... میں کوئی آپ سے ضد تھوڑی ناں کروں گی کہ آپ صارم کا رشتہ لازمی قبول کریں۔"

"عینی یہ ضد نہیں ہے تو اور کیا ہے......؟"

"تم مجھے اچھا خاصا کنوینس کر رہی ہو کہ میں صارم کے گھر والوں کو لازمی بلاؤں...... اور پھر بعد میں یہ خوشامد ہو گی کہ میں ان کا رشتہ لازمی قبول کروں......"

"امی پلیز آپ...... کیسی باتیں کر رہی ہیں......" عینی ماں کی کاٹ دار باتیں سن کر حواس باختہ سی ہو گئی...... اس انداز اور اس لہجے میں اس کی ماں نے کہاں اس سے باتیں کی تھیں۔

"جس گلی میں ہمیں جانا ہی نہیں ہے...... تو پھر ہم وہاں کے لوگوں سے کیوں راہ و رسم بڑھائیں۔"

"امی...... آپ کو اپنی اکلوتی بیٹی کی خوشی بھی عزیز نہیں ہے کیا......؟" عینی شاکی لہجے میں ماں سے بولی۔

"خوشی ہی تو عزیز ہے جب ہی تو اس نہج پر سوچ رہی ہوں......

ہمارا گھر ایک کنال پر ہے اور صارم ایک درمیانے درجے کے فلیٹ میں رہتا ہے...... اس کے فلیٹ کو لگژری فلیٹ بھی نہیں کہا جا سکتا۔"

"اور یہ بات میں نہیں بزرگ کہتے آئے ہیں کہ لڑکی کو اپنے سے بڑے گھر نہیں دو اور بہو اپنے سے چھوٹے گھر کی لاؤ...... اس میں بڑے گھر سے مراد یہی نہیں ہے کہ ان کا گھر کیسا ہے...... اس میں دیگر

باتیں بھی شامل ہیں کہ ان کی مالی حیثیت کیسی ہے......؟ باجی جان بتا رہی تھیں کہ ساری زندگی یہ خاندان بسوں اور رکشے میں سفر کرتا رہا ہے اب صارم کو کمپنی کی جانب سے گاڑی ملی ہے...... تو پورا گھرانہ ایسا لپک لپک کر گاڑی میں جاتا ہے کہ سب کو بتایا جائے، دکھایا جائے کہ ہمارے پاس گاڑی آ گئی ہے۔ تمہارے پاپا نے جب نئی گاڑی لی تھی تو کسی سے ذکر تک نہیں کیا تھا...... اپنی پرانی گاڑی میں بھی سفر کرتے تھے اور نئی میں بھی...... جتانا اور دکھانا چیپ لوگوں میں ہوا کرتا ہے اور میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ تمہیں کسی چھچھورے لوگوں میں بیاہوں۔"

"بڑی پھپو کی باتیں تو آپ کو کبھی صحیح نہیں لگیں...... مگر صارم سے متعلقہ ہر بات آپ کو سچی لگ رہی ہے۔ اگر آپ صارم کے گھر والوں سے مل کر انہیں منع کرتیں تو مجھے بالکل بھی افسوس نہ ہوتا...... مگر دکھ تو یہ ہو رہا ہے کہ آپ بغیر جانے، بغیر ملے...... ان لوگوں کے بارے میں کتنی غلط رائے قائم کر رہی ہیں۔"

"عینی مجھے لگ رہا ہے...... کہ تم واقعی ان لوگوں کو خوب جان چکی ہو...... تو اس لیے مجھے تمہارے تجربے کا فائدہ اٹھانا چاہیے۔"

"تم صارم سے فون پر بات کرو کہ یقیناً کرتی ہی ہو گی...... تو کہنا...... آئندہ اتوار کو ہمارے گھر اپنی فیملی کے ساتھ آ جائیں......"

"ہاں ایک بار ہی جس جس کو لے کر آنا چاہتا ہے لے آئے......"

"میں بار بار...... قسطوں میں لوگوں سے ملنا پسند نہیں کروں گی۔"

"واقعی امی...... سچ؟" عینی نے حیرت اور مسرت کے ساتھ کہا۔

"ہاں بلاؤ...... سب کو...... میں واقعی ان سب سے ملنا چاہتی ہوں......!"

☆======☆======☆

صارم کے آفس میں برتھ ڈے پارٹیز عموماً ہوا کرتی تھیں...... آفس میں کام کرنے والا یا والی جس کا بھی برتھ ڈے ہوتا...... وہ آفس کے لنچ ٹائم میں اپنی جانب سے سب کو کھانا کھلاتا...... جب کہ سادگی کے حوالے سے ایک ہی ڈش ہوا کرتی تھی...... ہاں تحفے تحائف دینے کا کوئی سلسلہ نہیں تھا...... کسی کو بھی کوئی تحفہ نہیں دیا جاتا تھا سوائے بو کے یا دعاؤں کے...... صارم کی سالگرہ کا دن آیا...... تو اس نے بھی چکن بریانی اپنی جانب سے آفس کے لوگوں کو کھلا دی تھی...... مگر جب وہ گھر جانے لگا...... تو گاڑی کی پچھلی سیٹ پر تحائف کے انبار لگے ہوئے تھے۔

"یہ سب کیا ہے......؟" اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

"سر یہ آپ کی سالگرہ کے گفٹس ہیں۔"

تب صارم شرمندہ سا ہو گیا منیجر ہونے کا یہ قطعی مطلب نہیں تھا...... کہ اس کے انڈر کام کرنے والے لوگ خواہ مخواہ زیر بار ہوں۔

اس نے سوچا کہ اگلے دن جب وہ آفس جائے گا تو اپنے ساتھیوں کو یہ بات سمجھائے گا کہ وہ باس سے پہلے ان کا دوست ہے اور ان کا معاون ساتھی ہے...... اس لیے یہ نوازشات کرنے کی قطعی ضرورت

نہیں ہے۔

گھر پہنچا...... تو سب لوگ دادی جان اور نوشابہ کو لے کر کلفٹن گئے ہوئے تھے...... جب سے پھپو نے نوشابہ کو واپس بلانے کے لیے فون کرنے شروع کیے تھے...... دادی جان اسے لے کر کہیں نہ کہیں ضرور جایا کرتی تھیں...... اپنے کمرے میں جا کر...... اس نے جب یہ سارے گفٹس کی گنتی کی تو وہ چھبیس تھے اور پھر اس نے گفٹ کھولنے شروع کیے۔

اس کے لیے شرٹس، پرفیوم، سوٹ، گھڑی، کوئی چیز ایسی نہیں تھی...... جو اس کے کام آنے والی نہ ہو...... اور ہر تحفہ انتہائی قیمتی...... صارم کو حیرت ہو رہی تھی...... کہ کسی گفٹ پر دینے والے کا نام نہیں لکھا تھا۔

''یقیناً...... آفس ورکرز نے اجتماعی طور پر پیسے جمع کر کے...... یہ سب گفٹس لیے ہیں......'' آخری سب سے بڑا پیکٹ کھولتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا واقعی ہزاروں کا سامان تھا...... اور جب آخری پیکٹ کھولا...... تو اس کی پسند کی کتابیں...... رومالوں کا نفیس سا سیٹ...... ایک انتہائی خوب صورت نائٹ لیمپ...... جس میں ایک خوب صورت گڑیا ناچتی ہوئی نظر آ رہی تھی...... اور ایک کارڈ...... جس پر لکھا تھا......'' آج آپ 26 سال کے ہوئے ہیں اس لیے آپ کے لیے 26 معمولی تحفے...... آپ کی ایک فین عبیر کی جانب سے......''

کارڈ پڑھ کر صارم کا سر ہی تو گھوم گیا۔

''اتنی اس کی تنخواہ نہیں ہو گی...... جتنے کے اس نے تحائف خرید لیے۔''

اسی لمحے...... اس کے نمبر پر اس نے موبائل ملایا۔

''ہیپی برتھ ڈے......'' وہ اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی بولی۔

''مس عبیر آپ کو پتا ہے...... کہ آج آپ نے کتنی فضول خرچی کی ہے۔'' وہ اپنے لہجے میں غصے کی شدت کم کرتے ہوئے بولا۔

''نہیں تو......'' اس کے لہجے میں معصومیت کے ساتھ حیرانی بھی ہم وزن تھی۔

''کیا ضرورت تھی...... اتنے سارے تحائف دینے کی......؟''

''بس...... یونہی......'' وہ دھیمے سے شاید ہنسی تھی۔

''معلوم بھی ہے کہ آپ نے بلاوجہ اور بلاجواز اپنا کتنا خرچہ کر دیا۔''

''نہیں تو......'' اس کا معصومیت بھرا جواب اسے تپا سا گیا۔

''عبیر کہیں آپ پاگل تو نہیں ہو گئی ہیں......؟'' نہ چاہتے ہوئے بھی وہ کہہ گیا۔

''ہاں، پاگل تو میں ہوں......'' وہ چھن سے ہنس دی۔

''جی......'' اب حیران ہونے کی باری صارم کی تھی۔

''صارم جی...... آفس کے سب ساتھی ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں...... اور دوستوں کو ایک دوسرے کا خیال رکھنا چاہئے...... میں نے دیکھا...... کہ جن چیزوں کی طرف سے آپ بے

پرواہیں...... تو ان کا خیال میں کیوں نہیں کر سکتی...... ایک دوست ہونے کے ناتے اتنا تو حق میرا بھی بنتا ہے ناں۔''

''مگر عبیر چالیس ہزار تو آپ کی تنخواہ ہے اور آپ نے......!''

''شاید آپ کو پتا نہیں...... ایک لاکھ روپے میری شاپس کا کرایہ آتا ہے...... جو ماہانہ میرا جیب خرچ ہوتا ہے۔ ہمارے ڈیڈی نے ہم بہنوں کے نام علیحدہ علیحدہ جائیداد کر دی تھیں...... جن کی علیحدہ علیحدہ آمدنی سب کو ملتی ہے......'' وہ تفصیلات بتا رہی تھی اور صارم کے دماغ میں اس کی ایک بات بھی نہیں آ رہی تھی۔

''پھر بھی عبیر...... یہ آپ نے بہت زیادتی کی ہے......'' وہ جز بز ہو کر بولا۔

''زیادتی تو آپ کر رہے ہیں......'' اس کی گلوگیر سی آواز سنائی دی۔

''سمجھ میں نہیں آ رہا...... کہ میں آپ کو کس طرح سمجھاؤں...... کہ یہ سب ٹھیک نہیں ہے۔''

''صارم...... دو ماہ کے بعد میری سالگرہ ہے گلابی رنگ میرا پسندیدہ ہے...... اس کلر میں کتنے ہی ڈریس بنا لوں پھر بھی مجھے کم ہی لگتے ہیں آپ میرے فیورٹ کلر میں اپنی پسند کا کوئی سوٹ کیا مجھے نہیں دیں گے......؟'' وہ چہکتی سی آواز میں پوچھ رہی تھی...... اسے انکساری تھی یا اقرار کروا رہی تھی۔

''وائے ناٹ......'' کہہ کر صارم نے فون بند کیا اور اپنا سر تھام لیا۔

''کیسے کیسے پاگل لوگ...... بھرے پڑے ہیں...... جو اپنی تعریف و توصیف کے لیے کیسے کیسے حربے استعمال کرتے ہیں۔'' اس نے ایک نظر تحائف کے ڈھیر پر ڈالی...... شام کو پہننے کے لیے آدھی آستین کی ایک ٹی شرٹ اٹھائی۔

''چوائس تو واقعی بہت عمدہ ہے......''

اچانک اس کی نظر پرائس لیبل پر پڑی...... اس پر دو ہزار تین سو قیمت لکھی ہوئی تھی برانڈڈ شرٹ اتنی مہنگی بھی ہو سکی ہے۔

اس نے سوچا اور مسکرا کر رات کے پہننے کے لیے نکال لی۔

☆======☆======☆

''باجی آپ تو کہہ رہی تھی کہ جب تک سارہ کی ساس معافی مانگنے نہیں آئے گی آپ سارہ کو اس کے گھر نہیں بھیجیں گی۔'' سارہ کی ممانی جو ان کی ماں کے ساتھ رہتی تھیں اپنے میکے سے واپس آئیں...... تو سارہ کو گھر میں نہ دیکھ کر نند سے کہا۔

''عدنان آیا تھا...... ہاتھ جوڑ رہا تھا...... کہہ رہا تھا کہ میری امی سٹھیا گئی ہیں...... پلیز آنٹی آپ ان کی جگہ مجھے ہی معاف کر دیں۔''

''اب بتاؤ...... جوان بچہ ہاتھ جوڑے گا تو کیا معاف نہ کرتی......؟''

''عدنان پہلے ہی آ جاتا...... خواہ مخواہ اپنی زندگی کے پانچ ماہ ضائع کیے......'' بھاوج نے کہا۔

''فون پر تو روزانہ ہی خوشامد کرتا تھا...... مگر میں نے سختی سے منع کر دیا تھا کہ جب تک ان لوگوں

کے دماغ درست نہ ہو جائیں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میری بچی کوئی مجھ پر بھاری تھوڑی ہے...... میں خود کماتی ہوں...... سترہ گریڈ ہے میرا کوئی معمولی ٹیچر نہیں ہوں......"

"باجی تسی ٹھیک کہتا سی...... جدوں کوئی معاف مانگے...... تے معاف کر دینا چاہیئے۔" ماسی کمرے میں ٹاکی لگاتے ہوئے بولی۔

"اور پھر جب اسی ماسی نے سارہ کے پڑوس میں کام کرتے ہوئے یہ کہا کہ سارہ دی سس نے جا کر معافی مانگ لی سی ایس لیے...... سارہ...... واپس آئی ہے پڑوسن یہ سنتے ہی تیر کی طرح سارہ کی ساس کے پاس پہنچی اس وقت سارہ اپنے کپڑوں پر استری کر رہی تھی...... اس کی ساس باورچی خانے میں کچھ پکار رہی تھیں۔

"اچھا کیا آپا...... کہ آپ معافی تلافی کر کے کم از کم اپنی بہو کو واپس تو لے آئیں......"

"میں سمجھی نہیں...... آپ کیا کہنا چاہتی ہیں......"

"وہی کہنا چاہتی ہوں جو سارہ کی امی نے ماسی کو بتایا ہے کہ عدنان نے ان کے گھر جا کر آپ کی طرف سے معافیاں مانگیں اور انہیں یہ یقین دلایا کہ آپ اچھی خاصی پاگل ہیں اور کسی بھی بات کو سمجھ نہیں سکتی ہیں اس لیے پاگل شخص کی باتوں کا برا ہی نہیں ماننا چاہیئے۔ جب ہی تو سارہ کی ماں نے سارہ کو واپس بھیجا ہے۔"

عدنان کی ماں...... یہ سب سن کر گہرا سانس لے کر رہ گئیں...... منہ سے ایک لفظ نہیں کہا۔

سارہ جو پڑوسن کی ساری باتیں سن رہی تھی وہ فوراً باہر آئی اور بولی۔

"آنٹی کیوں معافی مانگتیں...... ان کی تو کوئی غلطی نہیں تھی...... غلطی تو میری تھی جو بلاوجہ اپنا گھر چھوڑ کر چلی گئی تھی...... ماسی نے شاید غلط سنا ہوگا...... معافی تو مانگ کر میں آئی ہوں...... عدنان سے بھی اور آنٹی سے بھی۔"

☆======☆======☆

موسلا دھار بارش کا زور ٹوٹ چکا تھا...... موسم جو سخت گرم تھا...... اب خنک ہوا کے چلنے سے خوشگوار ہو گیا تھا۔

کراچی کی راتیں یوں بھی ٹھنڈی ہوا کرتی ہیں...... گزشتہ ایک ہفتے کی مسلسل بارش کی وجہ سے...... مزید ٹھنڈی اور مسحور کن سی ہو گئی تھیں۔

عینی اپنے کمرے میں لیٹی تھی...... اس کے کمرے کی ایک کھڑکی جو باہر لان کی جانب کھلتی تھی...... وہ کھلی ہوئی تھی...... چودھویں کا چاند اس کھڑکی سے اسے جھانک رہا تھا۔

آج سارا دن پریزنٹیشن کی تیاری میں گزرا...... اپنے کمرے کی تفصیلی صفائی کرنے کے بعد...... اسے اتنی تکان ہو گئی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ وہ جیسے ہی بستر پر جائے گی نیند کی دیوی اسے اپنی آغوش میں لے لے گی...... مگر وہ تکیے پر اپنا سر پٹختے پٹختے تھک گئی تھی...... اور نیند اس سے ایسی دور تھی...... جیسے اس

سے بیر باندھے بیٹھی ہو۔

رات کے ایک، دو...... اور پھر تین بج گئے...... وہ اپنے بستر پر یوں بیٹھی تھی...... جیسے اسے آج کی رات یوں ہی گزارنی ہو۔

"صبح کالج بھی جانا ہے...... کیا کروں......؟" گھڑی پر نظریں گئیں...... تو وہ جھنجلا سی گئی۔

"کیوں نہیں آ رہی نیند......؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

"پتا نہیں......" اس کے دماغ نے خود ہی جواب دے دیا۔

وہ از خود لیٹ گئی...... عادت کے مطابق ایک تکیہ اپنے چہرے پر بھی رکھ لیا۔

مگر اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اندھیرے میں بھی دیکھ سکتی ہے۔

صارم...... اپنی بہنوں اور ماں کے ساتھ ان کے ہاں آیا ہوا ہے۔

اور اس کی امی اور ابو صارم سے باتیں کر کے خوش ہو رہے ہیں۔

صارم انہیں بتا رہا ہے...... کہ جلد ہی اسے کمپنی کی جانب سے ایک بڑا گھر ملنے والا ہے...... اور وہ اپنی شادی سے پہلے اس گھر میں شفٹ ہو جائے گا۔

تب وہ اپنی امی کی جانب ایسی نظروں سے دیکھتی ہے...... جیسے وہ کہہ رہی ہو...... کہ آپ نے کہا تھا ناں کہ...... بیٹیاں اپنے سے چھوٹے گھر میں نہیں جانی چاہئیں...... تو دیکھ لیں میں ایک بڑے گھر میں جاؤں گی۔

ابو جی کی باتوں کے جواب میں صارم انہیں بتا رہا تھا...... کہ اس کا پروموشن بھی ہونے والا ہے اور آفس سے ایک گاڑی فیملی کے لیے بھی مل جائے گی۔

اس کی امی...... صارم کی بہنوں کی بتا رہی ہیں۔

"عینی کو ڈرائیونگ آتی ہے......" تب وانیہ ہنس کر سب کے سامنے بولی۔

"تو بھائی آپ کی دوسری گاڑی تو عینی کے لیے ہو جائے گی۔"

صارم...... باتیں کرنے کے دوران رک کر عینی کو دیکھتا ہے تو وہ شرما سی جاتی ہے۔

ابو جی...... صارم سے باتیں کر کے بے حد خوش ہوتے ہیں اور امی کا تو نظریہ ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔

ان لوگوں کے جانے کے بعد اس کی امی...... ابو سے کہتی ہیں......" جیسے لوگ اور جیسا لڑکا میں چاہتی تھی...... صارم اس میں پورا اترا ہے...... اب آپ جلدی سے انہیں اپنی رضامندی دے دیں......"

"میرا بھی یہی خیال ہے......" ابو بھی فیصلہ کن لہجے میں کہتے ہیں...... آنکھوں پر چاند کی روشنی پڑتی ہے تو وہ آنکھیں کھولتی ہے۔

شاید اسے جھپکی سی آئی تھی...... تکیہ نیچے گر جانے کے باعث اس کی آنکھ کھلی تو یہ ادراک ہوا کہ وہ اپنے من پسند سپنے دیکھ رہی تھی۔

دل و دماغ میں صارم ایسا بسا ہوا ہے کہ خوابوں میں بھی اب وہی آنے لگا...... اپنے آپ کو سمجھاتے

ہوئے وہ اٹھی تو کرسی کھینچ کر کھڑکی کے ساتھ بیٹھ گئی ...... وہ جو یہ سمجھ رہی تھی ...... کہ اب بارش رک گئی ہے......اور نہیں ہوگی ...... بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔

اس نے اپنا چہرہ کھڑکی سے باہر نکالا تو ساون کی بوندوں نے فوراً ہی اس کا منہ چوم لیا۔

کتنی ہی دیر وہ یونہی بارش میں چہرہ بھگوتی رہی اس کے بال اور چہرہ...... بارش کے پانی سے خوب بھیگ گیا تھا۔

وہ جو دور بیٹھ کر بارش کا نظارہ کیا کرتی تھی آج اسے یوں بھیگ کر ایک عجیب سی خوشی ہو رہی تھی۔

جیسے سوکھی مٹی بارش کے ہوتے ہی سرشار ہو جاتی ہے اور اس میں سے خوشبو پھوٹنے لگتی ہے ایسی ہی سرشاری وہ اپنے آپ میں محسوس کر رہی تھی ...... اب چاند بادلوں کی اوٹ میں کہیں چھپ گیا تھا...... مگر اسے اس لمحے یوں لگ رہا تھا پورے آسمان پر لاتعداد چاند روشن ہوں ...... اور چاند کے چہرے سے صارم کا چہرہ نظر آ رہا ہو۔

وہ اسے مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا ہے۔

وہ آنکھیں بند کیے کیے ...... یہ سب دیکھ رہی تھی۔

''ٹھیک کہتے ہیں لوگ ...... جب من میں چاند کی چودہ ہو...... تو ہر طرف روشنی نظر آتی ہے۔''

اور عینی ...... بھی اس سے اسی روشنی میں نہا رہی تھی۔

''اللہ اکبر...... اللہ اکبر......'' دور کسی مسجد سے اذان کی آواز سنائی دی...... تو وہ اپنے حواسوں میں آئی۔

''ارے صبح بھی ہوگئی...... اور مجھے پتا بھی نہیں چلا۔''

''ساری رات یونہی بیٹھے بیٹھے گزر گئی...... اور مجھے احساس تک نہیں ہوا۔''

''نماز پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے لیٹ جاتی ہوں ...... ورنہ کسلمندی سی رہے گی۔''

اور جب وہ یونہی لیٹی تو نیند اس پر اس طرح مہربان ہوئی کہ اس کی آنکھ ہی نہیں کھلی۔

''عینی بیٹا...... تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے...... دس بج گئے ہیں اور تم ابھی تک سو رہی ہو...... صبح میں تمہیں کالج کے لیے اٹھانے بھی آئی...... مگر تم کروٹ بدل کر پھر سو گئی تھیں۔''

''ہاں امی...... رات دیر تک پڑھتی رہی اس لیے صبح آنکھ لگ گئی۔'' اسے ماں سے جھوٹ بولتے ہوئے دل میں ندامت بھی ہوئی۔

''بیٹا تم نماز پڑھ کر پڑھتیں تو آنکھ بھی نہیں لگتی۔ کتنی دفعہ کہا ہے کہ رات کو پڑھنے کے بجائے صبح سویرے پڑھا کرو......''

اور عینی کو یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہوں کہ...... آنکھ نہیں لگنی چاہیے...... کہ اصل خرابی کی جڑ بھی ہوتی ہے۔

☆======☆======☆

''دو بچے ملک سے باہر چلے گئے...... گھر کیسا خالی خالی سا ہوگیا......'' ایک شب رخسانہ نے اپنے

میاں سے کہا۔

''کہاں خالی ہوا ہے...... اللہ ان کو سلامت رکھے۔''

''روزانہ ہی تو ان سے انٹرنیٹ پر بات ہوتی ہے...... ان کی شکل تک تم دیکھ لیتی ہو......''

''کل کی بات یاد کرو...... نعمان کیا کہہ رہا تھا...... ممی کیا آپ نے فیشل نہیں کیا...... چہرہ پھیکا پھیکا سا لگ رہا ہے...... اور دو روز سے یہ پرپل سوٹ کیوں پہنا ہوا ہے۔''

''ہاں میں نے اسے بتایا کہ یہ دوسرا سوٹ ہے مگر کلر وہی ہے اس لیے اسے ایسا لگا تھا...... پھر بھی جب یہ لوگ گھر میں ہوتے تھے...... ان دونوں کے جانے سے تو بالکل ہی سناٹا ہوگیا ہے۔''

''چھوٹے دونوں کی جاب تو ویسے بھی نگر نگر گھومنے کی ہے...... مگر سلمان اور نعمان کے جانے سے اس بڑے سے گھر میں اداسی سی آگئی ہے...... ان کی آوازیں...... ان کے قہقہے ان کے قدموں کی چاپ بھی جیسے کھو سی گئی ہے۔''

''ان کے جانے سے گھر میں ایک خاموشی سی تو ہوگئی ہے مگر اس خاموشی کو تم اپنے اندر مت اتارو ورنہ پریشان بھی ہو جاؤ گی اور بیمار بھی۔''

''تو پھر کیا کریں......؟'' انہوں نے اپنے میاں سے پوچھا۔

''لوگوں سے ملو جلو...... اس سے طبیعت کا بوجھل پن بھی ختم ہوتا ہے۔''

''پورے خاندان میں ہمارے حساب سے تو کوئی ہے ہی نہیں ...... دوست! احباب سے ملو تو اتنا مزہ نہیں آتا کہ ان کی بناوٹی باتوں سے الجھن ہوا کرتی ہے۔ جتنا وہ ہیں نہیں ...... اس سے زیادہ اپنے آپ کو ثابت کرنے پر تلے رہتے ہیں......'' رخسانہ نے کلس کر کہا۔

''اب حمید صاحب اور ان کی بیگم کو دیکھ لیں ...... کتنی جھوٹی ہیں ...... مجھے پتا تھا چند روز کے لیے لندن گئی تھیں مگر جب آئیں تو ورلڈ ٹور کی بکواس شامل تھی۔''

''اس لیے تو تم سے ہمیشہ کہتا ہوں کہ امیر رشتے داروں کو اپنے غریب رشتے داروں کے ہاں زیادہ جانا چاہیے وہ لوگ عزت و مرتبہ بھی دیتے ہیں اور ہماری ہر بات کا جواب اثبات میں دیا کرتے ہیں۔''

''خیر اب ایسا بھی نہیں ہے۔ بڑے پر نکل آئے ہیں ان لوگوں کے۔ کوئی بات کہو تو مقابلہ کرنے پر اتر آتے ہیں۔ خصوصاً صارم جب سے اچھی جگہ ملازم ہوا ہے۔ اس کی ماں اور بہنوں کا تو کیا دادی تک کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ ایسی بڑی بڑی باتیں کرنے لگی ہیں کہ کوفت ہوتی ہے۔''

''چلو آج صارم کے ہاں ہی چلتے ہیں۔ ان کی نواسی کیا نام تم نے بتایا تھا۔ ہاں نوشابہ...... واپس گاؤں جانے والی ہوگی۔ اس کے لیے کوئی اچھا سا گفٹ لے جاؤ۔ دیکھنا کتنا خوش ہوں گے۔''

''میرا دل تو نہیں چاہتا کہ ایسے لوگوں کو منہ لگایا جائے۔''

''پھر بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے بھی ہمارے نام کی تالیاں ہماری غیر موجودگی میں بجیں گی۔''

رخسانہ بیگم پر میاں کی باتوں کا اثر ہوا تھا یا یہ بھی اترانے کی کوئی ادا تھی۔ انہوں نے شیفون کے دوپٹے کے ساتھ سلک کے فیروزی سوٹ کا کپڑا نکالا جس پر نازک سا موتیوں کا کام بنا ہوا تھا۔

اور جب شام کو جا کر نوشابہ کو دیا تو وہ واقعی خوشی سے چہکتے لہجے میں بولی۔

''دیکھئے نانی امی...... رخسانہ باجی میرے لیے کتنا پیارا سوٹ لائی ہیں۔ کلر بھی اچھا ہے اور کپڑا بھی۔''

''ہاں اچھا ہے۔'' دادی نے ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر کہا۔ ان کے دل میں رخسانہ بیگم کی باتیں گڑی ہوئی تھیں اس لیے خوشی کا کوئی بھی کوندہ ان کے چہرے پر نہیں پھوٹا تھا۔

صارم کی ماں اور بہنیں رخسانہ بیگم کو دیکھ کر پہلے متوحش سی ہوئی تھیں اور پھر چپ ہو گئی تھیں۔ عینی کے بارے میں ان کے جملے اس وقت بھی وانیہ کو یاد تھے۔

''آپ لوگ عینی کے گھر کبھی گئے یا نہیں......؟'' دورانِ گفتگو رخسانہ بیگم نے اس انداز میں پوچھا جیسے کہہ رہی ہوں آج کل کے مقابلے میں زیادہ گرمی ہے۔

''ابھی تو نہیں گئے مگر ارادہ ہے کہ ان کی والدہ سے جا کر بھی ملیں گے۔'' وانیہ نے کہا۔

''ان سے ملو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔ ثمینہ تو تم سب کو ہاتھوں ہاتھ لیں گی۔ میری اپنی بھابی ہیں۔ کب سے اپنی لڑکی کے لیے پڑھا لکھا اور خوبرو بر ڈھونڈ رہی ہیں اور ماشاء اللہ صارم میں یہ ساری صفات موجود ہیں۔''

''ہم تو ایسے ہی جائیں گے۔ ابھی صارم بھائی کی شادی کے حوالے سے کوئی لڑکی ہم نے دیکھی ہی نہیں ہے۔''

''ارے بھائی تم اپنی ماں اور دادی کو لے کر جاؤ، ان سب کو عینی پسند آئے گی۔''

''ثمینہ بھابی یوں بھی اچھی مہمان نواز خاتون ہیں اور تم لوگوں کی تو وہ یقیناً اچھی میزبانی کریں گی۔''

''ابھی تو رمضان قریب ہیں۔ رمضان کی تیاری کرنی ہے ان سب نے۔ عید کے بعد دیکھا جائے گا۔'' دادی جان نے عینی کے موضوع کو ختم کرنے کی کوشش کی۔

''اچھا اب نوشابہ کب آئے گی کراچی......؟'' انہوں نے گفتگو کا نیا گولہ کھولا۔

''جب میں بلاؤں گی، آجائے گی۔ اپنی نانی کی لاڈلی نواسی ہے۔'' انہوں نے اسے دلار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اتنی لاڈلی ہے تو پھر آپ اس کو کراچی میں ہی کیوں نہیں بیاہ دیتیں تاکہ ہمیشہ یہیں رہے۔'' رخسانہ نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔

''رشتے ناتے سب مقدروں سے ہوتے ہیں جس کا جہاں جوڑا لکھا ہوتا ہے وہیں جاتا ہے۔ نوشابہ کی بھی جہاں شادی ہونی ہوگی ہو جائے گی۔ میرا منا تو اپنے صارم کے لیے کہہ رہا ہے مگر میں نے ہامی نہیں بھری۔'' دادی نے تو روانی میں یہ جملہ کہہ دیا مگر امی جان کی ہنسی گم سی ہو گئی اور رخسانہ بیگم کو یوں لگا

جیسے یہاں آنے کا مقصد حل ہو گیا۔

وہ امی کو ہمدردی کی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔

''آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں۔ نوشابہ کا پہلا حق ہے کہ وہ اپنے ماموں کے ہاں آئے مگر یہاں کا ماحول، رہن سہن اس قدر بدلا بدلا سا ہے کہ اس کے لیے یہ ہی مناسب رہے گا کہ اس کی شادی وہیں گاؤں میں وہ جائے۔ جس سے ہو بھی خوش رہے گی اور اس کے سسرال والے بھی۔ میں ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں زری آپا۔'' وہ امی کی طرف جھکتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں بولیں۔

دادی کی بات سن کر امی کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ زری یہ ان کا وہ نک نیم تھا جو ہمارے بابوجی کے سوا کوئی نہیں پکارا کرتا تھا۔ رخسانہ آنٹی کے منہ سے اپنا یہ نام سن کر انہیں خاصی حیرت بھی ہوئی تھی۔

''میں تو بھئی صاف بات کرتی ہوں، چاہے میری بات کسی کو ناگوار ہی کیوں نہ لگے۔ شادی کرتے ہوئے لڑکے اور لڑکی کا ماحول ان کی تعلیم سے بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں۔'' امی نے رخسانہ آنٹی کی بات کی کھلے دل سے تائید کرتے ہوئے کہا۔

دادی جان نے ان دونوں کی بات سنی اَن سنی کر دی اور رحمان انکل کی جانب دہی بڑے بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ گھر کے بنے ہوئے ہیں۔ آپ کے گھر میں یہ چیزیں بازار کی آتی ہوں گی یا ملازموں کے ہاتھ کی اینگی بینگی سی بنی ہوئی۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔ آپ کے ہاں کے یہ دہی بڑے واقعی بہت لذیذ ہیں اور ہم آئندہ بھی آئیں گے۔ یہ سب کھانے کے لیے۔'' رحمان صاحب وسیع القلبی سے تعریف کرتے ہوئے بولے۔

''اب ماشاء اللہ رمضان شروع ہو رہا ہے۔ کسی دن ہمارے ساتھ افطار کرنا۔ ہمارے گھر کی افطاری گھر کی بنی ہوئی ہوتی ہے۔ کوئی چیز بازار کی نہیں ہوتی۔ سموسے، رول، ہر طرح کی چٹنیاں سب گھر کی مزے دار اور صاف ستھری۔''

''پھر تو باجی ہم آپ کے ہاں روزہ کھولنے ضرور آئیں گے۔''

''ضرور آیئے گا کہ آپ سب کے آنے سے ہم سب کو دلی خوشی ہوگی۔'' امی نے رخسانہ آنٹی کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

امی کی بات سن کر رخسانہ آنٹی یوں زیرِ لب مسکرائیں جیسے کہہ رہی ہوں کہ میں نے تمہارا شکریہ وصول کر لیا ہے۔

☆======☆======☆

فون تو انہوں نے بھائی کی خیریت پوچھنے کے لیے کیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ بھائی سے دو چار باتیں کر کے ہی فون رکھ دیں گی مگر اظفر کا موبائل محض اتفاقاً ثمینہ نے اٹھایا تھا اور وہ جو یہ سوچ رہی تھیں کہ بات کو مختصر کریں گی۔ بھاوج کی آواز سن کر ہی ان کی زبان میں کھجلی ہونے لگی اور وہ بے ساختہ پوچھ

بیٹھیں۔

''ہاں بھابی، وہ صارم کے گھر والے، کب تک آرہے ہیں آپ کے ہاں۔''

''مجھے تو نہیں معلوم......؟'' وہ چڑتے ہوئے بولیں۔

''اوہ...... یہ بات ہے......لگتا ہے عینی نے آپ کو بتایا نہیں۔''

''کیسی باتیں کررہی ہیں باجی جان آپ۔'' یہ جملہ انہوں نے دانت پیستے ہوئے ادا کیا تھا۔

''بھئی جو میں سنوں گی وہی تو بتاؤں گی۔ میری بھتیجی کا معاملہ ہے کسی غیر کا تو نہیں۔ صارم کی امی زری آپا نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ اپنی لڑکیوں کے ساتھ کسی بھی دن آپ کے ہاں آئیں گی۔ میں نے تو بھئی عینی کی خوب تعریف کردی ہے کہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ نیک، تمیزدار اور سلجھی ہوئی۔ میں نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ ہماری ثمینہ بھابی بہت اچھی ہیں اور جیسی ماں ہوتی ہے ویسی ہی اس کی بیٹی ہوتی ہے۔ ہم تو بھئی پیٹھ پیچھے بھی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ چاہے ہمیں کوئی برا ہی کہے۔''

باجی جان کے یہ جملے سن کر ثمینہ کو ایسا لگا جیسے وہ اس کا تمسخر اُڑا رہی ہوں اور برملا اعلان کررہی ہو کہ تم بھی بری ہو اور تمہاری بیٹی تم سے سے زیادہ بری۔

''تم ایسی بیٹی کی ماں ہو جس کے پروگرام سے تم آگاہ بھی نہیں ہوسکتیں۔''

اس دن طبیعت اظفر کی خراب تھی اور وہ اپنے آفس سے بھی چھٹی پر تھے مگر ثمینہ کو یوں لگا کہ ان کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ سر مارے درد کے پھٹا جارہا تھا اور جسم میں یوں لرزے کی سی کیفیت طاری تھیں جیسے بخار چڑھنے والا ہے۔

اولاد عزت بڑھاتی ہے اور گھٹاتی بھی ہے۔ عینی کی وجہ سے انہیں باجی جان کی کڑوی کسیلی باتیں سہنی پڑرہی تھیں۔

آج کل کی لڑکیاں اپنے آپ کو زیادہ عقل مند سمجھنے لگی ہیں۔

وہ یہ سمجھتی ہیں کہ ہم اپنا اچھا، برا اپنے والدین سے زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

عینی کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ صارم اور اس کے گھر والوں کو مجھ سے بہتر جانتی ہے اور سمجھتی ہے۔

اور اس کے اسی انداز فکر کی وجہ سے لوگوں کو بولنے کا موقع بھی مل گیا ہے۔

اس سے انہیں عینی پر بے حد غصہ آرہا تھا۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اسے کیا کچھ سنا ڈالیں۔

ماں کو یوں خاموش اور غم زدہ سا بیٹھا دیکھ کر عینی ان کے لیے پانی لے کر آئی تو وہ پانی پیئے بغیر آگے بڑھ گئیں۔ عینی کو یہ دیکھ کر حیرت کے ساتھ خفت بھی ہوئی کہ اس کی ماں خود فریج سے بوتل نکال کر پانی پی رہی تھیں۔

''امی مجھ سے اتنی ناراض ہیں کہ میرے ہاتھ سے پانی لینے سے بھی انکار کردیا۔'' یہ سوچ کر جہاں وہ متفکر سی ہوئی وہیں اس کی آنکھوں میں آنسو بھی بھر آئے۔ اس کی زندگی میں یہ عجیب سا دوراہا تھا۔

☆======☆======☆

یہ اتفاق ہی تھا کہ صارم گزشتہ پانچ روز سے وہی شرٹس پہن کر آفس آرہا تھا جو عبیر نے اسے تحفے

میں دی تھیں۔

''میری پسند اور صارم کی پسند ایک ہے اگر اسے میرے دیے ہوئے گفٹس پسند نہ آتے تو وہ کبھی یونہی تواتر سے انہیں استعمال نہ کرتا۔''

عبیر اس کے کیبن کے سامنے سے گزر رہی تھی کہ وہ موبائل پر کسی سے بات کرتے ہوئے ہنسا۔

''ارے، یہ ہنستے ہوئے کتنا اچھا لگتا ہے۔ آفس میں ہروقت سنجیدگی کا چولا پہنے رہتا ہے۔ اسے معلوم ہی نہیں کہ مسکرانا اور ہنسنا بھی کتنا ضروری ہوتا ہے۔'' وہ قصداً اس کے کیبن کے سامنے سے پھر گزری تو وہ چائے پی رہا تھا۔

''چائے کا موڈ میرا بھی ہورہا تھا۔'' وہ اس کے کیبن کے سامنے کھڑے ہو کر بولی۔

''آیئے آپ بھی چائے پیجیے۔'' وہ فلاسک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

عبیر اس کے مدِمقابل کرسی پر بیٹھ گئی اور چائے نکال کر پینے لگی۔

''آپ نے یہ تو بتایا تھا کہ دو ماہ بعد آپ کی برتھ ڈے ہے مگر تاریخ نہیں بتائی۔'' وہ دھیمے مگر سنجیدہ سے لہجے میں بولا۔

''ارے میری یہ بات آپ کو ابھی تک یاد ہے۔'' صارم نے اس کی بات سنے بغیر اپنا جملہ دہرایا۔

''ستمبر کی 23 ہے۔''

''پھر تو عید اور آپ کی سالگرہ ساتھ ساتھ ہی آرہی ہے۔''

''جی...... میں اپنی سالگرہ کو اپنی عید کی طرح ہی مناتی ہوں۔''

''ارے واقعی۔'' اس نے دلچسپی سے کہا۔

''تو پھر میرے گھر آئیں گے ناں، سالگرہ میں......؟''

''کیا آپ تقریب وغیرہ، گھر میں ارینج کریں گی......؟''

''بالکل کروں گی۔''

''تو پھر تو آنا ہی پڑے گا۔'' اس نے کہا کہ یوں بھی ذہن پر 26 تحائف کا وزن وہ خاصا محسوس بھی کررہا تھا۔

''میرے لیے تحفہ بھی لے کر آئیں گے ناں......؟''

''جی ہاں، ضرور۔'' وہ قدرے کھسیا کر بولا۔

''میرا فیورٹ کلر شاید آپ کو یاد ہو۔'' وہ بات بڑھانے اور وہاں مزید رکنے کی غرض سے باتیں بنا رہی تھی۔

''جی یاد ہے، پنک کلر...... ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں......!''

''بالکل صحیح۔'' وہ مسکرائی۔

''صارم صاحب، آپ کی یادداشت کی داد دیتی ہوں کہ شاید میں نے یونہی بتا دیا ہوگا کہ میرا پسندیدہ کلر پنک ہے مگر آپ کو تو یاد رہا۔''

''خیر ایسی بات بھی نہیں ہے۔ میں بہت ضروری اور خاص باتیں بھول بھی جایا کرتا ہوں۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کو خاص الخاص باتیں یاد رہ جاتی ہیں۔'' عبیر نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں بھئی...... بعض مرتبہ تو کچھ بھی یاد نہیں رہتا۔''

''پھر آپ کو کیسے یاد رہا کہ پنک کلر میرا پسندیدہ ہے۔''

''آپ نے اس انداز سے بتایا تھا کہ اتفاقاً مجھے یاد رہ گیا ورنہ میں تو اپنے دوستوں کو ان کی سالگرہ پروش کرنا بھول جاتا ہوں۔''

''پھر تو میں 23 ستمبر تک متفکر رہوں گی کہ کہیں آپ بھول نہ جائیں۔''

''ہاں، ایسا بھی ہو سکتا ہے۔''

''مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔'' وہ لفظ چبا چبا کر بولی۔ اس انداز پر صارم نے حیران ہو کر اسے دیکھا۔

''میں سالگرہ سے ایک دن پہلے آپ کو یاد دلا دوں گی۔'' عبیر نے مسکرا کر کہا۔

''تھینکس گاڈ...... میں تو سمجھ رہا تھا کہ آپ نہ جانے کیا طریقہ روا رکھیں گی یاد دلانے کے لیے۔'' صارم نے فائل کھولتے ہوئے کہا۔

اس کا مطلب تھا کہ اب میں مصروف ہوں۔

عبیر...... مسکراتے ہوئے اٹھ گئی۔

مگر اس وقت اس کا رواں رواں جھوم رہا تھا وہ صارم کو یہ احساس دلانے میں کامیاب ہو گئی تھی کہ اس کی سالگرہ پر صارم کی شرکت لازمی ہونی چاہیے۔

☆======☆======☆

''خوشی......'' شاید ہر ایک کو مشکل سے ہی ملتی ہے۔ اس کے ساتھ بے یقینی کسی سائے کی طرح چلتی ہے کہیں ایسا نہ ہو جائے کہیں ویسا نہ ہو جائے...... جیسے گمان ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

جب کہ غم کتنی آسانی سے گلے سے لگ جاتے ہیں ان کی راہ میں نہ خوشیاں حائل ہوتی ہیں اور نہ ہی کامرانیاں...... وہ کسی تیز و تند طوفان کی سی تیزی سے آ جاتے ہیں۔ خوشیوں کی رفتار بھی دھیمی ہوتی ہے بلکہ چیونٹی کی سی چال میں چلتی ہوئی آتی ہیں۔

اب صارم کا ملنا...... اسے کسی خوشی کی طرح لگا تھا...... ایسا لڑکا جس کے خواب ہر ایک لڑکی دیکھتی ہو، ہر خوبی اس کی ذات میں مزین تھی مگر اس کا ملنا...... بھی اسے کیسا مشکل سا لگ رہا تھا۔

امی کی ہر بات کی کھال تارنے کی عادت اور لوگوں سے ڈر کر رہنے کے انداز نے اسے از خود پریشان سا کر دیا تھا۔ وہ کیسے مان سے اس سے کہا کرتا تھا۔

''عینی جب تمہارے امی پاپا مجھے اوکے کر دیں گے تو تم ہمارے گھر آنا...... میری دلی خواہش ہے تم میرا گھر آ کر دیکھو...... جہاں میں رہتا ہوں......''

''یہ خواہش تو میری بھی ہے۔'' اس نے بے اختیار کہا۔

''پھر تم بہت جلدی سے آنا بلکہ تمہارے امی، پاپا کو ہم اپنے گھر بہت جلد مدعو کریں گے تا کہ آئندہ کا لائحہ عمل جلد طے کر سکیں۔''

''تو کیا شادی کے معاملات جب طے ہوں تو اس میں مجھے شرکت کرنی چاہیے......؟'' عینی نے شرارت بھرے لہجے میں پوچھا۔

''کیا مضائقہ ہے......'' اس کی بات کا مطلب سمجھ کر وہ ہنس کر بولا۔

''میری امی، پاپا کو یہ سب اچھا نہیں لگے گا۔''

''اچھا تو تم اپنی بری کے کپڑے میرے ساتھ جا کر خود اپنی پسند کے خریدو گی......!''

''اس بات سے آپ کی امی ناراض ہو سکتی ہیں اس لیے زیادہ بہتر ہو گا کہ میں ان کی پسند کے کپڑے پہن لوں گی...... یوں بھی میں اپنی امی کی پسند کے کپڑے پہنتی ہوں۔''

''تو گویا تمہاری اپنی کوئی پسند نا پسند ہے ہی نہیں......؟'' صارم چڑ کر بولا۔

"کیوں نہیں ہے...... آپ میری اولین پسند ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ سے ملانے کے اسباب ازخود پیدا کردیے ہیں اور......!"

"یہ خوش نصیبی تو میری ہے......" صارم اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"میں تو بس یہی دعا مانگتی ہوں کہ ہماری خوشیوں میں کوئی اٹکل نہ آنے پائے۔"

"اور میں بھی یہی دعا مانگتا ہوں......" اور اس وقت نماز پڑھ کر کتنی دیر تک وہ سجدے میں سر رکھے دعائیں مانگتی رہی تھی کہ آنسوؤں سے اس کا چہرہ بھی تر ہو گیا تھا اور جب امی پاپا کی آوازیں بلند ہو کر ان کے کمرے سے باہر آئیں...... تو اس کے قدم ٹیرس تک چلے گئے کہ بات کیا ہے......؟" یہ امی پاپا کیوں اس قدر غصے میں ہیں؟

دونوں کے ہی لہجے میں جلال تھا...... امی کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ پاپا کو بے مہار سنائیں اور پاپا بھی اپنی عادت کے برخلاف مشتعل سے تھے۔

عینی کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا کہ ان دونوں کے مابین کس موضوع پر بات ہو رہی ہے کہ ان کا غصہ گھٹنے کے بجائے اور بھی بڑھ رہا ہے مگر جب پاپا کا گرجتا ہوا یہ جملہ......" ہاں اس اتوار کو ہی بلا لو ان لوگوں کو پھر میرے پاس ٹائم نہیں ہے کہ کسی کو بلا سکوں آفس کے کام سے مجھے کوئٹہ جانا ہے وہاں دس سے پندرہ دن لگ سکتے ہیں میرے۔"

تب عینی کی سمجھ میں آیا...... کہ اس کے والدین کے مابین صارم کو بلانے یا نہ بلانے کے سلسلے میں کوئی بات چیت ہوئی ہے۔

آخر لڑکیوں کے رشتے آیا ہی کرتے ہیں...... مگر میرے آنے والے اس رشتے پر ماں کے ساتھ ساتھ باپ اتنے خفا کیوں ہو رہے ہیں...... یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد امی اس کے سر پر کھڑی کہہ رہی تھیں۔

"تم ان لوگوں کو فون پر بتا دو کہ اس اتوار کی شام کو وہ ہمارے ہاں آجائیں...... ماں، باپ، دادی، نانی جس جس کو لانا چاہیں لے آئیں۔ ہاں صارم ضرور ساتھ آئے...... کہ تمہارے ابا جان اس سے خاص طور پر ملنا چاہتے ہیں...... کیونکہ رابطے کا سلسلہ تم سے ہی ہے تو تم ہی انہیں یہ نیوتہ بھی دے دو کہ ہمارے گھر آنا ہے ورنہ طریقہ تو یہ تھا کہ ان کے ہاں کا کوئی بڑا آنے سے پہلے فون کرتا اور ہم انہیں اپنے ہاں مدعو کرتے...... مگر جب تمام معاملات تم ازخود طے کر چکی ہو...... تو تم ہی انہیں بلانے کا بھی فون کر دو......"

"امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں، میری تو ان کی امی یا گھر کے کسی بڑے سے کبھی بات ہی نہیں ہوئی۔" عینی نے حیرت سے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی تو تمہاری خوبی ہے کہ تم نے ڈائریکٹ صارم سے سب کچھ کہہ سن لیا...... ان کے گھرانے میں بھی تمہاری جیسی عزت وتوقیر ہو رہی ہوگی...... اس کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہوگا۔" ماں کا لہجہ حقارت بھرا تھا۔

"امی کیا کوئی سہیلی اپنی دوسری سہیلی کے ہاں اپنے بھائی کا رشتہ لے کر نہیں آیا کرتی......؟" عینی نے کمزور سے لہجے میں وکالت کی۔

"عینی تم میرے سامنے بار بار جھوٹ مت بولا کرو...... جانتی ہو کہ مجھے جھوٹ سے نفرت ہے......"

"میں سچ کہہ رہی ہوں امی......"

"اب تم جھوٹ بھی بڑے سچے انداز میں بولنے لگی ہو اس لیے ایسا محسوس کرتی ہو ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمہاری دوستی صارم سے ہے...... وانیہ کو تو بعد میں پتا چلا ہے کہ تم اس کے بھائی کے ساتھ خوب گھومتی پھرتی ہو...... صارم ان کے گھرانے کا واحد کفیل ہے اس لیے انہیں مجبوراً تم سے روابط بڑھانے پڑے...... اگر اس کہانی میں صارم نہیں ہوتا تو پھر میں دیکھتی کہ وانیہ تمہیں کتنی لفٹ کراتی...... اس بے چاری کی تو مجبوری ہے...... اپنے بھائی کی وجہ سے تم سے بات کرنے پر مجبور ہے خیر...... بات تو صرف یہی کہنی تھی کہ ان لوگوں کو بلا لو...... ان سے مل کر تمہارے پاپا فیصلہ کر دیں گے۔" عینی روہانسی سی ہو کر صرف سر ہلانے پر ہی اکتفا کر سکی۔

عینی نے وانیہ کو فون کر کے بتا دیا تھا کہ اس کے گھر والے اس اتوار کو ان سب سے ملنا چاہ رہے ہیں...... وانیہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔

"دادی جان کتنی خوشی کی بات ہے ناں ہمارے ساتھ نوشابہ بھی چلے گی۔"

"میرے لیے تو کوئی خاص خوشی کی بات نہیں ہے......!" دادی نے آلکس بھرے لہجے میں کہا۔

"کیوں دادی جان...... آپ کو اپنے پہلے پوتے کی شادی کی خوشی نہیں ہو رہی کیا......؟"

"مجھے اس وقت زیادہ خوشی ہوتی جب میری پوتیوں کی شادی کے بعد پوتے کی شادی ہوتی۔"

"دادی شادی کا تو ہر ایک کا وقت ہوتا ہے جب جس کا وقت آتا ہے جب ہی ہوتی ہے۔ صارم ہمارے بڑے بھائی ہیں ان کی شادی پہلے ہی ہونی چاہیے۔"

"کس کی شادی کب ہونی چاہیے یہ دوسری بات ہے مگر شادی کا وقت بعض لڑکیاں خود ہی لے آتی ہیں کہ وقت کی طنابیں کھینچنا جانتی ہیں۔" دادی کا لہجہ کسیلا سا تھا۔

"اماں ابھی تو ہم صرف لڑکی دیکھنے ہی جا رہے ہیں، ہو سکتا ہے ہمیں اس کا گھرانہ پسند ہی نہ آئے تو بات آگے نہ چلے۔" امی نے بے پروائی سے کہا۔

"زری...... یہ بات تم کیسے کہہ سکتی ہو...... جب لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کر لیں وہاں ماں باپ لڑکی کو پسند کرنے نہیں جاتے بلکہ اپنی رضامندی دینے جاتے ہیں کہ ہمیں آپ کی لڑکی پسند ہے آپ ہمیں تاریخ دے دیں......!"

"اماں یہ خام خیالی ہے۔ صارم نے مجھ سے صاف کہہ دیا ہے کہ اگر عینی آپ کو پسند آئے تو اپنی بہو بنانا ورنہ نہیں......" امی کا لہجہ تو تلخی بھرا تھا۔

"دلہن آدھی بات کیوں کر رہی ہو...... اس نے یہ بھی تو کہا تھا آپ کو میری پسند اپنی لگے گی۔ عینی اتنی اچھی ہے کہ اس کو کوئی مسترد کر ہی نہیں سکتا......" دادی جان کا ایک ایک جملہ تمسخر بھرا تھا...... جیسے وہ

باور کرا رہی ہوں۔

"تمہاری بساط کیا...... کہ اپنی بات منوا سکو......"

"نہ تمہاری گھر میں چلتی ہے اور نہ بچوں پر......"

امی کو یہ سب سن کر برا تو بہت لگا مگر وہ اس وقت ان سے ٹاکرا کرنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

وانیہ ان سب باتوں سے بے نیاز اپنی الماری کھولے کھڑی تھی۔ وہ ایسا لباس پہن کر جانا چاہتی تھی جس میں وہ بہت اچھی لگے۔

چھوٹی بہن اپنے پسندیدہ لباس کے ساتھ اس کی میچنگ جیولری کا ڈبا کھولے ان سے ٹاپس اور لاکٹ ملا رہی تھی۔

"نانی میں کیا پہن کر جاؤں گی......؟" نوشابہ نے دادی جان سے سرگوشیانہ لہجے میں پوچھا۔

"تم جو بھی پہن لوگی...... سب میں اچھی لگو گی......"

"پھر بھی...... یہاں تو بہت تیاریاں ہو رہی ہیں۔"

"کل جو تم ریڈی میڈ سوٹ لے کر آئی تھیں ناں...... وہ پہن لینا...... فالسی سوٹ تم پر بے حد کھلے گا۔"

"وانیہ کہتی ہے کہ جب کہیں جایا کرو اپنے بال کھول لیا کرو...... مگر مجھے اچھا نہیں لگتا...... گاؤں میں تو اپنے بالوں کو ہر وقت کس کر باندھے رکھتی تھی۔"

"وانیہ اچھی بچی ہے...... اس کی بات بھی مان لیا کرو...... تمہارا دل نہ چاہے تو چوٹی بنا لینا وہ بھی تم پر بہت اچھی لگتی ہے۔" دادی جان نے اپنی نواسی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اتوار کے آنے میں دو دن باقی تھے۔ عینی کے گھر میں مہمانوں کے سلسلے میں تمام تیاریاں تھیں، ڈرائنگ روم میں کشن پر نئے کور چڑھ گئے تھے، نئے پردے جو عید پر لگانے تھے...... وہ ڈرائنگ روم کی کھڑکیوں پر لگا دیے گئے تھے۔

وانیہ نے لائٹ گرین سوٹ جس پر ڈارک گرین کلر کی کڑھائی تھی...... وہ پہننے کے لیے پہلے سے منتخب کر لیا تھا، ثمینہ بیگم نے شامی کباب بنا کر رکھ دیے چکن رولز اور سموسے بھی تیار تھے...... ان کا خیال تھا کہ وہ مٹھائی کے بجائے کیک منگا لیں گی۔

بیڈ روم کا سینٹر قالین جو وہ گزشتہ ماہ خرید کر لائی تھیں...... انہوں نے وہ ڈرائنگ روم میں بچھا دیا تھا اور ڈرائنگ روم کا قالین باہر انٹرنس پر ڈلوا دیا تھا۔

وہ اپنے تئیں لڑکے والوں پر یہ تاثر دینے کی خواہش مند تھیں کہ ان کی کلاس ان سے بڑی ہے اور ان کا طرز رہائش بھی ان سے اونچا ہے۔

وہ کراکری جو خاص الخاص مہمانوں کے لیے نکالی جاتی تھی...... وہ بھی انہوں نے نکال کر باورچی خانے کے کیبنٹ میں رکھ دی تھی۔

ثمینہ بیگم کو لڑکیوں کا جیولری پہننا ہمیشہ ناپسند رہا تھا...... مگر اتوار کے لیے انہوں نے عینی کے لیے

ہاتھوں میں پہننے کے لیے دو خوب صورت جڑاؤ کنگن نکال کر اپنے پرس میں رکھ لیے تھے...... کانوں کے جڑاؤ ٹاپس اور لاکٹ بھی اس شام وہ عینی کو پہنانا چاہتی تھیں۔

ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے...... اور ہم تم سے ہر لحاظ سے برتر ہیں یہی احساس ان کی نس نس میں سمایا ہوا تھا۔ صارم ہر روز رات کو عینی کو فون پر گھر میں ہونے والی تیاریوں کے بارے میں مزے مزے کی باتیں بتا رہا تھا۔

"امی...... چکن کا نیا سوٹ لے کر آئی ہیں، بال بھی ڈائی کر چکی ہیں...... سنبھل کر رہنا...... جوان ساس تمہیں دیکھنے کے لیے آ رہی ہیں۔"

"سنئے...... اگر انہیں میں پسند نہیں آئی اور انہوں نے مجھے ریجیکٹ کر دیا تو......؟" عینی نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

"تو کوئی بات نہیں امی کہیں اور دیکھ لیں گی۔ اب لڑکوں کی مائیں اپنے لڑکے کے لیے صرف ایک لڑکی ہی تو نہیں دیکھا کرتیں۔" صارم نے اپنے لہجے میں شرارت چھپا کر کہا۔

"اگر ایسا ہوگا...... تو کیا ہوگا...... میری امی تو شاید خوش ہو جائیں مگر میرا دل تو ٹوٹ جائے گا......"

"تمہارا دل نہیں ٹوٹے گا عینی۔" صارم اس کے لہجے میں اداسی سے ہی پریشان سا ہو گیا۔

"اب اگر آنٹی نے مجھے ریجیکٹ کر دیا...... تو پھر یہی تو ہوگا ناں......!"

"عینی تمہیں پتا نہیں کہ تم کیسی ہو......"

"مگر یہ بات مجھے آنٹی سے ہی پتا چلے گی۔"

"میں جو کہہ رہا ہوں کہ وہ تمہیں ناپسند کر ہی نہیں سکتیں......!"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"شہزادیوں جیسی تمکنت والی میری عینی کو کوئی دیکھے تو سہی......!"

جمعہ کی شام کو صارم کو آفس سے پتا چلا کہ اسے پانچ دن کے لیے آفس کے کام سے اسلام آباد جانا ہوگا۔

"سر اگر میں پیر کو پہنچ جاؤں تو......" اس نے اپنے ڈائریکٹر سے کہا۔ وہ اپنا کسی صورت اتوار کا پروگرام خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"صارم آپ کو سیٹرڈے کو میٹنگ میں بھی تو شرکت کرنی ہوگی آپ جانتے ہیں اس وقت مارکیٹنگ کا شعبہ کتنا فعال ہے، اس میں ذرا سی بھی غفلت پروڈکٹس کو کس قدر نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"یس سر...... میں سیٹرڈے کی صبح فلائٹ سے چلا جاؤں گا۔"

"آپ کے ٹکٹ آ چکے ہیں۔" ڈائریکٹر نے مسکرا کر کہا تو صارم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اپنے گھر میں بتانے سے پہلے اس نے عینی کو فون پر بتایا...... تو وہ بھی پریشان سی ہو گئی۔ "اتوار کو پاپا نے آپ کو بطور خاص بلایا تھا۔"

"ان کو بتا دو کہ ضروری کام سے جانا ہوگا...... میں تو نہیں آ سکوں گا ہاں گھر کے بقیہ لوگ جیسے

آرہے تھے آجائیں گے۔"

"مگر پاپا پہلے آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"تو پھر آئندہ اتوار کو سب آجاتے ہیں۔"

"آئندہ اتوار کو پاپا فارغ نہیں ہیں۔"

"تو پھر پیر، منگل، بدھ، جمعرات، جمعہ، ہفتے میں سے کوئی دن چن لینا۔"

"ٹھیک ہے، میں کہہ دوں گی۔"

"انشاء اللہ جلد ملاقات ہوگی۔"

"ٹھیک ہے آپ جائیں...... ہاں اپنا خیال رکھیے گا......!"

"اوکے......" اس کا یہ اپنائیت بھرا جملہ سن کر اس کی تمام پریشانی کافور سی ہوگئی اور اس کے لب آپ ہی آپ مسکرانے لگے۔

"عینی...... تم میری زندگی میں بے حد اہم ہو...... جس کے بنا شاید خوشی کا تصور ادھورا محسوس ہو......" اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

☆======☆======☆

"انتہائی غیر ذمے دار...... اور انتہائی لیچڑ سے لوگ...... جو آنے سے ایک دن پہلے کہہ دیں کہ ہم نہیں آرہے۔" ثمینہ بیگم نے عینی کی بات سن کر نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

"امی...... آفس کے کام سے جانا پڑ گیا تو کیا کرتے وہ......!"

"تم نہیں جانتیں اپنے آپ کو خاص الخاص بنانے کی بھونڈی حرکتیں اسی طرح کی جاتی ہیں۔ اچھا ہوا اپنا آپ انہوں نے خود ہی دکھا دیا......" ثمینہ بیگم کا غصہ کسی صورت میں کم نہیں ہو رہا تھا۔

"اب اس میں میرا کیا قصور ہے کہ وہ لوگ نہیں آرہے......؟" ماں کی طنز و نشتر میں بھری باتیں جب ختم ہونے میں ہی نہیں آئیں تو وہ بول پڑی۔

"سارا قصور تو تمہارا ہی ہے......! اپنے آپ میں رہتیں تو یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا......" عینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

مگر ثمینہ بیگم کی بڑبڑاہٹ ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔

"اب کے اتوار کو بلا نہیں سکتے ہم...... تمہارے پاپا مصروف ہیں، آئندہ ہفتے بلائیں گے تو دیکھنا...... کوئی نیا رنگ دکھائیں گے۔ جو لوگ کچھ نہ ہوں وہ اپنے آپ کو بہت بڑا پوز کرتے ہیں۔" عینی اپنے کمرے میں آگئی۔

وہ صارم کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ صارم نے کسی قسم کا کوئی بہانہ نہیں بنایا تھا...... وہ تو خود جاتے ہوئے بوریت محسوس کر رہا تھا۔

امی آپ نے صارم کو دیکھا ہی نہیں اس سے ملی ہی نہیں تو آپ کیسے اس کے بارے میں جان سکتی ہیں ہاں جب آپ اس سے ملیں گی تو آپ کا اس کے بارے میں نظریہ سو فیصد بدل جائے گا۔ اس وقت

قدرے گرمی تھی یا امی کی باتیں سن کر اسے گھبراہٹ سی زیادہ ہو رہی تھی کمرے میں آکر اس نے اے سی آن کر دیا۔ دھیما سا میوزک بھی لگایا اور اپنے صاف ستھرے بیڈ پر نیم دراز سی ہوگئی۔

اس وقت اس کے دل و دماغ میں صرف اور صرف صارم تھا جو دل کے جھروکے سے اپنا چہرہ نکالے اسے دیکھ رہا تھا اسے چھیڑ رہا تھا۔ اس کو دیکھ کر اس کے چہرے کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی گنگنا رہی تھیں۔ تب عینی از خود شرما سی گئی۔

یکبارگی اپنا چہرہ تکیے میں یوں چھپا لیا جیسے صارم کی نظروں کی تپش سے اپنے آپ کو بچا رہی ہو۔

"عینی...... عینی...... عینی......" اسے یوں لگا جیسے صارم اسے پکار رہا ہو۔

"ہاں کہو...... کیا بات ہے......؟" اس نے چہرے سے تکیہ ہٹا کر یوں پوچھا جیسے وہ اس کے سامنے ہی بیٹھا ہو۔

"کیا سوچ رہی ہو......؟"

"کچھ بھی نہیں...... آپ سامنے ہوں تو سوچنے کے لیے بھی کچھ ہو سکتا ہے۔" اس نے جیسے شرما کر کہا۔

"پھر بھی...... اتنی چپ چپ سی کیوں ہو......؟"

"نہیں تو...... میں کہاں چپ رہتی ہوں......؟" وہ کھسیا کر بولی۔

"اچھا...... اپنے آپ سے پوچھ لو...... کہ اتنی خاموش کیوں ہو......؟" اور جب اس نے اپنے آپ سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس سے تو وہ خود اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی۔

محبت ہم سفر میری
مگر منزل کہاں میری؟
امیدوں سے بنی دنیا
بہاروں سے گندھی دنیا
سجی ہے میری آنکھوں میں
محبت کی حسین دنیا
دھنک کے رنگ لے کر ہم
مہک کلیوں کی ہم لے کر
ملن کی آس لے کر ہم
کریں گے پار دریا ہم
ملے گا ساتھ بادل کا
ہوا کے دوش پر ہم کو
جمی ہوگی برف جن پر
بلندی ان پہاڑوں کی

نہ روکے گی قدم اپنے
کہ دل میں ہے لگن اپنے
افق کے پار جانا ہے
افق کے پار جانا ہے
وہاں پر ایک ہے اپنا میرا ہمدم میرا سپنا
کہ اس کی آنکھ پُرنم ہے
جدائی کا اسے غم ہے
وہ میری راہ تکتا ہے
وہ میری راہ تکتا ہے
مگر ملنے سے ڈرتا ہے
گماں اِک دل میں آتا ہے
اندیشہ سر اٹھاتا ہے
افق کے پار جا کر بھی
ملا نہ گر کوئی اپنا
مسافت بے ثمر میری
محبت ہم سفر میری

"مسافت میں جب خلوص شامل ہو تو وہ کبھی بے ثمر نہیں ہوتی......" صارم نے جیسے اس کے کان میں سرگوشی کی چند لمحے پہلے اس کے چہرے پر جو تفکر کے سائے منڈلائے تھے وہ صارم کے پُریقین لہجے سے فوراً ہی چھٹ گئے۔

☆======☆======☆

سارہ کا بھی خیال تھا کہ عدنان کا جیسے غصہ رفع ہوگا تو وہ اسے خود لے کر اس کی ماں کے پاس جائے گا۔ اس کی دوست عریشہ نے بھی اسے یہی کچھ سمجھایا تھا۔ سسرال آکر پہلے کی طرح ماحول میں خوشگواری تھی، عدنان ہنستا مسکراتا اپنے آفس جاتا اور وہاں سے آکر اس سے خوش گپیاں کرتا۔ اس کی نند طاہرہ باجی چھٹی کے دن میکے آتیں تو کبھی اس کے سر میں تیل لگا جاتیں کبھی اس کے لیے کوئی چیز بنا کر لے آتیں۔ سارہ کو ان کا آنا کبھی بار نہیں لگا تھا مگر اپنی ماں کے سکھائے میں آکر وہ اپنی بہن جیسی نند کے بارے میں بھی الٹا سیدھا سوچنے لگی تھی۔ طاہرہ باجی یوں تو ہر ویک اینڈ پر ہی آیا کرتی تھیں مگر جب کبھی ان کی اپنی معروفیات ہوتیں تو وہ نہیں آتی تھیں تب سارہ کی ساس اپنی بیٹی کے پاس ایک دونوں کے لیے چلی جاتی تھیں۔ ان کے نواسی نواسے بھی اپنی نانی کو اپنے گھر لے جا کر بہت خوش ہوا کرتے تھے۔ ان دنوں وہ طاہرہ کے پاس گئی ہوئی تھیں...... جب ماسی کام کرنے آئی تو وہ بولی۔

"تمہاری ممانی تو لڑ کے اپنے میکے بیٹھی ہے...... تمہاری امی بے چاری تو آج بہت رو رہی

تھیں...... ساری غلطی تمہاری ممانی کی ہے۔" عدنان اس وقت آفس جانے کی تیاریاں کر رہا تھا مگر اس نے ماسی کی باتیں سن لی تھیں ماسی جب کام کر کے باہر نکلی تو وہ بولا۔

"شاید تمہاری امی کو لڑنے بھڑنے کے لیے کوئی نہ کوئی ٹارگٹ ضرور چاہیے ہوتا ہے۔"

"آپ نے سنا نہیں ماسی کیا کہہ رہی تھی کہ ساری غلطی تمہاری ممانی کی ہے۔"

"ماسی کو جو بتایا جائے گا وہی کہانیاں تو وہ ریمس منزل میں نشر کرے گی...... آج بطور خاص انہوں نے ماسی کو کہلا کے بھیجا ہوگا...... یہ باتیں سارہ کے سسرال میں جا کر کرنی ہیں۔"

"جی نہیں...... میری امی ایسی نہیں ہیں۔"

"بہر حال...... تم نے اپنے میکے کسی صورت نہیں جانا ہے...... چاہے بے شک تمہاری ماں کی تمہاری چھوٹی بہن سے بھی لڑائی ہو جائے۔ میں اپنے گھر کا سکون کسی صورت برباد نہیں کرنا چاہتا......" وہ عدنان...... جو ناشتے کی میز پر اسے چھیڑ رہا تھا...... اس سے محبت جتا رہا تھا اس کا لہجہ ایسا ہو گیا جیسے اس کے اندر کوئی عجیب سی سفاکی پروان چڑھ رہی ہو۔

"یہ شوہر کی ذات پل بھر میں بدل جایا کرتی ہے۔" ماں کا جملہ ذہن کے کسی کونے سے نکل آیا۔

عدنان کی باتیں سن کر سارہ کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا۔ اس کا دل چاہا کہ وہ اپنی ماں کی مفاہمت میں کچھ جملے بولے۔ جیسے کہ آپ غلط سوچ رہے ہیں، میری امی ایسی نہیں ہیں یا اب آپ اس انداز میں میری ماں کے بارے میں مت سوچا کریں...... مجھے اچھا نہیں لگتا ہے...... مگر اس کی آواز اس کے حلق میں ہی پھنس گئی...... سارے لفظ گولے سے بن کر اس کے حلق میں اٹک گئے۔

عدنان نے ایک نظر سارہ کو دیکھا...... تو اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل گر رہے تھے۔ آج آفس اسے بارہ بجے کے بعد جانا تھا...... ایک اچٹتی سی نظر وہ سارہ پر ڈال کر بریف کیس لے کر باہر نکل گیا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو...... جیسے اس نے کچھ کیا ہی نہ ہو سارہ جس کرسی کے سہارے کھڑی تھی...... وہیں بیٹھ گئی عدنان کی باتوں سے اس کے دل کو دھچکا سا پہنچا تھا۔

وہ چپ چاپ بیٹھی کتنی ہی دیر تک بنا آواز کے روتی رہی۔ یہ کیسی چلچلاتی دوپہر تھی جس میں بارش بھی ہو رہی تھی۔ دل کی بھڑاس جب آنسوؤں کے ذریعے نکلی تو اس نے اپنے گھر فون ملایا۔

"امی آپ کیسی ہیں......؟"

"فرسٹ کلاس......!"

"اور ممانی کیوں لڑ کر چلی گئیں......؟"

"ارے اس کی کہاں ہمت کہ میرے آگے منہ کھولے...... اس کو تو میں نے گھر سے نکالا ہے...... کہ میرے سامنے میرے بھائی کے والٹ سے پانچ سو روپے نکال رہی تھی میں نے بھی کہہ دیا ایسی چوریاں تم اپنے میکے میں جا کر کیا کرو...... میرا بھائی اس لیے نہیں کما رہا کہ اس کی بیوی اس کے پیسے چرائے۔"

"مگر ماسی تو کہہ رہی تھی کہ وہ خود لڑ کر گئی ہیں۔"

"بھئی جیسا میں ماسی سے کہوں گی وہ تو ویسا ہی بولے گی۔"

''امی آپ کب سدھریں گی......'' سارہ سر تھام کر اپنی ماں کو متانت سے سمجھا رہی تھی......اور وہ اس کی بات سننے کے بجائے فلک شگاف قہقہوں کے ہمراہ اسے اپنے وہ کارنامے سنا رہی تھیں جنہیں سن کر سارہ کے ماتھے پر پسینہ آرہا تھا اور وہ ان کی بات سن کر اثبات میں جواب دینے تک کے قابل نہیں تھی۔

''میری ماں ایسی کیوں ہے......؟'' آج پہلی مرتبہ یہ بات اس کے ذہن میں آئی تھی۔

''امی کی باتوں سے لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے......'' یہ احساس پوری شدت سے اس کے دل میں جاگا تھا۔ ''اگر لوگ ان کی بات کا جواب نہیں دیتے تو اس کا قطعی یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی باتوں سے کسی کو دکھ نہ پہنچا ہو......'' عریشہ کی بات آج اسے بڑی گہرائی کے ساتھ سمجھ میں آرہی تھی۔

''ایسی عاقبت نااندیش مائیں......اپنی بیٹیوں کا بیڑہ غرق ہی کیا کرتی ہیں......'' یہ احساس اس کی رگ رگ میں ایسا سمایا......کہ اس کے رونگٹے سے کھڑے ہوگئے۔

''اگر میں اپنی امی کی ہر بات مانتی چلی جاتی تو میرا گھر تو ٹوٹ جاتا......عدنان تو پھر صابر تھا کہ اس نے چند ماہ برداشت کرلیا......اگر یہ سلسلہ مزید دراز ہوتا تو یہی عدنان......مجھ سے ناتا توڑ دیتا تب میں خوشیوں سے ہمیشہ کے لیے دور ہوجاتی۔ الٰہی تُو مجھے ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھنا......اور میری ماں کو بھی نیک توفیق عطا فرما تاکہ ان کی ذات لوگوں کے لیے دکھوں کا سبب نہ بنے......'' اس نے بڑے خشوع سے دعا مانگی۔

☆======☆======

روزے تو وہ باقاعدگی سے رکھنے کی عادی تھیں بلکہ ان کے چاروں بیٹے بھی ان کے کہنے پر روزے رکھ لیا کرتے تھے......اور چاروں ہی اپنی فرمائشوں پر طرح طرح کی افطاری بنوایا کرتے تھے......سب کے ساتھ روزے کھولنے کا الگ ہی مزہ تھا۔

سلمان اگر کسی دن روزہ نہ بھی رکھتا......مگر افطار کے وقت اس کی گھر میں موجودگی یقینی ہوتی تھی اور جب سے دونوں بیٹے باہر گئے تھے......رخسانہ بیگم کے گھر کی رونق ختم ہوگئی تھی۔ نہ ہنسی مذاق نہ شور شرابا ایک خاموشی سی ان کے گھر میں چھاگئی تھی۔

''بچوں کے چلے جانے سے گھر میں کیسی اداسی سی رچ گئی ہے......کسی چیز میں مزہ ہی نہیں آتا۔'' رحمان صاحب جو ٹی وی پر میچ بہت شوق سے دیکھا کرتے تھے......بچوں کی غیر موجودگی میں انہیں میچ دیکھنے کا لطف بالکل نہیں آرہا تھا۔

آفریدی کے چھکے پر گھر میں خوشی کے نعرے سے لگتے تھے......اور جہاں کوئی پاکستانی کرکٹر آؤٹ ہوتا......تو آہ......اُف......کی آوازیں علیحدہ شور مچایا کرتی تھیں۔

میچ دیکھنے کے دوران رخسانہ بیگم کے چاروں بیٹوں اور خود ان کا بھی تمام کھانا پینا ٹی وی لاؤنج میں ہی ہوا کرتا تھا وہیں کارپٹ پر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھے بیٹھے وہ بھی اپنے سارے کام نمٹایا کرتی تھیں۔

مگر اب دو بچوں کے جانے سے گھر میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔

''رخسانہ میں سوچ رہا ہوں کہ چھوٹے بیٹے ارسلان کا کہیں رشتہ طے کردیتے ہیں......تاکہ اس

سے کچھ تبدیلی کا احساس ہو......ہم اپنی بہو سے ملنے کے لیے جائیں وہ ہمارے گھر آئے......یوں زندگی میں کسی تبدیلی کا احساس ہوگا۔''

''آئیڈیا آپ کا برا نہیں ہے۔'' رخسانہ بیگم نے ہنستے ہوئے کہا۔

''تمہاری بھتیجی عینی اچھی ہے......کیا خیال ہے اس کا رشتہ نہ دے دیں اپنے ارسلان کے لیے یوں ہمارا ثمینہ بھابی سے رشتہ مزید گہرا ہوجائے گا۔''

''آپ کو تو پتا ہی نہیں عینی تو ان دنوں صارم سے عشق لڑا رہی ہیں......اور ثمینہ بھابی کی نخریلی طبیعت مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔''

''ارے صارم کی بہنیں بھی تو گڈ لکنگ ہیں، وانیہ بھی اچھی ہے اسے دیکھ لو......ارسلان کے ساتھ اچھی رہے گی۔''

''آپ بھی عجیب باتیں کرتے ہیں رشتے داری تو ان سے ضرور ہے مگر اسٹیٹس کا فرق بے حد ہے اتنے چھوٹے سے فلیٹ میں رہتی ہیں اتنی چھوٹی سی جگہ ہے اگر ہمارے دو ہزار گز کے بنگلے میں آئیں گی تو ان کی آنکھیں پھٹ جائیں گی......اور پھر اتنی نیت خراب ہوجائیں گی کہ سب کچھ ہضم کرکے بھی بھوکی رہیں گی......اور میکے والوں کو سدا بھرتی رہیں گی۔''

''ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے صارم کے ساتھ اس کا چھوٹا بھائی اعظم بھی جاب کررہا ہے۔ اب ان لوگوں کے حالات خاصے تبدیل ہوگئے ہیں......باہر سے لڑکی لانے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ اپنے خاندان میں سے لے آئی جائے۔''

''یوں تو نوشابہ سے بھی رشتے داری ہوتی ہے تو کیا اس ال مینرڈ لڑکی کو میں اپنی بہو بنا سکتی ہوں کبھی نہیں......'' رخسانہ بیگم نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

''غیر لوگوں کا کچھ پتا نہیں ہوتا......بظاہر کتنے ہی اچھے ہوں مگر جب رنگ بدلتے ہیں تو پہچانے نہیں جاتے......''

''رشتے دار بھی رنگ بدلنے میں کم نہیں ہوتے......اس لیے دیکھی بھالی مکھی نگلی نہیں جاسکتی......''

''ملنے والوں میں اگر لڑکی دیکھنا ہے تو واحدی صاحب کی لڑکی دیکھ لو......بہت اچھے ہیں بے حد وضع دار......ان کی لڑکی صائمہ ہے بھی بہت اچھی......ہمایوں صاحب کی لڑکیاں بھی اچھی ہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......صائمہ مجھے بھی بہت پسند ہے......مگر کاظم صاحب کی رعنا بھی بے حد اچھی ہے نہایت تمیز کی دونوں لڑکیاں ہیں......ارسلان آتا ہے تو اس سے پوچھتے ہیں۔''

شام کو ارسلان آیا تو رحمان صاحب نے پوچھا۔ ''بیٹا گھر کی رونق بڑھانے کے لیے کیا کرنا چاہیے......؟''

تب وہ ہنس کر بولا......''آپ بھی ہمارے ساتھ باہر چلیں......''

''تم کب باہر جارہے ہو......؟'' رحمان صاحب نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔

''بہت جلد......میں بھی اور سنی بھی......!''

"مگر کیوں تم دونوں کی جاب یہاں بہت اچھی ہے...... کیوں جانا چاہتے ہو......؟"

"ڈیڈی جب بڑے دو بھائی باہر گئے تو ان کے جانے پر تو آپ اور مما دونوں ہی بہت خوش ہوئے اب اگر میں اور سنی باہر چلے جائیں گے تو آپ کو کیوں ناگوار محسوس ہو رہا ہے۔"

"وہ اس لیے بیٹا کہ تم دونوں یہاں بہت اچھی طرح سیٹ ہو...... کسی چیز کی کوئی کمی نہیں۔"

"سلمان بھائی نے مجھے کہا ہے...... کہ وہاں تم روپے کما رہے ہو جس کی ویلیو روز کم ہوتی جا رہی ہے...... باہر آ جاؤ اور ڈالر میں کماؤ...... جب ایک ڈالر کے پاکستان میں 82 روپے ملتے ہیں تو اچھا نہیں ہے کہ باہر جایا جائے...... ہم بھائی اس قابل ہیں کہ ہمیں وائٹ کالر جاب آسانی سے مل سکتی ہے تو کیوں نہ باہر جائیں۔"

"مگر تم دونوں کا یہ پروگرام تو نہیں تھا......!" رحمان صاحب بدحواسی میں پوچھ رہے تھے۔

"ڈیڈی پروگرام بننے میں دیر تھوڑی لگتی ہے...... ہم تو آپ سے اور مما سے بھی کہتے ہیں کہ باہر چلیں اور یہاں کے مکانات وغیرہ سب بیچ باچ دیں۔"

"تمہیں جانا ہے تو جاؤ...... مگر ہمارا نہ باہر دل لگتا ہے اور نہ ہی ہم باہر رہ سکتے ہیں...... ہم اکیلے بھی رہ سکتے ہیں ہمیں تمہاری پروا نہیں ہے۔" رحمان صاحب نے طیش کے عالم میں کہا۔

رخسانہ بیگم تو ہراساں ہو کر ایک دم چپ سی ہو گئیں انہوں نے یہ تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ بچے ایک کے بعد ایک کسی پرندے کی طرح اُڑ کر چلے جائیں گے اور وہ بڑے سے گھر میں اکیلی رہ جائیں گی۔

پندرہ دن بھی نہیں لگے جب ارسلان اور سنی دونوں ہی امریکہ چلے گئے...... اور رخسانہ بیگم چپ چاپ سی اکیلے کمروں میں گھوما کرتیں۔

رحمان صاحب بیوی سے چھپ کر کبھی بچوں کی البم دیکھتے...... کبھی ان کے کمرے میں جا کر ان کی چیزوں کو چھوتے...... ان کے بستر پر بیٹھتے اور پھر خاموشی سے آ کر اپنے کمرے میں لیٹ جاتے۔

☆======☆======

وقت کا سب سے اچھا کام یہ ہے کہ اچھا ہو یا برا گزر جاتا ہے...... غموں کی دھوپ میں کتنی ہی شدت کیوں نہ ہو...... وقت کے ساتھ اس کی تمازت میں ضرور کمی آتی ہے یہی حال عائشہ کا تھا...... تنویر کے جانے کا غم تو ضرور تھا مگر وقت کے ساتھ اس میں کمی آ رہی تھی۔ پہلے اس نے اپنے آپ کو اپنے کمرے تک محدود کر لیا تھا اور چپ چاپ خلاؤں میں تکا کرتی تھی اب وہ بہن بھائی سے بھی باتیں کرتی تھی ماں کے ساتھ کام میں ہاتھ بٹانے کی بھی کوشش کرتی تھی مگر عزیز و اقارب کے ہاں ہونے والی تقریبات میں جانے سے گریز کیا کرتی تھی۔

اب اینہ اس کی بچپن کی دوست کی شادی ہو رہی تھی...... اور اس نے خود آ کر کہا تھا کہ تمہیں ہر تقریب میں ضرور آنا ہے مگر عائشہ سب کے کہنے کے باوجود مہندی کی تقریب میں نہیں گئی۔

جب چھوٹی بہن نے اصرار کر کے کہا۔ "آپی اگر آپ اتنی قریبی سہیلی کی خوشی میں شریک نہیں ہوں گی تو وہ آپ سے ملنا چھوڑ دے گی۔"

"خوشیاں تو مجھے چھوڑ ہی چکی ہیں، کیا فرق پڑے گا کہ میری دوست بھی مجھے چھوڑ دے......" وہ پژمردہ سے لہجے میں بولی۔

"ایسی بات نہیں کرتے میری بچی...... اچھے دوست تو قسمت والوں کو ملا کرتے ہیں تمہاری صرف دو ہی تو سہیلیاں ہیں اینہ اور درخشاں مگر بہنوں سے بڑھ کر ہیں...... تمہاری غیر موجودگی میں بھی یہ دونوں میرے پاس اس طرح آ کر میرا حوصلہ بڑھاتی تھیں جیسے میری اپنی بچیاں ہوں۔ تم اینہ کی شادی میں جاؤ گی تو اس کی خوشی میں بھی اضافہ ہوگا۔" تب بادلِ ناخواستہ عائشہ شادی میں چلی گئی...... اس کے گھر والوں نے اسے ہر رسم میں آگے آگے رکھا...... اور عائشہ واقعی سب کچھ بھول گئی۔

درخشاں کے ساتھ ڈھولک بجاتے ہوئے اس کے لبوں کی مسکراہٹ بڑی دل آویز سی تھی۔

اینہ کی شادی میں شرکت کر کے عائشہ کو دلی خوشی ملی تھی گھر آ کر بھی اس کا موڈ اچھا ہی رہا۔

نعیم اس کے چھوٹے بھائی نے ماں سے کہا۔ "اب عائشہ آپی کو روزانہ کہیں نہ کہیں لے کر جایا کروں گا تاکہ ان دل بہلا رہے۔"

نعیم اکثر اپنی بہن کو شام کے وقت کہیں نہ کہیں لے کر ضرور جاتا۔

درخشاں اس کی بچپن کی سہیلی تھی...... عائشہ ان کے ہاں جا کر بہت خوش ہوا کرتی تھی اور پھر درخشاں بھی محبت بھری شخصیت تھی...... وہ روزانہ اس کی پسند کی کوئی نہ کوئی چیز پکا کر رکھتی۔ جیسے اپنے لیے کپڑے لاتی ویسے ہی عائشہ کو ساتھ لے جا کر دلواتی۔

عائشہ جس نے اپنا خیال رکھنا چھوڑ رکھا تھا اپنی سہیلی کی وجہ سے...... وہ زندگی سے مزید قریب ہو رہی تھی اور یہ سب دیکھ کر گھر کے سب لوگ بے حد خوش تھے۔

☆======☆======

ارسلان اور سنی بھی باہر چلے گئے...... جاتے سے ان دنوں کو اپنے والدین کو چھوڑ جانے کا کوئی قلق نہیں تھا...... وہ دونوں خوش تھے تو اس بات پر کہ وہ باہر جا رہے ہیں جہاں ہر قسم کی تعیشات ان کی منتظر ہیں۔

اس مرتبہ بچوں کے جانے کا اثر رخسانہ بیگم سے زیادہ رحمان صاحب نے لیا تھا۔

رخسانہ بیگم سے ہر وقت بچوں کی باتیں کرتے رہتے...... بات کہیں سے بھی شروع ہوتی وہ اس کو کھینچ کر بچوں تک لے آتے۔

"سلمان جب پہلی مرتبہ اسکول گیا تو کیسا رویا تھا اور ارسلان کس قدر شریر تھا اپنی مس کے لنچ بکس سے ان کا سینڈوچ نکال کر کھا گیا تھا۔"

"اور سنی نے جب گائے پر پہلی مرتبہ مضمون لکھا تھا...... تو پہلی سطر یہ لکھی تھی کہ گائے کی ایک دُم ہوتی ہے۔ میں نے اسے بتایا کہ بیٹے اس کی دو آنکھیں ہوتی ہیں بڑا سا پیٹ ہوتا ہے...... اس کے بارے میں تم نے نہیں لکھا یہ دُم کا ذکر پہلے کیوں کر دیا تو وہ ہنس کر بولا۔ میرے دوست نے جو مجھے بتایا تھا میں نے وہی لکھ دیا تھا اور سلمان کی اردو کس قدر کمزور تھی محاورے تو ہمیشہ غلط لکھا کرتا۔ خالی جگہ پُر کرنے میں کیسے غلط جوابات لکھا کرتا تھا۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی پیلے رنگ کی تھی۔ آسمان سے گرا اور مر گیا۔ نہ نو من تیل ہوگا

اور نہ رادھا چراغ جلائے گی، اینٹ کا جواب پستول سے دینا چاہیے۔"

رحمان صاحب اپنے بیٹوں کی یادوں کی البم کھولے بیٹھے تھے...... اور ہنس ہنس کر رخسانہ بیگم کو پرانی باتیں سنا رہے تھے...... پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے رخسانہ بیگم جو پہلے ہی آب دیدہ سی تھیں...... شوہر کی یہ حالت دیکھ کر پریشان سی ہو گئیں۔

"سنیے اکثر لوگوں کے بچے پڑھنے کے لیے پردیس جایا کرتے ہیں...... بہت سے لوگوں کے بچے جاب کے سلسلے میں باہر جاتے ہیں اور یہ تو فخر کی بات ہوتی ہے ناکہ دکھ اور رونے دھونے کی...... اگر آپ اسی طرح پریشان رہیں گے تو بیمار پڑ جائیں گے۔"

"رخسانہ میں اپنے آپ کو کیسے سمجھاؤں کہ میرے بچے تو ان پرندوں کی طرح اُڑ گئے ہیں جو کبھی واپس لوٹ کر نہیں آئیں گے۔"

"اللہ نہ کرے...... کیسی باتیں کرتے ہیں آپ...... اللہ تعالیٰ ہمارے گھر اور ہمارے بچوں کو سلامت رکھے، دیکھئے گا ایک دن سب واپس لوٹ کر اپنے گھر آجائیں گے یہاں انہیں کس چیز کی کمی تھی اچھا گھر، اچھی جاب اور بے تحاشہ عزت...... عزیز و اقارب مثالیں دیا کرتے تھے ہمارے بچوں کی۔ فون اب بھی روزانہ سب کے ہی ہوتے ہیں وہ ہمارے بغیر کیسے ادھورے ہیں وہاں یہ بھی تو سوچیے آج سلمان کہہ رہا تھا کہ میں کھانا کھانے بیٹھا آپ کا خیال آیا تو کھانا چھوڑ کر پہلے فون کیا...... پھر اس نے کھانا کھایا ہوگا......"

"مگر مجھے اس وسیع و عریض گھر میں تو دکھائی نہیں دیتے...... میرے پاس آ کر مجھ سے باتیں تو نہیں کرتے...... چند منٹوں کی کال مجھے وہ طمانیت عطا نہیں کرتی جو ان کی قربت میں مجھے محسوس ہوتی تھی۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... مگر اس کا کیا حل ہے......؟"

"پاسپورٹ ویزا لگوانے کے لیے بھیجو، ہم دونوں کچھ عرصہ ٹورنٹو، نیو ر پاک، روجینا اور میری لینڈ گھوم آئیں۔" رحمان صاحب نے کچھ سوچ کر کہا۔

"مگر آئندہ ماہ آپ کے بڑے بھائی کے دو بچوں کی شادیاں ہیں...... اگر ہم یوں چلے گئے تو وہ سوچیں گے کہ ہم نے جان بوجھ کر ایسا پروگرام بنایا ہے۔ ہم انہیں کتنا ہی یقین دلائیں...... انہیں کبھی یقین نہیں آئے گا اور وہ روٹھ کر بیٹھ جائیں گے آج کل عزیز داریاں ویسے ہی ختم ہو رہی ہیں لوگ بے بات روٹھ رہے ہیں۔"

"کہتی تو تم ٹھیک ہو...... مگر یہاں اکیلے رہ کر اب دل بہت گھبرا سا رہا ہے۔"

"ہمیں بچوں کے بغیر رہنے کی عادت نہیں ہے اس لیے ایسا محسوس کر رہے ہیں خیر خاندان کی تقریبات سے فارغ ہو جائیں تو بچوں کے پاس بھی گھوم پھر آئیں گے۔" رخسانہ بیگم نے محبت سے میاں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے......" رحمان صاحب نے دور خلاؤں میں دیکھتے ہوئے ایسے اداس سے لہجے میں کہا جیسے انہیں اپنا پروگرام تبدیل کرنے کا انتہائی دکھ ہوا۔

☆======☆======☆

"ایسا سلیقہ...... واہ...... واقعی کبھی کہیں دکھائی ہی نہیں دیا ایسی ذہانت اور سوجھ بوجھ...... مشکل سے ہی کسی میں ہوگی۔"

"اور ذہنی ہم آہنگی تو ایسی ہے کہ لگتا ہے دو دل ایک تار سے جڑے ہوں...... وہ میرے کہنے سے پہلے ہی میرے دل کی بات جان لیتی ہے۔"

"اور پھر سب سے بڑی بات...... ایک چھوٹے سے گھر میں پرورش پانے والی لڑکی کا مشاہدہ اتنا بڑا ہے کہ اس کی باتیں سن کر حیرت ہوتی ہے......" نوید کی صارم سے ملاقات ہوئی تو وہ شہزادی کی تعریف کرتے ہوئے بولا۔

"ایسا کون سا مشاہدہ کر ڈالا جو اپنے سے بارہ برس بڑے میاں جانی کو بھی یہ احساس دلا دیا کہ تم بھی اس نہج تک نہیں پہنچ سکتے۔"

"یار یوں تو ایک معمولی سی بات ہے...... میں نے تو کبھی نوٹ ہی نہیں کی تھی...... مگر شہزادی میرے ساتھ دو چار شادی کی تقریبات میں گئی تو کہنے لگی...... یہ شادیوں میں میوزک کیسا عجیب و غریب بجتا ہے ڈھش ڈھش ٹک...... ڈھش ڈھش ٹک جس کے ردھم کی چوٹ دماغ پر لگتی ہے...... سر میں درد کھانا کھانے سے پہلے اتنا شدید ہو جاتا ہے کہ دو پلیٹ بریانی کھانے والا مشکل سے آدھی پلیٹ ہی کھا سکتا ہے یوں کم کھانے میں زیادہ مہمان علیحدہ نمٹ جاتے ہیں...... اور یہ میوزک سن کر بس یہی دل چاہتا ہے کہ میزبان کو اپنا گفٹ دے کر باہر کی طرف دوڑ لگا دی جائے...... جب کہ بعض تقریبات میں سارنگی کی ایسی میٹھی دھن بجتی ہے چیوں...... چیوں...... چوں...... چوں...... کہ سکون سا ملتا ہے طبیعت میں طمانیت، شگفتگی ایسی چھاتی ہے اگر شادی کے کھانے میں قلفی ہو تو ایک کی جگہ چار کھالی جاتی ہیں۔" صارم کو نوید کی باتیں سن کر ہنسی تو بہت آ رہی تھی مگر وہ اپنی مسکراہٹ داب کر بولا۔

"نوید پہلے تو تمہارے یہ فرمودات تھے کہ بیوی کو اتنا سر پر چڑھانا نہیں چاہیے کہ وہ سر پر چڑھ کر کچھ کھیلے یا پتنگ اڑائے اور آج تمہیں ہر بات صرف اس کی ہی صحیح نظر آ رہی ہے کہ اسی کی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور اسی کی زبان بول رہے ہو...... تمہیں تو سارنگی کی زبان کبھی سمجھ نہیں آتی اور تمہیں اس میں اتنی مٹھاس اور پیاس اتنی زیادہ نظر آتی کہ بے وجہ بھوک بھی کھل گئی......"

"صارم باؤ...... اچھی بیوی نعمت نہیں نعمتوں کا درجہ رکھتی ہے اور اگر اب اگر تم ابھی تک محروم ہو تو بے تکی تو ہانکو گے ناں......!"

"اچھا تو آپ گویا فرما رہے تھے اور ہم ہانک رہے ہیں......" صارم نے اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا صارم...... کہ میری زندگی کیسے اور کیوں کر بدل گئی ہے۔ میری شہزادی واقعی شہزادی ہے...... اس طرح بولتی ہے کہ کانوں میں رس گھولتی ہے اور اس کی چاہت کی برکھا میں بھیگ کر مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے کہ میں بھی ایوانِ محبت کا بادشاہ ہوں۔"

"ارے واہ...... یہ آج پتا چلا کہ آپ بادشاہ سلامت ہیں۔ ظلِ الٰہی...... خادم کو اجازت دیجیے کہ

میں اپنے گھر جاؤں...... ہاں کبھی اپنے محل سے قدم باہر نکالیں تو میرے غریب خانہ نے پر آ جایئے گا......''
''ان دنوں تو ہم مصروف ہیں...... اس لیے مشکل ہے کہیں آنا جانا۔'' نوید نے شرارت سے دانت نکال کر کہا۔

☆======☆======☆

کسی سے تحفے لینا آسان نہیں ہوتا...... اور یہاں تو پھر ایک نہ دو...... دس نہ بارہ...... پورے چھبیس تحائف کا معاملہ تھا...... جس کا وزن صارم اپنے ذہن پر محسوس کر رہا تھا۔
''مجھے اگلے ہی دن اس کے تمام تحفے اس کے منہ پر مارنے چاہیے تھے تو یہ دردسری تو نہ ہوتی......؟'' بارہا اس نے اس نکتے تک پر سوچ ڈالا تھا۔
خواتین کو تحائف دینے کا اس سے قبل اسے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ عبیر کے لیے کیا خریدے گزشتہ تین دن سے اس کے موبائل پر عبیر کے میسجز آ رہے تھے...... جس میں 3 ستمبر کو پیدا ہونے والوں کی خصوصیات اسے لکھ کر بھیجی جا رہی تھیں۔
اس دن پیدا ہونے والی لڑکیاں جی جان سے محنتی اور محبت کرنے والی ہوتی ہیں...... گلابی رنگ کی دیوانی ہوتی ہیں...... شائستگی ان میں مزین ہوتی ہے اور مزاج کی نرمی ان کے پیارے سے اخلاق میں گندھی ہوتی ہے۔
صارم کو اس کے یہ بن مانگے انٹرویوز پڑھ کر عجیب سی کوفت ہو رہی تھی۔
آج وہ صبح فجر کی نماز پڑھ کر لیٹا ہی تھا تو موبائل پر 3 ستمبر کے بارے میں مزید معلومات دیکھ کر جھنجلا سا گیا۔
اس دن پیدا ہونے والی لڑکیاں نغمہ ریز شخصیت کی حامل ہوتی ہیں...... گلابی رنگ ان کی شخصیت کو نہ صرف سحر عطا کرتا ہے بلکہ انہیں محبت سے دیکھنے والوں کو بھی ایک قدر و منزلت عطا کرتا ہے۔
یہ سب بکواسیات شاید اس کے ذہن کی ہی اختراع ہوگی...... اسٹارز کے بارے میں یوں وہ بھی زیادہ معلومات نہیں رکھتا تھا...... اس کے یہ میسجز پڑھ کر صارم کے مزاج میں ناگواریت سی آ گئی تھی۔
اپنے آپ کو یوں اترا کر جتانا...... اسے بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔
کسی سے مشورہ کرنا چاہیے...... اور پھر اپنے یونیورسٹی کے زمانے کے ایک دوست کو فون کیا۔
''یار اگر کسی لڑکی کی سالگرہ ہو...... تو مجھے کیا تحفہ دینا چاہیے......''
''کیوں جھوٹ بول رہا ہے...... اگر کوئی لڑکی اپنی سالگرہ میں تمہیں بلائے گی تو تم جاؤ گے ہی نہیں تو پھر تحفہ دینے کا کیا سوال......''
''نہیں یار...... ایک لڑکی بلا کی طرح ہے زبردستی تحفہ مانگ رہی ہے...... کیا دوں......؟''
''ارے...... یہ بات ہے تو پھر تم نے جملہ شاید ادھورا بولا ہے وہ بلا کی حسین ہوگی تو پھر میرے یار اسے پھول، پرفیومز، جیولری، کپڑے، کتابیں اور ایک تاج محل تو ضرور دے دو کہ محبت کرنے والے تو ایسے ہی تحائف دیا کرتے ہیں۔''

اپنے دوست کی باتیں سن کر وہ یک بارگی چونک سا گیا عبیر نے تاج محل کے سوا...... اسی ٹائپ کی تمام چیزیں اسے دی تھیں...... تو کیا وہ اس سے محبت کر رہی تھی۔
''ہونہہ...... سوال ہی پیدا نہیں ہوتا...... وہ ہر ایک کے ساتھ اسی طرح کرتی ہوگی...... جب میں نے اس سے کبھی ایسی بات ہی نہیں کی تو پھر وہ کیونکر اس سطح تک آ سکتی ہے۔''
اپنی اسی سوچ پر اسے خود ہی شرمندگی سی ہوئی۔
''میں نے عینی کو کبھی کوئی تحفہ نہیں دیا...... حالانکہ دینا چاہیے تھا۔ چلو آج میں عینی کے لیے بھی کچھ خرید لیتا ہوں۔'' عبیر کے لیے دو پنک کلر کے سوٹ کے ساتھ چار پانچ کتابیں خرید لیں...... اور اس شاپنگ کے ساتھ اس نے پہلی بار عینی کے لیے پرفیومز، چوڑیاں اور ڈارک پرپل کلر میں بوتیک کا خوب صورت سا سوٹ پیک کروا لیا۔
''یہ سب عینی کو کس طرح دیا جائے گا......؟ اب وہ یہ سوچ کر بوکھلا رہا تھا۔
''جس دن جاؤں گا...... وانیہ سے کہوں گا کہ تم اپنی طرف سے گفٹ کر دینا......'' اسے خیال آیا اور اپنے اس خوب صورت خیال پر اس نے خود کو داد دی...... اور عینی کا سب سامان ایک بڑے سے شاپر میں رکھ کر گاڑی کی ڈگی میں رکھ دیا۔ 3 ستمبر کو عبیر نے آفس میں پارٹی تو دی تھی اور شام کو اپنے گھر میں بھی علیحدہ ارینج کی تھی...... صارم نے شام کو گھر جاتے وقت اس کے تحائف عبیر کی گاڑی میں رکھوا کر کہا۔
''سوری عبیر میں آپ کے گھر کی پارٹی میں شریک نہیں ہو سکوں گا۔''
''مجھے معلوم تھا اس لیے میں اسے کینسل کر چکی ہوں۔'' وہ آزردہ سے لہجے میں بولی۔
''وہ دراصل میں شام میں بہت مصروف ہوں...... بس اس لیے......!''
''تو آپ کل آ جائیں...... پرسوں آ جایئے یہ ویک اینڈ تو میری سالگرہ کا ویک ہے آپ میرے گھر پر مجھے وش کرنے آئیں گے تو مجھے خوشی ہوگی۔''
''آپ کو وش تو میں نے کر دیا ہے مس عبیر......'' صارم نے حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔
''آپ میرے غریب خانے پر آتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی کہ کوئی دوست مجھے وش کرنے آیا ہے۔''
''مس عبیر دراصل میرے گھر میں میری ایک کزن گاؤں سے آئی ہوئی ہیں اور وہ جانے والی ہیں اگر ان کو کراچی شہر نہیں دکھایا تو وہ تو شاید ناراض نہ ہوں مگر میری دادی جان ضرور ناراض ہو جائیں گی اور ان کی ناراضی میں کبھی مول نہیں لیا کرتا۔''
''اچھا...... کیا نوشابہ جانے والی ہیں......؟'' عبیر نے سرشار لہجے میں پوچھا۔
''آپ نوشابہ کو کیسے جانتی ہیں......؟'' صارم کو حیرت سی ہو رہی تھی۔
''میں آپ کے گھر ایک مرتبہ آئی تھی...... تو سب سے ملی تھی...... مجھے تو آپ کی دونوں بہنیں بھی بہت اچھی لگی تھیں اور وہ دونوں بھی ایک بار میرے گھر آ چکی ہیں۔''
''اچھا...... مجھے معلوم نہیں......'' صارم نے عام سے لہجے میں کہا اور موبائل پر آنے والی اپنے اس

کلائنٹ کی کال کو فوراً ریسیو کرلیا...... جس سے وہ اپنی جان چھڑانے کی پوری کوشش کیا کرتا تھا۔
اور اپنی گفتگو اس وقت تک بڑھاتا رہا...... جب تک عبیر اس کے کیبن سے اٹھ کر نہیں چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی موبائل آف کر کے...... وہ تیزی سے باہر نکل گیا...... آج اسے عینی سے بات کرنی تھی اپنے جانے کے پروگرام کو بھی حتمی شکل دینی تھی کہ وہ ان کے ہاں اب کس دن آئے اسے ابھی تک یہ بالکل معلوم نہیں تھا...... کہ گزشتہ اتوار کو عینی کے ہاں نہ جانے کی وجہ سے اس کی امی پاپا کا غصہ کتنے سینٹی گریڈ تک پہنچ گیا تھا۔

☆======☆======☆

"پہلے کڑاہی میں دو چمچے آئل ڈالو پھر اس میں کٹی ہوئی ایک عدد پیاز ڈالو جو باریک کٹی ہو۔ پیاز گلابی ہو جائے تو باریک باریک کٹی ہوئی بھنڈی ڈال دو...... پانی بالکل نہیں ڈلے گا بس تم فرائی کرتے رہو...... کفگیر زور سے بھنڈی پر مت مارنا ورنہ وہ ٹوٹ جائے گی۔ چھ سات ہری مرچیں بھی فرائی کرتے ہوئے ڈال دو گھر میں کلونجی ہو تو ایک چٹکی وہ بھی ڈال دو ایک چٹکی سُرخ مرچ ایک چھوٹا سا ٹماٹر باریک باریک کاٹ کر ڈال دو وہاں نمک حسبِ ذائقہ سب سے آخر میں ڈالنا نمک پہلے سے ڈال دو تو بھنڈی کی ترکاری میں لیس پیدا ہو جاتا ہے۔" رخسانہ بیگم فون پر اپنے بیٹے کو بھنڈی کی ترکاری بنانے کی ترکیب لکھوا رہی تھیں۔

"مما پہلے بھی اسی طریقے سے بنائی تھی مگر اس میں اس قدر لیس تھا لگتا تھا کہ اس میں سریش ڈال دیا ہے۔" سلمان نے جھنجلا کر کہا۔

"بیٹے پہلے آپ نے بھنڈیاں کاٹنے کے بعد دھولی تھیں، یاد رکھو بھنڈیاں کاٹنے سے پہلے دھوئی جاتی ہیں۔"

"مگر مما پہلے تو آپ نے یہ بتایا تھا کہ پالک کو کاٹنے کے بعد تین چار مرتبہ گہری پتیلی میں ڈال کر دھونا تاکہ اچھی طرح صاف ہو جائے۔"

"بیٹا پالک اور بھنڈی کے پکانے میں فرق ہوتا ہے، پالک میں لیس تھوڑی ہوتا ہے۔"

"آپ کوئی آسان سی ترکیب نہیں بتا سکتیں کہ کھانا پکانا مشکل نہ لگے۔"

"ہاں...... اس کی ترکیب تو بہت آسان ہے......" رخسانہ بیگم نے ہنس کر کہا۔

"تو پھر جلدی سے بتائیے کہ کچن کے کام بور تو نہ لگیں۔"

"بیٹا تم جلدی سے پاکستان آ جاؤ اور کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کرلو...... تمہیں باورچی خانے کا کوئی بھی کام نہیں کرنا پڑے گا۔"

"نہ بابا ناں...... میں خود بھنڈی پکالوں گا...... خود ہی فش فرائی کرلوں گا...... مگر پاکستان آ کر آپ کی پسند کی لڑکی سے شادی ہرگز نہیں کرسکتا۔"

"تو ٹھیک ہے اب کوفتے بنانے کی ترکیب لکھو......" وہ ہنس کر بولیں۔

"جی نہیں...... جب قیمہ آسانی سے بھون کر کھایا جاسکتا ہے تو ٹیبل ٹینس کی گیندیں بنانے کی

مشقت میں کیوں اٹھاؤں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا......" انہوں نے قہقہہ لگا کر فون کریڈل پر رکھ دیا۔

ان کے بچوں کو بے شک پردیس میں بہت سی مراعات حاصل تھیں اور تنخواہ بھی ڈالرز میں مل رہی تھی جو پاکستان کے مقابلے میں چار گنا زائد تھی مگر ان سب کے وہاں تنہا رہنے کے اپنے اپنے مسائل تھے۔

میڈ رکھنا خاصا مہنگا تھا...... روزانہ باہر سے کھانا بھی نہیں کھایا جاسکتا تھا اس لیے وہ از خود دوسرے لڑکوں کی طرح پکانے کی کوشش کیا کرتے تھے جس میں انڈا فرائی کرنا، چائے بنانا اور قیمہ بھوننا تو وہ سیکھ گئے تھے مگر سبزی یا سالن بنانا انہیں بالکل نہیں آتا تھا، رخسانہ بیگم انہیں فون پر خوب سمجھایا کرتی تھیں مگر ان کی سمجھ میں مشکل سے ہی آتا تھا۔

ان کی خواہش تھی کہ سلمان کی شادی ہو جائے۔ وہ اپنے حلقۂ احباب میں کئی لڑکیاں دیکھ بھی چکی تھیں مگر سلمان تو شادی کے نام سے بدکتا تھا...... یہی احوال ارسلان کا بھی تھا۔

"لڑکوں کی مائیں اپنی پسند کی بہوئیں لاتی ہیں...... ایک میرے بیٹے ہیں جو شادی کے نام تک سننا پسند نہیں کرتے۔" ایک شام ان کی دوست مسز ہمایوں نے جب ان سے کہا کہ ان کا بیٹا اپنے آفس کی لڑکی سے شادی کے لیے پاگل ہو رہا ہے تو انہوں نے فوراً کہا۔ "تو آپ اس کی شادی کر دیجئے۔"

"کیسے کروں وہ بے حد امیر ہے ہم سے اچھے گھر میں رہتی ہے...... آئے دن نئی کار تبدیل کرتی رہتی ہے ایسی امیر کبیر سی بہو لا کر میں تو پریشان ہو جاؤں گی۔"

"مسز ہمایوں آپ کتنی عجیب سی بات کر رہی ہیں...... لوگ تو غریب گھرانے کی لڑکی نہیں لاتے...... کہ بے عزتی ہو گی کہ کہاں چلے گئے اور آپ امیر گھرانے کی لڑکی لاتے ہوئے پریشان ہیں۔" رخسانہ بیگم نے انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی بات کسی حد تک ٹھیک ہے...... مگر غریب گھر کی لڑکی لانے کا ایک فائدہ ہوتا ہے کہ وہ سر اٹھا کر نہیں چلتی، ہر بات پر جی حضوری کرتی ہے جب کہ امیر گھرانے کی لڑکیاں اپنی چلاتی ہیں۔"

"ایسا نہ کہئے...... آج کی بہو چالاک اور چنٹ ہے۔ دبنا اور سر جھکانا فلموں اور ڈراموں کی ہیروئنز پر سوٹ کرتا ہے اب تو برابر سے ہر بات کا جواب دیتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ سسرال والوں کو اپنے مؤقف پر چلائیں۔ کسی بھی معاملے میں بات کریں گی یا رائے دیں گی ان کی ہر بات سو فی صد صحیح ہو گی۔ اپنے میاں تک کی بات پر وہ اختلاف کرتی نظر آتی ہیں۔"

"مگر میرا بیٹا جس لڑکی کے تیر نظر کا شکار ہے وہ اس پر پہلے سے ہی حاوی ہے...... وہ ابھی سے ہی اس کی ہر بات مانتا ہے حد تو یہ ہے کہ وہ اس کی پسند کے کپڑے پہنتا ہے اس کی پسندیدہ ڈشز اب اس کی بھی پسندیدہ ہیں۔ پہلے جھینگے، کریلے، توری سے اسے چڑ تھی اور اب اسے بہت اچھی لگتی ہے۔ پہلے اگر اسے فالسے کہیں رکھے ہوئے بھی نظر آجائیں تو انہیں کمرے سے ہٹوا دیتا تھا جہاں وہ بیٹھا ہوا اور اب تو اس کا جوس وہ روزانہ پیتا ہے کہ وہ پنکی کو پسند ہے۔"

"مسز ہمایوں...... جب آپ کے بیٹے کی اتنی زیادہ انوالمنٹ ہو چکی ہے تو کر دیں شادی...... وہ دونوں تو خوش رہیں گے۔" رخسانہ بیگم نے شاید پہلی مرتبہ ایک اچھا مشورہ کسی کو دیا۔

"وہ دونوں تو شاید خوش رہیں مگر مجھے ناخوش رکھیں گے...... وہ لڑکی جب بھی مجھ سے ملی ہے...... میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے رقابت سی دیکھی ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ وہ جہاں رہے گی اسے میرا وجود کبھی گوارا نہیں ہوگا......"

"تو کیا آپ کا بیٹا اپنی پسند کو چھوڑ کر آپ کی پسند کی لڑکی سے شادی کرنے پر تیار ہو جائے گا......؟"

"فی الحال تو ایسا نہیں لگتا...... مگر میں ناامید نہیں ہوں اس لیے کوششیں جاری ہیں۔"

"اللہ آپ کی کوششوں کو بارآور کرے۔" رخسانہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

"مگر میں آپ کو خوش قسمت سمجھتی ہوں......!" مسز ہمایوں کا لہجہ چہکتا ہوا تھا۔

"وہ کس حوالے سے......؟" اتراہٹ بھرے لہجے میں پوچھا گیا۔

"آپ کا بیٹا شادی کے نام سے بدکتا ہے۔ یہ تو بہت اچھی بات ہے لڑکوں کی شادیاں ماؤں کو اپنی پسند سے کرنی چاہئے اس سے مائیں ہمیشہ خوش رہتی ہیں۔" انہوں نے نئی منطق گھڑی۔

"میں تو سمجھتی ہوں کہ لڑکا جب کمانے لگے اور لڑکی جب پڑھ چکے تو اس کی شادی ہو جانی چاہئے...... چاہے پسند کسی کی بھی ہو۔"

"تو کیا آپ اپنی کسی بھتیجی، بھانجی سے شادی کرنے کا خواب دیکھ رہی ہیں......؟" ان کا لہجہ سوالیہ تھا۔

بھتیجی، بھانجی ایک لمحے کے لیے ان کے ذہن کی اسکرین پر عینی، وانیہ...... امی، نادیہ بلکہ نوشابہ کی شکلیں ابھریں۔

"لاحول ولاقوۃ...... ہرگز نہیں......" انہوں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"پھر آپ نے اپنے احباب میں یقیناً دیکھ رکھی ہوں گی۔"

"ہاں...... ہاں...... وہ تو کئی ہیں...... میں جس لڑکی کا نام لوں گی ان کے گھر والے کبھی انکار نہیں کریں گے۔"

"تو صحیح ہے جب آپ کا بیٹا راضی ہو جائے تو آپ اپنی من پسند بہو لے آیئے گا......" مسز ہمایوں نے مسکرا کر کہا۔

ان کی دو بیٹیاں تھیں...... اور ان کی نظریں بھی رخسانہ بیگم کے بیٹوں پر تھیں۔ اس لیے بھی وہ رخسانہ بیگم کو اپنی خاص الخاص سہیلی کہتی تھیں۔

ان کا کہنا تھا کہ وہ باتیں جو وہ اپنی بہنوں سے نہیں کر سکتیں وہ رخسانہ بیگم سے ڈسکس کر لیتی ہیں وہ رخسانہ بیگم کو اپنی بہنوں سے زیادہ چاہتی ہیں اور سمجھتی بھی ہیں۔ آج بھی وہ ان کے لیے آسمانی شیفون کی ساڑی لائی تھیں جس پر ڈارک بلو کڑھائی کے چھوٹے چھوٹے پھول بنے ہوئے تھے۔

اپنی دوست کے جانے کے بعد وہ ان کے دیے ہوئے اس گفٹ کو خاصی دیر تک پسندیدگی سے دیکھتی رہیں۔

اور اس کے بعد ان کی بیٹیوں کے بارے میں سوچنے لگیں جو سانولی سلونی تو ضرور تھیں مگر ان کا نقشہ تیکھا سا تھا اور سب سے بڑی بات...... ان کے لبوں پر ہر وقت رخسانہ آنٹی...... کیوٹ آنٹی کی تکرار رہتی تھی اور وہ جب بھی ملتیں ان کے کپڑوں کی تعریف کرتیں ان کی جیولری کو سراہتیں اور خاص طور پر ان کی ہر بات پر واہ واہ کے ڈونگرے برساتیں جو انہیں بہت اچھے لگا کرتے۔ تعریف میں شاید مقناطیسیت سی ہوتی ہے جو سننے والے کو اتنی اچھی لگتی ہے کہ وہ سنانے والے کا گرویدہ سا ہو جاتا ہے اور رخسانہ بیگم کا شمار تو ایسی ہی خواتین میں ہوتا تھا کہ ان کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ جہاں وہ جائیں سب ان سے پوچھیں۔

"ہائے آپ کی ساڑی کتنی خوب صورت ہے...... کہاں سے لی......؟"

"آپ پر کتنی اچھی لگ رہی ہے۔"

"ارے...... آپ کی جیولری کس قدر دلکش ہے...... ایسے زیورات تو اب نظر ہی نہیں آتے۔ یقیناً آپ نے بطور خاص بنوائی ہوگی...... کس قدر ٹھوس ہے...... اور ڈیزائن تو اس سے پہلے کسی کا دیکھا ہی نہیں ہے۔"

ایسی باتیں بعض لوگ تمسخر سے بھی کہتے مگر ان کو یہ سب باتیں ہمیشہ سچی لگا کرتیں اور اچھی بھی۔

☆======☆======

صارم بے وقوف تو نہیں تھا...... اور نہ ہی وہ اردگرد کے ماحول سے آنکھیں بند رکھتا تھا۔ وہ صبح سے یہ نوٹ کر رہا تھا...... کہ اسے دیکھ کر آفس ورکرز دبی دبی مسکراہٹوں میں باتیں کر رہے ہیں جیسے ہی وہ ان کے قریب سے گزرتا وہ قصداً دوسرے موضوع پر باتیں کرنے لگتے۔

"ایسی کیا بات ہے جو آج میں موضوع گفتگو ہوں......" دوپہر 12 بجے تک یہ مسئلہ اسے ایک راز کی صورت میں نظر آ رہا تھا اور جب عبیر اس کے دیے ہوئے پنک سوٹ میں ملبوس اس کے کیبن کے سامنے سے اٹھلاتی ہوئی گزری تو ساری بات روشن ہو گئی۔

اس نے کن انکھیوں سے دیکھا...... آفس ورکرز عبیر کو شاید اس کا نام لے کر چھیڑ رہی تھیں اور عبیر شرمانے کے...... ایسے مظاہرے کر رہی تھی کہ اس کا خون ہی کھول گیا۔

"کاش میں اسے تحائف میں یہ جوڑے دینے کے لیے بجائے پرائز بونڈ ہی دے دیتا تب وہ کسی کو یہ افسانوی کہانیاں تو نہیں سنا سکتی تھی۔"

آفس میں کام کرنے والی مسز خان جب اس کے کیبن میں آئیں تو وہ ہنس کر بولیں۔

"سر آپ نے مس عبیر کی سالگرہ پر تو بہت خوب صورت تحائف دیے ہیں، آفس کے لوگ تو سب برابر ہوتے ہیں کیا آپ ان سب کو ان کے فیورٹ کلر میں ایسے گفٹس دیں گے۔"

"مسز خان...... میں تو واقعی پریشان سا ہو رہا ہوں سب سن کر...... مگر مس عبیر نے خود فرمائش کی تھی کہ انہیں گلابی سوٹ چاہئے۔" وہ بے ساختہ ان سے سچی بات کہہ کر اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

''سر کیا آپ ہر ایک کی فرمائش پوری کر دیا کرتے ہیں......'' مسز خان کے لہجے میں ایک سرزنش تھی ایک تنبیہہ تھی کہ وہ واقعی سر جھکا کر بیٹھ گیا۔

''سر کیا آپ نہیں جانتے......آپ کی ذرا سی بھی غلطی آپ کی ساکھ کو متاثر کر سکتی ہے۔''

مسز خان غلطی تو واقعی مجھ سے ہوگئی......مگر اب میں کیا کروں۔''

''محتاط رہیے اور بس......!'' صارم حق دق سا اثبات میں سر بھی نہیں ہلا سکا اور کچھ ہی دیر بعد وہ قصداً یونہی لابی میں جا بیٹھا تو عبیر نے بلند آواز میں کہا۔

''سر آپ نے پہچانا میرا یہ سوٹ......'' اس کی آواز اتنی بلند تھی کی سب کام بے شک کر رہے تھے مگر ان کی سماعت صارم اور عبیر کی جانب تھی۔

''نہیں بھئی، میں نے تو نہیں پہچانا......!'' صارم کا جملہ حیرت بھرا تھا۔

''سچی......کیا واقعی نہیں پہچانا......؟'' ناز بھرے لہجے میں کہا گیا۔

''نو......'' اس نے بے کلی سے اسے دیکھا۔

''یہ گفٹ آپ ہی نے تو مجھے دیا ہے......آپ نے ہی میرے لیے خریدا ہے......اور آج میں وہی سوٹ پہن کر آئی ہوں۔''

''سوری مس عبیر......نہ میں نے اسے خریدا اور نہ ہی مجھے معلوم کہ یہ گفٹ میں نے دیا ہے۔''

''ارے، کیوں جوک کر رہے ہیں آپ......'' وہ شوخ سے لہجے میں بولی۔

''میں بے وجہ مذاق نہیں کیا کرتا مس عبیر......آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ آپ کو گلابی کلر میں سوٹ چاہئیں اپنی سالگرہ کے لیے اور آپ میری سالگرہ پر بلاوجہ گفٹس دے چکی تھیں تو اس لیے میرا یہ فرض بنتا تھا کہ آپ کو بھی گفٹ دیا جائے مگر چونکہ مجھے ایسے گفٹس خریدنے کا کوئی تجربہ نہیں تھا تو اپنے ایک دوست سے کہہ دیا تھا کہ میری آفس کولیگ کے لیے آپ خرید دیجئے گا۔ اس لیے مجھے واقعی معلوم بھی نہیں کہ انہوں نے کیا کیا خریدا تھا......میں نے تو صرف پیمنٹ کی تھی......'' یہ کہہ کر وہ رکا نہیں بلکہ اپنے کیبن میں آ گیا مگر وہاں بیٹھ کر بھی وہ گلاس وال سے باہر کھڑی عبیر کا چہرہ دیکھ سکتا تھا۔

جو مارے شرمندگی کے پیلا سا ہو چکا تھا۔ سبکی کے احساس نے اسے ہراساں سا کر دیا تھا۔ وہ تو آفس ورکرز کو یہ یقین دلانے کی کوشش میں تھی کہ سر صارم اسے پسند کرنے لگے ہیں اور معاملہ یہاں تک آ گیا ہے کہ اسے اس کی پسند کے ملبوسات تحائف تک میں دینے لگے ہیں۔

مسز خان کی باتوں کا اثر تھا یا اس کا اپنا مزاج کہ دو ہی جملوں میں اس نے عبیر کی باتوں کا سحر ختم کر ڈالا۔

اب آفس ورکرز عبیر کو تمسخر بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ بعض کی نگاہوں میں تو عبیر کے لیے تحقیر بھی تھی کہ کوئی اپنے آپ کو اتنا بھی گرا لیا کرتا ہے۔

عبیر نے ایک گہری نظر صارم کے کیبن پر ڈالی جو خواہ مخواہ چپڑاسی کو ڈانٹ رہا تھا۔

''تم بھی مجھے کیا یاد کرو گے......اس بے عزتی کا بدلہ نہ لیا تو میرا نام عبیر نہیں۔''

''میں اتنی بے وقوف نہیں ہوں صارم صاحب جتنی کہ آپ مجھے سمجھ بیٹھے ہیں۔ آپ پر ہزاروں روپے میں نے اس وجہ سے نہیں لٹائے تھے کہ آپ کی تحقیر بھری باتیں سنوں......وہ وقت بہت جلد آئے گا جب لوگ آپ سے خود یہ پوچھیں گے کہ آپ کو عبیر اتنی اچھی کیوں لگتی ہے۔''

عبیر نے لمحے بھر میں یہ سب سوچا اور ایک گہری سانس لے کر اپنی اونچی ایڑی کو بجاتی ہوئی بے پروائی سے ہنستی ہوئی چلی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

☆======☆======☆

کیسی خوشی لے کر آیا چاند عید کا
مجھے مل گیا بہانہ تیری دید کا

نوید......عید کا کرتہ شلوار پہن کر گنگنا رہا تھا۔

”بیٹا نوید......شادی سے پہلے یہ گیت تمہارا واقعی حسب حال ہوتا تھا......مگر اب نہیں اب تو کہیں سے بھی آئے مگر سیدھے اپنے کمرے میں جا کر غروب ہوتے ہو......“ اماں نے ہنس کر بیٹے کو چھیڑا۔

”اماں...... یہ گیت حسب حال کہاں ہوتے ہیں...... میں تو جو گانا چاہتا ہوں...... وہ تو یاد ہی نہیں آ رہا......!“

”کیا گانا چاہتے ہو......؟“ اماں کا لہجہ بھی تفتیشی سا ہو گیا۔

”ارے انہیں تو یہ گانا...... بہت پسند ہے...... میرے موبائل پر بھی SMS کیا کرتے تھے......“ شہزادی نے ہنس کر سنایا۔

ہم تمہیں چاہتے ہیں ایسے
مرنے والا کوئی زندگی چاہتا ہو جیسے

”ہشت......“ نوید کانوں تک سرخ گیا۔

”ارے نماز کا وقت ہو رہا ہے...... اس سال بھی کہیں مولانا صاحب میرے ساتھ زیادتی نہ کر دیں...... کہ جب میں پہنچوں...... تو وہ نماز ختم کر کے دعا مانگ رہے ہوں۔“

”جب تم جلدی جاؤ گے تو نماز ملے گی ناں......“ ماں نے ہنس کر کہا۔

”اماں جاتے ہوئے سویاں کھلا کر بھیجا کرتی تھیں......اور آج ابھی تک نہیں بنی ہیں......!“ نوید، شہزادی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

”چلو کھجور کھا لو......“ اماں نے کھجور بیٹے کو دی۔

”بس سویاں تیار ہی ہیں......آپ کہیں تو لا دوں۔“

”تم اماں کو کھلاؤ...... میں آ کر کھاتا ہوں۔“

”کیسی بنی ہیں سویاں......“ ساس نے ابھی دو چمچے بھی نہیں کھائے تھے۔ شہزادی تعریف کے لیے

ساس کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

”عید کی سویاں ایسی تھوڑی بنتی ہیں...... جیسی تم بنا رہی ہو......“

”ہمارے ہاں، تو ایسی ہی بنتی ہیں...... جو بھی مہمان آتا ہے، اپنی انگلیاں چاٹ کر جاتا ہے......!“ شہزادی نے اپنی ساس سے بحث کرتے ہوئے کہا۔

”کھائی ہیں تمہارے گھر کی سویاں بھی ہم نے...... بالکل پھیکی پھیکی سی......اور اتنی اور عجیب و غریب کہ لگتا ہے...... دودھ میں کن سلائیاں تیر رہی ہوں...... نہ کبھی تمہاری ماں نے کھانا پکایا اور نہ ہی تم کچھ اچھا سیکھ کر آئیں۔“

”اللہ خالہ آپ تو ہر عید پر ہمارے گھر پیالہ بھر کے سویاں لیا کرتی تھیں اور اب ایسا بول رہی ہیں......“ لہجے میں خفگی مزین تھی۔

”صحیح کہہ رہی ہو تم...... پیالہ بھر کر اتارتی تو ضرور تھی مگر دو چمچے کے بعد ہی پیالہ ویسا کا ویسا وہیں میز پر رکھ دیتی تھی کہ کھایا ہی نہیں جاتا تھا......! تم لوگ اپنی ہر چیز کی از خود اتنی تعریفیں کرنے کے عادی ہو...... کہ کبھی کچھ ہم نے کہا ہی نہیں۔“

”خالہ آپ کے ہاتھ کی بنی ہوئی سویاں کون سی اچھی ہوتی ہیں......اس قدر تو میٹھا بھر دیتی ہیں آپ......اس میں لگتا ہے کہ چاشنی کھا رہے ہیں۔“

”اے ہے باؤلی تو نہیں ہو گئی ہو تم...... شیر خرمے میں چینی ڈبل ڈالی جاتی ہے...... جب ہی تو مزہ آتا ہے کہیں پھیکا اور بد مزہ بھی شیر خرمہ بنتا ہے۔“

”سنا ہے بڑے خالو کی شوگر آپ کے ہاتھ کے بنے ہوئے میٹھے کھا کر ہمیشہ بڑھ جایا کرتی تھی۔“ شہزادی نے مسکرا کر پرانے کھاتے کھولے......!

”اے لو......ان کو تو خاندانی شوگر تھی......ان کو تو پیدا ہونے سے پہلے ہی شوگر ہو گئی تھی اسی وجہ سے ان کی اماں نے شہد تھوڑی چٹایا تھا بس کریلا زبان پر لگا کر باہر نکال لیا تھا...... کریلا شوگر میں فائدے دیتا ہے......مگر اس کا اثر ان کی زبان پر ساری زندگی رہا۔“

”میرے ہاتھ کی سویاں اتنے مزے کی بنی ہیں اس دفعہ سارے مہمان ہی واہ واہ کریں گے۔“ شہزادی نے ڈونگے میں پستے کی ہوائیاں چھڑک کر کہا۔

”یہ تو بعد میں ہی پتا چلے گا...... کہ وہ تعریف کریں گے یا نکتہ چینی......“

”بس آپ اپنی پھپھو، چاچی اور بڑی نانی کو میرے ہاتھ کی سویاں مت کھلانا کہ وہ تو میری ہر چیز میں کیڑے ڈالا کرتی ہیں۔“

”کیسی باتیں کر رہی ہو شہزادی......ان کی تم سے کوئی دشمنی تھوڑی ہے......وہ جو خواہ مخواہ کا تم سے بیر باندھیں گی۔“

”خالہ آپ کو پتا نہیں ہے......مگر مجھے لگ رہا ہے کہ وہ مجھے پسند نہیں کرتیں...... کتنی بار میرے سامنے آہیں بھر کر کہہ چکی ہیں...... کہ ہائے نوید کی تو قسمت ہی پھوٹ گئی شبانہ جیسی لڑکی ملتی تو اس کے

وارے نیارے ہو جاتے۔ ہیں جھوٹی کہیں کی...... فضول باتیں کرتیں ہیں یہ تائی بھی......"

"یہ بات وہ کسی حد تک ٹھیک کہہ رہی ہیں کہ ہماری تائی کی ایک ملنے والی ہیں...... بے حد امیر ہیں...... ان کو ہمارا نوید پسند آ گیا تھا اپنی بیٹی شبانہ کے لیے...... وہ کہتی تھیں کہ نوید شبانہ سے شادی کر لے......اور ہماری ہی کوٹھی میں آ جائے...... مگر میں نے اس بات کو پسند نہیں کیا......!"

"خالہ آپ نے واقعی غلطی کی...... آپ نوید کی شادی...... شبانہ سے کر دیتیں تو آج میری قسمت بھی نہ پھوٹتی......"

"کیسی باتیں کر رہی ہو تم...... تمہاری قسمت تو پہلے پھوٹی ہوئی تھی سنوری تو اب ہے کہ ہمارے گھر پر آ کر راج کر رہی ہو......نوید تمہارے اشارے پر چلتا ہے...... جو تم کہتی ہو وہی کرتا ہے، پاگل بنا رکھا ہے میرے بیٹے کو۔"

"اسے آپ راج کرنا کہتی ہیں...... ایک سویاں تک تو میں اپنی مرضی سے پکا نہیں سکتی......"

"دلہن...... میرا خیال ہے کہ شاید تمہارا دماغ کچھ خراب ہو گیا ہے...... تم نے سویاں جس طرح دل چاہا بنائیں میرے کہنے کے باوجود بھی...... تم نے اپنے گھر کی طرح بنائیں...... اس کے باوجود مجھ پر الٹا الزام لگا رہی ہو...... یہی سکھایا تمہاری اماں نے اپنی خالہ کے ہاں جا کر ان کا منہ توڑا کرنا...... ہیں......؟ آنے دو آپا کو...... نہ تمہاری شکایت کی تو دیکھنا، چار دن ہوئے ہیں تمہیں آئے ہوئے مگر میرا تو ناک میں دم کر دیا ہے۔"

"میری ای...... اول تو میرے گھر آتی نہیں ہیں اور جب وہ آتی ہیں تو سوائے میری شکایتیں لگانے کے آپ کے پاس ہے ہی کیا......؟ وہ تو پریشان ہو گئی ہیں بیٹی دے کر، اس سے کہیں اچھا ہوتا کہ میری شادی غیروں میں ہو جاتی۔"

"ارے میں نے کب کی ہیں تمہاری شکایتیں...... میری تو ان سے بات چیت بھی واجبی سی ہوتی ہے...... وہ تو آتے ہی تمہارے کمرے میں چلی جاتی ہیں دروازہ تم فوراً بند کر لیتی ہو......! پتا نہیں ہماری کتنی برائیاں ہیں...... جو تم ماں بیٹی مستقل کرتی رہتی ہو......تمہارے کمرے سے ہنسی ٹھٹھول کی آوازیں میرے کمرے تک آتی ہیں...... مجھے سب پتا چل جاتا ہے...... کہ تم دونوں ماں بیٹی میرا مذاق اڑا رہی ہو......!"

آپ نے کون سی ایسی بات سن لی...... جو یہ باتیں کر رہی ہیں......"

"بات نہ سنی ہو...... مگر اللہ نے عقل تو دی ہے، ہم تو چہرہ دیکھ کر پہچان جاتے ہیں کہ تمہارے دماغ میں کیا چل رہا ہے۔"

"آپ کی ان ہی باتوں سے تو مجھے غصہ آتا ہے۔"

"یہ ہیں ہماری بہو...... جنہیں اپنی ساس کی باتوں پر غصہ آتا ہے......" نوید کی اماں کلس کر بولیں......" دنیا کی ساسیں اپنی بہوؤں پر غصہ کیا کرتی ہیں ایک ہماری بہو ہیں جن کو ہم پر غصہ آتا ہے......!"

"خدا کی پناہ خالہ میں تو سچی بات کرتی ہوں...... غلط بات تو مجھ سے برداشت ہی نہیں ہوتی......! خالہ جس انداز سے آپ میرا دل جلایا کرتی ہیں وہ میں ہی جانتی ہوں۔"

"شہزادی تمیز سے رہنا ہو تو یہاں رہنا اور اگر غصہ دکھانا ہو تو چلی جانا اپنے میکے...... اس گھر میں تمہارا غصہ دیکھنے والا کوئی نہیں ہے...... ہاں......" لہجہ جلال بھرا تھا۔

"ہاں...... ہاں...... آپ تو چاہیں گی...... کہ میں یہاں سے چلی جاؤں آپ کی تو شروع سے ہی یہ منشا ہے کہ مجھے نکال دیں......!"

"شہزادی میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے......!"

"خالہ...... آپ کو میں بہت اچھی طرح سمجھتی ہوں...... نوید کی غلط بات بھی آپ کو صحیح لگتی ہے...... اور میری تو ہر بات ہی آپ کو غلط لگتی ہے...... آپ ہمیشہ اپنے بیٹے کی طرف داری کرتی ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ تم تو واقعی پاگل ہو...... جو میری ہر بات کو ٹیڑھا کر کے دیکھتی ہو......" نوید کی اماں کو غصہ ہی تو آ گیا۔

"ہاں پاگل ہی تو تھی...... جو آپ کے بیٹے سے شادی کر لی...... ورنہ اور بھی تھے دو چار رشتے جو مجھ سے شادی کرنا چاہتے تھے۔"

"میں نہیں چاہ رہی تھی تم سے شادی کرنا اور وہ اتنی جلدی تمہاری اماں کو کھلی آنکھوں سے خواب دکھائی دے رہے تھے کہ وہ مر رہی ہیں......اور تمہاری شادی دیکھے بغیر اس دنیا سے چلی جائیں گی...... اگر اچھے رشتے تھے تو ہمارے گھر کیوں آ گئیں...... ہم بھی پاگل تھے جو بہن کی محبت میں آ کر اپنے پیر پر کلہاڑی مار لی......تمہارا اڈولا لا کر۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے......؟" نوید جو گزشتہ دس منٹ سے بالکونی میں آ کر کھڑا یہ سب ہنگامہ دیکھ رہا تھا...... غصے سے شہزادی سے بولا۔

"یہ سب خالہ ہیں، مجھے پسند ہی نہیں کرتیں اس لیے ایسا سب بول رہی ہیں۔"

"اگر اماں آپ کو پسند نہ کرتیں تو آپ کو لے کر کیوں آتیں...... ہماری عشق کے طفیل تو شادی نہیں ہوئی تھی کہ اماں کی ناراضی کے باوجود میں آپ کو ہر صورت بیاہ کر لاتا......!"

"مگر اب تو خالہ کو میں بھانجی کے بجائے صرف ایک بہو دکھائی دیتی ہوں جس سے ان کو ازلی بیر ہے...... آپ نے کیا سنا نہیں کہ وہ مجھ سے کتنی نفرت کرتی ہیں"

"شہزادی...... میں کافی دیر سے کھڑا آپ کی اور اماں کی باتیں سن رہا ہوں......اور مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہو رہا ہے کہ آپ جیسی اتنی اچھی بیوی اتنے برے انداز میں اماں سے باتیں کر رہی ہیں......آپ ایسی تو ہرگز نہیں ہیں جیسی اس وقت دکھائی دے رہی ہیں۔ اس طرح تو جاہل عورتیں باتیں کرتی ہیں۔"

"تو شہزادی کون سی بی اے، ایم اے پاس ہے۔" اماں نے گرہ لگائی۔

"بی اے، ایم اے نہ ہوں مگر شہزادی کی باتوں میں جاہلانہ پن نہیں ہوتا بڑے سلجھے ہوئے انداز میں بات کرتی ہیں اور سب سے بڑی بات بزرگوں کا ادب کرتی ہیں اور اماں سے تو بہت ہی محبت کرتی

ہیں۔'' نوید نے انتہائی سنجیدگی سے کہا کہ شہزادی یک دم کھسیا کر رہ گئی اور بولی۔

''میں تو خالہ سے کہہ رہی تھی...... کہ آپ میرے بارے میں غلط سوچتی ہیں......''

''شہزادی...... مجھے تو لگتا ہے میں تمہیں واقعی نہیں جانتی تھی...... تم تو جب سے ہمارے گھر آئی ہو...... میں صحیح طرح تمہیں پہچان پائی ہوں......'' اماں کا جلال کسی صورت کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

''اماں...... آپ ابھی کہاں پہچان پائی ہیں...... یہ تو شہزادی کے طرزِ عمل سے پہچانیں گی...... اور شہزادی حقیقتاً بہت اچھی ہیں اگر ان کی زبان سے کبھی کوئی غلط بات نکل جائے تو وہ جلد ہی اس کا ازالہ کر دیتی ہیں......'' اماں تو نوید کی باتیں سن کر پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں تھیں۔

انہیں نوید کی باتیں سن کر بھی غصہ آ گیا تھا۔ ''زن مرید کہیں کا......'' وہ دل میں سوچ رہی تھیں۔

''بجائے اس کے کہ بیوی کا مزاج صاف کرتا وہ تو مزید ناز برداریوں میں جت گیا تھا...... بیوی نے کچھ گھول کر پلا دیا ہے ورنہ میرا نوید ایسا تو نہ تھا۔''

ادھر شہزادی کے چہرے پر مسرتوں کے دیئے جل اٹھے تھے۔ نوید نے ماں کا ساتھ دینے کے بجائے اس کا ساتھ دیا تھا۔

اور ہر بہو کے لیے اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو گی کہ اس کا شوہر اپنی ماں کے مقابلے میں اسے اہمیت دے۔

''یہ خالہ کو پتا نہیں کیوں ہر وقت جلال آتا رہتا ہے، میری ہر بات میں مین میخ کرتی رہتی ہیں، میرے ساتھ ساتھ میری اماں تک کو برا بھلا کہتی ہیں اور اگر میں کچھ کہہ دوں تو وہ توپ پر چڑھ جاتی ہیں۔''

''شہزادی آپ تو بے حد نرم طبیعت کی ہیں...... لڑنا جھگڑنا تو آپ کی عادت میں ہی نہیں ہے، میں تو اپنے آفس میں آپ کے بارے میں یہاں تک کہتا ہوں کہ اگر میری بیوی کو گالیاں بھی سنا دو...... وہ اس کے جواب میں بھی مسکراتی رہے گی تو پھر آج آپ نے اپنا حقیقی روپ کیوں بدل ڈالا امی کی جلی کٹی سن کر...... انہیں جواب کیوں دیا...... ملائمت بھرا لہجہ کیوں نہ اختیار کیا۔''

''آج...... بس مجھے غصہ آ گیا...... ورنہ آپ کو تو پتا ہی ہے کہ مجھے کہاں لڑنا آتا ہے۔''

''جب ہی تو...... مجھے حیرت سی ہوئی۔''

''خالہ بھی تو بال کی کھال ادھیڑا کرتی ہیں ناں...... تو میں کہاں تک برداشت کرتی...... اس لیے آج میں نے سوچا ان کی کچھ طبیعت تو صاف کر دینی ہی چاہئے۔''

''نہیں جان...... آپ شہزادی ہیں حقیقی شہزادی ایسی شہزادی جسے کسی پر غصہ نہیں آیا کرتا...... بلکہ سب پر پیار آتا ہے...... خاص طور پر اماں کا تو آپ بے حد خیال رکھتی ہیں......''

''اب کیا کروں...... مجھے کیسی نفرت بھری نظروں سے دیکھتی ہوئی گئی ہیں جیسے مجھے کچا ہی چبا جائیں گی......!''

''آپ ایک گلاس شربت لے جائیے ان کے لیے اور ان کی جا کر ٹانگیں دبائیں...... وہ چاہے کتنا ہی غصہ کریں...... بس آپ نے کچھ نہیں بولنا۔''

''ٹھیک ہے...... میں جاتی ہوں......'' شہزادی شربت بنا کر لے گئی۔

دس منٹ تک تو امی تیز و تند آوازیں آتی رہیں مگر وہ اکیلی ہی بول رہی تھیں آدھ گھنٹے خاموشی رہی تھک کر وہ شاید چپ ہو گئی تھیں۔

اور صرف ایک گھنٹے بعد نہ صرف ساس بہو کے قہقہے میرے کمرے تک آ رہے تھے بلکہ اماں بلند آواز میں کہہ رہی تھیں۔

''شہزادی...... آج سویاں ذائقے میں اچھی ہیں، میں تو سمجھ رہی تھی کہ کھائی نہیں جائیں گی مگر یہ تو اچھی بنائی تم نے......''

''ہیں...... واقعی حیرت ہے......!''

''نہ تو تمہیں بروقت جواب سوجھتا ہے۔ نہ ہی تم عقل مند ہو اور نہ ہی تمہیں یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ تمہاری بات کا کیا ردِعمل ہو گا۔'' نوید کی کتھا سن کر صارم نے ہنس کر کہا۔

''یار تمہاری ساری باتیں ہی غلط ہیں کیونکہ...... میں اکثر ہی تمہیں لاجواب کر دیتا ہوں۔ یہ بھی میرا خیال ہے کہ ہر شخص اپنے آپ کو دوسرے سے زیادہ عقل مند سمجھتا ہے اس لیے میں عقل مند بھی ہوں۔ رہی بات ردِعمل کی...... تو میری بات ہی ایسی تھی کہ اس کا مثبت ردِعمل فوراً ہوا کہ شہزادی نے میرے کہنے سے پہلے ہی اماں سے معافی مانگ لی اور یہ سب میری ذہانت کی وجہ سے ہی ایسا ہوا...... میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کو اپنے موڈ کے حوالے سے چلانا ہو تو اس میں اتنی خوبیاں جمع کر دو...... جو اس میں دور دور تک نہ ہوں......! جو لڑکی اپنی سگی خالہ کو اپنی ساس سمجھنے لگے اور ان سے لڑاکا بہو بن کر بات چیت کرنے لگے...... وہ گالم گلوچ اور جوتم سے بیزار ہے وقتی طور پر تو مان سکتی ہے مگر دل...... اس کے دل میں احترام کبھی پیدا نہیں ہو سکتا...... اور میں یہ چاہتا ہوں شہزادی میری ماں کے ساتھ روایتی بہو کا کردار ادا نہ کرے......''

''مگر یار تم تو شہزادی کے گیت ہر وقت گاتے رہتے تھے...... یہ اتنی جلدی اس نے روایتی بہو کا چولا کیسے پہن لیا......؟''

''یار مجھے خود بھی پتا نہیں چلا...... ایسا کیونکر ہوا یا شاید ایسے چولے ہر لڑکی اپنے ساتھ اپنے جہیز کے بڑے بکس میں چھپا کر ضرور لاتی ہو گی۔''

☆======☆======☆

''کیا واقعی......؟''

''ہاں ماما...... بس آپ شروع ہو جائیں۔''

''تمہیں معلوم ہے ناں...... تم کیا کہہ رہے ہو......؟''

''یس ماما......!'' وہ ہنسا۔

''تو پھر...... واقعی...... میں......!'' مارے خوشی کے جملے رخسانہ بیگم کے گلے میں پھنسنے لگے۔

''بالکل ماما...... یہ آپ کا حق ہے اب آپ اپنی پسند سے میرے لیے کوئی بھی لڑکی پسند کیجئے......! اور جب میں پاکستان آؤں گا...... تو آپ میری انگیج منٹ یا نکاح...... جو آپ کا دل چاہے کر دیجئے گا۔''

سلمان بڑے محبت بھرے لہجے میں ماں سے بولا۔

''سلمان بیٹے تم نے تو میرا دل خوش کر دیا ہے۔''

''ماما میں آپ کا لاڈلا بیٹا ہوں تو اپنی لاڈلی بہو کا انتخاب کرنا آپ کا ہی حق ہے......''

''تو پھر پہلے منع کیوں کرتے تھے......؟'' وہ خفگی بھرے لہجے میں بولیں۔

''بس ماما آپ کو چھیڑنے میں مزہ آتا تھا...... آپ مجھے خوب ڈانٹا جو کرتی تھیں...... سچ کہہ رہا ہوں ماما مجھے آپ کی ڈانٹ بھی اچھی لگتی ہے......!''

''جیتے رہو...... تم نے یہ بات کر کے مجھے واقعی بہت بڑی خوشی دی ہے......'' وہ مسکراتے ہوئے کمپیوٹر پر وائس چیٹ کر رہی تھیں۔

''ماما...... اب آپ اور ڈیڈی روزانہ بہو ڈھونڈنے کی اسکیم میں جت جائیے۔''

''او کے بیٹا...... میں تمہارے لیے جلد ہی پیاری سی دلہن ڈھونڈ لوں گی۔''

''ٹھیک ہے...... میں آپ کی ریسرچ کا منتظر رہوں گا۔'' اور رخسانہ بیگم اپنے بیٹے کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس دیں...... رحمان صاحب جو ان دنوں ڈیپریشن کا شکار تھے وہ بھی سلمان کی آمادگی جان کر مطمئن سے ہو گئے۔

''جب بہو کا تعلق پاکستان سے ہو گا...... تو بیٹا اور بہو جلدی جلدی یہاں کا چکر لگاتے رہیں گے...... یہ بھی اچھا ہی ہوا سلمان نے بہو کے انتخاب کی ذمہ داری آپ پر ڈال دی...... ورنہ وہ وہاں نہ جانے کن لوگوں میں پھنس جاتا......'' رحمان صاحب رخسانہ بیگم سے طمانیت بھرے لہجے میں بولے۔

''سلمان کو اپنے لیے شاپنگ تو کرنی نہیں آتی...... ہمیشہ کپڑے، جوتے میں نے خرید کر دیے ہیں وہ از خود اپنے لیے بیوی کا انتخاب کیونکر کر سکتا تھا۔'' رخسانہ بیگم نے فخر آمیز لہجے میں شوہر سے کہا۔

''جب والدین ساتھ نہ ہوں تو بھٹکانے والے بہت مل جاتے ہیں......''

''جی نہیں، میرے بچے ایسے نہیں ہیں...... وہ ہمیں جتنی عزت دیتے ہیں شاید ہی کسی کے بچے دیتے ہوں......''

''اب سوال پیدا ہوتا ہے...... کہ تم سلمان کے لیے کس لڑکی کا انتخاب کرو گی۔''

''دیکھئے ملنے جلنے والوں کی لڑکیاں تو سب دیکھی بھالی ہیں اب ہمیں مزید نئے لوگوں میں جانا ہو گا...... جن کی معاشرے میں اونچی ساکھ ہو بلکہ فیملی ریپوٹیشن بھی مضبوط ہو......!''

''تو پھر کیا کسی بادشاہ کی بیٹی دیکھنی ہے...... یا سیاست دانوں کے گھروں میں جھانکنا ہے۔''

''میرا بس چلے تو اپنے سلمان کے لیے کسی شہزادی کو بیاہ لاؤں......'' رخسانہ بیگم میاں کی بات سن کر ہنس پڑیں۔

''تو چلیں پھر سعودی عرب چلتے ہیں وہاں شہزادیاں ہوتی ہیں۔''

ارے نہیں بھئی...... مجھے کہیں نہیں جانا...... اپنے پاکستان میں بھی بہت سی شہزادیاں موجود ہیں آپ کے دوست کے ایک دوست نہیں تھے جاوید صاحب جو بہت بڑے صنعت کار تھے...... انہوں نے

ایک مرتبہ ہمیں اپنے گھر بلایا بھی تھا...... ان کے گھر چلتے ہیں ان کی کئی لڑکیاں ہیں۔''

''ارے نہیں بھئی...... وہ تو بہت بڑے لوگ ہیں...... ان کا ہمارا کیا میچ دس پندرہ تو ان کے گھر میں نوکر ہیں...... محل جیسا گھر ہے ہمارا ان کا کیا مقابلہ......!''

''مجھے تو ایسے ہی گھرانے کی لڑکی چاہئے تاکہ خاندان والوں کو معلوم تو ہو کہ ہمارا معیار کیا ہے......؟''

''جانے کو تو ہم ان کے ہاں چلے جائیں مگر پتا نہیں کہ وہ ہمارے سلمان کو پسند بھی کریں گے یا نہیں......؟''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی، بھلا پسند کیوں نہیں کریں گے، ہمارا سلمان اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ مردانہ وجاہت کا حامل ہے ایسے لڑکے نظر کہاں آتے ہیں...... اپنے خاندان میں ہی دیکھ لیں...... سلمان کے مقابل ہے کیا کوئی......؟''

ان کا لہجہ احساسِ تفخر سے مالا مال تھا۔

''اب اپنے بیٹے کی اتنی زیادہ تعریف بھی مت کرو...... صارم کتنا اچھا لڑکا ہے...... پھر کتنا وجیہہ ہے...... ہیرو ولی سے زیادہ ڈیشنگ پرسنالٹی کا حامل ہے۔''

''ہونہہ کتنی عجیب باتیں کرتے ہیں آپ...... صارم کہاں سے آ گیا ہمارے سلو کے مقابل...... ایک چھوٹے سے فلیٹ میں رہنے والا لڑکا...... جو اپنے گھر جانے کے لیے پہلے دس منٹ تک سیڑھیاں کودتا ہوا چڑھے...... چھوٹے ماحول کا چھوٹی ذہنیت والا لڑکا۔''

''ہاں...... پیسہ بھی آ جائے گا...... غریب گھروں کے بچے جب تعلیم سے آراستہ ہو جاتے ہیں تو ان کے گھروں کا ماحول بھی تبدیل ہو جاتا ہے......'' رحمان صاحب بدستور اپنے مؤقف پر قائم تھے۔

''آپ تو خواہ مخواہ میرا موڈ خراب کر دیتے ہیں...... میں جاوید صاحب کے ہاں جانے کا سوچ رہی تھی...... آپ لگے ہیں رئیس پلازہ کے غریبوں کی تعریف کرنے میں......!''

''دو سال پہلے ملے تھے جاوید صاحب کسی تقریب میں...... کیا پتا وہ ہمیں بھول ہی نہ گئے ہوں...... بہر حال میں ان کا نمبر کسی سے لے کر بات کرتا ہوں دیکھتے ہیں کہ وہ ہمیں فون پر کتنا رسپانس دیتے ہیں۔''

''آپ کہیے گا...... کہ میں اپنی مسز کے ساتھ آپ کے گھر آنا چاہتا ہوں......''

''اگر انہوں نے پوچھ لیا...... کہ کس لیے تو کیا کہوں......؟''

''کہہ دیجیے گا...... ہمارے چاروں بیٹے امریکہ چلے گئے ہیں ان دنوں ہم لوگ گھومتے رہتے ہیں کچھ دنوں کے بعد ہم بھی اپنے بیٹوں سے ملنے کے لیے جائیں گے۔''

''یہ تو ان کی بات کا جواب نہیں ہو گا......'' رحمان صاحب نے حیرت سے بیوی کی طرف دیکھا۔

''آج کل ایسے ہی جوابات ان ہیں......'' رخسانہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

اور وہ بیوی کو مسکراتا دیکھ کر خود بھی یوں مسکرانے لگے جیسے وہ ان کی بات کا مطلب بغور سمجھ گئے ہوں۔

"ہوسکتا ہے کہ وہ ہمیں ٹال ہی دیں......" رخسانہ بیگم نے متوحش سے لہجے میں کہا۔

"ہاں، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ آج کل لوگ عموماً ان سے ہی ملنا پسند کرتے ہیں جن سے ان کا کوئی کام اٹکا ہوا ہو...... یا وہ امارت اور شہرت میں ان سے کئی گنا بڑے ہوں۔ ایسے میں یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ میرا فون سن کر بھی یہ کہہ دیں...... معاف کیجیے گا میں آپ کو بالکل بھی نہیں پہچان پایا کہ آپ سے کہاں اور کیوں ملا تھا۔ یوں بھی میں اس وقت بے حد مصروف ہوں اس لیے ویری سوری آپ کو ٹائم نہیں دے سکتا، بائے......"

"آپ کی یہ بات سن کر...... تو مجھے دس فی صد امید نہیں رہی کہ جاوید صاحب آپ کو لفٹ کرائیں گے بہر حال آپ فون ضرور کیجیے گا۔"

"مجھے تو دو فی صد بھی امید نہیں ہے مگر میں فون انہیں ضرور کروں گا...... کہ لفظ شاید میں بہت سی تمنائیں پوشیدہ ہوتی ہیں۔"

☆======☆======☆

وہ عید کا تیسرا دن تھا جب وسیم، خوباں کے ساتھ بغیر بتائے...... دبئی سے کراچی آیا تھا۔

امی ابا جان...... لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے عائشہ اپنے بیٹے کو گود میں لے کر اسے فیریکس کھلا رہی تھی۔

"السلام علیکم امی جان......" وسیم نے کمرے میں داخل ہو کر بلند آواز میں کہا۔ تو سب ہی اسے دیکھنے لگے...... خوباں سمپل سوٹ میں خاموش سی کھڑی تھی۔

"یہ ہیں ناں...... ہماری بھابی......" عائشہ لپک کر بھائی کے برابر کھڑی خوباں کے شانے پر محبت سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

"ظاہر ہے ان کے ساتھ مجھے ہی آنا تھا......" خوباں کا لہجہ تناؤ بھرا تھا۔

عائشہ کے ساتھ ساتھ امی کو بھی یوں لگا جیسے وہ آئی نہیں بلکہ لائی گئی ہے۔

"بیٹا تم آنے کی اطلاع تو دیتے......" امی نے دونوں کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"تو کیا آپ لوگ کسی تقریب کا انعقاد کرتے......؟" لہجہ سوالیہ سے زیادہ تمسخرانہ تھا۔

"تقریب تو تم سجا ہی چکے...... بار بار...... ویسے کون کیا کرتا ہے۔" امی نے اپنے غصے پر قابو پا کر کہا۔

"امی میں تو اکیلا آرہا تھا مگر خوباں نے کہا مجھے جا کر اپنی سسرال کے لوگوں سے ملنا ہے...... اس لیے میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گی۔ امی یہ آپ لوگوں کی محبتوں کی وجہ سے آئی ہے۔" وسیم خوباں کو دیکھتے ہوئے بولا۔ وسیم کی بات کا امی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بہو کے چہرے پر تو کیا اس کے لہجے میں محبت کا کوئی پرتو نظر نہیں آرہا تھا۔

"اچھا آپ ہیں عائشہ...... آپ کی شادی ہر دوسرے دن ٹوٹنے والی ہوتی تھی ناں......" خوباں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ شادی کا کیا ذکر کر رہی ہیں...... میری تو زندگی ٹوٹی پھوٹی سی ہے......" عائشہ کے لہجے میں کرب گھلا ہوا تھا۔

"عائشہ، آپ ہمیشہ یاد رکھیں کوئی کسی کے ساتھ نہیں مرا کرتا ہے اچھا ہوا کہ تنویر مر گیا...... ورنہ وہ تو آپ کو طلاق دے ہی رہا تھا تو پھر ایسے شخص کی محبت میں ڈوب کر خود بھی افسردہ رہنا اور دوسروں کو بھی پریشان کرنا کہاں کی دانش مندی ہے۔"

"میں کس کو پریشان کر رہی ہوں......؟" خوباں کی بات سن کر اسے جھٹکا سا لگا۔

"ہم لوگ دبئی میں تو ضرور رہتے ہیں مگر یہاں گھر کے حالات سے باخبر ہیں...... آپ یہ بچہ تنویر کی ماں کے منہ پر مار کے دوسری شادی کر کے اپنی زندگی اپنے حساب سے گزار لیں۔"

"آپ کے مشورے کا شکریہ مگر میرے لیے میرا بچہ ہی میری زندگی ہے اور اس کے بغیر ایک پل بھی گزارنا میرے لیے موت کے برابر ہے......" عائشہ کے جملے کے ساتھ ساتھ اس کا سارا وجود بھی کانپ رہا تھا۔

"پاکستان میں پتا نہیں عورت اتنی مجبور اور بے کس بن کر کیوں رہنا چاہتی ہے میری تو سمجھ میں نہیں آتا...... میں تو کہتی ہوں دنیا کی خواتین کو آپ بغور دیکھیں......" خوباں سب کو اپنی جانب متوجہ دیکھ کر اپنی بات کو تقریر کا روپ دے رہی تھی۔

مگر عائشہ یہ سب سننے کے بجائے...... بچے کو گود میں لے کر اپنے کمرے میں تیزی سے چلی گئی تھی۔

"وسیم بیٹا میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گی کہ یہاں عائشہ کے حوالے سے کوئی ایسی بات ہو جو اس کا دل دکھا دے......" امی نے خوباں سے براہ راست کہنے کے بجائے وسیم سے کہا۔

"ہمیں کیا...... ہم تو چند دن کے لیے آئے ہیں...... بے شک وہ تنویر کے لیے روزانہ دو گھنٹے رونے کا پروگرام سیٹ کر کے رکھے ہماری بلا سے......" خوباں نے بے پروائی سے کہا اور وسیم سے بولی۔

"ہم کس کمرے میں قیام کریں گے، میں تھک گئی ہوں تھوڑی دیر سونا چاہتی ہوں......"

"میرا کمرا اوپر ہے چلو آؤ...... میں تمہیں دکھاتا ہوں۔" وسیم بیگ اٹھا کر سیڑھی کی جانب بڑھا تو خوباں بھی اس کے پیچھے پیچھے چل دی اور امی ایک گہرا سانس لے کر رہ گئیں...... یہ تھی ان کے پہلے بیٹے کی بہو...... جس کی چند منٹوں کی باتیں سن کر ان کا دل افسردہ سا ہو گیا تھا۔

خوباں کیا آئی تھی...... لگتا تھا گھر کا ہر فرد پریشان ہو گیا ہے۔

"وسیم تمہارے گھر والوں کو تو سیٹنگ ہی نہیں کرنی آتی...... اس قدر سامان تھوڑی گھر میں رکھا جاتا ہے جب تک اس گھر سے دو ٹرک سامان نہیں پھنکوایا جائے گا اس میں تو مجھے گھبراہٹ سی رہے گی پتا نہیں تمہارے گھر والے کیسے اس میں رہتے ہیں۔"

"ہمیں عادت ہے اس میں رہنے کی...... اس لیے نہ ہمیں گھبراہٹ ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی پریشانی......"

''پھر بھی تبدیلی تو ضروری ہوتی ہے...... گھر کے اندر ہونے والی تبدیلیاں ایک خوش گوار ماحول کو جنم دیں گی۔'' ایک شام وہ اپنے من پسند موضوع پر بلاتکان بولے چلی جارہی تھی۔

''خوباں جب بیٹے کی شادی ہوتی ہے، تو گھر میں تبدیلی تو ایسے ہی آجاتی ہے۔''

''مگر مجھے تو یہاں نہیں رہنا...... میرے آنے سے آپ کے گھر میں کیا تبدیلی آنے لگی...... میں تو دبئی میں رہتی تھی دبئی میں رہتی ہوں اور آئندہ بھی ہم لوگ وہیں رہیں گے اگر کبھی کبھار پاکستان آئیں گے تو مہمانوں کی طرح آئیں گے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... واقعی مہمانوں کی طرح ہی آؤ گی تو جان لو...... مہمان اپنے میزبانوں کو ایسے مشورے نہیں دیا کرتے کہ یہ کمرا توڑ لو...... یہ چھت بڑھا لو...... پرانا فرنیچر پھینک دو...... نیا خرید لو...... ہمیں جب جو کرنا ہوگا وہ کریں گے...... ہمیں کسی کے مشورے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' امی نے صاف صاف کہہ دیا۔

پھر خوباں جب تک کراچی میں رہی...... اڑی اڑی پھری یا منظر سے خود ہی غائب ہو جاتی اور وسیم کو بھی کر دیتی۔ ''وسیم میرے ساتھ مال چلیے...... مجھے اپنے لیے شاپنگ کرنی ہے۔'' وسیم سر جھکائے بیوی کے ساتھ چل دیتے۔

''ارے نہ میں کڑھی کھاتی ہوں، نہ کریلے اور نہ ہی قورمہ...... پلیز وسیم میرے ساتھ چلو، باہر سے پیزا کھا کر آتے ہیں۔'' وسیم والٹ جیب میں ڈال کر بیوی کے پیچھے چل پڑتے اگر گھر میں سب بہن بھائی یادوں کی البم کھول کر ہنستے بولتے نظر آتے...... تو اس کا اپنے کمرے میں بیٹھ کر کسی ایسی مووی کو دیکھنے کا اچانک موڈ بن جاتا...... جو دل نہ چاہتے ہوئے بھی وسیم کو اس کے ساتھ جا کر دیکھنی پڑتی۔

یہ سارے احوال گھر کے سارے لوگ دیکھ رہے تھے...... مگر کچھ کہہ نہیں سکتے تھے...... ماں نے ایک دوبار وسیم کو تنہائی میں کچھ سمجھانے کی کوشش بھی کی تھی۔

''بے شک تمہاری شادی ہوگئی ہے مگر اس گھر کی تم پر بھی ذمے داریاں ہیں......!'' تو وہ کندھے اچکا کر...... بولا۔

''امی اس گھر میں نعیم اچھا خاصا کماتا ہے ابو کی پینشن کے ساتھ ساتھ دو دکانوں کا کرایہ بھی ملتا ہے اور میں ہر ماہ نہیں تو گاہے بہ گاہے آپ کو پیسے بھیجتا رہتا ہوں...... اور آئندہ بھی بھیجتا رہوں گا...... اب خوباں میری بیوی ہے اس کی ذمہ داری بھی تو مجھ پر ہے...... اس کے بھی اچھے خاصے خرچے ہیں......!''

''مگر خوباں بھی تو جاب کرتی ہے...... کیا وہ اپنی ذات پر اپنے پیسے نہیں اڑاتی......!'' امی کو غصہ ہی آگیا تھا......!

''امی خوباں کے پیسے اس کے اپنے پیسے ہیں اگر وہ آئندہ کے لیے اسے بچا رہی ہے...... تو بچائے مجھے اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہے...... میں اس پر کیا خرچ کر رہا ہوں یہ میری ذمے داری ہے۔''

''ماشاءاللہ کم از کم شوہر کے روپ میں تو بڑا ذمے دار ہے۔'' امی نے جل کر کہا۔

☆======☆======☆

بات تو انتہائی معمولی سی تھی...... پراٹھا پکاتے ہوئے سارہ کے ہاتھ پر آئل کا چھینٹا آجانے سے کلائی پر آبلہ پڑ گیا تھا۔ ان دنوں اس کی ساس اپنی بیٹی کے گھر گئی ہوئی تھیں سارہ نے آبلے کی کوئی پروا نہیں کی...... اگلے دن استری کرتے ہوئے گرم استری کا کونا کلائی پر لگ گیا...... وہ آبلہ جو پھٹ گیا تھا...... وہ تازہ زخم سا بن گیا۔

عدنان شام کو آفس سے آیا...... تو سارہ کی کلائی پر چوٹ سی لگی دیکھ کر پریشان ہو گیا۔

''مجھے پتا ہی نہیں چلا...... گرم استری رکھی ہے...... وہ ہاتھ پر لگ گئی......!''

''اس پر کوئی دوا تو لگانی چاہیے تھی......''

''ہاں لگائی تھی......'' وہ بے پروائی سے بولی۔

شام کو دروازے کی بیل بجی تو سارہ بھاگ کر دروازے تک آئی تو دیوار پر لگی کیل کلائی پر لگ گئی...... اور کلائی سے تازہ تازہ خون ٹپکنے لگا۔ محلے کی کوئی خاتون...... اپنی بیٹی کی تاریخ پکی ہونے کی مٹھائی دینے آئی تھیں...... سارہ کی کلائی کی چوٹ انہوں نے وہاں وہاں نشر کی جہاں جہاں انہوں نے مٹھائی کا ڈبا دیا۔

سارہ کی امی کو یہ خبر رات کے ساڑھے نو بجے کے قریب پتا چلی...... ''سارہ کی کلائی سے خون بہہ رہا تھا...... پتا نہیں چوٹ لگی تھی یا کسی نے مارا تھا...... وہ بڑی ہراساں سی تھی......!''

کچھ باتیں تو بتانے والیوں نے نمک مرچ لگا کر بتائی تھیں اور باقی کی کہانی خود ان کے دماغ نے گھڑ لی...... کہ سارہ پر یقیناً تشدد ہو رہا ہے...... اس کی ساس اور اس کا میاں اس کو دبانے کے لیے اس پر ہاتھ تک اٹھا رہے ہیں۔

پوری روداد جاننے کے لیے انہوں نے سارہ کو فون بھی کیا اس وقت سارہ عدنان کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس گئی تھی...... ڈریسنگ کروا کے جب وہ گھر آئی تو اس وقت تک ساس بھی گھر میں آچکی تھیں...... کھانا کھا کر ابھی وہ لوگ چائے پی رہے تھے کہ سارہ کی امی چیختی چلاتی ان کے فلیٹ میں داخل ہوئیں۔

''میری معصوم بچی نے کیا قصور کیا ہے...... جو تم لوگ اس کے ساتھ یوں سلوک کر رہے ہو......!''

''امی آپ کیا کہہ رہی ہیں......؟'' ماں کو اس انداز میں دیکھ کر سارہ کے ہاتھ سے کپ گر گیا۔ بیٹی کی کلائی پر پٹی بندھی دیکھ کر...... وہ مزید چلا کر بولیں۔

''میری معصوم بچی اگر کسی سے کچھ نہیں کہتی تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ لوگ اس پر ظلم کریں آج اس کا ہاتھ توڑا ہے...... کل تو آپ اس کو چولہے سے جلا دیں گے۔''

''آپ کیا الٹی سیدھی باتیں بول رہی ہیں......'' سارہ کی ساس پریشان ہو کر بولیں۔

''تم تو ایک لفظ بھی مت بولنا...... سارے فساد کی جڑ تم ہی ہو...... میری بچی کے ہاتھوں سے دھڑ دھڑ خون بہتا رہا مگر کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ اس کی ماں کو بھی خبر کر دے مگر آپ لوگ تو یہ چاہتے ہی نہیں کہ اس کی ماں اپنی بیٹی کی خبر گیری کر سکے...... جس طرح آپ نے میری بیٹی کو مجھ سے جدا کیا ہے۔ اللہ آپ لوگوں کو اپنی بیٹی سے جدا کرے......!''

"امی پلیز خاموش ہو جائیں......" سارہ بھل بھل آنسو بہاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ اپنی ماں کے آگے جوڑتے ہوئے بولی۔ عدنان غصے میں تنتناتا ہوا...... وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا...... وہ نہیں چاہتا تھا کہ ان سے کوئی بات بھی کرے......

"میں جانتی ہوں...... سارہ...... ان لوگوں نے تجھے مجبور و بے بس کر دیا ہے جبھی تُو اپنے اوپر ہونے والے ظلم کے خلاف آواز نہیں اٹھاتی...... مگر میں تیری ماں ہوں دیکھ مجھ پر ان لوگوں نے پابندی لگائی کہ بیٹی کے گھر نہیں آسکتیں...... مگر میں آگئی اب بتاؤ کہ ان کے خلاف کہاں پرچہ درج کرواتا ہے۔"

"امی پلیز آپ گھر جائیے...... میرا ہاتھ خود استری سے جلا تھا جو میکے میں بھی بے پروائی سے اکثر جل جایا کرتا تھا...... اس وقت تو آپ نے کوئی ایسے ایکشن نہیں لیے تھے......!"

"مگر مجھے تو فلیٹ والوں نے ہی بتایا ہے کہ تم بہت تکلیف میں ہو......" اب کے لہجے میں کھسیاہٹ بھی شامل ہوگئی تھی۔

"دراصل یہاں کے رہنے والے بہت سے لوگ اس تکلیف میں ہیں کہ میں اپنی سسرال میں خوش کیوں رہ رہی ہوں...... اللہ کا احسان ہے کہ یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اور آپ بھی ایسی باتیں ہرگز نہ کریں...... جس سے مجھے سبکی ہو......"

"ٹھیک ہے بس میں چلتی ہوں مگر تم کم از کم روزانہ اپنی خیریت تو دیا کرو۔"

"ٹھیک ہے......!" سارہ نے آہستگی سے کہا۔

سارہ کی ماں جو تیز و تند طوفان کے مانند گھر میں داخل ہوئی تھیں...... انتہائی خاموشی سے چپ چاپ چلی گئیں۔ ساس جو خاموشی سے تماشا دیکھ رہی تھیں انہوں نے ان کے جانے کے بعد بھی دو لفظ شکایت کے نہیں کہے۔

سسر نے ماحول کی تبدیلی کے لیے قصداً ٹی وی پر میوزک لگا دیا۔ جب کہ وہ خبریں یا ٹاک شوز کے سوا کوئی دوسرا پروگرام دیکھتے ہی نہیں تھے۔

"سارہ بیٹا چائے اور ہے......؟" انہوں نے محبت بھرے لہجے میں اس طرح بات کی جیسے چند لمحے پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

"ہاں پاپا...... ابھی کیتلی میں دو کپ چائے اور ہے۔"

"ٹھیک ہے ایک کپ اپنے لیے اور ایک کپ میرے لیے لے آؤ۔"

سارہ نے دیکھا...... اس کے ہاتھ سے کپ گر پڑا تھا اور اس کی چائے اور کپ کے ٹکڑے وہیں لاؤنج میں بکھرے ہوئے تھے۔ اس سے قبل کہ وہ جھک کر وہ ٹوٹے ہوئے کپ کے ٹکڑے اٹھاتی اس کی ساس نے اخبار گیلا کر کے وہ سب ٹکڑے بھی اٹھا لیے اور چائے کے نشان بھی صاف کر دیے۔

اس قدر خیال رکھنے والے لوگوں کے بارے میں میری ماں کس قدر برا سوچتی ہیں یہ احساس ہی اسے ندامت میں مبتلا کر گیا...... وہ خاموش آنسوؤں سے رونے لگی۔

سسر کو چائے کا کپ دیا تو جھکی جھکی نظروں کے ساتھ۔

"بیٹا تم اپنے کمرے میں آرام کرو......" سسر نے کپ لے کر اپنے بیڈ روم کی راہ لی تو ساس نے اس سے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔

اور جب وہ اپنے کمرے میں آئی...... تو وہ آنسو جو چپکے چپکے گر رہے تھے کسی موسلا دھار بارش کے ساتھ بہنے لگے۔

"کیوں رو رہی ہو تم...... پاگل ہوئی ہو کیا......؟" عدنان نے اسے اپنے سے قریب کرتے ہوئے کہا۔

"امی نے آکر اتنی غلط سلط باتیں کیں......! مارے شرم کے میرا برا حال ہو رہا ہے......" سارہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"تمہاری امی کو تو شروع سے ہی ایسی عادت ہے تم نے ان کی تشفی کر دی...... بس اب رونے کی کیا ضرورت ہے......؟"

"کیا مجھے رونا نہیں آئے گا......؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے رونے کی......"

"آپ کو برا نہیں لگا...... یہ سب سن کر......؟"

"بری باتیں نہ میں سنتا ہوں اور اگر سن لوں...... تو ان کو یاد نہیں رکھا کرتا۔ ہاں تمہارا جواب مجھے اچھا لگا۔ اب تم واقعی ایک سمجھدار لڑکی بن گئی ہو...... جو مجھے دل و جان سے عزیز ہو......"

سارہ جو ایک لمحے کے لیے چپ ہوئی تھی وہ عدنان کی باتیں سن کر پھر رونے لگی۔

"پلیز سارہ چپ ہو جاؤ......!" عدنان ملتجی سے لہجے میں کہا۔

اس نے اپنے آنسو پونچھنے کے لیے اپنا پلو تھاما۔

"یہ لیجیے......" عدنان نے اپنا رومال بڑھایا...... اور اس کے آنسو اس میں سمیٹ لیے۔

☆======☆======☆

"رخسانہ...... رخسانہ بھئی کہاں ہو تم......" رحمان صاحب گھر میں داخل ہوئے...... تو بیوی کو ڈھونڈتے ہوئے بولے۔

ان کے لہجے میں خوشی، مسرت فخر ایک ساتھ گھلا ہوا تھا۔

"جی کہیے کیا بات ہے...... ورکرز نے کیا...... اپنی ہڑتال از خود ختم کر دی۔"

"ارے فیکٹری کا کیا پوچھتی ہو...... میں تو خوشی کی خبر سنا رہا تھا آج تو میں واقعی حیران ہی ہو گیا۔"

"مگر کس بات سے......؟"

"میں جاوید صاحب کو فون کر کے اپنا تعارف کرا ہی رہا تھا کہ وہ مجھے درمیان سے ٹوکتے ہوئے بولے رحمان صاحب آپ کوئی بھولنے والی شخصیت ہیں، میں تو کافی دنوں سے آپ کو ڈھونڈ رہا تھا...... کسی محفل میں نظر نہیں آرہے تھے۔"

"تو پھر آپ نے کیا کہا......؟" حیرت اور خوشی اب رخسانہ بیگم کے چہرے پر بھی تھی۔

"میں نے بھی کہا کہ بچوں کے باہر جانے کی وجہ سے میں کچھ عرصہ گھر پر ہی رہا کہیں آنے جانے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔ اب بچے تو ماشاء اللہ بہت اچھی طرح سیٹ ہیں تو پھر اپنے دوستوں کی محفلوں میں جانا اچھا لگ رہا ہے۔"

"ہاں بھئی بچوں کی وجہ سے اپنے آپ کو ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری عمریں اس قابل ہرگز نہیں ہیں کہ خوامخواہ کے تفکرات کا بوجھ اٹھائیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں......"

"تو پھر آپ اور بھابی اس سنڈے کو ہمارے ساتھ ڈنر کیجیے...... چند دوستوں کو اور بھی بلایا ہے۔"

"دیکھو ہم خود ان کے گھر جانا چاہ رہے تھے......اللہ نے ہماری بات سن لی...... جاوید صاحب نے خود ہی ہمیں اپنے گھر پر مدعو کرلیا ہے۔"

"اب میں ان کی بیٹیوں کو بغور دیکھ سکوں گی......ہمیں تو یہ بھی نہیں پتا کہ کسی کی انگیج منٹ ہو چکی ہے یا نہیں......"

"ان کے ہاں تقریب میں دیگر اچھی فیملیز بھی آئی ہوں گی ان کی بھی لڑکیاں دیکھنا......"

"ہاں......ہاں...... کیوں نہیں ہمارا تو ان کے ہاں جانے کا مقصد ہی یہی ہے......"

"اور یہ مقصد خود ہی پورا ہو رہا ہے۔ اسے کہتے ہیں بات کا بننا جب کوئی بات بننے والی ہو......تو ایسے ہی عوامل مددگار ستون کی طرح کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں...... اب تو مجھے بھی لگ رہا ہے...... ہمارے سلمان کا رشتہ کسی ایسے بڑے گھرانے میں طے ہوگا......جس کا ذکر کرتے ہوتے بھی......ہم فخر محسوس کریں گے۔"

"ہاں......اور کیا......؟"

"سلمان بھی خوش ہوگا اور حیران بھی......"

"سلمان سے زیادہ حیران اور پریشان تو ہماری فیملی کے لوگ ہوں گے۔" رخسانہ بیگم تکبر آمیز لہجے میں بولیں۔

"وہ کیوں بھلا......"

"جل جو جائیں گے......اور یہ سوچیں گے ان کی بہن بھانجی یا بیٹی کی شادی ہمارے سلمان سے کیوں نہ ہوئی۔"

"نہیں رخسانہ......وہ ایسی بات کیوں سوچیں گے...... ہمارا کون سا کسی سے اس طرح کا تعلق رہا ہے......ہم لوگ تو ایک فاصلے سے سب سے ملتے ہیں اپنی پرسنل تقاریب میں تو ہم صرف باہر کے لوگوں کو بلاتے تھے...... رشتے داروں کو تو پوچھتے تک نہیں تھے۔"

"اس قابل کہاں تھے وہ سب......اس لیے ہم نے بھی انہیں ان کی اوقات کے مطابق رکھا۔"

"اس لیے تو وہ حیران ہوں گے...... کہ سلمان کا رشتہ کس فیملی میں طے ہوا ہے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں...... مگر مجھے تو یوں لگ رہا ہے کہ رب نے چونکہ یہ جوڑی بنائی تھی اس لیے ایسے حالات بھی خود بخود پیدا ہوتے چلے گئے۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں رخسانہ......!" ان کے میاں نے ان کی تائید میں اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔

☆======☆======☆

"وانیہ کا فون آیا تھا...... ان کے گھر والے جمعہ کو گھر آنا چاہتے ہیں۔" عینی نے اپنی ماں کو ان کا پیغام پہنچایا۔

"ابھی جمعہ آنے میں چار دن ہیں ان سے کہو کہ سوچ کر جواب دیں گے۔"

دو دن بعد ثمینہ نے بیٹی سے کہا......"اس جمعے کو تمہارے پاپا بے حد مصروف ہیں، وہ کراچی میں ہونے کے باوجود وقت پر گھر نہیں پہنچ پائیں گے ان کو ابھی یہ اندازہ نہیں ہے کہ ان کی کاروباری میٹنگ کتنی طوالت لے گی۔" عینی نے انکار کا فون کر دیا۔

وانیہ نے چند بعد پھر فون کیا...... "آئندہ سنڈے کی شام کو اگر آجائیں تو......"

"سنڈے کو تو مجھے میلاد میں جانا ہے...... ممن آپا کے بچوں کا عقیقہ بھی ہے۔"

"امی...... تو وہ آپ مغرب کے بعد جائیں گی......اور کراچی میں کسی بھی نوعیت کا ڈنر ہو لوگ دس گیارہ بجے سے پہلے کہاں جاتے ہیں وہ لوگ تو عصر کی نماز کے بعد آنا چاہ رہے ہیں۔"

"نہیں بھئی، ہم فارغ نہیں ہیں...... تم منع کر دو...... ہم نے جب کہیں جانا ہو تو صبح سے ہی جانے کا ہول سوار رہتا ہے......"

"مگر امی پھر کب آئیں گے...... وہ لوگ ہمارے گھر۔"

"جب ہم فارغ ہوں گے تو بتا دیں گے۔ عید کے بعد اس قدر تو شادیاں آگئی ہیں...... دیکھو اب اس ہفتے بلکہ آئندہ ہفتے کے لیے کتنے کارڈز آئے رکھے ہیں۔"

"مگر وہ لوگ تو بمشکل ہمارے گھر ایک گھنٹے کے لیے آنا چاہ رہے تھے۔"

"اب فرصت نہیں مل رہی ہے تو کیا کروں...... اپنا ملنا جلنا......عزیز داری کو کیا طاق پر بٹھا دوں......!"

عینی نے فون پر کہہ دیا۔ "مجھے نہیں معلوم امی آپ کو کب بلائیں گی یا نہیں بلائیں گی۔"

اس کا لہجہ ایسا ملول سا تھا کہ صارم چونک گیا۔

"کوئی بات ہوئی ہے کیا......؟"

"ہاں...... آپ کے اچانک اسلام آباد جانے کو انہوں نے بہانہ جانا تھا۔"

"تم کہو تو میں خود فون کرلوں آنٹی کو......!"

"نہیں......اس بات کے بھی وہ سو مطلب نکالیں گی......اور مجھ سے ناراض ہو جائیں گی۔"

"پھر میں کیا کروں......؟ تم ہی بتاؤ......!"

''آپ اپنی امی سے کہیں کہ وہ خود فون کریں اور آنے کے لیے دن طلب کریں۔''

''اف......کیسی ساس سے پالا پڑ رہا ہے کہ وہ اپنے ہونے والے داماد کو گھر میں آنے تک نہیں دے رہی ہیں۔''

''رخسانہ پھپو کی باتوں نے ان کی ہیٹی کر دی ہے اسی لیے وہ ایسا کر رہی ہیں بلکہ وہ چاہ رہی ہیں کہ یہ رشتہ ان کے گھر آنے ہی نہ پائے......!''

''تم سے زیادہ میں پریشان ہو گیا ہوں...... سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کروں تو کیا کروں......؟''

''مجھے بھی امی کا ارادہ ایسا ہی لگ رہا ہے کہ آپ لوگ ہمارے گھر آنے ہی نہ پائیں......''

''آئیں گے تو ضرور......اور ان کی اجازت سے ہی آئیں گے......'' صارم ہنس کر بولا۔

''وہ اجازت دیں گی......تب ناں......'' عینی روہانسی تھی۔

''اجازت حاصل کرنا ہمارا کام ہے......اور ہم کیسے طلب کرتے ہیں...... یہ تمہیں بھی معلوم ہو جائے گا......'' لہجہ وثوق سے بھرا تھا۔

''ٹھیک ہے......جو قسمت میں ہوگا......وہی ہوگا......'' عینی نے مایوسی سے کہا اور فون رکھ دیا۔

''اونچی دکان پھیکا پکوان......'' صارم کی کتھا سن کر امی نے ہنس کر کہا۔

''یہ بات نہیں ہے بس عینی کی ماں یہ رشتہ طے کرنے میں ہچکچا رہی ہیں...... بلکہ صاف بات یہ ہے کہ وہ میرا رشتہ قبول کرنا نہیں چاہتیں۔'' صارم نے ماں کو سچی بات بتائی۔

''یہ سب اترانا ہے خاتون کا......نخرے دکھا رہی ہیں خواہ مخواہ کے......''

''نہیں امی...... مجھے عینی نے بتایا تھا......کہ وہ نہیں چاہتیں کہ ہم لوگ ان کے گھر جائیں۔''

''بیٹا تم سیدھے سادے لڑکے ہو......خواتین کی چالاکیوں کو نہیں سمجھتے......ان کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم خوشامدیں کریں......کہ یہ تو وہ جانتی ہی ہیں کہ عینی تمہیں پسند آ چکی ہے۔''

''جہیز نہ دینے والے اسی طرح کے رنگ دکھاتے ہیں......'' دادی جان نے سن گن لی......اور اپنے کمرے میں آ کر وہ بھی گفتگو میں شامل ہو گئیں۔

''امی......عینی تو آپ کو بھی پسند ہے ناں......؟'' صارم نے ماں سے پوچھا۔

''ابھی اس حوالے سے میں نے اسے ایک دفعہ بھی اسے نہیں دیکھا۔''

''ارے......کیا بات کر رہی ہیں آپ......میلاد میں دیکھا، تھا شادی میں دیکھا تھا اور ایک مرتبہ میں نے گاڑی میں سے آپ کو دکھایا تھا وہ کالج جا رہی تھی۔''

''نہیں بیٹا، میں نے اسے اپنی بہو کے نظریے سے ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا۔''

''تو جا کر دیکھ لیجیے......وہ آپ کو اچھی لگے گی۔''

''ضروری تو نہیں ہے کہ جو چیز تمہیں اچھی لگے وہ مجھے بھی اچھی لگے۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہے تمہاری ماں......'' دادی جان کو امی کی یہ بات دل سے پسند آئی تھی۔

''چلیں آپ اپنی نظر سے دیکھ لیجیے اگر آپ کو اچھی لگے تو ٹھیک ہے......'' صارم نے بات کو مختصر

کرتے ہوئے کہا۔

''مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ وہ تو آنے کے لیے ٹائم نہیں دے رہے......''

''ہاں......ایسا تو ہے......وانیہ کو ہر مرتبہ ٹال رہے ہیں......''

''تو پھر تم کیا چاہتے ہو......؟'' انہوں نے صارم پر ایک نظر ڈالی۔ جس کی آنکھوں میں خوابوں کا بسیرا تھا۔

''امی آپ آنٹی کو فون کیجیے......آپ سے زیادہ گفتگو کرنے کا سلیقہ کس کو آتا ہوگا۔''

''میں بات کروں گی......دیکھتے ہیں کہ وہ کیا کہتی ہیں......''

اور صارم متفکر سا کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ اس معاملے کو جتنا آسان سمجھ رہا تھا......اتنا آسان وہ شاید نہیں تھا۔ ماں سے بات کرنے کے بعد اسے بھی یہ احساس ہوا کہ عینی کے لیے ان کے دل میں کوئی سافٹ کارنر نہیں ہے۔ وہ چپ چاپ اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گیا تھا......مگر دادی کی باتوں کی آواز اس کے کمرے میں آ رہی تھی۔

''تعلیم یافتہ اور کماؤ لڑکوں کو اب اسی طرح گھیرا جاتا ہے۔''

''اب دیکھو ہمارا بچہ لڑکی کے کالج میں کیا چلا گیا وہ تو اس کے گلے کا ہار بن گئی۔''

''فلیٹوں کی لڑکیاں ہیں تو وہ بہانے بہانے سے اس وقت گھر میں آنے کی کوشش کرتی ہیں جب صارم گھر میں ہو...... پتا نہیں آج کی ماؤں کو کیا ہو گیا ہے۔ وہ اپنی بیٹیوں کو کیوں نہیں روکتی ہیں......''

''اس عید پر وانیہ کو فلیٹ کی ان دس لڑکیوں نے عید کارڈ کے ساتھ چھوٹے موٹے گفٹ علیحدہ دیے جن سے صرف شناسائی تھی کہ ایک پلازہ میں رہتے ہیں دوستی نہیں تھی...... بلکہ ہماری وانیہ کو تو یہ تک پتہ نہیں تھا کہ وہ کون سے مالے پر رہتی ہیں......''

دادی جان......بابو جی سے باتیں کر رہی تھیں اور صارم بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ عینی کے گھر جانا ہی اتنا بڑا مسئلہ بن رہا ہے تو اس کے والدین کس طرح ہامی بھریں گے میرے رشتے کی......

اور جب اگلے دن اسے امی نے یہ بتایا کہ عینی کی ماں نے اپنی مصروفیات کا بہانہ بنا کر آنے والے پندرہ دنوں میں انہیں ٹال دیا ہے تو وہ واقعی پریشان سا ہو گیا۔

''امی......آپ نے ان سے یہ نہیں کہ آپ صرف دس پندرہ منٹ کے لیے آئیں گی......ان کا زیادہ ٹائم نہیں لیں گی۔''

''جب وہ اس قدر افلاطون بن کر باتیں کر رہی تھیں......تو مجھے کیا ضرورت تھی ان کی خوشامد کرنے کی۔''

''آپ پندرہ دن بعد کا ٹائم لے لیتیں......''

''صارم بیٹا نہ وہ کوئی اسپیشلسٹ ہیں......اور نہ ہی ہم مریض کہ ان سے ٹائم کی بھیک مانگیں...... اگر وہ ہمیں اپنے گھر نہیں بلانا چاہتیں تو نہ سہی......''

''عینی کوئی ایسی ابلا پری تو نہیں ہے......کہ ہمیں اس کے علاوہ کوئی دوسری خوب صورت لڑکی ملے

گی ہی نہیں......"

صارم...... نے ماں سے کچھ نہیں کہا مگر اس کے چہرے پر پریشانی چھا گئی تھی۔

"کیا میری چاہت...... کا تعلق بس اتنا سا تھا...... کہ اسے دیکھا...... اسے پسند کیا...... اور پھر یہ چاہت کسی تاریکی میں غائب ہو جائے۔"

"اس دور میں اپنی پسند کو پانا کوئی مشکل کام تو نہیں ہوتا مگر میری راہ میں یہ کٹھنائیاں سی کیوں آ رہی ہیں......"

پندرہ دن نہ امی نے ان کے ہاں فون کیا اور نہ ہی وہاں سے کوئی رابطہ ہوا......

امی دیکھ رہی تھیں...... ان دنوں صارم کیسا بجھا بجھا سا تھا کھانا بھی وہ برائے نام کھا رہا تھا...... باہر سے آتا تو اس کے لبوں پر مسکراہٹ کے بجائے ایک حسرت سی بجی ہوتی......

"میرا صارم جو مجنوں ٹائپ لڑکوں کا مذاق اڑایا کرتا تھا...... کیا یہ بھی بن گیا......" انہوں نے سوچا...... تو انہیں بھی ایسا ہی لگا...... کہ عینی کی محبت کا سحر اسے سرتاپا اسیر کر چکا ہے۔

ایک شام انہوں نے خود ہی فون کیا...... وہاں سے عینی کے پاپا نے ریسور کیا تھا۔

"بھائی صاحب...... اگر کوئی مہمان آپ کے گھر آنا چاہے تو کیا آپ اسے آنے کی اجازت نہیں دیں گے۔"

"کیوں نہیں...... مگر آپ کون...... میں پہچان نہیں پا رہا ہوں؟"

"میں صارم کی والدہ ہوں اور آپ کے گھر آنا چاہتی ہوں۔"

"جی ضرور آیئے......"

"تو کیا کل ہم لوگ آپ کے گھر آ سکتے ہیں......"

"جی ضرور آیئے...... مگر اس ضمن میں بات میری بیگم سے کریں تو زیادہ مناسب ہوگا......" یہ کہہ کر انہوں نے فون ثمینہ بیگم کو پکڑا دیا۔

"ثمینہ بیگم نے لاکھ بہانے بنائے...... مگر بالآخر وہ اس بات پر راضی ہو گئیں...... کہ دو دن بعد...... وہ لوگ ان کے گھر آئیں۔

☆======☆======☆

رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں اور کسی بھی طرح اسے قرار نہیں آ رہا تھا ایسی بے عزتی جس کے بارے میں وہ کبھی تصور میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ رئیس منزل کی ٹاپ سے ایسی گری ہو کہ نیچے فرش پر آ رہی ہو جس کی وجہ سے اس کی پور پور زخمی ہو گئی ہو۔ "اللہ میں کیا سمجھتی رہی اور دوسرے لوگ مجھے کیا سمجھتے رہے۔" سعیدہ نے دوپٹے سے اپنے آنسوؤں کو پونچھتے ہوئے سوچا۔

اس کا دل جو کسی کے نام پر دھڑکتا تھا اس لمحے اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ بھی شرمسار سا کسی کونے میں منہ دیے بیٹھ گیا ہو۔

سعیدہ کو شاید کبھی پتا نہ چل پاتا...... وہ تو اس کے سامنے والی سہیلی نے اس سے کہا۔

"سعیدہ یہ تم ہر دوسرے دن اتنا تیار ہو کر کہاں جاتی ہو۔"

"میں نے کہاں جانا ہے...... میری تو بس وانیہ سے دوستی ہے...... اس سے ملنے چلتی جاتی ہوں......"

"وانیہ کی وجہ سے جاتی ہو یا کسی اور کی وجہ سے دوستی بڑھا رکھی ہے......" پڑوسن کی لڑکی چونکہ سعیدہ کو جانتی تھی اس لیے اس نے مذاق میں سعیدہ کو چھیڑا۔

یہ بات سن کر سعیدہ کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔

"سچ کہتے ہیں لوگ مشک اور محبت چھپائے نہیں چھپتی...... یقیناً یہاں کے لوگوں کو بھی پتا چل گیا ہے وانیہ کی امی اور دادی مجھے پسند کرتی ہیں اور صارم کے لیے میرے بارے میں سوچ بھی رہی ہیں۔"

"وانیہ کی امی کبھی اپنے بیٹے صارم سے تمہاری شادی نہیں کریں گی۔" پڑوسن نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"دیکھا کیسا جلتی ہے مجھ سے...... اب اپنے دل کی باتیں دوسروں کے کندھوں پر رکھ کر مجھے سنا رہی ہے۔" سعیدہ نے سوچا۔

"میں کل گئی تھی ان کے ہاں، صارم کے لیے کوئی لڑکی دیکھنے جا رہے ہیں...... وہ لوگ......!" اس نے دھماکا کیا۔

"اچھا...... جا رہے ہوں گے مجھے اس سے کیا......" سعیدہ نے بظاہر عام سے لہجے میں یہ جملے ادا کیے تھے...... مگر اس کے دل میں گھبراہٹ سی تو شروع ہو گئی تھی۔

یوں تو وہ اکثر دوپہر میں ان کے ہاں جایا کرتی تھی مگر یہ باتیں سن کر...... وہ صبح دس بجے ہی ان کے ہاں جانے کے بارے میں سوچنے لگی۔

"اگر صارم کا رشتہ کہیں اور طے ہو گیا...... تو......" یہ بات ہی سن کر اس کا دل بھر کے آ رہا تھا۔

"نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا وہ سب لوگ میری اس قدر تو تعریفیں کرتے ہیں...... ورنہ آج کل کون کسی کے منہ پر تعریف کرتا ہے......" اب وہ اپنے آپ کو از خود تسلی دے رہی تھی۔ آج اس نے الماری سے اپنے لیے نیلا لیلن کا نیا سوٹ نکالا اس پر اسی رنگ کا شیشہ جارجٹ کا دوپٹا اوڑھا چہرے پر لائٹ سا میک اپ کر کے، وہ ان کے ہاں چل دی۔ دروازہ کھلا ہوا تھا وہ دبے پاؤں ان کے باورچی خانے میں چلی گئی......

اپنے ساتھ وہ جو شامی کباب تل کر لائی تھی اپنے برتن میں سے نکال کر ان کی ڈش میں رکھنے لگی ابھی وہ چٹنی پیالے میں انڈیل رہی تھی کہ صارم کی امی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"اب صارم کی شخصیت ایسی تو نہیں ہے نا...... کہ اس کے لیے ہم سعیدہ یا اس جیسی لڑکیاں دیکھیں گے یا پسند کریں گے۔ عینی بے شک صارم کو پسند ہے...... لیکن وہ ہمارے معیار پر بھی پوری اتری تو سلسلہ آگے بڑھائیں گے ورنہ نہیں......!"

"امی مجھے تو سعیدہ کو دیکھ کر افسوس ہوتا ہے...... کہ کس قدر باؤلی سی لڑکی ہے...... کھلی آنکھوں سے خواب بنتی ہے...... نہ کسی کا لہجہ سمجھتی ہے اور نہ کسی کی تمسخرانہ ہنسی......!"

"جن کے گھر میں کوئی اچھی بات بتانے والا نہ ہو...... وہاں اکثر لڑکیاں اسی ٹائپ کی ہوا کرتی ہیں......"

"اتنی بڑی تو ہے بائیس تیئس سے کم نہیں تو ہوگی۔ پھر بھی اسے اتنی عقل نہیں ہے کہ لوگ اس پر ہنستے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں......"

"وہ لڑکیاں جو آنکھیں بند کر کے چلا کرتی ہیں نہ ان کے کانوں میں کوئی آواز آتی ہے اور نہ ہی انہیں کچھ دکھائی دیتا ہے...... سوائے اپنے بنائے ہوئے خوابوں کے۔"

"سچی امی مجھے تو افسوس ہوتا ہے اس لڑکی کو دیکھ کر...... اچھی خاصی شکل صورت کی ہے مگر حرکتیں کس قدر عجیب سی ہیں کہ بعض دفعہ تو ہنسی کے ساتھ غصہ بھی آنے لگتا ہے...... کہ تم اتنی پاگل کیوں ہو......"

"ہمیں کیا...... پاگل بنتی ہے تو بنے...... ہمارے لیے تو ہر دوسرے دن مزے مزے کے کھانے تیار کر کے لاتی رہتی ہے......" وانیہ کی چھوٹی بہن ہنس کر بولی۔

"اپنی طرف سے تو بے چاری پوری کوشش کر رہی ہے مگر اسے یہ معلوم نہیں کہ اس کے تمام داؤ بے کار جانے والے ہیں ارے بھئی کوئی دوسرے شوق پالو...... پتا نہیں یہ شادی کا شوق کیوں ہوتا ہے ان لڑکیوں میں......؟"

"پاگل جو ہے...... پگلوا ماں کی پگلو بیٹی......" ہنس کر کہا گیا۔

اور وہ وہیں اپنے برتن چھوڑ کر سرعت سے باہر نکل گئی گھر آ کر اس کے آنسو کسی طرح رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے وانیہ کے گھر والوں کی باتیں کسی سوئی کی طرح اس کے دل میں کھب کر رہ گئی تھیں۔

"ایسی بے عزتی......" وہ اپنے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"آنٹی مجھے پسند نہیں کرتی تھیں...... بلکہ میرا مذاق اڑاتی تھیں اور مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ ان کے گھر میں مجھ پر ہنسا جاتا ہے...... کیا محبت کرنے والے...... ہر طرف سے آنکھیں بند کر لیتے ہیں......؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

"شاید...... ہاں......!"

صارم اسے اچھا لگتا تھا...... اسے پسند بھی تھا......

مگر ہر اچھی چیز یا ہر پسندیدہ چیز حاصل تو نہیں ہوا کرتی......

"آسمان پر سجے ستارے اچھے لگتے ہیں تو وہ ہماری جھولی میں تو نہیں آ گرتے۔" وہ اپنے آپ کو سمجھانے کی سعی کر رہی تھی۔

مگر اس کا دل اس کی کوئی بھی تاویل قبول نہیں کر رہا تھا۔ "میری قسمت خراب ہے اور بس...... ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا......"

"کیسی بڑی بڑی گاڑیوں...... میں کیسی کیسی معمولی شکل کی عورتیں اپنے خوب صورت شوہروں کے ساتھ گھومتی نظر آتی ہیں...... میں تو خوش شکل ہوں...... صارم کی بہنوں سے بھی اچھی ہوں......"

"فلیٹوں کی سب لڑکیاں کہتی ہیں میری شکل ایمان علی سے ملتی ہے۔ تو کیا برائی تھی...... کہ میرا

سنجوگ صارم کے ساتھ ہو جاتا اگر۔"

"واقعی میری قسمت خراب ہے......" اب وہ اپنے آپ کو ہی برا بھلا کہتے ہوئے رو رہی تھی۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں مگر اسے کچھ احساس نہیں تھا۔

"ہے کیسی عجیب سی...... ہمارے صارم سے کتنی بڑی لگتی ہے مگر حرکتیں تو بہ......!" دادی جان کی آواز اس کے کانوں میں ہنوز سنگ باری کر رہی تھی۔

"گڑیا بیٹی...... ذرا ایک گلاس پانی تو دے دینا...... گڑیا...... اے گڑیا......!" اس کی ماں اپنے کمرے سے محبت بھرے لہجے میں پکار رہی تھی۔

"آپ مجھے گڑیا نہیں بڑھیا کہا کریں......" وہ تلخ سے لہجے میں بولی اور پانی کا گلاس ماں کو پکڑا دیا۔

"ارے یہ اتنے ڈھیر سارے کباب...... املی پودینے کی چٹنی اور ڈھیر سارے فرنچ فرائز کون رکھ گیا کچن میں......؟" نوشابہ کسی کام سے باورچی خانے میں آئی تو حیرت سے بولی۔

"یہ برتن اور ٹرے تو سعیدہ کے گھر کی ہے۔" وانیہ نے آ کر دیکھا تو کہا۔

"مگر سعیدہ تو ہمارے گھر نہیں آئی......؟" نوشابہ نے کہا۔

"میرا خیال ہے وہ آئی ہوگی اور شاید اس نے ہماری باتیں سن لی ہیں اس لیے وہ چپ چاپ چلی گئی۔" وانیہ نے کہا۔

"یہ تو بہت برا ہوا...... وہ کیا سوچے گی اپنے دل میں۔" دادی جان کو بہت افسوس ہو رہا تھا۔

"دادی جان...... وہ اس قدر پگلوسی لڑکی ہے سب بھول بھال کر دو چار دن میں پھر آ جائے گی۔"

"ہاں، بے وقوف تو بہت ہے...... نہ عقل ہے اور نہ تمیز......!"

"مگر سعیدہ ان کے گھر آئی ہی نہیں ایک دو...... چار...... چھ پورا ہفتہ ہی گزر گیا۔" "میرا خیال ہے کہ اب وہ نہیں آئے گی اس کے برتن تو بھجوا دو......!" امی نے کہا۔

"میں خود جا کر دے آتی ہوں...... اندازہ بھی ہو جائے گا کہ وہ پگلوان دنوں کیا کر رہی ہے۔"

اور جب وانیہ ٹرے اور پلیٹیں لے کر سعیدہ کے گھر پہنچی...... تو وہ حیرت بھرے لہجے میں بولی۔

"ارے یہ برتن آپ کے گھر میں تھے۔"

"تم ہی تو شاید رکھ کر آئی تھیں۔"

"نہیں بھئی...... میں تو نہیں آئی۔"

"میں نے تو محلے کے ایک بچے کے ہاتھ اکبری خالہ کے ہاں بھجوائے تھے وہ بے چاری بیوہ ہیں ناں سلائی کڑھائی کر کے اپنا وقت گزارتی ہیں...... اس لیے اکثر میں خیرات ان کے ہاں بھجوا دیتی ہوں......"

وانیہ نے اسے بغور دیکھا...... کہیں وہ جھوٹ تو نہیں بول رہی ہے...... مگر سعیدہ تو ٹی وی کے ڈرامے میں اپنے آپ کو غرق کیے ہوئے اس سے باتیں کر رہی تھی۔

"سعیدہ تم کتنے دن سے ہمارے ہاں نہیں آئیں۔"

"میں ان دنوں...... اپنے فلیٹ کے باہر والے کمرے میں بوتیک کھول رہی ہوں...... کڑھائی سلائی تو میری شروع سے ہی اچھی ہے تو سوچا کیوں نہ اپنے فلیٹ سے ہی اپنی دلچسپی کی چیز شروع کرلوں اس لیے اسی طرف لگی ہوئی ہوں۔ ہاں تمہیں اپنے لیے یا کسی کے لیے کڑھائی والے دوپٹے یا سوٹ چاہئے ہوں تو مارکیٹ سے کم ریٹ پر میرے اپنے بوتیک پر دستیاب ہوں گے۔"

"ارے...... تم بوتیک کیسے چلاؤ گی...... خود اکیلی اتنا کام کیسے کرسکتی ہو؟" وانیہ نے حیران ہوکر کہا۔

"وانیہ میں پاگل تھوڑی ہوں ایک لیڈی ٹیلر کا انتظام میں نے کرلیا ہے......"

"اگر ایسا ہے...... تو تم نے واقعی مجھے حیران کردیا ہے......" وانیہ جاتے سمے کہہ رہی تھی۔

اور سعیدہ دل میں سوچ رہی تھی...... کہ مجھے سوائے حیران کرنے کے آتا ہی کیا ہے......؟

☆======☆======☆

اسے اداکار ولی کس قدر پسند تھا...... مگر اس نے کبھی اسے اہمیت نہیں دی تھی۔ کتنی ہی دفعہ وہ اس سے ملنے کے لیے اس کی شوٹنگ تک پر پہنچی...... مگر اس نے اسے صرف ایک فین ہی جانا۔

وہ ولی کی بیوی سے لاکھ درجے اچھی تھی مگر وہ اپنی بیوی کا دیوانہ تھا اور اب ولی کا ہم شکل بھی اس سے بیزار سا تھا۔

مالی لحاظ سے وہ کتنا کم تھا...... مگر اس کے نخرے کتنے زیادہ تھے۔ خود کو نہ جانے کیا سمجھتا۔ آفس میں اپنی تحقیر کو کسی صورت بھول نہیں پا رہی تھی۔ "صارم تمہیں کیا معلوم زمانہ طالب علمی میں میرے چاروں جانب میرے فینز کا گروپ چلا کرتا تھا...... یونیورسٹی میں لوگ مجھے کوئین کے نام سے پکارا کرتے تھے اور اب تم ایک کوئین سے کیا سلوک کررہے ہو...... اس کا اندازہ تمہیں اس وقت ہوگا...... جب تمہیں معلوم ہوگا کہ میں کون ہوں اور میری حیثیت کیا ہے......؟"

پھر وہ آفس سے چھٹی پر چلی گئی...... معلوم ہوا کہ ٹائیفائیڈ ہوگیا ہے۔

آفس فیلوز اس کے گھر عیادت کو جاتے۔ تو آکر آفس میں ذکر ہوتا...... "عبیر تو ایک دم پیلی سی ہوگئی ہے...... لگتا ہے شاید اسے یرقان بھی ہے۔"

آفس کے سب لوگ اس کو جاکر دیکھ آئے تھے...... ہاں صارم ابھی تک نہیں گیا تھا۔

جب اس نے اپنی چھٹی مزید بڑھوائی تو صارم نے فون کرکے اس کی خیریت دریافت کرلی۔

"شاید میرا وقت آگیا ہے......" وہ سسکتے ہوئے بولی۔

"آپ تو بہت ہمت والی ہیں...... پھر ایسی مایوسی کی باتیں......؟" صارم نے حیرت سے کہا۔

"میری بیماری اتنی بڑھ رہی ہے...... اب مجھے واقعی زندگی کی کوئی امید نہیں رہی...... مگر مرنے سے پہلے میں واقعی آپ سے معافی مانگنی چاہتی ہوں......!"

"کیسی معافی......؟"

"کسی کو پسند کرنا...... تو اپنے بس میں نہیں ہوتا...... میں بھی آپ کو پسند کر بیٹھی اس حوالے سے خود اپنے منہ سے آپ سے گفٹ مانگ بیٹھی...... اور بعد میں آفس میں جو کچھ ہوا...... وہ واقعی نہیں ہونا چاہئے

تھا۔ آئی ایم ایکسٹریم لی سوری......"

"مس عبیر...... وہ بات جب ختم ہوگئی تو پھر اس کا تذکرہ بھی کیوں کررہی ہیں۔"

"میں مرنے سے پہلے آپ سے معافی مانگنا چاہتی ہوں نا......!"

"کس نے کہہ دیا کہ آپ مر رہی ہیں......؟"

"آپ آکر دیکھیں تو آپ کو خود پتا چل جائے گا...... مگر آپ کیوں آنے لگے...... کوئی مرتا ہے تو آپ کی بلا سے...... ہے نا......؟"

"مس عبیر پہلے آپ میری ایک بات سن لیں......"

"پلیز کوئی بھی بات کہنے سے پہلے یہ ضرور کہہ دیں کہ آپ نے مجھے معاف کردیا ہے۔"

"آپ کا کوئی قصور ہی نہیں تو معافی کیسی......!"

"کیا کسی کو چاہنا بھی...... کوئی قصور نہیں ہوتا......!"

"نہیں......" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا...... پھر وہ ٹپٹاتے ہوئے بولا۔

"مجھے لگتا ہے کہ بیماری نے آپ کے ذہن پر گہرا اثر ڈالا ہے...... مگر یاد رکھئے بیماری کا مطلب ہرگز موت نہیں ہوا کرتا...... نہ ہی ہر بیمار شخص مرا کرتا ہے...... آپ ان شاء اللہ جلد صحت مند ہوجائیں گی...... اور پہلے کی طرح آفس آئیں گی۔"

"یہ سب آپ اس لیے کہہ رہے ہیں...... کہ آپ کو میرے گھر نہ آنا پڑے...... شاید کم تر لوگ عیادت کے بھی قابل نہیں ہوتے۔"

"بخدا میرا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے......"

"تو پھر آپ آج آرہے ہیں......" لہجہ ملتجی سا تھا۔

"ٹھیک ہے...... آج آفس سے واپسی پر میں آؤں گا......"

اور اس نے انتہائی نحیف آواز میں شکریہ ادا کرکے فون بند کردیا۔

"آ بھی جا دلدارا...... آ بھی جا دلدار......!" عبیر اپنے کمرے میں سرشاری میں گول گول گھوم رہی تھی اس کے چہرے پر خوشی اور کامرانی کا احساس قوسِ قزح بن کر چھایا ہوا تھا۔

جیا گائے تارا را رارم
گوری ناچے چھم چھم چھم

اب وہ صارم کی تصویر اپنے ہاتھ میں لیے ناچ رہی تھی۔

بہاروں پھول برساؤ
میرا محبوب آیا ہے

"بلکہ آرہا ہے۔" اس نے سوچا اور چھن سے ہنس دی۔

اس کی ہنسی میں ایسی کھنک تھی جیسے چاروں طرف چاندی کے سکے گر گئے ہوں۔

☆======☆======☆

عیبر نے نہ صرف خود کو خوب سنوارا تھا بلکہ چائے پر ڈنر جیسا اہتمام تھا۔

''اس وقت تم بیمار تو بالکل نہیں لگ رہی ہو......'' اس کی آپا نے اسے دیکھ کر تنقیدی انداز میں کہا۔

''ابھی میں نے سیڈ میک اپ نہیں کیا ہے......!''

''اس قدر تو تھوپا تھاپی کر چکی ہو...... کیا ابھی بھی کچھ رہ گیا ہے؟''

''ہاں...... ابھی تو بہت کچھ رہ گیا ہے۔''

پھر ایک گھنٹے بعد آپا اس کی شکل دیکھ کر حیران تھیں آنکھوں میں گلابی ڈورے...... چہرے پر پیلا پن...... بالوں کی لٹیں...... چہرے کو علیحدہ چوم رہی تھیں اور وہ بلیک جارجٹ کے چست سے سوٹ میں خاصی دبلی لگ رہی تھی اور مغموم بھی......!

اس کا خیال تھا کہ صارم اسے اس حالت میں دیکھ کر بے اختیار نادم سا ہو جائے گا......اور کوئی ایسا جملہ بھی اس کے لبوں سے پھسل جائے گا...... جسے وہ اپنے دل کے ایوان میں سجا کر رکھے گی۔ اس پھول جیسے جملے کو وہ جب دل چاہے اس سے مسحور ہوتی رہے گی۔

شام چھ بجے جب ملازمہ نے اسے آکر بتایا کہ مجھ مہمان آگئے ہیں تو وہ سرشاری ہوگئی اس کا دل چاہا کہ وہ قلانچیں بھرتی ہوئی ڈرائنگ روم میں پہنچ جائے...... مگر پھر اس نے سوچا۔

''صارم تو میری عیادت کے لیے آیا ہوا ہے...... مجھے یوں سرعت سے آتا دیکھ کر سمجھ جائے گا کہ میں نے اسے بہانے سے اپنے گھر بلایا ہے۔''

وہ دھیمے انداز میں دیوار کا سہارا لے کر چلتی ہوئی جب ڈرائنگ روم میں پہنچی تو حقیقتاً وہ لڑکھڑا سی گئی...... صارم...... اس کے آفس کے منیجر آپریشن عرفان علی کے ہمراہ آیا تھا۔ عرفان بے حد تیز بلکہ اسے خاصا چالاک ہی لگا کرتا تھا۔

''ارے مس عیبر آپ نے کیا حالت بنالی...... مجھے تو لگ رہا ہے کہ آپ واقعی مرنے والی ہیں۔'' عرفان نے شرارت بھرے انداز میں کہا۔

کوئی اور وقت ہوتا تو وہ اس بات پر بلند قہقہہ مارتی مگر اس سے مسکرایا تک نہیں گیا۔

''ارے، آپ نے تو میڈیکل ٹائی فائیڈ بھجوایا تھا آپ تو ماشاء اللہ خوب ہٹی کٹی ہو رہی ہیں......

مجھے تو لگ رہا ہے کہ گھر بیٹھ کر آپ نے اپنا ویٹ خاصا بڑھا لیا ہے۔''

''نہیں تو......نہیں تو......نہیں تو......'' عیبر اپنی انگلیاں چٹخاتی بول رہی تھی۔

صارم چپ چاپ ان دونوں کی گفتگو بے پروائی سے سن رہا تھا۔

''صارم آپ کا بے حد شکریہ...... آپ میری طبیعت پوچھنے بطور خاص میرے گھر آئے...... ورنہ مجھے پتا ہے کہ آپ کسی کے ہاں نہیں جایا کرتے......'' عیبر نے عرفان کو نظر انداز کرتے ہوئے صارم سے کہا۔

''اچھا......صرف صارم کا شکریہ...... میں جو تمہارے گھر آیا ہوں، صارم تو مجھے اپنے ساتھ لانا بھی نہیں چاہ رہے تھے......ان کے ساتھ زبردستی لپٹ کر آیا ہوں...... کیا تم میرا شکریہ ادا نہیں کرو گی......؟'' عرفان نے ہنس کر کہا۔

''ارے کیا واقعی......؟'' عیبر کا کملایا ہوا چہرہ سرشار سا ہو گیا۔

''ہاں بھئی...... جھوٹ تھوڑی کہہ رہا ہوں۔''

''شکریہ...... شکریہ...... شکریہ......'' وہ ہنستے ہوئے بولی۔

اس کا اشارہ پاتے ہی ملازمہ کھانے پینے کی بھری ہوئی دو ٹرالیاں ان کے سامنے لے آئی۔

''کیا تم ہمیں اتنا پیٹو سمجھتی ہو؟'' عرفان نے دو ٹرالیاں دیکھ کر کہا۔

''صارم کو تو نہیں...... ہاں تمہیں ضرور سمجھتی ہوں...... اس لیے یہ دوسری ٹرالی...... تمہیں دیکھ کر ہنگامی طور پر تیار کی ہے۔''

''کچھ بھی کہو...... میں تو کھاتا رہوں گا......'' وہ برگر کھاتے ہوئے بولا۔

''بیمار لوگ کیا اتنا اہتمام کیا کرتے ہیں......؟'' صارم نے اس سے پوچھا۔

''کیا میزبانی صحت مند ہی لوگوں پر سوٹ کرتی ہے......؟'' عیبر نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''بالکل......'' وہ سر جھکائے جھکائے بولا۔

اس سے نظریں ملا کر بات کرتے ہوئے اسے ایک عجیب سی گھبراہٹ ہوتی تھی۔

''تو مان لیجیے میں ذہنی طور پر......اور دلی طور پر تو صحت مند ہوں ناں...... یہ بخار و خار تو ایسے ہی آگیا تھا......اور اب تو میں ٹھیک ہوں......!''

''تو پھر یہ کاہلی چھوڑو......اور آفس جوائن کرو......'' عرفان......شاہی ٹکڑے کی پلیٹ اپنے آگے رکھتے ہوئے بولا۔

''ہاں...... میں کل آرہی ہوں آفس......'' عیبر نے کہا۔

''یار...... یہ پہلے ہی بتا دینا تھا...... ہم لوگ خواہ مخواہ آئے...... یہ سب تو تم کل آکر بھی خود کھلا دو گی......'' عرفان نے متبسم لہجے میں صارم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''یہ تو آج کے مہمانوں کے لیے ہے......کل میں کچھ نہیں کھلانے والی۔''

"پھر تو آپ کا بے حد شکریہ کہ آپ آج بھی بیمار رہیں...... ورنہ ہمیں یہ دعوت کہاں مل پاتی......!"

"صارم...... کاش آپ اکیلے آتے...... یہ عرفان تو لگتا ہے صرف میرا دل جلانے کے لیے آئے ہیں۔"

"اچھا تو کیا صارم آپ کے دل میں پھول اگاتے......!" عرفان کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"مجھے کیا پتا......" عبیر قصداً شرما گئی۔

"ابے...... کیا مالی سمجھ بیٹھا ہے...... چل جلدی اٹھ......" صارم نے گھڑی دیکھ کر اٹھتے ہوئے کہا۔

عرفان دیکھ رہا تھا...... عبیر کا چہرہ اس کے جملے سے گلگوں سا ہو رہا تھا...... اور آنکھوں میں خوشی کے دیے سے جل رہے تھے۔

دوسری طرف صارم کے چہرے پر کوفت، بے زاری کے ساتھ ساتھ گھبراہٹ نظر آ رہی تھی...... اس کی شکل دیکھ کر یہ لگ رہا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ جانا چاہتا ہے۔

"اچھا عبیر...... کل ملتے ہیں......؟" عرفان نے قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اتنی جلدی جا رہے ہیں......؟" وہ یہ جملہ عرفان سے کہہ رہی تھی مگر نظریں صارم کی جانب تھیں۔

"ارے چلو بھئی...... کل پھر دفتر میں ایک دوسرے کی شکلیں برداشت کرنی پڑیں گی......" عرفان نے ہنستے ہوئے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

"آپ کا آنے کا بے حد شکریہ......" وہ اظہار تشکر کے جملے دہرا رہی تھی اور صارم لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا گاڑی کی جانب جا رہا تھا۔

واپسی پر جاتے ہوئے...... عرفان نے سنجیدگی سے کہا۔

"صارم یہ لڑکی تو تم پر مرمٹی ہے......"

"تو پھر میں کیا کروں......؟"

"پسند نہیں تو مٹی پاؤ......" عرفان نے لاابالی پن سے ہنستے ہوئے کہا۔

"تمہیں پسند ہے کیا......؟" صارم نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں یار...... میں تو منگنی یافتہ ہوں...... میں نے اگر اسے ایک بار ہنس کر بھی دیکھ لیا ناں تو میری منگیتر میرے ساتھ اس کا حشر بھی خراب کر دے گی۔"

"ٹارزن ہے کیا......؟"

"نہیں...... مگر اس سے زیادہ تیز اور پھرتیلی...... اسے تو میرا ٹی وی پر لڑکیوں کا کوئی پروگرام تک دیکھنا پسند نہیں ہے۔"

"پھر تو بہت اچھی گزرے گی تمہاری......!" صارم مسکرایا اور گاڑی کی اسپیڈ بڑھا دی۔

اس سے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس نے یہ بہت اچھا کیا کہ اپنے ساتھ عرفان کو لے گیا۔

"یہ عبیر بھی کچھ عجیب ہی سی لڑکی ہے، پتا نہیں ہوتا وہ کس لمحے کیا بات کس سے کہہ دے۔" اس نے سوچا۔

"مگر وہ تو ہمیشہ غلط بات کرنے والوں کے منہ توڑ دیا کرتا تھا۔"

"ہاں...... مگر عبیر تو عجیب سی ہے...... پتا بھی نہیں لگتا کہ کوئی غلط بات بھی کس انداز میں کر جائے گی۔" یہ سب باتیں سوچ کر وہ الجھ رہا تھا۔ کیا......"میں اس عجیب و غریب لڑکی سے ڈرنے لگا ہوں......" اس نے اپنے آپ سے سوال کیا۔

"شاید...... ہاں......" اس کے دل نے یہ جواب دیا۔ اس سے...... وہ موڑ کاٹتے ہوئے بس سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"یار ہوش میں آ کر...... گاڑی چلاؤ...... کہاں ہو تم......؟" عرفان نے سرزنش کی اور وہ پشیمان سا ہو گیا۔

☆======☆======☆

ثمینہ کی آنکھ ایسے کھلی جیسے کسی نے جھنجوڑ کر اٹھایا ہو۔

"کیا صبح ہو گئی......؟" انہوں نے آنکھیں مل کر ادھر اُدھر دیکھا۔

کمرے میں اندھیرا تھا اظفر ان کے برابر کروٹ لیے سو رہے تھے۔

لیمپ جلا کر گھڑی پر نظر ڈالی پانچ بج رہے تھے...... "فجر کی اذان ہونے ہی والی ہے......" وہ کلمہ پڑھتے ہوئے کوئی آواز پیدا کیے بغیر بیڈ سے نیچے اتر آئیں کمرے سے باہر نکلتے ہوئے...... بے ارادہ پیچھے مڑ کر دیکھا...... اظفر کروٹ لیے دوسرا تکیہ منہ پر رکھے سو رہے تھے، یہ ان کے سونے کا انداز تھا کہ ایک تکیہ وہ اپنے چہرے سے ضرور لگا کر رکھتے تھے۔

وہ چپ چاپ دروازہ بھیڑ کر باہر لان میں نکل آئیں۔ ہر طرف خاموشی تھی یوں لگ تھا...... پیڑ اور پودے بھی نیند میں ہوں۔ وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئیں، چپلیں اتار کر پیر ٹھنڈی ٹھنڈی گھاس پر دھر دیے...... ایک تازگی کا احساس ان کے پیروں سے سارے وجود میں پھیل گیا۔

وہ یونہی چپ چاپ...... بیلے اور موتیے کی بیلوں کو دیکھتی رہیں...... اور پھر گلاب کے پھولوں کے ساتھ ان کی نظر کانٹوں پر پڑی...... تو سارے کانٹے ان کے دل میں جیسے کھب سے گئے۔

"عینی کا رشتہ اگر صارم سے طے کر دیا تو کیا وہ اپنی سسرال میں عزت پا سکے گی......؟"

"کیا سسرال والے اس پر اپنی سچی محبت لٹا سکیں گے......؟"

"کیا اس کی زندگی چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور گزر سکے گی......؟"

"نہیں...... ہرگز نہیں......!" ان کے دل سے ہوک سی نکلی۔ ان کی لاڈلی پیاری بیٹی اپنی زندگی صعوبتوں...... میں بسر کرے انہیں یہ کسی صورت گوارا نہیں تھا۔ صارم اچھا تھا...... اور ایسا بھی لگ رہا تھا کہ وہ عینی کو دل و جان سے چاہتا ہے۔

"تو کیا شادی کے بعد صارم کی یہ چاہت برقرار رہے گی......؟"

"نہیں......" ان کے دماغ نے تاویل دی۔

اظفر بھی تو انہیں بے انتہا چاہتے تھے...... وہ دونوں ایک ساتھ ایک ہی بینک میں کام کرتے تھے......

اظفر گریڈ ون آفیسر تھے اور وہ گریڈ تھری کی تھیں۔ ان کی جاب کے پہلے دن سے ہی وہ اظفر کے دل میں ایسی بسی تھیں کہ لمحہ بھر کی جدائی انہیں شاق گزرتی تھی، بینک کی ٹائمنگ صبح نو سے شام پانچ بجے تک کی تھی مگر اظفر شام چھ بجے جایا کرتے تھے اور واپسی پر انہیں گھر ڈراپ کرتے ہوئے جاتے۔ ان دنوں...... انہیں ایسا لگا کرتا تھا کہ زندگی میں اظفر اور اس کی محبت کے سوا کوئی دوسری چیز ہی نہ ہو۔ خاندان سے آنے والے ہر رشتے سے وہ منکر تھیں۔

''ارے پڑھ لکھ کر فارغ ہوگئی ہو...... جاب کا شوق بھی پورا کرلیا...... اب شادی بھی کرلو......'' اماں انہیں سمجھاتیں۔

''وہ بھی ہو جائے گی...... مگر میں خاندان میں نہیں کرنے والی۔''

''تو کیا اپنی پسند سے کروگی......؟'' ان کی بھابی نے تمسخرانہ لہجے میں ان سے پوچھا تھا۔

''کیا پسند سے کرنا گناہ ہوتا ہے......؟'' اس سے وہ بھابی پر چڑھ آئی تھیں۔

''اوہ...... یہ بات ہے......'' وہ ہنس دی تھیں۔

''کیا بات ہے ثمینہ......؟'' ان کی ماں نے ان سے سادگی سے پوچھا تھا۔

''کوئی بات نہیں ہے......!'' وہ اپنی لمبی سی چوٹی گھماتے ہوئے بولیں۔

''تو پھر خاندان سے آئے ہوئے رشتوں پر یوں ناکڑا کیوں مار رہی ہے۔''

''مجھے یہ خالد...... فاروق...... جاوید اور اشعر کوئی بھی پسند نہیں ہے۔''

''ناپسندیدگی کی کوئی وجہ......؟''

''ان سب کے گھروں کا بڑا گھٹا ہوا ماحول ہے...... سارے کے سارے اپنی ماؤں سے تو کیا اپنی بہنوں تک سے دبے ہوئے ہیں۔''

''تو کیا ماں، بہنوں کی نہیں چلنی چاہیے......؟'' بھابی نے کانی نظروں سے اماں کو دیکھتے ہوئے ہنس کر پوچھا تھا یوں بھی وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے کی قائل تھیں۔

''نہیں...... ہر شخص کو اپنی زندگی خود بسر کرنی چاہیے۔''

''ثمینہ...... کیا کوئی پسند آگیا ہے......؟'' بھابی نے پوچھا۔

''نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں ہے...... میں تو یونہی ایک عام سی بات کہہ رہی ہوں۔''

''یہ عام سی تو نہیں ہے...... یہ تو خاص الخاص بات ہے...... اور یہ بات کوئی اسی وقت کرسکتا ہے جب کوئی منظورِ نظر ہو......'' بھابی کو پھر ہنسی کا دورہ پڑا۔

وہ تنک کر اپنے کمرے میں چلی آئی تھیں...... مگر جلد ہی سب کو اظفر کے بارے میں پتا چل گیا۔ بڑی خالہ اس کے بینک میں لاکر لینے کے لیے آئیں تو انہوں نے دیکھا اظفر اور ثمینہ ایک ساتھ کھانا کھا رہے ہیں اور کھانا کھاتے ہوئے دونوں ایک دوسرے کو جن چہیتی نظروں سے دیکھ رہے تھے...... بڑی خالہ نے لمحہ بھر میں بھانپ لیا...... محبت کا بول بالا ہو رہا ہے۔

پھر بڑی بھابی کی امی نے دیکھ لیا...... اظفر کی بائیک پر ثمینہ ایسی لدی ہوئی جارہی تھیں کہ ان کا

سر اظفر کی کمر سے لگا ہوا تھا اور دونوں بازو...... ہار بن کے ان کے گلے میں تھے۔

بھابی کی امی کو تو یکبارگی ایسا لگا جیسے کوئی نئی دلہن اپنے دولہا کے ساتھ جارہی ہے مگر جب ثمینہ، اظفر کی کسی بات پر ہنسی تو اس کی ہنسی کے چھناکے سے وہ پہچان گئیں۔

یہ بات وہ بارہا کہا کرتی تھیں...... ثمینہ کی ہنسی تو جلترنگ سی ہے...... ایسی میٹھی آواز اور ایسی رسیلی نقرئی ہنسی انہوں نے کبھی نہیں سنی...... اتنی منفرد اور ایسی خوب صورت ہنسی تو شاید کسی پری کی ہوتی ہوگی۔

اور تب بھری شاہراہ پر پھٹ پھٹ کرتے رکشا پر بیٹھے ہوئے انہوں نے ساتھ چلتی بائیک پر ثمینہ کی ہنسی سنی تو یکبارگی انہوں نے اپنا منہ اپنی چادر سے چھپالیا...... اور اس سے انہیں ثمینہ کسی پری کے بجائے چڑیل لگی...... جو کسی لڑکے کا نرخرا دبائے...... قہقہہ لگا رہی تھی۔

''لاحول ولاقوۃ......! اب ایسی ایسی بھی ویسی ہونے لگیں۔''

اور اگلے دن بھابی نے اسے بینک جاتا دیکھ کر پوچھا۔

''کیا آج بھی تمہیں وہ چھوڑ دیں گے۔ جن کے ساتھ تم کل آئی تھیں......؟'' تو وہ حیران و پریشان سی ساکت سی ہوگئی تھی۔

''کیا کہہ رہی ہیں آپ......؟'' ثمینہ بوکھلا سی گئی تھیں۔

''ارے بھئی جس سے تم محبت کر رہی ہو...... اسی کے ساتھ آؤ گی ناں......؟'' لہجہ وثوق بھرا تھا۔

''جی بھابی...... وہ اظفر تو میرے ساتھ بینک میں کام کرتے ہیں۔'' نظریں چرا کر وہ بولیں۔

''نام اچھا ہے، خوب بینکر بھی ہیں...... ساتھ کام کرتے ہیں پھر ان سے کہو ناں کہ اپنے گھر والوں کو بھیجیں۔''

''جی اچھا......!'' ثمینہ اپنی بھابی کا مطلب جان کر شرما سی گئیں۔

ایسی ہی شرماہٹ عینی کے لبوں پر بھی تو تھی...... جب صارم کی بہن وانیہ نے عینی کو ٹھوکا دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''آپ کے خاص مہمان تو پلیٹ سے کھیل رہے ہیں ان سے بھی تو کہیے کچھ کھائیں۔'' گو...... وانیہ کا لہجہ رازدارانہ سا تھا...... مگر ثمینہ نے صاف سن لیا تھا۔ عینی نے شرمائی شرمائی سی پلکیں اٹھا کر نظروں ہی نظروں میں صارم سے کہا تھا۔

''یہ شامی کباب تو چکھیں...... یہ میں نے بنائے ہیں۔'' تب صارم نے فوراً کباب اٹھا کر منہ میں ڈال لیا تھا۔

ثمینہ کا خیال تھا کہ صارم کی ماں کا لہجہ ملتجی سا ہوگا اور وہ خوشامدانہ لہجے میں عینی کا ہاتھ مانگیں گی مگر وہ تو ان کے گھر آکر اس موضوع پر کچھ بول ہی نہیں رہی تھیں...... سیاست سے لے کر مہنگائی، شوبز...... حتیٰ کہ میرا اور عتیق الرحمان کی شادی کا قصہ تک باتوں میں آگیا تھا...... مگر وہ بات جو وہ سننا چاہ رہی تھیں...... وہ شاید کہہ نہیں پارہی تھیں یا کہنا نہیں چاہتی تھیں بالکل اسی طرح جب باجی جان اپنی اماں کے ساتھ ثمینہ کے گھر آئی تھیں تو پہلی بات یہ کی تھی...... ''ثمینہ کو بینک کی نوکری فوراً چھوڑنی ہوگی...... ہمیں یہ بالکل نہیں اچھا لگے گا کہ ہماری بھاوج صبح ہوتے ہی گھر سے نکل جائے اور شام کو مردوں کی طرح گھر میں داخل

ہو......"

"اظفر بھی تو بینک کی جاب کرتے ہیں......" اس پر بھابی نے احتجاج کیا تھا۔

"اظفر تو یہ شوقیہ جاب کر رہا ہے...... اس کے باپ تو بڑی سی فیکٹری ہے جس میں سو کے قریب ملازم کام کرتے ہیں...... اس کو تو ایسا ہی شوق اٹھا تھا...... جس کا نقصان بھی ہمیں ہو رہا ہے......" گو انہوں نے کھل کر نہیں کہا تھا...... مگر ان کے بات کا واضح مقصد یہی تھا کہ ان کا نقصان یہی ہے کہ انہیں ثمینہ سے شادی کرنی پڑ...... رہی ہے۔

"پھر آپ کب تاریخ دے رہی ہیں......؟" باجی جان نے کھڑتل سے لہجے میں اماں سے پوچھا۔

"پہلے میں ثمینہ کے باپ بھائیوں سے مشورہ کرلوں، تبھی تو آپ کو جواب یا تاریخ دوں گی ناں......!" اماں کو ان کی جلدی پر دہشت سی ہوئی تھی۔

"خالہ جان آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں...... جب میاں بیوی راضی تو کیا کریں گے ہم لوگ...... اظفر کو اس دنیا میں ثمینہ کے سوا کچھ دکھائی ہی نہیں دے رہا ہے اور ہم اپنے بھائی کا دل تو نہیں توڑ سکتے...... اب لاکھ اچھی اچھی لڑکیاں ہمارے احباب اور خاندان میں موجود ہیں مگر اظفر کی نظر میں تو سارے ہیرے پتھر بن چکے ہیں تو پھر آپ کی یہ فرسودہ باتیں اور ٹائم کو مزید برباد کرنے کا فائدہ......؟"

اب کل اس سے ملتے جلتے جملے صارم کی ماں بھی تو بول رہی تھیں۔ "آپ کی بیٹی ہمارے صارم کو بے حد پسند ہے اگر ہم عینی کے مقابلے میں کسی شہزادی کو لے آئیں تو وہ بھی صارم کو نہیں بھائے گی۔"

"عینی تم میں یقیناً مقناطیسی قوت ہے......؟ صرف ایک گھنٹے کے لیے تو وہ تمہارے کالج گیا تھا...... وہاں سے آیا تو تمہارا دیوانہ بن کر آیا ہے......" صارم کی ماں کے یہ تعریفی جملے تھے...... جو ثمینہ بیگم کو پتھر کی طرح لگ رہے تھے۔

رخسانہ باجی نے بھی تو انہیں دیکھ کر یہی کہا تھا۔

"ثمینہ...... تم سانولی سلونی...... اور دبلی پتلی سی ہو اور نازک تو اتنی ہو کہ وزن کرنے بیٹھیں تو پانچ پھولوں کے بعد چھٹا پھول نہ چڑھے مگر تمہارا وجود اتنا دبیز اور بھاری بھرکم ہے کہ ہمارا اظفر تو پاگل ہو گیا ہے۔ اکیلے میں بیٹھ کر خود سے باتیں کرتا ہے۔ خود ہی ہنستا ہے اور خود ہی مغموم ہو جاتا ہے...... ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر شادی کرنے میں تاخیر بھی ہوئی...... تو وہ بیمار پڑ جائے گا......"

اس وقت ثمینہ کے ذہن میں باجی جان کی باتوں کا کوئی مطلب سمجھ میں نہیں آیا تھا وہ تو بس یہی سمجھتی تھی کہ اظفر اسے بہت چاہتے ہیں...... اور اتنا چاہتے ہیں کہ ان کے گھر والے ان کو دیوانہ سمجھنے لگے ہیں۔

جب ہی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آ گئی تھی۔

اسے اظفر کی ماں، بہن سے شرم سی آ رہی تھی کتنا صاف صاف انہوں نے کہہ دیا تھا...... کہ اظفر اس کے لیے پاگل ہوتے جا رہے ہیں۔

رخسانہ بیگم کے جانے کے بعد...... اماں نے واضح طور پر کہہ دیا تھا اظفر کا گھرانہ پیسے والا تو ضرور

ہے مگر بے حد چھچھورے سے لوگ ہیں خاص طور پر ان کی بڑی بہن اور ان کی والدہ تکبر کی ماریاں ہیں......!

"رشتہ دینے ایسے آئی ہیں جیسے احسان کر رہی ہوں۔"

"مگر ہماری ثمینہ بھی تو اظفر کو پسند کرتی ہے...... اور پسند کی شادی کرنا کوئی جرم نہیں ہے......" بھابی نے گو مسکرا کر کہا تھا...... مگر ان کی مسکراہٹ جتنی تمسخر آمیز تھی...... وہ ثمینہ کی تو نہیں ہاں اماں کی جان ضرور جلا گئی تھی۔

"ہم بڑے ہیں...... ہم ہی فیصلہ کریں گے...... ثمینہ صرف پسند ہی تو کرتی ہے...... عشق تو نہیں کر رہی کہ وہ اظفر کے لیے پاگل ہو جائے گی......!"

تب ثمینہ نے اپنا دل ٹٹولا...... کیا وہ اظفر کو پسند کرتی ہے۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں......!"

"کیا...... وہ...... اظفر سے عشق کرتی ہے......"

"ہاں...... ہاں......" دل کی تکرار ویسے ہی تھی۔

"مجھے نہیں کرنی صارم سے عینی کی شادی......" ثمینہ نے ان کے جانے کے بعد کہا تھا۔

"کیسے چالاک اور چھچھورے سے لوگ ہیں...... خاص طور پر صارم کی ماں......!"

تب عینی نے اپنا دل تھام سا لیا تھا اور آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو امڈ آئے تھے۔

"لڑکا تو بہت اچھا ہے...... مہذب، مؤدب اور نفیس خیالات کا حامل...... ایسے سلجھے ہوئے لڑکے کم ہی دکھائی دیتے ہیں......" اظفر نے صارم کی تعریف کھلے دل سے کی تھی۔

"لڑکیوں کو ایک ساس کا سنبھالنا مشکل ہوتا ہے یہاں تو دو دو ساسیں ہیں...... دیکھا نہیں تھا صارم کی دادی کو...... عینی کو کیسی چبھتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں...... اور ہر دوسرے جملے میں اپنی نواسی لوشابہ کی تعریفوں کے پل کھڑے کر رہی تھیں۔ بھئی تمہیں لوشابہ پسند ہے...... تو کر لو صارم سے اس کی شادی...... ہمارے گھر چل کر کیوں آئے ہو......؟"

"صارم کی جاب اچھی ہے...... قابل لڑکا ہے...... مستقبل میں بہت آگے جائے گا...... سوچ لو...... لڑکا برا نہیں ہے......" اظفر کو صارم پسند آ گیا تھا۔

"مگر میں یہ کبھی نہیں چاہوں گی کہ میری عینی کا مستقبل تکلیف دہ ہو...... ایک ہی تو میری بچی ہے، کیا وہ دکھوں کے سنگ زندگی بسر کرے گی۔"

"ارے...... کیسی باتیں کر رہی ہو تم...... میں صارم کی تعریفیں کر رہا ہوں...... اور تم نہ جانے کیا اوٹ پٹانگ بولے جا رہی ہو اور پھر یہ بھی ذہن میں رکھو...... ہماری عینی کو بھی صارم بہت پسند ہے...... تو کیا مضائقہ ہے کہ ہم اپنی بیٹی کی پسند کا بھی خیال رکھ لیں۔"

ثمینہ نے ایک نظر کمرے میں ڈالی...... عینی وہاں نہیں تھی...... مگر کھڑکی کے پیچھے ہلتے ہوئے پردے میں اس کا وجود صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ اظفر سے اپنے مؤقف کی وکالت میں ہی جتی ہوئی تھیں......

کہ انہوں نے دیکھا کہ عینی اپنے آپ کو سنبھالے آنسوؤں سے تر چہرے کے ساتھ اپنے کمرے میں جا رہی تھی۔

"خدایا...... کیا ہر منظر...... اپنے آپ کو دہرائے گا......"

"کیا عینی کے ساتھ بھی وہی ہونا ہے جو میرے ساتھ ہوا تھا۔"

ثمینہ بیگم نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر اتھام لیا۔

☆======☆======☆

"اپنے سے بڑے گھر میں بیٹی دیتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ تکبر کے مارے لوگ ہیں...... میری بیٹی احساسِ کمتری میں کُھل سی جائے گی...... یہ تو ویسے ہی بہت حساس ہے۔ ثمینہ تو اپنے دل کی بات اپنے گھر والوں سے نہیں کہہ پاتی...... اپنے سسرال والوں سے کہہ پائے گی۔" اماں...... کو اظفر کا...... رشتہ قطعاً پسند نہیں تھا۔

"تو ٹھیک ہے منع کر دیتے ہیں...... گھر میں کئی رشتے ہیں ثمینہ کے لیے۔" اباجی بھی اماں کے ہم خیال بن گئے۔ بھیا نے بھی یہ فیصلہ کر لیا...... کہ دو دن بعد اظفر کے گھر...... منع کا فون کر دیں گے۔ تب بھابی نے اس کے کمرے میں آ کر اس سے کہا۔

"اظفر تو تمہیں ملے گا نہیں...... اپنے خاندان کے لڑکوں میں جو تمہیں کم برا لگ رہا ہے اسے چن لو......"

"خواہ مخواہ...... ہی......" اسے غصہ ہی آ گیا۔

"تمہارے میکے والوں کو اظفر اچھا ہی نہیں لگا......"

"مگر مجھے تو اچھے لگتے ہیں......"

"تو کیا کورٹ میرج کرو گی تم......؟"

"ایسا میں نے کب کہا ہے......!"

"تمہارے گھر والے تو ہرگز اظفر سے تمہاری شادی نہیں کریں گے۔" تب اس کی آنکھوں سے ساون جاری ہو گیا تھا۔ اماں نے پروا نہیں کی...... اس نے بھوک ہڑتال کر دی۔ اماں نے توجہ نہیں دی۔

"ہونہہ...... بھوک لگے گی تو خود ہی کھائے گی۔"

اور جب وہ لگاتار تین دن تین راتیں بھوکی رہ کر نقاہت سے بے ہوش ہو گئی...... تو بھائی چیخ پڑا۔

"آپ لوگ کیا میری بہن کی جان لیں گے......؟"

"اگر ہم نے اظفر سے اس کی شادی کر دی تو اس کی جان بعد میں جوکھوں میں پڑ جائے گی۔"

"غیب کا علم جان گئے ہیں آپ سب...... جو ایسی باتیں کر رہے ہیں......" بھائی مسلسل وکالت کر رہا تھا۔

"آنکھ دیکھی مکھی کیسے نگل لیں...... اظفر کا گھرانہ بے حد تیز و طرار ہے...... ثمینہ وہاں سکھ سے نہیں رہ پائے گی۔"

"آج کی لڑکیاں خوب اچھی طرح رہنا جانتی ہیں اور جب اظفر اس کا دم بھرتا ہے تو پریشانی کیا ہے......"

"دم تو خالد بھی بھرتا ہے...... سگا چچا زاد ہے، دیکھا بھالا ہے...... سیدھی سادی سی چاہت...... محبت لٹانے والے چچا کیا برائی ہے خالد میں......!"

"ثمینہ کو اگر پسند نہیں ہے...... تو ہم کیوں اس کی وکالت کریں۔"

"اشعر کون سا برا ہے...... بڑی خالہ کی بیٹی کا دیور...... جانا پہچانا...... مشہور و معروف...... ٹی وی کے معروف چینل کا پروڈیوسر ہے جہاں جاتا ہے لوگ آنکھیں بچھاتے ہیں...... اس نے خود ثمینہ کے لیے بڑی خالہ سے کہا ہے مگر ثمینہ کو وہ ہمیشہ لفنگا لگتا ہے......" اماں نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں...... جب یہ لڑکے ہماری بہن کو ناپسند ہیں تو ہم انہیں کیسے قبول کر سکتے ہیں......؟"

"اظفر تو غیر ہے...... صرف چار دن کی شناسائی ہے، بینک جوائن کرنے سے پہلے وہ اظفر کو جانتی تک نہیں تھی اور اب چار دنوں میں اس کو اتنا جان گئی ہے کہ اس کے آگے کسی دوسرے کا نام سننا پسند نہیں کرتی ہے۔" بھابی کا لہجہ شکایتی سا تھا۔

"محبت اسی کو تو کہتے ہیں......" بھیا سب کے سامنے ڈٹ گئے تھے۔

"ہونہہ...... ہماری سمجھ میں تو اظفر آئے نہیں، کہنے کو تو بڑے پیسے والے ہیں کبھی بائیک پر آ جاتے ہیں تو کبھی گاڑی پر...... کبھی ٹی شرٹ میں آتے ہیں تو کبھی کرتہ شلوار میں...... بھئی جب اتنا پیسہ ہے تو سگار منہ میں دبا کر سوٹ پہن کر آیا کرو......" بھابی نے نخوت بھرے لہجے میں کہا۔

"سنو...... یہ آج کے لڑکے...... تمہارے آئیڈیل فلمی ہیرو کی طرح تو نہیں آ سکتے...... وہ تو سگریٹ نہیں پیتا...... اور تم سگار کی بات کر رہی ہو......"

"بے کار بحث مت کرو...... جو کرنا ہے...... وہ بتاؤ" اباجی نے سب کی باتیں سن کر کہا۔

"اظفر کا رشتہ قبول کر لیں......" یہ بھائی کی رائے تھی۔

"ٹھیک ہے جب ثمینہ ہماری بات اور ہمارے تجربے سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتی تو کرے اظفر سے شادی......"

"مگر بعد میں جب پریشانیاں سر اٹھائیں تو اٹیچی لے کر میکے دوڑی نہ آئے...... اور سسرال والوں کی شکایتیں کر کے کہے کہ اب وہاں نہیں جاؤں گی......" اماں کا لہجہ کڑا تھا اور غصے سے بھرا بھی۔

"ایسا نہ میرے ساتھ ہو گا اور نہ ہی میں آؤں گی......" ثمینہ نے مسکرا کر بھابی سے کہا۔

"تم نے اچھی طرح سوچ لیا ہے ناں......؟" بھابی نے پوچھا۔

"زیادہ سوچا وہ کرتے ہیں جن کے ارادے کمزور ہوں......!"

"تو پھر ٹھیک ہے وہی ہو گا...... جو تم چاہو گی۔" صرف پندرہ دن کے بعد ثمینہ، اظفر کی دلہن بن کر ان کے گھر آ گئی۔

جیٹھانیوں، دیورانیوں سے بھرا گھر...... جو سب ایک ساتھ ہی رہا کرتے تھے۔ رخسانہ بیگم بیاہی

نند کا گھر بھی اس زمانے میں اتنا قریب تھا کہ رخسانہ دن میں چار چکر میکے کے لگایا کرتی تھیں۔

تب ثمینہ کو پتا چلا...... زندگی جو بہت خوب صورت نظر آرہی تھی...... حقیقت میں کتنی بدشکل تھی۔

اظفر انہیں بیاہ کر لائے تھے......مگر محبوب سے روایتی شوہر بننے میں انہیں زیادہ دن نہیں لگے تھے، شادی سے پہلے وہ ثمینہ کی ہر بات مانا کرتے تھے اور شادی کے بعد اپنی ہر بات منوایا کرتے تھے۔ حد تو یہ تھی انہیں اپنی پسند کے رنگ پہننے کی بھی اجازت نہیں تھی۔

''اُف پھر تم نے یہ جامنی سوٹ پہن لیا...... بتایا بھی ہے......اس رنگ کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ کوفت ہوتی ہے......بدلو جلدی سے۔''

''ارے......اتنے کام سے بھرے سوٹ گھر میں پہن لیے...... کیا کہیں جارہی ہو......؟ وحشت نہیں ہورہی تمہیں اتنے گرم موسم میں ایسے کپڑے پہنے ہوئے۔''

''اماں کہتی ہیں کہ میں نئی نئی دلہن ہوں اس لیے ایسے کپڑے پہننے چاہئیں ورنہ بعد میں کہاں پہننے میں آئیں گے۔''

''پتا نہیں کیسے جاہل ماحول سے آئی ہو تم...... یوں کرو جب تم اپنی اماں کے ہاں جایا کرو تو برات کا غرارہ ولیمے کا شرارہ اور چوتھی کا جوڑا ساتھ لے جایا کرو......ان کے سامنے گھنٹے گھنٹے کے بعد ماڈلنگ کر لیا کرنا...... یوں وہ بھی خوش اور تم بھی خوش......!'' اظفر نے ہر ہر معاملے میں ہمیشہ اپنی چلائی تھی کبھی ثمینہ کی سنی ہی نہیں اور وہ ایسی مجبور اور بے کل سی ہو جاتیں کہ اپنے آنسو اپنے اندر ہی گھونٹ لیتیں۔

''ثمینہ کیسی ہے تمہاری سسرال...... موٹی والی جیٹھانی خاصی زبان دراز ہے تنگ تو نہیں کرتی۔'' بھابی اسے بولنے رپ اکساتیں۔

''نہیں تو......وہ تو کچھ بھی نہیں کہتیں......''

''تمہاری میک اپ میں لت پت رہنے والی نند رخسانہ تو بہت منہ پھٹ بلکہ خاصی بدتمیز سی ہے وہ تو ضرور تمہیں کچھ نہ کچھ کہتی ہوگی۔ شادی، ولیمے کی تقاریب میں بھی اس کی للو خوب چل رہی تھی......'' اماں پوچھتیں۔

''میں اپنے کام سے کام رکھتی ہوں...... میں کسی کے معاملے میں دخل ہی نہیں دیتی......'' ثمینہ اماں کی طولانی گفتگو سن کر مختصراً جواب دیتی۔

''بی بی...... بدلوگوں سے اللہ بچائے......بے شک ان کے معاملے میں دخل نہ دو......مگر وہ دوسروں کے ہر معاملے میں گھستے ہیں......اور رخسانہ کو تو زیادہ بولنے کی زیادہ بیماری ہے۔''

تب ثمینہ کا دل چاہتا کہ وہ ماں کے سینے سے لگ کر ایک ایک بات انہیں بتا دے کہ اس کی ساس، نندوں کے ساتھ ساتھ اظفر تک نے اس کی زندگی اجیرن کر رکھی ہے......طبیعت خراب ہو......اس کا جوڑ جوڑ کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہا ہو......اور وہ کہیں جانے کو منع کر دے......تو اظفر کا یہ حکم ہوتا کہ......ایک منٹ میں تیار ہو جائے......وہ نہ سننے کے عادی نہیں ہیں۔

''اور رخسانہ بیگم......تو شاید اسے اسی لیے بیاہ کر لے کر گئی تھیں کہ روزانہ آ کر اس پر ایک تیر مارا

جائے۔

''ارے اتنی تو تم کالی ہو......اس پر ڈارک سوٹ پہن لیا......مزید کالی لگ رہی ہو بلکہ خاصا ڈرا رہی ہو......''

اگر وہ سفید سوٹ پہن لیتی تو اس کو چڑانے والے انداز میں کہتیں......''ارے آج یہ سفید کفن پہن کر کہاں چل دیں......؟''

اس کے ہاتھ کے پکے ہوئے کھانوں میں سو سو کیڑے نکالے جاتے اور ایک دن تو سب کے سامنے اس کی ساس نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

''ثمینہ قورمہ تمہیں پکانا نہیں آتا......حلیم تمہیں نہیں آتا......کھیر اور فیرنی کا فرق تمہیں معلوم نہیں......کیا تمہارے گھر میں مسجد سے کھانا آیا کرتا تھا کہ تمہیں کچھ آتا ہی نہیں ہے۔''

اماں کی بات سن کر گھر کے سب لوگوں نے فلک شگاف قہقہہ لگایا تھا جس میں اظفر کا قہقہہ سپہ سالاری کر رہا تھا۔ تب وہ اپنی پلیٹ چھوڑ کر روتی ہوئی اپنے کمرے میں بھاگ گئی تھی۔

''ہونہہ، فلمی ادائیں......اب بیٹے کو گود میں لے کر کوئی گانا پکچرائز کروا لینا......'' اس کے پیچھے رخسانہ بیگم نے تمسخر بھرے انداز میں کہا تھا اور ثمینہ ساکت سی ہو گئیں......اس سے انہیں یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ انہیں اس بات پر رونا چاہیے یا مسکرانا۔

بیٹیاں اپنے میکے آ کر......اپنا دل ہلکا کر جایا کرتی ہیں......ثمینہ کو یہ سہولت بھی حاصل نہیں تھی...... یہ راستہ ان کا اپنا تھا، گھر والوں نے انہیں منع کیا تھا مگر جب محبت کی پٹی کسی لڑکی کی آنکھوں پر بندھ جائے تو اسے کوئی برائی نظر نہیں آتی......ایسے میں تو اسے بے آب و گیاہ میدان بھی سرسبز و شاداب نظر آتا ہے۔ جاوید اور اشعر خاندان کے وہ لڑکے جن کو ثمینہ نے منع کر دیا تھا اپنی اپنی بیویوں کے آگے پیچھے گھوما کرتے تھے۔

اظفر اکثر تو اس کے میکے کی تقاریب میں شرکت ہی نہیں کرتے تھے اور کبھی آتے تو اینٹھے اینٹھے سے آتے......کسی سے بات نہ کرتے چپ چاپ یوں بیٹھے رہتے جیسے زبردستی لائے گئے ہیں اس کے اپنے گھر میں بھی......وہ حتی الامکان جانے سے گریز کرتے......وہ اکیلی آجاتی......اور ان کے نہ آنے کی جھوٹی کہانیاں گھڑ کر سنایا کرتیں۔

مگر جب وہ کبھی آتے......تو ڈرائنگ روم کے کونے والے صوفے پر آ کر یوں بیٹھ جاتے جیسے کسی نے میخیں ٹھونک کر بٹھایا ہو۔

ان کی بھابی تو اکثر کہا کرتی تھیں......''ہمارا کونے والا یہ صوفہ اظفر نے خراب کر دیا جب آتے ہیں اسی پر بیٹھتے ہیں کبھی کسی دوسرے صوفے پر آج تک نہیں بیٹھے......!''

''دراصل کمرے میں گھستے ہی پہلا پڑاؤ نظر آتے ہی اس پر بیٹھ جاتے ہیں...... ہارے ماندے جو آتے ہیں......'' ایک دن اماں نے برملا کہہ ہی دیا۔

''نہیں تو......!'' وہ گنگ ہوتے ہوئے بھی بول اٹھی۔

''اب اگر تم......مجھ سے جھوٹ بولا کرتی ہو تو ہم ایسے پاگل تو نہیں ہیں کہ تمہارے میاں کو پہچان

نہ سکیں۔ محبت کرنے والے اور خیال رکھنے والے تو خود نظر آجایا کرتے ہیں اس کے لیے کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ہے۔ اپنے خاندان کے فاروق، خالد اور اشعر کو دیکھ لو...... کیسے اچھے شوہر ثابت ہوتے ہیں...... سب کی بیویاں عیش کر رہی ہیں...... اور جو چاہتی ہیں کرتی ہیں...... ایک تم ہو...... کبھی اتوار کے علاوہ تمہیں بلانا چاہیں تو صفاچٹ انکار اس وجہ سے کر دیتی ہو...... کہ تمہیں اپنے میکے آنے کا ویزا جو نہیں ملتا ہے۔ ٹھیک کہہ رہی ہوں ناں......" اماں نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"پتا نہیں......" وہ ان سے نظریں چرا کر بولی۔

آنسو تو وہ اپنی تنہائیوں میں اتنے بہا چکی تھی کہ اب کوئی آنسو پلکوں کی منڈیر پر آتا ہی نہیں تھا۔

☆======☆======☆

"جو کوئی اچھائی اور برائی میں تمیز نہ کر سکے وہ پاگل کہلایا کرتا ہے...... اب صارم اتنا اچھا لڑکا...... تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آرہا......؟" اظفر ثمینہ سے پوچھ رہے تھے۔

"ہوں...... کچھ کہہ رہے ہیں آپ......؟" یادوں کی البم ان کے ہاتھوں سے پھسل گئی۔

"تمہارے پاس صارم کو منع کرنے کا جواز کیا ہے......؟"

"سچ سننا چاہتے ہیں آپ......؟" وہ تڑپ کر بولیں۔

"ہاں، بالکل......" اظفر نے اپنی کرسی ان کے مزید قریب کر لی۔

"صارم کا خاندان باجی جان کا سسرالی خاندان ہے جہاں باجی جان کا بھی آنا جانا رہتا ہے، آپ کو شاید علم نہ ہو...... مگر آپ کی یہ بہن صاحبہ کئی مرتبہ مجھ سے کہہ چکی ہیں کہ میں عینی کی پسند کی شادی کب تک کروں گی......؟"

"یہ تو کوئی ایسی بری بات نہیں ہے...... باجی جان نے ایک عام سی بات پوچھی ہے تمہارے کوئی بھالا تو نہیں مار دیا۔"

"بھالے تو وہ ساری زندگی میرے مارتی رہی ہیں......!" ثمینہ نے جز بز ہو کر کہا۔

"پلیز اب تقریر کرنے مت بیٹھ جانا تم دراصل اپنے آپ کو ایک ایسی فلمی شخصیت سمجھتی رہیں...... جس پر سب ظلم کرتے ہیں اور تمہاری ایک ایک بات صحیح ہوتی ہے اور دوسرے کی ہر ہر بات غلط۔ اپنے آپ کو مظلوم سمجھنے کی جو عادت تمہاری شروع سے تھی...... وہ آج تک قائم ہے۔"

"ہاں...... ساری غلطیاں تو صرف میری ہیں......"

"بالکل اور اس وقت بھی یہ غلطی کرو گی...... اگر تم صارم کا رشتہ منع کر دو......"

"میں نہیں چاہتی...... عینی میری طرح رو رو کر زندگی گزارے۔"

"پاگل عورت...... بیس سال سے تم علیحدہ میرے ساتھ رہ رہی ہو...... شادی کے بعد پانچ سال جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہنا تمہیں اتنا گراں گزرا...... کہ اس کے اثرات کو ہمیشہ منفی سمجھ کر آج تک دل سے لگائے بیٹھی ہو۔ تم جیسی عورتیں منافق ہوا کرتی ہیں...... جو کھاتی میاں کا ہیں اور گاتی میکے کا ہیں......!"

☆======☆======☆

"گھر میں مہمان آرہے ہیں، نوشابہ بھی گاؤں چلی گئی ہے...... آج وانیہ کا کالج میں پریکٹیکل ہے بھی کالج سے دیر سے آئے گی گھر کا یہ بکھیڑا کون سمیٹے گا...... آج مائی بھی نہیں آئی ہے...... اور باورچی خانہ کون دیکھے گا......؟" دادی جان ہولا کر بولیں۔

"اماں میری خود سمجھ میں نہیں آرہا...... کہ کام کہاں سے کرنا شروع کروں...... خواہ مخواہ شاہدہ بھابی کو میں نے فون پر کہہ دیا...... آج شام ہم گھر پر ہی ہیں اگر یہ کہہ دیتی کہ آج ہمیں کہیں جانا ہے تو یہ دردِ سری تو نہیں ہوتی......" امی نے کہا۔

"ارے سعیدہ کو بلوا لو...... وہ منٹوں میں گھر کو بھی سنوا دے گی اور باورچی خانہ بھی سنبھال لے گی۔"

"کیسے بلوا لیں...... اتنے ڈھیر سارے دن ہو گئے...... وہ تو لگتا ہے ہمارے گھر کا راستہ ہی بھول گئی ہے۔"

"فون نمبر ملا کر دو...... میں کرتی ہوں بات سعیدہ سے دیکھنا کیسی دوڑی چلی آئے گی......" دادی جان نے ہنس کر کہا۔

امی نے فون ملا کر...... دادی جان کو دے دیا۔

"ارے سعیدہ بیٹی کہاں ہو تم......؟ اتنے سارے دن ہو گئے تمہیں دیکھا ہی نہیں...... آج تو تم مجھے بے حد یاد آرہی تھیں...... تو سوچا میں تمہیں فون کر ہی لوں......"

"میری امی کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی...... مجھے انہیں دیکھنا پڑتا ہے۔"

"ارے تمہاری ماں تو دواؤں کے زیرِ اثر سوتی ہی رہتی ہیں، کیا دیکھا نہیں میں نے تمہیں...... ذرا آجاؤ...... بے حد یاد آرہی ہو......"

"کیا آپ کے ہاں مائی نہیں آئی......؟" سعیدہ نے ہنس کر کہا۔

"ہاں وہ تو ہمیشہ ہی بغیر بتائے چھٹیاں کرنے کی عادی ہے۔"

"کیا کوئی مہمان وغیرہ بھی آج آرہے ہیں آپ کے ہاں......؟" سعیدہ ان کے تمام اطوار سے واقف ہی تھی۔

"ہاں وہ تو خیر شام وام کو آئیں گے مگر اس وقت تو تم آجاؤ ناں......!"

"سوری دادی جان...... میں نے اپنا بوتیک کھول لیا ہے ناں...... تو فلیٹوں کی ہی اکثر خواتین آتی رہتی ہیں...... اس لیے گھر میں میری موجودگی ضروری ہے ناں......!"

"اچھا تو ہم بھی آئیں گے تمہارے بوتیک میں......!"

"مگر آپ کے ناپ کا تو کوئی سوٹ نہیں ہے میرے پاس۔"

"ارے کیوں بھئی، ہمارے ناپ کے بھی کپڑے رکھو...... تاکہ ہم بھی خرید سکیں......!"

"فی الحال میں نے اسمول اور میڈیم سائز کے ملبوسات تیار کروائے ہیں کہ کوئی بھی فیشن آئے تو اسے لڑکیاں زیادہ استعمال کرتی ہیں، لارج سائز والیوں پر نہ فیشن اچھا لگتا ہے اور نہ ہی ان پر پتا چلتا ہے

اس لیے میں لارج سائز میں سوٹ تیار ہی نہیں کروا رہی۔''

''تو پھر کب آرہی ہو......؟'' دادی نے اکتا کر پوچھا۔

''دادی جان جن دنوں فراغت تھی...... آپ کے ہاں میں خوب آئی...... اب ناممکن ہے کہ مجھے اپنے بوتیک کو خوب بڑھانا ہے۔''

''لگتا ہے اپنے اس شوق میں تم پاگل ہوگئی ہو......'' دادی جان نے جل کر کہا۔

''پاگل تو شاید میں ہوں ہی......'' وہ اس قدر ہنسی کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ تب دادی جان نے بھی گھبرا کر فون رکھ دیا...... کہ پگلو ہنسے چلی جا رہی تھیں خواہ مخواہ......

☆======☆======☆

ثمینہ بیگم کے ذہن میں یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ صارم کے سلسلے میں رائے لینے کے لیے اظفر، باجی جان اور رحمان بھائی کو اپنے ہاں بلائیں گے۔ دو دن بعد انہیں اپنے گھر میں دیکھ کر وہ خاصی حیران ہوئیں اور پوچھ بیٹھیں۔ ''آج آپ کو ہماری یاد کیسے آئی......؟''

تب رخسانہ بیگم ہنس کر بولیں...... ''اچھا...... کیا تمہیں واقعی نہیں معلوم کہ آج اظفر نے ہمیں بلایا ہے۔''

''مجھے واقعی نہیں معلوم......'' یہی بات ان کے لبوں سے فوراً ہی نکلی۔

''عینی کے لیے صارم کا جو رشتہ آیا ہے اسی کے لیے اظفر نے بلایا ہے۔''

''اوہ......'' یہ کہہ کر وہ مزید کچھ کہنے سے باز رہیں۔

جب وہ اظفر کو منع کر چکی تھیں کہ ہمیں یہ رشتہ قبول نہیں کرنا ہے تو بات اسی وقت ختم ہو چکی تھی مگر رخسانہ بیگم کو اپنے ہاں بلا کر رائے لینے کا یہ مطلب تھا کہ یہ سلسلہ ابھی چل رہا ہے۔

''باجی جان صارم کا گھرانہ آپ کے سسرال میں سے ہے...... آپ ان لوگوں کو یقیناً ہم سے بہتر جانتی ہوں گی......'' اظفر نے دوران گفتگو باجی سے کہا۔

''ہاں اچھے لوگ ہیں......'' رحمان بھائی نے کہا۔

''ان کے گھر کا ماحول کیسا ہے...... میرا مطلب ہے کہ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والا تو ہوگا ہی......؟'' اظفر پوچھ رہے تھے۔

''ہونہہ، تمہارے گھر والوں کا کیسا ماحول تھا...... اس بارے میں تو تمہیں کبھی کرید نہیں ہوئی......'' ثمینہ بیگم کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی۔

''محبت کرنے والے لوگ ہیں، مڈل کلاس لوگ جیسے ہوتے ہیں ویسے ہی وہ بھی ہیں...... صارم کی اچھی جاب کی وجہ سے ان کے ہاں جو مالی پریشانیاں رہا کرتی تھیں اب وہ ختم ہوگئی ہیں۔''

''صارم کا رشتہ...... کم از کم ثمینہ کے بھتیجے کے رشتے سے تو بہت بہتر ہے...... جو دکان پر کام کرتا ہے۔''

''کون دکان پر کام کرتا ہے......؟'' ثمینہ کے تو آگ ہی لگ گئی۔

''تمہارا بھتیجا سیف اور کون...... تمہارے بھائی کے ساتھ دکان نہیں چلا رہا...... میں نے خود دیکھا ہے اسے......''

''باجی جان میرا بھتیجا انجینئر ہے، وہ بھائی جان کے ڈرگ اسٹور پر چلا جاتا ہے...... تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ دکان میں سیلز مین ہے۔''

''افوہ...... ثمینہ...... ایک تو تم بات کو ہمیشہ غلط رخ دینے کی عادی ہو، لاکھ وہ ڈرگ اسٹور ہو وہاں ڈبل روٹی، انڈے، آئس کریم بکتے میں نے خود دیکھے ہیں۔ ایک شب میں نے آئس کریم لینے کے لیے ڈرائیور کو بھیجا تو میں نے گاڑی میں بیٹھے بیٹھے خود دیکھا کہ وہ پہلے پھونک مار کر تھیلی کھول رہا تھا اور اس میں انڈے رکھ کر گاہکوں کو نمٹا رہا تھا...... وہاں ادویات بھی ضرور بکتی ہوں گی...... مگر میں نے جو دیکھا وہ کہہ دیا۔''

''باجی جان...... سیف کے رشتے کا اس وقت یہاں کوئی ذکر نہیں ہے...... اس کے بھائی نے جب کہا تھا میں نے اسی وقت انکار کر دیا تھا کہ دونوں کی عمروں میں بہت کم فرق ہے اور وہ انتہائی لاابالی اور غیر ذمے دار قسم کا لڑکا ہے۔''

''ہونہہ...... آپ بہت ذمے دار ہیں ناں...... عمروں میں نمایاں فرق کے باوجود...... آج تک ذہنی ہم آہنگی نہیں ہو سکی......'' ثمینہ سوچ رہی تھیں۔

''ایسی صورت میں...... جب عینی کے لیے کوئی اچھا رشتہ ہے ہی نہیں تو صارم کو لٹکائے رکھیے...... اگر اس سے بہتر نظر آ جائے تو صارم کو منع کر دیں اور نہ آئے تو اسی سے کر دینا......'' رخسانہ بیگم دور کی کوڑی لائیں۔

''یہ کیا بات ہوئی بیگم...... کسی کو خواہ مخواہ کیوں لٹکا کر رکھیں...... اگر وہاں کرنا بھی نہیں ہے تو......؟'' رحمان صاحب نے حیران ہو کر ان سے پوچھا۔

''عقل مند گھرانے گدھا باندھ...... گھوڑا اسی طرح ڈھونڈا کرتے ہیں......'' باجی جان نے قہقہہ لگایا۔

''تو آپ صارم کو گدھا کہہ رہی ہیں......؟''

''میں تو ایک مثال دے رہی ہوں...... ویسے لڑکے میں کوئی برائی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ جوائنٹ سسٹم میں رہتا ہے اور لڑکیوں کو یہ بھری سسرال کبھی اچھی نہیں لگا کرتی ہے۔''

''صارم بہت اچھا لڑکا ہے...... بات چیت میں بھی بے حد شائستگی ہے...... مجھے اچھا نہیں لگے گا کہ میں اس کو کھرا سا جواب دے دوں......'' اظفر نے بہن سے کہا۔

''ہاں آپ کی بات اس وجہ سے بھی صحیح ہے کہ لڑکا، لڑکی بھی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں......'' آخر رخسانہ بیگم نے وہ بات کہہ ہی دی...... جو انہیں اپنے میاں کے سامنے بیٹھ کر اپنی بھتیجی کے لیے نہیں کہنی چاہیے تھی۔

''پسند کرنا کوئی برائی نہیں ہے بلکہ شادی پسند کی ہی ہونی چاہیے۔'' اظفر نے کہا تو پہلی مرتبہ ثمینہ

بیگم کو یوں لگا جیسے وہ بالکل صحیح کہہ رہے ہوں۔

☆======☆======☆

عینی کے گھر سے نکلتے ہی اس کا خیال تھا کہ گھر کے سب لوگ ان ہی لوگوں کے بارے میں باتیں کریں گے۔ مگر سب گاڑی میں یوں چپ چاپ بیٹھے تھے جیسے سب کو سانپ سونگھ گیا ہو۔

"ان لوگوں نے چائے پر اچھا خاصا انتظام کرلیا......" صارم نے بات کا ڈورا کھینچا۔

"ارے بھئی گاڑی تیز چلاؤ ورنہ میری جماعت نماز نکل جائے گی......" بابوجی نے کہا۔

گھر پہنچتے ہی دادی جان اپنے کمرے میں جا کر اپنی الماری کھول کر بیٹھ گئیں۔

وانیہ اپنی جیولری بکس میں اپنی امیٹیشن جیولری ترتیب سے رکھنے لگی...... ہاں امی...... خاموشی سی تھیں چپ چپ سی۔

"کیسی لگی آپ کو عینی......؟" صارم نے ماں سے بڑے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"گلابی کاٹن کے سوٹ پر شفون کا ایمبرائیڈڈ دوپٹا اس پر بہت اچھا لگ رہا تھا...... اچھی تھی......" انہوں نے گہری سانس لے کر کہا۔

"صرف اچھی......؟" صارم جیسے برا سا مان گیا۔

"بہت اچھی...... میرے بیٹے کی پسند معمولی تو ہو ہی نہیں سکتی تھی۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر......؟" اس کے ان دو لفظوں کا مطلب بہت بڑا تھا۔

"ابھی تو آئے ہیں تمہارے بابوجی سے مشورہ کریں گے......!"

"عینی کے امی، پاپا کو آپ کب اپنے گھر بلائیں گی......؟" صارم اس سے ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہ رہا تھا۔

"ان کو بھی بلالیں گے......! دو چار مرتبہ وہ ہمارے ہاں آئیں...... دو چار مرتبہ ہم ان کے ہاں جائیں تبھی تو بات بنے گی۔"

"بات بگڑی کہاں ہے جو بنے گی......" وہ معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا ان معاملات میں جلد بازی اچھی نہیں ہوتی...... پوری زندگی کا فیصلہ ہے...... چند منٹوں میں تو نہیں کیا جاسکتا......!"

"پھر بھی معاملے کو لٹکانا نہیں چاہئے...... جو بھی فیصلہ ہو جلد کرنا چاہئے۔"

"ہاں...... ٹھیک کہہ رہے ہو تم......!"

"دیکھئے ناں امی...... عینی مجھے اچھی لگی...... وانیہ کو اچھی لگی ہو گی...... آپ کو اچھی لگی...... یقیناً بابوجی کو بھی اچھی لگی ہو گی...... تو پھر اس اچھی لڑکی کو جلدی سے ہمارے گھر آجانا چاہئے ناں......؟"

"ہمیں یہ بھی تو معلوم ہونا چاہئے کہ انہیں ہمارا لڑکا کتنا پسند آیا......" وہ ہنس کر بولیں۔

"اگر میں انہیں پسند نہ ہوتا...... تو وہ اپنے گھر مجھے بلاتے ہی کیوں......!"

"ہاں یہ تو ہے مگر پھر بھی ہمارے بارے میں کوئی رائے لینے میں انہیں ٹائم تو لگے گا ہی...... ان کی

بیٹی بے شک تم سے محبت کرتی ہے مگر وہ ان کے اوپر ایسی تو نہیں پڑی ہوئی ہے کہ رشتہ دیکھتے ہی وہ اسے اپنے گھر سے دھکا دے دیں گے۔"

"میرا مطلب یہ تو نہیں ہے......" عینی کی بے عزتی اسے کسی صورت گوارا نہیں تھی۔

"وہ ضرور سوچیں، غور و فکر کریں...... مگر اس میں اتنا وقت ضائع نہ ہو...... جو مجھے شاق گزرے......!"

"ایسا ہی ہو گا...... مگر تم تھوڑا صبر تو کرو......!"

"صبر تو کروں گا...... مگر آپ اگر چاہیں کہ میں اپنا نام صابر رکھ لوں...... تو وہ مجھ سے نہیں ہو گا......" صارم ہنستے ہوئے باہر نکلتے ہوئے بولا۔

☆======☆======☆

تقریب واقعی شاندار رہی تھی...... کتنے ہی دنوں تک وہ اس کے سحر میں گرفتار رہی تھیں۔

جاوید صاحب کی تینوں بیٹیاں ہی انہیں پریاں لگی تھیں۔ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو کتنی فراوانی سے حسن و دولت دونوں ہی عطا کر دیتا ہے۔

"میں بالکل سچ سچ کہہ رہی ہوں آپ سے...... ایسی لڑکیاں ہمارے خاندان میں تو کیا...... دور دور ملنے والوں میں بھی نظر نہیں آتیں......!"

"کیا شائستگی تھی ان کی بچیوں میں بات کر کے مزہ آ گیا......" رخسانہ بیگم روزانہ ہی ایسی باتیں کر رہی تھیں۔

"تم نے ان سے پوچھا تھا ناں کہ بچیوں کے رشتے ہوئے ہیں یا نہیں......؟"

"ہاں...... میں نے باتوں باتوں میں پوچھا تھا...... تو وہ کہہ رہی تھیں پروپوزل تو بہت آرہے ہیں مگر ابھی کسی جگہ ہاں نہیں کی ہے......!"

"تم نے سلمان کا تذکرہ اچھی طرح تو کر دیا تھا ناں......!"

"آپ پریشان مت ہوں...... میں نے تفصیلی ذکر کیا تھا جسے انہوں نے بھی بڑی دلچسپی سے سنا تھا...... بلکہ وہ کہہ رہی تھیں...... کہ جلد ہی ہمارے گھر وہ آئیں گی۔"

"اس سنڈے کو ان لوگوں کو اپنے ہاں بلالو...... اچھا ہے مزید تفصیلی بات ہو جائے گی۔"

"ہاں...... یہ زیادہ صحیح رہے گا...... اس بہانے وہ ہمارا گھر بھی دیکھ لیں گی...... بے شک وہ دو ہزار گز کی کوٹھی میں رہتی ہیں...... مگر ہمارا یہ چھ سو گز کا بنگلا بھی کچھ کم خوب صورت نہیں ہے۔"

اور پھر رخسانہ بیگم نے مسز جاوید کو فون کر دیا...... کہ آپ سب نے سنڈے کو ہمارے غریب خانے پر آنا ہے...... ان کی یہ دعوت فوراً ہی قبول کر لی گئی۔

"دیکھا آپ نے جہاں لڑکے قابل ہوں وہاں لڑکی والے کیسے آنے کے بہانے ڈھونڈا کرتے ہیں......" رخسانہ نے تفخر بھرے لہجے میں اپنے شوہر سے کہا۔

"مت بھولو...... تم نے پہلے ان کے ہاں جانے کا بہانہ ڈھونڈا ہے وہ لوگ یقیناً خوش اخلاق ہیں جنہوں نے ہماری دعوت کو رد نہیں کیا...... ورنہ اکثر لوگ اپنے سے کم تر حیثیت لوگوں کے ہاں جانے میں

ہچکچاتے ہیں۔''

''ہم لوگ کم حیثیت کے کہاں سے ہو گئے......؟'' رخسانہ بیگم نے ابرو چڑھا کر میاں کو دیکھا۔

''ان کے مقابلے میں تو...... ہماری مالی حیثیت ظاہری اور باطنی دونوں ہی کم ہیں......''

''اور پھر بھی...... وہ ہمارے ہاں اپنی بیٹیوں کو لے آ رہے ہیں......'' رخسانہ بیگم نے ہنس کر کہا۔

''بات یہ ہے رخسانہ...... میرے چاروں بیٹوں کی مقبولیت میرے حلقۂ احباب میں بے حد ہے...... ہر کوئی ان کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتا ہے...... اور پھر ماشاء اللہ میرے بیٹے ہیرا ہیں...... جہاں جاتے ہیں چھا جاتے ہیں......''

''جبھی تو......!'' رخسانہ بیگم خواہ مخواہ ہنسنے لگیں۔

''ہاں یاد سے...... بچیوں کی تصویریں اپنے موبائل سے کھینچ لینا...... یا اپنی تقریب کی یادگار کا حوالہ دے کر کیمرے سے خود بنا لینا...... بلکہ لڑکیوں کی کئی تصاویر بنا لینا۔''

''وہ جب...... ہمارے گھر میں داخل ہوں گی میں ایک ایک لمحے کی مووی بناؤں گی تاکہ میرے سلمان کو پتا تو چلے کہ اس کی ماما کی پسند کیا ہے۔''

''یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہیں...... پسند تو آپ کی بہت اعلیٰ ہے...... مجھے بھی تو آپ نے پسند کیا تھا......'' رحمان صاحب نے قہقہہ لگایا تب رخسانہ بیگم مسکرانے لگیں۔

اور پھر تقریب کا دن بھی آ گیا۔ یہ تقریب صرف اور صرف جاوید صاحب کی فیملی کے لیے تھی اس کو خاص الخاص بنانے میں رخسانہ بیگم نے جاوید فیملی کے تمام لوگوں کے لیے خوب صورت تحائف منگوا کر رکھے تھے۔

کھانے کا انتظام بہترین تھا...... گھر کی اندرونی سجاوٹ بہ طور خاص کی گئی تھی۔

دس بجے مہمان آ گئے...... مسز جاوید بھی ان کے لیے بہت خوب صورت دو ساڑیاں لے کر آئی تھیں اور رحمان صاحب کے لیے ایک اچھا سا پرفیوم تھا۔ تحائف کی پیکنگ اتنی خوب صورت تھی کہ صاف لگ رہا تھا کہ باہر سے کروائی گئی تھی۔ جاوید فیملی نے انہیں اتنی اہمیت دی...... یہی تفاخر انہیں ہوا میں اُڑائے لیے پھر رہا تھا۔

مسز جاوید کی بیٹیاں آج انہیں مزید خوب صورت لگ رہی تھیں، وہ خوب صورت ہونے کے ساتھ ساتھ اپنی خوب صورتی کو اجاگر کرنے کے فن سے بھی آگاہ تھیں وہ بار بار اپنے موبائل سے ان کی تصویر کھینچ رہی تھیں۔

کھانے کے بعد وہ اپنے البم اٹھا لائیں...... جس میں ان کے بیٹے سلیمان کی کامرانی اور کامیابیوں کی وہ تصاویر تھیں جس میں اسے کہیں میڈل مل رہے ہیں اور کہیں ایوارڈ دیے جا رہے ہیں۔

سب لوگ ان تصاویروں کو بڑے ذوق شوق سے دیکھ رہے تھے۔

صارم اپنی ماں کے ساتھ...... رخسانہ بیگم کے گھر میں داخل ہوا۔

وہ لوگ کہیں سے آ رہے تھے...... ان کے لان کی روشنیاں دیکھ کر سوچا کہ عینی کے سلسلے میں کچھ

مشورہ کر لیں۔

''امی...... کافی رات ہو گئی ہے پھر کبھی سہی......'' صارم ان کے ہاں جانے سے ہچکچا سا رہا تھا۔

''رخسانہ دن میں دیر تک سوتی ہیں اور راتوں کو دیر تک جاگتی ہیں...... ان کے ہاں جانے کا یہی وقت صحیح ہے......!''

اور جب بغیر بتائے اور بغیر فون کیے یہ لوگ رخسانہ بیگم کے ہاں پہنچے تو وہ غصے اور پریشانی میں سرخ سی ہو گئیں۔

''ارے، اداکار...... ولی...... آپ کے ہاں......!'' تینوں بیٹیاں جو ذوق شوق سے البم دیکھ رہی تھیں ان کے ہاتھوں سے البم پھسل گئیں اور مارے شوق و بے تابی کے وہ کھڑی ہو گئیں۔

رخسانہ بیگم جو یہ سوچ رہی تھیں...... کہ اس بے وقت آنے پر ان لوگوں کو کچھ سنا ڈالیں گی...... یہ منظر دیکھ کر ساکت سی ہو گئیں۔

''آنٹی آپ نے ہمیں سرپرائز دیا ہے ناں کہ اداکار ولی کو بلوایا ہے۔''

''یہ آپ کے گھر میں...... آپ کے انوائیٹ کرنے پر آ جاتے ہیں۔''

تینوں لڑکیاں...... صارم کو دیکھ کر پاگل ہوئی جا رہی تھیں...... اس سے رحمان صاحب کا بھی دل چاہا کہ وہ کہہ دیں...... کہ یہ تو بغیر انوائیٹ کیے آ جاتے ہیں...... ہم آپ کو کیا سرپرائز دیتے...... الٹا ان لوگوں نے ہمیں سرپرائز دیا ہے۔

''کاش ہمیں پتا ہوتا کہ آپ بھی یہاں آنے والے ہیں تو ہم ڈنر پر آپ کا انتظار کرتے۔''

''آنٹی ویری سوری...... ہمیں نہیں معلوم تھا کہ آپ کے ہاں مہمان مدعو ہیں ورنہ ہرگز نہیں آتے...... اس وقت ہم چلتے ہیں۔'' صارم نے ماں کو چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''پلیز ولی آپ تھوڑی دیر تو بیٹھیں......!'' تینوں لڑکیاں ایک ساتھ چلائیں۔

''ایک بات میں کلیئر کر دوں...... میں اداکار ولی ہرگز نہیں ہوں...... تھوڑی سی مشابہت ضرور ہے موصوف سے میری...... مگر میں صارم ہوں ولی نہیں......!''

''تھوڑی سی نہیں نائنٹی پرسنٹ ملتے ہیں آپ بلکہ ہمیں تو ابھی بھی یقین نہیں آ رہا کہ آپ ولی نہیں ہیں۔''

''اچھا آنٹی ہم چلتے ہیں۔'' اس صورتِ حال کو دیکھ کر صارم نے رخسانہ بیگم سے جانے کی اجازت چاہی۔

''پلیز آنٹی آپ اپنے مہمان سے کہیں ناں...... کہ صرف دس منٹ رک جائیں......'' تینوں بچیاں جیسے فدا ہو رہی تھیں۔

''صارم بیٹے رک جاؤ......'' نہ چاہتے ہوئے بھی انہیں کہنا پڑا۔

وہ لڑکیاں اپنے بیگ سے آٹوگراف بک نکال لائیں...... وہ تینوں ہی صارم سے آٹوگراف لے رہی تھیں۔

اس کے ساتھ ساتھ ان کا انٹرویو علیحدہ جاری تھا۔

"آپ کہاں جاب کرتے ہیں......؟"

"آپ کہاں رہتے ہیں......؟"

"آپ آنٹی کے ہاں......کب کب آتے ہیں......؟"

"اور آپ ماڈلنگ کے شعبے میں کیوں نہیں آجاتے......!"

صارم......ہوں......ہاں میں جواب دے کر اٹھ کھڑا ہوا۔

صارم کی ماں اپنے بیٹے کی ایسی قدرومنزلت دیکھ کر حیران کن مسرت میں ڈوبی کھڑی تھی......اس سے انہیں نہ رخسانہ بیگم کڑھتی ہوئی نظر آرہی تھیں اور نہ ہی نظر انداز کیے جانے کے تیور دکھائی دے رہے تھے۔

صارم نے ماں کا ہاتھ پکڑا......اور تیز تیز چلتے ہوئے باہر کی جانب لپکا۔

اسے اپنا یوں نمایاں ہونا بالکل بھی پسند نہیں تھا۔

"تقریب کا سارا سحر اور سارا لطف اس منحوس کی وجہ سے غارت ہو گیا......" رخسانہ بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا......ان دونوں ماں بیٹے کو دھکے دے کر نکلوا دیتیں......! شکر ہے وہ خود ہی جلدی چلے گئے۔

"آنٹی کتنی آفت پرسنالٹی ہے ناں......آپ کے اس رشتے دار کی......!"

رخسانہ بیگم کو یوں لگ رہا تھا جیسے گفتگو میں صرف صارم کا رنگ ہی نمایاں رہے گا۔

اس سے وہ ہونٹ کاٹ کر صرف مسکرانے پر مجبور تھیں اب وہ لاکھ......سلمان کی پرسنالٹی اس کی خوش مزاجی اور دریا دلی کے قصے بیان کرتی رہیں مگر......وہ تینوں لڑکیاں تو صارم کے سحر سے کسی طور آزاد نہیں ہو پا رہی تھیں۔

"یہ رشتے دار......کس کس طرح تکالیف پہنچایا کرتے ہیں......" اس کا احساس انہیں اس وقت شدید ہو رہا تھا۔

مہمانوں کے جاتے ہوئے لمحات میں بھی وہ شدید ڈپریشن کا شکار ہو گئیں۔

جب جاوید صاحب کی بیگم نے ان سے کہا......"اب آپ جب ہمارے آئیں تو صارم اور اس کی والدہ کو بھی ساتھ لائیں۔"

"ہماری بچیوں کو کھلاڑیوں، اداکاروں سے ملنے کا بے حد شوق ہے......اور صارم تو بنا بنایا ولی ہے......مجھے تو ابھی ابھی یہ لگ رہا تھا کہ وہ اداکار ولی ہی تھا......جو اپنی شناخت چھپا گیا۔"

"اور جبھی تو وہ بیٹھا بھی نہیں......!"

"ایسے لوگ کراوڈ سے بہت گھبراتے ہیں جبھی تو وہ بھی بھاگ گیا۔"

"پلیز......آپ مجھے تو بتا ہی دیں......وہ......واقعی ولی ہی تھا ناں......معروف فلمی ہیرو......"

"جس کے نام سے فلمیں چلتی ہیں......!"

☆======☆======☆

نقش تھے ہاتھ کی لکیروں پر
دسترس سے مگر پرے تم تھے
ہم نے جس راہ کا انتخاب کیا
اس کے ہر موڑ پر کھڑے تم تھے

ڈھولک کی تھاپ اس کے دماغ پر کسی ہتھوڑے کی طرح لگ رہی تھی سعیدہ اپنا سر یوں تھامے بیٹھی تھی جیسے مارے درد کے وہ بے چین سی ہو۔

"یہ شادیاں خاموشی سے کیوں نہیں ہوتیں......خواہ مخواہ لوگ ڈھولک پیٹ کر دوسروں کو جلاتے ہیں، کلساتے ہیں......اور انہیں دکھ پہنچاتے ہیں......!"

"کیا کسی کو یوں دکھی کرنا کوئی اچھی بات ہے کیا......؟"

"تماشا دکھانے کی لوگوں کو کس قدر عادت پڑ گئی ہے......ہر چیز کا تماشا ہونے لگا ہے......جبھی تو زندگی بھی اک تماشا بن کر رہ گئی ہے......!"

"لوگ اپنی خوشیوں کو صرف اپنی ذات یا اپنے گھر تک محدود کیوں نہیں کرتے......آخر کس چیز کی داد چاہتے ہیں جب کہ جانتے بھی ہیں کہ تماشے زیادہ ہیں اور تماشائی کم۔"

ایک گیت ختم ہوا تھا......تو خاموشی چھا جانے کی بجائے لڑکیوں کی ہنسی کی آوازیں آنے لگیں......لہراتی، بل کھاتی، چلبلی، رسیلی سی ہنسی سے اسے وحشت سی ہو رہی تھی۔

موقع موقع کی بات ہوتی ہے کبھی کسی کو ہنستا دیکھو تو اپنے لب بھی آپ ہی آپ مسکرانے لگتے ہیں اور کبھی کسی کا قہقہہ دوسرے کے لیے دوہتڑ سا بن جاتا ہے مسکراہٹ کے بجائے آنسو لے کر آتا ہے۔ وہ جو ایک خوش مزاج لڑکی تھی......وہ جو ہنسنے کے بہانے ڈھونڈا کرتی تھی......کہ اماں اس سے کہا کرتی تھیں کہ ہنس لو یا بات کر لو۔

وہ جو......بات کرنے سے پہلے ہنسی کا فوارہ چھوڑا کرتی تھی کہ دیکھنے والے بھی مسکراہٹ سجا کر پوچھا کرتے تھے......سعیدہ بات کیا ہے......؟ اور آج وہ بنا کسی بات کے گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔

ہنسی سن کر اسے رونا آ رہا تھا۔ قہقہے کسی چوٹ پر ضرب بن کر لگ رہے تھے اور ڈھولک کی تھاپ نے

اسے جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

تمام اعصاب جیسے ٹوٹ رہے تھے...... درد...... آنکھوں سے سر میں ہوتا ہوا اس کے پورے وجود پر چھا گیا تھا اور آنسو یوں چپکے چپکے اس کے اندر گر رہے تھے جیسے کسی موم بتی کا موم...... اس کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں تھا مگر وہ چپ چاپ گٹھڑی سی بنی بیٹھی تھی جیسے اس کی ہونٹوں پر قفل سا پڑا ہو۔

☆======☆======☆

''چابی اور وہ بھی دماغ کی کہیں گم ہو جائے...... تو کیا کرنا چاہیے......؟'' نوید نے پوچھا۔

''میں سمجھا نہیں......!'' صارم اسے پریشان سا دیکھ کر متفکر ہو کر بولا۔

''یار سمجھا تو میں بھی نہیں اور نہ ہی میری سمجھ میں یہ بات...... آتی ہے کہ یہ بیویاں ماؤں کا اتنا خیال رکھتی ہیں...... کہ دور بیٹھ کر ان کے کھانے پینے کی فکر رہتی ہے۔ فون کرتی ہیں تو ان سے پوچھتی ہیں کہ کھانا کھایا، دوا پی لی، پھل کھائے......؟ جب پتا چل جائے کہ خوب کھا پی کر بیٹھی ہوتی ہیں تب بھی ان کی فکر اور پریشانی ختم ہونے میں نہیں آتی۔''

''ارے دودھ کیوں نہیں پیا...... معلوم بھی ہے کہ ٹانگوں میں اتنا درد رہتا ہے...... پھر بھی دودھ نہیں پیا...... ہر دوا کی گولی سادے پانی کے بجائے آپ کو دودھ سے لینی چاہیے۔ ہاں جوس کیوں نہیں پیا...... آپ اتنی کمزور ہیں آپ کو جوس باقاعدگی سے پینے چاہئیں۔''

''اور دوسرے کی اماں ان کے سامنے بھوکی بیٹھی ہوں تو ان کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ انہیں وقت پر کھانا دینا چاہیے اگر وہ بیمار ہیں تو ان کا حال چال پوچھنا چاہیے...... کیا یہ دماغی خرابی کی بات نہیں ہے۔''

''اگر کوئی بیوی یہ طریق اپناتی ہے تو وہ جاہل ہے جسے معلوم ہی نہیں ہے کہ گھر میں رہنے کے آداب کیا ہوتے ہیں......'' صارم نے نوید کی بات سن کر کہا۔

''جاہل تو نہیں ہے...... انٹر پاس ہے...... بی اے کا پرائیویٹ امتحان بھی دے دیا ہے مگر ہمارے ہاں تو چند ماہ بعد ہی اسی ڈھرے پر آ گئی تھی اور اب ہمہ وقت ناراض رہا کرتی ہے۔''

''ماں کی عزت و احترام کرنا بہو کا فرض ضرور ہے لیکن اگر وہ ان کی خدمت نہیں کرتی تو یہ کام بیٹے کو خود کرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کی بیوی کی ماں نہیں ہے، اس کے دل میں وہ احساس اور جذبہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا جو کسی بھی بیٹے کے دل میں اپنی ماں کے لیے پیدا ہو سکتا ہے۔

''امی صبح سویرے ناشتا کرنے کی عادی ہیں...... اگر تمہاری بیوی انہیں وقت پر ناشتا نہیں دیتی ہے تو تمہیں خود دینا چاہیے تا کہ اسے بھی احساس ہو جب تمہیں ہی احساس نہیں ہو گا تو اسے کیا......!''

''جب بیوی یہ دیکھے گی کہ اس کا شوہر اپنی ماں کو کتنی اہمیت دیتا ہے تو وہ بھی یقیناً دے گی اور یوں بھی یہ کہیں نہیں لکھا ہوا کہ بہو ساس کی خدمت کرے اگر وہ کرتی ہے تو یقیناً دعائیں سمیٹتی ہے۔''

''ہماری بیگم تو یہ بھی چاہتی ہیں کہ ان کی ماں کی خدمت میں بھی کروں......''

''اگر داماد اپنی ساس کی خدمت کرتا ہے تو یہ کوئی برائی کی بات نہیں ہے ماں صرف ماں ہوتی ہے اگر یہ سمجھ لیا جائے تو شاید کسی کو یہ عار ہی نہیں ہو کہ ہم ماں کی خدمت کر رہے ہیں...... یا ان پر کوئی احسان

دھر رہے ہیں۔''

''یہ تو سعادت ہے اور ان لوگوں کو ہی نصیب ہوتی ہے جو خوش قسمت ہوتے ہیں...... ورنہ بہت سے بدنصیب ایسے ہیں جن کے والدین حیات ہیں اور وہ ان کا خیال رکھنے کے بجائے ذرا ذرا سی بات پر ان سے لڑنے کو آتے ہیں، بات بے بات ان پر غراتے ہیں...... ان کو غصہ دکھاتے ہیں، آنکھیں دکھاتے ہیں اور اکثر تو اس کوشش میں بھی ہوتے ہیں کہ انہیں ڈانٹ ڈپٹ کر کے انہیں دبا کر رکھیں۔''

''انہیں سب کے سامنے پاگل...... اور مکار تک کہہ دیتے ہیں۔''

''اور یہ سب کرنا...... انتہائی گناہ کے درجے پر آتا ہے...... ہمیں جنہوں نے پالا پوسا اور اس قابل بنایا...... ہم ہی انہیں اپنی ذات سے دکھ دیں...... کتنی بری بات ہے......؟''

''تو کیا اگر تمہاری امی نے عینی کا رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تو...... تم بھی ماں کے ہمنوا بن جاؤ گے......؟'' نوید نے پوچھا۔

اور صارم کے مساموں سے پسینہ بارش کی طرح بہنے لگا...... ''میں اپنی ماں کے خلاف تو کبھی نہیں جاؤں گا انہیں کنوینس ضرور کروں گا...... مگر اپنی ضد پر قائم نہیں رہ سکتا کہ وہ میری ماں ہیں...... جو مجھے دکھی نہیں دیکھنا چاہیں گی۔''

☆======☆======☆

رئیس منزل کے بلاک H کے چھوٹے فلیٹ تو ایسے بنے ہوئے تھے جیسے ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہوں...... کسی فلیٹ میں کوئی تقریب بھی ہوتی تو دوسرے کو یوں لگتا کہ جیسے اس کے ہاں کچھ ہو رہا ہے۔

ہر مالے پر دس فلیٹ تھے...... اور آخری فلیٹ میں رہنے والی شبانہ کی شادی ہو رہی تھی...... اور اس فلور پر ایسی چہل پہل تھی جیسے وہاں رہنے والے ایک دوسرے کے قریبی رشتے دار ہوں۔

شبانہ کی شادی کا کارڈ سعیدہ کے ہاں بھی آیا تھا...... اور سعیدہ اس کارڈ کو صبح شام بغور دیکھ رہی تھی سیدھا سادہ سا کارڈ اپنے اندر کتنی مسرتیں سمیٹے ہوئے تھے۔

ایک شب وہ متحیر سی رہ گئی...... جب اسے یوں لگا...... جیسے اس...... کارڈ میں سے رنگ اور روشنیاں پھوٹ رہی ہوں اور پھر ان روشنیوں نے ایک ہالہ سا بنا لیا ہو...... اب اسے اس ہالے کے درمیان شبانہ کا مسکراتا، لجاتا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔

''دلہن بنتی ہیں نصیبوں والیاں......'' ایک آہ سی اس کے لبوں سے برآمد ہوئی...... شبانہ واقعی نصیب والی تھی جو اس کا بیاہ ہو رہا تھا۔

سعیدہ نے باہر نکل کر دیکھا...... اس کا فلیٹ بھی بالکل سعیدہ جیسا ہی تھا...... بلکہ اس مالے کے تمام فلیٹوں کا ناک نقشہ ایک جیسا ہی تھا۔

شبانہ...... عمر میں سعیدہ سے کچھ بڑی ہی تھی...... قد میں چھوٹی تھی، سعیدہ کا رنگ گندمی تھا اور شبانہ کا خاصا دبتا ہوا...... سعیدہ کے تیکھے نقوش تھے اور شبانہ کے واجبی سے اس کے باوجود لڑکے والے بڑی

چاہت اور ارمانوں کے ساتھ شبانہ کو بیاہ کر لے جانے والے تھے۔ ''کیا صارم کے خواب دیکھنا غلط تھا......'' باہر کھڑے کھڑے اس نے جیسے اپنے آپ سے سوال کیا۔

''خواب تو خواب ہوتے ہیں...... اس میں صحیح اور غلط کی کیا بات ہے...... صارم کہیں کا شہزادہ تو نہیں تھا...... جس کے خواب دیکھنے پر مجھے اپنے آپ پر پابندی عائد کرنی پڑے کہ خبردار تم شاہی خاندان سے تعلق نہیں رکھتی ہو...... اس لیے تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ شہزادے کے بارے میں سوچا بھی کیوں......؟''

اگر اس کی شباہت اداکار ولی سے ملتی ہے تو بہت سے لوگ ایسی شباہتیں رکھتے ہیں...... رئیس منزل پر رہنے والی ایک لڑکی کی شکل ایشوریا سے سو فی صد ملتی تھی اور جب اس کی شادی ہوئی تو اس کے شوہر میں وجاہت نام کو نہیں تھی...... نہ صرف اس کی معمولی شکل تھی...... بلکہ چھوٹا قد ہونے کے ساتھ انتہائی لاغر سا بھی تھا...... جس کی شکل دیکھ کر سعیدہ کے منہ سے بے اختیار نکلا تھا کہ یہ تو پانچ ہزار والا بکرا لگ رہا ہے۔

''ہونہہ...... لڑکے کی شکل نہیں دیکھی جاتی......'' دلہن کی کسی رشتے دار نے اسی وقت ٹہوکا دے کر اسے چپ کروا دیا تھا۔

''پھر میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا......'' اب اسے اپنی ذات پر رحم آرہا تھا۔

''مجھے یتیم سمجھ کر انہوں نے سوچا ہوگا...... کہ اس کے میکے میں ہے ہی کون...... جو صارم کا سسرال کہلائے گا......''

''اگر بھائی جان اور بھابی میرے ساتھ رہتے تو شاید میری اہمیت کچھ اور ہوتی......''

''بھابی نے تو کبھی چاہا ہی نہیں کہ اس فلیٹ میں آکر کبھی ایک رات ہی گزار جائیں۔''

''یہاں آنے کی تو نہیں مگر یہاں آنے کے بعد...... یہاں سے جانے کی انہیں ہمیشہ جلدی مچی رہتی۔''

''ارے اٹھیے بھی......'' وہ اپنی آنکھیں گھڑی پر گاڑ کر اس کے بھائی سے کہتیں۔

''آپ کو تو فلاں جگہ پہنچنا تھا...... اور یہاں اتنی دیر ہوگئی ہے......!''

اور ایک دن تو ماں کی طبیعت بھی خاصی خراب تھی...... اور ماں کو ایسی حالت میں چھوڑ کر جانے کو خود بھائی کا دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ تب بھابی نے پریشان سے لہجے میں کہا۔

''کل آپ کی بہت اہم میٹنگ ہے...... گھر جا کر بھرپور نیند نہیں لیں گے تو صبح فریش نہیں اٹھ سکیں گے...... ہماری سعیدہ تو امی کو اچھی طرح سنبھال لیتی ہے...... ایسی خدمت گزار بیٹیاں تو قسمت والوں کو ملا کرتی ہیں...... انجکشن وہ لگانا جانتی ہے، ڈرپ وہ لگا لیتی ہے، سعیدہ تو کسی ماہر نرس سے کم نہیں ہے...... ہم تو امی کا ایسا خیال ہی نہیں رکھ سکتے جتنا کہ سعیدہ رکھتی ہے، کیوں سعیدہ...... اب اگر تم اجازت دو تو ہم لوگ گھر چلے جائیں......؟''

اور سعیدہ کو اثبات میں سر ہلانے کے سوا کرنا ہی کیا تھا...... بھابی کا پریشر ہی اتنا حاوی تھا کہ وہ ان سے چاہتے ہوئے بھی اختلاف نہیں کر سکتی تھی بھائی اور بھابی کے جانے کے بعد وہ خود پھوٹ پھوٹ کر

روتی رہی تھی...... مگر اس سے کوئی بھی اس کے آنسو سمیٹنے والا نہیں تھا۔

صارم کی دادی نے اس کے ساتھ کیسا چاہت بھرا رشتہ جوڑا تھا...... وہ جب بھی ان کے ہاں جاتی وہ اس پر صدقے واری جاتیں...... اور بعد میں اسے پگلو کا خطاب دے ڈالا تھا۔

دادی جان کے جملے سوچ کر ہی اسے یوں لگا جیسے کوئی اس پر سنگ باری کر رہا ہو۔

ان کے لہجے میں کتنی تحقیر تھی اس کے لیے......

''جب صارم کے گھر والے...... میرا مذاق اڑاتے ہوں۔''

''مجھے پاگل سمجھتے ہوں۔''

''تو مجھے اپنے آپ کو یوں حقیر تو نہیں کرنا چاہیے تھا ناں...... مگر محبت کرنے والے تو ہوتے ہی پاگل ہیں......'' اس کا دل اسے تاویلیں دے رہا تھا۔

''محبت اور عزت ہم وزن اور مساوی ہونی چاہیے...... عزت اور محبت کا رنگ ایک ہی ہونا چاہیے...... کہ دونوں ہی ایک دوسرے کے بغیر ادھوری ہیں......! جسے عزت بنا محبت کے ملے...... وہ عزت نہیں جبر لگتی ہے......!''

''اور جس محبت میں عزت نہ ہو...... وہ محبت ہی نہیں ہوتی۔''

''اگر ذلت کے ساتھ محبت کی ہمراہی ہو تو وہ محبت کی عمر کو کم کر دیا کرتی ہے۔'' اس کا دماغ از خود فلسفہ گڑھ رہا تھا۔ ''ہو جاتی عمر کم...... مگر محبت تو ملتی۔''

''ایک تہی دست کے لیے محبت کے چند لمحے ہی امرت کا درجہ رکھتے ہیں۔''

دل بغاوت سے باز نہیں آرہا تھا۔

''کبھی ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ زندگی میں محبت چند دنوں کے لیے آتی ہے...... اور عمر کی طویل راہیں ان چند دنوں کو ساری عمر بسر کر لیا کرتی ہیں...... مگر میرے لیے یہ چند دن بھی شاید محبت کے لیے نہیں تھے...... کہ یک طرفہ محبت اور چاہت کی نہ کوئی اہمیت ہوتی ہے اور نہ ویلیو......!'' اس نے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے سوچا۔

''ارے سعیدہ اتنی رات کو اپنے دروازے پر کھڑی کیا سوچ رہی ہو......؟''

شبانہ کے گھر سے اس کی بھابی بریانی کی پلیٹ دینے آئی تو حیرانی سے سعیدہ سے پوچھا کہ وہ چپ چاپ سی اپنے فلیٹ کو یوں تک رہی تھی جیسے پہلی مرتبہ دیکھ رہی ہو۔

''میں یہ دیکھ رہی ہوں کہ اس مالے کے سارے فلیٹ بظاہر تو ایک جیسے ہیں...... مگر ہمارا فلیٹ کچھ مختلف سا ہے...... شاید بالکل ہی مختلف ہے سارے فلیٹوں سے بالکل ہی الگ......!''

''ارے نہیں تو...... بالکل ایک جیسا ہے...... ذرا برابر بھی فرق نہیں ہے......!''

''آپ کو نہیں لگ رہا...... مگر مجھے تو بہت لگ رہا ہے......'' سعیدہ نے ان کو پلیٹ خالی کر کے دیتے ہوئے کہا۔

وہ کیسے کہہ دیتی کہ آپ کے ہاں ڈھولک بج رہی ہے، شادی کے گیت گائے جا رہے ہیں، خوشیوں

کی برسات آئی ہوتی ہے اور میرے فلیٹ میں صرف میری آہیں ہیں...... سسکیاں ہیں...... اور میری ماں کی بیماریاں۔

آپ کے فلیٹ میں ہنسی کی شامیں ہیں اور میرے فلیٹ میں غموں کی شامیں ہیں۔

اس شب ہلکی سی بارش ہونے کی وجہ سے خنکی بڑھ گئی تھی مگر سعیدہ موسم سے بے نیاز یونہی نیچے کارپٹ پر دونوں گھٹنوں پر سر رکھے سوچے چلی جا رہی تھی۔

صارم کا زینے پر تیزی سے چڑھنے کا انداز...... صارم کا موبائل سنتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر اترنے کا انداز...... دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی پر کی چین گھمانے کا انداز......

صارم کی ہنسی...... صارم کی خاموشی......! اسے کسی فلم کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔

''اس شہر کی آدھی لڑکیاں اگر صارم کے عشق میں گرفتار ہیں تو اس میں ہمارا کیا قصور...... قابل اور خوش شکل لڑکوں کا سحر ہوتا ہی ایسا ہے کہ لڑکیاں پاگل ہو جایا کرتی ہیں۔''

صارم کی ماں کے جملے اسے صاف سنائی دے رہے تھے۔

''جب یہ معلوم ہو کہ چاند کبھی ہاتھ میں نہیں آتا تو پھر بھی لوگ چاند کی تمنا کرتے ہیں۔'' اس نے کھڑکی میں سے باہر جھانکتے ہوئے چاند کو دیکھ کر سوچا۔ ''ایسا کیوں ہوتا ہے......؟ ایسا اس لیے ہوتا ہے کہ لڑکیاں اور خواہشیں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔'' چاند نے جیسے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

''کیا واقعی......؟''

''ہاں بالکل...... ایسا ہی ہوتا ہے جب ہی میرے دل میں بھی ایسی خواہشیں جاگیں جو نہیں جاگنی چاہئے تھیں۔'' اس نے جیسے اپنے آپ سے کہا۔

نظر اٹھا کر پھر باہر دیکھا...... تو چاند کسی بدلی میں چھپ گیا تھا...... شاید...... کہیں اور چلا گیا تھا...... کسی اور کو...... کوئی سندیسہ دینے کے لیے۔

''مگر سعیدہ...... اب اپنے آپ کو کھوج رہی تھی۔

خواہشوں کی تتلیاں
آرزو کے پھول پر
اُڑ رہی تھیں ہر طرف
خوشبو کے اِک حصار میں
خواب سی حسین تھیں
خیال سی رنگین تھیں
کومل ان کے پنکھ تھے
کسی کے ہاتھ میں کیا آ گئیں
جان سے گزر گئیں
کچھ انگلیوں پہ رنگ تھے

بے جان سے وجود کے
خواہشوں کی تتلیاں
حسرتوں میں ڈھل گئیں
کیا وہ بہت حسین ہے
جو تیرے دل کو بھا گئی......؟
نازک سی میں اِک بیل تھی
کیوں آسرا نہ پا سکی......؟
خشک ریتلی زمین پر
پھیل کر مرجھا گئی
راہ رو میرے ساتھ کے
سب منزلوں کو پا گئے
میں ہی کیوں تھی بے وقعت
جو راستوں میں رُل گئی
میرے بھی کچھ خواب تھے
بن گئے سراب کیوں......؟
معصوم سی خواہشیں
یوں جرم ہو گئی ہیں کیوں......؟

شاعرہ...... خالدہ نسیم

''بعض جرم انجانے میں ہی ہو جاتے ہیں کہ کرنے والے کو بھی پتا نہیں چلتا۔'' سعیدہ جیسے اپنے آپ سے کہا اور اپنے چہرے کو کہنیوں کی منڈیروں میں چھپا لیا۔

☆======☆======☆

''چھپالیں اپنے مقاصد یہ رخسانہ باجی...... مگر ان کے گھر جا کر مجھے پتا چل گیا کہ وہ اپنے کسی بیٹے کے لیے سنہرا جال بچھا رہی تھیں......'' (جو اپنے گھر میں ڈنر کا ڈراما رچایا تھا)

''جاوید انڈسٹری کے مالک...... جس کی پروڈکٹس مارکیٹ میں چھائی ہوئی ہیں...... وہ اپنی لڑکیوں کو لے کر ان کے ہاں آئے ہوئے تھے۔''

''اور اترانا تو دیکھو...... اپنے بیٹوں کی تصویروں سے سجی البم انہیں کیسے دکھا رہی تھیں...... کہ میرے مایہ ناز سپوتوں کو دیکھ لو...... اور پسند کر لو......'' (اُف...... لوگ کس کس طرح دانہ ڈالا کرتے ہیں)

صارم کی امی گھر آ کر جلے دل کے پھپھولے پھوڑ رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے امی...... وہ ان کے ملنے والے ہوں گے جب ہی تو ان کے گھر میں تھے...... کوئی تقریب ہوگی آنٹی کے گھر۔'' صارم نے ماں کو سمجھایا اسے ایسی باتیں سن کر کوفت سی ہوا کرتی تھی۔

"یہ کیسی تقریب تھی کہ اپنے سگے بھائی اظفر کو نہیں بلایا۔ ان کی بھاوج ثمینہ نہیں تھیں اور اپنی بھتیجی عینی تک کو نہیں پوچھا تھا۔"

"امی دوستوں کی گیدرنگ میں رشتے دار نہیں بلائے جاتے۔" صارم نے انہیں سمجھایا۔

"ارے میں سب سمجھتی ہوں ان رخسانہ بیگم کو...... بے حد چالاک خاتون ہیں مجھے دیکھ کر تو ان کے چہرے پر تحقیر بھری مسکراہٹ آ گئی تھی...... کہ اس محفل میں...... میں کیسے آ گئی...... یا میری ہمت کیسے ہوئی...... کہ ان کی شاندار محفل میں، میں نے قدم رکھا......"

"اور جب میرے بیٹے کی شاندار پرسنالٹی کی...... ان کی مہمان لڑکیاں دیوانی ہوئیں...... تو رخسانہ بیگم کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔"

"ان کے چاروں بیٹے تو البم میں ہی سہی مگر زمین پر گرے پڑے تھے اور ان بے چاروں کو کوئی اٹھانے والا بھی نہیں تھا۔"

"ہم جا رہے تھے...... اور وہ پریاں ہمیں روکنے کے لیے رخسانہ سے اصرار کر رہی تھیں۔"

"کیسے کانپتے ہوئے ہراساں سے لہجے میں رخسانہ نے صارم سے کہا تھا...... "پلیز دس منٹ کے لیے رک جاؤ......" اس وقت ان کا چہرہ ان کے لہجے کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔"

"حالانکہ ان کی آنکھیں چیخ چیخ کر کہہ رہی تھیں کہ "تم لوگوں نے آ کر میری پارٹی تہس نہس کر دی ہے...... لمحہ بھر میں تم لوگ دفعان ہو جاؤ۔""

"چہرے تو آئینے ہوتے ہیں...... صاف نظر آ جاتا ہے...... کہ کسی کے دل میں کیا ہے......؟"

"وہ لڑکیاں تھیں کیسی...... جن کی دیوانی یہ رخسانہ بیگم بھی ہو گئیں...... ورنہ وہ تو ہر لڑکی میں کیڑے نکالنے کے ساتھ ساتھ کیڑے ڈالنے والی بھی ہیں......" دادی جان نے پُرشوق لہجے میں امی سے پوچھا۔

"پریاں تھیں پریاں...... ایسی خوب صورت لڑکیاں اس سے قبل میں نے تو دیکھی نہیں...... اور پھر وہ تینوں ہی صارم سے اتنی متاثر تھیں...... کہ محفل میں سب کو بھول گئی تھیں......"

"ارے، کیا کہہ رہی ہو تینوں ہی متاثر تھیں......؟" دادی جان کی سمجھ میں امی کی بات ہی نہیں آ رہی تھی۔

"اُفوہ...... امی آپ نے بھی ذرا سی بات کو اتنا بڑھا دیا......" صارم جز بز ہو کر بولا۔

"دادی جان...... غلط فہمی ہو گئی تھی...... رخسانہ آنٹی کے مہمانوں کو...... وہ یہ سمجھیں کہ محفل میں ادا کار ولی آ گیا ہے...... وہ سب ولی کی دیوانی تھیں میری نہیں...... جب انہیں حقیقت کا اندازہ ہو گا تو انہیں خود ہی خفت سی ہو گی......" صارم نے ہنستے ہوئے اپنے کمرے میں جاتے ہوئے کہا۔

"نہیں اماں...... یہ بات نہیں ہے...... ان لڑکیوں کو ہمارا صارم پسند آ گیا تھا...... خود جاوید صاحب اور ان کی بیگم کو ہمارا صارم ایسا پسند آ گیا تھا...... کہ وہ دونوں بھی صارم کے پاس آ کر بیٹھ گئے تھے اور جب ان کی لڑکیاں آٹوگراف لے رہی تھیں تو انہوں نے بھی ہنس کر کہا۔

"بھئی ہمیں بھی آٹوگراف دے دو...... کہ آپ جیسے لوگوں سے ملنے کی خواہش ہم بھی رکھتے

ہیں......" تب صارم نے ان سے کہا کہ وہ ادا کار ولی نہیں ہے...... مگر وہ اس کی پرسنالٹی پر فدا سے تھے...... اور لڑکیاں تو میرے صارم کی عاشق نظر آ رہی تھیں میری بہو تو ایسی ہونی چاہئے...... تاکہ رخسانہ بیگم کو بھی پتا چلے...... کہ میرا صارم ان کے لڑکوں سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے۔"

"وہ تو اچھی لڑکیاں گھیرنے کی فکر میں ہیں اور میرے صارم کو تو لوگ خود گھیر لیتے ہیں۔"

"اچھی شکل کہاں دکھائی دیتی ہے تو میں کیوں نہ اس کا فائدہ اٹھاؤں۔"

"جاوید صاحب کی بیٹیوں کے سامنے عینی تو کچھ بھی نہیں...... جب ہی تو رخسانہ بیگم کو اپنی سگی بھتیجی نظر نہیں آئی۔"

"مگر وہ کروڑ پتی...... ارب پتی لوگ...... اس چھوٹے سے فلیٹ میں کیوں اپنی بیٹی بیاہ دیں گے......؟" دادی نے حیرت سے بہو کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

"کہیں تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو...... ہر شخص اپنی حیثیت دیکھ کر شادی کیا کرتا ہے۔"

"ایسی بے جوڑ شادیاں کہاں ہوتی ہیں...... بھلا......؟"

"تمہارے گھر کی نوکرانی چاہے کتنی خوب صورت ہو...... اس سے تم اپنے بیٹے کی شادی تو نہیں کر سکتیں ناں......" بابو جی...... اس معاملے میں پہلی دفعہ بولے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... اس چھوٹے سے گھر میں جاوید انڈسٹریز کی بیٹی نہیں رہ سکتی...... مگر جب پیسے والے لوگوں کو غریب گھر کا لڑکا پسند آ جاتا ہے تو وہ بڑی سی کوٹھی سجا کر اپنی بیٹی کو جہیز میں دیتے ہیں...... سلامی میں گاڑی کی چابیاں ملا کرتی ہیں۔"

"بلکہ ایسے لوگ تو اپنے دامادوں کو اپنے کاروبار میں شریک کر لیتے ہیں۔" امی تو کھلی آنکھوں سے اپنے سپنے دیکھ رہی تھیں اور گھر میں سب کو بتا بھی رہی تھیں۔

"اگر ایسا ہو جائے تو اچھی بات ہے...... دوسرے بیٹے اعظم کے لیے بھی دوسری بہن پسند کر لینا......"

"ان سے کہنا کہ اس کے لیے دوسری کوٹھی سیٹ کر کے دیں...... کہ وہ ہمارا بیٹا غصے کا ذرا تیز ہے...... اس کا الگ ہی رہنا بہتر ہے......؟" بابو جی...... امی کی بات کو مذاق کا رنگ دیتے ہوئے بولے۔

"ایک بچے کی اچھی جگہ شادی ہو جائے تو دوسرے کی ہونے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئے گی۔" امی ابھی تک بابو جی کا مذاق سمجھی ہی نہیں تھیں۔

"اور پھر...... باقی گھر کے لوگ کہاں رہیں گے......؟" اب بابو جی...... دادی جان کو آنکھ کا اشارہ کرتے ہوئے امی سے بڑے سنجیدہ لہجے میں بولے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا......؟" وہ حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھیں۔

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ صارم اور اعظم تو شادی کے بعد اپنی کوٹھیوں میں چلے جائیں گے باقی گھر والے تو یہیں اسی فلیٹ میں رہتے رہیں گے ناں...... تو ہمیں کیا فائدہ ہوا ان کوٹھیوں کا...... بلکہ ہم تو اپنے بچوں کو بھی دیکھنے سے ترس جائیں گے۔"

"ارے واہ...... ہم کیوں رہنے لگے اس فلیٹ میں...... ہم بھی صارم کے ساتھ بڑی سی کوٹھی میں جائیں گے۔"

"بیگم صاحبہ...... آپ یہ بات مت بھولیں...... کہ بہو کے جہیز پر اس کے سسرال والوں کا حق نہیں ہوتا ہے۔"

"اگر کوئی والدین اپنی بیٹی کو کوٹھی سجا کر دیتے ہیں تو ان کی پہلی خواہش بھی یہی ہوتی ہے کہ اس کو صرف ان کی بیٹی اور داماد ہی برتے......"

"اگر ہم سب چلے گئے...... تو اول تو وہ آنے ہی نہیں دیں گے...... اگر زبردستی گھس بھی گئے تو روزانہ کا یہ واویلا ہوگا کہ میری فلاں چیز خراب ہوگئی اور میری فلاں چیز ناس ہوگئی۔"

"کیا ایسا ہوتا ہے......؟" وہ متوحش سی ہوگئیں۔

"ہاں...... بھئی...... ایسا ہو رہا ہے اور ایسا ہوتا رہے گا...... تو کیا فائدہ ایسے بڑے لوگوں میں جائیں...... جہاں نہ ہماری عزت ہو اور نہ ہی وقعت......!"

"مگر وہ لوگ ایسے نہیں ہیں...... وہ تو بے حد عزت دینے والے ہیں...... صارم کے آگے پیچھے تو ایسے پھر رہے تھے جیسے وہ کوئی شہزادہ ہو...... اس وقت رخسانہ اور ان کے میاں کی شکل دیکھنے والی تھی۔"

"وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ صارم کی پرسنالٹی آخر ہے کیا......؟"

"ان کے بھائی...... بھاوج کو تو ہمارے گھر آ کر ہماری خوشامد کرنی چاہیے۔"

"عینی کوئی رخسانہ کی بیٹی تھوڑی ہے...... وہ تو اس کی بھتیجی ہے...... اور اکثر نند بھاوجوں کا رشتہ بے وجہ ہی عداوت کا بن جاتا ہے...... رخسانہ بیگم کی عادت اگر اچھی ہوتی تو وہ اپنے کسی بیٹے کی شادی اپنی بھتیجی سے ضرور کرتیں...... مگر وہ تو اپنے سوا کسی کو گردانتی ہی نہیں ہیں...... اگر صارم کا رشتہ عینی سے نہیں ہو پاتا تو سب سے زیادہ خوش ہونے والی یہ رخسانہ ہی نظر آئیں گی۔"

"مجھے تو عینی کی ماں کا بھی دماغ خراب ہی لگتا ہے...... لڑکی کی ماں ہو کر بھی ایسے ٹھسے سے بیٹھی تھیں جیسے ہم پر کوئی احسان کر رہی ہوں......"

"میری بیٹیوں کو ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھیں...... جیسے انہیں اپنے سے کم تر سمجھ رہی ہوں، مزاج میں عاجزی اور انکساری تو دور دور نہیں تھی...... جب کہ معلوم بھی تھا کہ ان کی بیٹی ہمارے بیٹے سے عشق کرتی ہے۔"

"ہم بھی تو اپنے بیٹے کی وجہ سے گئے تھے...... اور اگر وہ لڑکی صارم کو پسند نہ ہوتی تو ہم کیوں ان کے ہاں جاتے...... اور رہی بات عاجزی کی تو وہ پہلے لڑکی والوں کی دائمی شناخت ہوا کرتی تھی...... اب وہ برابر کے اصولوں پر چلتے ہیں اور ملنا بھی چاہیے...... ایک تو وہ اپنی لڑکی دیں اور اوپر سے مشکور و ممنون رہیں...... تو کیوں رہیں...... مجھے تو ان لوگوں میں کوئی خامی نظر نہیں آتی، عینی کے والد تو بے حد سلجھے ہوئے ذہن کے مالک ہیں اور ان کی باتوں سے مجھے شائستگی کا بھی احساس ہوا۔"

"سنئے ہر بیٹی میں اس کی ماں کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں عینی کی ماں جیسی ناک چڑھی خاتون ہیں

ویسی ہی عینی ہوگی...... یوں تو مجھے بھی رخسانہ بیگم اچھی نہیں لگتیں...... مگر جب میں نے ان سے کہا...... آپ کی نند سے ہماری سسرالی رشتے داری ہوتی ہے رحمان بھائی کا تعلق ہماری سسرال سے ہے بجائے اس کے یہ کہتی کہ میری نند کی شادی باہر ہوئی ہے وہ تنک کر بولیں...... اظفر کی بہن کی شادی باہر ہوئی ہے اور میں ان کے سسرال کو جانتی نہیں ہوں...... وہ جس انداز میں یہ جملہ ادا کر رہی تھیں اس کا مطلب یہ بھی تھا کہ بھئی میں تو اپنی نند کو نہ جانتی ہوں اور نہ جاننے کی کوشش کرتی ہوں تو ان کی سسرال والوں سے میرا کیا تعلق بنتا ہے...... اگر عینی بھی ماں جیسی ہوئی تو وہ بھی اپنی دونوں نندوں کو کاٹ کر پھینک دے گی...... میری بچیاں تو اپنے بھائی کے بغیر ایک دن بھی نہیں رہ پائیں گی تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایسی لڑکی کر کے اپنے گھر آؤں......!"

☆======☆======☆

ایک ہفتے بعد ہی جاوید صاحب کے ہاں سے تقریب کا نیوتا آ گیا...... ان کی بڑی بیٹی کی پینٹنگ پر ایوارڈ ملا تھا جس کی خوشی میں انہوں نے اپنے احباب کو ڈنر پر بلایا تھا۔ مسز جاوید نے فون پر رخسانہ بیگم سے بطور خاص کہا تھا کہ وہ اپنے ساتھ صارم اور اس کی والدہ کو ضرور لے کر آئیں۔ (ان کی یہ بات سن کر ہی رخسانہ بیگم کا موڈ آف ہو گیا تھا)

"میں پوری کوشش کروں گی کہ وہ میرے ہمراہ آئیں...... ورنہ آپ جانتی ہی ہیں کہ ہر شخص کی اپنی اپنی مصروفیات ہوتی ہیں......؟"

"آپ ان سے بطور خاص کہیے گا...... یا پھر آپ کہیں تو میں ان کو از خود فون کر دوں...... ہاں...... کیا ہے ان کا نمبر......؟" وہ شاید ان سے ڈائریکٹ رابطے کی خواہش مند تھیں۔

"مجھے یقین ہے کہ وہ میرے ساتھ ضرور آئیں گی......" یہ کہہ کر رخسانہ بیگم نے فون کریڈل پر پٹخ دیا۔

"ہماری خوشیاں یہ رشتے دار کس طرح ڈکار جایا کرتے ہیں کہ انہیں احساس تک نہیں ہوتا......"

"کتنی مشکلوں سے یہ جاوید صاحب کی فیملی کو اپنے ہاں بلایا تھا...... وہ بھی...... ہمارے ان رشتے داروں کے گیت الاپ رہے ہیں جن کو دیکھ کر ہمارا خون کھولا کرتا ہے۔"

"تو کیا ارادہ ہے...... اس تقریب میں ہم لوگ جائیں گے ناں......؟" رحمان صاحب اپنی بیگم کی باتیں سن کر پوچھ بیٹھے۔

"ہرگز نہیں...... اگر ہم چلے گئے...... تو سارا وقت صارم کا کلمہ سنتے رہیں گے۔"

"اگر کل ان کا فون آ جائے اور وہ کہیں کہ صارم کا فون نمبر بتا دو تو کیا کرو گی......؟"

"ضرور بتاؤں گی...... مگر وہ اپنا وہ نمبر جس کا پاور ہمیشہ آف رہتا ہے...... فون پر سننے اور لکھنے میں ہر ایک سے غلطی ہو سکتی ہے......" رخسانہ بیگم نے جل کر کہا تو رحمٰن صاحب کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

رخسانہ بیگم کا خیال تھا...... نہ وہ خود جائیں گی اور یوں نہ صارم جا سکے گا...... اور نہ ہی اس کی ماں...... مگر وہ یہ شاید بھول گئی تھیں...... جاوید صاحب کی بیٹیاں صارم سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو

گئیں۔

آفس سے وہ اٹھنے ہی والا تھا...... جب ٹیلی فون کی بیل پر اس نے ریسیور اٹھایا۔

''سر، پرسوں آپ اور آنٹی ہمارے ہاں ڈنر پر آرہے ہیں ناں......؟''

''میں پہچانا نہیں......؟'' وہ ایک اجنبی آواز سن کر حیرت سے بولا۔

''میں عنبر جاوید بول رہی ہوں...... رخسانہ آنٹی کے ہاں آپ اور آنٹی آئے تھے ناں...... امی نے ان سے کہا تھا کہ آپ لوگ ضرور آئیں گے۔''

''میں معذرت خواہ ہوں...... کہ آنا مشکل ہوگا۔'' صارم کو ایسی تقریبات میں جا کر وحشت ہوا کرتی تھی جہاں اس کی ذات تماشا سی بن جائے۔

''پلیز سر ضرور آجایئے...... میری ڈھیر ساری فرینڈز آپ سے ملنا چاہتی ہیں...... دراصل انہیں یہ یقین ہی نہیں آرہا کہ کوئی اداکار ولی سے اتنی زیادہ مشابہت بھی رکھتا ہوگا۔''

''میں بالکل مختلف ہوں، مجھے تو مووی دیکھنے کا کریز بھی نہیں ہے...... اور نہ ہی شوبز سے متعلقہ لوگوں جیسے شوق ذوق ہیں......؟ آپ اور آپ کی فرینڈز کو بے حد مایوسی ہوگی...... اس لیے ہمارا نہ آنا ہی بہتر ہوگا۔''

''سر پلیز آپ ضرور آیئے...... ہم آپ کا انتظار کریں گے...... ہمارا ایڈریس نوٹ کرلیں......'' وہ دھیمے لہجے میں بول رہی تھی اور صارم بدشوقی سے نوٹ کررہا تھا۔

''میں وعدہ تو نہیں کرتا مگر دیکھتا ہوں...... اگر آسکا تو آجاؤں گا۔'' گھر آکر اس نے جب کھانا کھاتے ہوئے عام سے لہجے میں اس دعوت کے بارے میں بتایا تو ماں کے ہاتھ سے نوالہ گر پڑا۔

''کیا واقعی...... ان لوگوں نے ہمیں اپنے گھر بلایا ہے......؟''

''ہاں امی...... مگر جانے کا فائدہ بالکل بھی نہیں ہے...... جا کر سارا ٹائم ضائع ہوگا...... اور بوریت علیحدہ...... چھچھوری سی لڑکیاں چھچھوری باتیں ہی کریں گی ناں......'' وہ اکتائے لہجے میں بولا۔

''بیٹا تجھے کیا پتا...... کہ وہاں جانے کا کتنا فائدہ ہے...... اللہ نے یہ موقع خود ہی دے دیا کہ جب ہم رخسانہ بیگم کو بتاسکیں...... کہ ہم بھی کچھ کم نہیں ہیں۔''

''اب خود ہی دیکھو...... ان لوگوں کا نیوتا رخسانہ باجی نے ہم تلک کہاں پہنچایا۔''

''اب وہ خود غصے سے ضرور جائیں گی...... مگر جب وہاں ہمیں دیکھیں گی...... تو ان کی شکل دیکھنے والی ہوگی...... اور تاویلیں پیش کرتے کرتے پسینہ پسینہ ہوجائیں گی۔''

مگر جب یہ لوگ وہاں پہنچے...... تو رخسانہ باجی اور رحمٰن صاحب وہاں آئے ہی نہیں تھے...... اور ولی کو واقعی ہاتھوں ہاتھ لیا گیا...... اس سے آٹوگراف ہر مہمان لڑکی نے لیا۔

یہ سب دیکھ کر...... صارم کی ماں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا...... کہ بجائے اس کے کہ وہ کسی کو اپنا فون نمبر دیتیں...... لڑکیاں اپنا فون نمبر از خود انہیں دے رہی تھیں۔

''آنٹی کسی دن آپ ہمارے گھر آئیں ناں......'' ہر سریلی پکار یہی تھی جسے سن کر وہ مدہوش ہوئی

جارہی تھیں جاوید صاحب کی بیگم نے خود انہیں بے حد تعظیم دی تھی۔

مگر جب ڈنر کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ آج جاوید صاحب کی بیٹی نادیہ کی سالگرہ بھی ہے...... تو وہ اپنے آپ پر نفرین بھیجنے لگیں کہ کاش وہ کوئی تحفہ ہی لے آتیں۔

کیک کھانے کے ساتھ ساتھ...... سب مہمان نادیہ کو تحائف دے رہے تھے...... اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھے نادم سی بیٹھی تھیں۔

مگر جب آرکسٹرا پر سب نوجوان لڑکے لڑکیوں نے ڈانس کرنا شروع کیا...... تو انہیں عجیب سا لگا...... وہ سب صارم کی بھی خوشامدیں کررہی تھیں کہ وہ ان کے ساتھ ٹھمکے لگائے مگر صارم نے نہ صرف معذرت کرلی تھی...... بلکہ اپنی جگہ چھوڑ کر وہ ماں کے پہلو میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

''میڈیا کے اثرات ہیں......'' امی اس سے کہہ رہی تھیں۔

''ہوں......'' وہ پاس رکھا میگزین بغور دیکھ رہا تھا جیسے اس نے سنا ہی نہ ہو...... اور نہ ہی وہ یہ سب دیکھ رہا تھا۔

''عینی تو اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہے......'' دل میں آئی سوچ ان کے لبوں تک بھی آگئی۔

''ہاں...... وہ بے حد مختلف ہے جیسی لڑکی میں پسند کرتا ہوں وہ بالکل ویسی ہی ہے......'' صارم جیسے ان کے کان کے پاس گنگنایا۔

''مگر شوخ و چنچل لڑکیاں...... اچھی لگتی ہیں...... اور خوشی کو خوشی کی طرح منانا چاہئے...... یہ کیا کہ منہ باندھ کر بیٹھ گئے......'' لمحے بھر میں ان کے خیالات تبدیل ہوگئے تھے...... یا اس طلسماتی ماحول نے انہیں اسیر کرلیا تھا۔

''امی...... گھر چلیں......!'' صارم نے ان کی بات جیسے سنی ہی نہیں۔

''ہاں...... ہاں...... چلتے ہیں...... میوزک تھمے تو میں مسز جاوید کا شکریہ ادا کروں...... جانے کی اجازت لے لوں...... اور اپنے گھر آنے کا کہہ دوں۔''

''پلیز امی...... مجھے صبح آفس کے کام سے اسلام آباد بھی جانا ہے...... صرف آپ کی وجہ سے آیا ہوں یہاں...... ورنہ...... مجھے شوق نہیں اس طرح کی تقاریب میں آنے کا......'' صارم نے ماں کے کانوں میں سرگوشی کی۔

اور جب...... یہ لوگ گھر آئے تو صارم تو ماں کو چھوڑتے ہی باہر نکل گیا...... اس کی ماں وہاں کی بات کو بڑھا چڑھا کر گھر میں بیان کررہی تھیں۔

اور گھر کے تمام لوگ یوں سر جوڑے ان کی باتیں سن رہے تھے...... جیسے وہ کسی دوسرے ملک کے حالات و مشاہدات بیان کررہی ہوں۔

☆======☆======☆

صارم...... عینی کو موبائل کررہا تھا۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم میرے فون کی منتظر ہو......''

''ناراض ہوگئی ہوناں......آج صبح سے فون جو نہ کر سکا۔''
''بھئی میں تمہیں آفس سے بتا ہی نہیں سکا......کہ آج جاوید انڈسٹری والوں کے ہاں ڈنر پر جانا تھا۔''
''وہاں سے آیا ہوں تو امی کو گھر چھوڑ کر سب سے پہلے جو کام رہا ہوں...... وہ تمہیں فون کر رہا ہوں۔''
عینی خاموش تھی۔
''اب اگر تمہاری اجازت ہو تو کل کالج سے تمہیں لے لوں......؟''
''بہت دن ہوگئے تم سے بات کیے ہوئے......بولو......؟''
''ہرگز نہیں......'' یہ کہہ کر فون کاٹ دیا گیا۔
صارم پہچان گیا تھا عینی کی ماں نے اس کی آواز سن کر فون کاٹ دیا تھا اور پھر پاور آف کر دیا تھا۔
''اب عینی سے رابطہ کروں تو کیونکر کروں۔''
''گھر کے نمبر پر بات کرتے ہوئے جھجکتا تھا......سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کرے تو کیا کرے۔
''وانیہ اگر بات کرے تو......؟'' اس نے سوچا۔
''اگر وہ مجھے ناپسند کر رہی ہیں تو وانیہ کو بھی ٹال سکتی ہیں۔''
''تو پھر کروں تو کیا کروں......؟'' وہ اپنے کمرے میں دونوں ہاتھوں سے سر تھامے پریشان سا بیٹھا ہوا تھا۔
وانیہ کمرے کے سامنے سے گزری تو بھائی کو یوں بیٹھا دیکھ کر حیرت سے رکی اور پاس آ کر پوچھا۔
''کیا بات ہے بھائی......؟ آپ پریشان نظر آ رہے ہیں؟''
''ہوں......'' سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ بات چھوٹی بہن کو بتانی چاہیے یا نہیں۔
''عینی کا فون نہیں آیا ہوگا......'' اس کے ہاتھ میں موبائل دیکھ کر وانیہ نے مسکرا کر خود ہی پوچھ ڈالا۔
''فون اس وجہ سے نہیں آ رہا تھا کہ عینی کا موبائل ان کی والدہ کے قبضے میں ہے۔''
''نو پرابلم......میں بات کرتی ہوں......میری آواز سن کر وہ عینی سے بات کروا دیں گی۔''
''اگر انہیں پتا لگ گیا کہ تم وانیہ ہو تو شاید وہ بات نہ کرائیں۔''
''بے فکر رہیں آپ......!'' وانیہ نے اپنے موبائل سے فون کیا تو ثمینہ بیگم نے ہی ریسیو کیا۔
''قرۃ العین......میں فوزیہ بول رہی ہوں......میرے پولیٹیکل سائنس کے نوٹس تمہارے پاس تو نہیں رہ گئے۔''
وانیہ کو معلوم تھا کہ عینی کو صرف اس کے گھر والے اس نام سے پکارتے تھے ورنہ کالج میں اس کی کلاس فیلوز اسے قرۃ العین ہی کہا کرتی تھیں۔
''عینی تمہارا فون ہے......تمہاری کسی سہیلی کا......'' ثمینہ بیگم نے بیٹی کو پکارا۔
''ہیلو......!'' عینی نے جس لہجے میں کہا اسے سن کر وانیہ کو فوراً اندازہ ہوگیا کہ اس وقت وہ ماں کے

پہرے میں ہے۔
''سنو عینی......میں وانیہ بول رہی ہوں تم صرف ہوں، ہاں میں جواب دینا تاکہ آنٹی کو کوئی شک نہ ہو سکے مگر اس وقت صرف دو منٹ ہی سہی صارم بھائی سے بات کر لو......وہ بہت پریشان سے ہو رہے ہیں......تمہارے لیے۔'' وانیہ موبائل صارم کو دے کر اپنے کمرے میں آ گئی۔
تب صارم کو پتا چلا......کہ ثمینہ بیگم کسی صورت اس رشتے کے حق میں نہیں ہیں......صرف پاپا چاہتے ہیں کہ یہ رشتہ قبول کر لیا جائے۔
''اور تم کیا چاہتی ہو......؟'' صارم نے پوچھا۔
''میں نے سب کچھ اپنے مقدر پر چھوڑ دیا ہے اگر میرے مقدر میں آپ لکھے ہیں تو ہر صورت مجھے ملیں گے اور اگر نہیں تو کوئی صورت ہمیں ایک ساتھ نہیں جوڑ سکتی۔''
''ٹھیک کہہ رہی ہو تم......مگر میں یہ جانتا ہوں کہ جسے صدقِ دل سے چاہا جائے......تو اس کو پانا ناممکنات میں نہیں ہوا کرتا......''
''امی میرے کمرے کی جانب آ رہی ہیں......ابھی دو چار روز میں کالج بھی نہیں جاؤں گی......اس کے بعد دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے......اس لیے خدا حافظ۔''
''کس کا فون تھا......؟'' ثمینہ بیگم اس کا چہرہ کھوجتے ہوئے کسی پولیس والے کی طرح پوچھ رہی تھیں......کہ ان کا ماتھا کھٹکا تھا......کہ عینی ان سے موبائل لے کر ان کے سامنے بات کرنے کے بجائے اپنے کمرے میں کیوں چلی گئی تھی۔
''تھی ایک پگلو......اپنے نوٹس روزانہ کالج میں کھوتی رہتی ہے......اور پھر سب کے موبائل پر پوچھتی پھرتی ہے کہ میرے نوٹس تمہارے پاس تو نہیں......؟ یہ فوزیہ کی پرانی عادت ہے۔''
امی چپ چاپ اس کے کمرے سے چلی گئی تھیں اور عینی چپ چاپ صرف ایک ہی بات سوچے چلی جا رہی تھی۔
''کیا امی مان جائیں گی......؟''
''اور میں صارم کو پا لوں گی......!'' (ہاں ہاں اس کا دل یہی نوید دے رہا تھا)
''تب میں اور صارم خوب دل بھر کے باتیں کیا کریں گے۔''
''ہر وہ ہنسی جو میرے ہونٹوں پر دکی مجھے انہیں بتانی ہے۔'' (پریشانیاں خود ہی بھک سے اُڑ گئی تھیں)
صارم سے باتیں کر کے......عینی خوشیوں کے جھولے میں جھول رہی تھی۔
''ثمینہ تم نے صارم کے گھر فون کیا......کہ ہم لوگ وہاں آنا چاہتے ہیں......'' اسے پاپا کی آواز سنائی دی۔ وہ ٹیرس پر چائے پیتے ہوئے امی کو یاد دلا رہے تھے۔
''اظفر آپ جانتے ہیں کہ میں صارم کا رشتہ عینی کے لیے مناسب نہیں سمجھ رہی۔''
''کاش تم میں اچھے اور برے کی پہچان ہوتی تو یہ بات نہ کہتیں......''
''کسی لڑکی کا کوئی ایک رشتہ ہی تو نہیں آتا......ڈھیروں ڈھیر آتے ہیں......ہم کوئی اور لڑکا بھی تو

پسند کر سکتے ہیں۔"

"مجھے نہیں لگتا...... کہ ہمیں صارم سے اچھا کوئی رشتہ مل سکتا ہے۔"

"پہلے آپ یہی جملے اپنے بھانجوں کے لیے کہا کرتے تھے...... اب صارم ان سے بھی بڑھ کر ہو گیا......؟"

"باجی جان سے تم بنا کر رکھتیں...... تو وہ عینی کو اپنے کسی بھی لڑکے کے لیے لے سکتی تھیں...... مگر تمہاری تو تیوریاں چڑھ جاتی ہیں...... جب تم باجی جان کو دیکھتی ہو......!"

"جب مجھے تمہارا...... برا برتاؤ نظر آتا ہے...... تو کیا باجی جان کو نظر نہیں آتا ہو گا......؟"

"آپ کو تو میری شکل اور تیوریاں تک نظر آ جاتی ہیں مگر کبھی اپنی بہن کے بھاری بھرکم جملے نظر نہیں آتے جو وہ دوشالے میں لپیٹ کر مارا کرتی ہیں......"

"جب تم بڑوں کی عزت نہیں کرو گی...... تو عزت تمہیں بھی کیونکر ملے گی۔"

"بہت کی ہے ہم نے عزت...... مگر جواب میں کبھی عزت نہیں ملی۔"

"تمہاری قسمت ہی خراب ہے تو کیا کہہ سکتا ہوں......" اظفر کو غصہ ہی آ گیا۔

وہ جو اس وقت صارم سے متعلق بات کرنے بیٹھے تھے...... بیوی کی باتیں سن کر...... چابی انگلی میں گھماتے ہوئے باہر نکل گئے یہ ان کی ہمیشہ کی عادت تھی...... جب بھی ثمینہ سے بدمزگی ہوتی وہ فوراً باہر نکل جایا کرتے تھے۔

عینی کو لگا...... اس سمے جیسے کوئی اس سے کہہ رہا ہوں۔

پاگل آنکھوں والی لڑکی
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
کانچ سے نازک خواب تمہارے
ٹوٹ گئے تو
پچھتاؤ گی
سوچ کا سارا اجلا کندن
ضبط کی راکھ میں گھل جائے گا
کچے پکے رشتوں کی خوشبو کا ریشم
کھل جائے گا
تم کیا جانو
خواب، سفر کی دھوپ کے تیشے
خواب، ادھوری رات کا دوزخ
خواب خیالوں کا پچھتاوا

خواب کی منزل رسوائی
خواب کا حاصل تنہائی
تم کیا جانو......؟
مہنگے خواب خریدنا ہوں تو آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں یا
رشتے بھولنا پڑتے ہیں
اندیشوں کی ریت نہ پھانکو
اتنے مہنگے خواب نہ دیکھو
تھک جاؤ گی
اور عینی ہاتھوں میں منہ چھپا کر رو دی

☆======☆======☆

گھروں میں شادیوں اور رخصتی کا رواج بڑے شہروں میں عرصہ قبل ختم ہو چکا ہے...... مگر چند سر پھرے لوگ آج بھی اپنی روایتوں کو گلے سے لگائے ہوئے ہیں...... اب جیسے رئیس منزل میں رہنے والی شبانہ کی شادی نیچے بڑے ہال میں ہوئی تھی...... مگر رخصتی کے لیے اسے اپنے فلیٹ میں لایا گیا تھا...... دولہا اور براتیوں کے خاص خاص لوگوں میں تماش بینوں کی تعداد ان سے تگنی ہو گئی تھی یہی وجہ تھی کہ اس وقت پہلے مالے کی راہداری کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

سعیدہ بھی اپنے فلیٹ کے سامنے کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی دولہا اپنی بانہوں کے ہالے میں لیے دلہن کو لے کر یوں چل رہا تھا جیسے وہ کوئی شیشے کی گڑیا ہو...... بھائیوں نے اپنی بہن کے اوپر قرآن پاک کا سایہ کیا ہوا تھا۔

بہنیں...... اپنی بہن کا پلو تھامے چل رہی تھیں۔

یہ سب دیکھ کر سعیدہ کو یوں لگا جیسے کسی شہزادی کو کہیں لے جایا جا رہا ہو۔

تھوڑی ہی دیر بعد...... سب لوگ دلہن کے ساتھ نیچے اتر گئے تھے...... جیسے دلہن کے ہمراہ سب نے ہی جانا ہو...... فرش پر پڑی ہوئی پھول کی پتیاں اور راہداری میں دو چار اوباش سے لڑکے کھڑے تھے۔

"یہ لڑکے تو شاید...... رئیس منزل میں کبھی نظر بھی نہیں آئے......" اس نے سوچا۔

"شاید مہمان ہوں...... یا شادی دیکھ کر...... کہیں سے آ گئے ہوں......"

سعیدہ اپنی پڑوسن کی ساس کی ہمراہ بالکونی میں کھڑی نیچے دیکھ رہی تھی...... جہاں دلہن کو گاڑی میں بٹھایا جا رہا تھا۔

گاڑی کے اوپر سے ریزگاری صدقے کے طور پر پھینکی جا رہی تھی...... اور فلیٹ کے معصوم سے بچے...... جانے، بوجھے بغیر وہ ریزگاری بھاگ بھاگ کر اٹھا رہے تھے۔

نگاہوں کی تیزی کا احساس ہوا...... تو سعیدہ نے دیکھا وہ اوباش سے لڑکے غلیظ سی مسکراہٹ لیے

اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

"کیا بات ہے......؟ یہاں کیوں کھڑے ہیں آپ لوگ......؟" پڑوسن کی ساس کی ہمراہی...... میں وہ دبنگ سے لہجے میں بولی۔

"کیوں...... یہ سارے فلیٹ آپ کے ہیں......؟ کوئی راہداری میں آکر کھڑا نہیں ہوسکتا۔"

"ہاں...... باہر کا کوئی شخص یہاں آکر بے وجہ کھڑا نہیں ہوسکتا......" سعیدہ نے ڈپٹ کر کہا۔

"آپ سے یہ کس نے کہا ہے کہ ہم بے وجہ کھڑے ہیں......؟" ان میں سے ایک نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

اور سعیدہ کو یوں لگا جیسے کٹی ہوئی پتنگ کو سب للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں اور لوٹنے کی فکر میں ہوتے ہیں...... وہ بھی شاید کٹی ہوئی پتنگ بن گئی ہے۔

"خالہ، دیکھ رہی ہیں آپ ان بدمعاشوں کو...... کیا کہہ رہے ہیں......" بالکونی سے جھکی پڑوسن کی ساس کو سعیدہ نے ٹہوکا دیا۔

"چوکیدار ذرا اوپر آنا...... دیکھو تو سہی...... ہمارے مالے پر یہ کون چور گھس آئے ہیں......" خالہ نے دبنگ آواز میں لڑکوں کو دیکھ کر آواز لگائی۔

وہ جو یہ سمجھ رہے تھے...... کہ لڑکی تنہا ہے...... اور بڑھیا پڑوسن بھی جھپاک سے اپنے فلیٹ میں گھس جائے گی...... وہ یہ سچویشن دیکھ کر...... دھپ دھپ کرتے ہوئے زینہ پھلانگتے ہوئے نیچے بھاگے۔

اور سعیدہ نے تیزی سے اپنے فلیٹ میں آکر یوں دروازہ لاک کرلیا...... جیسے وہ بدمعاش کہیں سے اندر نہ گھس آئیں۔

"اکیلی لڑکی کیا مجمع میں بھی اکیلی ہوتی ہے...... جوان بدمعاشوں کو بھی اندازہ ہوگیا......" سعیدہ سوچ رہی تھی...... اور آنسو کی لڑیاں موتی کی طرح گر رہی تھیں۔

☆======☆======☆

"آج ٹھنڈک کچھ بڑھ گئی ہے......" رحمٰن صاحب نے رخسانہ بیگم سے کہا۔

"کراچی میں سردی آتی ہی کتنی ہے...... صرف چند دنوں کے لیے مگر میرا تو آج خون کھول رہا ہے...... اب یہ صارم کی ماں بھی اتنی قابل بن گئیں کہ آج مجھے فون کرکے کہہ رہی تھیں کہ آپ نے ہماری دعوت کا نیوتا ہم تک نہیں پہنچایا...... مگر ہمارے میزبانوں نے ہمیں ڈھونڈ ہی لیا...... جاوید صاحب کے ہاں کا ڈنر بہت اچھا تھا۔"

"جہاں ہم نہ جاسکے ہوں...... تو یقیناً ہماری مصروفیت اتنی ہوگی کہ ہم کسی کو پیغام تک نہیں پہنچا سکتے ہوں گے......" میں نے ان سے یہی کہا تھا۔

"مگر وہ تو اپنی اوقات پر آگئیں...... اور ہنس کر بولیں کہ واقعی مصروفیت تھی یا جان بوجھ کر ہمیں فون نہیں کیا تھا۔"

"اب آپ وہاں سے ہوکر آگئی ہیں...... پھر بھی اتنی تشنگی ہے کہ دعوت کھانے کے بعد بھی وہاں

کے کارڈ جمع کرنا چاہتی ہوں...... یہ مثال تو کچھ ایسی ہی ہے ناں...... جیسے بعض بچے کولڈ ڈرنک پینے کے بعد بھی اس کے ڈھکن جمع کرتے رہتے ہیں۔"

"کاش آپ وہاں آئی ہوتیں...... تو آپ کو پتا چلتا کہ میرے اور میرے بیٹے کی اہمیت کتنی ہے اور لوگ مجھ سے کلس کر کتنا رہا کرتے ہیں۔"

"تم نے اتنی بات ہی کیوں کی......؟" رحمٰن صاحب کو بیوی کی باتیں سن کر غصہ آرہا تھا۔

"آپ کی رشتے دار سمجھ کر میں منہ کیا لگالیتی ہوں کہ پتا نہیں اپنے آپ کو کیا سمجھنے لگی ہیں...... اور جب سے عینی کو دیکھ کر آئی ہیں...... تو شاید یہ سمجھنے لگی ہیں کہ ہم چونکہ لڑکی والے ہیں تو ہمیں ان کے سامنے دبنا بھی چاہیے۔ چھچھورے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں...... نیا نیا پیسہ آیا ہے، کچھ نہ کچھ تو اچھلیں گے ہی ناں......!"

"میں نے تو اظفر بھائی کے سامنے ان لوگوں کی تعریف ہی کی تھی...... حالانکہ اس قابل تو نہیں ہیں...... یہ لوگ ایسے لوگوں سے دور دور ہی رہنا اچھا رہتا ہے۔" رحمٰن صاحب بیوی کی ہاں میں ہاں ملا کر کہہ رہے تھے۔

"ایک دعوت میں کیا ہو آئیں...... اتراتی چلی جارہی ہیں۔" رخسانہ بیگم غصے سے بولیں۔

"اب جاوید صاحب کی لڑکیاں تو مزید دیکھنی نہیں ہیں کہ وہ شوبز سے متعلقہ لوگوں کی دیوانی ہیں...... میرے ایک دوست کے بھائی بہت بڑے بزنس مین ہیں، ان کے ہاں چلتے ہیں...... ان کے ہاں بھی کئی لڑکیاں ہیں اور وہ لوگ بھی پیسے اور مرتبے میں جاوید صاحب سے کسی طور کم نہیں ہیں۔"

"یہ صارم نے آکر ساری پریشانیاں پیدا کی ہیں...... اب آپ یہ خیال تو ضرور رکھیے گا کہ وہاں صارم یا اس جیسے کسی لڑکے کا آنا جانا نہ ہو...... کہ میں تو یہ دیکھ کر حیران ہونے سے زیادہ پریشان ہورہی ہوں کہ آج کل لڑکیوں کے آئیڈیل صرف شوبز کے لوگ ہوگئے ہیں۔"

"پڑوس میں لڑکی کا نکاح ہو رہا ہے، ان کی دادی آج کارڈ دینے آئی تھیں...... میں نے ان سے پوچھا کہ داماد کیسا ہے، کہاں تک پڑھا ہوا ہے، کہاں جاب کرتا ہے، معلوم ہے میرے تمام سوالات کا انہوں نے کیا جواب دیا......؟"

"ارے بھئی وہ روزانہ ٹی وی پر آتا ہے...... ہر ایک کے گھر میں موجود ہوتا ہے...... اتنا مشہور ہے کہ اسے کچھ مزید کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے......"

"ہر شخص کی اپنی اپنی پسند ہے...... جیسے اس شب جاوید صاحب کی بیٹیاں...... صارم کو دیکھ کر پاگل ہوئی جارہی تھیں۔"

"ہمارے بیٹے سلمان کے لیے واقعی مناسب نہیں تھیں...... اچھا ہوا...... ہم خود ہی پیچھے ہٹ گئے۔"

☆======☆======☆

وہ جوار مانوں کے ساتھ اپنی بھانجی کو اپنی بہو بنا کر لائی تھیں...... وہ ان کی روایتی بہو کتنی جلدی بن

گئی تھی۔

وہ انہیں خالہ تو ضرور کہتی تھی...... مگر اس کے لہجے میں جو غیریت آ گئی تھی...... اس سے انہیں نہ صرف حیرت ہوتی تھی بلکہ دلی دکھ بھی ہوتا تھا۔

ذرا ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا...... اس کی جیسے عادت سی بن گئی تھی۔

نوید آفس آنے یا جانے سے پہلے ماں کے پاس ضرور آتا تھا...... وہ اس کو دعائیں دیتیں...... پڑھ کر پھونکتیں۔ اللہ اسے اپنی حفظ و امان میں رکھے...... مگر ایک شب جب وہ آنگن میں کسی کام سے گئیں تو شہزادی کی آواز سن کر چونک گئی تھیں...... وہ اپنے کمرے میں بڑے غصے اور نفرت بھرے لہجے میں نوید سے کہہ رہی تھی۔

''سنیے...... آپ کو تو اپنی اماں کو صبح شام سلامیاں دینے کے سوا آتا کیا ہے...... جب دیکھو اماں کے کمرے میں، جب دیکھو اماں کے کمرے میں...... بیوی بے چاری سارے دن کی روداد سنانا چاہے تو سوچتی رہ جائے کہ کب اماں کے پاس سے چھٹی ملے گی تب بات ہو...... ارے بھئی...... اگر اپنے بیٹے کی اتنی چوکسی کرنی تھی تو اس کی شادی ہی کیوں کی...... شادی شدہ مرد تو اپنی بیوی کے پاس بیٹھے گا ہی باتیں بھی کرے گا...... ہنسی مذاق بھی ہوں گے مگر آپ کے پاس تو میرے لیے وقت ہی نہیں ہے۔ رات کو کمرے میں بیٹھ کر چائے بھئی پئیں گے تو اس کو ختم اپنی اماں کے کمرے میں جا کر کریں گے...... سچی کہتی ہوں میں تو خالہ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی...... کہ وہ بیٹے کو اپنے سحر سے آزاد ہی نہیں کرتی ہیں۔''

شہزادی کی بات سن کر نوید نے اسے زبردست جھاڑ پلائی تھی۔ مگر وہ بدستور گلوگیر لہجے میں انہیں برا بھلا کہہ رہی تھی۔

''کوئی خالہ ایسی بھی ہوتی ہے...... جو اپنی بھانجی کو لا کر اس کی خوشیوں کو ڈس لے؟''

''کوئی خالہ ایسی بھی ہوتی ہے...... جو اپنی سگی بھانجی کو دکھ دے کر نہال ہو......؟''

''کوئی خالہ ایسی بھی ہوگی کسی کی...... جو ہر وقت اپنے بیٹے کو اس بات پر چڑھائے...... کہ بیوی کو ہمیشہ جوتی کی نوک پر رکھنا ہے اس کی کوئی بات نہیں ماننی ہے اور اس کو ہمیشہ رُلا کر رکھنا ہے۔ نوید کاش میری تم سے شادی نہ ہوئی ہوتی تو مجھے سکون ملتا...... یہ پل پل کی تکالیف کا سامنا کرنا نہ پڑتا۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے...... تم سے شادی کر کے تو میں پریشانیوں میں گرفتار ہو گیا ہوں......''

''تمہارے پاس آتا ہوں...... تو مارے دکھ کے ذہن تک بوجھل ہو جاتا ہے۔''

''تمہاری ماں، بہنیں تم پر عمل کرا رہی ہیں...... اس لیے ایسا ہی ہوتا رہے گا......'' اب شہزادی دوسرے ٹریک پر آ گئی تھی۔

''اس کا علاج ہے...... میرے پاس...... میں تمہیں خالہ کے پاس چھوڑ آتا ہوں...... وہیں رہو تم...... اور جب دماغ صحیح ہو جائے تو آ جانا......''

''بالکل ٹھیک...... اب میں اپنی اماں کے پاس رہوں گی...... میری ماں ویسے ہی بیمار رہتی ہیں...... ان کی دیکھ بھال کروں گی...... اگر آپ میرے ساتھ رہ سکتے ہیں تو آ جائیے گا...... ورنہ معاملہ

ختم......!''

''تم کیا کہہ رہی ہو......؟ اس کا مطلب جانتی ہو تم......؟'' نوید نے غصے سے کہا۔

''سنیے...... یہ بات مجھے آپ نے ہی بتائی تھی کہ اگر کوئی غلط بس میں بیٹھ جائے تو وہ اسی بس میں نہیں بیٹھا رہتا کہ یہ بس کبھی نہ کبھی منزل تک پہنچا دے گی بلکہ وہ اس غلط بس سے اتر کر دوسری بس میں بیٹھتا ہے اور اب مجھے بھی یہی لگ رہا ہے کہ آپ سے شادی کر کے شاید میں بھی کسی غلط بس میں سوار ہو گئی ہوں...... سو میں اپنی اماں کے ہاں جانا چاہتی ہوں، وہیں رہنا چاہتی ہوں...... اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا پسند ہو تو وہیں آ جائیے گا......''

''یہ میری بھانجی نہیں...... واقعی کوئی غیر عورت ہے...... جو مجھ سے شدید نفرت کرتی ہے۔'' اپنے کمرے میں آ کر وہ کتنی دیر تک یہی سوچتی رہی تھیں اور روتی رہی تھیں۔

شہزادی بے حد معمولی سی بات پر روٹھ کر میکے جا بیٹھی تھی...... نوید کے بار بار بلانے پر بھی گھر نہیں آئی تھی۔

''اماں کیا آپ کو پتا نہیں تھا آپ کی بھانجی اس قدر بدمزاج ہے......؟'' نوید نے ایک شب ماں سے کہا۔

''میں تو اس کو بے حد ہنس مکھ سمجھتی تھی...... بات کرنے سے پہلے اور بعد میں اس کا قہقہہ سب سے نمایاں نظر آتا تھا اور ہماری آپا کا بھی یہی کہنا تھا کہ شہزادی کی کھی کھی کبھی ختم ہونے میں نہیں آتی...... اور اب وہی شہزادی ہر وقت تیوریاں تانے بیٹھی رہتی ہیں......''

''میں نے ایسا آخر کیا کہہ دیا...... جو وہ مہینے بھر سے ناراض اپنے گھر بیٹھی ہیں......؟''

''اب ان کی ایک ہی رٹ ہے جو میں قطعی ماننے والا نہیں ہوں......''

''بس اماں دماغ خراب ہو گیا ہے اس کا بھی اور خالہ کا بھی...... جو باؤلے پنے کی اس بات میں اس کا ساتھ دے رہی ہیں۔''

''میں بھی تو سنوں آخر شہزادی اور آپا کیا چاہ رہی ہیں......''

''وہ چاہتی ہیں کہ میں شہزادی کو لے کر ان کے ساتھ رہوں۔''

''آخر کیوں......؟''

''آپ کی بہن اکیلی جو رہتی ہیں...... شہزادی سے اپنی ماں کی تنہائی نہیں دیکھی جاتی۔''

''تو کیا میں اکیلی نہیں ہوں......؟'' دکھ سے ان کے دل سے آہ بھی نکل گئی۔

''شہزادی کا یہ کہنا ہے کہ ہماری دو بہنیں قریب قریب بیاہی ہیں...... وہ روزانہ گھر کا چکر لگا کر اماں کی خبر گیری کر سکتی ہیں۔''

''مگر بیٹا...... یہ بیٹیوں کی ذمے داری تو نہیں ہے کہ وہ ماں کا خیال رکھیں۔''

''میں نے بھی یہی کہا ہے...... مگر اس بے وقوف شہزادی کے دماغ میں کوئی بات ہی نہیں آ رہی ہے۔''

"تو ٹھیک ہے بیٹا...... تم وہاں جا کر رہ لو...... ویسے بھی آپا اکیلی تو ہیں ہی ناں...... تمہارے وہاں رہنے سے ان کو دوسراہٹ ہو جائے گی...... آئے دن کی تو وہ بیمار ہیں...... شاید شہزادی ٹھیک ہی کہتی ہے......!"

"نہیں اماں...... میں خالہ کی دیکھ بھال کرنے یہاں سے بھی جا سکتا ہوں...... مگر آپ کو کسی صورت نہیں چھوڑ سکتا......"

"نوید بیٹا...... اگر اس نہج پر سوچے گا ناں تو تیری شادی ٹوٹ جائے گی...... تجھے معلوم نہیں ہے کہ شہزادی کس قدر ضدی ہے......"

"ٹوٹتی ہے تو ٹوٹ جائے مجھے پروا نہیں ہے اس بدتمیز عورت کی جسے نہ میرا خیال ہے اور میرے گھر کا۔"

"ایسا نہیں کہتے بیٹے......" وہ آنکھوں میں آئے آنسو پیتے ہوئے...... وضو کرنے اٹھ گئیں...... ورنہ ان کا تو دل چاہ رہا تھا کہ آنسوؤں کے دریا بہا دیں...... مگر بعض مرتبہ ضبط کے تالے ہونٹوں پر ڈالنے کتنے ضروری ہو جاتے ہیں۔

☆======☆======☆

"اماں، بہو اور بیٹی میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ نوید کی جب بہنیں گھر آتی ہیں تو خالہ کا چہرہ کھل جاتا ہے...... بیٹیوں کو دیکھ کر خوب بھاگ بھاگ کر کام کرتی ہیں ان کا بس نہیں چلتا کہ ہر اچھی سے اچھی چیز انہیں حلق تک ٹھنسا دی جائے...... جب کہ ہر دوسرے دن وہ سر پر سوار ہو جاتی ہیں......"

"ان کے جانے کی تھکن بھی نہیں اترتی کہ وہ پھر وارد ہوتی ہیں...... اور میں میکے آنے کی بات کروں تو خالہ کو بھی برا لگتا ہے اور نوید کو بھی۔"

"ان کا بس نہیں چلتا کہ میرے آنے جانے پر مکمل پابندی عائد کر دیں۔"

"خالہ کو ہر وقت اپنی بیٹیوں کے مسائل اتنے بڑے بڑے نظر آتے ہیں...... کہ ہمہ وقت وہ ان ہی کو حل کرنے میں لگی رہتی ہیں...... اپنی بیٹیوں کی باتیں سن کر انہیں علیحدہ اکساتی ہیں (چڑھاتی ہیں) کہ فلاں موقع پر منہ بند کر کے کیوں بیٹھی رہی جواب دینا چاہیے تھا تاکہ لوگوں کو پتا تو چلتا کہ سچ کیا تھا بچی ہو کر بھی خواہ مخواہ جھوٹی بنی...... جب کہ ان کی چاروں بیٹیاں ایک نمبر کی جھوٹی ہیں...... کبھی گھڑی کا ٹائم بھی پوچھو تو ہمیشہ غلط بتاتی ہیں۔" شہزادی اپنی ماں سے اپنی سسرال کی شکایتیں کر رہی تھی۔

"بیٹا تمہارے یہاں مسلسل رہنے سے نوید کو تکلیف ہو رہی ہو گی...... اپنے گھر چلی جا...... خواہ مخواہ نوید برا مانے گا۔"

"جب میں نے کہہ دیا تو کہہ دیا کہ اب میں آپ کے ساتھ ہی رہوں گی اگر نوید کو رہنا ہے تو یہاں آ کر رہے اب میں خالہ کے پاس نہیں رہوں گی صرف نام کی اکیلی ہیں، ہر وقت تو ان کے پاس ان کی بیٹیوں کا مینا بازار لگا رہتا ہے۔"

"شہزادی بیٹا...... تو جانتی نہیں ہے...... نوید خاصا ضدی ہے...... ایک دو بچے ہو جائیں تو بیوی کی بات میں وزن پیدا ہو جاتا ہے...... کچھ دن صبر کر لے...... پھر میرے پاس آ جانا......"

"نہیں امی...... میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی...... اگر میں جاؤں گی تو آپ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی۔" شہزادی نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"نہ بابا...... میں کیوں تمہاری سسرال میں جا کر رہوں گی...... میں اپنے گھر میں ٹھیک ہوں۔"

"تو ٹھیک ہے...... میں بھی یہاں ہی رہوں گی...... نوید نے آنا ہے تو یہیں آ کر رہے۔"

"شہزادی، یوں ضد نہ کر...... اب اگر نوید لینے آئے تو چلی جانا بعد میں پھر آ جانا...... کسی بہانے کے ساتھ۔"

☆======☆======☆

صارم کا اصرار تھا...... عینی کے گھر والوں کو اپنے ہاں مدعو کیا جائے۔

بابو جی تو راضی تھے...... "ایسے اچھے لوگوں کو اپنے ہاں ضرور بلانا چاہیے...... آپس میں ملنے سے دو خاندان ایک دوسرے کے مزید قریب آ جائیں گے۔"

مگر امی کو ان کا بلانا منظور نہیں تھا۔

"ابھی میں نے صارم کے لیے لڑکیاں دیکھی ہی کہاں ہیں کہ میں اتنی جلدی سلیکٹ بھی کر لوں......"

"تو پھر آپ کتنی دیر لگائیں گی...... میرا مطلب ہے کہ اس کام کو کرنے کے لیے کتنا عرصہ چاہتی ہیں......؟" بابو جی امی سے پوچھ رہے تھے۔

"کم از کم دس بارہ لڑکیاں تو دیکھنی چاہئیں...... آپ کے خاندان میں تو درجنوں لڑکیاں دیکھی جاتی ہیں...... میں نے تو ابھی کسی کو اچھی طرح دیکھا ہی نہیں ہے۔"

"جبھی تو کہہ رہا ہوں آپ اظفر صاحب، ثمینہ بیگم کو فون کر کے کہہ دیں کہ اپنے ساتھ عینی کو بھی لے کر آئیں۔"

"وہ کیوں بھلا......؟"

"آپ نے کہا ہے ناں...... کہ آپ نے کسی کو اچھی طرح سے دیکھا ہی نہیں ہے کم از کم عینی کو تو اچھی طرح دیکھ لیں...... اور دوسرے وہ لوگ بھی ہمارا گھر دیکھ لیں...... ان کے مقابلے میں خاصا چھوٹا ہے...... شادی سے پہلے اگر وہ تمام امور پر غور کر لیں گے تو بہتر رہے گا۔"

"ان کی لڑکی ہمارے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہے...... وہ چھوٹے بڑے گھر کو کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔"

"ان کی ایک ہی بیٹی ہے...... ہر چیز دیکھنی چاہیے۔"

"جب لڑکیاں...... ہاتھوں سے نکل رہی ہوں تو پھر کچھ دیکھا نہیں جاتا...... بلکہ ایسی لڑکیوں کو دھکا دیا جاتا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... کتنے اچھے گھرانے کی کتنی اچھی لڑکی کے بارے میں ایسی

رائے...... مجھے تو افسوس ہو رہا ہے۔" بابو جی...... تاسف بھرے لہجے میں بولے

"ایسے لوگ کچھ دیتے دلاتے نہیں ہیں...... ہمارے خاندان والے کیا کہیں گے...... کہ کن فقیروں کے ہاں گئی...... جہاں سے چار عزت کی چیزیں بھی نہیں ملیں...... اب تو پیسے والے لوگ مکان تو لازمی دیتے ہیں...... مگر میں نے باتوں میں باتوں میں ثمینہ بیگم سے معلوم کرلیا تھا...... ان کا کوئی دوسرا مکان نہیں ہے...... ساری زندگی میں صرف ایک ہی مکان بنایا ہے...... اب وہ اپنی لڑکی کو مکان تو دینے سے رہے...... تو پھر ایسی لڑکی لانے کا فائدہ......"

"ہماری بھی تو دو بیٹیاں ہیں...... مکان تو کیا ہم تو کوئی چھوٹا سا فلیٹ بھی نہیں دے سکتے...... اور ساری زندگی ہم نے صرف بچوں کو ہی بنایا ہے بیگم اپنے بچوں کو پڑھانا، لکھانا مکان بنانے سے زیادہ اہم ہوتا ہے...... اب ہمارے بچے ماشاء اللہ خود اس قابل ہو رہے ہیں کہ وہ خود گھر بنا لیں گے...... ہمیں دوسروں کے مکانوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہی کیا ہے اور پھر سب سے بڑی بات...... جب شادی کی جاتی ہے تو اس میں فائدہ اور نقصان نہیں دیکھا جاتا...... شادی دو انسانوں کی ہو رہی ہے...... چیزوں کی نہیں ہو رہی عینی اگر جہیز لائی...... تو اس فلیٹ میں رکھنے کی جگہ ہے......؟ ہمیں تو ان سے از خود یہ کہنا ہوگا کہ پلیز پلیز بالکل نہ دیجئے کہ رکھنے کی جگہ ہی نہیں ہے...... مکان میں تو پھر بھی گنجائش نکلتی رہتی ہے...... مگر فلیٹ میں زمین نپی تلی ہوتی ہے......" بابو جی...... کی تقریر شروع ہو جاتی تو بند ہونی مشکل ہوتی تھی۔

"ابھی لڑکی ڈھنگ سے دیکھی نہیں ہے...... جہیز کے منع کرنے کی باتیں بھی شروع ہو گئیں...... یہ اپنا منا بھی زیادہ ہی تیز رو ہے......" دادی جان کو بھی بابو جی کی باتیں سن کر غصہ آ گیا۔

"سنئے...... آپ نے صارم کو سمجھانے کی کوشش ایک بار بھی نہیں کی ہے...... اس سے کہیے کہ صبر سے کام لے...... پہلے ہم مطمئن ہو جائیں...... لڑکی کے گھر والوں سے...... پھر ہی تو کچھ آگے سوچیں گے۔"

"سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں ہے...... جب ہمارے بچے کو لڑکی کو پسند ہے تو پسند ہے...... اور کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ شادی پسند کی ہو...... کم از کم آپ کا بیٹا آپ سے بعد میں یہ تو نہیں کہہ سکتا...... امی آپ نے میری لیے کیسی لڑکی کا انتخاب کرلیا جس سے میری ذہنی ہم آہنگی نہیں ہے...... یا وہ میری بات مانتی ہی نہیں ہے...... اب جیسی بھی لڑکی ہوگی وہ خود ہی بھگتے گا......"

"آپ تو یہی چاہے ہیں کہ میں اپنے ارمانوں میں آگ لگا دوں......؟" اب امی نے دوسری چال چلی یوں بھی وہ بابو جی کی باتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیا کرتی تھیں۔

"کیا آٹھ دس لڑکیاں دیکھ کر...... آپ کے ارمان پورے ہو سکتے ہیں...... تو روزانہ شام کی چائے کہیں نہ کہیں جا کر پی لیا کریں...... اپنے ساتھ صارم کو بھی لے جایا کریں...... یوں آپ کی خاطر مدارت بھی اچھی ہوگی۔"

"لڑکی چاہے جیسی بھی ملے...... کم از کم آپ کے ارمان تو پورے ہو جائیں گے ناں......" بابو جی نے استہزائیہ لہجے میں کہا...... تو امی خفت زدہ سی ہو گئیں۔

"میرا مطلب یہ تھوڑی تھا...... جو آپ سمجھ رہے ہیں۔"

"میں یہ کہنا نہیں چاہ رہی تھی......" اب وہ تاویلیں دے رہی تھیں۔

"بیگم...... ہمیں اپنے صارم کی شادی اس کی پسند سے کرنی ہے...... اس لیے آپ اظفر صاحب کے ہاں فون کر کے کہیں کہ وہ سب لوگ آئندہ ہفتے ہمارے گھر تشریف لائیں...... اور ہمارے ساتھ کھانا کھائیں۔"

"ان کے ہاں تو ہم چائے پی کر آئے تھے آپ کھانا کھلائیں گے......؟"

"ہاں...... مجھے اچھا لگے گا...... ہونے والا سماھیانہ کھانے کہ بہانے کچھ وقت ہمارے ساتھ گزارے۔"

"یہ پٹی ضرور صارم نے پڑھائی ہوگی......" دادی جان کو بھی یہ پروگرام پسند نہیں آ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے...... کہ میں فیصلہ خود بھی کر سکتا ہوں اور رائی کا پہاڑ بنانے سے گریز کرتا ہوں......"

"جو کام کرنا ہے...... تو اسے خواہ مخواہ ٹالنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"کون کام ٹال رہا ہے......؟" صارم گھر میں داخل ہوا تو بابو جی کا فقرہ سن کر مسکرا کر وانیہ سے بولا۔

"اب کوئی نہیں ٹالے گا...... کہ یہ کام جتنی جلدی ہو اچھا ہے......" بابو جی نے کہا۔

"مگر کام کیا ہے......؟" ماں کا اترا چہرہ دیکھ کر صارم نے بے چینی سے پوچھا۔

"تمہاری اور عینی کی شادی......" بابو جی کا لہجہ آہنی تھا۔

"کیا واقعی......؟"

"بابو جی...... کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔"

"کیا آپ نے یہ فیصلہ کرلیا ہے......؟"

"میری اور عینی کی شادی آپ کو قبول ہے......!"

"بابو جی...... آپ گریٹ ہو...... اتنی جلدی آپ نے فیصلہ بھی کرلیا۔"

"صارم خوشی سے سرشار...... بابو جی کے دونوں ہاتھوں کو تھامے دوزانو بیٹھا مسکراتے چہرے کے ساتھ کہہ رہا تھا۔

☆======☆======☆

صارم سرشار سا باہر نکلا تھا...... مگر اس کے جانے کے بعد بھی گفتگو بحث کا رنگ لیے تھی۔

''سوچ کے بے شمار راستے ہوتے ہیں اور بہت سے راستوں پر چل کر انسان منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور یوں بھی مجھے ایک دم کوئی بات طے کرنے والے لوگ بہت اچھے لگتے ہیں اس لیے ان کے اندر کی سچائی ابھر کر سامنے آجاتی ہے...... تو مجھے بھی یہ فیصلہ جلدی ہی کرنا تھا، عینی جب میرے بیٹے کو پسند ہے اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو خواہ مخواہ کے روڑے اٹکانے کی کیا ضرورت ہے......؟'' بابو جی...... دادی جان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہے تھے مگر وہ امی کو سنا رہے تھے۔

''پتا نہیں آپ کو غلط فہمی کیوں رہتی ہے کہ...... میں صارم کی خوشی کا خیال نہیں رکھتی ہوں...... بھئی وہ میرا بیٹا ہے...... میں کیوں اس کے خلاف جاؤں گی...... میری تو دل سے یہی خواہش ہو گی کہ اسے اچھی سے اچھی لڑکی ملے......!''

''بس یہیں آکر تو بات خراب کرتی ہیں آپ......'' بابو جی نے انہیں ٹوکا۔

''خواہ مخواہ میں ہی......'' وہ برا مان گئیں۔

''یہ خوب سے خوب تر کی تلاش ہی تو غلط ہے ہمارے بیٹے کو جب لڑکی پسند آچکی ہے تو اس کی تلاش تو ختم ہو گئی...... تو آپ کو یہ دردِ سری کرنے کی کیا ضرورت ہے......!''

''بطور ماں کیا یہ میرا فرض نہیں ہے کہ اپنی اولاد کے سامنے بہتر آپشنز رکھیں...... پھر وہ جس کو دل چاہے قبول کرلے......!''

''میرا خیال ہے...... کہ ہماری فیملیز میں اس طرح نہیں ہوا کرتا ہے...... جب کہ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اگر ہم صارم سے یہ کہہ دیں کہ تم عینی کو بھول جاؤ اور کسی دوسری جگہ شادی کرلو...... تو وہ عینی کو بھولے بغیر دوسری جگہ شادی کرنے پر تیار بھی ہو جائے گا...... مگر میں اپنے بچے پر ایسا ظلم روا رکھنا نہیں چاہوں گا۔''

''ٹھیک ہے...... باپ بیٹے کے سر پر عینی کا بھوت چڑھ ہی گیا ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے...... اب آپ ہی اظفر صاحب کو دعوت کا فون کر دیں کہ کسی دن ہمارے محل میں آجائیں اور اپنی بیٹی کو بھی لے آئیں تاکہ وہ بھی دیکھ لے...... کہ اسے اس چھوٹے سے فلیٹ میں اپنی زندگی گزارنی ہو گی......''

''ایسے معاملات کو خواتین ہی نمٹایا کرتی ہیں...... آپ ثمینہ بہن کو خود فون کیجیے...... بلکہ ابھی ہمارے

سامنے کیجیے......!'' بابو جی اس معاملے میں کوئی تاخیر نہیں چاہ رہے تھے۔

''ہاں...... ہاں...... کیوں نہیں......'' امی نے اسی وقت ڈائری میں سے نمبر دیکھ کر عینی کے گھر فون ملا دیا جسے ثمینہ بیگم نے ہی ریسیو کیا۔

''ثمینہ بہن...... ہم چاہتے ہیں کہ آپ، بھائی صاحب اور عینی بیٹی ہمارے گھر آئیں اور ہمارے ساتھ کھانا بھی کھائیں، دن کا تعین آپ خود کرلیں کہ ہفتہ بہتر رہے گا یا اتوار......''

امی نے بابو جی کا رٹا رٹایا جملہ دہرایا۔

''ان دنوں اظفر بہت مصروف ہیں...... جب مصروفیت کم ہو گی تو کسی بھی دن آجائیں گے......''

انہوں نے صاف ٹالا۔

''کیوں...... کیا اظفر بھائی رات کو گھر واپس نہیں آتے...... میرا مطلب ہے کام کی مصروفیت کے باعث وہ آفس میں ہی رہتے ہیں کیا......؟'' امی کے منہ سے بے ساختہ نکلا جسے سن کر بابو جی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ رینگ گئی۔

''نہیں، نہیں ایسی بات نہیں ہے...... وہ مغرب تک تو آجاتے ہیں......!''

''میں آپ کو ڈنر پر بلا رہی ہوں......'' امی نے زبردستی ہنس کر کہا۔

''ٹھیک ہے، میں اظفر سے پوچھ کر ہی بتاؤں گی......'' ثمینہ بیگم نے خدا حافظ کر کے فون کا اختتام جلدی سے کیا۔

''ادھر وہ خاتون ٹال رہی ہیں...... ادھر ہماری بیگم...... کسی کو احساس نہیں ہے کہ...... دو محبت کرنے والوں کو ایک کر دیا جائے۔'' بابو جی اپنے کمرے میں جا کر از خود بڑبڑا رہے تھے۔

''جس کی ماں اپنی بیٹی دینا نہ چاہے...... وہاں خواہ مخواہ زبردستی کی جائے، خوشامدیں کی جائیں...... بچی بات ہے مجھے تو ذرا بھی اچھا نہیں لگ رہا۔'' امی، دادی جان کے کمرے میں اپنی بھڑاس نکال رہی تھیں۔

تین چار دن تک جب وہاں سے کوئی فون نہیں آیا تو بابو جی نے اظفر صاحب کے موبائل پر خود رابطہ کیا۔

''آپ خیریت سے تو ہیں ناں...... میں تو کئی روز سے آپ کو یاد کر رہا تھا......'' اظفر صاحب نے پُر محبت سے لہجے میں کہا۔

''بھائی آپ ہمیں یاد کر رہے ہیں اور پھر بھی ہمارے گھر نہیں آرہے......؟'' بابو جی نے کہا۔

''جب آپ کا حکم ہو...... ہم آپ کے دولت خانے پر حاضر ہو جائیں گے۔''

''حکم کیسا...... یہ تو ہماری التجا ہے آپ، بھابی صاحبہ اور عینی بیٹی ہمارے غریب خانے پر تشریف لائیں۔''

''جی...... ہم ضرور آئیں گے......!'' اظفر صاحب نے مسرت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہماری بیگم نے تو بھابی صاحبہ کو فون کر کے کہا تھا اسی ہفتے یا اتوار کا ڈنر آپ ہمارے ساتھ کریں۔''

''ثمینہ شاید مجھے بتانا بھول گئیں...... میں ان سے مشورہ کر کے آپ کو بتاتا ہوں۔''

"جی ضرور...... میں منتظر رہوں گا......"

"گھر میں رہنے والی خواتین اب اتنی بھول بھلکو ہونے لگیں...... کہ اتنی اہم بات اپنے میاں کو بتانا بھول گئیں......" دادی جان نے بیٹے سے بات سن کر بہو سے تذکرہ کیا۔

"جان بوجھ کر نہیں بتایا ہوگا......" امی نے ہنس کر کہا اور یوں بھی وہ یہی چاہتی تھی کہ مورد الزام عینی کی امی ٹھہریں۔

"یہ کوئی اچھی بات ہے بھلا...... اپنے شوہر کو صحیح بات تک نہ بتائی جائے...... اپنی بیٹی کی ترتیب کن خطوط پر کرتی ہوں گی......" دادی جان بھی بال کی کھال نکالنے کی عادی تھیں۔

"اماں اگر سچی بات پوچھیں تو بے چاری ثمینہ کا بھی کوئی قصور نہیں ہے، اس کے ایک ہی بیٹی ہے ہوسکتا ہے اس نے اس کے لیے اپنے حساب سے کوئی لڑکا دیکھ رکھا ہو...... تو ایسے میں وہ کیوں صارم میں دلچسپی لے گی...... جب کہ وہ یہاں شادی کرنا بھی نہیں چاہتی...... اب اگر ہمارے میاں صاحب ان کی بے وجہ دعوت کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں...... یوں بھی ہم سب ایسے لوگوں کی بھی دعوت کرہی دیتے ہیں جن کی دل سے نہیں کرنا چاہیے۔"

"اگر صارم سے وہ شادی نہیں کرنا چاہے گی تو وہ کبھی بھی دعوت قبول نہیں کرے گی...... شادی بیاہ کے معاملات میں مردوں کی کہاں چلتی ہے عورتوں کی ہی چلتی ہے......" دادی جان نے دور کی کوڑی لاتے ہوئے کہا۔

"ہاں جیسے ہماری چل رہی ہے ناں......" امی بے اختیار ہنس پڑیں۔

"اماں ہم کون سا انہیں بلانا چاہتے ہیں مگر بلانا پڑ رہا ہے یہی معاملہ ان کے ساتھ ہو رہا ہے اس لحاظ سے ہم دونوں مجبور ہیں......!"

"مگر یہ عورت مجبوری کی ہرگز نہیں ہے...... یہ ہمارے بھائی کی شادی کے سلسلے کی اہم کڑی ہے......" وانیہ نے فخر آمیز لہجے میں کہا...... اور دادی جان اسے دیکھ کر مسکرادیں۔

☆======☆======☆

"حد ہوگئی ہے آپ کی بے پروائی کی...... آپ نے صارم کے گھر سے آنے والی دعوت کا مجھ سے تذکرہ تک کرنا ضروری نہیں سمجھا......" اظفر صاحب نے ثمینہ بیگم کی کلاس لیتے ہوئے کہا۔

"میری طبیعت خراب تھی...... میں بھول گئی...... اور وہ ایسے اہم ہمارے عزیز کب سے ہوگئے جن کے ٹیلی فون کی بھی حاضری لگتی ہے......"

"ہمیں ان کے گھر جانا ہے...... اس ہفتے یا اتوار کو......!"

"اس ویک تو مجھے امی کے ہاں جانا ہے کئی ہفتے پہلے کہہ چکی ہوں میں ان لوگوں سے...... میں کسی صورت ان کے ہاں نہیں جاسکتی......" ثمینہ بیگم ضدی سے لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے، آئندہ سنڈے ٹھیک رہے گا...... اس دن تو تم کہیں بزی نہیں ہوناں......؟" اظفر تمسخرانہ لہجے میں جملہ چبا کر بولے۔

"ہاں...... تو پھر......" ثمینہ بیگم کو اظفر کا یہ اصرار انتہائی برا لگ رہا تھا۔

"میں فون کر رہا ہوں، ان کے گھر کہ ہم لوگ آئندہ ہفتے ان کے گھر آ رہے ہیں اور کھانا بھی ان کے ساتھ کھائیں گے۔"

"ہم پہلی دفعہ جا رہے ہیں...... تو کھانا کھانے کی کیا ضرورت ہے...... چائے وائے پی کر آجائیں گے۔"

"یہ دعوت انہوں نے ہی دی ہے...... اور مجھے کسی کی دعوت رد کرنا پسند نہیں ہے......!"

"ہونہہ، میرے میکے میں جانے سے کتنی جان چھڑاتے ہیں، کیا میں جانتی نہیں ہوں......" ثمینہ بیگم نے سوچا مگر منہ سے کچھ کہا نہیں۔

اظفر اسی وقت صارم کے والد کو فون کر کے ان کی دعوت قبول کرنے کی اطلاع دے رہے تھے۔ ثمینہ بیگم کو یہ دیکھ کر اچھا نہیں لگا...... تو وہ وہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئیں۔

☆======☆======☆

"دعوت تو ان لوگوں نے یوں قبول کرلی جیسے انتظار میں ہی بیٹھے تھے......" دادی جان نے مٹر چھیلتے ہوئے ہنس کر کہا۔

"اچھے لڑکے ملتے کہاں ہیں......؟ سمجھدار باپ ہے اس نے بالکل صحیح فیصلہ کیا......" امی نے کہا۔

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ گھر میں عینی کی ماں کی نہیں چلتی......" دادی جان نے تبصرہ کیا۔

"یہ تو خیر بعد میں پتا چلے گا......"

"ہمارا فلیٹ تو ثمینہ کو بالکل بھی اچھا نہیں لگے گا......"

"اظفر صاحب کو بھی یہ فلیٹ کون سا کشادہ مکان نظر آئے گا......"

"ہوسکتا ہے یہاں آکر...... ہمارا گھر دیکھ کر...... وہ ہمارے بیٹے کی جان چھوڑ دیں...... اور صاف کہہ دیں کہ ہم اپنی بیٹی کی شادی یہاں نہیں کرسکتے......"

"اماں اگر انہیں لڑکا پسند ہے تو چھوٹا گھر کوئی اہمیت نہیں رکھتا......"

"اگر عینی کے باپ نے ہامی بھرلی...... تو منا تو تیار ہی بیٹھا ہے کہ صارم کی شادی جھٹ پٹ عینی سے ہوجائے۔" دادی جان نے گھبرا کر امی سے کہا۔

"اگر قسمت میں عینی ہی لکھی ہے تو میں اور آپ کیا کرسکتے ہیں......!" امی نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"مگر تیرے ارمانوں کو تو آگ لگ جائے گی۔"

"قسمت میں جو دکھ لکھے ہیں وہ تو ضرور ملیں گے۔"

"صارم تمہاری بات مانتا تو ہے، تم کیوں نہیں اس کو منع کردیتیں۔"

"ایسا میں نہیں چاہتی......"

"مگر کیوں......؟"

"وہ سمجھے گا کہ میں اس کی خوشیوں میں رکاوٹ بن رہی ہوں۔"

"تو پھر......؟"

"اگر صارم کی شادی عینی سے ہوتی ہے تو میں نہ چاہتے ہوئے بھی اس کو قبول تو کروں گی ناں......"

"اُف کیا ہونا چاہئے اور کیا ہو رہا ہے......" دادی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔

☆======☆======☆

اظفر صاحب نے دعوت قبول کر لی تھی......اب وہ جا رہے تھے......پہلی مرتبہ صارم کے ہاں جائیں تو کچھ تحائف بھی ساتھ لے کر جائیں۔

"یہ تو منگنی کہلائے گی، وہ لوگ تو ہماری عینی کے لیے کچھ نہیں لائے تھے۔"

"ہم اپنے دوستوں کو اگر تحائف دیتے ہیں تو کیا منگنی کی رسم ادا کرتے ہیں، تحائف تو ایک دوسرے کو یوں بھی دینے چاہئیں۔" اظفر صاحب نے بیوی کو سمجھایا۔

"تو پھر آپ کے خیال میں کیا لے جانا چاہئے......"

"صارم کے والد شیروانی پہنتے ہیں ان کے لیے گرم شیروانی کا کپڑا......ایک سوٹ صارم کی والدہ کے لیے ایک سوٹ شال سمیت صارم کی دادی کے لیے اور چار پانچ پونڈ کا کیک لے لیں گے۔"

"یہ دادی کے لیے جوڑا لینے کی کیا ضرورت آ گئی......" ثمینہ بیگم یہ ساری تفصیل سن کر کلس کر بولیں۔

"ہمارے ہاں بزرگوں کو پہلے اہمیت دی جاتی ہے اگر صارم کی نانی حیات ہوتیں تو ان کے لیے بھی جوڑا لے کر جانا چاہیے تھا......"

"میرے خیال سے تو صرف کیک ہی کافی ہے جس طرح وہ لوگ صرف ایک کیک لے کر آ گئے تھے۔"

"آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا گھر میں سے یہ جوڑے نکل آئیں گے یا بازار سے لانے ہوں گے۔"

"گھر میں سے ہی نکل آئیں گے......لینے دینے کے لیے میرے پاس ایک پیٹی کپڑا رکھا ہے......"

"ٹھیک ہے، آپ ان کی اچھی سے پیکنگ کر لیجئے جانے میں صرف چار دن رہ گئے ہیں۔"

ادھر صارم نے دو قیمتی پرفیوم لا کر وانیہ کو دے دیے تھے کہ جب عینی ان کے گھر آئے تو وہ ایک پرفیوم عینی اور ایک ان کی والدہ کو امی کی جانب سے ضرور دے۔

امی ابھی اس پروگرام سے لاعلم تھیں......مگر وانیہ نے اس کی پیکنگ کروا لی تھی۔

☆======☆======☆

"کیا خیال ہے ساجد صاحب کی لڑکی دوبارہ جا کر دیکھ لیں......ڈاکٹر ہے......خوب صورت ہے......سلمان کے ساتھ اچھی لگے گی......ساجد صاحب ہمارے پرانے ملنے والے ہیں حد درجہ مہمان نواز، نیک و شریف، مروت و لحاظ والے ہیں......" رخسانہ بیگم نے......شام کی چائے پیتے ہوئے اپنے میاں سے کہا۔

"کوئی مضائقہ نہیں......اچھے لوگ ہیں......ہم نے خواہ مخواہ جاوید صاحب کی لڑکیاں دیکھنے میں ٹائم ضائع کیا۔ شوبز کی دیوانی لڑکیاں......گھروں میں تھوڑی ٹکا کرتی ہیں۔"

"اگر یہ صارم بیچ میں نہ آتا تو شاید ہماری بات بن جاتی......مگر مجھے تو ایسی بہو لانی ہرگز پسند نہیں ہوگی

جو صارم کو دیکھ کر دیوانی ہو جائے......"

"آج کل حق صاحب کی بھی ایک بھانجی ان کے گھر آئی ہوئی ہے......تم اس کو بھی دیکھ لینا......"

"دبئی والی بھانجی یا کوئی دوسری ہے......؟" رخسانہ بیگم نے پوچھا۔

"میرا تو خیال ہے حق صاحب کی ایک ہی بہن ہیں جو عرصہ دراز سے دبئی میں رہتی ہیں......ان ہی کی لڑکی ہوگی کل حق صاحب سے ملنا تھا تو ان کا فون آ گیا کہ ان دنوں مصروف ہوں، میری بھانجی آئی ہوئی ہے اسی کو لے کر ہم لوگ گھوم رہے ہیں۔"

"ہم ان دونوں لڑکیوں کو دیکھ لیتے ہیں......آپ فون پر ٹائم لے لیں کہ مغرب کے بعد ہم ان کے گھر جا سکتے ہیں، بغیر اطلاع کسی کے ہاں جانا مجھے پسند نہیں ہے اور نہ ہی یہ اچھا لگتا ہے کہ کوئی بغیر اطلاع میرے گھر آئے......"

"اس وقت شاید دونوں کے ہی موبائل بند ہیں۔" رحمان صاحب نے اپنا موبائل رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک دو روز بعد چلے جائیں گے......" رخسانہ بیگم نے کہا۔

مگر بعض مرتبہ وقت اپنی طنابیں کھینچ لیتا ہے۔

رخسانہ بیگم جو بجی سنوری سی کہیں جانے کے لیے تیار تھیں کہ ان کی دوست کا فون آ گیا......جو سلمان کی شادی کی نہ صرف انہیں مبارک باد دے رہی تھیں بلکہ شکایت الگ کر رہی تھیں بتایا کیوں نہیں......ان دنوں تو وہ امریکہ میں ہی تھیں بہ آسانی تقریب میں شرکت بھی کر سکتی تھیں۔

رخسانہ بیگم کے ہاتھ سے پہلے موبائل گرا پھر پرس گرا اور پھر وہ خود صوفے پر ڈھے سی گئیں۔

"رخسانہ کیا ہوا، طبیعت تو تمہاری ٹھیک ہے ناں......؟" رحمان صاحب کمرے میں داخل ہوئے تو بیوی کو یوں پریشان اور حواس باختہ دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

"سلمان نے شادی کر لی ہے......" وہ روہانسی سی بولیں۔

"لوگ بے پر کی اُڑاتے ہیں......تم نے فوراً یقین بھی کر لیا......سلمان اگر شادی بھی کر لے تو ایسی کون سی برائی کی بات ہے ہم اس کی شادی کریں یا وہ خود کرے......اس میں تضحیک کا پہلو کہاں سے نکلتا ہے، سلمان لڑکی تو نہیں ہے......لڑکا ہے......وہ خود بھی کر سکتا ہے......آج کل تو لڑکیاں اپنی پسند کی شادی کر رہی ہیں......"

"سلمان نے اگر شادی کر لی ہے......تو کیا اسے نہیں چاہئے تھا کہ ہمیں اس کی اطلاع دیتا......"

"ہاں......اگر ایسا ہوا ہے تو غلط ہے......!"

"میں فون کر کے پوچھتا ہوں کہ معاملہ کیا ہے......؟"

اور جب سلمان سے انہوں نے بات کی تو وہ کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"دوستوں کے ساتھ اگر کوئی گھوم پھر لے تو کیا ہوا......؟ کلی میری نہ صرف آفس فیلو ہے بلکہ دوست بھی ہے......ہمارے اپارٹمنٹ بھی قریب قریب ہیں یہ سب دیکھ کر لوگوں نے اپنی پسند کی کہانی بنا لی۔"

"ہونہہ، یہ مسز جمیل تو ہمیشہ کی جھوٹی عورت ہیں......پتا نہیں کیوں اس نے ان کی بات پر یقین کر لیا،

مجھے تو انہیں اسی وقت بے بھاؤ کی سنانی چاہئے تھیں......" رخسانہ بیگم اپنے چہرے کو تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"لے کر اچھا موڈ بھی غارت ہو گیا، کوئی اچھی سی ڈی لگائیے...... کہ ذہنی تکان تو کم ہو...... جو انجانے میں بڑھ گئی ہے......"

"اب لوگ اچھے لڑکوں میں کیڑے ڈالنے کی فکر میں رہتے ہیں...... ہمارے جیسے بچے چونکہ کسی کے ہیں نہیں اسی لیے یہ افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں......" رحمان صاحب بیوی کو رسان سے سمجھا رہے تھے۔

"مسز جمیل کو تو نہ صرف ان کے بیٹے نے چھوڑا...... بعد میں بیٹی نے بھی کورٹ میرج کی......اب وہ گاہے بہ گاہے خود ہی سب سے ملنے چلی جاتی ہیں...... ان سے ملنے تو ان کے بچے پاکستان آتے نہیں ہیں......اس لیے وہ اس قسم کی باتیں کر کے خوش تو ہوں گی ناں......!"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں......اب اگر آئندہ کسی نے ایسا کچھ کہا تو میں اسی وقت کہنے والے کے دانت کھٹے کر دوں گی۔ میرے بچے جیسے فرمانبردار تو کسی کے ہو ہی نہیں سکتے...... ہم نے جوان پر محنتیں کی ہیں...... پیسے کو پانی کی طرح بہایا ہے...... ایسا بھلا کون کر سکتا ہے......؟"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ......"

"میں تو مسز جمیل کے بہتان سے اتنی محتاط ہو گئی ہوں...... کہ سوچ رہی ہوں کہ اب لوگ ریحان، عمران اور رضوان کو بھی نہیں چھوڑیں گے...... اور یوں بھی ریحان اور عمران کے لیے تو لوگ لڑکی بن بن کر خود خط لکھتے رہتے تھے......لوگوں کا کام باتیں بنانا ہوتا ہے اور ہمیں...... یہ سب دیکھنا ہوگا...... کہ کون ہمیں کس طرح گرانا چاہتا ہے......!"

"مشہور لوگوں سے تو سب ہی جلتے ہیں اب شہر میں ہمارا نام ہے، عزت و توقیر ہے......تو لوگ جلیں گے تو سہی......!"

"مگر آپ ہر حال میں پُرسکون رہیں گی......" رحمان صاحب نے سمجھایا۔

☆======☆======☆

کتنے ہی پروگرام بنالیں اور کتنی ہی تیاری کر لیں ہوتا وہی ہے جو قدرت چاہے......اب چھ دسمبر کو اظفر صاحب کی فیملی کو صارم کے ہاں آنا تھا، دونوں گھر میں اپنے اپنے حساب سے تیاریاں ہو چکی تھیں۔

ثمینہ آنا نہیں چاہتی تھیں...... مگر وہ اپنے میاں کی وجہ سے آ رہی تھیں...... ان کا یہ بھی خیال تھا...... ان کے ہاں سے آ کر وہ اس رشتے کی مخالفت بہ آسانی کر سکیں گی۔

امی انہیں بلانا نہیں چاہتی تھیں مگر صارم بھائی اور پھر بابو جی کے کہنے پر انہیں بلایا گیا تھا......امی کا بھی یہی خیال تھا کہ یہاں آنے کے بعد وہ دل برداشتہ ہو جائیں گی ایک کشادہ سے بنگلے میں رہنے والوں کو یہ چھوٹا سا فلیٹ ہرگز پسند نہیں آئے گا...... جو سامان اور لوگوں سے ابلا پڑ رہا تھا۔

مگر قدرت کو ابھی ان کا ملانا منظور نہ تھا۔

چار دسمبر کی شام اچانک ہی سکینہ پھپھو سر پر چوٹ لگنے کے باعث آناً فاناً ختم ہو گئیں...... صارم بھائی

کے ساتھ امی، بابو اور دادی جان کو فوراً گاؤں جانا پڑا...... پھپھو کا آنگن میں صرف پیر پھسلا تھا اور وہ سر کے بل ایسی گری تھیں کہ زندگی ہار بیٹھیں۔

اس اچانک پڑنے والی افتاد پر نوشابہ تو بالکل ہی بدحواس ہو گئی تھی...... امی اور صارم تو ایک ہفتے کے بعد کراچی آ گئے تھے ہاں بابو جی اور دادی جان وہیں نوشابہ کے پاس تھے۔

اس اندوہ ناک واقعے نے ان سب کو غم زدہ کر دیا تھا کہ اظفر صاحب کو فون تک کرنا بھول گئے کہ یہ دعوت ملتوی ہو چکی ہے۔

اور جب چھ دسمبر کی شام کو اظفر صاحب کا فون آیا کہ ہم ساڑھے آٹھ بجے تک آپ کے ہاں پہنچ جائیں گے تب وانیہ نے اپنی پھپھو کی فوتگی کی اطلاع دیتے ہوئے کہا۔ "امی، بھائی اور بابو جی تو یہاں ہیں ہی نہیں وہ تو گاؤں گئے ہوئے ہیں...... ویری سوری آپ کو پہلے اطلاع نہیں دے سکے۔"

"میں سمجھ سکتا ہوں، اس ناگہانی حادثے نے آپ لوگوں کو کس طرح پریشان کر دیا ہوگا...... جب بھائی صاحب آ جائیں تو ہم تعزیت کے لیے آئیں گے۔"

"دیکھو تو...... کسی کو بھی خیال نہیں آیا کہ ان لوگوں کو فون کر کے بتا تو دیتے......اب وہ سب یہاں آنے کے لیے تیار ہو گئے ہوں گے...... تو انہیں پتا چلا کہ انہیں ہمارے گھر نہیں آنا......" وانیہ...... اپنی چھوٹی بہن سے تاسف بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"ظاہر ہے ہماری پریشانی ہی اتنی بڑی تھی...... ہماری پیاری پھپھو اب اس دنیا میں نہیں رہیں......اور بے چاری نوشابہ کے والد تو پہلے ہی ختم ہو چکے اب ماں بھی نہیں رہی...... وہ تو اس دنیا میں بالکل ہی اکیلی ہو گئی ہے......"

"شاید بابو جی اسے اپنے ساتھ لے آئیں......"

"ہاں...... لے کر تو آنا چاہئے......"

"مگر امی کو...... نوشابہ کا ہمارے ہاں رہنا کبھی اچھا نہیں لگتا، وہ کبھی نہیں چاہیں گی کہ نوشابہ ہمارے گھر آئے......اس لیے دیکھ لینا نوشابہ خود نہیں آئے گی ہمارے گھر...... پہلے جب وہ آئی تھی امی کے برتاؤ کی وجہ سے وہ چپ چپ سی رہنے لگی تھی۔"

"ہاں...... یہ تو ہے مگر امی کو ایسا نہیں کرنا چاہئے...... اتنی اچھی ہماری کزن ہے، سب سے اتنی محبت کرتی ہے...... مگر امی خواہ مخواہ اس سے تاؤ کھاتی ہیں۔"

"بس وہ ڈرتی ہیں...... کہ کہیں بابو جی اپنے صارم بھائی کی شادی نوشابہ سے نہ کر دیں......" چھوٹی بہن نے ہنس کر کہا۔

"امی تو ہر لڑکی سے ڈرنے لگی ہیں...... شاید وہ چاہتی ہی نہیں ہیں صارم بھائی کی شادی ہو۔" وانیہ نے تلخ سے لہجے میں کہا۔

"نہیں وانیہ...... ایسی بات تو نہیں ہے، امی کو تو بڑا ارمان ہے کہ صارم بھائی کی شادی خوب دھوم دھام سے ہو۔"

"صرف کہتی ہیں مگر کرنا نہیں چاہتیں...... عینی کتنی اچھی لڑکی ہے بھائی کو پسند ہے...... مگر اس سے بھی کتنا خار کھاتی ہیں، ان کی یہ دلی خواہش ہے کہ عینی کی والدہ اس شادی میں خود ہی روڑے اٹکا دیں تاکہ صارم بھائی کی شادی کا قصہ از خود ختم ہو جائے۔"

"مگر جاوید صاحب کی لڑکیاں تو انہیں بے حد پسند آئی تھیں وہ جانتی تھیں...... ان کی کلاس ہماری کلاس سے بہت بڑی ہے...... اور وہ کسی صورت اپنی بیٹی صارم بھائی سے نہیں بیاہتے......"

"امی ایسا کیوں کر رہی ہیں......؟"

"وہ صارم بھائی سے پہلے میری اور تمہاری شادی کرنا چاہتی ہیں......"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو......؟"

"ایک بار میں نے ان کی باتیں سنی تھیں...... وہ اپنی کسی دوست سے فون پر بات کر رہی تھیں......"

"مگر صارم بھائی ہم سے کتنے بڑے ہیں ان کی شادی ہو جانی چاہئے...... ہماری تو ابھی ایجوکیشن مکمل نہیں ہوئی...... شادی کا کہاں سے وقت آ گیا ہے......"

"اب اگر امی اس نہج پر سوچ رہی ہیں تو کیا کریں......؟"

"ان کو سمجھایا تو جا سکتا ہے......؟"

"اب ہم تو نہیں سمجھا سکتے......"

"ہاں، یہ تو ہے مگر دعا تو کر سکتے ہیں ناں......"

"ہاں دعا کرتے ہیں......" وہ دونوں ہنستے ہوئے بولیں۔

"کیا دعا کریں......" دونوں ہاتھ اٹھا کر پھر ہنسیں۔

"اب یہ دعا تو نہیں مانگ سکتے ناں...... کہ اے اللہ ہماری شادی نہ ہو......"

"ہاں یہ تو ہے......" وہ دونوں پھر ہنسنے لگیں۔

☆======☆======☆

والدین کو خواہ مخواہ کی پریشانی سے نکالنے کے لیے...... سلمان نے دس دن کے لیے پاکستان آنا مناسب سمجھا۔

رحمان صاحب اور رخسانہ بیگم اسے یوں اچانک دیکھ کر خوشی سے سرشار ہو گئے۔

"تم نے بتایا کیوں نہیں کہ تم آ رہے ہو......؟"

"میں آپ کا رنجیدہ لہجہ برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا...... اس لیے پروگرام کے بغیر آیا ہوں کہ ممی، ڈیڈی کو مسکراتا دیکھوں......"

"اب اگر ہم اپنے فرینڈز کے ساتھ گھومتے پھرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم نے شادیاں بھی کر لیں ہیں...... اب آپ بتائیں، لوگوں کی باتوں کی وجہ سے کیا ہم گھومنا پھرنا بھی بند کر دیں۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم...... میں خواہ مخواہ ہی اسے سچ سمجھ بیٹھی تھی۔"

"ممی...... آپ سے میرا یہ وعدہ ہے آپ جس سے بھی کہیں گی، میں اس سے شادی کر لوں گا...... آپ

یقین کریں...... اگر آپ گاؤں والی نوشابہ سے بھی کہیں گی ناں تو اس سے بھی کر لوں گا......" وہ ہنس کر بولا۔

"میرا کیا دماغ خراب ہے...... جو اس گنوار اور جاہل لڑکی سے تمہاری شادی کروں گی۔"

"تم اپنے حساب سے وہاں پر بھی دیکھ سکتے ہو...... میں اور تمہارے ڈیڈی وہاں آ جائیں گے۔"

"ممی...... لڑکیاں تو وہاں بہت ہیں اچھی بھی ہیں مگر جو بات پاکستان کی لڑکیوں میں ہے وہ کہیں نہیں ہے...... یہاں کی لڑکیاں شادی کے بعد ہر حالت میں ایڈجسٹ کرنا چاہتی ہیں...... جبکہ باہر ایسا مجھے تو کم از کم نظر نہیں آتا......"

"تو پھر یہاں کے لڑکے باہر جا کر کیوں شادیاں رچا لیتے ہیں......؟" رحمان صاحب نے پوچھا۔

"کسی خاص فائدے کے پیشِ نظر ایسا کرتے ہوں گے تو یہ دوسری بات ہے کہ آج کل ہر شخص ہر جگہ اپنا فائدہ ضرور دیکھتا ہے......"

"مگر بیٹا...... کیا شادی بھی نفع نقصان کے حوالے سے ہوتی ہے......"

"بالکل...... اس میں تو یہ سب سے زیادہ دیکھا جاتا ہے...... لڑکی والے اچھے سے اچھا لڑکا ڈھونڈتے ہیں جو پیسے کے لحاظ سے بھی تگڑا ہو جو ان کی بیٹی کو عیش و آرام پہنچا سکے...... اسی طرح لڑکے والے اچھی سے اچھی لڑکی دیکھتے ہیں جو خوب صورت ہونے کے ساتھ اچھا جہیز، کیش لے کر آئے...... اور اگر جائیداد لے کر آئے تو اس سے زیادہ اچھی کوئی بات نہیں ہے۔ پاکستان میں تو اب شروع ہوا ہے۔ جاب کرنے والی لڑکیوں کی مانگ میں اضافہ ہو رہا ہے مگر باہر کے ملکوں میں شادی اسی لڑکی سے کی جاتی ہے جس کی اچھی جاب ہو...... یعنی شادی کے بعد وہ اپنے خرچے خود اٹھانے کی سکت رکھتی ہو......"

"یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے......؟" رحمان صاحب نے حیرت سے کہا۔

"اب آپ اسے بری بات کہہ دیں یا کچھ اور مگر مہنگائی اب پوری دنیا میں بڑھ رہی ہے جس کے پاس جتنا پیسہ ہے اس کے اسی کے حساب سے خرچے ہوتے ہیں...... اس لیے جاب کرتی ہوئی بیوی ہر شخص کی ضرورت ہے...... اچھی طرح جینے کے لیے بیوی کا کمانا کوئی بری بات نہیں ہے۔" سلمان نے جیسے اپنا مفہوم اپنے والدین پر واضح کیا۔

"بیٹا کیا تمہیں بھی ایسی ہی لڑکی چاہئے......" رخسانہ بیگم نے سلمان سے پوچھا...... ان کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ کہے گا...... "امی...... میں ایسی لڑکی نہیں چاہتا میں تو دوسروں کی بات کر رہا ہوں۔" مگر اس نے تو اسی دھڑلے سے بڑے آہنی لہجے میں کہا۔

"ممی...... میں تو ایسی لڑکی سے شادی کروں گا جس کی تنخواہ مجھ سے دگنی ہو۔"

"مگر بیٹا تمہارے پاس کسی چیز کی کمی ہے......؟" رحمان صاحب اپنے بیٹے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے بولے۔

"ڈیڈی...... ان سیدھے سادے انداز میں زندگی نہیں گزرتی...... لگژری زندگی...... مہنگی ہوتی ہے، اس کے لیے پیسہ چاہئے...... اور اگر لائف پارٹنر اچھی جاب کرنے والا ہو تو زندگی سہل ہو جاتی ہے۔"

"پاکستان کی لڑکیاں اگر شادی سے پہلے جاب بھی کر رہی ہوں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ شادی

کے بعد جاب نہ کریں اور سکون سے اپنے شوہر کے ساتھ زندگی گزاریں......" رخسانہ بیگم نے بیٹے کو سمجھانے کی سعی کی۔

"جبھی تو میں یہ سوچتا ہوں کہ شادی باہر ہی کرنی چاہیے۔"

"بیٹے تم سوچتے ہو...... یا شادی کر چکے ہو؟" رحمان صاحب نے بیٹے کی دائیں انگلی میں ایک نازک سے انگوٹھی دیکھ کر تمسخرے بھرے لہجے میں پوچھا۔

سلمان...... لمحے بھر کے لیے تو بوکھلایا...... اور پھر ہنس کر بولا۔

"ڈیڈی آپ جوک اچھا کر لیتے ہیں......؟"

"پتا نہیں کون کس سے مذاق کر رہا ہے......" رحمان صاحب نے دل میں سوچا مگر کہا نہیں...... انہیں سلمان پہلی نظر میں ہی جس طرح بدلا بدلا سا لگا تھا...... انہیں یقین آ گیا تھا کہ وہ شادی کر چکا ہے۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد...... وہ اپنا موبائل سننے کے لیے وہ ان کے پاس سے ہٹ کر جاتا...... اور انگریزی میں بات کرتا اس کی ہنسی، اس کی آنکھوں کا نشہ اور اس کے لبوں کی مسکراہٹ صاف صاف کہہ رہی تھی کہ وہ جس سے بات کر رہا ہے وہ اس کے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔

مگر اس کے پل پل بدلتے لہجے نے انہیں خاصا چونکا سا دیا تھا۔

مگر وہ کبھی خود بھی پریشان سے ہو جاتے اور انہیں اپنے تمام خیالات باطل سے نظر آنے لگتے جب سلمان...... انہیں ویسا ہی نظر آتا...... جیسا کہ وہ یہاں سے گیا تھا۔

"یہ خون کے رشتے بھی کیسے دکھ دے...... دیا کرتے ہیں۔" رحمان صاحب سوچ رہے تھے ان کے ذہن میں بیٹے کا رویہ اور لہجہ پل پل رنگ بدل رہا تھا...... "ایسا کیوں ہو رہا ہے۔" انہوں نے اپنے آپ سے پوچھا...... مگر اس وقت ان کا دل بھی انہیں کوئی جواب دینے سے قاصر تھا...... تب انہیں یہ محسوس سا ہوا کہ۔

خزاں کا سرد موسم ہے
فضا میں اِک اداسی ہے
کہر کی زد میں آیا ہے
ہر اِک رشتہ ہر اِک ناتا
ہوا کا سرد اِک جھونکا
کھلی کھڑکی سے آیا ہے
یہ کہنے غم نہ کر ہرگز
دہر کی سرد مہری کا
گرا ہے ٹوٹ کر پتا
لیے اِک اوس کا قطرہ
ذرا سی روشنی پا کر
گہر بن کے ہے وہ چمکا

میرے دل میں بھی اِک پل کو
ستارہ جگمگایا ہے
دلوں کو رنج دے کر بھی
یہ موسم بیت جائے گا
نگاہ ہے منتظر میری
کبھی سورج بھی چمکے گا

اور واقعی اعتماد کا سورج روشن ہو ہی گیا...... جب سلمان نے انہیں ڈھیر ساری تصاویر بھیجیں جس میں وہ اپنے آفس کے یونٹ کے ساتھ خوب ہلا گلا کر رہے تھے۔

"ڈیڈی...... اب اگر لوگ ہمیں کہیں دیکھ کر اپنی پسند کی کہانیوں میں رنگ بھر کر آپ لوگوں کو سنانے لگیں تو آپ کو پہلا یقین اپنی اولاد کا ہونا چاہیے۔"

"ہاں ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے ہمارا بیٹا......" انہوں نے فخر سے ہنس کر بیوی سے کہا تھا۔

☆======☆======☆

کھلی فضا میں کوئی تیر چھوڑے...... تو کیا وہ تیر واپس آ سکتے ہیں۔

نہیں ان کا تو پتا ہی نہیں چل گا کہ وہ گئے تو کہاں گئے...... ان کے رخ اور سمت تک کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ وہ پورب کو گئے یا پچھم کو......

اولاد کا بھی یہی معاملہ ہوتا ہے...... خصوصاً بیٹوں کا...... جب وہ پردیس جائیں تو وہ بھی ان تیروں کی طرح ہوتے ہیں جو کبھی واپس نہیں آتے...... مگر رخسانہ بیگم بہت خوش قسمت ماں تھیں...... جوان کا بیٹا سلمان صرف ان کی غلط فہمی دور کرنے چلا آیا۔

ورنہ لڑکے وہ بھی آج کل کے...... ایسے کہاں ہوتے ہیں وہ تو صرف آگے بڑھنا چاہتے ہیں پیچھے پلٹ کر دیکھتے ہی نہیں۔

سلمان نے سارا وقت ان کے ساتھ بتایا تھا...... اور اس کا ہر روز یہی کہنا تھا...... "ممی آپ کہیں تو میں عینی سے بھی شادی کر سکتا ہوں......"

"کیا عینی تمہیں پسند ہے......؟" انہوں نے بیٹے کو ٹٹولا۔

"وہ آپ کی بھتیجی ہے...... یقیناً آپ کو زیادہ اچھی لگتی ہوگی۔"

"اچھی تو مجھے اس شہر کی آدھی لڑکیاں لگتی ہیں...... اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ انہیں اپنی بہو بنا کر لے آؤں گی۔"

"امی...... میرا یہ مطلب ہے کہ میں اگر عینی سے شادی کر لوں تو وہ آپ کے پاس رہے گی اور میں اپنی جاب وہاں سکون سے کرتا رہوں گا...... وہاں مجھے یہ طمانیت رہے گی کہ میری بیوی...... میری ماں کے پاس ہے۔"

"عینی کو میں نے کبھی اپنی بہو کی نظر سے نہیں دیکھا...... اور اگر دیکھ بھی لوں...... تو اس کی ماں سے کبھی

میرے پاس نہیں رہنے دے گی، ان کی یہی خواہش ہوگی کہ عینی تمہارے ساتھ ہی رہے، بے شک تم سال میں پاکستان کے چار چکر لگالو...... مگر ان کی ایک ہی رٹ رہے گی......"

"مما...... صارم کی بہن وانیہ تو بہت اچھی سی ہے...... مجھے صارم ہمیشہ اچھا لگا ہے یقیناً اس کی بہن بھی اچھی عادات واطوار کی ہوگی...... اور وہ آپ کے ساتھ مل جل کر رہ بھی سکے گی اور......"

"تم بھی کن ذلیلوں کا ذکر لے کر بیٹھ گئے...... وانیہ، زری کی بیٹی ہے...... اور زری ایک نمبر کی چنٹ (عیار) عورت ہے جسے ہر معاملے میں اپنا فائدہ دیکھنا پسند ہے...... اور منہ پھٹ اس قدر ہے کہ محفلوں تک میں زبان لڑانا جانتی ہے...... جسے ہر معاملے میں اپنا فائدہ دیکھنا پسند ہے...... اور منہ پھٹ اس قدر ہے کہ محفلوں تک میں زبان لڑانا جانتی ہے...... مروت اور تمیز تو اسے چھو کر نہیں گزری ہیں...... میں تو کبھی کبھار صرف تمہارے باپ کی رشتے داری کی وجہ سے چلی جاتی ہوں...... ورنہ وہ تو بات تک کرنے کے لائق نہیں ہے...... اور جب سے صارم کے رشتے کی بات چیت اظفر بھائی کے ہاں چل رہی ہے...... وہ مجھے عینی کی پھپو سمجھ کر اکثر دبانے کی فکر میں لگی رہتی ہے...... میں تو پچھتاتی ہوں کہ میں نے ناحق اظفر بھائی سے اس گھرانے کی تعریف کی، یہ لوگ تو اس قابل ہیں ہی نہیں کہ منہ بھی لگائے جائیں......" وہ بات کاٹ کر بولیں۔

"مما...... آپ لوگوں کا اکیلا پن مجھ سے دیکھا نہیں جاتا...... ریحان اور رضوان بھائی نے تو اپنا معاہدہ کمپنی کے ساتھ مزید بڑھالیا ہے، وہ آئندہ تین چار سالوں میں بھی پاکستان آنا نہیں چاہتے......"

"مگر بیٹا تم تو صرف دو سال کے کنٹریکٹ پر گئے ہو...... تم تو جلد آ ؤ گے...... تو پھر تم اتنے پریشان کیوں ہو رہے ہو......؟"

"مما...... میں تو پل پل آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں...... آپ کو کیا پتا...... آپ سے یہ دوری مجھے کس قدر گراں گزرتی ہے، میں جب بھی یہ سوچتا ہوں کہ آپ اور ڈیڈی اکیلے بیٹھے ہوں گے اکیلے کھانا کھا رہے ہوں گے تو دل میں ایک ہوک سے اٹھتی ہے......"

"اپنے بچوں سے یوں الگ رہ کر...... ان کی جدائی ہم پر بھی شاق بن کر گزرتی ہے اکثر کھانا کھاتے ہوئے ہمارے حلق میں نوالہ پھنس جاتا ہے، پانی پیتے ہوئے پھندے لگ جاتے ہیں اور رات کو جب تک تم بھائیوں کو یاد کر کے یہ آنکھیں آنسو نہ بہائیں...... ان کو نیند تک نہیں آتی......"

"مما...... بس کچھ مہینوں کی بات ہے...... میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں...... میں آپ کے اور ڈیڈی کے ساتھ ہی رہوں گا...... مجھے آپ دونوں کے بغیر کچھ بھی اچھا نہیں لگتا ہے۔" سلمان کی یہ باتیں سن کر رخسانہ بیگم نے بیٹے کی پیشانی چوم لی۔

رحمان صاحب اور رخسانہ بیگم ساجد صاحب کی ہاں کئی مرتبہ گئے تھے اور انہیں اپنے ہاں مدعو بھی کیا تھا۔

ساجد صاحب تو ان کے ہاں نہیں آئے...... مگر انہوں نے دو فیشن میگزین ان کے ہاں ضرور بھجوا دیے جس میں کسی کسینو میں ریحان اور رضوان جام ہاتھ میں لیے رقص کر رہے تھے...... ان کی تصویروں کے نیچے بڑا سا کیپشن بھی لگا ہوا تھا کہ حرام وحلال کی باتیں مقامات کی تبدیلی سے تبدیل بھی ہو جاتی ہیں...... میگزین بھی

باہر کا تھا...... مگر رحمان صاحب یہ تصویریں دیکھ کر شرمندہ سے ہو گئے تھے...... اسی وقت ان کو ریزہ ریزہ کر کے وہ بیرونی ڈسٹ بن میں ڈال آئے کہ رخسانہ بیگم کو صدمہ نہ پہنچے۔

ان تصاویر کو دیکھنے کا اثر تھا یا بزنس میں اچانک بڑا گھاٹا یا پھر طبیعت کی پژمردگی...... ایک شب ان پر دل کا دورہ اتنا شدید پڑا کہ اسی وقت انہیں ہسپتال لے جایا گیا اور انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں داخل ہو گئے۔

رخسانہ بیگم تو بدحواس سی ہو گئیں...... ایک فون سنتے ہی بھائی بھابیاں سب ان کے پاس پہنچ گئے...... چاروں بیٹے بھی جلد پاکستان آگئے...... رحمان صاحب نے یہ درد تو سہہ لیا تھا مگر بے حد کمزور ہو گئے تھے...... ڈاکٹرز نے بتایا تھا ان کی دو رگیں مکمل طور پر بند ہو چکی ہیں...... اور اس اٹیک سے دل بھی خاصا ڈیمیج ہوا ہے......

ڈاکٹرز تو جلد ہی بائے پاس کا مشورہ دے رہے تھے مگر رخسانہ بیگم کا خیال تھا کہ ذرا ان میں تھوڑی طاقت آجائے تو وہ اس بڑے آپریشن کو سہہ سکیں گے۔

کہاں کا گھومنا پھرنا...... اور کہاں کا پروگرام مرتب دینا...... رخسانہ بیگم کے سارے پروگرام از خود...... ٹھپ ہو گئے تھے کبھی دوا، کبھی سوپ اور کبھی انہیں آرام کی ہدایت رحمان صاحب تو بغیر آئل کھانا کھا ہی رہے تھے، رخسانہ بیگم بھی ان کے ساتھ وہی کھانے لگی تھیں۔

دیگر رشتوں میں ان کا امیج خواہ کتنا ہی کمزور تھا مگر بحیثیت بیوی...... وہ شوہر کی خوب خدمت کر رہی تھیں۔

جب دادی جان، بابوجی کے ساتھ رحمان صاحب کی طبیعت پوچھنے گئیں تو وہ پہلی نظر میں رخسانہ بیگم کو پہچان بھی نہیں پائی تھیں۔

بغیر ڈائی کے بال چوٹی کی صورت میں تھے اور وہ شلوار قمیص میں ایک الگ ہی رخسانہ نظر آئیں...... جسے اپنے شوہر کی صحت یابی کے سوا جیسے کچھ درکار ہی نہ ہو۔

نہ کسی کی بات کی کرید اور نہ ہی کوئی اوچھی بات جسے سن کر کسی کو تکلیف پہنچے...... کہا تو صرف یہی تھا۔

"مجھے سکینہ کی اچانک موت کا بے حد افسوس ہوا، نوشابہ تو واقعی اکیلی ہو گئی...... آپ لوگوں کو اسے اپنے ساتھ لے آنا چاہیے تھا۔"

"ہم نے بہت کوشش کی مگر اس کے تایا، تائی نے نہیں بھیجا، ان کے اولاد نہیں ہے اور وہ نوشابہ سے بے حد محبت کرتے ہیں نوشابہ بھی اسی وجہ سے نہیں آئی۔"

دادی جان جتنی بھی دیر رہیں سکینہ کے حوالے سے گفتگو ہوتی رہی...... اور دادی جان کے ساتھ رخسانہ بیگم بھی یوں آنسو بہاتی رہیں جیسے سکینہ پھپو ان کی بے حد قریبی رشتے دار ہوں...... اور جن کے یوں چلے جانے سے ان کو بے حد افسوس ہوا ہو۔

☆======☆======☆

"بات افسوس کی نہیں جہالت کی ہے...... اور جہاں پڑھے لکھے لوگ جہالت کا مظاہرہ کریں تو غصہ

آتا ہی ہے ناں...... یہ بات مان لی...... کہ ایک بیمار عورت کے انتقال پر ماں، بھائی اتنے پریشان ہوئے کہ ایک فون کرنا بھی بھول گئے...... مگر صارم اور اس کی ماں...... تو فون کر سکتے تھے اور پھر...... صارم آ گئے...... ان کی اماں آ گئیں...... کوئی فون کسی نے نہیں کیا...... پھر ان کی دادی جان اور بابو جی بھی آ گئے...... جب بھی کسی کو کوئی توفیق نہیں ہوئی۔ ہاں باجی جان کے ہاں خوب پہنچ گئے رحمان بھائی کی عیادت کرنے کے لیے۔“

”بھئی وہ پریشان ہیں، ان کی جوان بہن کا انتقال ہوا ہے، دل و دماغ تو ماؤف ہو ہی گئے ہوں گے۔“

”مگر اب تو وہ لوگ آ گئے ہیں ناں......“

”تو ایسے میں ہمیں افسوس کے لیے جانا چاہیے۔“

”آپ چلے جایئے...... میں ان کی بیگم سے فون پر افسوس کرلوں گی۔“

اور پھر ثمینہ بیگم نے صارم کی ماں کو فون پر ہی پُرسہ دیا۔

ہاں اظفر صاحب ان کے گھر تعزیت کرنے گئے اس وقت فلیٹ کے چند لوگوں کے علاوہ ان کے کچھ رشتے دار بھی آئے ہوئے تھے اس لیے اظفر صاحب تھوڑی دیر رک کر چلے گئے...... موقع بھی ایسا تھا کہ بابو جی بھی ان کو مزید روک نہ پائے اور نہ ہی اظفر صاحب کسی سے کوئی دیگر بات چیت کر سکے۔

کراچی میں جتنے بھی عزیز و اقارب تھے وہ دادی جان کے پاس تعزیت کے لیے آ رہے تھے اس لیے روزانہ ہی کوئی نہ کوئی آ رہا تھا۔

”سکینہ پھپھو کو ہم سے دور جا چکی ہیں...... مگر ان کی باتیں اور یادیں ہمارے گھر میں اس طرح ہو رہی ہیں...... کہ مجھے ایسا ہی لگ رہا تھا کہ پھپھو ہمارے گھر میں آ گئی ہوں......“ امی کو سکینہ پھپھو کا ہر وقت کا ذکر اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

”کوئی دوسری بات تمہارے پاس بھی نہیں رہی کیا...... ہر وقت سکینہ کی باتوں کے علاوہ کچھ رہا ہی نہ ہو......“ ایک شب انہوں نے وانیہ کو ڈانٹا۔

”امی...... اب پھپھو زیادہ یاد آ رہی ہیں ناں......“

”ارے بھئی وہ مر گئی اب اس کا ذکر بھی ختم کرو...... میں تو گھبرا گئی ہوں...... وہ تو شکر ہے نوشابہ ساتھ نہیں آئی۔“

”ورنہ وہ تو رو رو کر گھر بھر دیتی...... اس کو تو سکون ہی نہیں آ رہا...... بھئی وہ بیمار تھی...... اچھا ہے اس کی بیماریوں سے جان چھوٹی مگر کوئی سچی بات سوچنے والا نہیں رہا ہے۔“

☆======☆======☆

”اسے میں اپنی قسمت کی خرابی سمجھوں گا۔ پاپا، امی کو اور مجھے لے کر آپ کے گھر آ رہے تھے اور ہمیں عین اس وقت پتا چلا آپ کی پھپھو کا انتقال ہو گیا ہے...... جب ایک گھنٹے بعد...... ہم آپ کے گھر کے لیے نکلنے والے تھے، یہ اطلاع ہمیں پہلے بھی دی جا سکتی تھی...... پاپا کو اور مجھے تو افسوس ہی بہت تھا...... مگر امی کو باتیں بنانے کا موقع مل گیا تھا۔“

صارم اس کی کالج کی چھٹی پر اس سے ملنے کالج آیا تو وہ ساری کتھا سنا رہی تھی۔

”عینی میں نے دو تین بار تمہیں موبائل کیا تھا مگر تمہارے سیل کا پاور ہی آف تھا...... تو میں کیا کرتا......؟“

”میرا موبائل اب امی کے قبضے میں رہتا ہے...... میں کیا کروں...... بتایا تو تھا...... میں نے......!“

”دوسرا موبائل تمہیں دے دوں جو صرف میرے لیے ہی ہو...... کریڈٹ بھی بھیجتا رہوں گا......“

”نہیں صارم...... پتا نہیں مقدر میں کیا لکھا ہے...... جو قریب آتے آتے ہم یوں دور ہو گئے۔“

”پریشان مت ہو...... سب ٹھیک ہو جائے گا...... اب بابو جی بھی ہمارے ساتھ ہیں...... وہ کہتے ہیں کہ میری شادی تمہارے ساتھ ہی ہونی چاہیے۔“

”اور آپ کی امی......؟“

”میری امی کے مقابلے میں تمہاری امی زیادہ سخت ہیں...... میری امی تو میری پسند کو اہمیت دیتی ہیں...... مگر تمہاری امی نہیں......“

”ہاں، ایسا بھی ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہ سب مقدر کی وجہ سے ہو رہا ہے...... اب میرا مقدر ہی خراب ہے تو کیا کروں......“

”عینی...... جب تم شادی کے بعد اپنے مقدر کا ذکر کیا کروں گی...... تو میں تم سے کہوں گا کہ میں مقدر کا سکندر ہوں جسے تم جیسی لڑکی ملی۔“ صارم کی بات سن کر عینی سے مسکرایا بھی نہیں گیا۔

☆======☆======☆

بیٹے کی حالت ماں سے بہتر کون جان سکتا ہے...... وہ دیکھ رہی تھیں نوید اپنے آفس سے آ کر چپ چاپ اپنے کمرے میں پڑ جاتا ہے، کھانا کھا کر...... باہر جانے کے بجائے اپنے کمرے میں ہی لیٹا رہتا ہے...... بہن آتی ہیں تو ان کے بچوں سے ہنسی مذاق کرنے کی بجائے چپ چاپ انہیں دیکھا کرتا۔

”جاؤ بیٹا تم شہزادی کو لے کر آ جاؤ......“ وہ کئی دفعہ نوید سے کہہ چکی تھیں مگر وہ ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے اڑا دیتا۔

”کیا شہزادی کبھی گھر نہیں آئے گی......“ انہوں نے سوچا اور اپنی سوچ پر خود ہی متوحش سی ہو گئیں۔ بیٹیوں سے تذکرہ کیا تو انہوں لاابالی انداز میں کہا۔

”اماں...... آپ کیوں بے چین ہو رہی ہیں...... پڑا رہنے دیں اسے اپنے میکے ہم بھی تو دیکھیں کہ کب تک اس کا دماغ خراب رہتا ہے اور اگر پھر بھی وہ نہیں آنا چاہتی تو پریشانی کی کیا بات ہے۔“

”جیوے میرا بھائی گلی گلی پر جائی......“

”آپ کی سگی بھانجی ہو کر شہزادی نے کیسے رنگ دکھائے، پورے خاندان میں ہم سب کو ذلیل کرنے میں اس نے کوئی کسر نہیں چھوڑی...... تو ایسی بھاوج کے لیے اگر ہم یہ کہہ دیں کہ وہ روٹھے اور ہم چھوٹے تو کیا غلط ہو گا۔“

”بیٹا...... بہویں سب ایک جیسی ہوتی ہیں...... ان سے توقعات نہیں باندھنی چاہئیں۔“

''اماں یہ تو نہ کہیں......آج بھی اچھی بہویں نظر آتی ہیں اوران کے گن بھی گائے جاتے ہیں۔''

''میں زیادہ تر کی بات کر رہی ہوں......ہمیں اب بالکل بھی کسی سے کوئی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔''

''مگر آپ کی بھانجی کو تو آپ سے بے حد توقعات ہیں......''

''میرے سر میں درد تھا خالہ نے سر نہیں دبایا۔''

''مجھے چکر آرہے تھے......خالہ نے شربت نہیں بنا کر پلایا، اپنی لمبی لمبی نمازوں میں مصروف ہیں۔''

''اب کوئی ان سے یہ پوچھنے والا نہیں ہے کہ تم ہر وقت ہی بیمار بن کر رہنے کی عادی ہو، تمہاری صبح ہوتی ہے تو ان جملوں سے ہوتی ہے۔''

''آج ساری رات نیند نہیں آئی۔''

''پوری کی پوری رات بے چینی سی رہی......''

''جسم کا پور پور ایسے دکھ رہا ہے جیسے پھوڑا ہو گیا ہو......سر گھوم رہا ہے، پتا نہیں میں چل کیسے رہی ہوں۔''

''اپنی امی کے گھر ہوتی تو بستر سے بھی نہ اٹھتی۔''

''ان کے روزانہ کے فرمودات کا یہی مطلب ہے ناں کہ شہزادی کو بستر پر ناشتا، کھانا دیا جائے جسے وہ منہ بنا بنا کر کھائیں......اب خالہ نے ان کے ساتھ دو چار خادم تو جہیز میں نہیں دیے تھے...... جو ان کی یوں خاطر داریاں کریں۔''

''ہاں، میں جا رہی ہوں......یہی سب پوچھنے......کہ نوید تو تمہارے گھر آ کر نہیں رہے گا......اور نہ ہی وہ اکیلا تمہیں رکھے گا......اگر تمہیں اپنا گھر بسانا ہے تو آ جاؤ ورنہ جو بھی فیصلہ کرنا ہے وہ جلدی کر لو......''

اماں نے جب یہ سب وہاں جا کر کہا تو خالہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

''ارے کیسی باتیں کر رہی ہیں آپا آپ......اب اگر کوئی لڑکی اپنے میکے میں رہنے کے لیے آ جائے تو کیا یوں گھر توڑ دیے جاتے ہیں......''

''شہزادی اپنے میکے میں رہنے کے لیے یونہی نہیں آئی ہے بلکہ لڑ کر آئی ہے......وہ بیٹیاں جو لڑ کر آتی ہوں......ان کی ماؤں کو اپنی بیٹیوں کو فوراً ہی سسرال واپس بھیج دینا چاہیے......مگر تم نے تو اسے فوراً سینے سے لگا لیا۔''

''اب جو بھی فیصلہ کرنا ہے...... جلدی کر لو...... ہاں اب شہزادی کا چولہا علیحدہ ہو گا......اپنا ناشتا کھانا وہ خود پکائے گی......وہ اور نوید علیحدہ کھانا کھائیں گے اور میں اپنے لیے علیحدہ پکاؤں گی...... میری بیٹیاں آئیں گی تو شہزادی ان کو پکا کر نہیں کھلائے گی میں ان کو پکا کر کھلاؤں گی، شہزادی پر کسی کام کا بار نہیں ہو گا......''

''خالہ آپ کو تو صفائی کی عادت کسی بیماری کی طرح ہے، میں باورچی خانے میں جا کر کوئی کام کرتی تھی تو آپ کے یہ جملے مجھے تو بہت تکلیف پہنچاتے تھے۔''

''ارے شہزادی مسالے کے ڈبے نیچے کھلے کیوں رکھ دیے۔''

''ارے، یہ آلو کے چھلکے باہر کیوں نہیں ڈالے۔''

''گھی ڈبے سے نیچے کیوں گرا......''

''چائے کی پتی کے ڈبے میں مسالے کا چمچہ کیسے گیا......؟''

''اُف اس قدر مسالا ڈال دیا۔''

''دال دکھا کر کیوں نہیں پکائی...... یہ تو چار روز بھی کھاتے رہو تو ختم نہیں ہو گی......''

''شہزادی گھی تو تم پانی کی طرح ڈالتی ہو......ذرا ہمدردی نہیں ہے تم میں......''

''شہزادی سالن کی پتیلی فریج میں کیوں نہیں رکھی، یہ آٹا کیوں خمیر ہو گیا۔ یہ لہسن پیاز کے چھلکے کمرے تک کیسے آ گئے......؟''

''میں علیحدہ بھی پکاؤں گی تب بھی آپ میری جان ضیق میں رکھیں گی۔'' شہزادی نے ناگوار لہجے میں کہا۔

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... میں واقعی باورچی خانے میں پھیلاوا نہیں دیکھ سکتی......تمہارے کمرے کے ساتھ جو بالکونی ہے وہیں میں تمہارے لیے چولہا لگوا دوں گی تمہارا باورچی خانہ گندہ رہے یا صاف ستھرا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہو گی۔''

''ہاں ایسی صورت میں دوبارہ آنے کے بارے میں سوچ سکتی ہوں کہ کوئی میرے کام میں دخل نہ دے......'' شہزادی نے حتمی سے لہجے میں کہا۔

''شہزادی......تمہاری سسرال بہت بڑی تھی اس لیے تمہیں تکلیفیں بھی زیادہ ہوئیں......اب اگر گھر میں آنا چاہتی ہو......تو جلدی آ جاؤ......اور اپنے حساب سے زندگی بسر کرو...... مجھے تمہارے کسی بھی کام سے کوئی غرض نہیں ہو گی اور نہ تمہیں ہونی چاہیے۔''

یہ کہہ کر وہ رکی نہیں فوراً ہی گھر آ گئیں......نوید کے آنے سے پہلے اس کی بالکونی میں نہ صرف چولہا لگوا دیا بلکہ شہزادی کے جہیز کے جو برتن ان کے باورچی خانے میں نکل آئے تھے وہ ایک نعمت خانے میں رکھ کر گیلری میں رکھ دیے۔ شہزادی کا فریج، ٹی وی لاؤنج سے ہٹا کر اس کے بیڈ روم میں رکھ دیا......اور ایک ماہ کے کھانے کا مکمل سامان ڈبوں میں رکھ کر شہزادی کے باورچی خانے میں رکھ دیا کہ وہ جو دل چاہے پکائے کھائے......دو دن بعد شہزادی خود ہی آ گئی...... وہ مغرب کے بعد آئی تھی اس وقت نوید آفس سے آ کر اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔

''کیا تمہارا دماغ خود ہی درست ہو گیا...... جو چلی آئیں؟''

''خالہ آئی تھیں ہمارے گھر......اس لیے آئی ہوں۔''

''اچھا اماں نے تو مجھے نہیں بتایا......'' نوید حیرت سے بولا۔

''وہ ان ماؤں میں سے نہیں ہیں جو ہر بات اپنے بیٹے کو بتاتی ہوں۔'' شہزادی نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

نوید کو بیوی کا یہ انداز برا تو لگا......مگر وہ خاموش رہا۔

صبح اٹھ کر شہزادی نے نوید کو ناشتا بنا کر دیا......تو اس نے حیرت سے گیلری میں آ کر دیکھا......اور بولا۔ ''یہ باورچی خانہ یہاں کیسے آگیا......؟''

''آپ کی اماں نے ہمیں الگ کر دیا ہے، میرے آنے سے پہلے ہی باورچی خانہ یہاں بنا دیا ہے...... اس لیے میں علیحدہ پکایا کروں گی۔''

''تم پہلے، کھانے پکانے کے کام میں ان سے لڑتی بھی تو بہت تھیں ناں۔ اسی وجہ سے ایسا کیا ہو گا......''

''جی نہیں یہ بات نہیں ہے۔'' شہزادی نے تنک کر کہا۔

''تو پھر کیا بات ہے......؟'' اس نے بیوی کو حیرت سے دیکھا۔

''اپنی بیٹیوں کی دعوتیں علیحدہ آسانی سے کر سکیں......اور ہمیں ہری جھنڈی دکھا دیں۔''

''ایسی کون سی دعوتیں ہوتی ہیں ہمارے گھر......جو بے کار کی باتیں تم کرنے بیٹھ گئیں......''

''آپ تو صبح سے گئے رات کو گھر لوٹتے ہیں آپ کی غیر موجودگی میں کون کون ہمارے گھر میں آتا ہے، آپ کو کیسے پتا چل سکتا ہے......''

''ٹھیک ہے تمہیں کسی کی ٹوہ میں رہنے کی ضرورت بھی نہیں ہونی چاہیے، تم خود پکاؤ اور کھاؤ......مگر اماں کا خیال رکھو......اس گھر میں اماں کے سوا ہے کون......؟''

''خالہ نے کہہ دیا ہے کہ مجھے ان کے باورچی خانے میں گھسنے کی ضرورت نہیں ہے، وہ میرا وجود ہی پسند نہیں کرتیں......تو میں کیا کر سکتی ہوں؟''

''وہ اگر تمہیں پسند نہ کرتیں تو تم دوبارہ اس گھر میں نہ ہوتیں......میں نے تو کہہ دیا تھا شہزادی کو لینے ہرگز نہیں جاؤں گا......''

''خاندان کے لوگ انہیں باتیں جو سنا رہے تھے......ایک بہو ان سے نہ رکھی گئی اس لیے ڈر کر......انہیں لے کر تو آنا ہی تھا ناں......''

''شہزادی تم اس قدر بدتمیز ہو......کسی کی عزت کرنا تو جانتی ہی نہیں ہو......واقعی اماں نے غلط کیا جو تمہیں لے کر آئیں......''

''تم جیسی لڑکیوں کی وجہ سے اب لوگ رشتے داروں میں شادیاں کرنے کے بجائے غیروں میں کرنے لگے ہیں میری بھی یہ بدقسمتی ہے کہ میری شادی تم سے ہوئی......اگر کہیں باہر ہو جاتی تو شاید میں بھی خوش رہا کرتا......''

''ہماری خوشیوں پر تو آپ کی اماں نے ڈاکا مار رکھا ہے اور......''

''اب اگر ایک لفظ بھی کہا ناں......تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا......'' نوید غصے سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

وہ ناشتا جو شہزادی نے اس کے آگے رکھا تھا......وہ اس کو چھوئے بغیر آفس نکل گیا...... یہ بیوی کے آنے کے بعد پہلی صبح تھی جو وہ بھوکا دفتر روزانہ ہو گیا تھا......اور شہزادی ہونہہ کہہ کر......ناشتا کر رہی تھی......کہ

اس وقت اسے ایک کے بجائے دو پراٹھے کھانے تھے۔

☆======☆======☆

وقت سب سے بڑا مرہم ہے......کتنا ہی بڑا غم کیوں نہ ہو وقت کے ساتھ وہ بتدریج ختم ہوتا چلا جاتا ہے۔

شوہر کے اچانک ختم ہو جانے پر......عائشہ کی زندگی میں ایک بھونچال تو ضرور آیا تھا......مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ اس غم کی عادی ہوتی چلی گئی......اور جب کسی چیز کی عادت پڑ جائے......تو وہ تکلیف نہیں دیتی۔

بیٹا بڑا ہو گیا تھا......وسیم، خوباں کے ساتھ دبئی میں اپنے حساب سے اپنی زندگی گزر رہا تھا......چھوٹا بھائی اپنی تعلیم مکمل کر کے ایک اچھی ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب کر رہا تھا......چھوٹی بہن زارا کے رشتے ان دنوں بہت آ رہے تھے۔

عائشہ چاہتی تھی کہ پہلے بھائی کی شادی ہو جائے......تاکہ گھر میں رونق ہو جائے......پھر چھوٹی بہن کی شادی ہوتا کہ اس کے جانے کی کمی گھر والوں محسوس نہ ہونے پائے۔

مگر ماں کا یہ خیال تھا کہ پہلے زارا کی شادی ہو جائے......اور یوں ایک اچھے اور جانے پہچانے لوگوں میں زارا کا رشتہ طے کر دیا گیا......سیفی چار بھائی تھے......سیفی سب سے چھوٹا باقی تینوں بھائی شادی شدہ تھے اپنا بزنس تھا......آپس میں محبت اور یک جہتی تھی......سیفی نہ صرف شکل صورت میں بلکہ عادت و اطوار میں بڑا نیک لڑکا تھا......جسے نہ صرف والدین بلکہ اس کے بھائی بھاوج سب ہی بے حد چاہتے تھے......یوں زارا کی منگنی بھی اتنی دھوم دھام سے ہوئی جیسے کسی کی شادی ہوتی ہو......لڑکے والوں نے لین دین بھی اتنا زیادہ کیا کہ زارا کے والدین گھبرا سے گئے......وہ لوگ ان کے مقابلے کا جہیز کسی صورت نہیں دے سکتے تھے۔

مگر یہ جان کر ان کی حیرت نہ رہی......جب سیفی کے والدین نے ان کے گھر آ کر خود کہا......کہ انہیں جہیز کے نام پر کچھ نہیں چاہیے۔

''ہمارے گھر میں ہر چیز ہے، ہم چاہتے ہیں کہ آپ زارا کو کچھ بھی نہ دیں......اور اگر اس کے لیے کچھ بنا کر رکھا ہوا بھی ہے تو وہ آپ عائشہ کو دے دیں۔''

''سیفی کی ماں تو بے حد ہی وسیع القلب ہیں......انہیں اندازہ ہے کہ ہم مڈل کلاس سے تعلق رکھتے ہیں......اس لیے ہم پر کوئی بوجھ نہ پڑنے پائے۔''

''امی......لوگ اس ٹائپ کی باتیں دکھاوے کے لیے بھی کرتے ہیں......آپ جو زارا کو دینا چاہتی ہیں......وہ ضرور دیں......'' عائشہ نے کہا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو......جو لوگ یہ کہتے ہیں ہمیں کچھ نہیں چاہیے انہیں زیادہ چاہیے ہوتا ہے......جب جہیز کے سامان کا ٹرک ان کے ہاں جائے گا......تو کیسے خوشی خوشی سامان اتار کر وہ سجائیں گے......'' امی نے بھی ہنس کر کہا۔

مگر وہاں تو شادی سے ایک ماہ قبل زارا کو بلایا گیا......وہ اور سیفی اپنی پسند کا بیڈ روم سیٹ پسند کر لیں......ان دونوں نے مل کر کیٹلاگ سے ڈیزائن پسند کیا......جو دس دن بعد ان کے کمرے میں سج گیا۔

چند دن بعد زارا کو ایک بار پھر بلایا گیا...... اور دوسرا کمرا بھی اس کی پسند کے رنگوں اور چیزوں سے سجایا گیا...... جیولری کے لیے بھی زارا کو بلایا گیا...... غرض ہر جگہ اس کی پسند کا خیال رکھا گیا۔

''امی...... وہاں الماریاں میرے کپڑوں سے بھری ہوئی ہیں...... کمرے میں تمام سامان میری پسند کا خریدا گیا ہے وہاں واقعی میرے جہیز کے سامان کی ضرورت ہے اور نہ ہی اس کے لیے جگہ......!''

اور یوں زارا کی شادی بغیر کسی جہیز کے ہوگئی۔

عائشہ کا خیال تھا شادی کے بعد جیٹھانیاں کسی بھی حوالے سے کوئی نہ کوئی طنز تو زارا پر ضرور کریں گی...... کہ وہ سب ہی بڑے گھرانوں سے تعلق رکھتی تھیں...... جب کہ زارا کو تو اسکول کے میلاد میں نعت پڑھتے ہوئے اس کی ساس نے پسند کیا تھا...... جو بطور مہمان وہاں آئی ہوئی تھیں۔

مگر شادی کے بعد...... ایسی کوئی بات وہاں نہیں تھی۔

سیفی جس طرح وہاں کا لاڈلا بیٹا تھا...... اسی طرح ان سب کی لاڈلی بہو زارا تھی...... جو ساس کی آنکھ کا تارا تو تھی...... جیٹھ اور جیٹھانیاں بھی اسے اپنی چھوٹی بہن سمجھا کرتے تھے۔

''زارا کے آنے سے ہمارے گھر میں ایک شوخ و چنچل سی بیٹی کا اضافہ ہوگیا ہے......'' ان کے گھرانے کا یہی کہنا تھا...... یہی وجہ تھی کہ زارا اپنے میکے کم سے کم آنے لگی تھی۔

''بیٹا...... تمہاری سسرال والے کوئی پابندی تو نہیں لگاتے کہ میکا غریب ہے تو وہاں کم سے جاؤ......؟'' ایک دن امی نے اس سے رازداری سے پوچھا۔

''نہیں امی...... ایسی کوئی بات نہیں ہے، پاپا جی کو میرے ہاتھ کی چائے اچھی لگتی ہے...... بڑی بھابھی کے بچے ٹیوٹر کے بجائے مجھ سے پڑھ کر زیادہ خوش رہتے ہیں...... اور شہزاد بھائی کی بیٹی جب تک میرے ساتھ ریکیٹ نہیں کھیلتی اسے چین نہیں آتا...... اگر میں آگئی...... تو سب لوگ بور ہوجائیں گے ناں......''

''بیٹا...... وہ تمہارے آنے سے پہلے بھی تو اپنی زندگی خوش و خرم گزار رہے تھے...... اب تم نے کس طرح ان کو اپنا اتنا عادی بنالیا ہے...... کہ وہ تمہارے بغیر رہ ہی نہیں پاتے......''

''امی یہ کوئی بری بات تو نہیں ہے ناں...... کہ میں اپنی سسرال میں ان کے ماحول میں رچ بس گئی ہوں۔'' زارا نے ماں سے پوچھا۔

''یہ میں کب کہہ رہی ہوں مگر تمہیں اپنے میکے کا بھی تو خیال رکھنا چاہئے...... تم پندرہ پندرہ دن بعد آتی ہو...... تو ہم سب تمہارے لیے اداس ہوجاتے ہیں......!''

''ارے امی...... میں تو دو چار دن کے بعد آپ کی طرف چکر تو لگاتی رہتی ہوں۔'' زارا نے ہنس کر ماں سے کہا۔

''وہ اتنا ننھا منا سا چکر...... کہ بازار جارہی تھی تو اِدھر آگئی...... گھوم کر آرہے تھے تو دروازے کو چھوتی ہوئی چلی گئیں...... اتنی دیر کے لیے آنے میں کوئی ماں کا دل تھوڑی بھرتا ہے......!''

''ٹھیک ہے امی...... اب کے میں پورے ہفتے کے لیے رہنے آؤں گی۔'' زارا نے ماں کو تسلی دی۔

اور جب وہ رہنے آئی تو نہ صرف ساس، سسر کا روزانہ فون چلا آیا بلکہ جیٹھ، جٹھانیاں الگ فون

کرتے۔

''چلو زارا...... بہت رہ لیں...... بالکل بھی دل نہیں لگ رہا گھر میں......''

''مگر میں تو ایک ہفتے کا ویزا لے کر آئی تھی...... آج تو صرف چار روز ہی ہوئے ہیں۔'' زارا نے ہنس کر کہا۔

''ویزا منسوخ...... بس گھر چلو...... ابا جان بھی بہت یاد کررہے ہیں......''

اور اس کو سیفی کے ساتھ جاتا دیکھ کر امی ہنس ہی تو پڑیں۔

''سسرال تو عاشق ہے اپنی بہو کی مگر یہ بہو بھی اپنی سسرال کی عاشق ہے...... اس کا کون سا یہاں دل لگتا ہے اب...... روزانہ دن گن رہی تھی...... کہ کب گھر جاؤں گی......'' امی نے مسکرا کر اس کا بھانڈا پھوڑا تو سیفی اسے شرارت سے دیکھتا رہ گیا۔

ان کے جانے کے بعد امی نے شکرانے کے نفل پڑھے...... کہ زارا کی شادی کے بعد اپنے گھر میں خوش تھی اور طمانیت بھری زندگی گزار رہی تھی۔

''اللہ تعالیٰ...... میری عائشہ کی جھولی میں بھی خوشیاں ڈال دے...... اس نے اتنی سی عمر میں بہت تکلیفیں جھیل لی ہیں۔'' ماں کے آنسو تواتر سے بہہ رہے تھے اور وہ رب کے حضور اپنی بیٹی کے لیے دعا مانگ رہی تھی...... اور ان کا سارا وجود لرز رہا تھا۔

☆======☆======☆

شب غم تو ہی مہمان بن کے آ جا
ہمارے گھر کی ویرانی تو جائے
ذرا کھل کر بھی رو لینے دو ہم کو
کہ دل کی آگ تک پانی تو جائے

خواب میں بھی اپنے آپ کو روتے دیکھا تھا، صبح جب آنکھ کھلی تو اس کا دل چاہا کہ خوب چیخیں مار کر روئے۔

''کیا اتنے ڈھیر سارے آنسو میرے لیے ہی ہیں......'' سعیدہ نے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے سوچا۔

''نصیب ہی میرے ایسے ہیں تو کیا کروں......'' دل پھر بھر آیا۔

''میں کسی سے کتنا ہی پیار کرلوں مجھے اس کی جانب سے غم لازمی ملتا ہے......!''

پہلے تو امی سے دل کی باتیں کرلیا کرتی تھی...... مگر جب سے ان کی دماغی کیفیت کمزور ہونے کے ساتھ ساتھ اس میں غائب دماغی شامل ہوگئی تھی...... وہ اس کی کیفیات سمجھ ہی نہیں پاتی تھیں۔

''سعیدہ تمہیں بھوک لگ رہی ہے اس لیے رو رہی ہو ناں......'' وہ اس کو روتا دیکھ کر مسکرا کر پوچھ رہی تھیں۔

''جاؤ جام لگا کر توس کھالو، ہاں مجیدن سے اپنے لیے انڈے کا حلوہ بھی بنوالینا......!'' بچپن میں شاید وہ اس کا اسی طرح خیال رکھا کرتی تھیں۔

ماں کو ناشتا کروا کے انہیں دوائیں کھلا کر وہ ناشتا کرنے بیٹھی تو چائے کا گھونٹ بھی اس سے پیا نہیں جا رہا تھا بمشکل تمام چائے حلق سے اتاری...... تو اسے یوں لگا جیسے متلی ہو رہی ہو۔

مارے درد کے سر پھٹا جا رہا تھا...... وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی کنپٹیاں تھام کر بیٹھ گئی۔

''میرے اپنوں نے میرا دل کیسا چھلنی کردیا ہے، یہ میں ہی جان سکتی ہوں......!''

''کون کہتا ہے کہ بھائی اپنی بہنوں سے پیار کرتے ہیں......!'' اس نے سوچا۔

''ارے بھئی سعیدہ تو بڑی لاڈلی ہے اکلوتی بہن ہے ناں......'' لوگوں کی باتیں اسے سنائی دیں۔

''ہونہہ، بہت لاڈلی ہوں میں...... بس نہیں چلتا بھائی کا کہ زہر گھول کر مجھے پلا دیں کہ قصہ ختم...... میرے ہونے کی وجہ سے جو دکھ اور تکلیف انہیں مل رہی ہے...... اس کو میں ہی سمجھ سکتی ہوں۔''

اس نے پھر اپنا سر تھام لیا...... دماغ میں ایک عجیب سی ٹیس اٹھی تھی۔

کبھی کبھی دل گھبرا سا جاتا ہے...... اور سوچ کی ان راہوں پر بھی چل پڑتا ہے جہاں کا تصور کرنے کی ہمت تک نہ ہو۔

چند دنوں سے سعیدہ انتہائی ڈپریشن کا شکار تھی...... جب اس کے اسکول کی ایک سہیلی اسے اچانک ہی مارکیٹ میں ملی اور اسے دیکھ کر کہا۔

''ارے سعیدہ تم...... بالکل ویسی کی ویسی ہی ہو...... ذرا بھی فرق نہیں پڑا...... کتنے سالوں کے بعد دیکھ رہی ہوں تم کو......!''

''اور آپ......؟'' سعیدہ اس بھاری بھر کم خاتون کو واقعی نہیں پہچان پا رہی تھی۔

''میں شبانہ ہوں...... اسکول میں ہم دونوں برابر برابر ہی تو بیٹھا کرتے تھے، کیا نہیں پہچانا......؟''

''ارے شبانہ تم......!'' سعیدہ اس کے گلے لگ گئی۔

''چار بچوں کی اماں ہوں نا اس لیے حال سے بے حال ہوگئی ہوں مگر تم تو ویسی ہی خوب صورت اور ویسی ہی دبلی ہو...... کتنے بچے ہیں تمہارے......؟''

''میری شادی ابھی نہیں ہوئی......'' سعیدہ کے جواب میں ملال کے تمام رنگ تھے۔

''ارے، اتنی خوب صورت لڑکی کی شادی نہیں ہوئی، حیرت ہے، ہم تو سات بہنیں ہیں اور سب کی شادیاں ہوگئیں جب کہ کسی کی رنگت اجلی بھی نہیں تھی۔''

''یہ کام تو مقدر کے ہوتے ہیں...... اس میں نہ روپ کا دخل ہوتا ہے اور نہ ہی رنگت کا......'' سعیدہ نے کہا۔

''ہاں یہ تو ہے...... مگر بھائیوں کو بھابیوں کو خیال تو کرنا چاہیے۔''

''خیال کرنے سے کیا ہوتا ہے...... جب کسی جوڑا ہی نہیں ہو تو......؟'' سعیدہ نے قصداً مسکرا کر کہا۔

''ایسی بات نہیں...... بعض بھاوجیں اپنی نندوں کی شادیاں نہیں ہونے دیتیں......'' شبانہ تو یہ جملہ کہہ کر چلی گئی...... اور اس جملے نے سعیدہ کی ہستی میں آگ سی لگادی تھی۔

امی پر فالج ہو جانے کے بعد کتنے ہی رشتے اس کے لیے آئے تھے...... خاندان سے، باہر سے مگر ہر رشتے میں کیڑے نکالنے میں بھابی سب سے آگے تھیں...... ارے بھئی لڑکے کی ماں بے حد لالچی عورت ہے، ہماری پڑوسن سے کہہ رہی تھی سعیدہ کے بھائی دولہا کی اماں کو سونے کا سیٹ بھی دیں گے یا نہیں...... ابھی سے یہ خیالات ہیں تو بعد میں تو بہت تنگ کریں گے...... فدا کا رشتہ تو بھائی کو بھی بے حد پسند آگیا تھا۔ چھوٹی سی فیملی ایک بھائی ایک بہن...... بہن بھی شادی شدہ بس فدا کے والدین کے ساتھ اسے رہنا تھا بھائی شاید ہامی بھرنے ہی والے تھے کہ بھابی نے ایک نیا شوشہ چھوڑا فدا کی ممانی نے انہیں بتایا ہے کہ بے حد کنجوس لوگ ہیں...... روٹیاں پکانے سے پہلے فدا کی ماں ہر ایک سے پہلے یہ پوچھتی ہے کہ کتنی روٹیوں کی بھوک ہے پھر گن

کر روٹیاں پکتی ہیں، سالن پکاتے وقت گن کر بوٹیاں ڈالی جاتی ہیں...... ان کے ہاں ہر چیز کا حساب لکھا جاتا ہے...... سعیدہ تو ہر چیز اپنے گھر میں کھلے ہاتھ سے خرچ کرتی آئی ہے...... ان کنجوس لوگوں میں چلی گئی تو آٹھ آٹھ آنسو روئے گی۔ نہیں بھئی...... مجھ پر اپنی یہ پیاری سی نند ہرگز بھاری نہیں ہے اور پھر ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے...... بہت رشتے آئیں گے اس لیے اور ہم تو کسی شاندار سی شخصیت سے اپنی سعیدہ کی شادی کریں گے...... فدا کو ایک بار دیکھا ہے مگر اس کی طوطے جیسی ناک دیکھ کر تو میری طبیعت مکدر سی ہو گئی ہے...... میری پیاری سی سعیدہ اب ایسے گھرانے میں تو نہیں رہ سکتی...... جو اپنا بخار بھی کسی کو اس وجہ سے نہ دیں کہ سال میں ایک دفعہ ہی تو آتا ہے۔''

سعیدہ کی شادی نہ کرنے کی وجہ صرف یہی تھی کہ ماں کی خدمت یا ان کی کوئی بھی ذمے داری اٹھانے کا بار بھابی پر نہ پڑنے پائے...... اور پھر انہوں نے کمال ہوشیاری سے انہیں ایک چھوٹے سے فلیٹ میں منتقل کر دیا کہ آنکھ اوجھل تو پہاڑ بھی اوجھل والا معاملہ ہو جائے۔

سعیدہ جس کی شگفتہ مزاجی اور شائستگی سب کو پسند تھی ان دنوں اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ سب کو کاٹ کھائے...... دودھ والا دودھ دینے آیا تو اس پر چیخ کر آتی۔

''ارے...... پاگل سمجھتا ہے کیا...... پانی میں دودھ ملا کر دے جاتا ہے ایسا پتلا دودھ ہمیں نہیں چاہیے...... کل سے مت آنا دودھ دینے......''

محلے میں کہیں سے بریانی آئی تو سعیدہ کو باسی لگی اسی وقت پلیٹ لے کر پہنچ گئی۔

''سنو ہر گھر میں کچرے کی باسکٹ ہوتی ہے، کھانا کھایا نہ جائے تو اس باسکٹ میں ڈال دیا کرو...... باسی کھانے ہمارے گھر مت بھیجنا......''

اب وہ لاکھ کہتی رہی...... ''یہ میرے بھائی کی شادی کے چاول ہیں امی کے گھر سے بہت سارا کھانا آیا تھا...... تو وہ میں نے بانٹے ہیں اور خود بھی کھاؤں گی۔'' مگر سعیدہ تو باتیں سنا کر یہ جا وہ جا۔

بھابی...... بھابی کی جتنی وہ عزت کرتی تھی...... آج ان کے خلاف اس کے دل میں ایک آتش فشاں پھٹ سا گیا تھا جس کی آگ کسی صورت کم نہیں ہو رہی تھی۔

''اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہیں یہ بھابی...... جو دل میں آیا کرتی رہیں...... اور میں نے ان کی طبیعت ہی صاف نہیں کی جب ہی تو ان کے حوصلے بڑھتے رہے اور عزائم بھی۔''

''اور اکبر بھائی...... ایسے دبو تو کبھی نہ تھے...... اب تو کسی بات کا جواب دینے سے پہلے بھابی کو یوں دیکھتے ہیں جیسے اجازت طلب کر رہے ہوں۔ اگر میں بھابی کے ظلم کے خلاف کبھی آواز بلند کرتی تو شاید یہ صورتِ حال نہ ہوتی۔''

اس نے اپنے آپ کو سمجھایا ان دنوں سعیدہ کو اپنے آپ پر رحم آ رہا تھا۔

امی کی طبیعت بھی خراب چل رہی تھی اور سعیدہ کا ڈپریشن بھی خوب بڑھا ہوا تھا ایسے میں وہ بھیا اور بھابی کا نام سننا نہیں چاہ رہی تھیں مگر امی، اکبر بھائی کو روزانہ ہی یاد کر رہی تھیں...... اور ان کی یہ رٹ اس کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔

''بھیا نہیں آیا تیرا......؟'' امی کو نہ جانے کیوں ان کی اتنی فکر کیوں لگی تھی...... تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد یہی پوچھ رہی تھیں۔

''امی جب آپ سو رہی تھیں جب بھائی آئے تھے......'' سعیدہ انہیں بہلانے کی عادی تھی۔

مگر کبھی کبھی کوئی سوئی ریکارڈ پر اٹک جاتی ہے یہی حال ان کا ہو رہا تھا روزانہ دن میں دس دس بار بیٹے کو یاد کر رہی تھیں۔

''سعیدہ...... یہ اکبر کیوں نہیں آیا......؟'' وہ کسی معصوم بچے کی طرح آنکھوں میں آنسو بھر کے سعیدہ سے پوچھ رہی تھیں۔

''بتایا تو تھا، آج بھی آئے تھے، کل بھی آئے تھے، پرسوں بھی آئے تھے۔'' وہ منہ پھیر کر بولی۔

کیسے کہہ دیتی کہ پچیس دن سے وہ نہ آئے تھے نہ فون کیا تھا۔ اس نے جب فون کیا تو بھائی بھابی دونوں کے موبائل آف تھے بارہا میسجز بھیجے مگر کسی کا جواب تک نہیں آیا۔

''وہ یہاں آ کر پریشان ہو جاتے ہیں، ڈپریشن بڑھ جاتا ہے کئی دن تک اداس رہتے ہیں......'' بھابی کے جملے اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔

''انہوں نے سوچا ہوگا...... نہ جائیں اور ہی نہ اداسی کی سوغات سمیٹ کر لائیں......'' سعیدہ کے دل میں چمک سی اٹھ کر رہ گئی۔

خاندان کے لوگ امی سے ملنے آتے ہی نہیں تھے...... سعیدہ اور اس کی ماں کا تعلق اپنے خاندان سے ایک طرح سے کٹ کر ہی رہ گیا تھا مگر اس کی سگی پھوپی زاد بہن اپنے بیٹے کی شادی کا کارڈ لے کر ان کے فلیٹ پر پہنچ گئیں۔

''خالہ آپ کو کیسے پتا چلا...... کہ ہم یہاں رہتے ہیں......؟'' سعیدہ کسی قریبی عزیز کو یوں اپنے گھر میں دیکھ کر خوش ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی تھی۔

''بڑی بیٹی کی دیورانی کا اسی رئیس منزل کا میکا ہے، اسی نے تمہیں دیکھا تو مجھے بتایا...... اب تمہیں اور آپا کو لازمی آنا پڑے گا......''

''امی تو بیمار ہیں، میں کیسے لے کر ان کو آؤں گی......؟'' سعیدہ ان کو ٹال رہی تھی۔

''کمال کرتی ہو تم بھی...... جب سے آپا بیمار پڑی ہیں تم تو پورے خاندان سے کٹ کر رہ گئی ہو...... تمہارے بھائی بھاوج تو خاندان کی ہر تقریب میں خوب دوڑ دوڑ کر آتے ہیں...... ماں، بہن کو ایک کونے میں لا کر ڈال دیا تاکہ کوئی نہ ان کو دیکھ سکے اور نہ ہی ان سے کچھ پوچھ سکے۔ ہاں بھئی کہاں ہے وہ میڈ جو تمہاری اماں کو دیکھ بھال کے لیے تمہارے بھیا نے لگائی ہے......'' وہ تمسخر بھری نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولیں۔

سعیدہ چپ رہی...... ہاں کرتی تو جھوٹی بنتی اور نہ کرتی تو بھائی کی بدنامی ہوتی...... سعیدہ چپ رہی مگر اس کے آنسو اس کے دوپٹے پر گرتے رہے۔

''تمہاری بھاوج اس وجہ سے بھی شیر ہو رہی ہے کہ خاندان والوں سے تم اور آپا کٹ کر رہ گئے ہو......

ورنہ بہت سی بہوئیں خاندان والوں کے ڈر سے ساس اور نند کا خیال رکھ لیا کرتی ہیں۔"

"خالہ آپ ہمارے ہاں آئیں بہت اچھا لگا...... دیکھیے امی آپ کو دیکھ کر کس قدر خوش ہو رہی ہیں۔"

"آپا میں آپ کو اپنے گھر لے کر جاؤں گی۔"

"ہاں میں جاؤں گی۔"

"میرے بیٹے کی شادی ہو رہی ہے......اور چھوٹی بیٹی کی بھی...... آپ دونوں شادیاں نمٹا کر آئیے گا......"

"سعیدہ میرے کپڑے نکال دے، مجھے شادی میں جانا ہے۔"

"اماں شادی آج تھوڑی ہے، دس دن بعد ہے۔"

"پھر ہم کب جائیں گے شادی میں......؟" وہ بے صبری سے پوچھ رہی تھیں۔

"آپا میں آپ کو گاڑی بھیج کر بلوالوں گی...... میں تو آپ کا شادی کا کارڈ بھی آپ کے بیٹے کے ہاں بھجوا چکی تھی مگر مجھے اپنی بیٹی سے پتا چلا کہ آپ لوگ یہاں رئیس منزل میں رہتے ہیں تو میں نے کہا...... میں آپا کے پاس جا کر کارڈ دے کر آؤں گی۔"

"اچھا کیا جو آپ آ گئیں۔"

"بے فکر رہو...... میں آتی جاتی رہوں گی...... اور آپ لوگوں کو بھی لے جاتی رہوں گی۔"

دو چار دن بعد بھائی اور بھابی آئے تو انہوں نے شادی کا تذکرہ بھی نہیں کیا...... اور نہ ہی بتایا کہ شوکت خالہ کے ہاں سے تمہارا بھی کارڈ آیا ہے۔

"اور بھابی کوئی نئی تازہ سنائیے...... خاندان میں کسی کی کوئی شادی وادی نہیں آ رہی کیا......؟" سعیدہ نے انہیں بولنے کے لیے اکسایا شاید وہ بھول گئی ہوں تو انہیں یاد آ جائے۔

"ہم لوگ کسی کے ہاں جاتے ہی کہاں ہیں...... جو ہمیں کسی کے بارے میں معلوم ہو...... اور یوں خاندان کی تقریبات میں شریک ہوئے تو عرصہ گزر گیا، فرصت کہاں ہے، میرے پاس...... اور تمہارے بھائی کے پاس تو بالکل بھی نہیں ہے اسی لیے اگر کوئی بھولے بسرے کارڈ آ بھی جائے تو ہم لوگ اسے دیکھتے ہیں اور پھر پھاڑ کر ڈسٹ بن میں ڈال دیتے ہیں...... اور پھر ہنس کر کہتے ہیں کہ چلو بھئی اس تقریب سے تو نمٹ گئے۔"

بھابی کی یہ باتیں سن کر سعیدہ نے یہ یاد دلانا مناسب نہیں سمجھا کہ وہ پوچھے شوکت خالہ میرا اور امی کا کارڈ جو آپ کے ہاں دے کر گئی تھیں تو کم از کم وہ ہمیں لا کر ہی دے دیتیں...... ہم بھی آپ کی طرح کھولتے پڑھتے اور پھر پھاڑ کر پھینک دیتے۔

"آج تو ہم بہت تھکے ہوئے ہیں...... گھر جا کر آرام کریں گے۔" دس منٹ بعد ہی بھابی اٹھ کھڑی ہوئیں...... بھیا جو چائے پی رہے تھے وہ بھی ان کی تقلید میں چائے ختم کیے بغیر ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آج میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر جاؤں گی۔" امی نہ جانے کیوں بول اٹھیں۔

بھابی تو گھبرا سی گئیں...... اور فوراً ان کی ٹھنڈی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔ "ارے آپ کو تو بخار لگ رہا

ہے اس حالت میں تو آپ کو آرام کرنا چاہیے۔"

"میرا دل یہاں گھبرا رہا ہے......" وہ بھائی کا بازو تھام کر ملتجی سے لہجے میں بولیں۔

"امی، اب میں جلدی آیا کروں گا......" بھائی آنکھیں چراتے ہوئے بولے۔

"کہاں جلدی آتا ہے تُو...... پورے دو سال بعد آیا ہے۔"

"دیکھا...... بخار ان کے دماغ پر چڑھ رہا ہے......" بھابی نے گھبرا کر کہا۔

"ایک ہفتے پہلے آئے تھے ہم......" ایک ماہ کا عرصہ انہیں ایک ہفتہ لگ رہا تھا۔

"ہاں اور کیا......!" بھائی امی کو دلاسہ دے کر بولے۔

"بھیا آپ کو ایک ماہ کا عرصہ ایک ہفتے کے برابر لگ رہا ہے اور امی کو دو سال کے برابر...... آپ کتنے ہی دنوں بعد کتنی ہی تاخیر سے آئیں آپ کو اس کی طوالت کبھی بڑی نہیں لگتی۔"

"کیا یہ بات تم ہمیں سمجھاؤ گی کہ ہمیں کب آنا چاہیے اور کب نہیں......؟" بھابی غصے میں لال پیلی ہو گئیں۔

"چھوٹی ہو چھوٹی بن کر رہو...... ہم پر حکم چلانے کی ضرورت نہیں ہے......" بھابی کا غصہ کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"میں اپنے بھائی سے بات کر رہی ہوں...... آپ سے نہیں۔" سعیدہ کو بھی غصہ آ گیا۔

"تمہارا ایک بھائی کینیڈا میں بھی تو بیٹھا ہوا ہے...... وہ تم کو کتنا منہ لگاتا ہے...... کبھی فون تک نہیں کرتا...... اس کو کیوں نہیں سناتی ہو...... اب ساری ذمے داریاں ہماری تو نہیں ہیں۔"

"کینیڈا والا بھائی تو پتھر کا ہو گیا...... اسے معلوم ہی نہیں خونی رشتے کیا ہوتے ہیں...... مگر آپ تو یہاں ہیں۔"

"ہم پاگل نہیں جو اپنے وقت کا بھی تمہیں حساب دیتے رہیں کہ کب آئے تھے، کب نہیں...... جلدی کیوں نہیں آئے، دیر کیوں ہو گئی...... ایک سال بعد آئے ہو دو سال ہو گئے...... جیسے کہ ہمارے پاس تم لوگوں کے پاس آ کر حاضری لگوانے کے سوا کوئی دوسرا کام ہی نہ ہو......" بھابی نے غصے میں آ کر بے بھاؤ کی سنائیں...... اور بھیا ان کی باتوں پر یوں سر ہلاتے رہے جیسے وہ سچ کے سوا کچھ نہ کہہ رہی ہوں۔

"بھیا...... یہ آپ کی ماں بھی ہیں ان کے پاس آ کر آپ کوئی احسان نہیں کرتے...... میں تو سمجھتی تھی کہ آپ اپنی خاطر ان کے پاس آتے ہوں گے کہ ماں کو دیکھ کر اولاد کو بھی طمانیت کا احساس ہوتا ہے مگر آج پتا لگا ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"ارے سعیدہ تم بھی ناں...... بات کو کہاں لے جاتی ہو...... کہ بندہ کام کی بات تو بھول جاتا ہے، یہ لو پیسے...... میں تو آج دینا ہی بھول جاتا......" وہ دس ہزار روپے دیتے ہوئے بولے۔

"بھیا آپ بھول تو رہے ہیں، اماں کے مکان کا ایک پورشن پندرہ ہزار پر کرایے پر گیا تھا جس کا کرایہ ایک سال بعد دس فیصد بڑھنا بھی تھا آج تین سال سے زائد عرصہ ہو گیا کہ کرایہ بڑھنا تو در کنار اب وہ کم ہو گیا ہے۔"

"ارے میں شاید بھول گیا...... یہ تو پندرہ ہزار تھے۔" وہ شرمندگی پر ڈھٹائی کی مسکراہٹ کا بند باندھتے ہوئے بولے۔

سعیدہ نے پانچ ہزار کا نوٹ لیتے ہوئے کہا...... "یہ بھول چوک گزشتہ چھ ماہ سے ہو رہی ہے۔ہاں، اماں کی دوائیں پانچ ہزار کی آتی ہیں، یہ دواؤں کا نسخہ ہے آپ خود تو نہیں آسکتے مگر اپنے ڈرائیور کے ہاتھ بھجوا دیجیے گا مہنگائی کی وجہ سے اب دس ہزار میں خرچہ مشکل سے ہوتا ہے۔"

"اب چلیے بھی...... آپ تو چل ہی نہیں رہے...... سارے فرض ہمیں ہی پورے کرنے ہیں، کینیڈا والا تو ان کا بیٹا ہی نہیں رہا...... آپ کی اماں اس بیٹے کو تو کبھی یاد نہیں کرتیں...... اس کو بھی تو فون کر کے کٹی کسیلی سنائیں تاکہ وہ کچھ تو ڈالر بھیجے گا......"

امی جو ٹکر ٹکر سب کو دیکھ رہی تھیں نا سمجھی میں بولیں۔ "اصغر تو کب کا مر گیا...... مرنے کے بعد کوئی واپس تھوڑی ناں آتا ہے تمہارے ابا نے خواب میں آکر مجھے بتایا تھا اسے مرے ہوئے تو برسوں بیت گئے...... وہ تو تمہارے ابا کے پاس رہتا ہے اور جب میں مرجاؤں گی تو میں بھی ان کے پاس چلی جاؤں گی۔"

"اللہ اصغر کو سلامت رکھے۔" سعیدہ نے آنسوؤں میں کہا۔

"چلیے بھی...... کوئی نہیں مرے گا...... ہم پہلے مریں گے۔" بھابی نے نخوت بھرے لہجے میں کہا اور سرعت سے سیڑھیاں اترنے لگیں۔

اور سعیدہ کو یوں لگا جیسے کہہ رہی ہوں...... مرنا تمہاری ماں کو چاہیے...... مگر وہ اس قدر ڈھیٹ ہیں کہ مر کر ہی نہیں دے رہی ہیں...... تو کیا کریں......؟

تب سعیدہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر بے تحاشا روئی آج اسے یوں لگ رہا تھا جیسے باپ کا جنازہ ابھی گیا ہو۔ ماں کو فالج کا اٹیک ابھی ہوا ہو...... ان کی ذہنی حالت کی کمزوری آج ہی ہوئی ہو...... اور اصغر سب کو چھوڑ کر آج ہی گیا ہو۔

اور جب اتنے سارے صدمات ایک ساتھ ہی سر پر آپڑیں تو آنسو تو طغیانی کا روپ دھار لیتے ہیں وہ روئے چلی جارہی تھی مگر اسے صبر نہیں آرہا تھا۔

کب وہ بے دم ہو کر بستر پر گری اسے پتا ہی نہیں چلا۔

☆======☆======☆

"آن کی آن میں کوئی کیا تبدیل ہو جاتا ہے...... یہ بھی ان کی اداؤں کا کوئی رنگ ہو گا......" ثمینہ نند کے گھر سے آکر رخسانہ بیگم کے سیدھے سادے چلیے اور عام سی باتیں سن کر گھر میں آکر کہہ رہی تھیں۔

"اپنے میاں پر اپنی تیمارداری کا سکہ جما رہی ہیں...... ڈرامے دیکھ دیکھ کر اپنا حلیہ بھی ٹی وی کی غم زدہ سی ہیروئن کا بنا لیا......" اپنے کمرے میں اکیلے بیٹھ کر بھی وہ رخسانہ بیگم کا ہی ذکر کر رہی تھیں۔

"مگر امی...... ہم نے تو پھپو کو بغیر میک اپ کے کبھی نہیں دیکھا...... ہمیشہ نک سے سک تک میچنگ میں دیکھا ہے اب تو وہ ملگجے سے کپڑوں میں بھی نظر آجاتی ہیں...... بس انہیں فکر ہے تو صرف یہی کہ پھپا جلدی سے ٹھیک ہو جائیں۔"

"مگر ان کے دل میں دوسروں کے لیے اتنی محبت کیسے پھوٹ پڑی...... جنہیں باتوں کے درمیان چٹکی لینے کی عادت ہو...... ان کے منہ سے یہ پھول سے کیسے جھڑنے لگے۔"

"حد ہو گئی ہے امی کیا لوگوں کے مزاجوں میں تبدیلی نہیں آسکتی...... سیاست میں تبدیلی آتی ہے...... وقت کے ساتھ رہنے سہنے میں آتی ہے...... کیا رخسانہ پھپو میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی......" عینی نے ہنس کر کہا۔

"جب ہی تو مجھے حیرت ہو رہی ہے۔"

"امی کسی کی اچھی بات کو اچھے انداز میں ہی لینا چاہیے اب اگر وہ اچھی باتیں کر رہی ہیں اور انہیں سب کا احساس ہو رہا ہے تو یہ واقعی اچھی بات ہے۔"

☆======☆======☆

رحمان صاحب کی طبیعت بظاہر بہتر ہو رہی تھی مگر ان کا ڈیپریشن بڑھتا چلا جارہا تھا رخسانہ بیگم کی یہ پوری کوشش تھی کہ رحمان صاحب کو اس ڈیپریشن سے باہر نکال لیں مگر وہ اس میں خاطر خواہ کامیاب نہیں ہو پا رہی تھیں اور پھر وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ ایک شب رحمان صاحب ایسے سوئے کہ کسی کے اٹھانے پر نہیں اٹھے۔ رخسانہ بیگم چیختی چلاتی رہ گئیں مگر انہوں نے انہیں آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا۔

یہ خبر تھی کہ جنگل کی آگ...... آن کی آن میں سب عزیز واقارب جمع ہو گئے۔ چار میں سے تین بیٹے آگئے سب کو ہی اپنے باپ کی موت کا بے حد غم تھا اور اس سے زیادہ غم ماں کی ناگفتہ حالت کو دیکھ کر ہو رہا تھا۔

رخسانہ بیگم تو گم صم سی ہو گئی تھیں اپنے بیٹوں کو دیکھتیں اور چپ چاپ آنسو بہاتی رہتیں ایک لفظ بھی ان کے لبوں پر شکایت کا نہ تھا۔

"مما، آپ ہمارے ساتھ چلیں...... یوں اکیلے گھر میں کس طرح رہیں گی۔"

"تمہارے پاپا کو چھوڑ کر میں کیسے جا سکتی ہوں۔" وہ گلوگیر لہجے میں بولیں۔

"مگر وہ تو چلے گئے کبھی نہ آنے کے لیے، ایسی صورت میں تو آپ بالکل تنہا رہ گئی ہے ناں......؟"

"سنا ہے روحیں اپنے گھر آیا کرتی ہیں اگر وہ آئے اور خالی گھر پایا تو......؟"

"امی آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں۔ یوں تن تنہا رہیں گی تو بیمار پڑ جائیں گی جب تک آپ کی عدت ختم نہیں ہو جاتی میں آپ کے پاس ہی رہوں گا۔" پھر واقعی سب نے دیکھا دونوں بھائی چلے گئے مگر سلمان ماں کے پاس ہی رک گیا۔

صبح کو وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے ناشتا کراتا، دوپہر کو زبردستی کھانا کھلاتا، شام کو انہیں لے کر لان میں بیٹھتا۔ اپنے باپ کی ہر وہ بات ان سے کرتا جو وہ رخسانہ بیگم کے لیے سب بیٹوں سے کہا کرتے تھے۔ "تمہیں اپنی ماں کا سب سے زیادہ خیال رکھنا چاہیے، ان کے پاس ملبوسات کا نت نیا اسٹاک ہو، جیولری نئے فیشن کی ہو، کاسمیٹکس عمدہ ترین ہو۔

"جب دیکھنے والا سراہنے والا ہی نہیں رہا تو اب ان چیزوں کا کیا کرنا۔" وہ دل گرفتہ لہجے میں بولیں۔

"آپ کے بیٹے آپ کو ہنستا، مسکراتا اور خوش باش دیکھنا چاہتے ہیں تو کیا آپ ان کا خیال نہیں رکھیں گی؟"

"اب میری دنیا تو میرے بچے ہی ہیں۔" انہوں نے سلمان کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپ ہمیں ویسی ہی سجی سجائی نظر آئیے جیسے ہم آپ کو دیکھنے کے عادی ہیں۔"

"ان دنوں تو بیٹا میں عدت میں ہوں اس لیے تمہاری بات نہیں مان سکتی۔"

"ایک ہفتے بعد مجھے جانا ہوگا مگر جب میں آؤں تو آپ مجھے ویسی ہی نظر آئیے گا جیسا میں اپنی ماں کو دیکھنے کا عادی ہوں۔"

"ٹھیک ہے بیٹا۔" رخسانہ بیگم نے پھیکی پھیکی ہنسی کے ساتھ کہا۔

☆======☆======☆

بابو جی نے صارم کو علیحدگی میں یہی یقین دلایا تھا کہ وہ اس کی پسند کے خلاف ہرگز نہیں جائیں گے۔ انہیں صارم کی پسند اور خوشی ہر حال میں عزیز ہوگی یہی وجہ تھی کہ صارم مطمئن تھا، اس کا خیال تھا کہ عینی کے والد بھی اپنی بیگم کو جلد اپنا ہمنوا بنا لیں گے۔ اس لیے صارم خوش اور مطمئن سا تھا اس کی ذہنی ٹینشن جو پچھلے دنوں خاصی بڑھ گئی تھی ان دنوں بالکل نہیں تھی۔ اب وہ سامی کے نام سے عینی کے موبائل پر میسجز بھیجتا رہتا تھا جسے ثمینہ بیگم، سمیعہ سمجھا کرتی تھیں۔

"عینی کیا تمہاری سہیلی شاعرہ ہے؟" ایک دن صارم کا میسج دیکھ کر وہ بولیں۔ (شکر ہے انہوں نے صرف دیکھا ہی تھا پڑھا نہیں تھا)

"امی وہ تو مشاعروں میں بھی شرکت کرنے لگی ہے۔"

"اچھا اسے گھر بلانا مجھے شاعرات سے ملنا اچھا لگتا ہے۔"

"ہاں، امی وہ ضرور آئے گی۔" عینی نے اپنی مسکراہٹ دبا کر کہا اور صارم کی بھیجی ہوئی شاعری پڑھنے لگی۔

میری ساتھی حقیقت ہے
کہ جب سے تم کو دیکھا ہے
نیا احساس پایا ہے
سنا ہے لوگ کہتے ہیں محبت نام ہے اس کا
وہی سب ہی تو ہوتا ہے جو لوگوں سے سنا میں نے
ہر اک منظر سہانا سا
لگے جگ بھی دیوانہ سا
میں پیار کے گیت سنتا ہوں
میں خود بھی گنگناتا ہوں
تصور میں تجھے بلا کر میں تنہا مسکراتا ہوں
نئے کپڑے پہن کر اب میں خوشبو لگاتا ہوں
میں اب لوگوں سے ملتا ہوں

بہت خوش حال لگتا ہوں
دھنک کے رنگ چنتا ہوں
تیرا چہرہ ہی بنتا ہوں
کہیں پر پیڑ دیکھوں تو
میں تیرا نام لکھتا ہوں
اسے پھر چوم لیتا ہوں
سب ہی دلکش حسین چہرے تیرا ہی دھوکا دیتے ہیں
کوئی بھی دے صدا مجھ کو لگے تُو نے پکارا ہے
دیوانہ ہو گیا ہوں میں
تجھی میں کھو گیا ہوں میں
میرے ساتھی حقیقت ہے
سب ہی یہ لوگ کہتے ہیں محبت ہو گئی مجھ کو

(امینہ عندلیب)

"ہوں...... آج ویلنٹائن ڈے ہے اسی لیے موصوف نے یہ اعتراف نامہ لکھ کر بھیجا ہے۔ اب میں کیا کروں، کیا مجھے بھی کوئی اعتراف نامہ لکھنا ہوگا۔" اس نے سوچا۔

"نہیں...... میں تو اپنے دل کی حالت تک بیان نہیں کر سکتی۔ یوں تو سارا بھانڈا پھوٹ جائے گا تو پھر میں کیا کروں...... کس طریقے سے پوچھوں......؟" اب وہ پریشان ہو رہی تھی۔

ایک سہیلی کا خود ہی فون آ گیا۔ "یار آج گلاب کے پھول نہیں مل رہے ہیں ایسا لگ رہا ہے سارے گلاب تمام جن بھوت پہلے سے خرید کر لے گئے ہیں۔"

"محبت کرنے والے جن بھوتوں سے کم تھوڑی ہوتے ہیں۔" عینی نے ہنس کر کہا۔

"مجھے تو پھول اپنے منگیتر کو بھیجنے تھے خیر کوئی بات نہیں انٹرنیٹ سے کوئی خوب صورت میسج منتخب کر کے بھیج دیتی ہوں۔"

"دوسرے کے میسج تمہارے دل کی ترجمانی کر لیں گے؟" عینی کو حیرت ہوئی۔

"ٹائم نہیں ہے اپنے پاس...... امتحان سر پر ہیں اس لیے نہ بھی کریں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔" سہیلی نے ہنس کر خدا حافظ کرتے ہوئے کہا۔

"اپنا تو کمپیوٹر بھی کب سے خراب پڑا ہوا ہے، میں کیا کروں؟" وہ سوچ رہی تھی تب عرصے پہلے پڑھی ہوئی ایک نظم نے اس کے ذہن میں جیسے دستک سی دی اور اس لمحے اسے یوں لگا جیسے شاعر نے صرف اسی کے لیے لکھی ہو۔

یہ تاکید محبت ہے یا تجدید محبت ہے
مگر جو کچھ بھی ہے جاناں یہ توحید محبت ہے

سنو
توحیدِ محبت میں بچھڑنے کا کبھی دھڑکا نہیں ہوتا
بجز چاہت کسی دل میں کوئی جذبہ نہیں ہوتا
کبھی تاکید یا تجدید کی نوبت نہیں آتی
کوئی کاغذ، کوئی خط، پھول یا تحفہ نہیں ہوتا
میری آنکھوں میں جتنے رنگ ہیں ان سب میں
چاہت ہے
میرے ہونٹوں پہ جتنے لفظ ہیں ان میں
عقیدت ہے
تمہیں معلوم ہے چاہت تو اِک ایسی حقیقت ہے
جسے لفظوں کی ضرورت نہیں ہوتی
جہاں دل سے نکل کر بات خود دل تک پہنچتی ہے
جہاں آنکھوں سے نکل کر اشک خود اظہار کرتے ہیں
کہ ہم کس حال میں ہیں اور کتنا پیار کرتے ہیں
سنو، اے جانِ غزل
دیکھو
میری آنکھیں، دھڑکتا دل اور اس میں موجزن جذبے
میری چاہت کا تحفہ ہیں
میری چاہت کے سب تحفے تمہارے پاس ہیں جاناں
مجھے یومِ محبت پر تمہیں کچھ بھی نہیں دینا

شاعر: رضی الدین رضی

اور صارم نے اپنے موبائل پر یہ نظم پڑھ کر موبائل کو ہی چوم ڈالا۔

☆======☆======☆

نوشابہ کی چاچی اپنی ماں کی فوتگی میں دوسرے گاؤں گئیں تو بابو جی نوشابہ کو لے کر کراچی آ گئے۔ امی جو کسی صورت یہ نہیں چاہ رہی تھیں کہ نوشابہ کراچی آئے وہ پھپو کے انتقال کے صرف تین ماہ بعد ہی کراچی آ گئی۔

دادی جان اس کو دیکھ کر خوش ہو گئیں یوں بھی ان کی آدھی بیماریاں نوشابہ کو دیکھ کر رفو چکر ہو جایا کرتی تھیں۔

دادی جان جو کہیں آنے جانے میں آلکس دکھایا کرتی تھیں نوشابہ کو دیکھ کر از خود پروگرام بنانے لگی تھیں۔

"رحمان کا انتقال ہو گیا ہے، چلو رخسانہ کے پاس تم بھی تعزیت کر آؤ۔" دادی، بابو جی کے ساتھ نوشابہ کو لے کر رخسانہ آنٹی کے گھر چلی گئیں تب رخسانہ آنٹی، دادی کے گلے لگ کر اس قدر روئیں کہ نوشابہ کو لگا جیسے آج ہی رحمان انکل کا انتقال ہوا ہو۔

"آپ کچھ دن میرے پاس ہی رہ جائیں۔" وہ دادی سے ملتجی لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"بیٹا میں رہ جاتی مگر نوشابہ میرے پاس آئی ہوئی ہے ناں تو کیسے رک سکوں گی...... ہاں پھر آؤں گی۔" دادی نے اپنے برقع کے بٹن لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں آپا جان، آپ رک جائیے، نوشابہ بھی رک جائے گی، میں اکیلی ہو گئی ہوں مجھے اپنے آپ سے بھی خوف آنے لگا ہے۔" اب وہ پھر دھواں دھار رو رہی تھیں۔ دادی جان نے انہیں بغور دیکھا یہ رخسانہ تو پہلے والی رخسانہ تھی ہی نہیں۔ اپنائیت بھرا لہجہ، چاہت بھرا انداز، دادی جان، رحمان انکل کی سگی تایازاد بہن تھیں اور رحمان انکل انہیں ہمیشہ آپا جان کہا کرتے تھے مگر رخسانہ بیگم نے انہیں صارم یا وانیہ کی دادی کہہ کر مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی یا وہ بغیر کسی القاب کے جملے بولنے کی عادی تھیں۔ دادی جان جب جب ان سے ملی تھیں ان کو ہمیشہ ایک بدتمیز اور تکبر بھری عورت کا نام دیا تھا مگر آج وہ ویسی نظر نہیں آ رہی تھیں جیسی کہ وہ تھیں۔

دادی جان نے نوشابہ کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں پوچھا۔ "کیا رخسانہ کے ہاں رکو گی؟"

"نہیں، میں گھر جاؤں گی۔" نوشابہ نے بھی آنکھوں سے جواب دیا۔

"رخسانہ بیٹا پھر کبھی آؤں گی تو تمہارے پاس رک بھی جاؤں گی...... اس وقت میں اپنی دوائیاں بھی اپنے ساتھ نہیں لائی ہوں جو تینوں ٹائم مجھے کھانی ہوتی ہیں۔" اور رخسانہ بیگم نے رضامندی میں سر ہلا دیا۔

☆======☆======☆

جھجک اور شرم اگر ختم ہو جائے تو احساس تک نہیں رہتا کہ کون سی بات صحیح ہے اور کون سی غلط...... صارم کو پہلی مرتبہ خاصی شرم اور جھجک سی محسوس ہوئی تھی کہ وانیہ کا موبائل لے کر عینی سے بات کی تھی اور جب وہ روزانہ ہی وانیہ سے اس کا موبائل مانگنے لگا تھا تو وہ اس کیفیت سے بھی باہر نکل آیا تھا۔

وانیہ کو معلوم تھا کہ بھائی رات گیارہ بجے کے بعد عینی سے باتیں کرتے ہیں اور ایک ایک گھنٹے تک کرتے ہیں اس لیے وہ ان اوقات میں اپنا موبائل از خود صارم کو دینے لگی تھی۔

موبائل میں کریڈٹ بھی اب صارم ہی ڈلوانے لگا تھا اور وانیہ اپنے کمرے میں لیٹی سوچا کرتی کہ عینی کیا کہہ رہی ہو گی، کیا سن رہی ہو گی۔

کچی عمر کی لڑکی کے لیے چاہت بھری باتیں ایک طلسماتی کیفیات کا نام ہیں۔

"کون ہو گا وہ جو مجھے بھی فون کرے گا، کہاں ہے وہ جس کا نام میرے نام کے ساتھ جڑے گا۔" وانیہ جو پہلے فلم کو صرف فلم سمجھ کر ہی دیکھا کرتی تھی اور ڈرامے کو صرف ڈراما سمجھ کر...... گھر میں صارم اور عینی کی باتوں کے طویل دورانیے نے اس کے سوتے ہوئے خوابوں کو بھی جگا دیا تھا۔ اب فلم دیکھتی تو ہیروئن کی جگہ وہ خود کو محسوس کیا کرتی سوتی تو کوئی راج کمار اس کے کانوں میں سرگوشیاں کر رہا ہوتا۔ چند مہینوں میں وانیہ کو اپنے

اوپر ترس بھی آنے لگا تھا۔

"کیا میرا چاہنے والا یہاں نہیں ہے؟" وہ ہر طرف بغور دیکھا کرتی اور پھر ایک صبح کالج جانے کی جلدی میں وہ سرعت سے سیڑھیاں پھلانگتی ہوئی اتر رہی تھی۔ آج جانے میں خاصی دیر بھی ہوگئی تھی کہ نیچے سے اوپر کی جانب آتے ہوئے رضا سے اتنی زور سے ٹکرائی کہ ہاتھ میں پکڑی فائل بھی دور جا پڑی۔

"اندھے ہو کیا؟" اپنا سر پکڑ کر غصے سے اس نے جو اسے دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔ اوپر کے مالے پر رہنے والے رضا جو صارم کے بھی دوست تھے وہ حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"سوری، میں اپنی دھن میں چل رہا تھا مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ اوپر سے کوئی طوفان نیچے آرہا ہے۔" اپنی گہری سرخ آنکھوں سے وہ اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"میرا تو سر آپ نے توڑ کر رکھ دیا۔" وہ خجالت سے مسکرائی، رضا اسے تھکے تھکے سے نظر آرہے تھے یا وانیہ کو ایسا لگا تھا۔

"ایکسٹریملی سوری...... مس......" وہ جملہ چھوڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

"وانیہ......" وہ بولی۔

"جی وانیہ...... آپ کی لغت میں معافی ہے؟"

"ہاں ہے تو مگر......"

"تو...... مگر......؟" اب وہ اس کے برابر کی سیڑھی پر کھڑے تھے اور حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

جرمانہ ہوگا" وہ ہنسی۔

"ٹھیک ہے، آپ کے فلیٹ میں وکس، آیوڈیکس، پین کلر ٹیبلٹ بھجوا دیتا ہوں۔"

"نہیں بھئی، یہ جرمانہ نہیں چاہیے، میں تو مذاق کر رہی تھی۔" وانیہ اس کے ہاتھ سے اپنی فائل لے کر نیچے اتر گئی مگر سارا دن اس کا کالج میں دل نہیں لگا۔ کتاب کھولتی تو اس پر رضا کا چہرہ نظر آتا۔

"کیا سیڑھیوں پر ٹکرانے سے پیار ہوسکتا ہے؟" اس نے کالج میں اپنی سہیلی سے پوچھا۔

"کس کو ہوگیا ایسا اچھلتا کودتا پیار؟"

"یار ایک افسانہ پڑھا ہے مگر میرا ذہن اس کو تسلیم نہیں کر رہا ہے بھلا اس طرح بھی کسی کو پیار ہوا کرتا ہے۔" اس نے منہ بنا کر کہا۔

"وانیہ ڈارلنگ، اپنی فلموں میں تو بغیر ٹکرائے پیار ہوجاتا ہے، بس کی سیٹ پر دو مسافر الگ الگ اسٹاپ پر اترتے ہیں مگر پھر مل جاتے ہیں، شاپنگ سینٹر میں ایک دوسرے کے بیگ تبدیل ہوجاتے ہیں اور جب واپس کرنے جاتے ہیں تو ایک دوسرے کے دل ایک ہوجاتے ہیں۔"

"مگر یہ سب تو فلموں میں ہوتا ہے ناں...... حقیقت میں کہاں ہوتا ہے۔" وانیہ نے جھنجلا کر کہا۔

"حقیقت میں تو اس سے برا ہوتا ہے جس سے دل نہیں چاہتا اس سے مجبوری پیار ہوجاتا ہے۔"

"کیا مطلب؟" وانیہ نے تحیر سے اپنی دوست کو دیکھا۔

"یہی ہے کہ ناپسندیدہ بندے سے جب شادی ہو تو اسی سے پیار کرنا پڑتا ہے لڑکی کی یہ مجبوری ہوتی

ہے کہ جس سے بھی شادی ہو اس کو ہر صورت نبھائے۔" تب اس کے معصوم سے ذہن میں یہی بات ابھری کہ شادی سے پہلے پیار ہونا بے حد ضروری ہے۔

"اب صارم بھائی بھی تو عینی سے پیار کرتے ہیں اور اس سے شادی کرنے کے لیے کس قدر بے چین ہیں جب تک اس سے باتیں نہیں کرتے ان کے چہرے پر طمانیت نظر نہیں آتی۔" کالج کی کتنی لڑکیاں اپنے اپنے عشق کے قصے کس قدر دھڑلے سے سنایا کرتی تھیں اور اب وہ رضا سے اس کا ٹکراؤ...... اس میں اسپارک پیدا کر گیا تھا۔

گھر آکر صرف تین گھنٹوں میں اس نے معلوم کرلیا۔ تین بہنیں دو بھائی اور ماں باپ پر مشتمل اس گھرانے میں رضا کا نمبر پہلا ہے۔ تینوں بہنیں کالج کی طالبات ہیں چھوٹی بہن تو اس کی کلاس میں ہی پڑھتی ہے۔

"ہوں...... اب رضا کی بہن سے دوستی تو لازمی کرنی پڑے گی۔" راحیلہ کو اس نے کبھی لفٹ ہی نہیں دی تھی۔ "چلو اب لفٹ دے دیا کروں گی۔" وانیہ کے لبوں پر از خود مسکراہٹ سی پھیل گئی۔ صارم بھائی سے رضا کی دوستی کس حد تک ہے یہ اسے معلوم کرنا تھا مگر اس نے کبھی صارم کو رضا کے پاس جاتے نہیں دیکھا تھا یہ اس کے علم میں تھا ہی نہیں کہ ان کے مابین کیسے تعلقات ہیں؟

"آپ کا کوئی دوست آیا تھا۔" ایک شام اس نے بھائی سے کہا۔

"کون تھا؟" صارم نے پوچھا، اپنے آفس کے کسی دوست کو وہ گھر پر نہیں بلاتا تھا۔

"شاید رضا نام بتایا تھا۔" وانیہ نے عام سے لہجے میں کہا۔

"کون رضا......؟" وہ حیرت سے بولا۔ "اس نام کا تو میرا کوئی دوست نہیں ہے۔"

"اوپر کے مالے سے اتر کر آیا تھا رئیس منزل کا ہوگا کوئی۔" وانیہ غیر اہم سے لہجے میں اپنی تمام تر توجہ مٹر چھیلنے پر رکھتے ہوئے بولی۔

"ارے...... رضا......" صارم نے مسکرا کر کہا۔

اسے لگا جیسے وہ کہے گا وہ تو رئیس منزل کا ہیرو ہے مجھ سے بھی لمبا ہے اور اس جیسی وجاہت تو شاید کسی میں ہو ہی ناں اور قابلیت تو ایسی ہے کہ سب اس کو نہ صرف جانتے ہیں بلکہ مانتے بھی ہیں۔

"کون ہے یہ رضا؟" دادی جان کو بھی ہر بات جاننے کی تمنا رہتی تھی ادھورا کام اور ادھوری بات سے انہیں چڑ تھی۔

"دادی جان، ہے ایک جھکی سا لڑکا کسی کال سینٹر میں نائٹ شفٹ میں کام کرتا ہے۔ صبح جب وہ تھکا ہارا نیند میں جھومتا ہوا آرہا ہوتا ہے تو اس وقت ہم جا رہے ہوتے ہیں۔ بس اتنی دوستی ہے کہ زینے پر اترتے چڑھتے وقت سلام دعا ہوجاتی ہے۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"جھکی کس کو کہتے ہیں؟" وانیہ کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا تھا شاید کسی غنڈے موالی کو کہتے ہوں یا پاگل کو کہتے ہوں ان ہی دو نکتوں پر اس کا ذہن ڈول رہا تھا۔

"صارم بھائی کیا واقعی وہ پاگل تھا؟" تھوڑی دیر کے بعد اس نے پوچھا۔

"کون پاگل تھا؟" صارم نے حیرت سے بہن سے پوچھا۔

"وہی جس کے بارے میں آپ کہہ رہے تھے کہ رضا جھکی ہے۔" اس نے ڈرتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میں نے کب کہا ہے وہ پاگل ہے۔" صارم نے سنجیدہ سے لہجے میں کہا۔

"میں تو ڈر گئی تھی کہ اس رئیس منزل میں پاگل بھی رہتے ہیں۔" بھائی کو خائف سا ہوتا دیکھ کر اس نے خوف زدہ سے لہجے میں کہا۔

"افوہ...... یہ اردو بولے واگے گھرانوں کے بچوں کو بھی اب اردو نہیں آتی ہے...... پڑھے لکھے لوگ بھی تو جھکی ہوتے ہیں جیسے تمہارے وقار ماموں جھکی ہیں، انگریزی اخبار کے سوا کوئی دوسرا اخبار نہیں پڑھتے، بکرے کے گوشت کے سوا کوئی دوسرا گوشت نہیں کھاتے......" دادی جان نے وانیہ کی کھنچائی کرتے ہوئے وضاحت کی۔

اس اثنا میں صارم کا فون آ گیا......تو وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

اور وانیہ یہ سوچ کر ہی خوش ہو گئی...... کہ رضا اچھا پڑھا لکھا لڑکا ہے اب پہلا مرحلہ راحیلہ سے دوستی کرنے کا تھا...... وانیہ اپنی کلاس کی ہر دلعزیز لڑکی تھی راحیلہ سے دوستی کرنے میں بالکل مشکل پیش نہیں آئی...... وہ تو الٹی اس کی ممنون سی ہو گئی کہ وانیہ نے اس کو اپنے حلقہ دوستی میں شامل کر لیا تھا...... ورنہ راحیلہ مارے باندھے کالج تو آ جاتی تھی مگر پڑھائی میں خاصی کمزور تھی...... ہر ٹیسٹ میں فیل ہوتی یا پاسنگ مارکس آیا کرتے...... جب کہ وانیہ کا شمار نہ صرف اپنی کلاس میں بلکہ اپنے کالج کی نمایاں طالبات میں ہوتا تھا......وہ نہ صرف پڑھنے میں بلکہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی آگے آگے رہتی تھی۔

"راحیلہ کسی دن ہمارے فلیٹ میں آؤ ناں......!" وانیہ کا خیال تھا کہ اس کی بات سن کر وہ کہے گی کہ وانیہ تم بھی ہمارے گھر آؤ......مگر راحیلہ نے ایسا کچھ نہیں کہا تھا...... بلکہ ہنس کر فوراً ہی بولی تھی کہ کل ہم ساتھ ہی کالج جائیں گے......میں صبح ہی آ جاؤں گی......اور وانیہ زچ ہو کر رہ گئی۔

☆======☆======☆

شوکت خالہ کے ہاں شادی کی تقریب میں سعیدہ اپنی امی کے ساتھ شریک ہوئی تھی۔ شادی مقامی ہوٹل کے بڑے سے ہال میں تھی......اور سعیدہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی جب اس کے بھائی، بھابی نہ صرف اپنے بچوں کے ساتھ شریک ہوئے تھے بلکہ اس تقریب میں بھابی اپنی چھوٹی بہن کو بھی ساتھ لے کر آئی تھیں۔

سعیدہ اور ماں کو دیکھ کر تو وہ پریشان ہی ہو گئیں۔

"ارے سعیدہ تم کیسے آئیں...... امی کی تو طبیعت خراب تھی تم انہیں اس حال میں بھی لے آئیں......؟" بھابی نے آ کر کہا (کہیں تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو......؟) ان کی بات کا یہی مطلب تھا۔

"کہیں آنے جانے سے طبیعت ٹھیک رہتی ہے......اور بندہ ایک ہی جگہ مقید ہو کر رہ جائے تو نہ صرف طبیعت خراب رہتی ہے بلکہ ڈیپریشن بھی بڑھ جاتا ہے...... آپا تین دن سے میرے گھر ہیں اور بے حد خوش ہیں اور ان کی طبیعت بھی بالکل ٹھیک ہے......" شوکت خالہ نے بھابی کو کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"شادی کے گھر میں ایک معذور شخص آ جائے تو اچھی خاصی تکلیف ہو جاتی ہے......" بھابی کھسیا کر کہہ رہی تھیں۔

"دلہن......شادی کے گھر میں تو آنے والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو پتا نہیں...... میزبانوں کا دل تو ان کے آنے پر اس قدر مگن ہو جاتا ہے جو خوشیاں بڑھانے آئے ہیں......وہ بیان نہیں کر سکتی......"

"سعیدہ تم تین دن سے ہو یہاں......فون ہی کر دیتیں مجھے۔" بھابی نے شکوہ کیا۔

"مجھے آپ کا خیال ہی نہیں آیا......" سعیدہ کا دل پتھر ہو گیا تھا۔

خاندان کی تمام خواتین شوکت خالہ کے اس اقدام کو سراہ رہی تھیں...... کہ انہوں نے سعیدہ اور رشیدہ آپا کو اس تقریب میں شامل کر لیا۔

"اب میری بیٹی کی شادی میں بھی آیئے گا......" دیگر خواتین رشیدہ آپا سے اصرار کر رہی تھیں۔

"جو یہ چاہتا ہے کہ رشیدہ آپا ان کے ہاں آئیں، میں ان کو لے کر آؤں گی......ان کا بیٹا تو بہت معروف رہتا ہے اس کے پاس تو ٹائم نہیں ہے مگر میں آپا کو اور سعیدہ کو لے کر ضرور آؤں گی۔"

یہ سب دیکھ کر...... بھابی کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ وہاں سے اٹھ کر چلی جائیں مگر جا بھی نہیں سکتی تھیں۔

"دیکھو تو سہی، اپنی سگی بہن کو بغل میں لیے شادی میں آ گئی اور اپنی ساس اور نند کا کوئی خیال ہی نہیں......انہیں ایسے دور پھینک دیا کہ نہ کوئی ملے اور نہ ہی کوئی ان کی حالت جانے......" خاندان کی عورتیں کھسر پھسر کر رہی تھیں......اور یہ سب باتیں بھابی کو بھی سنائی دے رہی تھی۔

کھانا کھا کر سب سے پہلے جانے والے مہمان بھائی اور بھابی کی فیملی تھی۔

☆======☆======☆

"دیکھا آپ نے اپنی بہن کو......آپ سے پوچھے بغیر......آپ کو اطلاع دیے بغیر کیسے خاندان کی تقریب میں پہنچ گئیں......اور ہماری برائیاں سب جگہ نشر کرتی پھر رہی تھیں...... جیسے ہم ان پر ظلم کر رہے ہوں۔"

"اب کسی کی زبان پر تالا تو نہیں ڈال سکتا......"

"پھر بھی......آپ کو ڈانٹنا تو چاہیے...... کہ بغیر اجازت کے وہ شوکت خالہ کے ہاں کیوں گئی۔"

"ٹھیک ہے پوچھ لوں گا......تم اپنے دماغ پر بوجھ مت ڈالو......"

"جو بھائی کچھ نہیں کرتا......اس کو لوگ کچھ نہیں کہیں گے۔ جو بھائی تھوڑا ہی سہی......مگر کچھ کرے......وہ سب کے عتاب میں آئے گا......" بھابی خوب بڑبڑا رہی تھیں اور اکبر خاموش تھے...... جیسے کچھ سوچ رہے ہوں......یا پلان بنا رہے ہوں کہ سعیدہ کے مزاج کس صورت میں درست کرنے چاہئیں کہ آخر اس کی ہمت کیسے ہوئی...... جو وہ اس طرح خاندان کی تقریب میں ان کو اطلاع دیے بغیر چلی گئی اور خاندان کے لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملا......اگر اسے جانا ہی تھا......تو وہ مجھے بتاتی...... میں اس کو لے کر آ جاتا...... بھائی کے ہوتے ہوئے......کوئی دوسرا لے کر جائے گا......تو باتیں بنانے کا حق تو اسے از خود مل جائے گا، دو دن کے بعد

اکبر خود اکیلے رئیس منزل پہنچ گئے۔

سعیدہ اس وقت ماں کے پاس بیٹھی دوپٹے کا کنگور بنا رہی تھی۔ بھائی کو حیرت سے دیکھا جب سے وہ اس فلیٹ میں آئی تھی بھائی، بھابی کے بغیر کبھی نہیں آئے تھے......آج ان کو یوں تن تنہا دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ بھابی نے بھر کر بھیجا ہے۔

''اپنے آپ کو بہت خود مختار سمجھنے لگی ہو تم......'' آتے ہی انہوں نے کہا اور تیوریاں تان لیں......''کیوں گئی تھیں تم شوکت خالہ کے ہاں......؟''

''بھیا...... جب کوئی لڑکی اپنی ماں بلکہ بیمار ماں کو لے کر رہے گی تو اسے خود مختار ہونا پڑے گا ناں......! ان کی ضروریات کی چیزیں لینے مجھے جانا پڑتا ہے، گوشت کی دکان پر بھی جاتی ہوں...... سبزی لینے بھی میں جاتی ہوں، فلیٹ میں کوئی ٹوٹ پھوٹ ہو جائے تو وہ صحیح کرانے بھی میں ہی جاتی ہوں......اب اگر شوکت خالہ کے ہاں چلی گئی تو اس میں ایسی ناراضی کی کیا بات ہے۔''

''تم مجھ سے بھی تو کہہ سکتی تھیں......؟''

''ہمارا شادی کا کارڈ آپ کے گھر آیا تھا......آپ نے نہ صرف لا کر نہیں دیا...... بلکہ اس کا تذکرہ تک نہیں کیا...... بلکہ بھابی نے کہا کہ ہم اتنے مصروف رہتے ہیں کہ کہیں سے کسی تقریب کا کارڈ آجائے تو کھول کر پڑھتے ہیں اور پھر پھاڑ کر پھینک دیتے ہیں کہ لو بھی شرکت ہو گئی۔''

''ہاں، ہمارے ہاں اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''مگر اس شادی میں، آپ کو اپنی سالی کو اپنے ساتھ لے جانا یاد رہا......اپنی بہن اور ماں کا خیال تو نہیں آیا۔''

''تمہیں یہ احساس نہیں ہوا کہ تمہارے اس طرح کے جانے سے ہم پر کس قدر باتیں بنائی گئیں......؟''

''تو آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ کی اصل ناراضی کی وجہ بھی یہی ہے......'' سعیدہ نے روہانسی ہو کر کہا۔

''سعیدہ اگر تم ایسی حرکتیں کرو گی تو میں یہاں آنا چھوڑ دوں گا...... جتنا میں خیال کرتا ہوں......تم اتنی ہی بدتمیز ہوتی جا رہی ہو......''

''بھائی جان......آنا نہ آنا...... یہ آپ کا اختیار ہے مگر امی جان ابھی حیات ہیں (اللہ تعالیٰ انہیں زندگی دے) اس لیے ان کی جائیداد پر صرف آپ کا حق نہیں ہے جسے آپ دابے بیٹھے ہیں، میرا حصہ صرف یہ فلیٹ ہی نہیں ہے بلکہ وہ مکان بھی ہیں جو کرایے پر ہیں......آپ تو بہت تھوڑی سی رقم ہمیں دیتے ہیں اور......''

''بکواس مت کرو......سب میرے نام ہیں۔ امی نے سائن کرے دیے تھے کاغذات پر مجھے......'' وہ دہاڑے۔

''میں مقدمہ کر دوں گی......اگر آپ نے ناجائز ہڑپنے کی کوشش کی......'' سعیدہ نے غصے میں کہا۔

امی ان دونوں کو یوں دیکھ رہی تھیں جیسے کوئی بچہ کوئی اپنا پسندیدہ کھیل دیکھ رہا ہو۔

''ہاں کر دینا......!'' وہ زعم سے مسکرائے۔

''خاندان کے تمام لوگ میرا ساتھ دیں گے۔'' سعیدہ نے پینترا بدلا۔

اکبر نے غصے سے بہن کو دیکھا اور پیر پٹخ کر باہر نکل گئے۔

☆======☆======☆

''تم ٹھیک کہتی تھیں......سعیدہ واقعی بہت بدتمیز ہو گئی ہے، چھوٹے بڑے کی اسے تمیز ہی نہیں رہی ہے......'' اکبر گھر آ کر بیوی کے سامنے بھی بڑبڑا رہے تھے۔

''آپ کو آج پتا چلا ہے وہ تو ہمیشہ سے ہی ایسی ہی ہے مگر میں کبھی اس کے منہ ہی نہیں لگتی۔''

''ایسے اچھل کر آ رہی ہے جیسے کسی نے اسے میرے خلاف بھر دیا ہو۔''

''شوکت خالہ نے بھرا ہوگا......وہی تو اس وقت ان کی گارجین بنی ہوئی ہیں......''

''خالہ کو ایسی محبت کیوں آ رہی ہے سعیدہ پر......؟''

''خاندان میں عرصے سے کوئی قابل ذکر لڑائی جو نہیں ہوئی ہے...... ظاہر ہے کہ سعیدہ آپ سے بدتمیزی کرے گی......تو خاندان کے لوگ تو مزے لیں گے ہی ناں......''

''مگر سعیدہ ایسا کیوں کر رہی ہے......؟''

''خاندان کی شادیوں میں شرکت کرے گی......تو اس کو یہ احساس ہوگا کہ میری شادی کیوں نہ ہوئی......لگتا ہے یہی غم کھا رہا ہوگا......''

''سعیدہ کی شادی ہو جاتی تو ٹھیک ہی تھا......''

''ہو جائے گی شادی، میں کرداؤں گی آپ بے فکر رہیں......!''

''ہاں، کوئی ایسا لڑکا دیکھو جو یہیں فلیٹ میں آجائے......اور سعیدہ امی کی خدمت بھی کرتی رہے۔''

''ہے ایسا ایک لڑکا میری نظر میں......مگر عمر والا ہوگا......''

''عمر کی مجھے پروا نہیں ہے، سعیدہ کون سی کم عمر لڑکی ہے......خاندان میں اس کے برابر کی لڑکیوں کی سب کی شادیاں ہو گئی ہیں'' اکبر نے پریشان سے لہجے میں بیوی سے کہا۔

''بس تو آپ فکر نہ کریں...... میں جلد کوئی اچھا رشتہ بتاؤں گی۔''

''ہاں......جلدی کا مطلب جلدی ہی ہے......'' اکبر کو سعیدہ کا دھونس میں کہا جانے والا جملہ یاد آیا تو مارے غصے کے ان کی تیوری تن گئی۔

''اب یہ وقت بھی مجھے دیکھنا ہوگا......کہ چھوٹی بہن بھی لڑنے کے بہانے سوچے گی۔''

ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا......شاکر نسیم کا رشتہ پیش کر دیا گیا بیوی مرے ہوئے عرصہ ہو گیا تھا ایک بیٹی تھی اس کی کم عمری میں شادی کر دی تھی......اپنا ایک ڈرگ اسٹور تھا سارا دن وہاں بیٹھے رہتے تھے......رات کو اپنے فلیٹ میں آ کر سو جاتے تھے۔

عمر پچاس کے قریب تھی...... صحت اچھی تھی اس لیے چالیس، پینتالیس کے درمیان لگا کرتے تھے۔

''مگر سعیدہ تو ابھی تیس کی بھی نہیں ہے......'' اکبر کو سن کر ہی کچھ عجیب سا لگا۔

''وہ بیمار ماں کی ذمے داری بھی تو اٹھانے کو تیار ہے، رخصت ہو کر سعیدہ کے فلیٹ میں آنے کو تیار

ہے اس سے اچھا بھلا اور کیا مل سکتا ہے۔“

”تو پھر سعیدہ سے بات کرتے ہیں......“ اکبر نے بیوی سے کہا۔

”بات کرنے کی کیا ضرورت ہے بس اطلاع دیں اور کچھ پیسے کہ دس پندرہ اپنے جوڑے بنا لے...... سونا تو اب کون چڑھاتا ہے......اب تو ہر شادی میں میچنگ سیٹ ہی پہن جارہے ہیں، وہ دو ڈھائی ہزار کا میں خرید کر دے دوں گی۔“ اکبر چونکہ سعیدہ کا تلخ رویہ دیکھ چکے تھے اس لیے انہوں نے بیوی سے یہی کہا۔

”شاکر نسیم کی کوئی اچھی سی تصویر لے کر میرے ساتھ چلنا...... پہلے سعیدہ سے اس ضمن میں بات کرنی ہوگی کیونکہ سعیدہ اب وہ نہیں رہی جو پہلے تھی۔“

”سنیے آپ کو اب پتا چلا ہے وہ شروع سے ہی بہت جھگڑالو قسم کی لڑکی تھی...... میں تو ہمیشہ محتاط رہی ورنہ تو ہر وقت تُو تُو، میں میں ہوا کرتی۔“

”ٹھیک ہے، اب کے سنڈے کو چلتے ہیں...... میں چاہتا ہوں...... کہ سعیدہ کی شادی جتنی جلدی ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے......“ اکبر نے گہری سانس لے کر کہا۔

☆======☆======☆

”سعیدہ آج تو تم ہمیں چائے کے ساتھ کوئی مزے کی چیز بنا کر کھلاؤ......“ دس دن کے بعد اکبر بھائی، بھابی کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوئے تو بھابی نے بڑے لاڈ بھرے لہجے میں سعیدہ سے کہا۔

”کس خوشی میں......؟“ سعیدہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

”ہم تمہاری شادی کر رہے ہیں...... بہت اچھا ایک رشتہ آیا ہے۔“

”یہ ایکا ایکی آپ دونوں کو میری شادی کا کیوں خیال آ گیا......؟“ سعیدہ نے سوچا مگر چپ چاپ رہی۔

”پوچھو گی نہیں......کون ہے وہ......؟“

”آپ خود بتا دیں......“

بھابی نے پرس سے تصویر نکال کر دکھائی تو وہ دھچکے میں آ گئی۔

”اتنی عمر والے کا رشتہ...... یہ تو بھائی سے بہت بڑا ہوگا......“

”جب کہ اکبر بھائی مجھ سے بارہ سال بڑے ہیں......“

”کوئی آگے پیچھے نہیں ہے بالکل اکیلا لڑکا ہے......“ بھابی نے توفگی بھرے لہجے میں کہا۔

”لڑکا نہیں کہیں...... بڈھا کہیں......اور بڈھے تو اکیلے ہی ہوتے ہیں......“

”دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا......اتنا اچھا لڑکا ہے......!“

”شکل سے اور پہناوے سے تو مجھے سامری جادوگر سا لگ رہا ہے۔“

”اب شاہ رخ خان یا سلمان خان کا رشتہ تو میں لانے سے رہی۔“

”ایسی فرمائش میں نے کب کی ہے آپ سے......“ سعیدہ کو غصہ سا آ گیا۔

”اچھے خاصے لڑکے کو سامری جادوگر کہنے کا یہی مطلب تو ہے......“

”بھابی، آپ میری ہر بات کا مطلب اپنے ذہن سے کیوں کشید کر لیتی ہیں۔“

”دیکھو سعیدہ اگر ہم تمہاری شادی نہیں کریں گے......تو بعد میں تم ہی ہمیں موردِ الزام ٹھہراؤ گی......“ اکبر بھائی اس معاملے میں پہلی مرتبہ بولے۔

”آپ بڈھے کی تصویر اور اس کا بائیو ڈیٹا چھوڑ جائیں، میں غور کر کے آپ کو جواب دوں گی۔“

”ہاں، یہ ٹھیک ہے، تم اکیلے میں بیٹھ کر اس تصویر کو اچھی طرح سے خوب دیکھ بھال لو......شاکر کا موبائل نمبر بھی تصویر کی پشت پر لکھا ہے اگر دل چاہے تو فون پر بھی بات کر لو......اور پھر ہمیں بتا دینا۔“

”ٹھیک ہے......“ سعیدہ نے بے دلی سے لفافہ دراز میں ڈال دیا۔

”اکبر بھائی......اور بھابی چائے پی کر چلے گئے۔ بھیا کی باتیں سن کر اور خاص کر بھابی پر اسے بالکل بھی بھروسا نہیں رہا تھا......شوکت خالہ کو فون کر کے بلایا اور ساری صورت حال ان کو بتائی۔

”یہ لڑکا تو نہیں ہے......ہاں بڑی عمر کا مرد ہے یقیناً اس کی پہلی شادی ہو چکی ہوگی......بال بچے بھی ہوں گے......اس کے بارے میں مکمل معلومات کروا لیتی ہوں......اس کا جہاں ڈرگ اسٹور ہے اس محلے میں ایک رشتے دار کا گھر بھی ہے، میں رائی سے رتی تک اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر لوں گی۔“

”خالہ پہلے تو شاید میں کبھی نہ کہتی......مگر اب یہ بات میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں امی کی جائیداد پر اکبر بھائی نے قبضہ کر لیا ہے، کرایے کی رقم ساری خود ہتھیا جاتے ہیں صرف پندرہ ہزار روپے ماہانہ ہمیں دیتے ہیں اور کسی صورت میں امی کو اور مجھے اپنے پاس رکھنے کو تیار نہیں ہیں...... ہر وقت اصغر بھائی کا طعنہ دیتے ہیں جنہوں نے کینیڈا جا کر کسی سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا۔“

”پھر یہ ایکا ایکی تمہاری شادی کا خیال کیوں آ گیا......؟“ شوکت خالہ نے پوچھا۔

”انہوں نے سوچا کہ اس سے قبل کہ یہ خاندان کے لوگوں کی باتوں میں آئے......اسے شادی کے پنجرے میں بند کر دو......“

”ایسے خود غرض بھائی بھی ہوتے ہیں......“ خالہ کو تاسف ہو رہا تھا۔

صرف تین دن ہی میں شوکت خالہ، شاکر نسیم کی مفصل رپورٹ لے آئیں......پہلی بیوی نے خلع لیا تھا، دوسری بیوی کو انہوں نے بدچلن کہہ کر طلاق دے دی تھی، دوسری بیوی سے ایک بیٹی تھی جس کے پانچ بچے تھے اور وہ بھی کبھار باپ سے ملنے کے لیے آیا کرتی تھی شاکر کا خالی فلیٹ جوئے کا اڈا تھا، جس میں وہ لونڈوں لپاڑوں کے ساتھ جوا کھیلا کرتے تھے......اور پیسوں کے معاملے میں اکثر لڑائی جھگڑا بھی ہوتا رہتا تھا۔ دو مرتبہ پولیس پکڑ کر بھی لے جا چکی تھی...... محلے والے ان سے کوئی رابطہ نہیں رکھتے تھے......کہ ان کی نظر میں ان کی حیثیت کوئی اچھی نہیں تھی...... تیسری شادی کے لیے انہوں نے کسی گھر میں اپنا پیغام بھیجا......تو وہاں کے لوگوں نے آ کر ان کے دروازے پر خواب گالیاں دی تھیں کہ تمہاری ہمت کیسے ہوئی کہ اپنی زبان پر ہماری بہن، بیٹی کا نام لیا۔

”اور ایسے نامی گرامی کا رشتہ تمہارے بھائی بھاوج تمہارے لیے لائے ہیں، حیرت ہے۔“

"شاید اکبر بھائی کو یہ سب معلومات ہی نہ ہوں......" سعیدہ نے کہا۔

"تمہاری بھاوج کو تو خوب ہوں گی اور جان بوجھ کر انہوں نے یہ رشتہ منتخب کیا ہوگا......" خالہ نے غصہ سے کہا۔

"اب میں کیا کہہ سکتی ہوں......"

"اس رشتے کے بارے میں پوچھے تو کہہ دینا کہ پہلے اپنی بہن کو بیاہ دو...... میری فکر مت کرو۔"

"ٹھیک ہے کہہ دوں گی......" سعیدہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔

دو چار روز بعد بھابی کا فون آیا...... تو اس نے وہی کہہ دیا جو شوکت خالہ کہہ کر گئی تھیں۔

"تم ساری زندگی اسی طرح گزارنا چاہتی ہو تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

"ظاہر ہے...... آپ سے میں نے کبھی بھی کوئی اچھی توقع تو رکھی ہی نہیں......"

"پہلے تو میرے بڑے گن گایا کرتی تھیں...... اب ایکا ایکی تمہارے اندر اتنا زہر کیوں بھر گیا ہے......؟"

"پہلے برداشت بہت تھی...... اب نہیں رہی......"

"کس بوتے پر اتنا اکڑ رہی ہو، یہ بھی تو پتا لگے......" بھابی نے کہا۔

"میرے پاس آپ سے فالتو بات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ہے۔" یہ کہہ کر سعیدہ نے فون کا ریسور کریڈل پر پٹخ دیا۔

☆======☆======☆

بابوجی کے پاس اظفر صاحب کا دو مرتبہ فون آچکا تھا وہ ان سے کہہ چکے تھے...... صارم انہیں بے حد پسند ہے اور وہ از حد خوش ہوں گے کہ صارم ان کا داماد بنے۔

بابوجی، امی سے کئی بار کہہ چکے تھے کہ ان کے ہاں جا کر شادی کی تاریخ کی بات کرتے ہیں مگر امی ان کی بات کو ٹالے چلی جا رہی تھیں۔ آج سردی ہے، کل بارش ہے، طبیعت خراب ہے، نئے سوٹ میں بیل نہیں ٹنکی...... اور جب بابوجی نے زیادہ ہی زور دیا تو وہ ہتھے سے ہی اکھڑ گئیں۔

"میں تو نہیں کر رہی عینی سے شادی۔"

"تمہاری شادی تو نہیں ہو رہی......؟"

"میں اپنے بیٹے کی شادی...... عینی سے کیوں کروں......؟"

"اس لیے کہ آپ کا بیٹا عینی کو پسند کرتا ہے۔"

"میرا بیٹا خوامخواہ ہی پاگل ہو گیا ہے، ایک عام سی لڑکی کے لیے...... تو میں اس کی بات کیوں مانوں......؟"

"آپ خاص سی لڑکی چاہتی ہیں...... تو شوبز کی لڑکیاں دیکھنے کیوں نہیں گئیں...... اس قدر ڈرامے دیکھتی ہیں...... کسی ہیروئن کو پسند نہیں کیا......"

"جاوید صاحب کی لڑکیاں کتنی اچھی تھیں......؟"

"مگر جب وہ تقریب میں ناچی تھیں...... تو آپ کو اچھی کہاں لگی تھیں......"

"شادی کے بعد ہر ایک کا ناچ واچ نکل جاتا ہے......"

"مگر ان کا نکلنے والا نہیں تھا، یہ بات آپ جانتی ہیں......"

"ان لوگوں نے دو چار میٹھے میٹھے فون کیا کر لیے آپ تو ان کے ایسے جھانسے میں آ گئے جیسے کہ ہم نے ہامی بھر لی ہو......"

"مت بھولیں...... آپ کا بیٹا ہامی بھر چکا ہے......؟"

"وہ تو پاگل ہو گیا ہے......"

"عشق میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے...... وہ رات رات بھر اسے فون کرتا ہے...... کیا آپ کو دکھائی نہیں

دے رہا......"

"آج کل کی لڑکیاں ہی خراب ہیں......تو میں کیا کروں......؟"

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ جس طرح رشتہ پکا کرنے کا طریقہ ہوتا ہے......ویسا ہی کیجئے......اور شادی کی تاریخ جتنی جلدی مل سکے لے لیں......تاکہ صارم میاں کی شادی سے فارغ ہو کر بیٹیوں کا سوچیں۔"

"بیٹیوں کی شادی کے لیے تو پہلے سوچنا چاہئے تھا۔"

"بھائی بڑا ہے اگر اس کی شادی پہلے ہو جائے تو کیا فرق پڑے گا......؟"

"اگر عینی ہمارے صارم کو لے کر علیحدہ ہو گئی......تو بیٹیوں کی شادیاں کرنا کتنا بڑا مسئلہ ہو جائے گا......"

"میں زندہ ہوں......میری بچیاں، میری ذمے داریاں ہیں......اگر بھائی ہاتھ بٹاتا ہے تو بہت اچھی بات ہے اور اگر نہیں......تو کوئی بات نہیں......عینی اس دنیا کی پہلی عورت نہیں ہوگی جو اپنے شوہر کو لے کر الگ ہوئی ہو۔"

"منانے تو ابھی سے قبول بھی کر لیا......عینی ہمارے صارم کو لے کر الگ ہو جائے گی......" دادی جان کو غصہ ہی تو آ گیا۔

"سب کو ہی یہ اندازہ ہے کہ عشق کرنے والی لڑکیاں کس قدر چلتر ہوتی ہیں۔" امی نے کہا۔

"پھر تو یہ خوبی آپ کے بیٹے میں بھی ہوئی......کہ عشق تو وہ بھی کر رہے ہیں۔" بابو جی نے مسکرا کر کہا۔

"میرے سیدھے سادے سے بیٹے کو تو اس لڑکی نے پھانسا ہے۔" امی کا مارے غصے کے منہ سرخ ہو رہا تھا۔

"ایسا ہی کچھ عینی کی ماں......آپ کے بیٹے کے بارے میں کہتی ہوں گی۔"

"سارا خاندان ہی مکاروں کا ہے......خواہ مخواہ کی ادائیں دکھاتے ہیں......ورنہ دل سے سب یہی چاہتے ہیں کہ صارم سے ان کی بیٹی کی شادی ہو جائے۔"

"سوچنے کی بات ہے کہ سگی پھوپو نے جب اپنی اکلوتی بھتیجی کو اپنے کسی بیٹے کے لیے نہ لیا ہو......تو اس لڑکی میں کوئی خاص بات تو ضرور ہوگی۔"

"یقیناً پھوپی ہی خراب ہوں گی۔" نوشابہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا......حالانکہ وہ کبھی بڑوں میں بیٹھ کر اپنی رائے نہیں دیا کرتی تھی......مگر رخسانہ آنٹی اسے کبھی اچھی نہیں لگتی تھی۔

"یہ بات نہیں......" دادی نے نوشابہ کو گھورا۔

"عینی ہی آفت کی پرکالا ہوگی......" دادی جان نے تمباکو کھا کر جملہ مکمل کیا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں اماں آپ......" امی بھی دادی جان کی ہمنوا ہو گئیں۔

"آج کل لڑکیاں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اپنا بر بھی خود ہی ڈھونڈتی پھرتی ہیں......" دادی جان کا

غصہ چڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"دنیا میں زیادہ تر لوگ اپنی بیٹیوں کو اپنے سے اچھے گھر میں دیتے ہیں......اور وہ لوگ اس چھوٹے سے فلیٹ کو دیکھ کر بھی پریشان نہیں ہوتے کہ ان کی لڑکی کہاں بیٹھے گی اور کہاں لیٹے گی......صارم کا بیڈ روم کتنا چھوٹا سا ہے......اگر اس میں بیڈ روم سیٹ آ جائے تو چلنے پھرنے کی جگہ نہیں ہوگی......" امی نے پھر وہی نکتہ نکالا......جس پر وہ پہلے بھی کہہ چکی تھیں کہ بڑے لوگوں کو کوئی کوٹھی یا بنگلا جہیز میں دینا چاہئے۔

"جب ان لوگوں کو کوئی پریشانی نہیں ہے......تو آپ کیوں پریشانیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے گلے سے لگا رہی ہیں......" بابو جی غصے بھرے لہجے میں بولے......اول تو بابو جی کو غصہ کم ہی آتا تھا......مگر جب آتا تھا تو دیکھنے والا ہوتا تھا۔

دادی جان تو نوشابہ کو اشارہ کر کے بالکونی کی طرف چلی گئیں......وہاں سے کھڑے ہو کر وہ سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ کر خوش ہوا کرتی تھیں......مگر امی......تا حال بابو جی کو یہی سمجھانے کی کوشش کر رہی تھیں کہ عینی کا خیال دل سے نکال دیا جائے تو زیادہ اچھا ہوگا اور صارم کے لیے یقیناً کوئی بہت اچھی لڑکی ملے گی جو اپنے ساتھ مال و دولت بھی خوب لائے گی۔

"زری، لالچی لوگوں جیسی باتیں کرنی بند کرو تو اچھا ہوگا......میں تو نہیں سوچتا تھا کہ تم بھی ان ہی خواتین جیسی ہوگی جو جہیز کے نام پر بھیک تک مانگ سکتی ہیں......؟"

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ صارم جیسا لڑکا کس کو ملتا ہے......؟"

"تم صارم کے نام کا پیالہ لے کر گھوم رہی ہو زری......؟"

بابو جی غصہ سے دہاڑے......تب امی جز بز ہو کر کمرے سے نکل گئیں......اور بابو جی سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے رہے۔

☆======☆======☆

شوکت خالہ کا خیال تھا......اکبر بھائی ایک کے بعد ایک دوسرا رشتہ سعیدہ کے لیے جلد سے جلد لانے کی کوشش کریں گے......تاکہ سعیدہ کو شادی کے پنجرے میں بند کر کے اس کی آواز دبانے کی کوشش کی جائے......جب کہ سعیدہ کا خیال تھا کہ بھابی چکنی چپڑی باتیں کر کے اسے کوئی گھٹیا سا تحفہ دینے کی کوشش کریں گی تاکہ اس کا غصہ کم کیا جائے۔

مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا......ماں کی طبیعت اتنی خراب ہوئی کہ سعیدہ سب کچھ بھول گئی۔ بھائی کو روتے ہوئے فون کیا تو یہی کہا۔

"جلدی سے آ جائیں......اماں کو تیز بخار میں غشی کی سی حالت ہو گئی ہے......"

وہ بھائی جو بہن کو سبق سکھانے کا پروگرام بنائے بیٹھا تھا......وہ بھی بہن کی روتی ہوئی آواز سن کر......فوراً ہی بہن کے پاس پہنچ گیا۔

اماں کو......فوراً ہی ہسپتال لے جایا گیا جہاں چیک اپ کے بعد انہیں ایڈمٹ کر لیا گیا۔

شوکت خالہ کو پتا چلا......تو وہ ہسپتال بعد میں پہنچیں پہلے انہوں خاندان کے چیدہ چیدہ گھرانوں کو اطلاع دے دی۔

ڈاکٹروں نے اماں کو نمونیہ تشخیص کیا تھا......اور وہ انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں تھیں۔ سعیدہ وہیں ہسپتال میں تھی...... بھائی اور بھابی، سعیدہ کو ماں کے پاس چھوڑ کر گھر چلے گئے تھے مگر جب اگلے دن دیکھنے آئے تو معلوم ہوا کہ خاندان کے پچاس افراد ہسپتال میں موجود ہیں تو وہ شرمندہ سے ہو گئے۔

''ڈاکٹرز نے ہمیں گھر جانے کو خود کہا تھا......'' بھابی نے کہا۔

''ہمیں بھی یہی کہا تھا...... مگر ہمارا دل ہی نہیں مانا کہ سعیدہ کو یوں اکیلا چھوڑ کر چلے جائیں......''

اکبر بھائی تو کھسیا کر چپ ہو گئے مگر بھابی تمسخر سے بولیں۔ ''ہسپتال ہسپتال ہی ہوتا ہے کوئی پکنک کی جگہ تھوڑی ہے...... جو بے حد رش لگایا جائے......''

''ٹھیک کہہ رہی ہو دلہن تم...... مگر کیا کریں...... محبت کے مارے یہ سب نہیں دیکھا کرتے...... دوسری بات یہ کہ ہسپتال میں اکبر کو رکنا چاہیے تھا...... کنواری بہن کو تن تنہا چھوڑ کر تم مطمئن بھی ہو گئیں۔'' شوکت خالہ نے رسان سے کہا مگر بھابی کے آگ لگ گئی۔

''خالہ شاید آپ کو پتا نہیں...... سعیدہ ڈرنے اور سہنے والی لڑکی نہیں ہے...... اس کی شخصیت اور زبان ایسی ہے کہ لوگوں کو ڈرا دے...... ابھی آپ کا سابقہ نہیں پڑا ہے...... ورنہ آپ کی رائے بھی بدل جاتی۔''

''بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... جب کسی لڑکی کو بیمار ماں کے ساتھ اکیلا فلیٹ میں چھوڑ دیا جائے گا تو اگر وہ ڈرنے...... والی ہوتی تو لوگ کب کا اسے کھا چکے ہوتے...... یہ تو اچھا ہے کہ اس نے لوگوں کو ڈرا کر رکھا ہوا ہے کہ کسی کی ہمت تو نہیں ہوتی کہ اسے ٹیڑھی نظر سے بھی دیکھ سکیں۔''

سعیدہ چپ تھی اس وقت اسے نہ شوکت خالہ کی کوئی بات سنائی دے رہی تھی اور نہ ہی بھابی کی۔

اسے تو بس خیال تھا تو یہی کہ اگر اماں کو کچھ ہو گیا تو وہ اکیلی کیسے رہے گی۔

وہ جانتی تھی کہ اکبر بھائی اسے کبھی اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے، بھابی اسے پسند ہی نہیں کرتی تھیں اور اکبر بھائی اپنے بیوی کے خلاف بالکل نہیں جاتے تھے۔

بیمار ماں کا وجود اس کے لیے کتنی طمانیت کا باعث تھا......اس کا احساس اسے آج ہو رہا تھا۔ سوچ سوچ کر وہ پاگل ہوئی جا رہی تھی۔

ڈاکٹر راؤنڈ پر اس کے سامنے سے بھی گزرتا تو اسے یوں لگتا جیسے وہ ماں کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنے آیا ہو جو اس کے دل کی دھڑکن کو روک دے۔

مگر جب اسے بھائی نے یہ بتایا اماں ختم ہو گئیں...... تو وہ بس ٹکر ٹکر بھائی کو دیکھتی رہی...... کہ آخر وہ اس سے یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ ماں ختم ہو گئیں۔

ماں تو اسی وقت ختم ہو گئی تھیں...... جب بھائی نے اپنے مکان سے انہیں فلیٹ میں لا پھینکا تھا۔
اس کے بعد وہ کبھی بھائی کے گھر نہیں گئی تھیں۔

''میرا خیال ہے جنازہ اکبر کے گھر سے اٹھنا چاہیے۔'' شوکت خالہ نے کہا۔

''نہیں......اماں کا جنازہ رئیس منزل سے ہی اٹھے گا......'' سعیدہ نے کہا۔

''ارے بیٹا کہاں سیڑھیوں پر چڑھ کر چھوٹے سے فلیٹ میں سب جائیں گے......'' کسی نے سمجھایا۔

''رئیس منزل کا ہال خاصا بڑا ہے خوشی وغم کی تقاریب وہیں ہوتی ہیں...... اماں جہاں رہتی تھیں وہاں سے اپنے ابدی سفر پر روانہ ہوں تو اچھا ہے۔''

بھابی تو دل میں خوش تھیں کہ اچھا ہے...... یہ ساری مصیبت وہیں رہے......اور بعد میں بھی وہیں رہے......مگر شوکت خالہ چپ چاپ بہت کچھ سوچ رہی تھیں۔

یتیم و یسیر سعیدہ پر انہیں بے حد رحم آ رہا تھا۔

☆======☆======☆

وانیہ سوچ رہی تھی کہ وہ راحیلہ سے کس طرح کہے کہ میں تمہارے گھر آنا چاہتی ہوں...... کالج سے واپسی پر دونوں بس اسٹاپ کی طرف جا رہی تھیں کہ وانیہ نے کہا۔

''سنو ہم دونوں مل کر اسٹڈی کرتے ہیں......اس سے اچھے مارکس آئیں گے۔''

''ٹھیک ہے، میں تمہارے گھر آ جاؤں گی......'' راحیلہ نے کہا۔

''ہمارے گھر تو مہمان آئے ہوئے ہیں، پڑھائی کہاں ہو سکتی ہے......؟''

''ہمارے گھر میں بھی مہمان آنے والے ہیں بلکہ ہمارے گھر میں تو ہر وقت ہی کسی نہ کسی کا آنا جانا لگا رہتا ہے......'' ابھی یہ دونوں باتیں کرتی جا رہی تھیں کہ شیراڈ کا ہارن سن کر راحیلہ نے پیچھے دیکھا۔

''ارے رضا بھائی آپ......؟''

''ہاں کام سے نکلا تھا...... چلو پہلے تمہیں گھر چھوڑ دوں......''

''اچھا وانیہ خدا حافظ...... میں اپنے بھائی کے ساتھ جا رہی ہوں۔'' راحیلہ اسے چھوڑ کر جھٹ رضا کی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''تمہاری دوست کیا رئیس منزل میں نہیں رہتی......؟'' وانیہ کو اپنی جانب دیکھتا پا کر رضا نے بہن سے پوچھا۔

''ہاں...... ہم دونوں صبح ساتھ ہی تو آتے ہیں......''

''تو انہیں بھی بٹھا لو اپنے ساتھ......'' رضا بہن سے آہستگی سے کہہ رہا تھا۔

تب راحیلہ گاڑی سے اتری اور وانیہ سے کہا۔

''تم بھی چلو ناں ہمارے ساتھ...... ہم کو رئیس منزل ہی تو جانا ہے......''

''میں بس سے چلی جاؤں گی۔'' وانیہ کو اس کی موٹی عقل پر غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

اس سے قبل کہ راحیلہ کہتی ''اچھا ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔'' رضا نے گاڑی کا دروازہ کھول کر اسے بیٹھنے کو کہا۔

تب وہ چپ چاپ فائل اپنی گود میں رکھ کر بیٹھ گئی۔

صارم کا چھوٹا بھائی اعظم کرکٹ کھیل کر آرہا تھا وہ کمپاؤنڈ میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا پرانی سی گرے شیراڈ رکی...... رئیس منزل میں رہنے والے رضا نے برق رفتاری سے اتر کر گاڑی کا پیچھے کا دروازہ کھولا......اور گاڑی میں سے وانیہ اتری۔

شاید ان دونوں میں چند باتیں بھی ہوئیں......اور پھر وانیہ زینے کی جانب بڑھ گئی۔

رضا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی تھا۔

اعظم کا مارے غصے کے برا حال تھا......نہ اس کی نظر رضا کی بہن پر پڑی تھی اور نہ اس نے یہ دیکھا تھا کہ وانیہ کالج یونیفارم میں بیگ لیے کالج سے آرہی تھی۔ اس وقت تو وہ قصداً ہی رئیس منزل کے کمپاؤنڈ میں رک گیا تھا۔

اس لمحے اسے یہی محسوس ہورہا تھا کہ کمپاؤنڈ میں موجود ہر شخص صرف وانیہ کو ہی دیکھ رہا ہے جو رضا کے ساتھ کہیں سے آئی تھی۔

جب وہ اوپر پہنچا تو چلا کر ماں سے بولا۔

''امی......آپ وانیہ سے پوچھیں کہ اس وقت کہاں سے آئی ہے......؟''

''کالج سے آئی ہے وہ......'' ماں کسی کام میں مگن تھیں......انہیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ بیٹا انہیں کیا جتانا چاہ رہا ہے۔

''گھر میں رہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ اپنی آنکھیں بھی بند کرلیں۔'' وہ طیش بھرے لہجے میں بولا۔

''کیا بات ہے......؟ کیوں چلا رہے ہو......؟''

''آپ وانیہ سے پوچھیں کہ یہ کس کے ساتھ آئی ہے......؟'' اس وقت اعظم کا جلال کسی صورت کم نہیں ہورہا تھا۔

''امی میں تو راحیلہ کے ساتھ آئی ہوں...... جو اوپر کے مالے پر رہتی ہے۔''

''مت جھوٹ بولو وانیہ......!'' اعظم نے غصے سے بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''بھیا آپ راحیلہ سے جاکر خود پوچھ لیجیے......'' وانیہ نے سراسیمہ ہوکر کہا۔

''سچ کہتے ہوئے کیوں ڈر رہی ہو تم......؟''

''اب پہیلیاں کیوں بوجھ رہا ہے...... سچ کیا ہے یہ تم بتادو......!'' دادی جان نے الجھ کر اعظم کو دیکھا۔

''میں نے کیا...... رئیس منزل کے بہت سے لوگوں نے دیکھا ہے...... کہ یہ رضا کی گاڑی میں اس کے ساتھ آئی ہے......''

''اُفوہ بھیا...... آپ بات کو کہاں سے کہاں لے گئے...... راحیلہ کو لینے اس کے بھائی آئے تھے......راحیلہ نے اپنے ساتھ مجھے بھی بٹھالیا......اور لڑکیاں بھی بیٹھی تھیں وہ بیچ میں اتر گئیں...... مگر مجھے

اور راحیلہ کو تو یہیں آنا تھا ناں......آپ نے راحیلہ کو نہیں دیکھا کیا......؟'' وانیہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''پھر بھی اچھا نہیں لگتا کہ تم کسی کی گاڑی میں بیٹھ کر آؤ...... لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ تم رضا کے ساتھ آئی ہو......''

''اللہ نہ کرے...... ہماری بچی ایسی کیوں ہونے لگی، بے بات کی باتیں بناتا ہے۔ راحیلہ تو صبح کو ہمارے ہاں روز آتی ہے اس کے ساتھ وانیہ کالج جاتی ہے اب ہماری بچی کسی نہ کسی کے ساتھ تو جائے گی ناں......!''

''دادی آپ کو پتا نہیں ہے...... ذرا سی بات کتنی بڑی ہوجایا کرتی ہے...... اب جیسے مجھے رضا کی بہن نظر نہیں آئی...... ایسے دوسرے لوگوں کو بھی نظر نہیں آئی ہوگی......''

''تم تو پاگل ہو...... تم میں اور دوسروں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔'' امی کو غصہ آگیا تھا کہ اپنی بہن پر بلاوجہ کا بہتان لگایا جارہا تھا جب کہ معلوم بھی تھا کہ نوشابہ گھر میں موجود ہے۔

''یہ نہ کہو زری...... ہمارا اعظم پاگل کہاں سے ہوگیا...... یہ تو ماشاء اللہ بہت سمجھدار ہے...... اب عینی کے بھی تو یہی لچھن تھے...... صارم کو کیسا اپنا دیوانہ بنایا اس نے۔ تم نے لاکھ جتن کیے صارم کے دل پر عینی کا ہی نام ہے ناں......''

''اللہ عینی جیسی لڑکیوں سے بچائے...... ہماری لڑکیوں میں نہ ایسا ہوتا ہے اور نہ ہی اتنی ہمت کہ کھلے عام عشق و عاشقی کرتی پھریں گی۔''

''امی پلیز...... دادی جان کے ساتھ تقریری مقابلہ ختم کرلیں تو کھانا دے دیں...... سخت بھوک لگ رہی ہے۔'' وانیہ نہیں چاہ رہی تھی کہ اس موضوع پر ٹاکرا چلے۔

رضا کے ساتھ آنا اسے کتنا اچھا لگا تھا۔ وہ پیچھے بیٹھی مسلسل رضا کو ہی تکے چلے جارہی تھی......اور سوچ رہی تھی کبھی تو ایسا ہوگا جب وہ رضا کے برابر میں بیٹھا کرے گی اور راحیلہ پیچھے۔

مگر اعظم نے آکر اس کے احساسات پر برچھی ہی ماردی تھی۔

''یہ اعظم بھائی بھی بس ایسے ہی ہیں......'' اس کا سارا موڈ غارت ہوگیا تھا۔

وانیہ کی آنکھوں میں جو خواب طلوع ہونے والے تھے...... یک دم غروب ہوگئے۔

''ایسا بے وقوف ہے یہ اعظم...... سوچے سمجھے بغیر اپنی چھوٹی بہن کو لتاڑ دیا......'' امی کو غصہ آرہا تھا۔

''اتنی تک تمیز نہیں ہے کہ منہ کھولنے سے پہلے کسی آئے گئے کا خیال ہی کرلیا جائے۔'' کمرے میں آکر امی اعظم کی کلاس لینا نہیں بھولی تھیں۔

''آپ کے خیال میں اس میں وانیہ کی کوئی غلطی نہیں ہے......؟''

''کوئی غلطی نہیں ہے...... اگر صارم اسے کالج چھوڑتے ہیں تو اس کی سہیلیوں کو بھی چھوڑ دیتے ہیں......''

''امی...... مجھے برا لگا...... تو کہہ دیا......''

"آئندہ اپنی کھوپڑی استعمال کر کے منہ کھولنا......" امی نے سرزنش کی تو اعظم کھسیا کر رہ گیا۔

☆======☆======☆

اور پھر ایک دن ایسا ہوا راحیلہ کالج نہیں گئی تھی مگر رضا...... وانیہ کو کالج لینے پہنچ گئے۔

"آج راحیلہ تو کالج نہیں آئی۔" وانیہ یہ سمجھی جیسے یہ بات رضا کے علم میں نہ ہو۔

"مجھے معلوم ہے......" رضا نے اسے چبھتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ کو معلوم تھا اور آپ پھر بھی......!" وانیہ اب رضا کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں، میں کالج کے سامنے سے گزرا تو خیال آیا...... رئیس منزل کی ایک لڑکی...... بس کے دھکے کھاتے ہوئے گھر پہنچے گی۔"

"ایسا تو روز ہی ہوتا ہے اور میں تو عادی ہوں......"

"مگر جب میں یہاں سے جا رہا تھا تو کیا میرا یہ فرض نہیں بنتا تھا کہ آپ کو لے لوں......؟"

"شکریہ......" وانیہ اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ گئی...... مگر پیچھے۔

"یہ پیچھے کیوں بیٹھ رہی ہو......؟"

"یہ راحیلہ کی سیٹ ہے...... اور میں اپنی جگہ بیٹھ رہی ہوں......"

"اچھا مجھے شوفر سمجھا جا رہا ہے...... تو کوئی بات نہیں...... ہمیں یہ بھی اچھا لگے گا...... کہ چلو کچھ تو سمجھا......" رضا نے مسکرا کر گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

اور جب وہ رئیس منزل کے کمپاؤنڈ میں اتری...... تو اعظم نے اسے دیکھا اور دوسرے لوگوں سے باتوں میں مشغول ہو گیا اس وقت بھی اسے راحیلہ نظر نہیں آئی تھی مگر اسے یہی گمان ہوا کہ وہ اتر کر آگے چلی گئی ہوگی۔

آج بھی اس نے وانیہ اور رضا کو آگے پیچھے زینے کی جانب جاتے دیکھا مگر اس نے گھر آ کر کسی قسم کا کوئی شور نہیں مچایا۔

بعض سچی اور بری باتیں...... آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود اتنی سچی اور بری نہیں لگتیں...... اگر...... ذہن میں ان کے لیے پہلے ہی سوفٹ کارنر موجود ہو...... یہ ماں کی باتوں کے اثرات تھے کہ اعظم کی آنکھوں کے سامنے پردہ سا تن گیا۔

☆======☆======☆

خوباں کے ہاں بیٹا ہوا تھا۔ وسیم نے بڑے فخر کے ساتھ فون پر اطلاع دی تھی۔

"اللہ تعالیٰ اسے والدین کا فرمانبردار اور نیک بنائے......" امی نے صرف یہی کہا تھا۔

"امی...... آپ کو دادی جان بن کر کیسا لگ رہا ہے......؟" وہ سرشاری سے پوچھ رہا تھا۔

"اچھا......" اس سے مختصر جواب ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

عائشہ کو جب پتا چلا تو وہ ہنس کر ماں سے بولی۔

"امی...... آج میں پھوپو بن گئی...... وسیم کے بیٹے کی خوشی مجھے بہت ہو رہی ہے......"

"مجھے خوشی اس وقت ہوتی جب وسیم تمہاری نند سے شادی کرتا...... تمہاری ازدواجی زندگی کو ناکام بنانے میں تمہارے بھائی کا بھی ہاتھ ہے......"

"ایسا نہ کہیں امی...... تنویر کی زندگی ہی اتنی تھی، اچھا ہوا کہ وسیم نے میری نند سے شادی نہیں کی ورنہ آج وہ اتنا خوش نہ ہوتا......"

"وہ اولاد جو ماں باپ کا کہنا نہ مانے...... اسے کیا کہیں......"

"کچھ نہ کہیں...... اور سب بھول جائیں...... خوش ہو جائیں...... کہ آپ کا پوتا ہوا ہے......"

"امی میں مٹھائی لے کر آتا ہوں......" نعیم نے خوشی سے کہا۔

"ہاں بھئی...... تم چاچو جو بن گئے ہو......"

"عائشہ اگر لوگوں میں مٹھائی بانٹنی ہو تو زیادہ مٹھائی لے آؤں۔" نعیم کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ہاں بھئی پارم کے تو جانی ہی ہے......" عائشہ نے جب سے عذرا محی الدین کا انٹرویو پڑھا تھا کہ ان کے شوہر ضیا محی الدین اپنی بیٹی کو پارم کہتے ہیں تو وہ بھی چھوٹی بہن زارا کو پارم کہنے لگی تھی۔

"اور کوئی کام...... ہو تو بتا دیں......"

"اس وقت تو کوئی یاد نہیں آ رہا...... بس گھر کے لیے دو کلو مٹھائی لے آؤ...... ہاں ابا کے لیے شوگر فری سوئٹ الگ سے لینا...... ورنہ وہ ہماری والی مٹھائی کھا لیں گے اور وہ انہیں نقصان دے گی۔"

"آپا...... وہ آپ کی سہیلی بھی تو ہے ناں......" نعیم نے کان کھجاتے ہوئے کہا۔

"اچھا افشاں کو کہہ رہے ہو......" عائشہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"اس کے لیے ایک کلو کا ڈبا علیحدہ سے لے لوں......؟"

"ہاں لے لو...... اور دیتے ہوئے آ جاؤ...... ورنہ گھر آ کر مٹھائی کھاؤ گے تو تمہارے حلق میں اٹکے گی۔" عائشہ نے مسکرا کر بھائی سے کہا...... اور وہ جاتے جاتے ہنس دیا۔

"تمہیں اپنی سہیلی پسند ہے اور نعیم کو بھی اچھی لگتی ہے تو منگنی کر دیتے ہیں۔"

"امی منگنی کی کیا ضرورت ہے، افشاں بی اے کا امتحان دے کر فارغ ہو چکی ہے، نعیم کی اچھی جاب ہے...... آپ ان دونوں کی شادی ہی کر دیں......"

"نعیم کی شادی تو کسی وقت بھی ہو جائے گی پہلے تمہارے فرض سے تو فارغ ہو جاؤں......" امی نے بیٹی کے چہرے پر حسرت بھری نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"امی آپ میرے فرض سے فارغ ہو چکی ہیں...... اس لیے اب میرے بارے میں سوچنے یا پریشان ہونے کی آپ کو چنداں ضرورت نہیں ہے......"

"تنویر کے چلے جانے سے یہ دنیا تو نہیں ختم ہوئی...... اور نہ والدین کے بعد اس دنیا کا کاروبار رکے گا...... مگر تم تنہا ہو جاؤ گی...... اس لیے اچھا ہو گا کہ تمہاری شادی ہو جائے...... اور ہماری زندگی میں ہو جائے......"

"امی...... میں سچ بتاؤں کہ اب شادی کے نام سے مجھے خوف سا آتا ہے...... کیسی دوغلی زندگی

سے واسطہ پڑا تھا...... جہاں ہر بات کا مطلب اپنے حساب سے ہوتا تھا اور میں وہاں صرف مکار تھی، جھوٹی تھی اور بد بخت تھی۔"

"جو وقت گزر گیا...... اسے یاد کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور بری باتیں صرف بھولنے کے لیے ہوتی ہیں...... یاد کرو گی تو وہ تکلیف دیتی رہیں گی......"

"اسی لیے تو کہتی ہوں کہ آپ نعیم کی شادی کر دیں، میری پیاری سی سہیلی اس گھر میں آجائے گی تو آپ کی بھی خوشیاں بڑھ جائیں گی۔"

"افشاں واقعی بہت پیاری لڑکی ہے...... اور تم دونوں بہنوں سے تو واقعی بہت محبت کرتی ہے...... اس جیسی لڑکی تو واقعی قسمت والوں کو ہی ملے گی......"

"آپ بہت قسمت والی ہیں...... افشاں ہمارے ہی گھر میں آئے گی ان شاء اللہ......!" عائشہ نے متبسم لہجے میں ماں سے کہا...... تو وہ بھی طمانیت سے مسکرانے لگیں۔

"زارا گھر آجائے تو پھر چلتے ہیں تمہاری دوست افشاں کے گھر......" امی نے خوش دلی سے کہا۔

☆======☆======☆

ہلکی سی بارش ہوئی تھی...... کراچی میں ہلکی ہلکی سردی ہو گئی تھی...... مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے زارا کی ساس دو چار دفعہ کھانسی ہوں گی تو وہ تھوڑی سی دیر میں ہی ان کے لیے یخنی بنا لائی۔

"ارے بیٹا ابھی تو چائے پی تھی......"

"موسم بھی تبدیل ہو رہا ہے...... نماز پڑھتے ہوئے آپ کھانس رہی تھیں...... اس لیے میں نے سوچا کہ آپ ایک کپ گرما گرم یخنی کا پی لیں۔"

"بیٹا...... وہ تو میں اس لیے کھانسی تھی کہ تمہارا بیٹا ٹی وی ٹرالی ہلا رہا تھا...... وہ تو میں قصداً کھانسی تھی...... کہ کہیں ٹی وی اس پر نہ آگرے......"

"آپ یخنی نہ پینے کے کتنے بہانے بنالیں مگر یہ کپ تو آپ کو میرے سامنے پینا ہی پڑے گا۔" اور پھر وہ واقعی سامنے بیٹھ کر اپنی ساس کو یخنی کا کپ پلا کر رہی گئی۔

"کون کہتا ہے کہ بہویں...... بیٹی جیسی نہیں ہوتیں اب زارا میرا کتنا خیال رکھتی ہے میری کوئی اپنی بھی بیٹی ہوتی تو اتنا خیال نہیں رکھ سکتی تھی......!"

"بیگم...... زارا بے حد نیک اور دین دار گھرانے کی لڑکی ہے جبھی تو سب کا بے حد خیال رکھتی ہے...... سب سے محبت کرتی ہے اور گھر کو گھر سمجھتی ہے ورنہ آج کی زیادہ تر بہوئیں صرف اپنے بیڈروم کو ہی اپنا گھر سمجھا کرتی ہیں......" سسر نے رائے دی۔

"زارا کو دیکھتی ہوں تو مجھے لگتا ہے...... اس کی صورت میں مجھے کسی نیکی کا صلہ ملا ہے...... میری شکل دیکھ کر پہچان لیتی ہے کہ اس وقت مجھے پیاس لگی ہے، اس وقت مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے......! میرا دل گھبرا رہا ہے...... یا مجھے آرام کی ضرورت ہے ایسی بہویں کسی کی ہوتی ہیں بھلا......؟"

"اللہ نے ہمیں بیٹی نہیں دی...... مگر بہو کی صورت میں ایسی پیاری بیٹی دے دی کہ بیٹی نہ ہونے کا

غم ختم ہو گیا۔"

"آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں زارا ہماری بیٹی ہی ہے......"

"اور لاڈلی بیٹی ہے...... اسد بھی تو ہمارا سب سے زیادہ لاڈلا بیٹا ہے اس لحاظ سے زارا ہماری لاڈلی بیٹی ہے۔"

"امی...... یہ ہماری بہن ہے...... چھوٹی بہن ہے...... بھاوج نہیں......" بڑے بھائی ماں کے کمرے میں داخل ہوتے تو ہمیشہ زارا کی تعریف کرتے اور وہ پاس ہوتی تو اس کے سر پر چپت لگاتے۔

سسرال والوں کی یہ چاہت اور محبت پا کر زارا بھی ہنستی مسکراتی رہتی۔

"امی ہمارا یہ گھرانہ تو محبتوں اور چاہتوں کا گھرانہ ہے...... اس کا نام پریم ہاؤس ہونا چاہئے۔" اسد ہمیشہ ماں کو مشورہ دیتا۔

"پریم ہاؤس تو پریم چوپڑا کی کوٹھی کا نام ہے۔" بڑی بھاوج کو فلمی معلومات کچھ زیادہ ہی تھیں۔

"اچھا تو پھر ہم منت کی تختی لگوا دیتے ہیں کہ لوگ ہمارے گھرانے کی محبت دیکھ کر منت مانیں کہ ان کا گھرانہ بھی ایسا ہی ہو۔"

"ارے وہ تو شاہ رخ خان کی کوٹھی کا نام ہے۔" بھابی کو دیور کی باتیں سن کر ہنسی آجاتی۔

"ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کوئی نام وام رکھنے کی...... اللہ ہمارے گھر کو ایسے ہی خوش و خرم رکھے۔" ابا جی تشکر بھرے لہجے میں کہتے۔

زارا...... عائشہ سے کوئی تین سال چھوٹی ہو گی...... مگر شروع سے ہی اس میں پھرتی کچھ زیادہ ہی تھی ابھی ایک کمرے میں ہو گی تو تھوڑی دیر بعد ہی وہ دوسرے کمرے میں نظر آجاتی۔ گھر میں کوئی بھی بیمار پڑتا اس کو دوا پلانے سے لے کر پرہیزی کھانے کی ذمے داری وہ از خود اٹھا لیا کرتی۔

ساس، سسر کے ساتھ ان کے ضعیف والدین بھی تھے جو انتہائی کمزور تھے...... اور زارا ان کے کام بھی خوب دوڑ دوڑ کر کیا کرتی تھی...... وہ دونوں ہی اپنے ہر کام کے لیے نوکر کے بجائے زارا کو ہی آوازیں دیا کرتے مگر اس کے ماتھے پر کبھی کوئی شکن نہ آیا کرتی۔

جیٹھانی کے بچوں کو پڑھانا ہوتا...... تو وہ سب ہی زارا سے پڑھنا چاہتے...... اور یوں بھی وہ بچوں میں بچہ بن جاتی...... ان کے ساتھ کھیلتی، انہیں کہانیاں سنایا کرتی...... ان کے ساتھ بیٹھ کر کارٹون فلمیں دیکھا کرتی...... یوں بچوں کی بھی سب سے پسندیدہ شخصیت زارا کی ہی تھی۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا دائم سب کا ہی لاڈلا اور چہیتا تھا...... وہ جس کے کمرے میں چلا جاتا سب اس کو ہاتھوں ہاتھ لیتے۔

اور جب زارا کو اپنے میکے جانا ہوتا تو اس کے سسرال میں اس کی کمی بے حد محسوس کی جاتی...... گھر کے کسی فرد کا بھی اس کے بغیر جی نہیں لگتا۔

"بھئی، زارا کی اماں سے یہ کہہ دو...... کہ انہیں جب اپنی بیٹی کی یاد آئے تو یہاں آ کر رہ لیا کریں...... یہ کیا کہ زارا کو بلا لیتی ہیں......" اسد کی دادی جب اس کی غیر موجودگی میں اپنی ضروری چیزیں رکھ کر بھول جاتیں تو وہ زارا کی ساس کے پاس آ کر کہا کرتیں۔

"اماں، آخر اس کا بھی تو دل چاہتا ہوں گا...... کہ اپنے بہن بھائیوں میں جا کر رہے...... میکے جا کر سب بچیاں خوش ہوا کرتی ہیں......"

"اور ہم جو اداس ہو جاتے ہیں اس کے لیے......" دادی جان نے منہ بسور کر کہا...... کہ زارا کے جانے سے انہیں واقعی پریشانی ہو جاتی تھی تو سب ہنس پڑے۔

"تو ٹھیک ہے...... اب کے آپ بھی زارا کے ساتھ اس کے میکے چلی جایئے گا......" دادا جان کہتے تو سب ہنس پڑتے۔

زارا اپنے میکے آتی تو یہاں بھی بہار ہی آ جاتی...... عائشہ کا بیٹا اس کے بیٹے کے ساتھ خوب کھیلتا اور وہ عائشہ کا خوب خیال رکھتی...... اس کے کپڑے پریس کر کے اس کی الماری میں رکھتی...... عائشہ کی پسند کی ڈشز بناتی...... ماں کے سر میں تیل لگاتی...... ابا کی پسند کے کیسٹ لے کر آتی اور وہ پسندیدہ نعت خواؤں کی نعتیں سنتے رہتے۔

زارا کے آنے کی خوشی اس دفعہ...... سب کو ہی بہت زیادہ تھی۔ افشاں کا رشتہ لے کر جانا تھا۔

افشاں کی امی نے باتوں باتوں میں کہہ دیا تھا...... کہ ان کے ہاں منگنی کی رسم نہیں ہوا کرتی...... صرف بات پکی ہو جانے کو ہی اہمیت دیتے ہیں اور جلدی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس لیے امی نے رشتہ لے جاتے وقت زیادہ تام جھام نہیں کی تھی...... بس بوتیک کا ایک سوٹ، ایک چین اور مٹھائی لی تھی۔ زارا ایک پیسے والے گھرانے میں بیاہی تھی...... جب اس کی ساس کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ سادگی سے رشتہ طے کرنے کی رسم کرنے جا رہے ہیں تو انہوں نے زارا کو کہا...... کہ تم اپنی طرف سے ایک چھوٹا سا ہی سہی مگر سونے کا ایک سیٹ اپنی بھابی کو ضرور دینا...... اس لیے زارا نازک سا سیٹ افشاں کے لیے لائی تھی...... عائشہ کی جانب سے ایک بیگ تھا۔

عائشہ کی امی اپنے ساتھ پھولوں کے ہار بھی لے کر گئی تھیں۔ افشاں کو مٹھائی کھلا کر جب دونوں بہنوں نے پھولوں کے ہار پہنائے تو افشاں ان دونوں کو گلے لگاتے ہوئے بولی...... "میرے لیے آپ دونوں کی محبت کے یہ ہار ہی کافی تھے کہ ان پھولوں میں مجھے محبت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے...... یہ سونے کا سیٹ، یہ بیش قیمت پرس اور دیگر چیزوں کی قطعی کوئی ضرورت نہیں تھی۔"

"اگر ایسی بات ہے تو سب واپس کر دو، اسے بعد میں میری بیوی استعمال کر لے گی......" نعیم نے دھیرے سے افشاں کے کان میں سرگوشی کی تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ کے رنگ بکھر گئے۔

"شادی وسیم اور خوباں کے آنے کے بعد ہوگی...... اور وہ لوگ جلد ہی آئیں گے......" امی نے کہا...... اور ان لوگوں نے امی کی اس رائے سے فوراً ہی اتفاق کر لیا۔

☆======☆======☆

امی، بابوجی اور دادی...... نوشابہ سمیت کسی شادی میں گئے ہوئے تھے...... اعظم اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔

گھر میں صرف وانیہ ہی اور صارم تھے۔ صارم خاندان کی تقریبات میں جانے کا کوئی زیادہ شوقین

نہیں تھا وہ جب بھی گیا مارے باندھے ہی گیا تھا۔

آج وہ آفس سے بھی قدرے جلدی آ گیا تھا۔

وانیہ اپنے کالج کے ٹیسٹ کی تیاری کی وجہ سے نہیں گئی تھی...... اسے ایسی تقریبات میں جانا ہمیشہ اچھا لگتا تھا جہاں سج سنور کر جایا جائے۔

مگر وہ اپنے انگلش کے ٹیسٹ کی تیاری کی وجہ سے نہیں گئی تھی۔

کتابیں لے کر وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی...... مگر اس کی نظریں صارم کے کمرے کی جانب تھیں۔ اسے معلوم تھا...... آج صارم بھائی...... اس کے موبائل سے فون کرنے کے بجائے اپنے کمرے کے فون سے ہی عینی سے بات کریں گے۔ صارم نے جیسے ہی اپنے کمرے کا دروازہ بند کیا...... وہ فوراً امی کے کمرے میں پہنچ گئی اور آہستگی سے دوسرا فون اٹھا لیا اس کا خیال سو فی صد درست تھا اس وقت صارم نہ صرف عینی سے بات کر رہا تھا بلکہ اپنی گہری اور جذبات سے بوجھل آواز میں عینی کے کانوں میں فسوں پھونک رہا تھا۔

تم جب بھی آئینہ دیکھو تو میری آنکھ سے دیکھو
چٹکتے ہیں شگوفے کب یہ میری آنکھ سے دیکھو
کھلے ہیں پھول گلشن میں تیرے رخسار کو چھو کر
گلابوں پر سجی سرخی یہ میری آنکھ سے دیکھو
کبھی جو بھول کر تم ہنس دیتی ہو خیالوں میں
بھنور پڑتے ہیں گالوں میں یہ میری آنکھ سے دیکھو
کھلے بالوں کو چھیڑا ہے ہوا کے مست جھونکوں نے
جو ہالہ چاند کے ہے گرد یہ میری آنکھ سے دیکھو
چمکتے ہیں تمہاری آنکھ کے جگنو تو پھر ان میں
ضیا سی جو ابھرتی ہے یہ میری آنکھ سے دیکھو
خلوص و مہر کے جذبے بسے ہیں تیری آنکھوں میں
محبت ہم سفر میری یہ میری آنکھ سے دیکھو

خالدہ نسیم

"رضا نے تو آج تک مجھ سے ایسا کچھ نہیں کہا......" اب اسے بے مائیگی کا احساس ہو رہا تھا۔

"عینی کتنی لکی ہے...... صارم بھائی اسے کتنا چاہتے ہیں...... اور ایک میں ہوں...... سوائے چند جملوں کے بات آگے ہی نہیں بڑھی ہے۔"

"آج تم اچھی لگ رہی ہوں......"

"اسکائی بلو کلر تم پر بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تمہارے بال کتنے خوب صورت ہیں۔"

"ارے، تمہاری رائٹنگ کتنی اچھی ہے۔"

"تمہارے گال کا ڈمپل بہت پیارا لگتا ہے۔"

ایسے جملے تو اس کی سہیلیاں تک بول دیتی تھیں۔

یہ تو اسے اندازہ ہو گیا تھا رضا کی آنکھوں میں اس کے لیے پسند کی قندیلیں روشن ہو چکی ہیں مگر وہ شاید کچھ محتاط سا تھا۔

وانیہ چاہ رہی تھی کہ وہ اس کے سامنے اپنا کلیجا نکال کر رکھ دے مگر وہ لبوں سے زیادہ صرف آنکھوں سے ہی کہہ رہا تھا۔

"چلو اگر وہ ہچکچا رہا ہے تو مجھے کہہ دینا چاہیے......" وانیہ نے سوچا۔

موبائل کیا تو وہ آف تھا۔

"کیا کروں......؟" اسے قرار نہیں آ رہا تھا۔

صارم بھائی......عینی سے باتیں کر رہے تھے......ان دونوں کے قہقہے اس کے دماغ پر ہتھوڑوں کی طرح برسنے لگے۔

سامنے رکھے رجسٹر سے اس نے صفحہ پھاڑا......اور پھر اس پر رضا......رضا......رضا ہی لکھتی چلی گئی......اسے یوں لگا......جیسے اس صفحے پر پھول ہی پھول بکھر گئے ہوں۔ اسی صفحے کے ایک کونے پر اس نے اپنا حالِ دل صفحے پر ایک گلاب کی کلی اٹکا کر یوں تحریر کیا۔

نشہ ہے میری آنکھوں میں
تیری چاہت کے جذبے کا
وہی جذبہ جو موہ لیتا ہے
دل انجان بھنورے کا
چمن میں ہر طرف اڑتا ہے
دیوانہ وہ پھولوں کا
اِدھر رنگ ہیں اُدھر خوشبو
لگا میلہ ہے کلیوں کا
پروں کی اس کی جنبش میں
چھپا ہے راگ الفت کا
گنگناتا ہے وہ گاتا ہے
مدھر نغمہ محبت کا
یقین کر لو اے پھولوں تم
میری بے لوث چاہت کا
تمہارا رنگ اور خوشبو
ہے ساماں میری راحت کا

غرور حسن میں اپنے
گلوں نے سر کو یوں جھٹکا
بکھر کر گر گئیں کلیاں
نہیں کچھ دوش بھنورے کا
نہیں دل توڑنا اچھا
محبت کرنے والوں کا
کہ خود بھی ٹوٹ جاتے ہیں
بھروسا توڑ کر ان کا

اب یہ رضا کو کس طرح پہنچایا جائے اس صفحے کو سینے سے لگائے وہ سوچ ہی رہی تھی کہ صارم کمرے میں آیا۔

"ایک کپ کافی ملے گی......؟"

"ہاں......میں ابھی لائی......" وہ سرعت سے وہ صفحہ کتاب میں رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی

شکر ہے صارم فوراً ہی چلا گیا تھا اگر وہ ہیں ٹک جاتا تو اس کی نظر ٹیلیفون سیٹ پر ضرور پڑتی جس کا ریسیور علیحدہ رکھا ہوا تھا۔

"اللہ نے کیسا بچایا ہے......" وہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر باورچی خانے میں چلی آئی۔

"عینی بھی اپنے گھر میں چائے یا کافی پیتے ہوئے صارم کی باتوں کی گونج اپنے دل میں محسوس کر رہی ہوگی۔"

"یہ خط میں رضا کو کس طرح دوں گی......؟" وہ کافی دینے کے بعد پھر اسے کھولے تکے چلی جا رہی تھی۔

"راحیلہ کی آنکھ بچا کر دے دوں گی۔"

"اگر نہ دے سکی تو......؟" اس نے سوچا

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کہ اتنا معمولی سا کام میں نہ کر سکوں......"

اگلے دن جب وہ رضا اور راحیلہ کی گاڑی میں واپس گھر آئی تو کار پورچ میں صارم بھائی کھڑے تھے۔ وانیہ کو گاڑی سے اترتے انہوں نے بطورِ خاص دیکھا۔

وانیہ کو تو یوں لگا......جیسے ان کی نظریں کسی کیمرے کی طرح فٹ ہوں۔

آج اس نے راحیلہ سے کوئی بات کی اور نہ رضا کو نظر بھر کر دیکھا......بلکہ وہ قلانچیں بھرتی ہوئی زینے کی جانب لپکی۔

ہاتھ میں دبا خط پرزے پرزے کر کے زینے میں رکھے کوڑے دان میں وہ ڈالنا نہیں بھولی تھی۔

"اس خط کی جگہ یہ تو نہیں تھی......" اس کے دل نے اسے اکسایا۔

"موقع محل کا تقاضا یہی تھا کہ یہ خط اسی طرح پھینک دیا جائے۔" اس نے سوچا اور سر جھٹک کر گھر

میں داخل ہوگئی۔

☆======☆======☆

نہ کوئی یہ بات سوچ سکتا تھا۔ نہ کسی کے تصور میں آسکتا تھا......

کسی کا یہ گمان تک نہ تھا بابو جی اتنی ہمت کر لیں گے کہ صارم بھائی کی پسند کی خاطر اتنا بڑا قدم اٹھالیں گے۔

بابو جی نے اچھی سی مٹھائی کی شاپ سے گیارہ، گیارہ کلو کے دو ٹوکرے بنوائے......اور عینی کے گھر پہنچ گئے۔

”ہمیں صارم اور عینی کی شادی کی تاریخ دے دیجیے اور جلد از جلد دے دیں......اس سہ ماہی میں صارم کو اپنی کمپنی کے کام سے باہر جانا ہوگا......کیا ہی اچھا ہو کہ صارم اپنی دلہن کے ساتھ باہر گھوم بھی آئے۔“

اظفر صاحب نے......بابو جی کو دیکھ کر بہت خوش کا اظہار کیا۔

”اگر بھابی......بھی آپ کے ساتھ آتیں تو ہمیں مزید خوشی ہوتی......“

”کراچی میں جو چند دنوں کے لیے سردی آئی ہے وہ انہیں سوغات دے گئی ہے، نزلہ، کھانسی کی......اور ہم لوگ شادی کے لیے بالکل بھی تاخیر نہیں چاہ رہے۔“

”بس اب آپ جلدی سے ہمیں تاریخ دے دیجیے تا کہ ہم کارڈ وغیرہ چھپوالیں اور میرج ہال وغیرہ بک کروالیں۔“

اظفر صاحب نے سرشار سے لہجے میں بتایا وہ اسی جمعہ کو آکر تاریخ بتادیں گے......”اگر آپ کہیں تو ہم فون پر بھی دے سکتے ہیں۔“

”جمعے کو آپ کے اور بھابی کے ہم منتظر رہیں گے۔“

بابو جی نے وہاں سے آکر سب سے پہلے صارم کو بتایا اور پھر امی اور دادی جان کے سامنے تذکرہ کیا۔

”اسے کہتے ہیں خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا۔“ امی نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

”اب تو مار چکے......اب کیا کریں......“ بابو جی نے متبسم لہجے میں کہا۔

”یہ بات آپ کو بہو آجانے کے بعد پتا چلے گی جب وہاں روزانہ بیٹھ کر کوئی نہ کوئی فضیحتا کھڑا کیا کرے گی......“

”اظفر صاحب کا گھرانہ بے حد مہذب ہے، میں آپ کے اس بدترین خیال کا ہرگز حامی نہیں ہوں۔“

”غضب خدا کا نہ ماں گئی......نہ بہنیں گئیں......نہ دادی اور آپ رشتہ دے آئے......اور ان لوگوں نے لپک بھی لیا......اس سے بڑے بے غیرت اور کیا ہوں گے۔“

”زری......میری اس خوشی کو اگر ملیامیٹ کرنے کی کوشش کی تو میں سچ کہہ رہا ہوں کہ میں تم سب کو

اور اس گھر کو چھوڑ کر کہیں چلا جاؤں گا......“ بابو جی کو یک دم ہی غصہ آگیا......سنا تھا ایک مرتبہ امی اور بابو جی کی بڑی طوفانی لڑائی ہوئی تھی اور بابو جی گھر چھوڑ کر چلے گئے......پندرہ دن بعد کسی مضافاتی مسجد سے ملے تھے اور امی نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ آئندہ کبھی ان سے ایسی کوئی بات نہیں کریں گی جو انہیں تلملا کر رکھ دے۔

اور طویل عرصہ گزر جانے کے بعد شاید وہ بھول بیٹھی تھیں اب جو شرارے برستی آنکھیں انہوں نے دیکھیں تو یک دم ہی جھرجھری لے کر خاموش ہوگئیں۔

”لڑکی اگر صارم کو پسند ہے تو ہمیں بھی بہت پسند ہے۔“ دادی نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیے۔

”عینی تو بہت پیاری سی لڑکی ہے اور بہت محبت والی۔“

”دیکھ لینا......وہ آتے ہی میری سہیلی بن جائے گی۔“ نوشابہ نے بھی اپنی نانی کی جیسے تائید سی کر دی۔

”میں تو شروع سے ہی عینی کو پسند کرتی ہوں، اتنی سمپل اور اچھی لڑکی ہی کو صارم بھائی کی دلہن بننا چاہیے تھا......“ وانیہ کا لہجہ پُرجوش سا تھا۔

”میں یہ کب چاہتی ہوں کہ صارم کی پسند کا خیال نہ رکھا جائے......آخر وہ میرا بیٹا ہے......کیا اس کی خوشی مجھے عزیز نہ ہوگی......“ امی نے بھی بالآخر اپنا سیاسی بیان جاری کر دیا۔

☆======☆======☆

”سعیدہ، ہم تمہیں تمہاری ماں کی جائیداد میں سے تمہارا پورا حق دلوا کر رہیں گے......چاہے اس کے لیے کورٹ کچہری کرنی پڑے۔“

”سعیدہ، ہم تمہاری شادی بھی کروائیں گے......تمہارا شوہر تمہارے ساتھ مل کر تمہارے بھائی کی طبیعت اچھی طرح صاف کر دے گا۔“

خاندان کے لوگ اسے مشورے دے رہے تھے......مگر سعیدہ کا ذہن ان باتوں کی جانب بالکل بھی نہیں تھا۔ اسے بڑی مشکلوں سے ایک سراغ ملا تھا جب اصغر ٹورنٹو گیا تھا تو کراچی کے کسی لڑکے کے پاس ایک یا دو ہفتے رہا تھا، جس لڑکے کے پاس رکا تھا ان کی فیملی باہر ایسی گئی تھی کہ واپس ہی نہیں آئی تھی۔

اب کسی کے توسط سے پتا چلا کہ وہ لڑکا پاکستان آیا ہوا ہے اور پنجاب کے کسی شہر میں ہے، اس کا نمبر بمشکل ملا تو اس نے پہلی بات اصغر کی ہی پوچھی......جو آج سے پندرہ سولہ سال پہلے کینیڈا گیا تھا اور پھر اس کا پتا ہی نہیں چلا......کہ وہ کہاں چلا گیا......نہ اس نے کوئی رابطہ کیا......اور نہ ہی کوئی اطلاع آئی۔

”بھائی، بھابی......جب دل چاہتا تھا اس کا تذکرہ کر کے اس کو خوب گالیاں سنایا کرتے تھے......

اتنی پرانی بات یاد کرنا اس لڑکے کے لیے مشکل تو ہوا مگر وہ جلدی ہی پہچان گیا......اور بولا۔

”اصغر تو ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں ختم ہوگیا تھا......بلکہ وہ تو ٹورنٹو آنے کے صرف ڈیڑھ ماہ بعد ہی ختم ہوگیا تھا......وہاں کے اخبارات میں اس کی خبریں تک شائع ہوئی تھیں۔“

”ہمیں یہ پتا چلا تھا کہ وہ کینیڈا سے امریکہ شفٹ ہوگیا ہے، اس لیے اس کے فون کا ہی برسوں

انتظار کرتے رہے۔'' سعیدہ اپنے آنسو اپنے دل میں اتارتے ہوئے بولی۔

'' مجھے بے حد افسوس ہو رہا ہے...... کہ آپ کو اتنی لیٹ اطلاع ملی...... امریکہ تو میں شفٹ ہوا تھا...... اور میرا نام بھی اصغر ہے......'' وہ اپنا دل مسوس کر رہ گئی...... ان لوگوں کو ساری اطلاعات اس اصغر کی ملی تھیں جو امریکہ چلا گیا تھا۔

بھیا شام کو آئے...... تو سعیدہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

'' سعیدہ صبر کرو...... اماں بہت بیمار تھیں۔ انہیں آرام مل گیا ہوگا......''

'' مگر اکبر بھائی ہمارا اصغر تو بالکل ٹھیک ٹھاک گیا تھا، اسے تو کوئی بیماری نہیں تھی...... اس کو کیسے صبر کروں......؟''

'' وہ وہاں مزے لوٹ رہا ہے اور تم پاگلوں کی طرح رو رہی ہو...... وہ تو شروع سے ہی بدخصلت تھا۔''

'' نہیں بھائی نہیں...... مرنے والے کو ایسے نہیں پکارا کرتے......''

'' ہاں بھائی...... ہمارا اصغر مر گیا...... واقعی مر گیا...... ورنہ وہ کیسے نہ رابطہ کرتا......''

'' یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو......؟'' اکبر بھائی بھی سکتے میں آ گئے۔

'' آج ایک لڑکے سے یہ اطلاع ملی ہے، جس کے پاس ہمارا اصغر جا کر ٹھہرا تھا۔ اصغر تو وہاں جاتے ہی ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں فوراً ختم ہو گیا تھا اگر کسی نے اطلاع دی ہو گی تو ہمارے پرانے والے گھر پر دی ہو گی۔''

'' کیا ہمارا اصغر واقعی مر گیا......؟'' اب اکبر بھائی بھی مغموم سے ہو گئے۔

'' اصغر کے مرنے کی اطلاع بھی اماں کے ساتھ ملی ہے...... اماں تو پہلے ہی کہتی تھیں...... اصغر مر گیا ہے۔'' سعیدہ رو رہی تھی اور اس کو گلے سے لگائے ہوئے اکبر بھی رو رہے تھے۔

'' سعیدہ میرے ساتھ گھر چلو...... کیا پتا مجھے کب اپنے ابدی سفر پر روانہ ہونا پڑ جائے اور تم اپنے ہی گھر میں داخل نہ ہو سکو......''

'' ہاں بھیا...... میں آپ کے ساتھ ہی چلوں گی۔''

سعیدہ خاندان کی خواتین کے بتائے ہوئے سارے سبق بھول گئی۔

'' بھیا میں اکیلی نہیں رہوں گی......'' وہ کسی چھوٹی لڑکی کی طرح خوفزدہ سی تھی۔

'' اماں کے دونوں مکانوں کا کرایہ میں تمہیں دوں گا...... اور اس فلیٹ کو بھی کرایے پر چڑھا دیں گے۔''

'' بھابی کو تو اعتراض نہیں ہوگا......؟'' وہ ان کے ساتھ چلتے ہوئے سراسیمہ سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

'' اس کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ وہ تم سے کچھ بھی کہے...... کہ جس گھر میں ہم رہتے ہیں وہ میں تمہارے نام فوراً کر دوں گا تاکہ تمہیں بھی یہ احساس رہے کہ تمہارے گھر میں تمہارا بھائی ضرور رہتا

ہے...... اور یہ تمہارا گھر ہے، تمہارا اپنا گھر۔''

'' مجھے کچھ نہیں چاہئے بھیا مگر مجھے آپ کا ساتھ چاہئے...... اکیلے، تن تنہا رہنا بہت مشکل ہوتا ہے......''

'' سعیدہ تمہیں اور اماں کو اپنے سے الگ کر کے جو میں نے غلطی کی ہے اس کا ازالہ تو شاید میں کبھی نہ کر پاؤں۔ مجھے معاف کر دینا......''

'' حرص وہوس میں آ کر...... کیسے کیسے دلوں کو دکھ پہنچائے جاتے ہیں کاش کوئی ایک بار یہ سوچ لے تو ایسا کبھی نہ کرے۔''

ادھر شوکت خالہ اپنے گھر میں کہہ رہی تھیں......'' یہ اکبر جو اپنی بہن سعیدہ کو لے کر اپنے گھر چلا گیا ہے تو خاندان کی وجہ سے ایسا ہوا ہے...... اس کی اپنی بیٹیاں بھی جوان ہو رہی ہیں...... اپنی بہن کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا تو خاندان کے لوگ اس کی بیٹیوں کو بھلا پوچھیں گے......؟ ہرگز نہیں......''

'' اکبر کی بیوی نے بھی سوچا ہوگا کہ بھلائی اسی میں ہے کہ سعیدہ کو شرافت کے ساتھ اپنے ساتھ رکھ لے ورنہ پورے خاندان میں تھو تھو الگ ہوگی اور کوئی خوشی و غم میں بھی نہیں پوچھے گا۔'' جب کہ اصل بات یہ تھی کہ اکبر کو اللہ نے ہی یہ توفیق دی تھی کہ وہ اپنی غلطیوں کا ازالہ کر لے...... وہ جوان بھائی کی موت کا سن کر بھی تھرا گیا تھا...... اور ایسا ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ سعیدہ اس سے الگ ہو کر رہے یا پریشان رہے...... اب اس کی یہی خواہش تھی کہ بہن کا خیال رکھنا ہے اور کسی اچھی جگہ اس کی شادی بھی کرنی ہے...... تاکہ والدین کے پاس جا کر اس کی روح شرمندہ نہ ہو سکے۔

☆======☆======☆

دادی جان گاہے بہ گاہے رخسانہ بیگم کے پاس چلی جاتی تھیں...... ان کے ساتھ نوشابہ بھی چلی جاتی تھی...... اس مرتبہ وہ گئیں تو رخسانہ کے بے حد اصرار پر وہاں دو دن رک بھی گئیں۔

نوشابہ نے آلو بھرے پراٹھے، چٹنی، رائتے اور بھجیا کے ساتھ بنائے تو وہ عش عش کر اٹھیں۔

'' نوشابہ کے ہاتھ میں کس قدر ذائقہ ہے......''

اس کے ہاتھ کی چائے پی تو حیرت سے بولیں۔'' میں سچ کہہ رہی ہوں اتنی خوشبودار اور لذت والی چائے میں نے آج تک نہیں پی۔''

'' بیٹا جو کام محبت سے کیا جائے وہ اچھا ہوتا ہے اور جو مارے باندھے کیا جائے...... تو نہ ہی کام اچھا ہوگا اور نہ ہی کھانے میں ذائقہ ہوگا۔''

اکثر گھرانوں میں طرح طرح کے کھانے پکتے ہیں...... مگر کسی چیز میں کوئی ذائقہ نہیں ہوتا بلکہ عجیب سی بسائند ہوتی ہے۔ قورمہ، کڑاہی، اسٹو، کچھ بھی کھا لو...... سب ہی ایک جیسا اور انتہائی بدمزہ سا سالن لگتا ہے کہ اسے حلق سے اتارنا مشکل ہوتا ہے۔

'' کاش میری کوئی بیٹی نوشابہ جیسی ہوتی...... تو میرے پاس آ کر رہا کرتی......'' رخسانہ بیگم کی بات سن کر دادی جان مسکرانے لگیں۔

''زری کو چاہئے اپنے صارم کے لیے نوشابہ کو کرلے بہت خوش رہے گی...... آپ کی بہو......''

''اپنے گھر کی لڑکیاں کسی کو اچھی نہیں لگتیں......تم بھی تو اگر چاہتیں تو اپنی بھتیجی سے اپنے کسی بیٹے کی شادی کر سکتی تھیں......'' دادی جان نے کہا۔

''ہاں......اب احساس ہوتا ہے...... میں نے واقعی غلطی کی۔ میری بھاوج ایک اچھی عورت نہیں ہیں، انہیں ہر ایک سے ہمیشہ گلہ رہتا ہے......مگر ان کی بیٹی واقعی اچھی ہے اور ان سے زیادہ اچھی ہے...... اور اگر میں اسے اپنی بہو بنالیتی تو شاید میرا ایک بیٹا تو باہر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیتا......''

''ہم لوگ دوسروں کے تجربوں سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ہر تجربہ خود کرنا چاہتے ہیں......'' دادی جان کہہ رہی تھیں اور رخسانہ بیگم پہلی مرتبہ کسی کی رائے سے اتفاق کر رہی تھیں۔

وہ جو سچی بات سن کر بھی اسے جھوٹا بنانے کی عادی تھیں۔

اور جھوٹی بات کو سچ کہنے پر تل جایا کرتی تھیں۔

آج زندگی کے تجربوں نے انہیں یہ سکھا دیا تھا کہ سچ صرف سچ ہوتا ہے اور جھوٹ خواہ کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ انسانی زندگی کے لیے مضر ثابت ہوتا ہے۔

☆======☆======☆

شہزادی کا کھانا پکانا علیحدہ ہو گیا تھا مگر اس کے باوجود اس کی شکایتیں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔

نوید شام کو آتا تو اس کی زبان آگ اگلنے لگتی۔

''تمہاری ماں کو ساری ممتا اپنی بیٹیوں سے ہے......آج دوپہر کو ان کے لیے ہنڈیا بھر کے بریانی پکائی مگر مجال ہے کہ ایک پلیٹ چاول مجھے دے دیں......تمہاری چاروں بہنیں ہر چیز ڈکار جاتی ہیں۔ آج میری طبیعت بھی خراب تھی کچھ پکانے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی بس پانی کے گلاس چڑھا کر بیٹھ گئی...... اب آپ بازار سے کھانا لے کر آؤ تو میں کچھ کھاؤں......''

نوید فوراً ہی باہر گیا اور نہاری روٹی لے کر بیوی کو دی۔

''آپ بھی میرے ساتھ کھا لیجئے......''

''میں نہاری شوق سے نہیں کھاتا ہوں......'' نوید نے کہا۔

''آپ کہیں تو انڈے کا آملیٹ بنا دوں......؟'' شہزادی نے پوچھا۔

''بھوک لگے گی تو بنوا لوں گا......''

اور جب وہ اماں کے کمرے میں آیا تو وہ لوگ مولی کی بھجیا کے ساتھ روٹی کھا رہے تھے۔

''دوپہر کی بریانی کیا ختم ہوگئی......؟'' نوید نے مسکرا کر پوچھا۔ ''جو اس وقت سبزی سے روٹی کھائی جا رہی ہے۔''

''بریانی کس نے پکائی تھی......؟'' اماں کو حیرت سی ہوئی۔

''مجھے خوشبو سی آرہی ہے کچن سے اس لیے پوچھ رہا ہوں......''

''دوپہر کو تو دال چاول بنائے تھے مگر تمہاری بہن نے اتنے مزے کے بنائے تھے...... کہ مجھے

بریانی سے زیادہ اچھے لگے تھے۔''

''ہاں، شہزادی مامی نے مجھ سے برگر منگوا کر کھایا تھا'' بڑی بہن کے بچے نے ماموں کو بتایا۔

''مامی نے تمہارے لیے بھی برگر منگوایا ہوگا......؟'' نوید نے بچے سے ہنس کر پوچھا۔

''انہوں نے کہا تھا صرف ایک ہی لانا'' بچہ بھی پوری معلومات پہنچا رہا تھا۔

''یہ تو بہت بری بات ہے۔'' نوید خجل سا ہو رہا تھا۔

''کوئی بری بات نہیں ہے......اس کا کھانا پکانا علیحدہ ہے، وہ جو دل چاہے پکائے اور کھائے......''

اماں نے بات ختم کرنے کی کوشش کی...... کہ وہ نوید کے چہرے پر ناگواری کے اثرات دیکھ چکی تھیں...... اس لیے وہ نہیں چاہتی تھیں کہ ان دونوں میاں بیوی میں کوئی باہمی چپقلش ہو۔

اماں کی وجہ سے بہنیں بھی نوید سے کچھ نہیں کہتی تھیں......انہوں نے بھائی کو کبھی یہ تک نہیں جتلایا تھا...... کہ شہزادی نندوں کو آتا دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی ہے اور باہر نہیں آتی......کوشش کرتی ہے کہ ان سے سامنا نہ ہو......اگر بالفرض اسے کسی وجہ سے باہر آنا پڑ جائے تو کسی کو مخاطب کرنے یا بات کرنے کی کوشش نہیں کرتی...... اگر کوئی نند بات کرنا چاہے......تو اپنے اوپر ایسی ناتھی نگوڑی بیماریاں طاری کر لیتی ہے...... کہ دوسرے کو سوائے دلاسہ دینے کے کوئی بات نہیں کرنی پڑتی۔

شہزادی کا یہ ہمیشہ وتیرہ تھا کہ ہر آئے گئے کے سامنے وہ نہ صرف بیمار ہونے کے مظاہرے کرتی...... بلکہ ایسے ڈرامے بھی رچانا چاہتی جیسے وہ اس گھر میں ظلم برداشت کر رہی ہے۔ پرسوں کی ہی بات تھی......اماں کی خلیا ساس ملنے چلی آئیں......ان کو دیکھ کر وہ دیوار پکڑتی ہوئی سہم سہم کر چلتی ہوئی آئی اور کہا۔

''بخار کی وجہ سے چکر آرہے ہیں...... چلا تک نہیں جا رہا مگر جب پتا چلا کہ دادی آئی ہیں تو سلام کرنے چلی آئی۔''

زہرہ بیگم ایک سمجھدار خاتون تھیں انہوں نے جھٹ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور ہنس کر بولیں......''دلہن کیا تمہیں ٹھنڈا بخار چڑھا ہے۔'' شہزادی ہونٹ کاٹ کر بولی۔

''میرا بخار ہمیشہ اندر رہتا ہے، ہاتھ پیر برف سے رہتے ہیں اندر ایسی آگ لگ رہی ہے کہ کیا بتاؤں......''

''پھر تو فوراً برف کا پانی پیو......'' انہوں نے رائے دی اور شہزادی رضامندی میں سر ہلاتی ہوئی یہ جا وہ جا کے مصداق اپنے کمرے میں غروب ہوگئی۔

زہرہ بیگم جب چلتے وقت شہزادی کے کمرے میں گئیں تو وہ گرم گرما چائے کے ساتھ سموسے کھا رہی تھیں۔

''اے لو، یہ کہاں کا دستور ہے تمہارے گھر میں......ساس سے چھپ کر اپنے کمرے میں کھاتی ہوا گر باورچی خانہ علیحدہ بھی ہے تو اپنا پکا کر اپنی خالہ کے ساتھ کھایا پیا کرو......اور بخار میں یہ سموسے کیا تمہیں نقصان نہیں دیں گے......'' شہزادی تو حواس باختہ سی ہوگئی...... اور یہاں تک بھول گئی کہ اسے بخار ہوا

تھایا کچھ اور گھبرا کر بولی۔

"بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے۔ اس لیے سوچا کچھ نہ کچھ تو کھاؤں۔"

"دلہن میری سمجھ میں یہ نہیں آتا...... کہ گھر بیٹھے بیٹھے بغیر کسی ڈاکٹر سے چیک کرائے تمہیں یہ کیسے پتا چل جاتا ہے کہ تمہارا بلڈ پریشر لو ہو رہا ہے یا ہائی ہو رہا ہے یا تمہیں نمونیہ ہو گیا یا ملیریا......؟" زہرہ خاتون نے ایک مرتبہ اسی قسم کا جب ڈراما دیکھا تو شہزادی کی کھنچائی کر دی۔

تب شہزادی ہنس کر بولی۔ "دادی، ہر شخص اپنے آپ کو زیادہ پہچانتا ہے اور ہر شخص اپنا معالج بھی خود ہوتا ہے اس لیے میں اپنے کام خود ہی کر لیا کرتی ہوں۔" تب وہ شہزادی کی طرف دیکھتی کی دیکھتی رہ گئیں۔

"شہزادی کم عمر ہونے کے باوجود اس قدر چالاک سی لڑکی ہے کہ مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا کہ یہ اتنی چھوٹی عمر کی ہے...... میرا تو خیال ہے کہ تم شاید بھول گئی ہو...... کہ شہزادی کی عمر کیا ہے......" دادی نے اماں سے کہا تو وہ مسکرا دیں...... کہ اس کے سوا چارہ بھی کیا تھا۔

☆======☆======☆

بابو جی نے دادی جان سے تو ذکر کیا تھا کہ وہ اس وقت اپنے نئے دوپٹے کی بیل ڈھونڈ رہی تھیں جسے رکھ کر وہ بھول گئیں تھیں۔

بابو جی نے امی سے بھی کہا تھا اتوار کی شام کو اظفر صاحب کا گھرانہ ہمارے گھر آئے گا۔

امی نے برا سا منہ کر کہا تھا...... "آتا ہے تو آجائے، میں کون سا کسی کو منع کر رہی ہوں یوں بھی لوگ اب دوسروں کے گھروں میں بغیر بلائے آجاتے ہیں......"

صارم نے از خود کولڈ ڈرنکس، نمکو کا سامان وغیرہ لا کر رکھ دیا تھا۔

مگر جب عصر کے بعد اظفر صاحب، ثمینہ بیگم اپنے ساتھ رخسانہ آنٹی کے ہمراہ داخل ہوئے تو امی بدحواس سی ہو گئیں۔

وہ اپنے ہمراہ چار بڑے ٹوکرے پھلوں کے اور چار مٹھائی کے لائے تھے۔

بابو جی، امی جان، دادی جان اور سب بہن بھائیوں کے جوڑے تھے۔

"اس قدر تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی......؟" امی نے ثمینہ آنٹی سے کہا۔

"عینی ہماری بے حد لاڈلی بھتیجی ہے، یہ تو ہمارے ارمان ہیں اس لیے ہم آپ کے لیے یہ معمولی سے تحفے لے کر آئے......" رخسانہ آنٹی نے کہا۔

وانیہ نے لپ جھپ شامی کباب تلے، مونگ کی دال کے بڑے بنائے اور کھانے کی میز پر صارم کا لایا ہوا تمام نمکو کا سامان سجا دیا۔

بابو جی بضد تھے کہ وہ سب کھانا کھا کر ہی جائیں مگر مغرب کی نماز پڑھتے ہی وہ سب چلے گئے۔

11 اپریل شادی کی تاریخ ٹھہری تھی۔

"اللہ کتنی سخت گرمی ہو گی......!" وانیہ نے کہا۔

"کیوں، کیا گرمیوں میں شادیاں نہیں ہوتیں......؟" دادی جان نے غصے سے کہا۔

"ہاں ہوتی تو ہیں...... مگر پسینے میں شرابور مہمانوں کو تکلیف ہوتی ہے۔"

"جو خوشی سے شریک ہوتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔"

صارم کی خوشی دیدنی تھی...... انہیں ایسا ہنستا مسکراتا کم ہی دیکھا تھا۔

"امی آپ یہ ساری مٹھائی رئیس منزل میں بانٹ دیں...... ہاں، نوید کے گھر دو حصے بھجوایئے گا اس کی بیوی اور ماں کا باورچی خانہ علیحدہ ہیں۔"

"نوید تو تمہارا بہت اچھا دوست تھا...... کیا اب وہ اتنا بدل گیا ہے...... کہ اکیلی ماں اس سے سنبھالی نہیں جا رہی......"

"توبہ ہے زری...... تم بھی ایسے لوگوں کا ذکر کرنے لگتی ہو...... جن کے بارے میں بات تک نہیں کرنی چاہئے۔" دادی جان کو غصہ آرہا تھا۔

اور ان سب لوگوں سے ہٹ کر نوشابہ اور وانیہ قلاقند خوب شوق سے کھا رہی تھیں اور بابو جی بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

"سنیئے آپ کو شوگر ہے...... مت کھایئے یہ مٹھائی۔" امی نے انہیں روکا۔

"شوگر والوں کو بالکل ہی چینی نہیں چھوڑ دینی چاہئے کبھی کبھی انہیں سوئٹ ضرور کھانی چاہئے۔" بابو جی نے رسان سے کہا اور مٹھائی کھاتے رہے۔

اور اسی لمحے...... مٹھائی کھاتے ہوئے وانیہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ رضا کے گھر وہ خود مٹھائی لے کر جائے گی...... اس سے اچھا بہانہ تو کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

"امی آپ حصے بنائیں...... میں فلیٹ میں مٹھائی تو دے آؤں......!" وانیہ نے کہا۔

"اعظم دے آئے گا...... تم کہاں کہاں جاؤں گی۔"

"دو چار گھروں میں کم از کم اپنی سہیلیوں کے ہاں تو میں خود دے آؤں......"

"ٹھیک ہے...... دے آؤ......"

وانیہ اپنا پسندیدہ سوٹ پہن کر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھ گئی...... کہ میک اپ لائٹ سا ہی سہی مگر کرنا تو ضرور تھا۔

☆======☆======☆

صارم اپنے آفس میں سنجیدہ اور خاصا سخت مزاج مشہور تھا کہ کام کے سلسلے میں وہ کاہلی کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ تاخیر سے آنے والے اور روزانہ بہانہ بنانے والوں کی وہ اچھی خاصی کھنچائی کر دیا کرتا تھا۔ مگر ان دنوں ایک مسکراہٹ اس کے لبوں پر جیسے احاطہ سا کیے ہوئے تھی۔ کسی بات پر غصہ کرنا چاہتا تھا بھی تو اس کا لہجہ اس کا ساتھ نہ دیتا۔ مسز وارث جو آئے دن کہانیاں سنا کر اپنا کام ٹالا کرتی تھیں اور صارم انہیں دوسری برانچ میں ٹرانسفر کے لیے کہہ دیا کرتا تھا۔ اب وہ ان کی کاہلی پر کھل کر ہنس دیتا۔

''آج بچے کی وین نہیں آئی تو اسکول چھوڑنے چلی گئی۔ وہاں گئی تو معلوم ہوا کہ پیرنٹس میٹنگ ہے...... میں بحالت مجبوری بیٹھی اور وہاں سے اٹھی ہوں تو سیدھی یہاں آ رہی ہوں۔''

''کون سے اسکول میں پڑھتے ہیں آپ کے بچے......؟'' صارم نے پوچھا۔

''سٹی اسکول میں جس کی برانچ آپ کی رئیس منزل کے پاس بھی ہے۔''

''مسز وارث...... آپ شاید بھول گئیں۔ ہفتے کو اس اسکول میں چھٹی ہوتی ہے۔ آج آپ کے بچے گھر میں سو رہے ہوں گے، آپ بھی سو رہی ہوں گی اور جب تاخیر سے اٹھ کر ناشتا بنایا تو دیر ہو گئی اور بس......'' صارم نے مسکرا کر کہا۔

وہ جھینپ کر اپنے کیبن میں بڑھ گئیں اور دیگر لوگ ہنسنے لگے۔

''صارم سر...... آپ کا اپنے ورکرز کے ساتھ اتنا فرینڈلی برتاؤ ہے...... اس کے لیے تو آپ کو ایک ڈنر تو دے دینا چاہیے۔'' ایک دن لنچ کرتے ہوئے عبیر نے صارم سے کہا۔

''ڈنر یا لنچ آپ لوگوں کو دینا چاہیے۔ مجھ سے کیوں مانگ رہی ہیں۔'' صارم کو ہنسی سی آ گئی۔

''کبھی کبھی آفیسرز کو بھی کھلا دینا چاہیے۔ ہم غریب لوگوں کو۔'' عبیر نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔

''آپ کہہ رہی ہیں تو کھلا دوں گا۔''

''کب تک......؟''

''ان شاء اللہ آئندہ ماہ۔''

''میں تو ضرور شامل ہوں گی...... اور کتنے لوگ ہو جائیں۔''

''جب کھلانا ہی ٹھہرا تو آفس کے سب ہی لوگوں کو کھلائیں گے۔''

''کیا واقعی......؟'' عبیر حیرت اور خوشی سے اچھل کر بولی۔

''اب میں قسم تو نہیں کھاؤں گا......'' صارم نے مسکرا کر کہا اور آفس کے تمام جونیئر اور سینئر لوگوں نے اپنی ٹیبلو پر ہاتھ مار کر خوشی کا اظہار کیا۔

''میں اپنے ولیمے کا کارڈ دوں گا تو یہی کہہ دوں گا کہ آپ کے فرمائشی ڈنر کی تعمیل کی ہے۔'' اپنی سوچ پر وہ دل ہی دل میں خود ہی ہنس پڑا۔

☆======☆======☆

جب ڈر اور خوف کا کوئی وجود نہ رہے تو ہمت بے وجہ بھی بڑھ جاتی ہے۔ اب وانیہ کی رضا سے موبائل پر بھی خوب بات چیت ہوتی تھی۔ اس کا اصرار تھا کہ وانیہ کالج کا کوئی پیریڈ چھوڑ کر اس سے باہر بھی کہیں ملے...... مگر راحیلہ کی موجودگی میں کالج سے باہر جانا اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

''وانیہ اگر تم ملنے کے لیے نہیں آؤ گی تو میں اپنے بے چین دل کو کیسے سکون پہنچاؤں گا......؟'' رضا اس سے کہتا۔

تب ایک دن کالج کی چھٹی کر کے وہ دس بجے خوب تیار ہو کر گھر سے نکلنے والی تھی کہ دادی جان نے پوچھا۔

''یہ اس وقت تم کہاں جا رہی ہو؟''

''آج کالج میں مینا بازار ہے ناں...... اسی لیے تو یونیفارم کے بغیر جا رہی ہوں۔''

''مگر آج صبح کو میں نے راحیلہ کو کالج جاتے دیکھا تھا۔''

''اس کی اسٹال پر ڈیوٹی تھی ناں...... اس لیے وہ سویرے چلی گئی۔ بعد میں اس نے کپڑے بدلے ہوں گے۔'' بہ مشکل اس نے بہانہ بنایا۔

رئیس منزل سے کچھ فاصلے پر رضا اپنی گاڑی لیے کھڑا تھا۔ وانیہ کو دیکھا تو جھٹ دروازہ کھولا اور گاڑی لے اُڑا۔

''آج تو بال بال بچی ہوں، دادی جان نے نہ جانے کیسے صبح راحیلہ کو کالج جاتے دیکھ لیا تھا۔ میں نے تو کل ہی راحیلہ سے کہہ دیا تھا کہ آج کالج نہیں جاؤں گی۔''

''کچھ نہیں ہو گا، کل تک تمہاری دادی بھول چکی ہوں گی کہ انہوں نے تم سے کیا کہا تھا۔''

''میں کالج میں مینا بازار کا بہانہ کر کے آئی ہوں۔''

''تو چلو میں تمہیں مزے دار چٹ پٹی چاٹ کھلاتا ہوں۔'' اب وہ اس کو لے کر ایک اسٹریٹ کیفے میں بیٹھ گیا۔ جہاں کے بیرے ان دونوں کو دیکھ کر باہم آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کر رہے تھے۔

''رضا یہاں اچھا نہیں لگ رہا۔ سب دیکھ رہے ہیں۔'' وانیہ کو وہاں جاتے ہی یہ احساس ہو گیا کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں ہے۔

''آج کل کسی کے پاس وقت نہیں ہے کہ کسی دوسرے کو دیکھے۔'' رضا نے بے پروائی سے کہا۔

''کسی پارک میں چلتے ہیں۔'' وہ خجل سی ہو کر بولی۔

"پہلے کچھ کھا تو لیں پھر کہیں چلتے ہیں۔"

وہاں اپنی پسند کی چاٹ کھاتے ہوئے بھی اسے عجیب سا لگتا رہا اور پھر وہ وہاں سے اٹھے تو اسے سکون سا ملا۔

"آج تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو......؟" رضا نے اس کے شانے پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"تو کیا اس سے قبل میں آپ کو خوبصورت نہیں دکھائی دیتی تھی......؟" وانیہ کا منہ بن گیا۔

"روزانہ یونیفارم میں دیکھتا تھا۔ اب خوش رنگ کپڑوں میں تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"صارم بھائی کی شادی میں تو آپ لوگ آئیں گے ناں......؟"

"کیوں نہیں......اس روز مجھے دلہن سے زیادہ شوق تمہیں دیکھنے کا ہوگا کہ میری وانیہ تیار ہو کر کیسی لگتی ہے۔"

"میں غرارہ پہنوں گی اور بندیا بھی لگاؤں گی۔"

"تم کہو تو میں بھی شیروانی پہن آؤں۔" رضا شرارت سے بولا تو وانیہ شرما سی گئی۔

"میری دو بڑی بہنوں کی شادیاں ہو جائیں تو میں اپنا رشتہ تمہارے گھر بھجواؤں گا۔"

"کیا آپ اس سے قبل بھجوا سکتے۔" وانیہ کے دل میں ایک دھڑکا سا تھا کہ کہیں اس کا رشتہ کسی دوسری جگہ نہ طے ہو جائے۔

"میں تو اپنی بہنوں سے بھی چھوٹا ہوں، میری امی میری شادی بڑی بہنوں سے پہلے کیسے کر سکتی ہیں۔"

"شادی نہ سہی، منگنی تو کر سکتی ہیں ناں......!" وانیہ نے راہ دکھائی۔

"ہاں، ایسا تو کر سکتی ہیں۔" رضا نے کہا اور پھر کچھ دیر سوچ کر بولا۔ "میں اپنی امی کو تمہارے گھر کب بھیجوں؟"

"ارے ابھی مت بھیج دیجیے گا۔ ان دنوں تو ہمارے گھر میں صارم بھائی کی شادی کا بکھیڑا پھیلا ہوا ہے۔"

"اچھا ہے......دونوں بکھیڑے ایک ساتھ طے ہو جائیں گے۔" رضا ہنسا۔

"نہیں، ابھی اچھا نہیں لگے گا، یوں بھی گھر میں کسی کو پتا تک نہیں ہے کہ ہم دونوں کی آپس میں دوستی بھی ہے۔"

"صرف دوستی......؟" رضا نے آنکھیں دکھائیں۔

"اور کیا......شاہراہِ دوستی سے ہی تو محبت کی سڑک تک پہنچتے ہیں۔" وانیہ نے مسکرا کر کہا۔

"اب تو جب تک تمہیں دیکھ نہ لوں، سکون نہیں ملا کرتا ہے۔" رضا نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

"رضا......میرا حال بھی آپ سے مختلف نہیں ہے مگر دھیرج رکھیے۔"

"مجھے یقین ہے ہم دونوں ضرور ملیں گے۔" رضا نے ہاتھوں کو بے اختیار چوم لیا۔

"صارم بھائی اور عینی بھابی کی شادی میں اتنی رکاوٹیں تھیں کہ مجھے یونہی لگا کرتا تھا کہ ان دونوں کی شادی کبھی نہیں ہو سکے گی کہ مگر صارم بھائی کو پورا یقین تھا کہ عینی ہی ان کی زندگی کی ساتھی بنے گی اور دیکھ لیں کہ دونوں کی شادی ہو رہی ہے۔"

"اگر میں اپنے گھر میں سب سے بڑا ہوتا تو میری شادی بھی فوراً سے پیشتر ہو جاتی مگر منگنی کے بعد تمہیں تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔"

"کوئی بات نہیں، ایک ہی بلڈنگ میں تو رہتے ہیں۔ ہر روز ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں، یونہی وقت گزر جائے گا۔" وانیہ نے تسلی دی اور پھر اپنی کلائی کی گھڑی دیکھ کر اچھل پڑی۔

"ارے......ٹائم تو زیادہ ہو گیا۔ میں نے تو گھر میں کہا تھا کالج میں مینا بازار تین چار بجے تک ختم ہو جائے گا اور اب تو ساڑھے چار بج رہے ہیں۔"

"بے فکر رہو......میں دو منٹ میں تمہیں گھر لے جاؤں گا۔"

رضا نے تیز اسپیڈ میں گاڑی چلائی۔ سگنل توڑتی، اچھلتی، کودتی ان کی گاڑی رئیس منزل سے ایک اسٹاپ پہلے رکی۔ وانیہ نے ساتھ رکھی ہوئی چادر لپیٹی اور تیز قدموں سے رئیس منزل کی طرف چلی۔

یہ بھی اچھا ہی تھا کہ راستے میں اس سے کوئی نہیں ٹکرایا۔ ورنہ منہ سے گھبراہٹ میں کچھ نہ کچھ تو ضرور ہی نکل جاتا۔

☆======☆======☆

دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ یہ دوسری بات تھی کہ صارم کے ہاں مارے باندھے ہو رہی تھی۔ زری کوئی اچھی چیز بازار سے لے آتیں تو انہیں گھر آ کر یہ احساس ہوتا کہ اس کو وانیہ کے لیے رکھ دینا چاہئے، عینی کے لیے کوئی قیمتی چیز خریدنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

بابو جی یہ سب دیکھ رہے تھے، دس گیارہ معمولی سے جوڑے دیکھ کر انہوں نے صارم سے کہا۔ "تم عینی سے کہہ دو کہ برات اور ولیمے کا جوڑا اپنی پسند سے خریدے۔ اس کی پیمنٹ ہم کر دیں گے۔"

اور جب صارم نے ایسا سب کچھ وانیہ کے توسط سے فون پر کہلوایا تو ثمینہ بیگم نے کہا۔

"شادی کا جوڑا ہماری طرف سے ہوگا۔ آپ صرف ولیمے کا جوڑا بنالیں اور اپنی پسند سے بنالیں۔"

صارم کی ماں یہ سن کر خوش ہو گئیں، ایک بڑے خرچے سے نجات ملی۔ "اب برات میں پہننے والے جوڑے اتنے مہنگے آنے لگے ہیں کہ لگتا ہے کہ جیسے کسی مکان کی پگڑی دے رہے ہیں۔"

وانیہ کا یہ خیال تھا کہ ولیمے کا جوڑا صارم بھائی کو عینی کے ساتھ جا کر خود خریدنا چاہئے۔ اس کے کالج میں جن سہیلیوں کی یا ان کی بہنوں کی شادیاں ہوئی تھیں، انہوں نے ایسا ہی کیا تھا۔

صارم تو راضی بھی ہو گیا تھا۔ ادھر ثمینہ کو بھی اس پر اعتراض نہیں تھا کہ دونوں کی پسند ہو تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔

مگر دادی جان کو اعتراض تھا......"یہ بے شرمی کی بات ہے کہ نکاح سے پہلے دولہا دلہن بازار میں

مارے مارے پھر رہے ہیں، خاندان کے لوگ اگر دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔''

''دادی جان، اب کوئی کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ کم از کم بڑے شہروں کے لوگ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کی پروا نہیں کیا کرتے ہیں۔''

''منہ پر نہ کہیں اپنے گھر جا کر تو گالیاں دیں گے۔'' دادی جان کی اپنی سوچ تھی۔

''گھر میں بیٹھ کر تو لوگ بادشاہ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔'' نوشابہ نے نانی کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

''پرانے وقتوں میں بادشاہوں کو گالیاں گھر میں دی جاتی تھیں۔ آج کے دور میں اراکین حکومت کو برا بھلا ٹی وی پر بیٹھ کر کہا جاتا ہے اور بے خوف و خطر کہا جاتا ہے۔'' صارم نے مسکرا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے کہ صارم بھائی کو عینی بھابی کے ساتھ شاپنگ کر لینی چاہیے۔'' وانیہ نے ہنس کر ماں کو دیکھا۔

''دادی جان نے منع کر دیا ہے تو منع ہے۔'' امی کو بالکل بھی اچھا نہیں لگا تھا کہ صارم، عینی کے ساتھ اکیلا کہیں جائے۔

''امی پھر ولیمے کا جوڑا کیسے آئے گا......؟'' وانیہ نے پریشان سے لہجے میں ماں سے پوچھا۔

''ہم اپنی پسند کا لے آئیں گے...... ساری زندگی ان لوگوں نے اپنی ہی پسند کے کپڑے خریدنے ہوں گے۔ ایک ولیمے کا جوڑا اگر ساس کی پسند سے پہن لے گی تو کیا مضائقہ ہے۔''

''مگر امی شادی کا اور ولیمے کا دن ہر لڑکی کی زندگی کا اہم ترین دن ہوتا ہے اگر اسے ہمارا لایا ہوا جوڑا پسند نہیں آیا تو خوامخواہ اس کا موڈ آف ہوگا۔'' وانیہ نے مسکرا کر بھائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''جسے موڈ آف کرنا ہو تو وہ اپنے گھر میں جا کر کرے۔ ہمارے یہاں جو آئے گی اسے اپنا دماغ ٹھیک کر کے رہنا ہوگا۔''

''ورنہ آپ ٹھیک کر دیں گی۔'' بابو جی نے امی کا جملہ مکمل کرتے ہوئے کہا تو امی کھسیا کر رہ گئیں۔

''کسی بھی بات کو تم حل نہیں کر سکتیں۔ ایسا اندازہ تو مجھے کبھی نہیں تھا۔''

''یہ لو بیٹا 35 ہزار......'' بابو جی نے والٹ سے پیسے نکالتے ہوئے وانیہ کے ہاتھ میں دیے۔ ''تم اور نوشابہ کسی اچھے سے بٹوے میں رکھ کر یہ پیسے عینی کے پاس دے آؤ کہ اس رینج میں وہ ہماری طرف سے ولیمے کا جوڑا خود خرید لے...... صارم کا ڈرائیور نیچے موجود ہے۔ ابھی چلی جاؤ۔'' تب امی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتی رہ گئیں۔

☆======☆======☆

ایک دفعہ باہر ملنے کے بعد رضا کا پھر تقاضا تھا کہ پھر باہر ملا جائے۔

''سنیں اب کالج میں روز روز مینا بازار نہیں ہوا کرتے ہیں۔''

''مگر تمہاری سالگرہ بھی تو آرہی ہے...... سات اپریل کو۔''

''آرہی ہے تو آنے دیجیے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔''

''تمہیں نہیں پڑتا مگر مجھے پڑتا ہے۔''

''مگر کل رات تو آپ کہہ رہے تھے کہ آپ کی گاڑی خراب ہے۔''

''بائیک تو ہے نا......''

''تو پھر......؟''

''میں پرسوں صرف دس منٹ کے لیے تم سے باہر مل لوں گا۔''

''صرف دس منٹ......؟''

''ہاں، کال سینٹر میں اوور ٹائم کرنا پڑ رہا ہے...... سات اپریل کو میری ڈیوٹی دن سے ہی شروع ہو جائے گی۔''

''صرف دس منٹ میں...... تو آپ سے بات کر پاؤں گی یا آپ کو دیکھوں گی۔''

''جو لمحے ہمیں مل جائیں، انہیں غنیمت جان لیا کرو۔'' رضا نے مسکرا کر کہا۔

اس وقت وہ دونوں گاڑی سے ٹیک لگائے باتیں کر رہے تھے۔ راحیلہ کلاس میں کسی سے بات کر رہی تھی اس لیے اس کے انتظار میں دونوں کالج سے باہر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔

''ارے، تم یہاں کھڑی ہو، میں تمہیں اندر ڈھونڈ رہی تھی......'' راحیلہ نے باہر آ کر کہا۔

''میں عرشیہ کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے باہر نکل آئی تو پتا چلا تم تو باہر ہی نہیں آئیں۔''

''رضا بھائی آج سخت گرمی ہے...... پہلے ٹھنڈی ٹھار لسی پلوائیے پھر گھر لے کر جائیے گا۔''

''ہماری بہن کہے اور ہم انکار کریں، ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ چلو...... لسی بھی پیو اور آئس کریم بھی کھاؤ۔'' بیک مرر سے وہ وانیہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

''رضا بھائی کیا بات ہے۔ آج کل تو آپ بڑے دیالو ہو رہے ہیں۔ روزانہ ہی واپسی پر کچھ نہ کچھ کھلاتے ضرور ہیں۔'' راحیلہ نے بھائی کو چھیڑا۔

''ہم تو شروع سے ہی ایسے ہیں۔'' رضا نے مسکرا کر بہن کو دیکھا اور وانیہ ان دونوں کی باتوں سے بے نیاز صرف یہی سوچے چلی جا رہی تھی کہ میری سالگرہ منانے کے لیے رضا کے دل میں کیسا شوق ہے، چاہت ہے۔ گھر میں تو اس کی سالگرہ کسی واجبی انداز میں منائی جاتی تھی۔ جب وہ سب کو یاد دلاتی تو صارم فوراً کیک لے کر آتا...... بابو جی کیش دے دیا کرتے، ایک دفعہ اس نے سہیلیوں کو جمع کر کے سالگرہ منائی تھی تو اس کی سہیلیاں کیسے گھٹیا گھٹیا تحفے لائی تھیں کہ اسے یہ سب بڑا مضحکہ خیز لگا تھا۔

اب میں اپنی سالگرہ کبھی نہیں مناؤں گی۔ اس نے چڑ کر کہا تھا۔

''بیٹا مہنگائی میں جو جیسا بھی تحفہ دے دے، اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔'' دادی نے اسے پیار سے سمجھایا تھا۔ تب اس نے اپنی سب سہیلیوں کو فون کر کے ان کا شکریہ ادا کیا تھا۔

اور اب رضا...... اس کی سالگرہ کا خواہش مند تھا۔

گھر میں شادی کا ہنگامہ تھا...... ایسے میں گھر سے باہر نکلنا بھی کوئی آسان نہ تھا مگر جب سات اپریل آئی تو اس نے اپنی ایک سہیلی کے گھر رضا کو بلا لیا تھا۔ رضا اس کے لیے ایک پرس لایا تھا۔ بڑا سا پرس جیسے کالج کی طالبات عموماً اپنے کاندھے پر ٹانگ کر چلتی ہیں۔

اور پھر۔

شمع اس نے جلائی تھی
بجھادی اس نے یہ کہہ کر
مبارک سالگرہ تم کو
چلو اب کیک بھی کاٹو
مجھے جانا ہے جلدی سے
ابھی بارش ہے آنے کو
کراچی کی یہ سڑکیں ہیں
مذاق ان کا تم سمجھو
ابھی بن جائیں گی دریا
پھر لانا ایک کشتی کو
نہ رکشا ہے نہ ٹیکسی ہے
بلاؤ گی کیا تم ٹم ٹم کو
پھٹیچر سی اسکوٹر ہے۔
اس پر ساتھ جاؤ گی

تب وانیہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

''کیوں ہنس رہی ہو؟''

''میری ہر سالگرہ کا شاید ریکارڈ ہے کہ ہمیشہ ہی بے تکی سی منتی ہے۔''

''اتنی اپنائیت بھری سالگرہ تمہیں بے تکی سی لگ رہی ہے۔''

''تمہاری جلد بازی کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔''

''تمہیں پتا تو ہے کہ میری جاب ہے۔ چلو گھر چلتے ہیں۔''

''کیک تو کھا لیں۔'' وانیہ نے کیک اس کے منہ میں رکھتے ہوئے کہا۔

''اتنا لذیذ کیک آج سے قبل نہیں کھایا۔''

''سچی......؟'' اس نے چاہت بھرے لہجے میں پوچھا۔

جواب میں اس نے ایک بڑا سا کیک کا پیس اس کے منہ میں بھر دیا۔

☆======☆======☆

رخسانہ آنٹی دادی جان کو گاہے بگاہے فون کرتی رہتی تھیں اور ان سے اپنے ہاں آنے کا اصرار بھی۔ دادی جان، نوشابہ کو لے کر صرف ایک دن کے لیے ہی گئی تھیں مگر رخسانہ آنٹی نے انہیں بے تحاشا اصرار کر کے روک لیا تھا اور یہ چار دن نوشابہ کو واقعی بہت اچھے لگے تھے۔ وہ اسے پارلر لے گئیں۔ اس کے چہرے کا فیشل کروایا، پیڈی کیور...... مینی کیور کروایا، آئی بروز سیٹ کروائیں اور بالوں کو برابر شیپ

دلوائی۔ اپنے ساتھ بوتیک لے جا کر چار پانچ سوتی مگر اسٹائلش جوڑے دلوا دیے۔ ان کو پہن کر تو نوشابہ کی شکل ہی بدل گئی تھی۔

وہ اکیلے میں بھی بار بار آئینہ دیکھ رہی تھی، اپنی شکل اسے خود اچھی لگ رہی تھی۔

دادی جان کو بھی اپنی نواسی کا نیا روپ پسند آ رہا تھا۔

''نوشابہ شاید خوبصورت تو تھی ہی مگر اب خوبصورت ترین دکھائی دے رہی ہے......'' رخسانہ آنٹی نے کہا تو دادی جان بھی مسکرا دیں۔

''میرا دل چاہتا ہے کہ نوشابہ ہمیشہ میرے پاس رہے۔ کاش یہ میری بیٹی ہوتی۔'' رخسانہ آنٹی نے دادی جان سے کہا۔

''اگر یہ تمہاری بیٹی بھی ہوتی تو ایک نہ ایک دن اسے تم سے رخصت ہو کر اپنے گھر جانا ہوتا۔''

''کاش میں اپنے کسی بیٹے سے نوشابہ کی شادی کر دیتی۔''

''تم ایسا بھی نہیں کر سکتیں...... تمہارے چاروں بیٹے اپنی اپنی پسند کی شادیاں کر چکے ہیں اور ان میں سے کسی نے بھی تمہیں یہ درجہ نہیں دیا کہ تم اپنے کسی بھی بیٹے کی دلہن اپنی پسند سے لاتیں۔''

کڑوا سچ تھا مگر رخسانہ بیگم کے لیے قبول کرنا خاصا دشوار تھا۔ وہ دادی جان کے سامنے ہی اس قدر روئیں کہ انہیں چپ کروانا مشکل ہو گیا۔ نوشابہ کو یوں لگا جیسے وہ یوں سسک سسک کر اپنی جان دے دیں گی۔

''آنٹی میں آپ کی بیٹی ہوں...... اور بیٹی بن کر آپ کے پاس آتی رہوں گی۔ آپ جب مجھے بلائیں گی، میں آپ کے پاس آ جایا کروں گی۔'' نوشابہ نے ان سے پُر محبت لہجے میں کہا۔

تب رخسانہ آنٹی نے بے اختیار اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور دادی جان کو یوں لگا جیسے ان کی مرحومہ بیٹی زندہ ہو گئی ہو اور اپنی بیٹی کو پیار کر رہی ہو۔

☆======☆======☆

امی کا خیال تھا کہ صارم کی برات باجے گاجے سے جائے...... دادی جان کا یہ کہنا تھا...... نہ صرف ان کے فلیٹ بلکہ پوری رئیس منزل کو روشنیوں سے سجا دیا جائے۔

اعظم بھائی یہ چاہتے تھے جب برات میرج گارڈن پہنچے تو صارم بھائی کے آگے ان کے تمام دوست ناچتے ہوئے چلیں۔

''کیا کوئی فلمی شادی ہو رہی ہے...... ایسے مناظر تو فلموں کے ہوتے ہیں۔'' بابو جی نے تمسخر آمیز لہجے میں کہا۔

''پہلے گھر سجائے جاتے تھے...... اب اپنا فلیٹ روشنیوں سے معمور کر کے ڈاکوؤں اور چوروں کو دعوت دیں کہ آؤ اور لوٹو...... نہیں بھئی...... اب سادگی اور خاموشی میں ہی بہتری ہے۔''

''اے لو، یہ کیا بات ہوئی، خوشی کو خوشی کی طرح منانا چاہیے۔'' امی جان کو غصہ ہی آ گیا ہر ہر معاملے میں بابو جی اپنی چلا رہے تھے۔

"دلہن آپ کے گھر میں آجائے، آپ دل بھر کر خوشیاں منائیے گا۔ آپ کا خود ناچنے کو دل چاہے تو ناچ لیجئے ...... میں کچھ نہیں کہوں گا ...... مگر یہ سب اپنے گھر میں ...... باہر نہیں ...... کہ تماش بین دیکھیں، ہنسیں، حسد کریں۔ کڑھیں ...... اور نظر بھی لگائیں۔"

اس لیے صارم بھائی کی برات اس خاموشی سے گئی کہ اکثر لوگوں کو پتا تک نہیں چلا مگر جب برات جائے وقوع پر پہنچی تو پولیس بینڈ اپنی مدھر دھنوں سے براتیوں کا استقبال کر رہا تھا۔ امی جان کو یہ سب دیکھ کر اچھا لگا۔

"دیکھا آپ نے میری خوشی ...... از خود پوری ہوگئی۔" امی جان نے بابو جی کو یہ سب دیکھ کر اچھا لگا۔

"اللہ تعالیٰ آپ کی ساری خوشیاں پوری کرے۔" بابو جی نے مسکرا کر کہا اور صارم کے ساتھ سب نے پنڈال کی جانب قدم بڑھائے۔ پھولوں کی بارش میں سرشار چہرے جب پنڈال میں داخل ہوئے تو رخسانہ آنٹی، ثمینہ آنٹی نے سب خواتین کا خیر مقدم کیا۔ آج کا دن وانیہ کو خاص الخاص لگ رہا تھا۔ آج وہ مہمان خصوصی ہے ...... آج ایسی خوشیوں بھرا دن ہے جس کا پل پل خوبصورت ہے۔ رضا گرے سوٹ میں ملبوس گاہے بہ گاہے وانیہ کی اطراف گھوم رہا تھا اور وہ بھی اسے ہی دیکھے جا رہی تھی۔

"راحیلہ کہاں ہے، کیا کر رہی ہے ......؟" اسے اس کا خیال تک نہ تھا۔

چھوٹی بہن نے جب اسے نکاح کے چھوہاروں کی تھیلی لا کر دی تب اسے پتا چلا کہ نکاح ہوگیا ہے۔ اب تقریب میں شریک خواتین امی جان، دادی جان کو مبارکباد دے رہی تھیں۔ اسٹیج پر صارم سب سے گلے مل رہے تھے۔

"وانیہ مبارک ہو ......" رضا اس کے پاس آ کر بولا وہ مسکرا دی اور بولی۔

"آپ کو بھی مبارک ہو۔"

"میری بڑی بہنوں سے تم ملیں؟" رضا نے پوچھا۔

"مجھے تو راحیلہ بھی نظر نہیں آ رہی ......"

"تم ان سے جا کر تو مل لو ......" رضا اس کے کانوں میں سرگوشی کرتا ہوا گزر گیا۔

تب وہ میوے کی تھیلیاں دینے کے بہانے راحیلہ کو پکڑ کر ان کی بہنوں کے پاس گئی۔

"وانیہ آج تم بہت پیاری لگ رہی ہو۔" رضا کی آپا نے کہا۔

"بالکل شہزادی لگ رہی ہو اس ڈریس میں۔" ان کی باجی نے بھی سراہا۔

"وانیہ تمہاری جیولری کس قدر خوبصورت ہے، کیا یہ آرٹی فیشل ہے؟" راحیلہ نے ستائش بھرے انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ جھمکوں کا سیٹ میری امی کا ہے بلکہ ان کے جہیز کا ہے، مجھے اچھا لگتا ہے تو امی نے کہا تم پہن لو۔"

"جب ہی تو ......" رضا کی آپا نے گہری سانس لے کر وانیہ کی چٹا چٹ بلائیں تک لے ڈالیں۔

"ایک بات کہوں وانیہ برا تو نہیں مانو گی ......؟" رضا کی آپا نے وانیہ کو اپنے پاس بلا کر رازدارانہ لہجے میں کہا۔

"اُف ...... انہیں شاید پتا چل گیا ہے کہ رضا مجھے پسند کرتا ہے اور شادی کا خواہش مند ہے، اسی لیے ...... وہ تنبیہ کرنا چاہتی ہیں کہ یہ سب چھوڑ دو، وہ اپنے بھائی کی شادی اپنی ہی پسند سے کریں گی۔"

"ہاں، ایک ضروری بات مجھے بھی تم سے کرنی ہے۔" چھوٹی باجی نے اس کے دونوں ہاتھ اپنی مٹھی میں سمیٹ لیے۔

وانیہ کا سر گھوم گیا۔ اب وہ بھی یہی کہیں گی۔ "اے اچھی لڑکی یہ عشق و محبت سے باز آجاؤ ...... ہمارے رضا پر پہلا حق اس کی اپنی کزنز کا ہے۔ اس لیے تم ہمارے رضا کے قریب بھی نظر نہ آنا۔"

وانیہ کا ذہن گھوم رہا تھا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ یہیں گر پڑے گی۔

مگر اب وہ دونوں بہنیں اپنی کسی دوسری شناسا خاتون سے باتیں کرنے میں مگن ہوگئی تھیں۔ یہ چند منٹ وانیہ پر جتنے بھاری تھے وہ وانیہ ہی جانتی تھی۔

اس سے قبل کہ اس کے آنسو اس کے رخساروں پر پھسل جاتے، رضا کی آپا نے کہا۔

"تمہاری بھابی بہت اچھی ہیں مگر تم ان سے بھی زیادہ اچھی ہو۔"

"جی ......!" اس نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"کیا واقعی ......؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بولے تو کیا بولے۔

"میں غلط تعریف کسی کی نہیں کیا کرتی۔" انہوں نے وانیہ کو محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اور باجی آپ کیا کہہ رہی تھیں ......؟" وانیہ کی ہمت اب بندھ گئی تھی اور آنکھوں میں خوشیوں کے چراغ بھی روشن ہو گئے تھے۔

"وانیہ تم گھر جا کر اپنی نظر ضرور اتارنا ...... تم پر ہر ایک کی نظر پڑ رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کسی کی نظر نہ لگ جائے تم کو ......!" باجی نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور پھر پرس سے دس روپے کا مڑا تڑا نوٹ نکال کر اس کے سر پر گھما کر اپنے پرس کی بیرونی جیب میں رکھ لیا۔ "گھر جا کر مائی کو دے دوں گی۔"

مگر وانیہ کی خوشی تو ایسی تھی کہ اس سے نہ اسے کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔

رضا کے گھر کے والوں کو ...... وہ پسند آ گئی ہے، اس کے لیے یہ بات ہی سب سے بڑی تھی۔

کب کھانا اسٹارٹ ہوا ...... کیا کیا رسمیں ہوئیں ...... اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ اس کے دماغ میں تو رضا کی آپا اور باجی کی باتیں چراغاں کر رہی تھیں۔

رضا جب اسے کھوجتا ہوا آیا تو اس نے اسے پہلی بات کی تو یہی بات کی ...... رضا کھلکھلا کر ہنس دیا۔

"مجھے پورا یقین تھا، میری وانیہ کو میری بہنیں پاس کر دیں گی۔"

"سچ کہوں، مجھے ڈر سا لگ رہا تھا۔"

"پاگل ہو تم بھی ...... پیار کرنے والے ضرور ملتے ہیں۔"

''یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں......؟''

''صارم بھائی کی بھی تو پسند سے ہی شادی ہوئی ہے۔''

''یہ آپ کو کیسے پتا چلا......؟''

''ان کے چہرے کی خوشی چھپائی نہیں جا رہی۔''

''ہاں، وہ واقعی بہت لکی ہیں۔'' وانیہ نے کہا۔

''ہم بھی لکی رہیں گے۔'' رضا نے مسکرا کر اس کے کانوں میں فسوں پھونکا۔

وانیہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جو مزید شرارت پر تلی تھیں اور وانیہ یک دم سرخ پڑ گئی پھر اس سے رضا کے پاس ٹھہرا نہ گیا اور وہ راحیلہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''کہاں دوڑتی پھر رہی ہو......اپنا چہرہ دیکھو لالوں لال ہو رہا ہے۔'' راحیلہ نے اس سے کہا۔

''بھئی دولہا کی بہن ہوں، ایک جگہ ٹک کر تو نہیں بیٹھ سکتی۔ اپنے مہمانوں کو دیکھ رہی تھی، دو چار خاص مہمان ابھی تک نہیں پہنچے ہیں۔''

راحیلہ جو دور سے بیٹھی وانیہ اور رضا کو باہم باتیں کرتا دیکھ چکی تھی، مسکرا کر بولی۔

''جھوٹ تو نہ کہو، تمہارے خاص الخاص مہمان تو آ بھی چکے ہیں۔''

''تمہیں کیا پتا......؟'' وانیہ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے اس لیے پتا ہے کہ میں ان خاص الخاص مہمان کی سگی بہن ہوتی ہوں۔'' راحیلہ نے بے اختیار قہقہہ لگا کر کہا۔

''کیا......کیا......!'' وانیہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ جو یہ سمجھ رہی تھی کہ راحیلہ بوزم سی لڑکی ہے، اس کے اور رضا کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے......اس کی بات سن کر اس سے مسکرایا تک نہیں گیا۔

''اللہ یہ کس قدر گھنی لڑکی ہے۔ اپنے چہرے سے، اپنی باتوں سے کچھ ظاہر بھی نہیں کیا اور میں پاگل بنی رہی۔''

''کیوں......چپ کیوں ہو گئی ہو؟'' راحیلہ نے اسے چھیڑا۔

''اب کیا کہوں......؟'' وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو باہم پھنسا کر بیٹھی گئی اور نظریں نیچی کر لیں۔

''مجھے بہت اچھا لگے گا، جب تم میری بھابی بن کر ہمارے گھر میں آؤ گی۔'' راحیلہ نے اس کے گلے میں اپنی بانہیں حمائل کرتے ہوئے کہا۔

''سچی......!'' وانیہ نے نظریں اٹھائیں اور راحیلہ نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

☆======☆======☆

شاکنگ پنک اور گرے کامبی نیشن غرارے میں ملبوس عینی شہزادی سی لگ رہی تھی۔ نکاح کے بعد وہ صارم کے ساتھ اسٹیج پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خوشیوں کی قوسِ قزح دونوں کے چہروں پر چھائی ہوئی تھی۔ ثمینہ بیگم نے جہیز میں صرف بیڈ روم سیٹ دیا تھا۔ وہ بھی کمرے کی مناسبت کے لحاظ سے......دیگر فرنیچر یا روایتی سامان بالکل بھی نہیں دیا تھا۔ دادی جان کو حیرت تھی کہ اتنے بڑے گھرانے کی لڑکی کا جہیز

تنا واجبی سا آیا ہے۔ بابو جی کا یہ کہنا تھا کہ اگر سامان آ جاتا تو وہ کہاں رکھا جاتا۔ انہوں نے بالکل صحیح کیا کہ الٹی سیدھی چیزوں پر پیسہ برباد نہیں کیا۔

امی یہ سب دیکھ کر خاصی چپ ہو گئی تھیں مگر گھر والوں کے قیمتی جوڑے دیکھ کر انہیں اچھا لگا تھا۔ نکاح کے بعد ثمینہ بیگم نے جب صارم کو گھڑی پہنا کر پلاٹ کے کاغذات سلامی میں دیے تو امی کے چہرے پر مسکراہٹ سی پھیل گئی۔

''ہم نے گھر، گرہستی کی بہت سی چیزیں نہیں دی ہیں، یہ چھوٹی سی رقم عینی کے لیے۔ وہ بعد میں صارم کے ساتھ اپنی پسند کی چیزیں خرید لے۔''

''کتنے پیسے دیے ہیں؟'' دادی جان، امی سے سرگوشی میں پوچھ رہی تھیں۔

''مجھے کیا پتا اور پتا کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے جو کچھ انہوں نے دیا وہ اپنی بیٹی کو دیا۔''

مگر جب وہ اسٹیج پر تصویریں کھنچوانے بیٹھیں تو عینی نے وہ لفافہ ساس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔ ''آنٹی اسے آپ سنبھالیں۔ مجھ سے کہیں گر نہ جائے۔''

امی نے دیکھا......وہ دس لاکھ کا ڈرافٹ تھا، عینی کے نام۔

''اسے صارم کو سنبھالنا چاہیے کہ وہ ہی اسے بینک میں جمع کروائے گا......'' یہ کہہ کر انہوں نے وہ لفافہ صارم کی جیب میں رکھ دیا۔

اور جب ثمینہ بیگم نے صارم کی بہنوں کو بالیاں، دادی جان کو کڑے اور امی کو ٹاپس دیے تو بابو جی فوراً ہی بول اٹھے۔

''آپ کو پتا ہے کہ سونا کتنا مہنگا ہے، یہ سب تکلف کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''ہم نے یہ سب اس وقت خریدا تھا، جب سونا سستا تھا۔'' ثمینہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

''مگر بھابی......عینی ہماری بیٹی بن کر آ رہی ہے اور آپ کو یہ سب تردد نہیں کرنا چاہیے تھا۔ کیوں زری......؟'' بابو جی نے اپنی گفتگو میں امی کو بھی شامل کر لیا جو دادی کے کڑوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھیں۔

''ہاں......اور کیا......ٹھیک تو کہہ رہے ہیں یہ......!'' امی کا لہجہ بالکل بھی ان کی بات کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

''اور یہ میری طرف سے......دولہا کی امی کے لیے۔'' رخسانہ آنٹی نے ایک نازک سی طلائی چین امی کے گلے میں ڈال دی۔

''ارے بھئی......یہ آپ کیوں زحمت کر رہی ہیں؟''

''عینی میری پیاری سی بھتیجی ہے۔ آخر اس کی پھوپھو ہوں، میرا بھی حق بنتا ہے کہ اپنی بھتیجی کی ساس کو کوئی گفٹ دوں۔''

''آپ کی بھتیجی ہی ہمارے لیے بہت قیمتی گفٹ ہے۔'' امی اس چین سے کھیلتے ہوئے بولیں۔

''یقیناً......'' ثمینہ بیگم کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔

"اور صارم ان تمام باتوں سے بے نیاز، عینی کو دیکھے چلا جا رہا تھا۔ وہ لڑکی جو پہلی بار اسے پسند آئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اس کا نصیب بنا دی تھی۔

☆======☆======☆

کتنی دیر سے وہ آوازیں لگا رہا تھا کہ ناشتا جلدی سے لے کر آجاؤ مگر شہزادی باورچی خانے میں گھسی نہ جانے کیا کر رہی تھی کہ اس کی کسی آواز پر کان نہیں دھر رہی تھی۔

"شہزادی جلدی سے ناشتا لے آؤ ورنہ میں آج بھی بھوکا آفس چلا جاؤں گا۔"

اماں یہ سب چیخ پکار اپنے کمرے سے سن رہی تھیں اور انہیں بے حد برا لگ رہا تھا کہ نوید کھائے پیئے بنا آفس جائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ ناشتہ لائی اور ٹرے میز پر یوں پٹخی کہ کپ کی چائے اچھل کر نوید کے ہاتھ پر آگری۔

"شہزادی یہ ناشتا رکھنے کا کیا طریقہ ہے......؟" وہ دہاڑا۔

"میرا سر گھوم رہا ہے تو میں کیا کروں؟"

"ڈرو اس وقت سے کہ کہیں میرا سر نہ گھوم جائے۔"

"میری طبیعت خراب ہے۔" وہ بولی۔

"تمہاری تو ہر وقت ہی طبیعت خراب رہتی ہے۔"

"ہاں، رہتی ہے...... مگر کیا کروں...... اس وقت میرا پراٹھے کھانے کو دل چاہ رہا ہے مگر ہمت ہی نہیں ہو رہی۔ صبح کے وقت ہاتھ پیروں میں لرزہ سا ہو جاتا ہے۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہی ہو تم...... کام چور لوگوں پر ہر وقت لرزہ چڑھتا رہتا ہے۔"

"میں کام چور ہوں؟"

"ہاں، بے حد...... میں تو جب بھی دیکھتا ہوں...... بستر پر اینڈتی نظر آتی ہو۔"

"آج کل تو میری طبیعت خراب ہے۔"

"میں نے کبھی نہیں سنا کہ آج تمہاری طبیعت بالکل ٹھیک ہے۔"

"اچھا آپ پہلے ناشتا کریں پھر آپ سے بات کروں گی۔"

"یہ ناشتا ہے، جلے ہوئے توس، ٹوٹی ہوئی زردی، سکڑی ہوئی سفیدی۔"

"مجھ سے کام نہیں ہوتا۔ میرا تو خود دل چاہ رہا تھا کہ کوئی مزیدار ناشتا بنا کر مجھے کرائے......"

شہزادی نے ہنس کر اس کا دل مزید جلایا۔

"تم چاہتی ہو کہ میں آفس جانے سے پہلے تمہیں ناشتا کروا کے جایا کروں؟"

"تو اس میں مضائقہ بھی کیا ہے......؟"

"کیا کہہ رہی ہو تم......؟" نوید نے الجھ کر پوچھا۔

"کیسے بتاؤں، آپ کی سمجھ میں ہی نہیں آرہا ہے۔" شہزادی ہنس کر بولی۔

"آخر ایسی کیا افتاد آپڑی ہے جو تم مجھے میرے آفس جانے سے پہلے ہی بتانا چاہتی ہو۔"

"یہ افتاد نہیں ہے۔" وہ غصے سے بولی۔

"تو پھر کیا بات ہے...... صاف صاف بتاؤ۔" وہ شرٹ کے کف لنکس لگاتا ہوا اس کے پاس ہی بیٹھ گیا اور ناشتے کی ٹرے ہٹا دی۔

"آپ پاپا بننے والے ہیں......" شہزادی نے شرمیلے سے لہجے میں بتایا۔

"کیا واقعی......؟" نوید نے سرشار سے لہجے میں پوچھا۔ "شہزادی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ارے بیٹھی کیوں ہو تم...... آرام کرو......"

"اُف تم نے تو ابھی ناشتا بھی نہیں کیا......" وہ بدحواس ہو کر بولا۔

"میں کرلوں گی۔ آپ کو آفس کے لیے دیر ہو رہی ہے۔"

"آج تو میں آفس جانے سے رہا...... تم بستر پر بیٹھو بلکہ لیٹ جاؤ...... میں ابھی بازار سے تمہارے لیے پوریاں، ترکاری اور مزے مزے کی چیزیں لے کر آتا ہوں، ہاں خبردار جو قدم زمین پر رکھا۔"

وہ سرعت سے باہر نکلا اور منٹوں میں واپس آیا اور جلدی ہی ڈھیر ناشتا اس کے سامنے لگا دیا۔

"یہ تم نے سب کھانا ہے۔"

"اتنا ناشتا...... میں اکیلے کیسے کھا سکتی ہوں۔"

"اب تمہیں ڈبل ناشتا، ڈبل کھانا لینا ہوگا۔" وہ خوشی سے لبریز لہجے میں بولا۔

"آپ بھی تو کھائیے ناں......!" وہ بھرپور کھاتے ہوئے بولی۔

"میرا تو مارے خوشی کے ہی پیٹ بھر گیا ہے۔" نوید اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ رکھے اسے ذوق شوق سے کھاتا دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

"کتنا اچھا لگے گا...... جب چھوٹا سا منا یا منی ہمارے درمیان ہوگا۔"

"میری تو دعا ہے کہ بیٹا ہو...... آپ کا بازو بنے۔" شہزادی نے لاڈ بھرے لہجے میں نوید سے کہا۔

اور اپنے کمرے میں بیٹھی ہوئی اماں کے لبوں سے بے اختیار آمین ثم آمین نکلا اور ان کا چہرہ خوشی کے آنسوؤں سے تر ہو گیا۔

☆======☆======☆

صارم آفس سے چھٹی پر تھا۔ اس کے ولیمے کے کارڈز دینے نوید آفس آیا تھا۔ یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ اس کی مڈبھیڑ عمیر سے ہی ہوئی تھی۔

"ارے صارم کے ولیمے کے کارڈ......" عمیر کو تو ایسا لگا جیسے عمارت سر پر آرہی ہو۔

"ولیمہ کرنا سنت ہے، اس میں عزیز و اقارب کو بلایا جاتا ہے۔" نوید اس کے چہرے پر غم کی بارش دیکھ کر متحیر سا ہو گیا۔

"وہ تو صحیح ہے مگر صارم نے کبھی بتایا ہی نہیں کہ ان کی شادی ہونے والی ہے۔ حد ہوگئی چھٹی پر جاتے ہوئے بھی ایسا کوئی ذکر نہیں کیا۔ کوئی بھلا ایسا کرتا ہے......؟" اب وہ اپنے آپ سے کہہ رہی تھی۔

"صارم شرمیلے بہت ہیں ناں......!" نوید نے جملہ کسا۔

"ولیمہ تو ریجنٹ پلازہ میں پندرہ اپریل کا ہے اور شادی کب ہوگی......؟" وہ کارڈ پر نظر ڈال کر بولی۔

"شادی تو گیارہ اپریل کو ہو بھی چکی۔" نوید نے اس کے چہرے پر لکھی تمام حزن و ملال کی تحریر پڑھتے ہوئے کہا۔

"اُف میرے خدا......ایسی رازداری......؟"

"برات بہت زیادہ بڑی نہیں تھی صرف سو لوگ تھے۔"

"سو لوگ کم تو نہیں ہوتے، ہم آفس والوں کو بھی بلا لیتے تو صارم کا کیا جاتا۔"

"ولیمے کی دعوت تو آفس میں موجود ہر شخص کی ہے۔ چپڑاسی سے لے کر ایڈمنسٹر تک سب ہی مدعو ہیں۔"

"اصل تقریب تو شادی کی ہوتی ہے۔"

"مجھے تو ولیمے کی لگتی ہے، شادی والے دن تو سب ہی پریشان سے نظر آتے ہیں کہ ہر کام خیر و عافیت سے ہو جائے۔"

"بڑا تجربہ ہے......؟" عبیر نے کھا جانے والی نظروں سے نوید کو گھورا۔

"تجربہ تو ہونا ہی تھا کہ شہزادی جیسی بیوی کا شوہر ہوں۔"

"صارم سے کہہ دیجئے گا کہ آپ کے ولیمے میں ضرور آئیں گے یہ دیکھنے کے لیے کہ آخر کس اپسرا پری سے انہوں نے شادی کی ہے۔" عبیر تمسخر سے کارڈ وہیں کاؤنٹر پر پٹخ کر اپنے کیبن میں چلی گئی۔

آج کا دن، اس کے لیے بڑا تکلیف دہ تھا۔ وہ یہ تصور کرنے کے بھی تیار نہیں تھی کہ صارم کسی دوسرے کا ہو چکا ہے۔

☆======☆======☆

ولیمے کی تقریب میں عینی نے لائٹ بلو اور ڈارک بلو کامبینیشن میں پشواز پہنی تھی۔ صارم ڈارک نیوی بلو سوٹ میں اس کے ہمراہ تھے بلکہ اس کا ہاتھ تھامے مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے۔

امی گرین بنارسی ساڑھی میں شاداں و فرحاں گھوم رہی تھیں۔ برات والے دن امی کو خاصے وزنی سونے کے ٹاپس اس کے سدھیانے سے ملے تھے جو امی کو بے حد پسند بھی آئے تھے۔

جب صارم کے آفس کے لوگ آئے، اس وقت صارم، عینی کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔

عبیر بلیک شیفون کی ساڑی میں تھی جس پر کندن کا خوبصورت کام بنا ہوا تھا۔ وہ شاید کسی پارلر سے تیار ہو کر آئی تھی۔ وہ اپنا گفٹ پیک صارم کو دیتے ہوئے بولی۔

"آپ کا تو اتنی جلدی شادی کا کوئی ارادہ نہ تھا پھر یہ ایکا ایکی یہ چٹ پٹ شادی کیسی کر لی......؟"

"یہ میں نے آپ سے کب کہا تھا؟" صارم نے مسکرا کر پوچھا۔

"آفس میں جس کی شادی ہوتی تھی آپ اس کو تکو بنانے میں کتنے آگے ہوتے تھے۔"

"مس عبیرا اپنے فرینڈز کے ساتھ تو مذاق میں سب چلتا ہے۔"

"اُف یہ تمہارا مذاق ہے......!" عبیر نے سوچا۔ "میری جان جلا کر رکھ دی یہ تمہارا مذاق تھا کہ لڑکوں کو پینتیس سال سے پہلے ہرگز شادی نہیں کرنی چاہئے۔"

اب صارم اپنے آفس ورکرز کا تعارف عینی سے کروا رہا تھا اور عبیر اسے کینہ توز نظروں سے یوں دیکھ رہی تھی جیسے اسے کچا ہی چبا جائے گی۔

"مسٹر صارم......اب تم اپنی اس چہیتی دلہن سے خود نفرت کرو گے۔" عبیر نے اپنے دل میں کہا۔

"میم......دلہن آپ کو بہت اچھی لگ رہی ہے ناں......!" نوید جو عبیر کو بغور دیکھ رہا تھا، اس کے پاس آ کر بولا۔

"ہوں، اچھی ہے۔" وہ نخوت بھرے لہجے میں بولی اور اپنی ایڑی پر دوسری جانب گھوم گئی۔

☆======☆======☆

صرف ایک فرد کے آنے سے گھر کے ماحول پر کس قدر اچھا اثر پڑا تھا۔ امی جو ہمیشہ عینی کے بارے میں یہ سوچا کرتی تھیں کہ اکلوتی نازوں پلی بیٹی جب اس چھوٹے سے فلیٹ میں آئے گی تو خود بھی پریشان ہوگی اور گھر والوں کو بھی پریشان کرے گی مگر ایسا بالکل بھی نہیں تھا۔

صارم نے چھٹیوں کے بعد اپنا آفس جوائن کر لیا تھا اور وہ صبح سویرے اٹھنے کا عادی تھا۔ عینی اس کے ساتھ ہی اٹھتی، نہ صرف صارم کو ناشتا کرواتی بلکہ دادی جان، اعظم اور بابو جی کو ناشتا دیتی۔ وانیہ قدرے دیر سے کالج جاتی تھی، عینی اس کی پسند کا ناشتا اسے بنا کر دیتی۔ امی جان......دیر سے اٹھنے کی عادی تھیں، وہ فجر کی نماز پڑھ کر سو جایا کرتی تھیں، وہ جب اٹھتیں، عینی ان کو تازہ چائے بنا کر اسی وقت گرما گرم پراٹھا ڈال کر دیا کرتی۔ وہ گھر جہاں صبح کے وقت ایک ایمرجنسی کی صورت حال نظر آیا کرتی تھی......

اب صرف عینی کے آنے سے گھر کا ماحول ایسا خوشگوار سا ہو گیا تھا کہ سب لوگ خوش دکھائی دے رہے تھے۔

"یہ دلہن تو اچھی رہی ہمارے گھر کے لیے......" دادی جان امی سے رازدارانہ لہجے میں کہتیں۔

"ہاں، ابھی تک تو اچھی ہے، آگے بھی اچھی رہے تو بات ہے۔" امی کے دل کے شک اور وسوسے پوری طرح ختم نہیں ہوئے تھے۔

وانیہ کی عینی کے ساتھ بہت اچھی دوستی تھی۔ اپنے بہت سے پرفیوم، میچنگ ٹاپس اور انگوٹھیاں اور میک اپ کا سامان اس نے وانیہ کو تحفتاً دے دیا تھا۔ وانیہ چیزوں کی رسیا، اسے یہ سب چیزیں پا کر بہت خوشی ہوتی تھی مگر پھر بھی اس نے عینی سے یہ کہا تھا۔

"بھابی......آپ اپنی چیزیں مجھے کیوں دے رہی ہیں، جب مجھے ضرورت ہوگی تو آپ سے لے کر استعمال کر لیا کروں گی۔"

"میک اپ کا سامان، میرے پاس اتنا زیادہ ہو گیا ہے کہ اگر تم اور بے بی استعمال نہیں کرو گی تو ایکسپائر ہو جائے گا۔ رہی میری چیزیں، ان کو بھی کسی غیر کی چیزیں نہ سمجھنا۔ جب تمہیں میری کوئی چیز چاہئے، میرے کمرے میں آنا اور لے لینا کہ تم میرے لیے، بہن بھی ہو اور دوست بھی۔ اس لیے ہم میں

غیریت کا رشتہ نہیں ہونا چاہئے۔''

وانیہ نے جب اپنے کالج کے اینول فنکشن میں عینی کے جہیز کا پربل سوٹ پہنا تو دادی جان اس پر برس پڑیں۔

''وانیہ.....کوئی تمیز بھی ہے تمہیں یا عقل سے پیدل ہو۔ دلہن کا نیا جوڑا جو اس نے اپنے تن پر بھی نہ ڈالا، وہ تم نے کیوں پہن لیا۔ یوں بھی وہ اس کے جہیز کا اچھا سا جوڑا ہے، کیا کہے گی وہ.....کیا سوچے گی وہ؟''

''دادی جان..... وانیہ میری بہن ہے اور اس کی خوشی کو میں اپنی خوشی سمجھتی ہوں۔ مجھے بہت اچھا لگ رہا ہے کہ وہ مجھ سے غیریت نہیں کرتی۔ اپنا سمجھتی ہے جبھی تو اس نے پہنا ہے۔'' عینی کی بات سن کر وانیہ نے ہنس کر دادی کو دیکھا اور کہا۔

''میں نہیں کہتی تھی کہ میری بھابی لاکھوں میں ایک ہے۔ ہو سکتی ہے کسی کی ایسی بھابی..... جیسی میری ہے؟ اللہ نے عینی کی صورت میں مجھے بڑی بہن دی ہے اور ایسی بہن جسے اپنی بہن سے بے حد محبت ہے۔''

''پھر بھی بیٹا، یہ سوٹ بہت اچھا ہے اور تمہاری عادت کو میں جانتی ہوں، اسے احتیاط سے آ کر اتار دینا۔ یہ نہ ہو کہ کہیں بس میں ہی کھونچا مار کر آ جاؤ۔''

اور وانیہ ہنس کر رہ گئی۔ واپسی پر..... وہ اور راحیلہ، رضا کے ساتھ آئی تھیں اور رضا کی آنکھیں جس طرح اس کا قصیدہ پڑھ رہی تھیں کہ وہ سوچ رہی تھی یہ کالج میں ہر روز پڑھائی کیوں ہوا کرتی ہے۔ روزانہ رنگ برنگے پروگرام ہونے چاہئیں تاکہ وہ خوب بن سنور کر جائے اور رضا کی آنکھیں اور سرگوشیاں صرف اسی کے گیت گائیں۔ رضا اس سے بے حد محبت کرتا ہے، یہ احساس..... یقین بن کر اس کے خون میں دوڑنے لگا تھا۔

☆======☆======☆

''کوئی نہیں کرتا کسی سے محبت، سب اپنا وقت گزارتے ہیں۔'' ثمینہ بیگم نے تنگ کر کہا تھا۔

''مجھے تو یوں لگتا ہے کہ وہ میری چھوٹی سی، پیاری سی بہن ہے اور اس کے لاڈ اٹھانے کو میرا دل چاہتا ہے۔'' عینی نے ماں سے کہا۔

وہ بہت عرصے بعد دو دن کے لیے ماں کے پاس آئی ہوئی تھی اور ماں کے کریدنے پر وانیہ کی باتیں کر رہی تھی۔

''عینی تم تو پاگل ہو..... ابھی تو میک اپ کا سامان اور کپڑے اس کو دیتی ہو..... بعد میں وہ تمہاری گولڈ کی جیولری بھی مانگنے لگے گی اور پھر اپنے پاس ہی رکھ لے گی۔''

''امی آپ وانیہ کو جانتی ہی نہیں ہیں.....'' عینی ماں کی باتیں سن کر ہنس دی تھی۔

''میں تو تمہیں جانتی ہوں کہ تم ایک پاگل سی لڑکی ہو، لوگوں کو چکنی چپڑی سن کر ان کی باتوں میں آ جاتی ہو۔ صارم کا خاندان شاعروں کا خاندان ہے اب اگر تم ان کے گھرانے کا ایسا خیال رکھتی رہیں تو بہت جلد فقیر ہو جاؤ گی۔''

''حد ہو گئی ہے امی..... آپ بھی کیسی باتیں کرتی ہیں؟ وانیہ میری چھوٹی بہن جیسی ہے۔''

''چھوٹی بہن جیسی ہے مگر بہن نہیں ہے وہ تمہاری..... وہ تمہاری صرف نند ہے اور زری کی بیٹی ہے اور جیسی ماں ہو گی ویسی ہی ان کی بیٹی ہو گی اور یوں بھی وہ تمہارا سسرال ہے وہ تمہارے ایسے عزیز نہیں ہیں جن کا تم سے دل کا رشتہ ہو۔'' ثمینہ بیگم نے رسان سے بیٹی کو سمجھایا۔

''امی یہ بھی آپ ہی کہتی ہیں کہ کوئی محبت سے ایک قدم بڑھائے تو جواب میں تم دو بڑھاؤ'' عینی نے مسکرا کر ماں کو یاد دلایا۔

''مگر تم دو قدم نہیں بڑھا رہی ہیں..... قلانچیں بھر رہی ہو۔'' ثمینہ بیگم کو بیٹی کی بات سن کر ہنسی آ گئی۔

''ہماری بیٹی خوش ہے، یہ سب سے بڑی بات ہے۔'' اظفر کمرے میں داخل ہوئے تو بیوی سے بولے۔

''مگر اس خوشی میں کہیں اپنا نقصان نہ کر لے.....''

''جہاں لوگ ایک دوسرے کی خوشیوں کا خیال رکھیں، وہاں نفع، نقصان کا کوئی خانہ نہیں ہوا کرتا۔'' عینی نے طمانیت سے آنکھیں میچ لیں۔

صارم کی ہمراہی میں اس کو جو خوشیاں ملی تھیں، اس کا شکر تو وہ روزانہ ہی ادا کیا کرتی تھی مگر اس کی سسرال بھی اچھی تھی۔

شروع شروع میں رخسانہ پھپو..... اس کے سسرال کا جو نقشہ کھینچا کرتی تھیں وہ تو خاصا ہولناک سا تھا۔

اس کی ساس کم سخن تھیں مگر انہوں نے کبھی اس سے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی جو اس کو تکلیف پہنچاتی۔ دادی جان تو اسے صبح شام دعائیں دیتی تھیں۔ بابو جی تو تھے ہی شفقت کا پیکر..... ناشتا کرتے وقت انہیں پہلا خیال یہی ہوتا تھا کہ عینی نے بھی کچھ کھایا ہے یا نہیں، وہ اسے ناشتے پر اپنے ساتھ بٹھایا کرتے.....اور کہتے..... ''ہمارے ساتھ بھی ناشتا کرو اور جب تمہاری آنٹی اٹھیں تو ان کے ساتھ بھی ناشتا کرنا، اسی طرح تم ٹھیک سے کچھ کھا سکو گی۔''

عینی بابو جی کی باتیں سن کر مسکرا دیا کرتی تھی۔ نوشابہ شروع شروع میں اس سے بات نہیں کرتی تھی مگر عینی کا دوستانہ مزاج دیکھ کر وہ بھی اس کی جانب بڑھی اور گرویدہ ہو گئی۔

ایک دوپہر آفس سے صارم گھر آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس کے بیڈروم میں عینی کی ساتھ وانیہ اور نوشابہ ٹی وی پر کوئی پروگرام دیکھ رہی تھیں اور چپس کھا رہی تھیں۔

''ارے صارم بھائی..... آج آپ جلدی آ گئے.....؟'' وانیہ بھائی کو دیکھ کر بولی۔

''میں یہ دیکھنے آیا تھا، دوپہر میں تم لوگ سویا کرتی ہو یا کوئی کام وام بھی کرتی ہو۔''

''ہم تو ٹی وی کا ایک ریئلٹی شو دیکھ رہے ہیں۔''

''گویا وقت کا زیاں..... ایک نہیں تینوں مل کر کر رہی ہو۔''

''ایک تو ہم آپ کی بیگم کا دل بہلا رہے ہیں، اس پر یہ باتیں.....!'' وانیہ نے ہنس کر کہا۔

''میں تو سوچ رہا تھا...... آج دوپہر سب کے ساتھ کھانا کھاؤں گا مگر یہاں تو سب کھائے پیے نظر آ رہے ہیں۔''

''اچھا...... اب پتا چلا یہ عینی بھابی نے ہمارے ساتھ کھانا کیوں نہیں کھایا۔ پہلے ہی سے پروگرام جو تھا کہ بھیا کے ساتھ لنچ جو کرنا ہے۔'' وانیہ نے ہنس کر کہا۔

''نہیں وانیہ، میں نے بابو جی کے ساتھ ناشتا کیا پھر آنٹی کے ساتھ کیا...... ایسی صورت میں مجھے بھوک کس طرح لگ سکتی تھی۔'' عینی تاویلیں دے رہی تھی مگر نوشابہ اور وانیہ اس کی کوئی بات نہیں مان رہی تھیں۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں وانیہ......'' عینی کو یوں لگا جیسے وہ دونوں اس کا مذاق اڑا رہی ہوں۔ اس کا لہجہ بھی گلوگیر سا ہوگیا اور آنسو آنکھوں میں یوں بھر آئے جیسے ابھی نیناں برسے چھم...... چھم...... چھم......!

''ارے...... رو کیوں رہی ہیں آپ؟'' وانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

''تم میری بات کا یقین جو نہیں کر رہیں۔''

''میں تو مذاق کر رہی تھی۔'' وانیہ نے اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

اور عینی سوچنے لگی...... امی وانیہ کے بارے میں کتنا غلط سوچتی ہیں۔ یہ تو واقعی میری بے حد پیاری سی بہن ہے جو میری آنکھ میں آنسو تک نہیں دیکھ سکتی۔

☆======☆======☆

''سنئے آج بارہ دن ہوگئے، عینی رہنے کے لیے نہیں آئی ہے۔'' ثمینہ بیگم نے شوہر سے کہا۔

''فون پر تم سے روزانہ بات چیت تو ہوتی ہے۔ کیا یہ کافی نہیں ہے۔''

''اتنا چھوٹا سا اس کا گھر ہے۔ وہ جب فون پر بات کرتی ہے اس کے آس پاس بھی مجمع لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے، سب لوگ ٹوہ میں رہتے ہوں گے کہ بہو اپنے گھر کیا بات کر رہی ہے۔''

''اگر ایسی بات ہے تو اس وقت بات کیا کرو، جب وہ کام کاج سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں جائے۔''

''کل دوپہر کے وقت فون کیا تھا تو ان کا موبائل ان کی نند نے اٹھا کر کہا تھا...... وہ اور عینی ایک ساتھ بیٹھے ٹی وی دیکھ رہے ہیں...... کہاں ہے پرائیویسی میری بچی کے لیے؟'' ثمینہ بیگم افسردگی سے بولیں۔

''آپ کو تو خوش ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی اتنی سمجھدار ہے کہ اپنی سسرال میں جاتے ہی وہاں کے ماحول میں رچ بس گئی۔''

''وہ کتنی خوش ہے...... یہ بات تو مجھے جبھی پتا چلے گی جب وہ میرے پاس آ کر رہے گی اور وہاں کی باتیں مجھے بتائے گی۔''

''ثمینہ...... بیٹی کی زندگی میں تم زیادہ دخل اندازی مت کرو، وہ وہاں رہ کر زیادہ جان سکتی ہے کہ اسے کیا کچھ کرنا ہے۔''

''عینی تو ایک نمبر کی بے وقوف لڑکی ہے، اسے تو کسی کا طعنہ تک سمجھ میں نہیں آئے گا۔''

''یہ بھی اچھا ہی ہوگا کہ اسے کسی کی بری بات سمجھ میں ہی نہیں آئے۔''

''عجیب باپ ہیں آپ بھی...... ہر بات میں اپنی بیٹی کے بجائے صرف اس کے سسرال والوں کا خیال ہے آپ کو......'' ثمینہ نے تنک کر کہا۔

''وہ اس لیے کہ شادی کے شروع کے چند سال ہر دوسری لڑکی کے لیے مشکل ترین ہوتے ہیں اور جو یہ وقت صبر سے گزار لیتی ہیں...... بعد میں ان کے لیے کوئی مشکل نہیں رہتی۔''

''اپنے شوہر اور اپنے بچوں کے ساتھ علیحدہ رہنے میں کبھی کوئی مسئلہ یا پریشانی نہیں ہوا کرتی ہے۔''

''اصل مسئلہ یا مسائل جوائنٹ فیملی سسٹم میں رہنے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ جتنے لوگ ہوتے ہیں اتنی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک کے معیار پر خود کو ڈھالنا بھی خاصا مشکل ہوتا ہے۔ ان سب کے ساتھ رہتے ہوئے ہماری بیٹی خوش ہے تو یہ اچھی بات ہے۔''

''مگر مجھے تو سکون اسی وقت ملے گا جب وہ میرے پاس آ کر رہے گی اور میری باتوں کا تسلی بخش جواب دے گی۔''

''وہ جب خود سے رہنے کے لیے آئے تو اپنے سوال جواب بھی کر لینا مگر اسے بار بار فون مت کیا کرو۔ اس طرح بچیاں ڈسٹرب ہو جاتی ہیں۔'' اظفر نے بیوی کو سمجھایا۔

اور جب ایک شام صارم کے ساتھ عینی میکے آئی تو ثمینہ نے فوراً کہا۔

''آج تم میرے پاس رک جانا۔ کتنے سارے دن ہوگئے، تم رہنے کے لیے آئی ہی نہیں ہو۔''

''مگر امی پرسوں تو وانیہ کا ٹیسٹ ہے۔ میں کیسے رک سکتی ہوں۔''

''کیا تم وانیہ کی ٹیوٹر ہو......؟'' ثمینہ کو غصہ تو آیا مگر صارم کا لحاظ کرتے ہوئے انہوں نے جبراً مسکرا کر کہا۔

''وانیہ کی اردو بہت ویک ہے، مجھے اس کی تیاری کروانی ہے۔''

''تو پھر تم اس کے ٹیسٹ کے بعد رہنے کے لیے آ جاؤ۔''

''امی میں رہنے کے لیے ابھی نہیں آ سکتی۔'' عینی نے صاف انکار کر دیا۔

''عجیب لڑکی ہو تم، لڑکیاں میکے آنے کے بہانے ڈھونڈا کرتی ہیں اور تم ہو کہ......''

''امی میکے آنے کے بہانے وہ لڑکیاں ڈھونڈتی ہوں گی جن کے آنے جانے پر کوئی پابندی ہو۔ میں تو جب کہوں صارم مجھے آپ سے ملوانے کے لیے لے آتے ہیں۔ اس وقت میرا تو یہاں آنے کا کوئی پروگرام بھی نہیں تھا، صارم نے کہا امی سے ملنے چلتے ہیں پھر باہر سے کھانا کھاتے ہوئے گھر چلے جائیں گے۔''

''اب باہر سے پھر کبھی کھانا کھا لینا، آج تو تمہیں میرے ہاتھ کا پکا کھانا کھا کر جانا ہوگا۔''

''صارم گھر کا کھانا چلے گا......؟'' عینی نے ہنس کر میاں سے پوچھا۔

صارم نے پہلے تو نفی میں گردن ہلائی اور ثمینہ کو اپنی جانب دیکھتا ہوا پا کر فوراً بولا۔
''کیوں نہیں، آج تو آنٹی کے ہاتھ کا ہی کھانا کھائیں گے۔''

☆======☆======☆

''چھٹیاں بھی آ گئی ہیں...... پیسے بھی ہیں، نعیم کی شادی میں جا کر شرکت کرتے ہیں۔ خوب مزہ آئے گا کہ گھر اور گھر والے بہت یاد آ رہے ہیں۔'' وسیم نے خوباں سے کہا۔
''پاکستان جائیں گے تو سب کی شکایتوں کا پٹارا دوبارہ کھل جائے گا۔''
''وسیم یہ نہیں کرتا، وسیم وہ نہیں کرتا جیسے بہتان آپ پر الگ تھوپے جائیں گے۔ یوں بھی آپ کی امی، عائشہ باجی کے بیوہ ہونے کا سبب آپ ہی کو گردانتی ہیں۔ تنویر اگر ٹرک کے نیچے آ کر مرا تھا تو اس میں بھی آپ کا ہی دوش تھا۔ یقیناً آپ نے کسی ٹرک والے کو پیسے کھلائے ہوں گے کہ وہ آ کر تنویر پر ٹرک چڑھا دے۔'' خوباں نے اسے ڈراتے ہوئے کہا۔
''اب ان پرانی باتوں کا کیا ذکر کرنے بیٹھی ہو۔ نعیم میرا ایک ہی تو بھائی ہے اگر اس کی شادی میں نہیں گیا تو وہ بھلا کیا سوچے گا......''
''وسیم آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ باپ بڑا نہ بھیا سب سے بڑا روپیہ...... میرا تو خیال ہے کہ انہیں شادی کے خرچے کے لیے دس ہزار بھیج دیتے ہیں۔''
''پاگل ہو گئی ہو گیا۔ دس ہزار میں بھلا آتا کیا ہے۔ کیا دس ہزار میں شادی ہو سکتی ہے......؟''
''غریبوں کی خیر دس ہزار میں بھی شادیاں ہو جاتی ہیں۔ چلیں آپ پچیس ہزار بھیج دیں۔ دلہن کی شادی اور ولیمے کے جوڑے آنے کے بعد بھی پیسے بچ جائیں گے۔ کیا آپ کو یاد نہیں ہے عائشہ نے ہماری شادی کے بعد تحفے میں کیسے گھٹیا جوڑے بھجوائے تھے۔''
''کم از کم مجھے ایک لاکھ روپے تو بھیجنے چاہئیں...... تا کہ کچھ پتا تو چلے......'' وسیم نے کچھ سوچ کر کہا۔

اور خوباں دل میں ہنسنے لگی۔ ''یہ سودا ہرگز مہنگا نہ تھا اگر وہ ایک لاکھ کی رقم سے نیوتے کی بات شروع کرتی تو وسیم پانچ لاکھ روپے بھیجنے کو کہتا۔ اس نے اسی لیے دس ہزار سے بات شروع کی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ یہ سارا مسئلہ دو لاکھ تک میں نمٹ جائے گا۔ چلو ایک لاکھ پھر بچ گئے۔'' وہ از خود ہنس پڑی۔
''خوباں...... گھر والے ایک لاکھ سے تو خوش ہو جائیں گے ناں......!''
''بہت زیادہ...... آپ یہ سمجھیں کہ اگر آپ نعیم کی شادی میں جا کر شرکت کریں اور انہیں نیوتے میں پچاس ہزار روپے دیں تو وہ اس بات سے اتنے خوش نہیں ہوں گے جتنے کہ آپ کی بے شک غیر حاضری ہو مگر انہیں پیسے ایک لاکھ مل جائیں۔''
''مہنگائی بھی تو بہت ہو گئی ہے...... پیسے کی اہمت رشتوں ناتوں سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔'' وسیم نے تفکر بھرے لہجے میں کہا۔
''یہ بات آپ کے گھر کی نہیں ہے اب ہر جگہ ہی یہ ہو رہا ہے، ہم بھی اپنے عزیز و اقارب کی

شادیوں میں پیسے بھیج دیتے ہیں اور وہ لوگ اس سے ہی اتنے زیادہ خوش ہو جاتے ہیں کہ اتنے وہ ہماری شکل دیکھ کر بھی نہ ہوں۔''
''مگر امی کیا سوچیں گی، نعیم کیا کہے گا کہ بڑا بھائی اس کی خوشی تک میں شریک نہیں ہوا۔''
''کوئی کچھ نہیں کہے گا۔ ہاں اگر آپ چلے گئے تو سب آپ کو بہت کچھ کہیں گے اور آپ کا خاندان تو اللہ توبہ...... ایسا لگتا ہے کہ دوسرے کی بے عزتی کرنے کے لیے تلا رہتا ہے۔ میں جب بھی پاکستان میں آپ کے رشتے داروں سے ملنے کے لیے گئی تو سب کے جملے کچھ اس طرح کے ہوتے تھے۔ بھئی بڑے لوگ آئے ہیں، کہاں بٹھائیں...... کیسے یاد آ گئی ہماری، تم لوگوں کا تو خون سفید ہو گیا ہے، باہر کے لوگوں پر تو یہ آسیب ہوتا ہے کہ پاکستان کا پانی نقصان دیتا ہے، کھانے نقصان دیتے ہیں۔ سب ہی کے پیٹ خراب ہو جاتے ہیں۔ پوتڑوں کے رئیس تو پتا نہیں ہوتے ہیں یا نہیں مگر پوتڑوں کے مریض ضرور بن جاتے ہیں۔ ایسے میں نہ ہم سے ہنسا جاتا تھا اور نہ رویا جاتا تھا۔''
''خوباں تم بھی تو جا کر یہ ناز نخرے دکھاتی تھیں کہ میں یہ نہیں کھا سکتی، میں وہ نہیں کھا سکتی۔ یہ آئلی بہت ہے اور اس میں مرچیں ہیں۔'' وسیم نے ہنس کر چوٹ کی۔
''آپ جانتے ہیں کہ کھانا میں اپنے حساب سے کھاتی ہوں اور اپنی پسند کا...... تیز مرچوں والے کھانے مجھے کبھی اچھے نہیں لگے۔''
''تمہیں تو میرے امی کے ہاتھ کے کھانے بھی اچھے نہیں لگتے۔'' وسیم نے کہا۔
''ہر شخص کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ اس کی ماں سے اچھا کوئی کھانا پکا ہی نہیں سکتا۔ مجھے تو اپنے ہاتھ کے کھانوں میں مزہ نہیں آتا تو انہیں نہیں کھاتی تو خواہ مخواہ مروت میں، میں اپنا نقصان کیوں کرتی اور جھوٹ مجھ سے بولا نہیں جاتا۔'' وسیم نے اس پر کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ شادی کے کارڈ کو دیکھنے لگا جس میں چشمِ براہ میں وسیم کا نام جگمگا رہا تھا۔
''ہم پندرہ دن کے لیے ٹورنٹو نہ گھوم آئیں۔ تھوڑا چینج ہو جائے گا۔'' خوباں نے کہا۔
''ٹھیک ہے، چلو......'' وسیم نے ہامی بھر لی۔ اس سے پہلے کہ کہ پاکستان سے کوئی جذباتی سا فون آتا اور وسیم اپنا جانا ملتوی کرتا۔ خوباں نے فوراً ہی ٹورنٹو کے لیے ٹکٹ لے لیے اور پندرہ دن کے لیے روم بھی بک کروا لیا۔ اب ٹورنٹو جانا زیادہ ضروری تھا اور وسیم اس پروگرام کو کینسل کرنے کی سکت اپنے اندر ہرگز نہیں رکھتا تھا۔

☆======☆======☆

عائشہ کا دل چاہ رہا تھا کہ میری دوست، میری ہونے والی بھابی پہلے کی طرح میرے گھر آئے مگر وہ آتے ہوئے شرما رہی تھی اور جب امی نے فون کر کے اسے آنے کی دعوت دی تو وہ آنے کے لیے تیار ہو گئی۔

”بہن کو فون کر دیا ناں...... تاکہ کل وہ بھی آجائے......!“ امی نے عائشہ سے کہا۔

”ہاں امی کہا تو ہے اس سے مگر وہ کہہ رہی تھی کہ اسد کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ آج...... اس لیے اس کا آنا مشکل ہوگا۔“

”یہ سب زارا کو میکے نہ بھیجنے کے بہانے ہیں...... اسد یہ چاہتا ہی نہیں ہے زارا اپنے میکے میں آکر ایک دو دن رہے......“

”مگر اسد بھائی کو تو پتا بھی نہیں ہے...... یہ تو پارم خود ہی کہہ رہی تھی۔“

”تمہاری بہن کا دل بھی اپنی سسرال میں زیادہ لگتا ہے...... اب وہ بھی یہاں آکر اتنی خوش نہیں ہوتی جتنی کہ ہونا چاہیے......“ امی کو بھی غصہ آگیا تھا اور وہ بھی اپنے دل کی بھڑاس نکال رہی تھیں۔ ”اب بتاؤ اتنی گرمی میں ہر شخص کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔“

”نہیں امی ایسی بات نہیں ہے، میری بہن اپنی ذات سے سب کو خوشیاں دینے والی ہے...... اس نے اپنی سسرال میں جا کر ثابت کر دیا ہے، بہویں...... بیٹی جیسی ہوتی ہیں......“ نعیم نے تو فکی بھرے لہجے میں کہا۔

”میری عائشہ نے بھی اپنی سسرال میں جا کر اپنے آپ کو فنا تک کر لیا تھا مگر اس کی سسرال والوں نے تو اسے جوتی کی دھول سمجھا......“ ماں نے یہ سب دل میں سوچا...... مگر اپنے لب سی لیے کہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اس موقع پر عائشہ کی دل آزاری ہو یا اس کے ہنستے لبوں پر قفل پڑ جائے۔

اگلے دن افشاں آئی تو عائشہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہیں تھا...... اس کی خاص الخاص سہیلی اس کی بھابی بننے والی تھی۔

”عائشہ تم اپنی پسند کی کوئی جاب صرف اس وجہ سے کرو کہ تمہارا ذہن بٹے اور تم وہی پہلے والی عائشہ بن جاؤ جس کے قہقہے ہر طرف پھولوں کی طرح کھلتے تھے۔“

”تم آجاؤ گی...... تو ضرور سوچوں گی......“ عائشہ نے ہنس کر کہا۔

”تمہارے آنے کے بعد میں آفس سے چھٹی لے لوں یا ڈبل ڈیوٹی لگوا لوں......“ نعیم نے قریب سے گزرتے ہوئے دھیمے سے کہا تو افشاں بے اختیار ہنس دی۔

”عائشہ باجی...... اپنے ہونے والی سسرال میں آکر لڑکیاں کتنی خوش ہوا کرتی ہیں......“ نعیم نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”افشاں تو شروع سے ہی ہمارے گھر میں آرہی ہے...... اور ہمیشہ سے ہنستی اور چہکتی ہوئی آتی تھی۔“

”باجی...... انہوں نے سوچ لیا ہوگا ناں...... آپ کے بھائی سے بیاہ رچانا ہے اسی لیے بہناپا گاڑھا ہوگا......“

”ہاں...... لگتا تو مجھے بھی یہی ہے۔“ عائشہ نے ہنس کر افشاں سے کہا تو وہ شرما سی گئی۔

زارا...... وعدہ کرنے کے باوجود نہیں آئی تھی...... امی نے کہا۔ ”افشاں کو کھانا کھلاؤ کب تک زارا کا انتظار ہوگا اگر اسے آنا ہوتا تو صبح ہی آجاتی۔“

”نہیں بھئی، زارا کے ساتھ ہی کھانا کھائیں گے۔ آپ زارا کو جا کر لے آئیے ناں......“ افشاں نے نعیم سے کہا۔

”میں فون کرتا ہوں کہ وہ کیوں نہیں آرہی......“ نعیم نے فوراً فون کیا تو زارا کے پاس نہ آنے کے سو بہانے تھے۔

”تم افشاں سے بات کرلو......“ نعیم نے اپنا موبائل اسے پکڑا دیا۔

”سنو...... زارا بے شک تم صرف گھنٹے، دو گھنٹے کے لیے آؤ مگر تم نے آنا ضرور ہے اور جب تک تم نہیں آؤ گی میں کھانا نہیں کھاؤں گی۔“

”اب تو پارم کو آنا ہی پڑے گا......“ عائشہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

”کوئی افشاں کی طرح چاہنے والا بھی تو ہو......“ امی کو اپنی ہونے والی بہو پر پیار آرہا تھا جوان کے گھرانے میں محبت کا ایسا شجر بن کر آنے والی تھی جس کی چھاؤں سب کے لیے ہی خوشیوں بھری تھی۔

☆======☆======☆

شہزادی نے یہ رویہ مستقلاً اپنا لیا تھا...... کہ گھر میں بالکل بھی کھانا نہ پکایا جائے...... جب اسے بھوک لگتی...... محلے کے کسی بچے کو بھیج کر کبھی بریانی منگا لیتی تو کبھی نہاری، گھر میں پکی ہوئی دال، سبزیوں کو کھانے کو اس کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔

آج بھی نوید کی بہنیں اپنی ماں کی پاس آئی ہوئی تھیں انہوں نے آکر آلو، ساگ کی سبزی اور روٹی بنائی تھی۔

شہزادی کا کھانا پینا علیحدہ تھا مگر جب بہنیں آتیں تو وہ کھانا کھاتے ہوئے اسے پوچھ ضرور لیا کرتی تھیں۔

"مجھے ڈاکٹر نے گوشت کھانے کا بتایا ہے، سبزیاں نہیں کھاتی ہوں میں......" اس نے برا سامنہ بنا کر کہا اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔

نوید جب اچانک ہی جلدی گھر آیا تو اس نے دیکھا...... ماں بہنیں خوب ہنس ہنس کر کھانا کھا رہی ہیں اور شہزادی اپنے بستر پر منہ لپیٹے پڑی ہوئی ہے۔

"اماں، اب آپ بھی ساس بن گئیں۔ شہزادی آپ کی بھانجی بھی تو ہے اس کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کر لیتیں تو کیا ہو جاتا......؟" نوید نے پہلی مرتبہ ماں سے تیز و تند لہجے میں کہا۔

"بھائی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں......؟" بہن نے حیرت سے نوید سے کہا۔

"وہی کہہ رہا ہوں جو مجھے پہلے کہہ دینا چاہیے تھا۔ شہزادی کی طبیعت ان دنوں خراب چل رہی ہے، ڈاکٹر نے اسے آرام کو بتایا ہے۔ شام کو آ کر جتنا بھی مجھ سے ہوتا ہے کام کر لیتا ہوں کم از کم دن میں تو آپ کو اس کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"وہ تو روزانہ ہوٹل کا کھانا کھاتی ہے......"

"یہ اس کی مجبوری ہے کہ اس سے ان دنوں کام نہیں ہو رہا......"

"اماں کون سی ہٹی کٹی ہیں...... جو اس کے لیے ہوٹلوں سے کھانا لے کر آئیں گی۔"

"یہ میں کب کہہ رہا ہوں، گھر کا پکا ہوا تو دے سکتی ہیں......"

"وہ تو ہم نے پوچھا تھا......!"

"ہونہہ، پوچھا ہوتا تو...... وہ آپ سب کے ساتھ بیٹھی کھانا نہ کھا رہی ہوتی......"

اماں سے اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی کہا نہیں گیا وہ بس ٹکر ٹکر نوید کو دیکھے گئیں جو غصے میں انٹ شنٹ بکے چلا جا رہا تھا۔

شہزادی یہ سب اپنے کمرے سے سن کر مگن ہو گئی اور جب نوید نے کمرے میں قدم رکھا تو وہ آنسو بہاتے ہوئے بولی۔ "بھوک کے مارے برا حال ہو رہا ہے، پانی پی پی کر اپنے آپ کو سہارا دے رہی ہوں...... سوچ رہی تھی کہ کچھ ہمت آئے تو گھر میں دال چاول ہی ابال لوں...... مگر سر بہت چکرا رہا تھا......"

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اور کھڑے سے بیٹھ گئی۔

"ارے، تم بستر پر لیٹ جاؤ میں قریبی دکان سے تمہارے لیے گرما گرم بریانی لے کر آتا ہوں۔" وہ والٹ کو چیک کرتے ہوئے باہر کی طرف لپکا۔

"کولڈ ڈرنکس بھی لے کر آیئے گا۔" شہزادی نے سرشار سے لہجے میں کہا۔

اور جب وہ لدا پھندا گھر میں داخل ہوا تو اس نے ایک نظر بھی ماں یا بہنوں کی جانب نہیں ڈالی۔

اس نے یہ تک نہیں دیکھا کہ ننھے منے بھانجے، بھانجیاں ماموں کے ہاتھوں میں جمبو سائز ٹھنڈی ٹھار بوتل کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

"نوید آج میرا ہوا ہے۔" شہزادی نے سوچا۔

اور نوید کے ساتھ کھانا کھاتے ہوئے اس نے قصداً اتنے قہقہے لگائے اسے یوں لگا کہ اس نے پہلی

مرتبہ سسرال والوں پر دل بھر کر سنگ باری کی ہو۔

☆======☆======☆

عینی خوب دل کے ساتھ وانیہ کو پڑھایا کرتی تھی۔ صارم اکثر مغرب کے بعد ہی گھر آتا تھا...... اس لیے وانیہ دوپہر کا وقت عینی کے کمرے میں ہی گزارا کرتی تھی۔

وہیں ہنسی مذاق چلتا وہیں کھانا پینا ہوتا اور وہیں پڑھائی۔

اس کی کتابیں بھی عینی کے کمرے میں ہی رکھی نظر آیا کرتی تھیں۔

ایک شام عینی اپنے کمرے کی جھاڑ پونچھ کر رہی تھی، وانیہ کی فائل اٹھا کر کونے کی میز پر رکھی تو ایک گلابی خوشبو سے بھرا رومال نیچے گر گیا۔

عینی نے اٹھایا تو اس پر گرین مارکر سے لکھا تھا۔

"کتنے مشکل سوال کرتی ہو
میرا جینا محال کرتی ہو
بن تمہارے میں جی سکوں گا کیا......؟
تم بھی کتنا کمال کرتی ہو"

"یہ کیا ہے......؟" وہ رومال دیکھ کر ہکا بکا سی رہ گئی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ایسا رومال وانیہ کی فائل میں کہاں سے آ گیا......؟

اور جب وانیہ اپنی کتابیں اٹھانے آئی تو چاہتے ہوئے بھی اپنے اندر یہ ہمت نہیں کر سکی کہ وانیہ سے اس رومال کے بارے میں کچھ پوچھ سکے۔

وانیہ فائل لے کر...... سرعت سے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اور عینی کے ذہن میں وہ گلابی رومال اٹک کر رہ گیا۔ اگلے دن جب وہ اس کے کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ عینی نے یونہی پوچھا۔

"وانیہ تمہیں شعر و شاعری سے کتنی دلچسپی ہے......؟"

"مجھے تو بالکل بھی نہیں ہے مگر میری ایک فرینڈ کو بہت ہے۔" اور عینی کے دل میں آیا ہوا سوال ہونٹوں پر ہی آ کر رک گیا کہ وہ فرینڈ اس کی ہم جماعت لڑکی ہے یا کوئی لڑکا۔

"ایسی بات میں وانیہ سے پوچھوں گی تو وانیہ تو برا مان جائے گی، ہو سکتا ہے کہ وہ میری شکایت اپنی امی سے کر دے اور آنٹی اس بات پر مجھے بے بھاؤ کی سنا ڈالیں......"

دوسرے دن دوپہر کو...... پڑھتے ہوئے اچانک وانیہ نے عینی سے پوچھا۔

"مردوں کی شرٹ پر کف لنکس زیادہ اچھے لگتے ہیں یا ٹائی......؟"

"کیوں، کیا کسی کو تحفہ دینا ہے......؟" عینی کو یوں لگا۔ جیسے کہ وانیہ ابھی اس کے سامنے سچائی اگل دے گی۔

"ہاں......!" وانیہ ہنسی۔

"کیسا ہے وہ......؟" عینی نے پوچھا۔

"بہت پیارا......!"

"کب سے جانتی ہو......؟"

"جب سے ہوش سنبھالا ہے......"

"تحفہ دینا کیا ضروری ہے......؟"

"ہاں، بہت ضروری ہے......"

"کیوں......؟"

"میں تحفہ دوں گی تو وہ بھی ریٹرن ضرور کریں گے۔"

"وانیہ یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے......" عینی نے سمجھانے کی کوشش کی۔

"یہ بات آپ کیوں کہہ رہی ہیں......؟" وانیہ نے اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔

عینی کو یوں لگا...... جیسے وہ اس پر طنز کر رہی ہو یا اس کی اوقات یاد دلا رہی ہو۔

بے عزتی کے احساس نے اسے شرمسار سا کر دیا اور آنکھیں بھر آئیں۔

"ارے، آپ رو رہی ہیں......؟" وانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔

عینی نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔

"بھابی...... میں چودہ مئی کو یہ گفٹ دوں گی، اس دن ہم باہر ڈنر کریں گے آپ پنک ساڑی پہنیے گا۔"

"میں کیوں تمہارے ساتھ ڈنر پر جانے لگی......؟" عینی غصے سے بولی۔

"کیوں، آپ کیوں نہیں ساتھ جائیں گی۔"

"میری مرضی...... میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔"

"مگر میں تو آپ کو ضرور ساتھ لے کر جاؤں گی۔"

"وانیہ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا......" عینی کو پہلی مرتبہ وانیہ پر شدید غصہ آ گیا۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ اس قدر بھولی بھلکڑ بھی ہو سکتی ہیں۔"

"ہاں ہوں...... مگر تمہیں کیا......؟"

"مجھے اس سے غرض تو ہے ناں...... آخر چودہ مئی کو ہمارے پیارے لاڈلے شہزادے بھائی صارم کی سالگرہ ہے...... تو کیا آپ ہمارے ساتھ ڈنر کرنے باہر نہیں جائیں گی...... اور کیا میں اپنے بھائی کو کوئی تحفہ نہیں دے سکتی......"

"اُف خدایا...... میں تو نہ جانے کیا سمجھ بیٹھی تھی......" عینی نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

اور وانیہ اپنے لائے ہوئے کف لنکس اور پرفیوم اسے دکھانے لگی۔

"لاحول ولا قوۃ صرف ایک رومال کی وجہ سے میں نہ جانے کیا کچھ سوچ چلی گئی۔ پتا نہیں کس کا رومال ہو گا...... اور کہاں آ گیا...... میں خواہ مخواہ پریشان ہو گئی۔ وانیہ جیسی سیدھی سادی اور پیاری سی لڑکی

کے بارے میں خواہ مخواہ بے کار کی باتیں کھوج رہی تھی۔"

☆======☆======☆

سارے بھائیوں کا بزنس مشترکہ تھا، ان کی فیکٹریوں میں گاڑیوں کے اسپیئر پارٹس بنا کرتے تھے جو باہر بھی سپلائی ہوتے تھے اور ملکی سطح پر بھی اس کی بے حد مانگ تھی۔

اسد روٹین کے مطابق اپنے آفس جاتا تھا مگر چند ہفتوں سے اس کو گھبراہٹ سی ہو رہی تھی بعض دفعہ اس کا سر گھومنے لگتا تھا۔

"زارا پتا نہیں...... مجھے چکر سے آ رہے ہیں کچھ دنوں سے۔" ایک شب اس نے بیوی سے کہا۔

"آئی سائٹ چیک کروا لیں...... نمبر اگر بڑھ جائے تبھی چکر آتے ہیں۔"

اگلے دن وہ اپنے ڈاکٹر کے پاس گئے تو واقعی آنکھ کا نمبر بڑھا ہوا تھا ڈاکٹر نے نیا چشمہ بنوانے کو کہا اور یوں اسد کی پریشانی وقتی طور پر ٹل گئی۔

مگر زارا اس کا مزید خیال رکھنے لگی، گاجر کا جوس اسے روزانہ دینے لگی، سونف اور مصری کوٹ کر کھلانے لگی، اسد کی طبیعت بالکل ٹھیک رہے وہ کھانا پکواتے وقت مزید محتاط ہو گئی تھی۔

ساس کو شوگر ہوئی...... تو زارا نے ان کے سامنے سویٹ ڈش لانی ہی ختم کر دی گھر کے سب لوگ رات کا کھانا ایک ساتھ کھاتے تھے مگر اب سویٹ ڈش میز پر نظر نہیں آتی تھی، کھانا کھانے کے بعد سویٹ ان کے کمروں میں چلی جاتی تھی۔

ایک دن زارا کی ساس نے کہا۔ "بھئی شوگر تو مجھے ہے، تم لوگوں نے اب میٹھا پکانا اور کھانا کیوں چھوڑ دیا ہے۔"

"ماما آپ میٹھا نہیں کھاتیں تو ہم کیسے کھائیں......؟" ان کا بڑا بیٹا شوخی سے بولا۔

"میں کوئی بچی تھوڑی ہوں جو تمہیں کھاتا دیکھ کر للچا کر تم سے کہوں گی کہ مجھے بھی دو......"

"ماما...... جب کسی چیز کے کھانے پر پابندی لگ جائے تو خواہ خواہ کھانے کو دل چاہنے لگتا ہے اس لیے سویٹ ڈشز بنتی تو ضرور ہیں مگر میز پر نہیں رکھی جاتیں۔" اسد نے انہیں بتایا۔

"اور یہ پلان یقیناً زارا کا ہو گا۔" انہوں نے اپنی چھوٹی بہو کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی امی......" زارا نے سر جھکا لیا۔

"امی، یہ ہماری بھابی نہیں ہے بلکہ ہماری ایک پیاری سی بہن ہے...... اس کے دل میں ہر ایک کے لیے ایسی چاہت ہے جو لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی......" بڑے بھیا لاڈ سے کہتے تو وہ جھینپ جاتی اور اس کی جیٹھانیوں کے دل میں ایک تیر سا ترازو ہو جاتا۔

"اس گھرانے کو تو غلامی کرتی ہوئی بہو پسند ہے، کیسا نخرہ اٹھاتے ہیں زارا کا...... جیسے وہ ان سب کی واقعی بہن ہی ہو۔"

"چھوٹے گھرانے سے آئی ہے، کام کاج کی تو عادی ہے اس لیے اس بڑے گھر میں بھی آ کر اپنی ہڈیاں رگڑتی رہتی ہے۔" دوسری جیٹھانی آپس میں بیٹھ کر دل کا غبار نکالا کرتیں۔

"میرا تو خیال ہے کہ یہ زارا...... بے حد مکار ہے، ہر ایک کی کمزوریاں جمع کر کے ان پر اپنا کام کرتی ہے......" منجھلی جیٹھانی دور کی کوڑی لائیں...... انہیں بھی ہر وقت زارا کی تعریف سننا ہرگز پسند نہیں تھی۔

"بھابی یہ کیا بات کہہ دی آپ نے...... اس گھرانے کی کمزوریاں تو ہمیں بھی معلوم ہیں، ان کے دادا دادی کا یہ شوق ہے کہ ان کی بیماریوں کی تفصیل نہ صرف رغبت سے روزانہ سنی جائے بلکہ وہ روزانہ جہاں دوائیں رکھ کر بھول لیتے ہیں ان کے ساتھ مل کر اسے ڈھونڈا بھی جائے۔"

"ساس صاحبہ کی یہ خواہش ہوتی ہے ان کے کمرے کو گھر کا ہیڈ کا آفس سمجھا جائے اور جب اس کمرے میں قدم رکھیں تو ہمہ وقت متحرک رہیں۔ کبھی ان کی الماری ٹھیک کریں تو کبھی ان کے کمرے کے پردے چینج کروائیں...... تو کبھی ان کے ہاتھوں پر نرم کرنے والی کریمیں رگڑیں۔"

"ابا جی کو ہر آدھے گھنٹے بعد چائے بنوا کر بھیجی جائے، ان کے دوست آئیں تو ٹرالی سجوا کر روانہ کی جائے...... اور ان کے پرانے قصوں کو رغبت سے سنیں...... بھئی ہمارا نہ تو دماغ خراب ہے اور نہ ہی ہم میں اتنی ہمت ہے کہ اپنا ٹائم ضائع کریں...... زارا تو جس گھرانے سے آئی ہے وہاں بہوئیں اعلیٰ قسم کی خادمہ ہوتی ہیں اسی لیے اس کی روٹین بھی وہی ہے۔"

"ٹھیک کہتی ہیں آپ ہمارا...... زارا سے بھلا کیا مقابلہ......!"

حقیقت یہ تھی کہ تالی دونوں جانب سے بج رہی تھی۔

اگر زارا اچھی تھی تو اس کی سسرال والے بھی بے حد نفیس عادتوں کے حامل تھے۔

اس کے میکے والوں کی عزت کرتے تھے اس کے آنے جانے پر انہوں نے کبھی کوئی پابندی عائد نہیں کی تھی۔

زارا اچھی طرح سوچ سمجھ کر جایا کرتی تھی اور جب سے اسد کی طبیعت گری گری رہنے لگی تھی اس نے اپنے آپ کو...... اپنی سسرال تک ہی محصور کر لیا تھا۔

اسد...... یہ سب باتیں جانتا بھی تھا اور سمجھتا بھی تھا۔

اسے زارا کی بڑی بہن عائشہ تک کا خیال تھا، اس کی یہ بھی کوشش تھی کہ عائشہ کا گھر دوبارہ بس جائے۔

اگر زارا...... اس کے گھر کے افراد کو اپنے میکے والوں کی طرح چاہتی تھی تو اسد بھی پیچھے نہیں تھا۔

تنویر کی موت کا صدمہ...... اس گھرانے کے لیے بہت بڑا غم تھا اور اس غم کا مداوا کرنے کے لیے وہ ہمیشہ کوشاں رہتا تھا۔

اور آج بھی وہ آفس سے آیا...... تو اس کے ذہن میں یہی خیال تھا۔ زارا اپنے میکے جا کر کچھ دن آرام بھی کر لے اور عائشہ کو بھی دوسری شادی کے لیے راضی کر لے جبھی...... تو چائے کا گھونٹ بھر کر اس نے کہا تھا۔

"زارا بہت دن ہو گئے ہیں تم نے اپنی امی کی طرف چکر نہیں لگایا ہے۔" اسد نے بیوی سے کہا۔

"آپ کی طبیعت بھی تو خراب چل رہی ہے...... افشاں جب آئی تھی تو میں دو گھنٹے کے لیے چلی گئی

تھی۔"

"عائشہ انتظار کر رہی ہوگی، تم دو چار دن کے لیے چلی جاؤ۔"

"نہیں اسد، آپ میری غیر موجودگی میں نہ تو ریسٹ کرتے ہیں اور نہ ہی اپنی دوا باقاعدگی سے لیتے ہیں۔"

"مجھے تو ڈاکٹر نے صرف انرجی کیپسول دیے ہیں کہ آفس میں دیر تک بیٹھ کر کام کرنے کے سبب کمزوری سی ہو گئی ہے شاید اور بس......"

"پتا نہیں کیوں میرا دل گھبرایا سا رہتا ہے، آج آپ کو صبح سویرے وامٹ کیوں ہوئی......؟"

"رات دیر سے کھانا کھایا تھا اور شاید ہیوی ڈنر کے باعث الٹی بھی ہوئی اس کے بعد تو طبیعت اب بالکل ٹھیک ہے۔"

"اب آپ نے باہر کی کوئی چیز نہیں کھانی، اتنی سخت گرمی میں فوڈ پوائزن کا بھی احتمال رہتا ہے۔"

"ٹھیک ہے زارا بیگم، اب میں کوئی بے احتیاطی نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے پھر میں آج گھر کا چکر لگا لیتی ہوں...... رات عائشہ کے پاس رک جاؤں گی...... اور کل آ جاؤں گی۔"

"عائشہ سے تم سلمان کی بات ضرور کرنا...... میرا بہت اچھا دوست ہے...... اس کی بیوی بچے کی ڈلیوری میں ختم ہو گئی تھی، وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے۔"

"عائشہ باجی سے میں نے پہلے بھی پوچھا تھا مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا تھا۔"

"تم انہیں سمجھاؤ، سلمان اچھا لڑکا ہے میں نے جب اس سے خود کہا کہ بچے والی خاتون ہیں، بچے کی ذمے داری بھی اٹھانا پڑے گی تو وہ فوری رضامند ہو گیا تھا۔"

"میں باجی سے دوبارہ بات کروں گی۔" زارا نے کہا۔

اور جب وہ آئی تو عائشہ کو بے حد سمجھایا، ماں نے ہر طرح کی مثالیں تک دیں...... مگر عائشہ کی ایک ہی رٹ تھی۔ "جب تنویر نے مجھے پسند کر کے شادی کی تھی اور وہ میرا بن کے نہ رہا تو دوسروں لوگوں کا میں کیسے بھروسا کر سکتی ہوں۔"

"ہر مرد تنویر جیسا نہیں ہوتا۔" ماں نے کہا۔

"امی اعتبار کا شیشہ ہی ٹوٹ جائے تو پھر یہ جڑ نہیں سکتا کم از کم میں تو اعتبار نہیں کر سکتی۔ اس لیے کہ اب زندگی وسوسوں اور واہموں کے ساتھ بسر نہیں کرنا چاہتی۔"

"وسیم تمہارا بھائی ہو کر بھی تمہارا خیال نہیں رکھ سکا، ایسے بھی مرد تو ہوتے ہیں ناں اور نعیم تمہارا دوسرا بھائی اس سے بالکل جدا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھانا چاہتی ہوں کہ اس دنیا میں اچھے لوگوں کی کوئی کمی نہیں ہے...... تم جو ایک مفروضے پر اپنی زندگی کو گی بندھی اپنے حساب سے چلانا چاہتی ہو وہ غلط ہے......!"

"زندگی میں جب ایسا لگے گا کہ میں غلط ہوں تو آپ کے مشورے پر عمل ضرور کروں گی۔"

"عائشہ بیٹا...... ہوسکتا ہے جب تم چاہو اس وقت ایسا نہ ہوسکے کہ وقت کا کام گزرنا ہوتا ہے جو پل گزر جاتا ہے وہ لوٹ کر نہیں آتا......"

"تب میں وقت سے سمجھوتا کرلوں گی۔"

"ٹھیک ہے مگر اب بھی سوچ لو...... تمہارے حق میں کیا بہتر رہے گا......"

"اچھا امی......" عائشہ نے چند لمحے توقف کے بعد کہا۔

مگر اس کے چہرے پر تاریک سے سائے رینگ گئے۔

☆======☆======☆

ذرا سی بات کہنے کو ذرا سی بات ہوتی ہے مگر کئی لوگوں کی زندگی میں ہلچل مچا دیتی ہے...... کوئی اپنی زندگی ذرا سی بات کے لیے ختم کرلیتا ہے تو کوئی ذرا سی بات سننے کے لیے برسوں انتظار کرتا ہے اور کوئی ذرا سی بات پر...... دوسرے کا نقشہ ہی بدل دینا چاہتا ہے۔

عبیر بھی ان ہی انتہا پسند لڑکیوں کی طرح تھی جو ذرا سی بات پر دوسرے کا نقشہ بدل دینا چاہتی ہیں۔

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہنستے مسکراتے صارم کے چہرے کو لہولہان کر کے رکھ دے۔

اس نے فون پر ایک ایسے شخص سے بات بھی کرلی تھی جو کچھ پیسے لے کر صارم کی اچھی خاصی ٹھکائی کرنے پر آمادہ بھی ہوگیا تھا۔

"کتنا اچھا لگے گا...... جب صارم سوجی ہوئی آنکھوں، پھٹے ہوئے ہونٹ اور ٹوٹے ہوئے بازوؤں پر پلاسٹر چڑھائے آفس میں داخل ہوگا اور اس کی زبان سے آہیں بلند ہوں گی۔"

"نہیں، صارم کو تو عینی نے پھانسا ہے...... صارم تو میرا تھا اس نے اپنے انٹرویو میں کہا تھا کہ میں اس لڑکی سے شادی کروں گا جو دل کی اچھی ہو اور میری بات کو میرے کہے بنا جان لے، میں جتنا صارم کو جانتی ہوں عینی بھلا کہاں جان سکتی ہے۔ صارم چائے میں آدھی چمچ چینی لیتا ہے اور گرین ٹی میں وہ بھی نہیں، آئس کریم میں صرف مینگو اور اسٹرابری فلیور ہی اسے پسند ہے۔ چاکلیٹ کیک وہ کھا تو لیتا ہے مگر دل سے پسند نہیں کرتا، ایک دفعہ وہ زیر لب بڑبڑایا تھا اس کیک میں سے تو تمباکو کے بھبکے آرہے ہیں اور جب عبیر نے بلند آواز میں کہا تھا کہ اسے چاکلیٹ کیک میں سے تمباکو کا سا مزہ آتا ہے تو اس نے حیرت سے کہا تھا۔" کیا واقعی آپ کو بھی ایسا لگتا ہے میں تو سمجھ رہا تھا کہ شاید میں اس ضمن میں پاگل ہوں۔" "ہم دونوں پاگل ہیں۔" عبیر نے دھیمے سے لہجے میں کہا تو وہ بے اختیار ہنس دیا تھا اور بے کار کی تاویلیں دینے لگا تھا کہ اسے چاکلیٹ بچپن سے ہی ناپسند رہی تھی اور اس کے اس جھوٹ کو وہ مسکراتی نظروں سے بھانپتی رہی تھی۔

اور اب عینی نے اسے اس سے چھین لیا تھا۔

صارم کو زک پہنچانے کا فیصلہ اس نے ملتوی کردیا تھا کہ اس کے دل میں صارم کے لیے چاہت کا پوری آن بان کے ساتھ جو روشن تھا۔

اور اس کی روشنی میں اس نے یہ سوچنا شروع کردیا تھا کہ اس کے ساتھ سخت ناانصافی ہوئی ہے جو عینی نے اس کے حق پر ڈاکا مار دیا۔ تب دل کی عدالت نے صارم کو فوراً بری کر ڈالا اور مجرم عینی ٹھہری...... اور ا

کو اس کی سزا ملنی ہی تھی۔

☆======☆======☆

جمعہ کا دن تھا عصر کی نماز کے بعد سب شام کی چائے پی رہے تھے، آج عینی نے چائے کے ساتھ ڈرم اسٹک بنائی تھیں۔ مرغی کی بوٹیوں پر ہرے دھنیے کی چٹنی میں سرکہ ملا کر بوٹیوں پر لگا دیا تھا...... اور انہیں اسٹک میں پرو کر ڈیپ فرائی کرلیا تھا...... سب لوگ چٹنی کے ساتھ گرما گرم اسٹک سے بوٹیاں نکال کر کھا رہے تھے کہ یکدم فون کی گھنٹی بجی، ٹیلی فون دادی کے پاس ہی رکھا ہوا تھا انہوں نے ریسیور اٹھایا اس وقت شام کو عموماً رخسانہ آنٹی فون کیا کرتی تھیں۔

"مگر یہ تو کوئی لڑکا بول رہا تھا۔"

"آنٹی، عینی کو بلادیں میں شہزاد بول رہا ہوں۔"

دادی جان نہ جانے کس ترنگ میں تھیں انہیں یوں لگا جیسے عنبرین کو پوچھ رہا ہو۔

"رانگ نمبر......" کہہ کر انہوں نے فون بند کردیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر گھنٹی بجی...... ٹیلیفون نمبر کنفرم کیا گیا اور کہا کہ عینی کو بلادیں۔

"بیٹا یہاں کوئی عنبرین نہیں رہتی۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون کاٹ دیا گیا اور عبیر جھلا کر رہ گئی۔ یہ دادی نے تو اس کا پلان ہی فیل کردیا تھا۔

☆======☆======☆

اگلے دن ٹی ٹائم میں عبیر، صارم کے کیبن کے سامنے سے گزری تو صارم موبائل پر مسکراتے لبوں سے بات کررہا تھا اس کی آنکھوں میں جیسی قندیلیں روشن تھیں وہ سمجھ گئی کہ دوسری جانب عینی ہے۔

"ٹھیک ہے، شام سات بجے تم تیار رہنا...... ہم شاپنگ کے لیے جائیں گے...... تم اپنے لیے لان کے جتنے دل چاہے سوٹ لے لینا......"

"ہونہہ، شادی ہوئے ابھی تین ماہ نہیں ہوئے لاٹ صاحبہ کو شاپنگ کی ضرورت آن پڑی...... جیسے جہیز میں گرمیوں کے سوٹ لائی ہی نہ ہوں......"

شام چھ بجے صارم کے گھر فون کیا گیا...... اتفاق سے بابوجی نے ریسیو کیا۔

"میں شہزاد بول رہا ہوں، آپ میری جان عینی کو فوراً بلادیں۔"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا......" بابوجی کو اس کے اندازِ تخاطب پر غصہ ہی آگیا۔

"عشق کرنے والوں کا تو دماغ خراب ہی ہوا کرتا ہے......"

"اگر ایسی بات ہے تو تم اپنا کہیں جا کر علاج کراؤ......"

یہ کہہ کر انہوں نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا...... مگر جب سی ایل آئی پر دوبارہ وہی نمبر دکھائی دیا تو انہوں نے ٹیلی فون کا سوئچ ہی باہر نکال دیا۔

"کس کا فون تھا......؟" امی نے بابوجی کو بڑبڑاتے دیکھا۔

"تھا کوئی لفنگا...... جس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ لڑکیوں کے نام لے کر گھروں میں فون کریں اور

ہنگامے کریں۔"

امی کو یوں لگا جیسے کسی نے وانیہ کے لیے فون کر دیا ہو۔

فوراً سہم کر بولیں...... "ارے دفع کیجئے ایسے لفنگے ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور لڑکیوں کے بارے میں معلومات کر کے انہیں یونہی تنگ کیا کرتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے اسی فلیٹ کا کوئی لڑکا ہو......"

"رئیس منزل کا تو کوئی لڑکا نہیں ہو سکتا، یہ تو کوئی باہر کا لڑکا ہے جسے اس بات کا بھی خوف نہیں ہے کہ اس کا موبائل نمبر ہمارے فون پر آ جائے تو اسے پکڑا یا جا سکتا ہے۔"

اگلے دن جب عینی کے بلاوے کے فون آئے تو اس کا نمبر سی ایل آئی پر نہیں آیا تھا غالباً وہ کسی پی سی او سے کیے گئے تھے۔

ایک سہ پہر امی نے کال ریسیو کی تو کسی لڑکے نے گھگیائے ہوئے انداز میں کہا۔ "پلیز اظفر صاحب کی بیٹی قرۃ العین عینی کو بلا دیں۔"

"آپ کون بات کر رہے ہیں؟" امی نے پوچھا۔

"کیا عاشقوں کا بھی کوئی نام ہوا کرتا ہے......" وہ ہنسا۔

"ہاں عاشق کا نام ہوا کرتا ہے اور عینی کا صرف ایک ہی عاشق ہے اور وہ اس کا شوہر صارم......"

اس سے قبل کہ وہ فون بند کرتیں...... وہ لڑکا بولا...... "یہ آپ نے کیسے سوچ لیا کہ عینی نے صرف صارم سے ہی عشق کیا ہے ذرا پوچھئے تو سہی اس سے کہ ذیشان کون ہے......؟ وہ کبھی نہیں کہے گی کہ وہ مجھے نہیں جانتی......؟"

امی نے دوپہر کو کھانا کھاتے ہوئے پوچھا۔ "عینی کیا تم کسی ذیشان کو جانتی ہو؟"

عینی نے کھانا کھاتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

اور وانیہ سے باتوں میں مشغول ہو گئی۔

"کیسی عجیب لڑکی ہے، مجال ہے کہ پرانے عاشق کے ذکر پر خوف زدہ ہوئی ہو...... یا پشیمان یوں رضامندی میں سر ہلا دیا۔ جیسے عاشق رکھنا کوئی بری بات ہی نہ ہو۔" شام کو دادی جان سے انہوں نے تذکرہ کیا تو وہ ہنس کر بولیں۔

"اب اقدار بدل گئی ہیں پہلے جو خواتین برقع نہیں اوڑھتی تھیں انہیں برا سمجھا جاتا تھا اب جو اوڑھتی ہیں انہیں بے چاری کہا جاتا ہے...... ہائے بے چاری برقع اوڑھتی ہے میاں سخت ہے ناں...... آزادی سے چار سانس بھی نہیں لے سکتی...... ہو سکتا ہے کہ اب عاشق کا ہونا بھی کسی شرمندگی کا باعث نہ ہوتا ہو۔"

نہیں اماں، ایسا بھی اندھیر نہیں ہے...... آخر ہماری بھی تو لڑکیاں ہیں۔"

"تو پھر کون لڑکا تھا...... وہ؟"

"یہی سوچ کر تو دماغ چکی ہو رہا ہے میرا......!" امی نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"فون کر کے پریشان کرنے والے لفنگے تو ہر دور میں رہے ہیں...... ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی کوئی لڑکا ہو......" دادی جان نے کہا۔

"نہیں اماں...... اس کی آواز میں ایسی کوئی بات تھی...... جو میرے دل کو لگی ہے۔"

"ارے خواہ مخواہ ہی میں تم بھی اول جلول باتیں...... سوچنے لگتی ہو۔"

"نہیں اماں...... وہ جس انداز میں بات کر رہا تھا مجھے لگ رہا ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور......"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہاری بہو دیگر لڑکوں سے بھی عشق لڑاتی رہی ہے۔"

"یہ میں کب کہہ رہی ہوں......؟"

"مگر اس نہج پر تم سوچ تو رہی ہو ناں......!"

"ہاں، مجھے یہ سوچ سوچ کر وحشت سی ہو رہی ہے کہ ایسا فون میرے ہی گھر کیوں آیا۔"

"پاگلوں کی کوئی کمی تھوڑی نہ ہے......" دادی جان نے تمبا کو پھانکتے ہوئے کہا۔

"مگر میرا دل نہیں مان رہا تو کیا کروں بس مجھے لگ رہا ہے کہ اس فون کے پیچھے کوئی نہ کوئی کہانی ضرور ہے۔ اس لیے سوچ رہی ہوں کہ بہو سے پوچھ لوں۔"

"اے ہے، یہ غضب بھی مت کرنا اگر وہ برا مان گئی تو......"

"اگر برا مانے گی تو مجھے لگے گا کہ فون ہی جھوٹا ہو گا۔"

"پھر بھی سوچ سمجھ کر بات کرنا ایسا نہ ہو کہ اس کی دل آزاری ہو جائے۔" دادی جان نے سمجھایا۔

"اب میں کھل کر تو نہیں پوچھوں گی۔" امی نے دلاسا دلایا۔

"پھر ٹھیک ہے۔" دادی جان بھی قوام چھنگلی پر لگا کر چاٹ کر مطمئن ہو گئیں۔

شام کو خاصی گرمی تھی امی نے چائے کے بجائے لسی بنائی تھی۔

عینی نہا کر کمرے سے باہر نکلی تو اس نے اسے بھی لسی کا گلاس تھمایا۔

"آنٹی اس وقت میرا دل بھی لسی پینے کو چاہ رہا تھا۔"

"تمہارے دل کی بات مجھ تک پہنچ گئی تھی۔" امی نے مسکرا کر کہا۔

اب امی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس طرح بات کا آغاز کیا جائے۔

وہ مٹر چھیلتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولیں۔

"عینی، تمہاری شادی میں ذیشان کی امی کی ڈریسنگ مجھے اچھی لگی تھی۔"

"ان کی ڈریسنگ سب کو ہی پسند آتی ہے......" عینی نے مسکرا کر کہا۔

"اے ہے یہ ذیشان کون ہے بھلا...... اور تم کیسے جانتی ہو۔" دادی جان نے چھالیہ کاٹتے ہوئے کہا۔

"اس میں نہ جاننے والی کیا بات ہو گی۔"

"اچھا...... جب ہی اس کا آج یہاں فون آیا تھا۔"

"شاید...... ذیشان نام بتایا تھا اس نے......"

"اچھا...... اسے یہاں کا فون نمبر کیسے پتا چل گیا...... ذیشان کے فون اگر کبھی آتے تھے تو ہمارے گھر

میں آتے تھے۔"

"مگر بیٹا یہ ذیشان ہے کون......؟" امی...... اپنے تلخ لہجے کو میٹھا بنانے کی سعی کرتے ہوئے بولیں۔

"حیرت ہے آپ لوگ انہیں نہیں جانتے، ہماری رخسانہ پھپو کے ایک بیٹے کا نام ذیشان ہے۔ وہ تو باہر ہوتے ہیں کبھی کبھار امی کو فون کرتے ہیں مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ انہیں یہاں کا نمبر کیسے پتا چل گیا......" عینی مسکرا کر بولی۔

"بیٹا رانگ نمبر بھی تو ہو سکتا ہے ناں...... اور ذیشان کے نام سے یہاں انٹ شنٹ فون بھی تو آ سکتے ہیں۔" بابو جی ملحقہ کمرے سے اٹھ کر آئے تو سارا معاملہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو......" عینی نے بے پروائی سے کہا۔

"ارے بیٹا یقیناً یہی بات ہے، دو چار روز پہلے ایک صاحبہ کا فون آیا تھا وہ بضد تھیں کہ میں نصیر خان ہوں اور میرے منع کرنے کے باوجود وہ اس بات پر مصر تھیں کہ ان کے پاس جو نمبر آیا ہے وہ یہی ہے اور آپ جھوٹ بول رہے ہیں۔"

بابو جی کی بات سن کر عینی کھلکھلا کر ہنس دی اور باہر بیل سن کر دروازے کی جانب چلی گئی۔

"لاحول ولاقوۃ زری، آپ کو شاید یہ لحاظ ہی نہیں رہا کہ اپنی بہو سے کیا بات کرنی چاہئے اور کیا نہیں......؟" بابو جی نے امی کو غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب مسلسل فون آ رہا ہے اور فون کرنے والا اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ وہ عینی کا عاشق صادق ہے۔" امی نے بابو جی کو بتایا۔

"اور آپ نے اس انجانے شخص کی بات پر بلا سوچے سمجھے نہ صرف یقین کر لیا بلکہ تفتیش بھی شروع کر دی۔"

"پھر میں کیا کرتی......؟"

"مجھ سے مشورہ تو کرنا چاہئے تھا ناں...... خود ہی تلوار سونت کر کھڑی ہو گئیں۔"

"ایسا میں نے کیا کہہ دیا......" امی کو غصہ ہی آ گیا۔

"زری آپ کے پاس بے شک دماغ کم ہے مگر جو ہے اسے کم از کم استعمال تو کرنا چاہئے ناں......!"

"اور اماں...... آپ بھی زری کے ساتھ بے وقوفی کے اس کھیل میں شریک ہو گئیں بجائے اس کے کہ انہیں کچھ سمجھاتیں خود بھی جرح کرنے لگیں۔"

"بیٹا بات ہی ایسی تھی، دلہن پریشان تھیں تو کیا میں ان کا ساتھ نہ دیتی۔"

"آپ لوگوں کو یہ سوچنا چاہئے تھا کہ ایسے فون عموماً ذہنی مریضوں کے ہوا کرتے ہیں اور جو عاشقی کا دعویٰ فون پر غیر لوگوں کے سامنے کر رہا ہے اسے ایسے دعوے تو اپنی معشوقہ کے سامنے کرنے چاہئے تھے۔"

"اے ہے اسے عینی سے بات کرنی تھی تو وہ کیا کرتا بے چارہ......!"

"اگر وہ واقعی عاشق ہوتا تو عینی کو فون پر بلانے کی ہزار ترکیبیں جانتا، اسے تو آپ کے سامنے

جھوٹ بولنا چاہیے تھا تاکہ آپ کو بھنک بھی نہ ملتی اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو جاتا......"

"ہاں یہ بات تو صحیح کہہ رہا ہے منا......" دادی جان کا منہ...... اب ان کے پاندان کی طرح کھلا کا کھلا تھا۔

"وہ کیسا عاشق تھا جو اپنے عشق میں بدنامی کا بھی خواہاں تھا۔"

"ہاں ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ...... اس نہج پر تو میں نے سوچا ہی نہیں، اس کی باتوں کا مقصد یہی تھا کہ عینی کے خلاف ہمارے ذہن میں باتیں آئیں......" امی نے بھی اعتراف کر لیا۔

"اللہ کا شکر ہے آپ نے عینی سے ایسی کوئی بات نہیں کی...... جس کو سن کر اسے صدمہ ہوتا......" بابو جی نے سکون کی سانس لے کر کہا۔

"ہاں، آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، ذہنی مریضوں کی واقعی کمی نہیں ہے کسی کے بارے میں کچھ معلومات ہو جائیں تو وہ ایسی ہی حرکتیں کرتے ہیں۔"

"اب آپ لوگ محتاط رہئے گا اور کوئی بھی فضول بات کسی سے بھی کہنے سے پہلے سوچئے گا ضرور۔"

اور پھر واقعی یہی ہوا...... اگلے دن اسی لڑکے کا جب فون آیا تو امی جان نے اسے ایسی بے بھاؤ کی سنائیں۔

"منحوس لڑکے اگر کبھی میرے فون پر کال کی تو پولیس میں دے دوں گی...... کیا سوچ کر فون کر رہا ہے یہاں کہ تمہاری باتوں کہ ہم مان لیں گے، لفنگے، جھوٹے بس اگر ایک کال بھی کی ناں...... تو ڈی ایس پی کو تمہارا نمبر دے دوں گی ہاں......!"

چھوٹے سے گھر میں کوئی بات چھپانا کوئی آسان بات نہیں ہوا کرتی...... لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنا خاصا مشکل ہوتا ہے مگر دانیہ کی کوششیں بار آور ثابت ہو رہی تھیں۔

عقل مندی کے تقاضے کے تحت اس نے رضا کا نمبر راحیلہ کے نام سے اپنے موبائل میں فیڈ کر رکھا تھا مگر عینی کو حیرت ہوتی تھی جب اس کے موبائل پر راحیلہ کے نام سے کال آتی تو وہ اس کو لے کر تنہائی کا کوئی کونہ ڈھونڈا کرتی۔

کمروں میں اگر کوئی ہوتا تو وہ تپتی دھوپ میں گیلری میں کھڑی ہو جاتی اور جب بات کر کے آتی تو ایسی سرشار اور نہال سی نظر آتی جیسے کسی شجرِ سایہ دار کے نیچے آرام کر کے آئی ہو۔

ایک دن عینی نے یونہی پوچھ...... "کیا بات ہے، بڑی لالوں لال ہو رہی ہو...... کس سے بات کر کے آئی ہو۔"

"ہش......!" اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر منہ پر انگلی رکھی۔ "کوئی سن لے گا۔"

"کون ہے وہ......؟" شام کو وہ اس کے کمرے میں آئی تو عینی نے پوچھا۔

"رضا ہے، رئیس منزل میں ہی رہتا ہے......"

"کب سے جانتی ہو......؟"

"چند مہینوں سے...... مگر یوں لگتا ہے کہ عرصہ دراز سے جانتی ہوں۔"

"گھر میں کسی کو اس کے بارے میں پتا ہے......؟"

"آپ کے سوا کسی کو نہیں پتا...... پلیز آپ میرا یہ راز افشا نہ کیجئے گا...... خاص طور پر صارم بھائی کو نہ پتا چلے۔"

"رضا کے گھر میں یہ بات کوئی جانتا ہے......؟"

"ہاں، ان کے ہاں سب کو پتا ہے...... ان کی بڑی بہنوں سے لے کر راحیلہ تک کو پتا ہے بلکہ رضا کی بڑی بہن تو مجھے بے حد پسند بھی کرتی ہیں۔ صارم بھائی کی شادی، ویسے میں یہ سب ہی لوگ آئے تھے۔"

"کیا تم باہر بھی ملتی ہو......؟"

"صرف دو مرتبہ ملی ہوں جب کہ رضا اکثر باہر ملنے کو کہتا ہے......"

"وانیہ، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہوتی رضا بلائے بھی تو مت جانا......"

"یہ بات آپ کہہ رہی ہیں بھابی......؟" وانیہ نے تمسخر سے عینی کو دیکھا۔

"میں صارم کے ساتھ قصداً کبھی نہیں ملی......"

"آپ نے تو صارم بھائی کے سینے سے لگ کر تصاویر تک بنوائیں جو اخبارات تک میں شائع ہوئیں۔"

"اُف...... تم بات کو کس قدر غلط رنگ دے رہی ہو......" عینی کا چہرہ غصے اور خجالت سے سرخ پڑ گیا۔

"میں تو صاف بات کرنے کی عادی ہوں چاہے بے شک کسی کو بری ہی کیوں نہ لگے......"

"وانیہ میں نے کبھی کوئی غلط حرکت نہیں کی، اپنے والدین کی آنکھوں میں دھول جھونک کر باہر صارم سے ملنے کبھی نہیں گئی......؟ دو تین بار اتفاقاً ہی ایسا ہوا کہ انہوں نے کالج سے پک کر کے گھر تک چھوڑ دیا۔"

"اچھا رات بھر فون پر کون باتیں کرتا تھا...... کیا یہ سب آپ کی امی کو معلوم تھا......؟"

"وہ تو رشتہ طے ہونے کے بعد ہم لوگ باتیں کرتے تھے......"

"رشتہ تو آپ کا آخر وقت تک ڈانواں ڈول رہا...... ہمیں خود امید نہیں تھی کہ صارم بھائی کی شادی آپ سے ہو سکے گی...... آپ کی امی کے ساتھ ہمارے گھر والے بھی اس رشتے کے حق میں نہیں تھے مگر آپ دونوں کی یہ بے لوث چاہت ہی تو تھی جو سب کے دل موم سے ہوتے چلے گئے۔"

عینی شرمساری سی خاموش...... وانیہ کو دیکھ رہی تھی جو پٹر پٹر بولے جا رہی تھی...... اور اس کی آنکھوں پر رضا کے نام کی پٹی اتنی دبیز بندھی تھی کہ اس کے خلاف وہ کوئی بات سننا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"اگر رضا تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو اس سے کہو کہ وہ اپنے گھر والوں کو ہمارے ہاں بھیجے۔"

"اس کی جب تک دو بڑی بہنوں کی شادی نہیں ہو جاتی وہ اپنی شادی کی بات گھر میں نہیں کر سکتا......"

"اس کی بہنوں کی شادیاں کب ہوں گی......؟"

"ہو جائیں گی...... اللہ نے ہر ایک جوڑا بنایا ہے...... ان کا جب رشتہ آئے گا تب ان کی بھی ہو جائیں

گے...... ایسی جلدی کیا ہے......؟"

"پیاری وانیہ جب ایسی جلدی نہیں ہے تو رضا سے کہو کہ صبر رکھے...... باہر اکیلے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"وہ تو اپنی بہن کو لینے آتے ہیں تو میں بھی راحیلہ کے ساتھ آجاتی ہوں۔"

"چلو اس حد تک تو پھر بھی مناسب ہے مگر اس سے زیادہ ٹھیک نہیں ہوگا......"

"عینی آپ کیسی بھابی ہیں...... بجائے اس کے کہ آپ میرے لیے آسانیاں پیدا کریں...... آپ تو مجھ سے ہی اکھڑ رہی ہیں...... جیسے کہ آپ نے شادی سے پہلے محبت کے کھیل، کھیلے ہی نہیں تھے۔"

"جس نہج پر تم سوچ رہی ہو...... ایسے کھیل تو میں نے واقعی نہیں کھیلے تھے...... ہاں فون پر ضرور بات ہو جاتی تھی اور بس......"

"میں رضا سے جب تک دل بھر کر باتیں نہ کروں...... مجھے چین نہیں ملتا، اس چھوٹے سے فلیٹ میں صرف چند منٹوں کی گفتگو سے میری تسلی نہیں ہوا کرتی ہے۔"

عینی کو یوں لگا جیسے اس نے بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دیا ہے اس لیے اس نے گفتگو کو دوسری جانب موڑ کر اپنے کمرے کی راہ لی۔

مگر اس کو کیا معلوم تھا وانیہ نے اس سے دوستی کیا کچھ پلان بنا کر بنائی ہے...... اب وہ اکثر دوپہر کو رضا سے بات کرتی تو عینی کے بیڈروم میں چلی جاتی اور عینی کو ہاتھ کے اشارے سے باہر جانے کو کہہ دیتی۔

وہ جب تک باتیں کرتے عینی ٹی وی لاؤنج میں بیٹھی رہتی یا باورچی خانے میں کوئی کام کرنے لگتی۔

ایک دن شدید گرمی میں وہ لاؤنج میں بیٹھی یونہی رسائل کی ورق گردانی کر رہی تھی کہ صارم گھر آگئے۔

"عینی کھانا کمرے میں ہی لے آؤ......" وہ اندر کی جانب دروازے کو دھکیلتے ہوئے بولا۔

"ارے دروازہ...... اندر سے کیسے لاک ہو گیا۔"

اور جب وانیہ نے دروازہ کھولا تو صارم کو دیکھ کر اس نے کانوں سے لگا موبائل پہلے آف کیا اور پھر گھبرا کر بولی۔ "آج آپ اتنی جلدی آگئے۔"

"یہ دروازہ بند کر کے کیوں بیٹھی تھیں......؟"

"بس ایسے ہی......!"

"اپنے کمرے میں دروازہ لاک کر کے بیٹھا کرو...... عینی گرمی میں لاؤنج میں بیٹھی تھی اور تم اسے سی چلا کر اکیلی بیٹھی ہو......" صارم کا لہجہ اتنا سخت نہیں تھا جتنا وانیہ کو محسوس ہوا۔ اگلے دن وہ عینی پر چڑھ دوڑی۔

"آپ اپنے آپ کو سمجھتی کیا ہیں......؟ آپ کے کمرے میں کیا بیٹھ گئی آپ نے صارم بھائی سے شکایت تک لگا ڈالی۔ کیا بھائی کی شادی کے بعد اس کے کمرے میں بیٹھ نہیں سکتے......؟"

"یہ میں نے کب کہا ہے......؟" عینی کا لہجہ ہراساں سا ہو گیا۔

"صارم بھائی آج تک اس انداز میں نہیں بولے تھے......"

"میں تو باہر بیٹھی تھی، مجھے کیا معلوم کہ انہوں نے تم سے کیا کہا۔"

"بھابی آپ اتنی بھولی نہ بنیں جتنی کہ آپ ہیں نہیں......" وانیہ کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"وانیہ تم بے کار میں غصہ ہو رہی ہو، میں تو تمہیں خود اپنے کمرے میں لے کر جایا کرتی ہوں......"

"ہاں، لے کر تو جاتی تھیں مگر بھائی سے اپنی دل کی باتیں کہلوا کر میرا داخلہ بند کروا یا ناں......!"

"ارے، ایسا کون کر سکتا ہے......تم اس گھر کی بیٹی ہو...... یہ گھر تمہارا ہے عینی اپنے جہیز میں کوئی گھر لے کر نہیں آئی جو وہ تمہارا داخلہ بند کرے گی۔" امی جان بھی بیٹی کی باتیں سن کر اس کی کمک کو پہنچ گئیں۔

"آنٹی بات ایسی ہے ہی نہیں...... جو وانیہ سمجھ رہی ہے۔" عینی نے گھبرا کر ساس سے کہا۔

"اگر صارم کوئی غلط بات کہے گا تو اس کا الزام تو تم پر آئے گا ہی ناں......"

"جو بات میں نے کہی ہی نہیں پھر بھی......" عینی کو حیرت ہو رہی تھی۔

"وہ اس لیے کہ شادی کے بعد چالاک بیویاں خاموش رہتی ہیں اور ان کے شوہر ان کی زبان بولا کرتے ہیں۔"

"جو تم چاہتی تھیں وہ تم نے صارم سے کہلوا دیا۔"

"کل صبح صارم یہ کہہ کر گیا تھا کہ وہ شام کو دیر سے گھر آئے گا مگر تم نے فون کر کے اسے دوپہر کو ہی بلوا لیا۔ ہماری بچی دو گھڑی تمہارے کمرے میں جا کر لیٹ کیا گئی تمہیں ناگوار گزر گیا۔"

عینی کا دل چاہا کہ وہ کہہ دے کہ وانیہ آرام کرنے نہیں بلکہ اپنے عاشق سے باتیں بنانے کے لیے گئی تھی مگر اس سطح پر بات کرنے کا مطلب خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا تھا سو آنکھوں میں آنسو لیے چپ چاپ اپنے کمرے میں آ گئی۔

شومئی قسمت عین اسی وقت ثمینہ بیگم کا فون بھی آ گیا۔

"امی میں اس وقت مصروف ہوں آپ سے بعد میں بات کروں گی۔" عینی نے اپنا موبائل ہی آف کر کے ٹیبل پر رکھ دیا۔

اب وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامے بیٹھی تھی۔

ذرا سی بات کا اتنا بڑا فضیحتا ہوتے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

وانیہ جو اس سے دوستی کے دعوے کرتی تھی اس نے یک لخت کیسے آنکھیں پھیر لی تھیں۔

"صارم کو واقعی ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" اب وہ دوسرے انداز سے سوچ رہی تھی۔

وہ بیٹھے بیٹھے سوچتے سوچتے کب سوئی اسے پتا تک نہیں چلا۔

صارم جب...... کمرے میں داخل ہوا تو وہ پیروں میں چپلیں ڈالے تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھی۔

اس کا نیچے لٹکا ہاتھ...... صارم نے اٹھایا تو یک لخت وہ اٹھ بیٹھی۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری...... بیٹھے بیٹھے ہی سو گئی تھیں۔"

"ہاں، میں دو چار روز کے لیے امی کے پاس جانا چاہتی ہوں۔"

"کیوں بھئی، یہ ایکا ایکی ایسا پروگرام کیوں بن گیا......؟"

"بس ایسے ہی امی کافی دنوں سے بلا رہی ہیں......"

"ٹھیک ہے صرف دو دن کا ویزا مل سکتا ہے اور بس اگر آج کے بجائے کل چھوڑ دوں تو......"

عینی نے پھیکی سی ہنسی ہنس کر کہا تھا کہ وہ آج ہی جانا چاہتی ہے......اس کا لہجہ صارم کو عجیب بھی لگا تھا مگر وہ سمجھا نہیں، اگلے دن جب صارم آفس کی تیاری کر رہا تھا تو اس کو اپنی ماں کی آواز سنائی دی۔

"دیکھا......آپ نے کل مہارانی کی طبیعت صاف کی تو کیسے اپنے میکے بھاگی۔"

"ٹھیک کہا تم نے، اپنے آپ کو کچھ زیادہ ہی افلاطون سمجھنے لگی تھی۔"

"اماں اب آپ ہی بتائیے کہ ہماری وانیہ اس کے لیے کیسی پاگل ہو جاتی ہے......اور بھابی بھابی کہہ کر تو اس کا منہ سوکھتا ہے اور وہ مہارانی چاہتی ہیں کہ کوئی ان کے کمرے میں دو منٹ کے لیے بھی نہ بیٹھے جبھی......تو صارم نے وانیہ کو ڈانٹا تھا۔"

"ضرور اس کی اماں نے سکھا کر بھیجا ہوگا کہ نند کو زیادہ لفٹ دینے کی ضرورت نہیں ہے کوئی ایسا کام کرو کہ وہ تمہارے کمرے کا رخ بھی نہ کرے۔"

صارم کا دل چاہا کہ وہ کچھ بولے تاکہ عینی کی جانب سے ان کی بدگمانی ختم ہو سکے۔

"اگر میں کچھ کہوں گا تو جورو کا غلام بنانے والی باتیں شروع ہو جائیں گی۔ اس وقت خاموشی ہی بہتر ہے۔" سو وہ اپنے کمرے سے یوں باہر نکلا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہ ہو۔

☆======☆======☆

"اپنے آپ کو غنڈا کہتے ہوئے شرم نہیں آتی تمہیں......؟ اول درجے کے ڈرپوک شخص ہو تم...... ایک گھریلو عورت سے ڈر گئے......؟ تمہیں تو چوڑیاں پہن کر گھر میں...... بیٹھ جانا چاہیے اور صبح شام اپنی بیوی کی گالیاں کھانی چاہئیں......" عبیر بری طرح کھول رہی تھی۔

"میڈم انہوں نے کہا تھا کہ وہ مجھے پکڑوا دیں گی......!" وہ پریشان سے لہجے میں بولا۔

"میں نے تمہیں بتایا تھا جو موبائل تمہیں دے رہی ہوں اس کا نمبر کسی بھی فون پر نہیں آ سکتا پھر بھی ایک عورت کی دھمکیوں سے ڈر گئے......"

"میڈم کیا پتا الیکٹرونکس میں روزانہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں، صبح کچھ تو شام کو کچھ اگر وہ مجھے پکڑوا دیتیں تو......؟"

"اگر پکڑے بھی جاتے تو میں تمہیں چھڑا لیتی......مگر مجھے کیا پتا تھا کہ تم صرف نام کے غنڈے ہو اور حقیقت میں شریف آدمی کی طرح بزدل ہو۔"

"میڈم کوئی دوسرا پلان بنائیں......اس گھر میں، میں نے کوئی گیارہ مرتبہ تو فون کیا ہوگا......مگر ایک مرتبہ بھی اس لڑکی نے فون نہیں اٹھایا جسے ہراساں کرنا تھا۔"

"جوائنٹ فیملی سسٹم کی سب سے بڑی خرابی یہی تو ہوتی ہے اپنی بہوؤں اور بیٹیوں کو اپنے آہنی حصار میں رکھا کرتے ہیں اگر یہی لڑکی علیحدہ گھر میں ہوتی...... تو کب کی گھر چھوڑ کر بھاگ چکی ہوتی...... یا اس کا

شوہر اس سے ناراض ہو گیا ہوتا......"

"تو میڈم پہلے اس لڑکی کو علیحدہ گھر میں نہ کروائیں......" شاہد جو نیا نیا غنڈا بنا تھا مشورہ دیتے ہوئے بولا۔

"ایسے بے تکے مشورے اپنے پاس ہی رکھو......اب یہ مجھے ہی سوچنا ہوگا......کہ عینی کے خلاف اس گھر میں محاذ کیوں کر کھولا جائے گا......"

"اب میرے لیے کیا حکم ہے......؟" وہ سعادت مندی سے بولا۔

"میرے سامنے سے دفعان ہو جاؤ......تمہاری شکل دیکھ کر مجھے غصہ آرہا ہے۔"

"اور پیسے......جو آپ نے کہے تھے......"

"گارڈ اس کو فوراً باہر نکالو......" وہ غصے سے چلائی اور شاہد کو بھاگتے ہی بنی۔

"ہونہہ، یہ بدمعاشی کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے......" جاتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا۔

"لوگ کہتے ہیں کہ اب محبتیں ختم ہو گئی رشتے داریاں ٹوٹ رہی ہیں خون کے رشتے سفید ہو گئے ہیں مگر جہاں محبتیں ہیں وہاں اب بھی ہیں......میرے فون کرنے کا مجال ہے کوئی اثر ہوا ہو۔ کیسا لتاڑا مجھے جیسے اس گھرانے میں کوئی غلط بات سننے کا عادی ہی نہیں ہو...... بدمعاشی سے پیسہ کمانا بھی کوئی آسان ہے......؟" وہ سوچ رہا تھا۔

"اس سے اچھا ہے کہ بندہ شرافت سے کمائے تھوڑا ہی سہی مل تو جاتا ہے......خواہ مخواہ اتنے دن ضائع کیے اور آخر میں گالیاں کھانے کو ملیں۔"

☆======☆======☆

کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوا تھا......کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور ہوئی تھی جس نے عینی کو تکلیف پہنچائی تھی۔

وہ ماں تھیں اپنی بیٹی کی حرکات وسکنات کے تمام مطالب سے اچھی طرح آگاہ تھیں۔

اس کے چہرے کی ہنسی کہیں کھو سی گئی تھی۔

جس طرح وہ صارم کے ساتھ چہکتی ہوئی داخل ہوتی تھی اس مرتبہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، مسکراہٹ ضرور اس کے لبوں پر تھی مگر اس کی آنکھیں بجھی بجھی سی تھیں اس کی مسکراہٹ کے چراغ آنکھوں کی جوت کو بڑھا نہیں رہے تھے۔

اس کی عادت تھی اپنے کمرے کی الماری کھول کر کھڑی ہو جاتی اور اپنے پسندیدہ سوٹ بار بار نکال کر پہنا کرتی۔

جب ہی تو پاپا کہتے تھے۔ "عینی آئے گی تو اس کی ڈریس ماڈلنگ شروع ہو جائے گی۔" صبح شلوار قمیص میں، دوپہر کو فلیپر میں اور شام کو فراک اور چوڑی دار پاجامے میں نظر آتی۔

مگر اس دفعہ تو وہ جن کپڑوں میں آئی تھی ان میں ہی اب تک تھی...... نہ اس نے اپنے ساتھ لائے ہوئے بیگ میں سے کپڑے نکالے تھے اور نہ ہی اپنی الماری کو کھول کر دیکھا تھا۔

"بیٹا تمہارے لیے کیا پکاؤں......؟" ماں نے آکر اس سے پوچھا تھا۔

"جو بھی پک رہا ہے وہی کھا لوں گی......آپ کچھ نہ کریں، گرمی بہت ہے باورچی خانے میں نہ جائیں۔"

"گھر میں تو کریلے پک رہے ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ تم کریلے نہیں کھاتی ہو......" ثمینہ نے ہنس کر کہا۔ وہ بولی۔

"اب میں کریلے بھی کھا لیا کرتی ہوں......اس کی کڑواہٹ مجھے اب محسوس نہیں ہوتی......"

"نہیں بھئی، اتنی جلدی اور اتنی ساری تبدیلیاں میری بیٹی میں تو نہیں آسکتیں۔ مجھے تو لگ رہا ہے کہ آج میری عینی نہیں آئی ہے کوئی اور خاتون آئی ہیں۔" ماں نے اسے چھیڑا تاکہ وہ کچھ تو بولے۔

مگر عینی تو پھیکی سی ہنسی ہنس کر میگزین میں منہ چھپا کر بیٹھ گئی تھی...... جیسے وہ ماں سے چھپ رہی ہو۔

ثمینہ بیگم دیکھ رہی تھیں عینی جب سے آئی ہے وہ چپ چپ سی ہے وہ کوئی بات کر رہی ہوتیں تو اس کا جواب وہ کھوئے کھوئے انداز میں دیتی۔

"کیا بات ہے بیٹا......؟" شام کو وہ اس کے کمرے میں آئیں تو وہ اس وقت بھی بستر پر پریشان سی لیٹی تھی۔

"کچھ نہیں امی......" وہ گڑبڑا کر بولی پاس پڑا میگزین پھر اٹھا لیا۔

"اپنی ماں سے کچھ چھپا رہی ہو......؟" انہوں نے میگزین اس کے ہاتھ سے لے لیا وہ خاموش رہی۔

"کسی نے کچھ کہا ہے......؟"

اور عینی کی آنکھوں کے آنسو اس کے رخساروں پر آگئے۔

"میری بچی کیا بات ہوئی ہے......؟" وہ تڑپ سی گئیں۔

"وانیہ مجھ سے بدتمیزی سے بات کرتی ہے......"

"کیوں کرتی ہے وہ ایسا......؟"

"صارم اگر اس کی مرضی کے خلاف کوئی بات کہہ دیں تو اس کا ذمے دار وہ مجھ کو ٹھہراتی ہے۔"

"ایسا تو خیر ہمیشہ سے ہی ہوتا ہے، برائی ہمیشہ بیوی پر آتی ہے...... یہ تم کوئی نئی بات نہیں کر رہی ہو......اکثر گھرانوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"وانیہ تو مجھ سے بہت پیار کرتی تھی اب اس کا رویہ بدلا ہوا دیکھ کر مجھے بہت دکھ ہو رہا ہے۔"

"تم پاگل ہو جو ایسے دکھی ہو رہی ہو......؟"

"امی، وانیہ بہت اچھی تھی میرے ساتھ آپ کو کیا پتا......"

"بیٹا وہ تمہاری بہن تو نہیں تھی ناں......!"

"تو کیا ہوا...... وہ مجھ سے ہر بات شیئر کرتی تھی، کالج میں کس پیریڈ میں کیا پڑھا، کیا ہوا ہر بات مجھے آکر بتاتی تھی۔"

"وہ اس کے ظاہری رنگ تھے......اب وہ اپنی اصلی شکل میں آگئی ہے......"

"مگر مجھے تو اس کا بہت افسوس ہو رہا ہے......!"

"میری مانو تو پروا ہی مت کرو بعض لوگ اس قابل ہوتے ہی نہیں کہ انہیں منہ زیادہ لگایا جائے، اب نہ تم اس سے بات کرو گی نہ ہی لفٹ دو گی، تم نے جو اپنی چیزیں لٹانا شروع کر دی تھیں اس سے بھی باز آ جاؤ۔ یوں بھی سسرال والوں پر کبھی احسان ہوا ہی نہیں کرتا، زیادہ تر لوگ احسان فراموش ہوتے ہیں ہر چیز میں اپنا حق لے آتے ہیں۔"

عینی چپ رہی ماں کی بات پر اس نے کسی رائے کا اظہار نہیں کیا۔

"دوسری بات کا ہمیشہ خیال رکھو کہ...... سسرال میں کوئی بھی بات ہو ان لوگوں کی شکایت سے پہلے تم صارم کو بتا دو......"

"کیوں امی...... ان کو خواہ مخواہ پریشان کرنے کا فائدہ......!"

"یہ فائدے کی بات ہے جو میں تمہیں سمجھا رہی ہوں، وانیہ یا تمہاری ساس جب بھی تمہارے خلاف صارم سے کہنا چاہیں گی صارم ان کو خود ہی ہینڈل کر لے گا۔" اور عینی گڑبڑا کر رہ گئی...... صارم کے بولنے کی وجہ سے ہی تو یہ صورتِ حال پیش آئی تھی۔

"خاموش کیوں بیٹھی ہو کچھ سمجھ میں بھی آیا یا نہیں، کچھ منہ سے بھی بولو۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں امی......" ماں کو تسلی دینے کا یہی طریقہ تھا...... سو ثمینہ بھی مسکرانے لگیں۔

"دو دن کے بجائے چار دن رہو اور اپنا ذہن ہلکا رکھو......"

"امی...... میں صارم سے صرف دو دن کا کہہ کر آئی تھی۔"

"کوئی بات نہیں اگر تم دو دن زیادہ رہ لو گی تو کوئی طوفان نہیں آ جائے گا......"

"صارم کو اچھا نہیں لگے۔"

"پہلے یہ بتاؤ تمہیں تو اچھے لگے گا یا نہیں......؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں مجھے تو اچھا لگے گا......" عینی نے کہا اور مسکرا دی۔

یہ بھی اتفاق ہی تھا...... تھوڑی دیر بعد صارم کا فون آ گیا اور موبائل کے بجائے پی ٹی سی ایل پر آیا۔ جسے ثمینہ بیگم نے ہی ریسیو کیا۔

"آنٹی میں آج شام کو آفس سے سیدھا آپ کے ہاں آ رہا ہوں عینی کو لینے کے لیے......"

"بیٹا تم بے شک آؤ...... مگر عینی کو ابھی دو چار روز اور رہنے دو......"

"وہ ٹھیک تو ہے ناں......؟" صارم نے بے تابی سے پوچھا۔

"یہ تو مجھے پتا نہیں، جب سے آئی ہے چپ چپ سی ہے اپنے کمرے سے ہی باہر نہیں نکل رہی......"

"اچھا آپ ذرا بات تو کرا دیں......" صارم کے لہجے میں بے چینی سی گھل گئی۔

ثمینہ بیگم نے آواز دے کر عینی کو بلایا۔

"کیا ہوا، تم ٹھیک تو ہو ناں......؟" صارم نے پوچھا۔

"جی...... ٹھیک ہوں......"

"تو پھر آ جاؤں آج لینے کے لیے......"

"میں دو چار روز اور رہنا چاہوں گی......" عینی نے کہا۔

"تمہارا تو میکے جانے کو دل نہیں چاہتا تھا۔"

"مگر اب دل چاہ رہا ہے کہ میں اپنی امی کے پاس رہوں......"

"مگر اس کی وجہ کیا ہے......؟"

"کوئی وجہ نہیں ہے......" عینی نے کہا۔

"وہاں گھر میں تو کسی نے تمہیں کچھ کہہ تو نہیں دیا۔"

"نہیں تو......!" عینی گھبرا کر بولی، وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے صارم سے کچھ کہا تو وہ وانیہ کو مزید سخت سنا ڈالے گا جس سے گھر کا ماحول مزید بدمزہ ہو جائے گا۔

"سچ کہہ رہی ہو نا تم......؟" صارم نے اسے بولنے پر اکسایا۔

"ہاں، ہاں میں بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں۔" اور صارم کو اس پر پیار سا آ گیا کہ کتنی اچھی تھی عینی لڑائی جھگڑوں سے کوسوں دور رہنے والی۔

"اگر آپ کی اجازت نہ ہو تو میں شام کو چلنے کے لیے تیار ہوں......؟" صارم کو یوں یک دم خاموش سا پا کر وہ بولی۔

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے تم وہاں رہو...... اور جب تمہارا فون آئے گا میں اسی دن تمہیں لینے آ جاؤں گا۔" عینی نے خدا حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

شام کو جب وہ گھر پہنچا تو امی جان نے پہلا سوال یہی کیا۔ "عینی کو لے کر نہیں آئے......؟"

"وہ ابھی اور رہنا چاہتی اپنے گھر......!" صارم نے کہا۔

"ظاہر ہے، گرمیوں میں یہ فلیٹ تو تپ کر اور گرم ہو جاتا ہے اور بار بار بجلی جانے کی وجہ سے اور گرمی بڑھ جاتی ہے۔" ماں کے تبصرے پر صارم کچھ نہیں بولا جب وہ نہا دھو کر شام کی چائے پینے کے لیے باہر آیا تو وانیہ سے بولا۔

"سوری وانیہ...... اس دن میں نے تم سے دروازہ لاک کرنے کو منع کیا تھا، اس دن آفس میں اچانک میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی تھی اس لیے جلدی گھر آ گیا تھا اور تم سے نہ جانے کیا کچھ کہہ گیا۔"

"مجھے تو عینی بھابی خود لے کر جاتی ہیں اپنے کمرے میں وہیں بیٹھ کر میں پڑھتی بھی ہوں۔"

"تمہاری بکھری کتابیں دیکھ کر مجھے کچھ اندازہ تو تھا......" صارم نے مسکرا کر بولا۔

"کیا آپ پر عینی بھابی نے یہ احسان نہیں دھرا کہ وہ مجھے روزانہ باقاعدگی سے پڑھاتی بھی ہیں۔"

"نہیں، مجھ سے ایسا عینی نے نہیں کہا۔"

"اچھی خاصی گھنی ہے وہ...... سوچا ہو گا کسی اور وقت کے لیے اٹھا کر رکھ دو...... بعد میں احسان دھر دوں گی۔" امی نے کلس کر کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہی بات ہو مگر عینی نے فی الحال اس بارے میں کوئی بات نہیں کی۔" صارم نے ماں

کی بات رد کرنی مناسب نہیں سمجھی۔

''شروع میں تو ہم اسے واقعی سیدھی سادی لڑکی سمجھے مگر وہ تو آفت کی پرکالا نکلی ایسی گھما کر بات کرتی ہے کہ میں تو بعض مرتبہ اس کی شکل دیکھتی رہ جاتی ہوں......'' امی جان بیٹے سے کھل کر باتیں کر رہی تھیں۔

نوشابہ اور دادی جان بالکل خاموش تھیں، وہ نہیں چاہتی تھی کہ صارم کے دل میں عینی کے خلاف کوئی کانٹا بویا جائے۔

☆======☆======☆

اور نعیم کی شادی بھی ہوگئی وسیم نے نہ آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا، شادی کے دنوں میں وہ لوگ اپنی چھٹیاں ٹورنٹو میں گزار رہے تھے۔

''جب اپنی اولاد اپنی نہ رہے تو غیر سے کیا شکوہ......؟'' امی نے بھی اپنے لب سی لیے تھے۔

نعیم کا دل بے حد دکھی ہوا مگر وہ خوشی کے ماحول میں والدین کی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھنا چاہتا تھا اس لیے اس نے وسیم کے بارے میں کوئی ایسی بات نہیں کی...... جس سے آنکھوں کے آنسو قطار بن کر باہر نکل آتے۔

افشاں بہت اچھی لڑکی تھی اس نے آتے ہی نہ صرف گھر سنبھال لیا بلکہ عائشہ کے زخموں پر بھی مرہم رکھنے کی سعی کرتی رہی۔

زارا جب گھر آتی تو اسے اپنی بہن کا مغموم چہرے کے بجائے ہنستا ہوا نظر آتا۔

''واقعی، ہم سے بہت بڑی غلطی ہوگئی تمہارے سلسلے میں......!'' ایک دن زارا نے اپنی بھاوج سے کہا۔

''کیسی غلطی......؟''

''بہت بڑی غلطی جو تمہارے توسط سے ہوئی ہے......''

''میں نہیں سمجھی......؟'' اس کا چہرہ ملال بھرا ہو گیا۔

''ارے اس میں آنسو بہانے کی کیا بات ہے، غلطی تو ہماری ہے...... تمہیں دو سال پہلے دلہن بنا کر لے آنا چاہیے تھا۔'' اور افشاں بے اختیار مسکرانے لگی۔

''ہماری بہن جو یہاں آکر اتنی بیمار رہنے لگی تھی اگر تم یہاں ہوتیں تو عائشہ آپی ایسی ہی ہنستی ہوئی رہتیں جیسے ان دنوں نظر آتی ہیں۔''

''عائشہ میری پیاری سہیلی ہے اور ہم دونوں ایک دوسرے سے باتیں کر کے ساتھ گھوم پھر کے ہمیشہ ہی خوش ہوا کرتے تھے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی خوش ہوتے رہیں گے۔''

☆======☆======☆

سارے ٹیسٹ آگئے ہیں آپ کے سب کلیئر ہیں۔'' زارا نے میڈیکل رپورٹ پڑھتے ہوئے کہا۔

''ہاں، اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کوئی بیماری نہیں ہے مگر بار بار طبیعت خراب ہو جانے پر گھبرا گیا تھا کہ کچھ پتا نہیں ہوتا ہے...... کہ ہم اپنے اندر کتنی بیماریاں چھپائے بیٹھے ہیں۔''

''اب تو تسلی ہوگئی ناں......؟''

''ہاں اب میں مطمئن ہوگیا ہوں......'' اسد ہنسا۔

''نعیم کی شادی پر بھی میں وہاں دل بھر کر نہیں رہ سکی تھی۔''

''کون منع کر رہا ہے اب جا کر رہ لو مگر یہ سوچ کر جانا...... وہاں نیا شادی شدہ جوڑا رہتا ہے یہ ناں ہو کہ تمہارے وہاں جانے پر وہ لوگ ڈسٹرب ہوں اور تمہاری بھابی کے دل میں ملال آئے، نند کے آنے پر بدمزگی ہوتی ہے۔''

''افشاں ہماری بھابی بعد میں ہے، پہلے وہ ہماری پیاری سی سہیلی ہے جسے میری آمد کا انتظار رہتا ہے، آپ کو کیا پتا وہ مجھے روزانہ فون کرتی ہے، میری خیریت، آپ کی طبیعت کا پوچھتی ہے اور جب میں نے اسے یہ بتایا کہ طبیعت اب ٹھیک رہتی ہے تو اس نے شکرانے کے نفل پڑھے۔''

''اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تمہاری بھابی تو تمہارے جیسی ہی ہے۔'' اسد نے مسکرا کر کہا۔

''مجھ سے بھی اچھی، میں جب گھر جاتی ہوں تو امی ایک سالن پکاتی ہیں تو وہ دوسرا سالن از خود چڑھا دیتی ہے...... زارا کی پسند کے کھانے پکنے چاہئیں۔''

''پھر تو بھئی آپ جا سکتی ہیں...... میکے میں ایک نہیں دو بہنیں آپ کا انتظار کرتی ہیں۔''

یہ حقیقت تھی افشاں کے آنے سے وہ گھر کسی باغ کا کنج لگتا تھا جہاں ہنستے مسکراتے چہرے پھولوں کی طرح خوب صورت دکھائی دیتے تھے۔

☆======☆======☆

وانیہ کئی دنوں سے نہ صرف چپ چپ سی تھی بلکہ اس کے چہرے پر اداسی کا ڈیرا بھی تھا۔

"کیا بات ہے، طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری......؟" امی جان نے اس کے کملائے ہوئے چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔

"گرمی کا اثر ہے......اتنی شدید گرمی میں چہرے مرجھائے ہوئے نظر آتے ہیں۔"

"مگر تم پر کچھ زیادہ ہی اثر نظر آرہا ہے۔" دادی جان نے بھی امی کی تائید کی۔

"وہ اس لیے کہ کالج بند ہیں مگر میں کوچنگ سینٹر میں تو جا رہی ہوں نا تو ظاہر ہے کہ میں فریش تو لگنے سے رہی۔"

"کیا واقعی یہی بات ہے......؟" وانیہ جب عینی کے کمرے میں آئی تو اس نے پوچھا۔

"میرے دل کا راجا رئیس منزل سے جا رہا ہے تو میرا دل روئے گا نہیں۔"

"رضا کہاں جا رہا ہے؟"

"گلبرگ میں شفٹ ہو رہے ہیں وہ سب لوگ۔"

"رئیس منزل میں ان کا اپنا فلیٹ تھا ناں......؟"

"ہاں وہ تو ان کا اپنا ہی ہے مگر فلیٹ کو وہ کرایے پر دے کر مکان میں شفٹ ہو رہے ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے کہ انہوں نے مکان خرید لیا ہے۔"

"مکان خریدا نہیں ہے، ان کے کسی ماموں کا ہے۔"

"ماموں کے مکان میں کیوں جا رہے ہیں؟" عینی نے حیرت سے پوچھا۔

"ان کے ماموں کی فیملی کو کینیڈا کی امیگریشن مل گئی ہے، وہ سب لوگ جا رہے ہیں۔ رضا کے گھرانے کو اپنا گھر اس وجہ سے دے کر جا رہے ہیں کہ مکان حفاظت میں رہے گا، اگر کسی کو کرایے پر دیں گے تو وہ قبضہ کر سکتے ہیں۔"

"رضا لوگ اپنے فلیٹ کا کیا کریں گے؟"

"وہ اس کو کرایے پر دینا چاہ رہے ہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے......کہ اس طرح ان کی آمدنی میں اضافہ ہوگا۔"

"مگر میرے لیے تو یہ اچھی بات نہیں ہے ناں......!"

"وہ کراچی سے باہر تھوڑی ناں جا رہا ہے۔"

"پھر بھی وہ سیڑھیوں سے جس طرح اپنے بوٹ بجاتا ہوا اترتا تھا تو مجھے پتا چل جاتا تھا کہ رضا کہیں باہر جا رہا ہے۔"

"وانیہ کیا تم جوتوں کی آواز سے پہچان لیا کرتی تھیں......؟" عینی نے حیرت سے پوچھا۔

"آپ بھی تو صارم بھائی کی گاڑی کا ہارن پہچانتی ہیں ناں اسی طرح میں رضا کی چاپ......" وانیہ کی بات سن کر عینی بے اختیار کھلکھلا کر ہنس دی۔

"بھابی آپ ہنس رہی ہیں جب کہ میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔"

"راحیلہ تو تمہارے کالج میں پڑھتی ہے ناں......! رضا اسے پک کرنے تو آئیں گے ناں۔" عینی نے مسکرا کر کہا۔

"ہمارا فلیٹ صدر میں ہے، ان کا گھر گلبرگ میں......کیا وہ الٹا راستہ طے کیا کریں گے۔"

"محبت کرنے والے مسافت کو نہیں رفاقت کو مدِ نظر رکھتے ہیں، یہ تو اور اچھی بات ہے کہ تم ان کے ساتھ دیر تک باتیں کرتی رہو گی۔"

"واقعی بھابی اس نہج پر تو میں نے سوچا ہی نہیں۔"

"اب پریشانی کو دل سے نکال دو اور اپنے چہرے پر شگفتگی کا بلب آن کر دو...... مجھے اپنی چہکتی ہوئی وانیہ اچھی لگتی ہے نا کہ مرجھائی ہوئی۔" اور وانیہ مسکرا دی۔ رات کے کھانے کے بعد عینی نے یونہی تذکرہ کیا۔

"اوپر کے مالے سے راحیلہ کا گھر یہاں سے شفٹ ہو رہا ہے۔"

"فلیٹوں میں تو لوگ اسی طرح آتے جاتے رہتے ہیں۔" امی نے بے پروائی سے کہا۔

"رضا تو آپ کا دوست ہے......ان کی سب بہنیں ہماری شادی پر آئی تھیں۔" عینی نے صارم سے کہا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا کہ رضا میرا دوست ہے، رئیس منزل میں رہنے کے ناتے سلام دعا ضرور ہو جاتی ہے۔ یوں بھی دوست ہوتا نہیں ہر ہاتھ ملانے والا۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"مگر مجھے راحیلہ اور اس کی بہنیں اچھی لگی تھیں ایک دو مرتبہ تو وہ ہمارے گھر بھی آئی تھیں۔"

"مجھے تو کوئی خاص نہیں لگیں...... بڑی بہن تو خاصی چالاک سی ہیں۔" امی نے رائے دی۔

"ارے وہ 32 نمبر والی ہیں ناں، ان کے ہاں کوئی چیز بھی بھیجو برتن واپس نہیں کرتی ہیں۔ کھیر کا پیالا ہماری ماسی پہچان کر کوئی چھ ماہ بعد ان کے ہاں سے لے کر آئی تھی۔" دادی جان نے کہا۔

"جی نہیں، میری سہیلی راحیلہ بہت اچھی ہے۔ ان کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ خالی برتن واپس نہیں کرتے۔" وانیہ نے ناراض سے لہجے میں کہا۔

"سچ کہوں عینی...... مجھے تمہاری یہ سہیلی کبھی اچھی نہیں لگی۔ ایسے چٹک مٹک کر باتیں کرتی عجیب سی لگتی ہے، اچھا ہی ہے یہ لوگ یہاں سے جا رہے ہیں۔" دادی جان نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"سانولی سلونی سی ہے ناں اس لیے آپ کو اچھی نہیں لگتی۔" وانیہ نے برا سا منہ بنایا۔

"ہماری وانیہ کی سہیلی بہت اچھی ہے...... چلو اب کھانا کھاؤ سب۔" بابو جی نے مسکرا کر وانیہ کے سر پر ہاتھ رکھا تو عینی کے چہرے پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بیٹا پنکی تمہاری تو کوئی سہیلی رئیس منزل سے نہیں جا رہی؟" بابو جی نے چھوٹی سے پوچھا۔

"یہ سب سہیلیاں بنانے کا شوق وانیہ باجی کو ہی ہے، مجھے نہیں۔"

"کہتے ہیں جس کا کوئی دوست نہیں اس سے بڑھ کر کوئی مفلس نہیں۔" وانیہ نے مسکرا کر بہن کو دیکھا۔

"باجی...... ہم مفلس ہی بھلے...... آپ کی جیسی سہیلیاں ہیں ان کو تو دیکھ دیکھ کر مجھے وحشت سی ہوتی ہے۔"

"اس میں وحشت کی کیا بات ہے؟"

"جب بھی آتی ہیں، اس قدر ہنستی ہیں، اس قدر کھاتی ہیں اور سارا کمرا پھیلا کر جاتی ہیں۔ یہ سب مجھے نہیں اچھا لگتا۔" چھوٹی بہن نے ابرو چڑھا کر کہا۔

"ہونہہ...... تم تو کتاب منہ سے لگا کر رہنے والی ہو، بور سی لڑکی، تمہیں کیا پتا سہیلیوں کے ساتھ کتنا لطف آتا ہے۔"

"معاف کیجئے گا۔ مجھے ضرورت بھی نہیں ہے۔"

"پھر تو بڑی ہی بدنصیب ہو۔" وانیہ نے غصے سے کہا۔

"وانی بیٹا ہماری پنکی کی سہیلیاں اس کی کتابیں ہیں اور اسے ان میں ہی لطف آتا ہے اور اللہ نہ کرے میری کوئی بیٹی بدنصیب ہو۔" بابو جی نے کہا اور وانیہ کھسیا کر وہاں سے اٹھ گئی۔

☆======☆======☆

"گھر کیا ہوتا ہے اور ڈربا کیا ہوتا ہے یہ ہمیں مکان میں شفٹ ہونے کے بعد پتا چلا ہے۔"

"مکان میں چلے گئے ہیں تو اسی لیے فلیٹوں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔" وانیہ نے مسکرا کر کہا۔

"سچ کہہ رہا ہوں وانیہ، فلیٹ میں نہ زمین اپنی اور نہ چھت...... اوپر کے مالے کے لوگ اگر زور سے چلیں یا اپنے فرش پر کوئی چیز دے ماریں تو ایسا ہی لگتا تھا جیسے کسی نے سر پر پتھر دے مارا ہو۔"

"اور اب کیسا لگ رہا ہے؟"

"بہت اچھا...... بڑا سا خوب صورت لان ہے سب کے علیحدہ علیحدہ بیڈ رومز ہیں۔ کشادہ ڈرائنگ روم ہے۔ رئیس منزل میں تو میں کبھی اپنے دوستوں کو اپنے گھر ہی نہیں لاتا تھا یہاں میں اپنے دوستوں کو اپنے گھر میں تو بلا سکتا ہوں۔"

"مگر یہ گھر تو آپ کے ماموں کا ہے اگر وہ لوگ آ گئے تو پھر بے دخل ہونا پڑے گا۔"

"اول تو وہ لوگ آئیں گے نہیں اور اگر آ بھی گئے تو ہم یہ گھر خالی کرنے والے نہیں ہیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی بھلا...... انہوں نے اسی ڈر سے تو کرائے پر نہیں دیا کہ وہ اس پر قبضہ نہ کرلیں، آپ لوگوں نے اگر قبضہ کر لیا تو پھر بے چارے وہ کیا کریں گے۔"

"کرائے دار تو شاید ماموں کے مکان پر قبضہ نہ کرتے مگر ہم سے ماموں تو کیا ان کی اولاد بھی مکان خالی نہیں کرا سکے گی۔"

"آپ کے ماموں کا تو خاصا نقصان ہو گیا۔" وانیہ نے رضا سے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"تمہیں ہمارے فائدے سے خوش ہونا چاہئے، ماموں کی تمہیں فکر کیوں لاحق ہو گئی جن کو تم نے کبھی دیکھا بھی نہیں ہو گا۔"

"میں تو ایک عام سی بات کر رہی ہوں۔"

"میں بھی کوئی مشکل بات نہیں سمجھا رہا۔ میں خوش ہوں، تم بھی خوش ہو جاؤ، تمہاری خوشیاں میری ذات سے ہی تو نتھی ہیں ناں!" رضا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، بالکل......"

"تم یہ سوچو کہ ایک چھوٹے سے فلیٹ سے نکل کر تم وسیع و عریض کوٹھی میں بیاہ کر آؤ گی۔" وہ تو فکی بھرے لہجے میں بولا۔

"ہاں، یہ تو ہے۔" وہ کھسیا کر مسکرا دی۔

"کسی دن ہمارے گھر آؤ تمہیں دیکھ کر خوشی ہو گی۔"

"ان دنوں کوچنگ کے بعد تو گھر سے نکلنا مشکل ہوتا ہے، کیسے آؤں؟"

"یوں کرو کوچنگ سے سیدھی ہمارے گھر...... راحیلہ کے ساتھ واپسی پر میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔"

"گھر میں کیا کہوں گی...... امی اور دادی جان تو اپنی نظریں گھڑی پر گاڑے بیٹھی رہتی ہیں جب تک میں گھر نہ پہنچ جاؤں۔"

"پہلے ہی سے گھر میں بتا دینا کہ آج پریکٹیکل دیر سے ہو گا اس لیے تم لیٹ آؤ گی۔"

"بہانے تو آپ کے دماغ میں فوراً آ جاتے ہیں۔"

"تم سے محبت جو کرتا ہوں اس لیے دماغ تمہارے اردگرد ہی تو رہتا ہے، تم کیا کر رہی ہو، تمہیں کیا کرنا چاہئے بس یہی سب تو سوچتا رہتا ہوں۔"

آج کوچنگ جانے کے بجائے وانیہ، رضا کے ساتھ ایک کیفے میں آئی ہوئی تھی اور دونوں باتوں میں اتنے مگن تھے کہ انہیں یہ بھی نہیں پتا چلا کہ صارم کا دوست نوید وہیں اپنے دوست کے ساتھ چائے پینے کے بجائے حیرت سے وانیہ کو دیکھ رہا ہے اور ان کی گفتگو سننے کی بھی کوشش کر رہا ہے۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ وانیہ بمشکل وقت نکال کر یہاں آئی ہے۔ رضا کا اصرار تھا کہ وہ جلد جلد اس سے ملا کرے...... اور وانیہ تذبذب کا شکار تھی۔

"جان، تمہارے بغیر پل کاٹنا دشوار ہوتا ہے اور تم کہہ رہی ہو ہفتہ دس دن سے پہلے مجھ سے نہیں مل سکتیں۔" وانیہ نے کیا جواب دیا تھا ایسا وہ کچھ سن نہیں سکا تھا مگر یہ دیکھ کر اس کا خون ضرور کھولا تھا کہ رضا کے ہاتھ اس کے ہاتھوں کو تھپتھپاتے ہوئے اب اوپر بڑھ رہے تھے۔ وہ اس کی کلائیاں سہلاتا ہوا مونڈھے تک پہنچ رہا تھا۔

"لاحول ولا قوۃ......!" وہ قصداً زور سے بولا اور اپنا چہرہ وانیہ کی جانب سے ہٹا کر اپنے دوست کی

جانب کرلیا۔

"میرا دوست صارم بھی یہی کہتا ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔" نوید کی آواز بلند تھی۔ وانیہ نے چونک کر نوید کو دیکھا اور رضا سے سرگوشی میں بولی۔

"بھائی کے دوست یہاں ہیں، گھر واپس چلیں۔"

"اُفوہ......تمہاری یہ پریشانی ہی ختم نہیں ہوتی کہ کوئی تمہیں دیکھ رہا ہے جیسے کہ تم عجوبہ ہو۔" رضا بڑبڑاتا ہوا اس کے ساتھ جا رہا تھا اور نوید اپنی اس کاوش پر دل میں سرشار تھا۔

☆======☆======☆

نوید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ صارم کو کیسے باخبر کرے کہ اس کی بہن رضا کے ساتھ گھومتی ہوئی اس نے دیکھی تھی۔ رضا عرصہ دراز سے رئیس منزل میں رہتا تھا مگر نوید کی دوستی کبھی رضا کے ساتھ نہیں رہی تھی اس کے ذوق شوق بھی نوید کی طبیعت کے ساتھ میل نہیں کھاتے تھے اس لیے ایک منزل میں رہنے کے باوجود ان کے مابین دوستی سلام دعا سے آگے نہیں بڑھی تھی۔ آج صارم کی بہن کو اس کے ساتھ کالج بیگ ساتھ لیے دیکھ کر اسے اندازہ ہوگیا تھا کہ رضا نے عشق کی پٹی صارم کی بہن کی آنکھوں پر باندھ دی ہے۔ اسی شام وہ قصداً صارم سے ملا اور بولا۔

"یار......اپنے رئیس منزل سے اچھے اچھے لوگ جا رہے ہیں، اب ان کے بغیر ہمیں کیا مزہ آئے گا۔"

"کون سے اچھے اچھے لوگ چلے گئے۔ ہمیں بھی تو پتا چلے۔" صارم نے پوچھا۔

"تمہارے اوپر کے مالے میں رضا رہتا تھا وہ مکان میں چلے گئے ہیں۔ اچھا لڑکا تھا یاد آرہا ہے۔"

"ارے وہ......!" صارم ہنسا۔ "وہ ہمارے حلقہ دوستی میں کہاں تھا شوباز سا لڑکا خوانخواہ اتراتا پھرتا تھا بس شکل اچھی تھی اس لیے اپنے آپ کو شوبز کا ہیرو سمجھتا تھا۔"

"شکل تو تمہاری بھی اچھی ہے، اداکار ولی سے خطرناک حد تک مشابہ بھی ہو، تم کیوں نہیں اتراتے؟"

"اس لیے کہ میں اداکار نہیں ہوں اچھی شکل اس وقت زیادہ اچھی لگتی ہے جب اخلاق بھی اچھا ہو اور یہ فرید رضا تو آئے دن لڑکوں سے جھگڑا کیا کرتا تھا......باہر کا تو پتا نہیں رئیس منزل میں رہنے والے لڑکوں سے بھی اس کی کتنی لڑائیاں ہوتی تھیں۔"

"جب ہی چلا گیا ہے وہ۔" نوید نے کہا۔

"میں تو کہتا ہوں اچھا ہے کہ وہ چلا گیا۔" صارم نے کہا تو نوید یکدم چپ سا ہوگیا۔ اب اس میں قطعاً یہ ہمت نہیں تھی کہ وہ صارم سے کہتا کہ تمہارا ناپسندیدہ لڑکا تمہاری بہن کے ساتھ گھومتا ہوا دیکھا گیا ہے۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو تم۔" نوید کے حلق میں گولے سے اٹکنے لگے اسے یوں لگا جیسے وہ کبھی فرید رضا کے بارے میں کچھ بول ہی نہیں سکے گا۔

"یہ تمہیں اس وقت رضا کیوں یاد آگیا، جہاں تک میرا علم ہے وہ تمہارا دوست تو کبھی نہیں رہا؟" صارم نے پوچھا۔

"میں نے سنا تھا وہ سیدھی سادی لڑکیوں کو اپنے عشق میں الجھا لیا کرتا تھا اور پھر ان کے ساتھ کیفے

میں بیٹھ کر چائے والے پیا کرتا تھا۔"

"یا تو لڑکیاں پاگل ہوں گی یا ان کے گھر والے اندھے...... جب ہی تو وہ کامیاب ہو جاتا ہوگا۔" صارم نے قہقہہ لگا کر کہا تب نوید پتھر سا ہوگیا، اس لمحے اس سے مسکرایا تک نہیں گیا صارم کس حد تک لاعلم ہے یہ اسے اندازہ ہوگیا تھا۔

☆======☆======☆

"ایک بات بتاؤں بھابی آپ کو۔" وانیہ عینی کے گلے میں اپنی بانہیں ڈالتے ہوئے بولی۔

"ہاں کہو......"

"رضا جس گھر میں گئے ہیں وہ آپ کے میکے سے دوسری گلی میں ہے۔"

"تمہیں کیسے پتا چلا؟"

"پرسوں میں کالج سے واپسی پر راحیلہ کے ساتھ اس کے گھر گئی تھی۔"

"تمہیں کیسا لگا گھر؟"

"بہت خوب صورت ہے، رضا کے ماموں اپنا بہت سارا سامان بھی چھوڑ گئے ہیں اس لیے خوب سجا ہوا ملا ہے۔"

"اسے کہتے ہیں قسمت......انہیں ایک سجا سجایا گھر رہنے کو خود ہی مل گیا۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتی ہیں کہ آپ بدقسمت ہیں جو بڑے سے گھر سے چھوٹے سے فلیٹ میں آئیں۔"

"پاگل ہوگئی ہو کیا......تمہیں کیا معلوم کہ صارم کی ہمراہی میں مجھے یہ فلیٹ کسی محل سے کم نہیں لگتا۔"

"خیر یہ محل بھی نہیں ہے اور رضا کا گھر دیکھنے کے بعد تو مجھے یہ فلیٹ بہت ہی چھوٹا لگ رہا ہے۔"

"چلو تم خوش ہو ناں......؟"

"ہاں بہت خوش ہوں اور یہ چاہتی ہوں کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر کسی دن رضا کے ہاں چلیں۔"

"تم راحیلہ کے ساتھ گھوم تو آئیں اب بار بار جا کر کیا کرو گی؟"

"بھابی، یہ بات آپ کہہ رہی ہیں......؟"

"مگر وانیہ میں کس حیثیت سے راحیلہ کے گھر جاؤں گی۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ آپ رضا کے گھر چلیں۔"

"تم کیا کہہ رہی ہو میری سمجھ میں واقعی نہیں آرہا۔" عینی نے اپنی سر تھامتے ہوئے کہا۔

"پیاری بھابی، شاہراہِ عشق کے مسافر اتنے کند ذہن تو نہیں ہوا کرتے۔" وانیہ نے مسکرا کر دیکھا۔

"میں مانتی ہوں کہ میں کند ذہن بھی ہوں اور کم عقل بھی اس لیے مجھے اشاروں کنایوں کے بجائے سیدھی سادی بات بتایا کرو۔"

"سیدھی بات یہ ہے بھابی آپ مجھے اپنے ساتھ اپنے گھر لے چلیں، میں رضا کے گھر چلی جاؤں گی اور آپ اپنے گھر اور جب دو چار گھنٹوں بعد واپس آئیں تو مجھے لیتی ہوئی آجایئے گا۔"

''اگر گھر میں کسی کو یہ پتا چل گیا کہ تم میرے ساتھ نہیں ہو تو امی جان کتنی ناراض ہوں گی۔''

''اول تو کسی کو پتا ہی نہیں چلے گا، دوسرے راحیلہ میری کلاس فیلو ہے اگر میں اس سے ملنے چلی بھی جاؤں تو کوئی قباحت کی بات تو نہیں ہے ناں......!''

''مگر وانیہ مجھے ڈر لگتا ہے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو نام تو میرا بدنام ہوگا۔''

''بھابی آپ ایسی بات کیوں سوچ رہی ہیں، مجھ پر بھروسہ رکھئے۔ میں آپ پر آنچ بھی نہیں آنے دوں گی۔'' وانیہ نے عینی کے دونوں ہاتھ تھام کر لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

''تم آج تک میرے ساتھ میرے میکے نہیں گئی ہو، امی کو کیا شک نہیں ہوگا۔''

''ہاں ہوگا کہ یہ بھابی اپنی نند پر کیسے فدا ہونے لگیں۔'' وانیہ نے ہنس کر شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ وہ تمہیں میرے ساتھ جانے پر روکیں گی۔'' اس کی بات پر ہنستے ہوئے عینی نے پھر سمجھانا چاہا کہ وہ اپنے ساتھ وانیہ کو لے کر جانا چاہ ہی نہیں رہی تھیں۔

''بھابی اگر ایسا ہوا بھی تو میں ان کی بات نہیں مانوں گی۔'' عینی کے دل میں چھن سے کچھ ٹوٹ گیا۔ ایک ایسی بیٹی جو اپنی ماں کا کہنا تک نہیں مانتی وہ کیا کچھ کر گزرنا چاہتی ہے۔

''وانیہ آئندہ پندرہ دن تک میں اپنی امی کے ہاں نہیں جانے والی...... سچی اتنا بور ہوتی ہوں جا کر شادی کے بعد یہ گھر زیادہ اچھا لگنے لگا ہے۔''

''بھابی آپ کا دل چاہے یا نہ چاہے مگر آئندہ ہفتے کو آپ میرے ساتھ لازمی چل رہی ہیں۔''

''پاگل تو نہیں ہو گئی ہو ابھی پچھلے ہفتے تو میں میکے گئی تھی، اتنی جلدی جاؤں گی تو میری امی بھی پریشان ہو کر سوچنے لگیں گی کہ آخر کیا بات ہے، سسرال میں میرا دل کیوں نہیں لگ رہا۔''

''بھابی میں تو آپ کو بہت سیدھا سادہ سا سمجھتی تھی مگر آپ تو بہت ہی چالاک سی ہیں۔'' وانیہ نے دانت پیس کر غصے سے کہا۔

''اس میں چالاکی کی کیا بات ہے؟''

''پیاری بھابی مجھے آپ کی باتوں سے صاف لگ رہا ہے کہ آپ مجھے اپنے ساتھ لے کر جانا ہی نہیں چاہتی ہیں۔''

''نہیں وانیہ، ایسی کوئی بات نہیں۔'' یہ کہتے ہوئے اس کے حلق میں پھندے سے لگنے لگے۔

''یہی بات ہے ورنہ میں نے تو آج تک کوئی ماں ایسی نہ دیکھی نہ سنی کہ میکے بیٹی آئے تو وہ اس سے یہ پوچھے کہ اتنی جلدی کیوں آئی ہو...... زیادہ تر مائیں تو اپنی بیٹیوں سے یہ کہا کرتی ہیں کہ تم بہانے بنا کر ہی سہی مگر جلدی جلدی آیا کرو۔''

''اچھا ٹھیک ہے، اس ہفتے کو تم میرے ساتھ چلو۔ دن میں گیارہ بجے تک چلیں گے اور شام چار بجے تک آجائیں گے۔'' عینی نے بالآخر ہتھیار ڈال ہی دیے۔

''ارے، واہ گرمی میں جائیں اور گرمی میں واپس آجائیں کم از کم مغرب کے بعد آئیں گے۔''

''وانیہ میں صارم کے آفس سے آنے سے قبل گھر آجانا چاہتی ہوں۔'' عینی گھبرا کر بولی۔

''ہمارے صارم بھائی کوئی ظالم و جابر شوہر نہیں ہیں جو آپ کے دیر سے آنے پر آپ کا چالان کر دیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' عینی جزبز ہو کر سر ہلا کر رہ گئی۔

مقررہ دن وانیہ نے کالج کی چھٹی کی تھی صبح سے ہی خوب تیاری تھی۔ امی جان نے بھی خاصی باتیں سنا کر اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔ وانیہ کا تو خیال تھا کہ وہ ٹیکسی سے جائیں مگر صارم نے بابو جی کے لیے گاڑی بھجوائی تو ڈرائیور نے ان دونوں کو عینی کے میکے پہلے چھوڑ دیا۔ عینی اپنی ماں کے گھر چلی گئی اور وانیہ وہاں سے رضا کے گھر...... اور یہ پہلا موقع تھا جب عینی کا اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت چہرہ گھبرایا ہوا سا تھا۔

''بیٹا خیریت تو ہے ناں......؟'' بیٹی کو یوں روہانسی سا دیکھ کر ثمینہ نے کہا۔

''امی اس قدر گرمی ہے، گاڑی کا اے سی بھی شاید خراب تھا اس لیے بری حالت ہو گئی۔''

''جب آنا ہی تھا تو صبح صارم کے ساتھ ہی نکل آتیں۔''

''بس صبح پروگرام ہی نہیں تھا، دن میں دل چاہا تو وانیہ کے ساتھ نکل آئی اس کی کالج کی فرینڈ پچھلی گلی میں ہی رہتی ہے۔''

''وانیہ ہمارے گھر بھی آئے گی ناں...... ساتھ آئی ہے تو ساتھ ہی جائے گی؟''

''ہاں، شاید آجائے ورنہ میں اسے لیتی ہوئی چلی جاؤں گی، بے چاری کو مشکل سے تو آنے کی اجازت ملی ہے۔ آنٹی کہیں بھی نہیں جانے دیتیں اسے۔''

''ٹھیک کرتی ہیں وہ...... جب سہیلیوں سے روزانہ کالج میں ملاقات ہو ہی جاتی ہے تو پھر ان کے گھروں پر جانے کی کیا ضرورت رہ جاتی ہے۔ مجھے تو حیرت ہوتی ہے ماؤں پر کہ کیسے بے مہار چھوڑ دیا کرتی ہیں۔''

''امی کمبائن اسٹڈی بھی تو کرنی ہوتی ہے اس لیے دانیہ گئی ہے۔''

''کمبائن اسٹڈی کے لیے کالج کی لائبریری سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہوا کرتی۔'' ماں بھی تعلیم یافتہ تھیں سو ان کے نکات بھی مضبوط تھے۔

''کیا پکایا ہے آپ نے آج...... بہت بھوک لگ رہی ہے، صبح ناشتا بھی ہلکا سا کیا تھا۔'' ماں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کا یہ واحد حربہ تھا۔

''ارے، ابھی لائی اپنی چندا کے لیے۔'' وہ اس کو چاہتی نظروں سے دیکھتے ہوئے فوراً باورچی خانے کی جانب لپکیں اور عینی نے سکون کی سانس لی۔ کھانا خوشگوار ماحول میں کھایا گیا نماز پڑھ کر امی لیٹ گئیں اور عینی ٹی وی دیکھنے لگی۔ عصر کی اذان سن کر اسے احساس ہوا کہ جیسے بہت دیر ہو گئی ہے۔ اس نے وانیہ کو فون کیا تو اس نے ہنس کر بتایا اس وقت وہ رضا کے ساتھ آئس کریم کھا رہی ہے اور گھر سے کافی فاصلے پر ہے۔

''پلیز وانیہ، جلدی سے آجاؤ میرا دل گھبرا رہا ہے۔'' عینی کو یہ جان کر کہ وانیہ، رضا کے گھر کے بجائے اس کے ساتھ باہر ہے ہاتھ پیر ہی پھول گئے تھے۔

"بھابی آپ پریشان نہ ہوں، میں آجاؤں گی۔" کیسی ہمت والی لڑکی ہے مجال ہے کہ ذرا جو ذرا خوف اس کے دل میں ہو۔ شام چھ بجے وہ ماں کے ساتھ چائے پی کر فارغ ہی ہوئی تھی کہ اپنے سامنے صارم کو دیکھ کر وہ بوکھلا سی گئی۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں یہاں آئی ہوں۔"

"گھر پر فون کیا تھا تو امی نے بتایا تھا کہ وانیہ کو لے کر تم امی کے ہاں گئی ہوں، کہاں ہے وانیہ.....؟" اِدھراُدھر دیکھ کر اس نے پوچھا۔

"ابھی گئی ہے وہ اپنی سہیلی کے ہاں پچھلی گلی میں اس کی کالج فیلو رہتی ہے۔" عینی نے گڑبڑا کر کہا، ثمینہ بیگم بیٹی کی پریشانی بھانپ کر پریشان سی ہوگئیں۔

"ارے بیٹا..... آؤ پہلے چائے سے پہلے یہ لسی پی لو، دفتر سے تھکے ہوئے آئے ہو اور آج گرمی بھی کس قدر ہے۔"

"عینی تم وانیہ کو فون کرو کہ میں اسے لینے آؤں یا وہ خود آرہی ہے یہاں؟" صارم نے ساس کی بات کا جواب دینے کی بجائے عینی سے کہا۔ عینی نے کمرے سے جا کر وانیہ کو فون ملایا اور وہ اس کے بولنے سے پہلے ہی بولی۔

"کیا بات ہے بھابی، کیوں پریشان کر رہی ہیں، میں نے کہا تھا ناں کہ شام سات بجے تک آجاؤں گی ابھی صرف چھ ہی بجے ہیں۔"

"وینی تمہارے بھائی مجھے لینے آگئے ہیں اور تمہیں پوچھ رہے ہیں۔"

"یہ صارم بھائی کیوں لینے آگئے؟"

"مجھے کیا پتا مگر مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے پلیز جلدی سے آجاؤ۔"

"ٹھیک ہے، میں آتی ہوں۔" اس نے فون بند کر دیا۔

"جی وانیہ بس آرہی ہے پچھلی گلی میں ہی تو اس کا گھر ہے۔" صارم نے بیوی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور جب آدھا گھنٹا مزید گزر گیا تو عینی نے پھر وانیہ کو فون کیا۔

"بھابی رضا کی بائیک کا پہیہ پنکچر ہو گیا ہے بس اسے ہی ٹھیک کرا رہے ہیں جلدی آتی ہوں ہیں۔"

جوں جوں وانیہ کے آنے میں دیر ہو رہی تھی عینی کا خون خشک ہوا جا رہا تھا اور صارم ڈرائنگ روم سے اٹھ کر باہر لان میں آگیا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ یہ کہتا کہ چلو عینی ہم وانیہ کو لے کر خود ہی آجاتے ہیں عینی کو گیٹ کے قریب بائیک کی آواز آئی، وہ بھاگتی ہوئی گئی وینی، رضا کی بائیک سے اتر کر اسے خدا حافظ کر رہی تھی۔

"اندر آجاؤ..... ورنہ تمہارا بھائی باہر آکر تمہیں بھی کھا جائے گا اور اسے بھی۔" عینی نے پہلی مرتبہ انتہائی غصے سے وانیہ کو اندر کی جانب لاتے ہوئے کہا۔

یہ بھی اچھا ہی تھا کہ صارم نے نہ بائیک کی آواز سنی تھی اور نہ ہی رضا کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

"ارے صارم بھائی آپ.....!" وانیہ نے بھائی کو دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا اس وقت اس کے چہرے پر مسرت کی کوندیں ایک اجالا سا کیے ہوئے تھیں۔

"بڑی سہیلیاں جمع کر رکھی ہیں، کیا ضرورت تھی کسی کے گھر جانے کی؟"

"ابھی تو گئی تھی میں۔" وانیہ، ثمینہ بیگم کے سامنے جھوٹ بولتے ہوئے قدرے ہچکچائی اور پھر ان کی جانب سے پیٹھ موڑ لی۔

"پھر بھی بیٹا آئی کہیں ہو، بیٹھی کہیں ہو، اچھا نہیں لگتا ناں۔" صارم نے لاڈ بھرے لہجے میں بہن سے بولا۔

"صحیح تو کہہ رہا ہے صارم، میں نے تمہارے لیے یہ پزا، کیک اور چاٹ بنائی ہے اس کو کون کھائے گا۔" ثمینہ بیگم نے مسکرا کر ٹرالی بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آنٹی آپ بے فکر رہیں، ہم ابھی یہ سب چیزیں چٹ کر دیں گے۔"

"کوئی چیز ٹرالی میں بچنی نہیں چاہیے کہ یہ سب چیزیں میں نے تم لوگوں کے لیے بڑے پیار سے بنائی ہیں۔"

"امی..... آپ فکر ہی نہ کریں اگر یہ بچ گئیں تو ہم باندھ کر اپنے ساتھ لے جائیں گے یہاں ٹرالی پر ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔" عینی نے مسکرا کر ماں سے کہا اور ثمینہ بیگم مسکرا دیں..... مگر دل میں سوچنے لگیں کہ یہ چکر کیا ہے ایسی کون سی وانیہ کی سہیلی ہے۔ جس کی بابت وہ اپنے بھائی تک سے جھوٹ بول رہی ہے کہ وہ ابھی گئی تھی۔ وانیہ تو یہاں آئی ہی نہیں تھی تو پھر اس نے جھوٹ کیوں بولا اور اگر اس نے جھوٹ بول بھی دیا تو ہماری عینی کیوں اس میں شریک ہوئی۔

"چلیں عینی.....؟" چائے کا کپ ٹرالی پر رکھتے ہوئے صارم نے بیوی کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

"عینی بیٹا اگر آج رات تم میرے پاس رک جاتیں تو.....؟" ثمینہ بیگم نے بیٹی کو گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"امی میں نے آج کا سارا دن آپ کے ساتھ گزارا تو ہے ناں پھر آجاؤں گی۔"

"ہاں آنٹی ہم پھر آئیں گے۔" وانیہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور ثمینہ بیگم سوچنے لگیں کہ اس طرح تو کبھی مت آنا۔

☆======☆======☆

"میں تو صاف بات کرنے کی عادی ہوں چاہے کسی کو بری ہی کیوں نہ لگے، نہ تو مجھے کسی کی خدمت چاہیے اور نہ ہی کسی کا احسان، اللہ سلامت رکھے میرے نوید کو جو میرا خوب خیال رکھتے ہیں۔" اماں نے گرمی میں لسی بنائی تھی تو وہ ایک گلاس شہزادی کو دینے چلی آئی تھیں۔ انہیں گلاس لوٹاتے ہوئے شہزادی انہیں جلی کٹی سنا رہی تھی۔

"آپ کی بیٹیاں آجائیں تو آپ مجھے نظر بھر کر نہیں دیکھتیں اور ان کے جاتے ہی آپ کو میرا خیال آجاتا ہے اس لیے کہ باتیں بنانے کو کوئی سننے والا چاہیے ہوتا ہے جب ہی تو آپ کو میری کمی محسوس ہونے لگتی ہے۔"

"شہزادی بیٹا اب نہ میرا باتیں کرنے کو دل چاہتا ہے اور نہ سننے کو..... یہ کڑوی کسیلی باتیں تمہیں جس کو

سنائی ہیں جا کر سناؤ میں تو ویسے بھی تمہارے پورشن میں آنے سے گھبراتی ہوں۔"

"یہ تو میں پہلے سے ہی جانتی ہوں، اسی لیے تو کبھی آپ کو کسی سلسلے میں بھی زحمت نہیں دی۔ اپنی ماں کے ساتھ جا کر ہسپتال میں نام لکھوایا، اپنی ماں کے ساتھ جا کر ڈاکٹرنی سے چیک اپ کرواتی ہوں۔"

"اچھا کرتی ہو، ہم میں ہمت بھی نہیں ہے کہ تمہارے ساتھ دوڑیں گے۔" اماں کو غصہ ہی آ گیا تھا۔

"دنیا کی ساسیں اپنے پوتا، پوتی کے لیے مری جاتی ہیں، ایک آپ ہیں نہ کوئی ارمان ہے اور نہ آرزو......" شہزادی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بیٹا جب اپنی اولاد اپنی نہ رہے تو اولاد کی اولاد کے لیے کاہے کہ ارمان پالوں۔"

"آپ کا بیٹا تو آپ کے کوتک (طور طریقوں) کے باعث دور ہوا ہے۔ اس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ خالہ ہونے کے باوجود آپ میرے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتی ہیں۔"

"اس نے تمہاری آنکھوں سے جو کچھ دیکھا ہے، ہمیں اس پر کوئی ندامت نہیں ہے۔"

"خالہ مجھے تو آپ پر ترس آتا ہے، ایک ہی بیٹے کو بھی اپنا بنا کر نہیں رکھ سکیں۔" شہزادی، تمسخر بھرے لہجے میں بولی۔

"مجھ پر ترس کھانے کے بجائے اپنی آنے والی اولاد پر ترس کھانا کہ جب وہ تمہاری اولاد ہو کر بھی تمہاری نہ رہے۔"

"آپ مجھے کوس رہی ہیں؟" شہزادی تنتنائی۔

"کوس نہیں رہی، حق بات کہہ رہی ہوں۔" عین اس لمحے نوید گھر میں داخل ہوا تھا اس نے بات کا سرا وہیں سے سنا تھا جب شہزادی ساس سے یہ کہہ رہی تھی کہ آپ مجھے کوس رہی ہیں۔ اس لمحے اسے اپنی بیوی کی بے چارگی مزید زیادہ محسوس ہوئی تھی۔

"کسی کے کوسنے سے کچھ نہیں ہوا کرتا۔" نوید نے ماں کو غصے بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں...... اور کیا...... یہی سب تو میں ان سے کہہ رہی تھی۔" شہزادی اپنے پلو سے آنکھوں کو یوں رگڑتے ہوئے بولی جیسے کب سے برکھا برس رہی تھی۔ اماں چپ چاپ اپنے کمرے میں لوٹ آئی تھیں، نوید کیسے اپنی ماں سے بدظن سا ہو گیا تھا اس کا ملال ان کے دل میں بڑھ رہا تھا۔

"میں پاگل تھا جو اکیلا ہونے کو برا کہا کرتا تھا اب میں جلد علیحدہ گھر کا بندوبست کروں گا تاکہ ہم اپنی زندگی خود تو جی سکیں اور ہر وقت کی ہائے ہائے کل کل سے جان بھی چھوٹے۔" نوید بڑبڑا رہا تھا اور اماں کی تسبیح کے دانے اور آنکھ کے آنسو ایک ساتھ گر رہے تھے۔

☆======☆======☆

"زارا میرا دل چاہ رہا ہے کہ تمہیں ساتھ لے کر ورلڈ ٹور پر جاؤں۔" ایک شب اسد نے بیوی سے کہا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ"۔ زارا نے مسکرا کر کہا۔

"ارے...... میں تو سوچ رہا تھا کہ تم کہہ دو گی کیا کریں گے جا کر...... آپ تھک جائیں گے خوامخواہ۔"

اسد نے شرارت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ سیر و تفریح کر کے نہ تو آپ تھکیں گے اور نہ ہی بیمار پڑیں گے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتی ہو؟"

"ایک ہی روٹین میں انسان بور بھی ہو جاتا ہے اور بیمار بھی پڑ جاتا ہے، سیر و تفریح سے ایک نئی توانائی میسر ہوتی ہے اس لیے بوریت اُڑن چھو ہو جاتی ہے اور طبیعت ہشاش بشاش ہو جاتی ہے۔"

"تم تیاری کرو، ان شاء اللہ آئندہ ویک اینڈ پر نکلتے ہیں۔"

"آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔" زارا نے خوش ہو کر کہا۔ اپنے جانے کی بات جب اس نے اپنی جیٹھانیوں کو بتائی تو وہ تنک کر بولیں۔

"گزشتہ ماہ اسد کی اتنی تو طبیعت خراب رہی ہے اب اس کو لے کر باہر جانے کا پروگرام بنانے کی کیا تک تھی۔"

"یہ پروگرام میں نے نہیں انہوں نے خود بنایا ہے۔" زارا کو یہ وضاحت دیتے ہوئے عجیب سا لگا۔

"عجیب بیوی ہو، اس کا خیال ہی نہیں ہے تمہیں۔" چھوٹی جیٹھانی نے بھی تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ گھوم پھر کر ہر ایک کی طبیعت پر خوشگوار اثرات ہوتے ہیں۔" زارا نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک ہے ضرور جاؤ، دوبارہ ہنی مون منالو۔ شادی سے پہلے تم نے پورا پاکستان تو کیا پورا شہر نہیں دیکھا ہوگا۔ تمہیں تو شوق ہوتا ہوگا کہ ہر چیز دیکھ لوں۔" زارا سمجھ گئی یہ جملہ نہیں ہے ایک طمانچہ ہے جو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ تم ہماری کلاس سے تعلق نہیں رکھتیں۔ وہ خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی آئی مگر اپنی جیٹھانیوں کی باتوں سے اسے دلی صدمہ پہنچا تھا۔

"کیا بات ہے، تم نے جانے کے لیے شاپنگ شروع نہیں کی؟" شام کو اسد آیا تو بیوی کو خاموش سا پا کر پوچھا۔

"کیا واقعی ہمارا جانا ضروری ہے؟" زارا نے پوچھا۔

"ہاں بھئی...... ضرور جائیں گے ہمارا بیٹا ساتھ جائے تو وہ ہم سے زیادہ انجوائے کرے گا۔"

"امی اور پاپا سے آپ نے پوچھا ہے یا نہیں؟" زارا کو اپنے پاس سسر کی اجازت کی بھی فکر تھی۔

"یہ ان ہی کا تو آئیڈیا ہے کہ میں تمہیں لے کر باہر گھوم پھر آؤں، ہمارا یہ ٹور پورے دو ماہ کا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر امی پاپا کی یہ خواہش ہے تو ہم ضرور جائیں گے۔" زارا ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔ اب اسے کسی کے طعنے یا حسد کی کوئی فکر نہیں تھی۔

☆======☆======☆

رخسانہ بیگم نے اپنے گھر عینی اور صارم کے ساتھ اس کی پوری سسرال کو بلایا تھا، دوسری جانب اپنے بھائی اور بھاوج کو بھی بلایا تھا۔ شادی کی دعوت وہ کر چکی تھیں مگر وہ عینی اور صارم کو گاہے بگاہے بلاتی رہتی تھیں۔ یہ دعوت اپنے بیٹے سلمان کی سالگرہ کے سلسلے میں تھی جو ایک ہفتے کے لیے ان کے پاس آیا تھا۔ دادی جان کے ساتھ نوشابہ بھی بڑی خوشی کے ساتھ اس دعوت میں شریک ہوئی تھی۔ رخسانہ بیگم نے سلمان کو ایک نظر

نوشابہ کو دکھاتے ہوئے کہا۔

''کاش اس لڑکی سے میں تمہاری شادی کر پاتی مگر تم نے بھی اپنے بھائیوں کی روش اپنائی، اپنی پسند سے شادی کر لی۔''

''امی یہ سیدھی سادی پنگلوسی دکھائی دینے والی لڑکی میری زندگی میں کیسے شامل ہو سکتی تھی، اس ٹائپ کی لڑکیاں کبھی مجھے پسند نہیں رہیں۔''

''نوشابہ سیدھی سادی سی تو ضرور ہے مگر مکار اور شاطر نہیں ہے، مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہاری پسند کا محور تک تبدیل ہو گیا ہے۔''

''نہیں امی ایسی بات نہیں ہے، کیتھی بہت اچھی ہے۔''

''ہاں اتنی اچھی ہے کہ ایک دفعہ بھی وہ تمہاری ماں سے ملنے نہیں آئی ہے۔''

''وہ تو آنا چاہتی ہے، آپ سے ملنا بھی چاہتی ہے مگر مجھے معلوم ہے کہ ہماری فیملی جس طرح کی ہے وہ اس کو دیکھ کر باتیں بنائیں گے جس سے وہ ہرٹ ہو گی۔ بس...... یہی سوچ کر میں اسے اپنی ساتھ نہیں لایا۔''

''تمہاری ان سب باتوں سے تمہاری اپنی ماں کتنی دکھی ہوتی ہے اس کا تمہیں خیال نہیں ہے۔'' لہجہ شکوہ آمیز تھا۔

''امی، یہی سب سوچ کر تو میں ہر دوسرے مہینے آپ کے پاس آ جاتا ہوں۔ آپ کو کیا معلوم کہ اتنی دور بیٹھ کر میں آپ کے لیے کتنا پریشان رہتا ہوں۔''

''ہاں...... بہت محبت کرتے ہو نا مجھ سے۔'' رخسانہ بیگم نے بیٹے پر ایک ملامت بھری نگاہ ڈالی۔

''میں تو چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس ہی رہیں جب پاکستان آنا ہو آ جایا کریں...... یوں آپ کا دل بھی لگا رہے گا۔''

''نہیں سلمان، میں اپنا گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتی۔''

''ٹھیک کہتے ہیں لوگ مکانوں سے محبت زیادہ ہوتی ہے۔''

''اس گھر سے میری یادیں جڑی ہوئی ہیں اور میں اپنے آپ سے کٹ کر کہیں نہیں رہ سکتی۔''

''تو پھر میں زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہوں کہ آپ کے لیے ایک شادی پاکستان میں بھی کر لوں اور میری بیوی ہمہ وقت آپ کے پاس رہے۔'' سلمان ماں کے ہاتھ پکڑ کر محبت بھرے لہجے میں بولا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہو تم...... ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے......؟'' وہ بیٹے کی بات سن کر حیران سی رہ گئی تھیں اس نہج پر تو انہوں نے آج تک نہیں سوچا تھا۔

''امی اکثر لڑکے شادی کر کے اپنی ملازمت پر بیرون ملک جایا کرتے ہیں اور ان کی فیملی پاکستان میں رہا کرتی ہے، وہ چھٹیوں پر آ کر ان سے مل لیتے ہیں اور بس......''

''نہیں بیٹا، یہ تو زیادتی ہے کسی بھی لڑکی کے ساتھ کہ میں اپنے آرام کے لیے کسی کی زندگی تج کر دوں۔''

''زیادتی کیسی، میں جیسے آتا ہوں، آتا رہوں گا روپیہ، پیسہ، آرام، آسائش کوئی کمی نہیں ہوگی اس کے لیے۔''

''مگر بیٹا یہ سب چیزیں کسی بھی عورت کے لیے اپنے شوہر کا نعم البدل تھوڑی ہوا کرتی ہیں۔''

''پلیز امی، آپ میری بات سمجھنے کی کوشش کریں، ہر ایک کا نقطہ، زندگی دوسرے سے یکسر مختلف ہوتا ہے۔ آپ اپنی سوچ کو صحیح سمجھتی ہیں، ایسے ہر شخص ہی اپنی سوچ کو صحیح گردانتا ہے جبکہ دونوں کی سوچوں میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے۔''

''شادی کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ میاں بیوی علیحدہ علیحدہ زندگی بسر کریں۔'' رخسانہ بیگم اپنے مؤقف پر قائم تھیں۔

''پلیز آپ بات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو میں اس پینڈو سی لڑکی کیا نام ہے...... ہاں نوشابہ سے بھی شادی کرنے پر تیار ہو سکتا ہوں......''

''نہیں بیٹا، میں ایسا ہرگز نہیں چاہوں گی۔'' رخسانہ نے بیٹے کی بات کاٹ دی مگر اس شب انہوں نے بہ نظر غائر وانیہ کو دیکھا، نوشابہ کو دیکھا نوشابہ کا عینی سے موازنہ بھی کیا اور نوشابہ ہر پلڑے میں انہیں بھاری نظر آئی۔ دادی جان کی تربیت تھی یا اس کا ماحول کہ شرم، لحاظ اور مروت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ دعوت کی تقریب میں سلمان نے اپنے ایک اداکار دوست کی فیملی کو بھی مدعو کیا تھا جو اپنے معروف جوک سنا رہا تھا، تمام خواتین فلک شگاف قہقہے لگا رہی تھیں اور اس سے نوشابہ صرف مسکرا رہی تھی، ایسا ہرگز نہیں تھا کہ وہ وانیہ کی طرح قہقہے لگاتی ہوئی عینی پر گری جا رہی تھی یا اتنی بری طرح ہنس رہی تھی کہ ہنستے ہوئے اس کے حلق کا کو ابھی دکھائی دے رہا تھا۔ شائستگی اور قرینہ ہر لڑکی کا حسن لازمی ہوتا ہے اس کی شکل صورت خواہ کیسی بھی ہو، اس کی رنگت گوری ہو یا کالی، وہ تعلیم یافتہ ہو یا جاہل مگر یہ اوصاف ہر لڑکی کی شخصیت میں خوب صورتی پیدا کرتے ہیں اور یہ اوصاف نوشابہ کی شخصیت میں رچے ہوئے تھے۔

''کتنی پیاری اور کتنی اچھی لڑکی ہے یہ نوشابہ...... مگر افسوس کہ میں اسے اپنی بہو نہیں بنا سکتی۔'' پانی پیتے ہوئے انہوں نے سوچا جوان کے سامنے خود کھانے پینے سے زیادہ اپنی نانی اور اپنی ممانی کا خیال رکھ رہی تھی۔ تقریب کے دوران ان کا ٹکراؤ کئی بار نوشابہ سے ہوا اور ہر بار وہ انہیں پہلے سے زیادہ اچھی لگی اور جب وہ اپنی نانی کے ساتھ واپس جا رہی تھی تو وہ نوشابہ سے بے ساختہ یہ کہہ بیٹھیں۔

''نوشابہ تم میرے پاس رہنے کے لیے کب آؤ گی؟''

''جب آپ بلائیں۔'' وہ شوخی سے بولی۔

''واقعی آ جاؤ گی......؟'' سرشاری سے پوچھا گیا۔

''جی آنٹی۔''

''کل سلمان چلا جائے گا، گھر مجھے کاٹنے کو آئے گا، کیا تم کل میں میرے پاس آ سکتی ہو؟''

''میں نانی جانی سے کہوں گی۔''

''میں تمہیں خود لینے آ جاؤں گی۔'' رخسانہ بیگم کی خوشی ان کے پورے وجود میں امڈی پڑ رہی تھی۔ زادی

جان نے انہیں بغور دیکھا اور حیرت سے سوچنے لگیں۔ "یہ رخسانہ...... نوشابہ سے اتنی محبت کیوں کر رہی ہے۔"

☆======☆======☆

"کس لفنگے سے ملنے گئی تھی تمہاری نند؟" اگلے دن فون پر ثمینہ بیگم نے اپنی بیٹی کو بے بھاؤ کی سناتے ہوئے کہا۔

"امی میں نے آپ کو بتایا تو تھا وہ اپنی سہیلی سے ملنے گئی تھی۔"

"عینی تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتیں، ماں ہوں میں تمہاری...... وانیہ کے چہرے پر صاف لکھا تھا کہ کسی عاشق سے مل کر آئی ہے۔"

"امی...... وہ رضا...... پہلے ہماری رئیس منزل میں ہی رہتا تھا، اب وہ لوگ یہاں سے شفٹ ہو گئے ہیں۔" عینی نے ڈرے ہوئے لہجے میں اٹکتے اٹکتے بتایا۔

"تو تم اس کی ملاقات کروانے کے لیے لائی تھیں۔"

"وہ میرے پیچھے پڑی ہوئی تھی تو میں کیا کرتی۔"

"عینی اگر تمہارے یہی کرتوت رہے تو یاد رکھنا میری بات...... کسی دن تمہاری ساس تو کیا صارم خود تمہارا ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دے گا۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ......؟" وہ خوف زدہ سے لہجے میں بولی۔

"بالکل ٹھیک کہہ رہی ہوں، آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے اور میں ایسا ہی سن رہی ہوں۔"

"میں کیا کروں امی، وانیہ واقعی مجھے بہت پریشان کر رہی ہے، اسے ابھی آئے ایک دن نہیں ہوا مگر وہ دوبارہ ملنے کے پروگرام بنا رہی ہے۔"

"میری بات کان کھول کر سنو، وانیہ ایک عاقبت نااندیش لڑکی ہے کسی دن رضا کے کہنے پر اس کے ساتھ بھاگ بھی جائے گی مگر مٹی تمہاری پلید ہوگی۔ تمہارے سسرال والے اسے بچی اور تمہیں مکار کہیں گے۔"

"پھر میں کیا کروں؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"تم ساری بات صارم کو بتا دو تا کہ تم بری الذمہ تو ہو جاؤ۔"

"ارے نہیں امی، آپ کو معلوم نہیں ہے صارم کا غصہ کتنا زیادہ ہے اگر میں انہیں یہ سب بتا دوں تو وہ طوفان لے آئیں گے اور وانیہ کا وہ حشر کریں گے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

"تو کیا ایسا تم بھی چاہتی ہو وانیہ ہر طرف بدنام ہو جائے اور صارم کے چہرے پر کیچڑ اچھل کر آئے۔" ثمینہ بیگم نے غصے میں اپنی بیٹی سے کہا۔

"ایسا تو میں ہرگز نہیں چاہتی۔"

"تو پھر...... تم یہ سب باتیں صارم کو فوراً بتا دو ورنہ وہ تم سے اس بات پر بھی ناراض ہو سکتا ہے کہ تم نے اصل حقیقت کیوں اس سے چھپائی۔"

"امی...... جب وانیہ کو پتا چلے گا تو وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گی، اس نے وعدہ لیا ہے مجھ سے کہ میں اس کے راز کو راز رکھوں گی۔" عینی نے پریشان سے لہجے میں ماں کو بتایا، اس کی آواز گلوگیر سی ہو گئی تھیں۔

"عینی بیٹا، وانیہ کی ناراضی اتنی اہم نہیں ہے جتنی کہ بے عزتی ہونا۔ تمہاری سسرال نہ صرف رئیس منزل میں بدنام ہو جائے گی بلکہ ان کے عزیز و اقارب کو بھی پتا چل جائے گا کہ وانیہ اچھی لڑکی نہیں ہے۔"

"آپ دعا کریں کہ سب ٹھیک ہو جائے اور میں آسانی سے اتنی بڑی بات صارم کو بتا سکوں۔" عینی نے کانپتے ہوئے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ ماں کی لتاڑ کھانے کے بعد عینی کو ایسا لگ رہا تھا...... جیسے وانیہ کے معاملے میں ساری قصوروار صرف اسی کی ہی ذات ہے......! وانیہ تھوڑی دیر کے لیے بھی اِدھر اُدھر ہو جاتی...... تو اسے ایسا لگتا کہ جیسے وہ رضا کے ساتھ فرار ہو گئی ہو...... اور اب سارا الزام اسی کے سر آئے گا۔

اس نے سوچ لیا تھا جیسے ہی صارم آفس سے گھر آئے گا تو وہ یہ انہیں ضرور بتائے گی...... کہ وانیہ اب رضا سے گھر سے باہر بھی ملنے لگی ہے۔

مگر اس شام صارم گھر آئے تو آتے ہی کہا...... "آج سر میں شدید درد ہے، اچھی سی چائے بنا کر فوراً لے آؤ......" اور اس کے بعد وہ دو روز کے لیے اسلام آباد چلے گئے اور عینی کے ہونٹوں پر پھر تالا پڑ گیا۔

وانیہ ایک دن از خود رضا سے ملنے کے لیے چلی گئی...... اور واپسی پر رضا نے اسے ڈراپ کر دیا۔ شومئی قسمت اس شام بھی نوید نے ان دونوں کو یکجا دیکھ لیا...... اگلے دن جب صارم سے نوید کی ملاقات ہوئی...... تو نوید نے کہا۔

"یار یہ رضا جو ہماری رئیس منزل سے چلا گیا ہے...... مگر ہر دوسرے دن یہیں نظر آتا ہے مجھے تو لگتا ہے کہ کوئی چکر ہے۔"

"ہوگا چکر ہمیں اس سے کیا...... ہم کیوں پرائے بکھیڑوں میں الجھیں......؟" صارم نے ہنس کر کہا۔ تو نوید نے سنجیدگی سے کہا۔

"کبھی کبھی دوسروں پر نظر رکھنی ضروری ہو جاتی ہے، اپنی رئیس منزل کوئی پلازہ نہیں ہے...... جو ہر طرف سے آنکھیں بند کر لی جائیں۔"

"میں تو مصروف ہوں، تم آنکھیں کھول کر گیٹ پر بیٹھ جاؤ...... اور گارڈ کے ساتھ ہر ایک پر نظر رکھو...... کہ وہ کیوں آ رہا ہے اور کیوں جا رہا ہے...... اس نے پیار کا پرمٹ حاصل کیا ہے یا نہیں......؟" صارم نے شرارت سے کہا۔

"صارم یار...... تم میری ہر بات ہنسی میں اڑا دیا کرتے ہو کبھی تو میری بات سمجھ لیا کرو......" نوید نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے غور کروں گا...... بلکہ ہر آئے گئے کو شبے کی نظر سے دیکھوں گا اب تو خوش ہو نا......!" صارم نے مسکرا کر کہا مگر اس سے نوید کے چہرے پر بے بسی رچی ہوئی تھی۔

☆======☆======☆

ثمینہ بیگم روزانہ عینی کی کلاس لے رہی تھیں مگر عینی سے تب بھی کچھ کہا نہیں جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ صارم کو کس طرح یہ تکلیف دہ خبر بتائے کہ آپ کی بہن کی دلچسپیاں گھر سے باہر زیادہ ہو گئی ہیں۔

"صارم کو بتانا تو مشکل ہے میں آنٹی کو بتا دیتی ہوں یوں وہ معاملہ صحیح طرح سلجھا بھی لیں گی۔" ایک دن وانیہ کالج سے دیر سے آئی تو اس کی غیر موجودگی میں عینی نے اپنی ساس سے کہا۔

"آنٹی...... وانیہ کو روزانہ کالج سے دیر ہو جاتی ہے، آپ صارم سے کہہ دیں کہ گاڑی بھجوا دیا کریں ڈرائیور اسے لے آیا کرے گا۔"

"صارم کو کیا آفس کے کام سے کہیں جانا نہیں ہوتا جو وہ ڈرائیور اور گاڑی روزانہ گھر پر بھیجا کرے گا۔"

"مگر وانیہ کو تو آسانی ہو جائے گی۔"

"وانیہ کا تو مجھے نہیں معلوم...... ہاں، تمہیں اپنی ماں کے گھر کھسکنے کی آسانی ضرور ہو جائے گی کہ جب دل چاہا چلی گئیں کیوں، ہے ناں یہی بات؟"

"میں تو آنٹی...... وانیہ کی وجہ سے کہہ رہی تھی۔"

"وانیہ کی تم ماں نہیں ہو جو اس کے لیے پریشان ہو رہی ہو، اس کی سہیلی راحیلہ اسے اکثر ڈراپ کر دیتی ہے۔"

"مگر راحیلہ تو رئیس منزل سے چلی گئی ہے" عینی نے جتا کر کہا۔

"تو کیا جگہ تبدیل کرنے سے دوستیاں ختم ہو جایا کرتی ہیں۔" وہ لا اُبالی پن سے بولیں تو عینی سمجھ گئی کہ ان سے کچھ کہنا یا سننا بالکل عبث ہے۔ اس شام صارم آفس سے آیا تو اس کا موڈ بہت اچھا تھا، رات کو کھانے کے بعد وہ عینی کو لے کر پارک چلا آیا۔

"سنیے اگر میں آپ سے ایک بات شیئر کروں تو آپ ناراض تو نہیں ہوں گے؟"

"تم سے ناراض ہو کر میں کہاں جاؤں گا۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"پلیز اگر آپ کو غصہ بھی آئے تو برداشت کیجیے گا۔" وہ ڈرے...... ہوئے لہجے میں بولی۔

"اتنا ڈر کیوں رہی ہو، مجھے بتاؤ تو سہی ایسی کیا بات ہے؟" عینی کو یوں ہراساں سا دیکھ کر صارم نے اس کے ٹھنڈے ہوتے ہوئے ہاتھ تھام لیے۔

"بات چونکہ ہمارے گھر کی ہے اس لیے آپ کو بتانا میرا فرض ہے۔" وہ نظریں نیچی کر کے بولی۔

"تم بتاؤ تو سہی، میں سن رہا ہوں۔" تب عینی نے وانیہ اور رضا کی پسند سے لے کر ان کے یوں ملنے کے طریقے تک بتا دیے اور صارم گنگ سا ہو گیا۔

"میری خواہش ہے کہ آپ کسی بھی طرح ان دونوں کی شادی کروا دیں۔" مگر صارم کی نظروں میں تو نوید کی باتیں سنگ باری کر رہی تھیں یقیناً اس نے رضا کے ساتھ وانیہ کو دیکھا ہو گا جو وہ یوں ڈھکے چھپے لہجے میں صارم کو آگاہ کر رہا تھا۔

"چلو گھر چلو" اس کی کسی بات کا جواب دیے بغیر وہ گھر جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"صارم پلیز، آپ نے وعدہ کیا تھا کہ مجھ سے ناراض نہیں ہوں گے۔" مگر صارم کو کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا، وہ تو کسی آندھی طوفان کی طرح پارکنگ لاٹ کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔ عینی اس کے پیچھے بھاگنے کے انداز میں چلی رہی تھی۔ وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا اور عینی پچھلا دروازہ کھول کر گرنے کے انداز میں

بیٹھ گئی۔ راکٹ کی طرح گاڑی چلاتا ہوا سگنلز توڑتا ہوا صارم رئیس منزل کے اندر گاڑی لایا اور عینی کے اترنے کا انتظار کیے بغیر بھاگتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ عینی خوف زدہ سی سیڑھیاں چڑھ رہی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی سانس رک جائے گی اور جب تک وہ اندر پہنچتی صارم کی گرجدار آواز نے اس کے اوسان خطا کر دیے تھے۔

"امی آپ ہر وقت گھر میں رہتی ہیں اور دعویٰ یہ رکھتی ہیں کہ لوگوں کے چہرے تک پڑھ لیتی ہیں مگر اپنے گھر میں آنکھیں بند رکھتی ہیں کیا......؟"

"کیا آفت آ گئی جو یوں دہاڑتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے ہو۔"

"آپ کی بڑی بیٹی باہر جا کر لڑکے سے مل رہی ہے، کیا اثر پڑے گا چھوٹی والی پر جو ابھی اسکول میں پڑھ رہی ہے۔ وہ سوچے گی جیسے بڑی بہن نے کیا ہے، مجھے بھی وہی کچھ کرنا ہے۔"

"یہ کس نے بہتان بھرا ہے تمہارا کانوں میں......؟" امی جان نے عینی کو غصے بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بہتان نہیں حقیقت ہے، وانیہ مختلف بہانے بنا کر رئیس منزل میں رہنے والے اوباش قسم کے لڑکے رضا کے ساتھ ڈیٹ پر جاتی ہے۔"

"یہ بکواس عینی نے کی ہو گی تم سے جو خود اپنی ماں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تم سے ملا کرتی تھی۔" امی جان نے نفرت سے اپنی آنکھوں کو چھوٹا کر کے عینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"عینی نے نہیں...... اب رئیس منزل کے لوگ مجھ سے کہہ رہے ہیں، نوید دو تین بار مجھ سے کہہ چکا ہے کہ میں رضا پر نظر رکھوں وہ کیوں بار بار رئیس منزل کے چکر لگا رہا ہے۔"

"کسی کے رئیس منزل میں آنے جانے کا تانا بانا تم وانیہ کے ساتھ کیوں بن رہے ہو......!" امی نے جز بز ہو کر کہا۔

"جب گھر والوں کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہو گی تو لوگ باور تو کرائیں گے ناں......!"

"میں نے ایک بار امی سے کہا تھا وانیہ، رضا کے ساتھ گاڑی میں آئی ہے تو امی مجھ پر الٹا ہی برس پڑی تھیں۔" اعظم اپنے کمرے سے نکل کر آیا تو بولا۔

"امی یہ سب آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ آپ نے وانیہ کو بے مہار آزادی دے رکھی ہے۔" اعظم نے بھی بھائی کے ساتھ آواز ملائی۔

"اگر وانیہ اور رضا ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو ان کی شادی کی بات کرو، یہ لڑائی جھگڑے کیوں کر رہے ہو۔" دادی جان اس معاملے میں پہلی مرتبہ بولیں۔

"دادی جان آپ نہیں جانتیں لفنگا سا لڑکا ہے وہ...... جس کا کام ہی یہی ہے کہ لڑکیوں کو بیوقوف بنا کر ان سے باتیں بنانا۔ ایسے لڑکوں سے کون شادیاں کرتا ہے۔"

"پھر اپنی بہن کو سمجھاؤ، چیخنے چلانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کل سے وانیہ کالج نہیں جائے گی اور گھر سے باہر بھی نہیں جائے گی۔" اعظم غصے سے سرخ چہرے

سے وانیہ کے کمرے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا جس میں بیٹھی وانیہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

''بیٹا یہ کوئی حل نہیں ہے کہ معاملہ سدھارنے کے بجائے بہن کے کالج جانے پر پابندی لگا رہے ہو۔'' امی نے اعظم سے کہا۔

''جب آپ کو یہ علم نہیں ہے کہ وہ گھر سے کالج جا رہی ہے یا کسی سہیلی سے ملنے جا رہی ہے یا کہیں اور......تو اس کا واحد حل یہی ہے کہ وانیہ اب گھر میں ہی رہے گی۔''

''ٹھیک کہہ رہا ہے اعظیم۔'' صارم نے غصے سے کہا اور گھر سے باہر نکل گیا۔

☆======☆======☆

''ہوں...... یہ آگ تم نے لگائی ہے۔'' امی جان گہری سانس لے کر عینی کو غصے بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولیں جو سر تا پا کانپ رہی تھی۔

''میں نے وانیہ کو سمجھایا تھا۔ عینی تمہاری بھاوج ہے۔ بہن نہیں مگر اس کی سمجھ میں میری بات ہی نہیں آئی تھی۔ اس گھر میں آ کر آخر بہن بھائیوں کے رشتے تو برے بنا ہی دیے تم نے۔'' امی نفرت سے اس کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

''پلیز آنٹی ایسا نہ کہیں، وانیہ میری بہن ہے۔'' وہ لرزتے ہوئے بولی۔

''خبردار جو اپنی ناپاک زبان سے میری بیٹی کا نام بھی لیا، اس سے تمہارا کوئی تعلق نہیں رہا۔''

''بیٹا اگر تمہیں وانیہ کی یہ شکایت لگانی تھی تو اس کی ماں سے کہتیں وہ اپنی بیٹی کو سمجھاتی...... یہ صارم سے کہنے کی کیا ضرورت آ گئی کہ وہ بہن پر غصہ ہوتے ہوئے اپنی ماں تک سے لڑ پڑا۔'' دادی جان نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اماں ایک تیر سے دو شکار کرنا اسی کو تو کہتے ہیں۔ صارم کے دل میں بہن کی نفرت کا بیج بھی بو دیا اور ماں سے بھی بدظن کر دیا کہ وہ ایسی نالائق ماں ہے جسے اپنی بیٹی تک کا خیال نہیں۔'' امی جان نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''آنٹی میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جیسا آپ سمجھ رہی ہیں۔'' عینی روہانسی ہو گئی۔

''بیٹا اتنے بے وقوف نہیں ہیں جتنے کہ ہم نظر آتے ہیں اور نہ ہی یہ چونڈا ہم نے دھوپ میں سفید کیا ہے۔ آج صارم ہنستا مسکراتا آفس سے آیا تھا کھانے پر سب کو چھیڑ رہا تھا، شرارتیں کر رہا تھا اور جب تمہارے ساتھ پارک جا رہا تھا اس وقت وانیہ سے یہ تک پوچھ کر گیا تھا کہ آئس کریم کون سے فلیور کی کھانی ہے اور صرف پندرہ منٹ میں اس کی واپسی ہوئی تو وہ چیختا چلاتا ہوا آیا ہے تو یقیناً تم ماہر مقررہ نے اس کے سامنے کوئی ایسی تقریر کی ہوگی جو اس میں یوں بھونچال سا آ گیا۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہے زری، تمہیں جو بات بری لگی تھی وہ اپنی ساس کو بتانی چاہیے تھی۔''

''میں نے آنٹی سے کہا تھا وانیہ کو کالج سے ڈرائیور کے ساتھ آنا چاہیے مگر آنٹی میری بات سمجھی ہی نہیں تھیں۔''

''بیٹا ہم سیدھے سادے لوگ ہیں، بات کو ٹیڑھا کر کے نہیں دیکھا کرتے کہ تم کیا کہنا چاہ رہی ہو، تم

صاف باتیں کرتیں، گلی میں پھندنا ٹانک کر جیلے بازیاں کیوں کر رہی تھیں۔'' امی جان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''آنٹی میں سچ کہہ رہی ہوں، میں وانیہ کا بھلا چاہتی ہوں، اس دن بھی میں صرف وانیہ کے مجبور کرنے پر امی کے گھر چلی گئی تھی کہ وانیہ کو رضا سے ملنا تھا۔''

''عینی تم خود وانیہ کو لے کر گئیں پھر بھی معصوم تم ہی رہیں۔''

''مجھے کیا معلوم تمہارے محلے میں آباد ہونے والے رضا کا تعلق وانیہ سے پہلے تم سے بھی رہا ہے یا نہیں۔''

''یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں، رضا تو ہمیشہ سے ہی رئیس منزل میں رہے ہیں، وہ تو حال ہی میں گلبرگ شفٹ ہوئے ہیں۔''

''صارم سے بھی تو تم نے عشق لڑایا تھا ناں، صارم بھی تو رئیس منزل کا مکین ہے، ہمیں کیا معلوم کہ یہ رضا تمہارا صارم سے پہلے کا عاشق ہو۔'' زری نے شوشہ چھوڑا۔

''آنٹی یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟'' عینی ہراساں سی ہو گئی۔

''وہ سچ جو تم سننا نہیں چاہتیں۔''

''میں سچ کہہ رہی ہوں، میرا رضا سے کبھی کوئی ناتا ہی نہیں رہا۔''

''مت جھوٹ بولو تم۔'' امی جان غصے سے چڑھ کر آئیں۔

''سچ تو یہ ہے، تم نے میری معصوم بچی کو چارا بنایا اور اپنے پرانے عاشق سے ملنے کے بہانے ڈھونڈنے کی ایک راہ نکالی۔''

☆======☆======☆

عینی ساس کے سامنے گھگیائے ہوئے لہجے میں تاویلیں دے رہی تھی کہ اس کا رضا سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی وہ اسے جانتی ہے۔

''اس کی معلومات تو ہم خود کرائیں گے...... تمہیں اب زیادہ اپنی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''آنٹی، میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔'' عینی کانپتے ہوئے بول رہی تھی۔

''تم جیسی لڑکی ہو اس کو تو آج تم نے ثابت کر دیا۔'' بابو جی گھر میں داخل ہوئے تو امی جان کو یوں عینی پر برستا دیکھ کر بولے۔

''کیا ہو گیا ہے زری تمہیں، کیوں اس طرح جاہلانہ انداز میں بہو سے بول رہی ہو۔''

''آپ کو کچھ معلوم نہیں ہے اس لیے بیچ میں مت بولیں۔ ان کے عاشق ان سے رابطے کے لیے طرح طرح کے طریقے اختیار کر رہے ہیں...... تو کیا میں اپنا منہ سی کر بیٹھ جاؤں۔''

''زری خاموش ہو جاؤ، تمہاری بہو ایسی لڑکی ہرگز نہیں ہے جیسی کہ تم سمجھ رہی ہو۔''

''اس کے محلے کے لڑکے ہمارے گھر تک آ رہے ہیں تو کیا میں اسے ٹوکوں بھی نہیں؟''

''میں نے کہا نا آپ عینی کو ایک لفظ بھی نہیں کہیں گی۔ ہماری بہو ایک نیک بچی تھی اور نیک لڑکی ہے۔''

''ہونہہ...... آپ کو کیا معلوم...... آج کی لڑکیاں کیسے کیسے کھیل کھیل رہی ہیں اور اپنے کھیلوں میں کس طرح دوسری لڑکیوں کو بھی شریک کر رہی ہیں۔'' امی جان نے نفرت بھری نظروں سے عینی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں نے کہا نا آپ عینی کا پیچھا چھوڑ دیجیے۔'' بابو جی جنہیں کسی بھی بات کا کوئی علم نہیں تھا مگر وہ بہو کی حمایت میں مسلسل بول رہے تھے کہ اس سے قبل بھی وہ امی جان کی عاقبت نااندیشی نوٹ کر چکے تھے۔ عینی اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ لیے اپنے کمرے میں چلی گئی اور امی جان اسے زیر لب صلواتیں سناتی رہ گئیں۔ بابو جی کا غصہ کتنا زیادہ تھا، یہ بات وہ اچھی طرح جانتی تھیں اس لیے وہ اپنے اندر یہ ہمت پیدا نہ کر سکیں کہ وانیہ کے حوالے سے کوئی بات انہیں بتائی جائے۔ دادی جان نے بھی امی کو اشارے سے منع کر دیا تھا کہ وانیہ سے متعلق کوئی بات بابو جی کے گوش گزار نہ کی جائے۔

''تمہیں شرم نہیں آتی اپنی بہو پر ایسے گندے الزام لگاتے ہوئے؟'' کھانا کھا کر بابو جی نے امی کو لتاڑا، امی نظریں نیچی کیے چھالیا کاٹتی رہیں۔

''یاد رکھو کسی کی بیٹی کو اپنے گھر لانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس پر بہتان دھرے جائیں جب کہ جانتی بھی ہو کہ تمہارے بیٹے کی پسند سے یہ شادی ہوئی ہے۔ کچھ تو اپنی آنکھیں کھلی رکھا کرو۔'' امی چپ رہیں اور بابو جی کی کسی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''بے کار کی ضد نہیں باندھا کرتے کسی کے ساتھ...... عینی بہت اچھی لڑکی ہے اس کا سلیقہ ہمارے پورے گھر میں نظر آ رہا ہے ورنہ آج کل کی بہوئیں صرف اپنے بیڈ روم کو اپنا گھر سمجھا کرتی ہیں مگر عینی کو دیکھو فلیٹ کا کونا کونا اس کے آ جانے کے بعد سنور گیا ہے...... ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں کہ بہو کے آنے سے ایک آسودگی کا سا احساس ہوا ہے۔'' بابو جی، امی کی جانب دیکھتے ہوئے بولے۔

''ہاں...... ٹھیک کہہ رہے ہیں۔'' امی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر تائید کی اور عینی کی دلہن بنی تصویر کے فریم کو نفرت سے دیکھا جو ٹی وی لاؤنج میں لگا ہوا تھا۔

☆======☆======☆

صارم کی ذہنی حالت بہت ابتر تھی۔ وہ راستے میں کسی کو ہنستے ہوئے بھی دیکھتا تو اسے یوں لگتا جیسے وہ اس پر ہنس رہا ہو۔ کتنا اندھا ہو گیا تھا...... لوگوں کے اشارے کنائے تک نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ نوید نے کتنی بار اسے سمجھانا چاہا تھا مگر اس کی باتوں کو ہوا میں اُڑاتے ہوئے اس نے یہ کہہ دیا تھا کہ آئندہ وہ زمیس منزل میں آنے والے لوگوں کو شبے کی نظر سے دیکھا کرے گا۔

ظاہر ہے اب لوگ یہ تو کہنے سے رہے کہ تمہاری بہن تمہارے ہاتھوں سے نکل گئی ہے۔ وہ وانیہ کے بارے جتنا سوچ رہا تھا اس کی کنپٹیاں تک سلگ رہی تھیں۔ اس پورے ہفتے میں وہ کس طرح آفس گیا تھا اور وہاں سے کیسے گھر آیا...... اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ عینی سے بھی اس نے بالکل بات ہی نہیں کی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں اس وقت جاتا جب وہ سو چکی ہوتی اور صبح سویرے اذانوں سے بھی پہلے باہر نکل جاتا۔ بابو جی کے پوچھنے پر اس نے بتایا تھا کہ وہ واک کے لیے جاتا ہے جب کہ ایسا کچھ نہیں تھا وہ قریبی پارک کی ایک بینچ پر بیٹھا رہتا تھا۔ عینی کئی بار اس سے مخاطب کرنے کی کوشش کر چکی تھی مگر جواب میں اسے ایسی سرخ آنکھوں سے اس نے گھورا تھا کہ وہ سرتاپا کانپ سی گئی تھی۔ اعظم اور صارم کے کہنے پر وانیہ کالج نہیں جا رہی تھی۔ رضا کو فون کرے اس نے کہہ دیا تھا کہ اب اسے فون نہ کرے اور نہ ہی کچھ دن کوئی رابطہ رکھے۔ صارم بھائی سخت غصے میں ہیں...... مگر امی جان کا غصہ عینی پر روزانہ ہی بڑھ رہا تھا اور وہ کسی نہ کسی بہانے عینی کو بے مہار سنا رہی تھیں۔

''رات کو روٹیاں پکائیں بچا ہوا آٹا وہیں چولہے کے پاس چھوڑ دیا سارا آٹا خمیر ہو گیا، تمہارے باوا کے گھر میں کیا ملازم لگے ہوئے تھے جو تم یہاں اندھا مارا کام کیا کرتی ہو۔ باورچی خانے میں جاتی ہو تو اتنا کام نہیں کرتیں جتنا کہ اسے بکھرا دیتی ہو، یہ باورچی خانہ کیا تمہارے میکے سے ملازم آ کر صاف کریں گے اور اسے سنگوائیں گے۔'' عینی سمجھ رہی تھی کہ وانیہ کے حوالے سے جو غصہ ان پر چڑھا ہے وہ ابھی اترا نہیں ہے۔ روزانہ صبح ماسی آ کر برتن جھاڑو کیا کرتی تھی مگر اس کے آنے سے پہلے ہی وہ فضیحتا مچا رہی تھیں۔

''گھر دیکھو کیسا اوندھا پڑا ہے۔ ہمارے گھر میں تو ماسی کا ایسا انتظار ہوتا ہے کہ اتنا شاید ہی کسی دوسرے کا ہو...... اگر وہ نہیں آئے گی تو کیا گھر میں مکھیاں بھنکتی پھریں گی۔'' ان کے گھر میں کام کرنے والی

ماسی صبح نو بجے آجاتی تھی مگر وہ اتنا غصہ کرنا شروع کر دیتیں کہ کئی مرتبہ عینی اس کے آنے سے پہلے ہی صفائی کر کے فارغ ہو چکی ہوتی۔ نوشابہ بھی یہ سب دیکھ رہی تھی اور کڑھ رہی تھی۔ دو چار بار ممانی کی نظر بچا کر عینی کو ڈھارس بھی دلائی تھی۔

''ممانی کا غصہ اتر جانے دو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' مگر یہ سب کیسے ٹھیک ہوگا اور کب ٹھیک ہوگا۔ عینی کو ایسا دور دور نظر نہیں آ رہا تھا۔ وانیہ اس سے ایسی اینٹھی ہوئی تھی جیسے جانتی تک نہ ہو ایسے میں عینی کی پریشانی ہر روز بڑھ رہی تھی۔

☆======☆======☆

عجیر کئی دن سے دیکھ رہی تھی صارم نہ صرف اپنی ذات سے بے پروا نظر آ رہا تھا بلکہ کھویا کھویا سا بھی تھا۔ وہ جو ہر روز نئی کلف میں اکڑی شرٹ اور نت نئے کف لنکس پہنے، خوشبوؤں میں ڈوبا آفس آیا کرتا تھا۔ پہلی مرتبہ ایک ہی شرٹ میں تین دن سے آ رہا تھا، اس کی شیو بھی بڑھ سی گئی تھی اور آنکھوں کی سرخی اس بات کی چغلی کھا رہی تھی کہ اس کی نیند پوری نہیں ہوئی ہے۔

''کیا عینی سے کوئی لڑائی ہو گئی ہے؟'' اس نے سوچا۔

''پسند کی شادی کرنے والے اتنی جلدی تو نہیں لڑ سکتے۔'' دماغ نے صلاح دی۔

''کیا پتا ہو گئی ہو کسی بات پر لڑائی...... جوائنٹ فیملی سسٹم میں تو ہنستے ہنستے بھی لڑائیاں ہو جایا کرتی ہیں اور لڑنے کے لیے کسی بھی خاص وجہ کا ہونا ضروری نہیں ہوا کرتا۔'' اپنی اس سوچ پر اسے خود ہی یقین آ گیا۔

''کس طرح اندازہ لگاؤں کہ صارم اور عینی کی کھٹ پٹ ہوئی ہے۔'' وہ اپنی سیٹ پر بیٹھی سوچ رہی تھی۔ کسی فائل پر صارم کے سائن لینے وہ اس کے کیبن میں گئی تو اسے صارم کا چہرہ خاصا مغموم سا لگا۔

''بھابی کیسی ہیں؟'' اس نے پوچھا۔ صارم نے اس کی بات سن کر یوں اُڑا دی جیسے سنا ہی نہ ہو۔

''عینی بھابی تو ٹھیک ہیں؟'' عجیر نے مسکرا پوچھا۔

''ہوں......!'' وہ کھویا کھویا سا بولا اور عجیر کو یقین آ گیا کہ صارم کے گھر میں یقیناً ایسی کوئی بات ہوئی ہے جس سے اس کو زک پہنچی ہے اور یہ بات یقیناً عینی کی جانب سے ہی ہوگی۔ دوپہر کو وہ اپنے گھر سے لایا ہوا لنچ صارم کے کیبن میں لے آئی۔

''سر مجھے معلوم ہے آلو بھرے پراٹھے اور رائتہ آپ کو بے حد پسند ہیں، اس لیے آپ کے لیے بھی لے کر آئی ہوں۔''

''آپ کو کیسے پتا چلا......؟'' وہ حیرت سے چونکتے ہوئے بولا۔

''آپ نے اپنے انٹرویو میں بتایا تھا تو کیسے بھول سکتی تھی۔''

''اتنی پرانی باتیں آپ کیسے یاد رکھ لیتی ہیں۔'' صارم نے پوچھا اور عجیر مسکرا کر خاموش رہی ورنہ اس کا دل تو چاہ رہا تھا کہہ دے جن باتوں کا ناتا دل سے جڑا ہوتا ہے وہ ذہن کی سطح پر ہمیشہ طلوع رہتی ہیں غروب نہیں ہوا کرتیں۔ صارم اس کے ساتھ کھانا کھا رہا ہے، یہ مسرت اتنی بڑی تھی کہ اس کے آگے اس کے دل میں اٹھتے ہوئے تمام سوال ہاتھ باندھ کر خاموش سے کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ اصرار کر کے اس کو کھانا کھلاتی رہی

اور اسے یوں لگا جیسے اس نے کئی وقت کے بعد پیٹ بھر کے کھانا تناول کیا ہو۔

''تھینک یو عجیر پراٹھے واقعی بہت ٹیسٹی تھے اور میں نے خوب رج کر کھائے...... بہت مزہ آیا ریئلی......!''

''میں نے بڑی محبت کے ساتھ آپ کے لیے بنائے تھے تو آپ کو اچھے تو لگنے ہی تھے۔'' محبت کے ساتھ اس نے یوں چبا کر کہا جیسے اس نے اپنی محبت کا تحفہ صارم کو دیا ہو جس کو اس نے قبول بھی کر لیا ہو۔ عجیر کا لہجہ اور اس کے چہرے کی معنی خیز مسکراہٹ کچھ ایسی تھی...... کہ صارم ہکا بکا ہو کر اسے یوں دیکھنے لگا جیسے اس کی بات کا مطلب اس کی سمجھ میں نہ آیا ہو۔

''میری آپا کہتی ہیں کہ جب تک دل کے ساتھ نہ پکایا جائے اس کھانے میں سواد نہیں آیا کرتا...... مارے باندھے پکائے جانے والے کھانے حقیقی لذت سے محروم ہوتے ہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔'' وہ دور خلاؤں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''سر آپ تو کبھی ہمارے گھر آتے ہی نہیں مگر ہمیں بھی اپنے گھر نہیں بلاتے۔'' عجیر بلاوجہ بات کو طول دے رہی تھی۔

''ایسی کیا بات ہے...... آپ میرے گھر ضرور آئیے گا۔'' وہ خالی الذہن بولا اور فائل اپنے سامنے رکھ لی، اس کا واضح مطلب تھا کہ آپ یہاں سے چلی جائیے۔

''صارم میں آپ کے گھر ضرور آؤں گی۔'' عجیر کی اپنی خوشی ہی نہیں سنبھالی جا رہی تھی، صارم نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا تھا، وہ سگریٹ پینے کا عادی نہیں تھا مگر اس نے دراز میں سے سگریٹ نکال کر اپنے لیے سگریٹ سلگا لیا تھا۔ اس کی سوچیں اس پر اتنی حاوی تھیں کہ سگریٹ منہ سے لگانے کی نوبت نہیں آئی۔ وہ اس کی انگلیوں کو لو دینے لگا...... چونک کر اس نے اسے دیکھا اور ایش ٹرے میں مسل دیا۔

''مناسب وقت پر لڑکیوں کی شادی ہو جائے تو وہ ایسی حرکتیں کیوں کریں گی۔'' اس نے سوچا اس سے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وانیہ کو کتنی جلدی اپنے گھر سے رخصت کر دے۔ دفتر سے واپسی پر وہ نوید کے پاس چلا آیا اور کچھ کہنے کے بجائے مغموم صورت لیے اس کے پاس بیٹھ گیا۔

''کیا بات ہے صارم، پریشان سے ہو؟''

''ہاں، تمہاری بات کا مطلب بعد میں سمجھ آیا۔''

''وانیہ میرے لیے چھوٹی بہنوں جیسی ہے اس لیے میں تمہیں آگاہ کر رہا تھا۔'' اب نوید سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

''غلطی میری ہے جو اپنے اطراف سے آنکھیں بند رکھیں۔'' اس لمحے اس کا لہجہ شکست خوردہ سا تھا۔

''یہ بھی اچھا ہے وہ رضا یہاں سے چلا گیا ہے، اب بہن کو سمجھا دو...... سارا ٹنٹا ہی ختم......!'' نوید اپنے چہرے کو زبردستی مسکراہٹ سے آراستہ کرتے ہوئے بولا۔

''تم وانیہ کے لیے کوئی اچھا لڑکا بتاؤ، میں اس کی شادی کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہاں، ہاں کیوں نہیں...... میں ضرور نظر میں رکھوں گا۔''

"مگر جلدی بلکہ بہت جلدی......" صارم نے کہا اور بغیر اس کا جواب سنے اٹھ گیا اور نوید ایک ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔

☆======☆======☆

"نہیں......نہیں میں آپ کی بات ہرگز نہیں مانوں گی۔" شہزادی نے غصے سے کہا۔

"شہزادی تم یہ صحیح نہیں کر رہیں، ہاں۔"

"مجھے پتا ہے ناں کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔"

"کیا نوید کو شک نہیں پڑا، تم ہر ماہ ہفتے بھر کے لیے کیوں میکے آ کر رہ جاتی ہو۔"

"امی اس میں شک کی کیا بات ہے، بیٹیاں اپنے میکے آ کر رہتی نہیں ہیں کیا۔"

"میں بار بار کہہ رہی ہوں کہ تم غلط کر رہی ہو۔" ماں نے سمجھایا۔

"امی ہر وقت کا ٹنٹا ہی ختم کرنا چاہتی ہوں، خالہ مجھے ایک کمرے میں محصور کر کے یہ سمجھ رہی ہیں کہ انہوں نے مجھے علیحدہ کر دیا ہے۔نہیں اماں......میں اس فلیٹ میں نوید کے ساتھ جا کر اکیلی رہنا چاہتی ہوں جو کرایے پر خالہ نے چڑھا رکھا ہے اور اس کا کرایہ خود ہی ڈکار جاتی ہیں۔غضب خدا کا اس کرایے میں سے ایک روپیہ تک وہ نوید کو نہیں دیتیں۔"

"یہ گھر کے جھگڑے نمٹانے کے لیے تمہیں اتنا بڑا ڈراما کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ تم نے نوید کے سامنے اپنے آپ کو حاملہ ظاہر کیا......کیا تمہیں پتا نہیں ہے کہ حاملہ عورت چند ماہ میں اپنی شکل وہیت تبدیل کر لیتی ہے۔"

"امی......میں اس ڈرامے کا اینڈ اسی ماہ کر لوں گی۔"

"مگر یہ سب اوچھی حرکتیں کرنے کا مقصد کیا ہے۔"

"میں نوید کو یہ باور کرواؤں گی کہ اس کی ماں کی وجہ سے میرا بچہ ضائع ہوا ہے۔"

"کیا......اسے یہ سب پتا نہیں چل جائے گا کہ تم جھوٹ بول رہی ہو۔"

"میں ہر نقصان کا ذمے دار خالہ کو ٹھہرا رہی ہوں اور جب نوید کو پتا چلے گا کہ اس کی زندگی کا سب سے بڑا نقصان اس کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ اپنی ماں کی شکل تک دیکھنے کا روادار نہیں ہوگا۔"

"مگر شہزادی یہ تو سوچ تیری خالہ اتنی بری نہیں ہیں جتنا کہ تو سمجھ رہی ہے۔"

"امی، آپ کو آج تک یہ اندازہ ہی نہیں ہوا کہ آپ کی سگی بہن کس قدر بد ہیں۔"

"بیٹا سسرال......سسرال ہی ہوتا ہے وہاں میکے جیسا راج تو کسی کا نہیں ہوتا۔"

"خالہ کو تو یہ معلوم ہے کہ میں حاملہ ہوں، میری طبیعت بھی خراب ہے، ڈاکٹر نے بستر سے اٹھنے کو بھی منع کیا ہے مگر اس کے باوجود ان کے دل میں اپنے ہونے والے پوتا پوتی کے لیے کوئی محبت نہیں امڈی پڑتی۔ آج چار ماہ ہونے کو آئے ہیں نئے آنے والے مہمان کے لیے دو جھبلے تک سی کر نہیں رکھے جب کہ سلائی کڑھائی کی ایسی ماہر ہیں کہ غیروں کے بچوں کو کپڑے سی سی کر پہناتی تھیں۔"

"ہو سکتا ہے کہ انہیں پتا چل گیا ہو کہ تو مکر کر رہی ہے۔"

"ایسا تو ان کی مکار بیٹیوں تک کو پتا نہیں چل سکتا جن کو دعویٰ ہے کہ وہ بات کرنے سے پہلے مضمون بھانپ لیا کرتی ہیں۔"

"سچ کہہ رہی ہوں شہزادی، تیری ان باتوں سے اب مجھے وحشت کے ساتھ ایک خوف بھی دامن گیر رہنے لگا ہے کہ کل کلاں کسی کو ساری حقیقت پتا چل گئی تو تیرے ساتھ ساتھ مجھ پر بھی تھو تھو ہوگی۔"

"امی میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں، میں نے خوب سوچ سمجھ کر پلان بنایا ہے میں لاکھ سر پٹخ کر مر جاتی مگر نوید مجھے اکیلے میں لے کر کبھی نہ جاتے اب وہ نہ صرف مجھے خوشی خوشی اکیلے گھر میں لے کر جائیں گے بلکہ وہاں جا کر بھی کسی سے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھیں گے۔"

"ارے پگلی اکیلے میں کیا تیرا دل نہیں گھبرائے گا؟"

"آپ کو میں اپنے پاس بلا کر رکھوں گی تو کیوں دل گھبرائے گا۔" شہزادی نے ہنس کر تو وہ بھی چپ ہو گئی۔

☆======☆======☆

اپنے آفس سے چھٹی کر کے عبیر، صارم کے گھر اس وقت پہنچی جب صارم اپنے آفس میں تھا۔امی تو اسے یکدم پہچان بھی نہیں پائیں حالانکہ وہ اس سے قبل بھی آ چکی تھی۔

"صارم بھائی نے بڑا اصرار کیا تھا......میں ان کے گھر ضرور آؤں تو آج یہاں اپنی فرینڈ کے گھر آنا ہوا تھا تو سوچا آپ سے بھی مل لوں۔"

"تمہاری کوئی سہیلی کیا یہاں رئیس منزل میں رہتی ہے؟" دادی نے حیران سے لہجے میں پوچھا۔

"یہاں تو نہیں مگر اسی علاقے میں اس کا گھر ہے۔" وانیہ نے کولڈ ڈرنکس لا کر رکھی تو عبیر چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیا صارم بھائی کی مسز گھر میں نہیں ہیں؟"

"دوپہر کو وہ سوتی ہیں۔" امی نے عام سے لہجے میں کہا۔

"ویری سوری میں شاید غلط وقت پر آ گئی یقیناً یہ آپ لوگوں کے بھی سونے کا ٹائم ہوگا۔"

"بی بی ہم تو رات کو بھی خاصی دیر سے سوتے ہیں دن میں سونے کا تو سوال نہیں ہوتا۔"

"صارم بھائی کی مسز اپنے میکے سے ہی عادی ہوں گی۔" عبیر کا دل چاہ رہا تھا کہ یہی موضوع چلتا رہے۔

"میکے کا تو پتا نہیں ہاں سسرال میں خوب سونا منایا جاتا ہے۔دوپہر کا کھانا کھایا اور اپنے کمرے کے دروازے پٹ بند کیے اور لم لیٹ ہو گئیں۔"

"بعض لڑکیاں سسرال کے قوانین ماننے کے لیے کہاں تیار ہوتی ہیں۔" عبیر نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو تم، اب تو آئیڈیل بہو ٹی وی کے ڈراموں میں نظر آیا کرتی ہے جسے اپنی جان سے زیادہ اپنے سسرال والوں کی پروا ہوا کرتی ہے۔"

"آج کل کی بہوئیں تو صرف اور صرف اپنے آپ کو دیکھا کرتی ہیں اور بس......" امی جان غصے سے

نخوت بھرے لہجے میں بولے چلی جارہی تھیں، وانیہ چپ چاپ بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی جیسے اسے کسی بات سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"آنٹی ایسی بات نہیں ہے، آج بھی اچھی بہویں موجود ہیں جو اپنے سسرال کو اپنے میکے سے زیادہ مقدم جانا کرتی ہیں۔"

"بھئی ہم نے تو نہیں دیکھیں...... جس بہو کو دیکھو میری بہنیں، میرے بھائی، میری اماں، میرے ابا کا ہی نعرہ بلند کررہی ہوتی ہے۔"

"کاش آنٹی آپ صارم کے لیے کوئی اچھی سی لڑکی تو ڈھونڈتیں۔" عبیر انہیں اپنے پلیٹ فارم تک خود ہی لے آئی تھی اس نے انہیں باتوں ہی باتوں میں یہ باور کروایا تھا جیسے یہ ساری گفتگو صرف عینی کے حوالے سے ہورہی ہے۔

"ہمیں ڈھونڈنے کا موقع کہاں ملا...... ہم پر تو افتاد آگئی تھی کہ ہر صورت میں اسی کو قبول کرنا ہے۔" وہ سادہ لوحی سے اپنے دل کی بات کیے جارہی تھیں۔ دادی جان اپنی بہو کی باتوں کے اثرات عبیر کے چہرے پر دیکھ رہی تھیں جس پر قوسِ قزح سی پھیلی ہوئی تھی۔

"بیٹی کیا تمہاری شادی ہوگئی ہے......؟" دادی جان نے عبیر سے پوچھا حالانکہ انہیں یاد تھا کہ جب وہ پہلی مرتبہ ان کے گھر آئی تھی تو وہ یہ سوال اس سے کر چکی تھی۔

"نہیں آنٹی ابھی کہاں......؟" وہ شرما کر بولی۔

"اتنی پیاری لڑکی ہے اور اتنی محبت والی...... جہاں جائے گی سب اس سے خوش رہیں گے۔" دادی جان نے دانستہ کہا اور عبیر ایک بار پھر شرما دی اور اس کے چہرے پر عجیب سی مسرت نے انگڑائی لی کہ دادی جان نہ صرف چونک گئیں بلکہ پریشان بھی ہوگئیں۔

☆======☆======☆

"جب جھوٹے لوگوں کا تم منہ نہیں توڑو گی تو وہ جو کہہ دیں وہ کم ہوگا۔" ثمینہ بیگم غصے سے بولیں۔ عینی ٹیلر سے کپڑے لینے کے بہانے میکے تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی تو ماں کو تازہ صورتِ حال سے آگاہ کردیا تھا اور یوں بھی وہ اس وقت سخت پریشان سی تھی مگر ماں کی بات سن کر وہ مزید پریشان ہوگئی۔

"کیا کہہ رہی ہیں آپ؟"

"وہی بات جو تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی۔"

"میں بھلا آنٹی سے بدتمیزی سے کس طرح بات کرسکتی ہوں۔"

"مگر یہ تو بتا سکتی ہو وانیہ کا یہ عشق تمہاری شادی سے پہلے کا ہے۔ وہ اپنی ماں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر رضا سے ملتی رہی ہے۔"

"یہ سب انہیں پتا ہے مگر پھر بھی وہ مجھ پر بہتان دھر رہی ہیں۔"

"اگر تم کہو تو اس زری کی بچی کی میں طبیعت صاف کروں، بہت سمجھنے لگی ہے اپنے آپ کو۔"

"بابو جی نے میرے سامنے انہیں بے حد ڈانٹا تھا اور وہ چپ چاپ ڈانٹ کھاتی رہی تھیں۔"

"وہ تو اس وجہ سے چپ رہی ہوں گی کہ اصل بات تمہارے سسر کو پتا نہ چلنے پائے۔"

"ہوسکتا ہے یہی بات ہو مگر امی یہ حقیقت ہے کہ بابو جی میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔"

"سب غلط فہمی ہے تمہاری...... تمہارا سسر بھی بڑا خرانٹ قسم کا بڈھا ہے، اپنے مطلب کے وقت دیکھنا کیسی آنکھیں ٹیڑھی کرے گا۔"

"نہیں امی، ایسی بات نہیں ہے۔ انہیں غصہ اس وقت آتا ہے جب گھر میں بے ترتیبی ہو یا شور وغل ہو ورنہ وہ کسی کے معاملے میں دخل نہیں دیا کرتے ہیں۔"

"تمہیں کیا پتا کہ سسرال کیسی ہوتی ہے، آج سے چار دن پہلے تم اپنی ساس کی تعریفیں کرتے کرتے نڈھال ہوجایا کرتی تھیں اور اب دیکھو وہی تمہاری ساس آج تمہیں عیب تک لگا رہی ہیں۔"

"امی ایسا تو وہ غصے میں کررہی ہیں۔"

"غصے میں ہی تو لوگ پہچانے جاتے ہیں کہ ان کا اصلی روپ ہی یہ ہے۔"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا کہ کیا کروں......؟" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام کر بولی۔

"یوں کرو...... دس پندرہ دن کے لیے تم میکے رہنے کے لیے آجاؤ۔"

"امی یہاں آکر کیا وہاں کے مسائل سے چھٹکارا پالوں گی؟"

"پھر بھی ذہنی سکون تو ملے گا ناں جن شکلوں کو صبح شام دیکھ کر وحشت ہوتی ہے ان سے عارضی طور پر ہی سہی نجات تو ملے گی۔"

"اچھا اب میں چلتی ہوں آپ میرے لیے دعا کیجیے گا۔" وہ کپڑے بیگ میں رکھتے ہوئے بولی۔

"ڈرائیور کو واپس آفس بھی جانا ہوگا۔"

"عینی بیٹا روزانہ کوئی نہ کوئی بہانہ نکال کر آجایا کرو۔" ثمینہ بیگم نے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ عینی نے اثبات میں سر ہلایا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔

☆======☆======☆

شہزادی اپنے کمرے میں بیٹھی بلند آواز میں گا رہی تھی۔

"چھن سے جو ٹوٹے کوئی سپنا
جگ سونا سونا لاگے
کوئی رہے نہ جب اپنا
جگ سونا سونا لاگے رے
یہ دل کیوں روتا ہے
یہ کیوں ہوتا ہے......!"

"لیجیے ہم گھر آگئے اب دل روئے گا نہیں بلکہ قہقہے لگائے گا۔" نوید نے داخل ہوکر کہا اور شہزادی ہنسنے لگی ایسی ہنسی کہ ماں کو اپنے کمرے میں یوں لگا جیسے اس کی کوئی لاٹری نکل آئی ہو۔

☆======☆======☆

ثمینہ بیگم کو اپنی بیٹی کو فون کرنا ہمیشہ عذاب ہی لگتا تھا کبھی وہ بات نہ کرتی کہ اس وقت میں مصروف ہوں کبھی بات کرنے کے دوران فون یک دم بند کر دیا کرتی کہ کوئی باہر سے آیا ہے اور کبھی گونگوں کی طرح سنا کرتی...... اس وقت بھی ثمینہ بیگم کافی دیر سے بیٹی کے موبائل پر نمبر ملا رہی تھیں مگر وہ آف تھا کچھ سوچ کر انہوں نے گھر کے فون پر نمبر ملایا حلانکہ وہ لینڈ لائن نمبر پر کم ہی بات کیا کرتی تھیں، عینی فون اٹھانے کے لیے آہی رہی تھی کہ امی جان...... اس سے قبل فون اٹھا چکی تھیں۔

''السلام علیکم!'' زری کی بھاری بھرکم ہیلو سن کر ثمینہ نے سلام کیا۔

''جی کہیے؟'' سلام کا جواب دینے کے بجائے اکھڑ سے لہجے میں امی جان انہیں پہچان کر مخاطب تھیں۔

''آپ کے ہاں سب خیریت ہے ناں؟'' ثمینہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کس طرح کریں۔

''اچھا...... آپ کے گھر تک ہمارے گھر کی ساری کتھا پہنچ گئی ہے؟'' امی الفاظ چباتے ہوئے تمسخر بھرے لہجے میں بولیں۔ ''جبھی مزے لینے کے لیے فون کر رہی ہیں۔''

''نہیں، میں تو یونہی پوچھ رہی ہوں۔ آپ کے گھر میں کیا چل رہا ہے مجھے کیا معلوم...... فون کرتے ہیں تو سب سے پہلے خیریت ہی پوچھا کرتے ہیں۔''

''سنیں...... نہ تو میں بے وقوف ہوں اور نہ ہی پاگل۔ آج کی بہویں جو ہر وقت کان سے موبائل لگائے اپنے کمروں میں غٹر غوں کیا کرتی ہیں وہ اپنی سسرال کی پل پل کی رپورٹ دے رہی ہوتی ہیں۔ عینی کو جب کوئی عام سی بات کرنی ہوتی ہے تب وہ لینڈ لائن نمبر استعمال کرتی ہے ورنہ ساری من من وہ اپنے موبائل سے کیا کرتی ہے کہ باؤلے شوہر کی تنخواہ کو بے دردی سے اڑانا آج کل کی بہوؤں کی ہابی ہوا کرتی ہے۔''

''زری بہن، بات کا بتنگڑ بنانا تو کوئی آپ سے سیکھے، میں نے تو عینی کے لیے فون کیا تھا۔ دو چار دن کے لیے میرے پاس آ جائے، میری طبیعت خراب ہے۔''

''ثمینہ صاحبہ آپ کی تو ہر ہفتے ہی یہ خواہش ہوتی ہے کہ عینی آپ کے پاس دو چار دن کے لیے آ جائے...... بھئی جب اس کی جدائی برداشت ہی نہیں تھی تو کاہے کو آپ نے اس کی شادی کی تھی۔ اپنے گھر بٹھا کر رکھتیں یا جب کوئی عقل کا اندھا مل جاتا تو اسے گھر داماد رکھ لیتیں۔''

''کیا شادی کے بعد بیٹیوں کو صرف سسرال کا ہو کر رہنا چاہیے؟''

''ہاں، ہمارے ہاں تو ایسا ہی چلے گا۔''

''کیا عینی کو آپ خرید لیا ہے۔'' ثمینہ بیگم کے غصے کی انتہا نہیں تھی۔

''عشق کر کے گھروں میں گھسنے والی لڑکیوں کی کوئی قیمت نہیں ہوا کرتی۔'' امی جان کا جملہ تھا کہ تازیانہ تھا۔

''آپ میری بیٹی کو فوراً گھر بھجوا دیجیے میں ایسی جاہلانہ باتیں سننے کی عادی نہیں ہوں۔''

''بصد شوق...... ڈرائیور گھر پر ہے۔ میں فوراً بھجوا رہی ہوں۔ ہاں چار دن بعد چلتا مت کیجیے گا، شوق سے خوب رکھیے گا جب تک آپ کو اس کو کھلانے پلانے میں تنگی نہ آئے۔'' ثمینہ بیگم نے ریسیور کریڈل پر پٹخ

دیا تھا۔ عینی ساکت و صامت سی کھڑی اپنی ساس کو دیکھ رہی تھی جن کی زبان شعلے اگل رہی تھی۔

''جاؤ عینی اپنے گھر، تمہاری ماں نے بلایا ہے اور بہت شوق سے بلایا ہے۔'' عینی کے قدموں میں اتنی سکت نہیں تھی کہ وہ اپنے کمرے تک بھی چلی جاتی۔

''جاتی کیوں نہیں ہیں آپ؟'' وانیہ نے نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ عینی نے ان دنوں کو دیکھا اسے یوں لگا جیسے ان کی آنکھیں اسے دھکے دے رہی ہوں۔ ڈولتے قدموں سے اپنے کمرے میں آئی، بیگ میں دو چار جوڑے ٹھونسے اور دادی جان کو سلام کر کے ساس کے پاس آ کر بولی۔

''آنٹی کیا میں چلی جاؤں؟''

''کیا اب مجھے تمہارے ہاتھ پر پاسپورٹ رکھنا پڑے گا کہ جاؤ ویزا لگ گیا ہے۔'' زری کا لہجہ آتشی تھا۔ وہ دھڑکتے دل اور چھلکتی آنکھوں سے گھر سے نکلی اور گاڑی میں بیٹھ کر اپنے آپ کو سیٹ پر گرا دیا۔

☆======☆======☆

''زری، یہ عینی کی ماں کو کیوں جھاڑ پلائی تم نے...... اس بے چاری کا اس معاملے سے کیا لینا دینا۔'' دادی جان جو چپ چاپ ساری کارروائی دیکھ رہی تھیں عینی کے جانے کے بعد بولیں۔

''اماں آپ کو پتا نہیں یہ ماسٹر مائنڈ تو ثمینہ بیگم ہی ہیں جو بیٹی کو صبح شام نئے نئے سبق دیا کرتی ہیں۔''

''زری تم غصے میں آ کر ہمیشہ اپنے ہوش کھو دیتی ہو، وہ بھلا کیوں چاہیں گی کہ ہماری وانیہ، رضا سے دوستی نبھائے۔'' وہ لفظ عشق کا استعمال کرنے کے بجائے دوستی کو عشق کا نام دے بیٹھیں۔

''اماں سادہ سی بات ہے، آج صارم جو اپنی بہن کا گیت گاتا ہے، اس کا خیال رکھتا ہے، اس کے کہنے سے پہلے اس کی خواہشوں کو پورا کر دیتا ہے وانیہ کو بدنام کر دینے سے کیا وہ وانیہ کو وہ اہمیت دے گا۔ آج پندرہ دن ہو گئے ہیں صارم نے بہن سے بات کرنی تو کجا نظر بھر کر دیکھا تک نہیں ہے۔ یہی حال اعظم کا ہے، وہ وانیہ کو جب دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آتا ہے، وہ تو شکر ہے کہ ابھی ان کے باوا کو کچھ معلوم نہیں ہے ورنہ وہ مجھے بے نقط سناتے یوں بھی وہ ہر ایک کا غصہ مجھ پر اتارنے کے عادی ہیں۔''

''میں تو کہتی ہوں اب وانیہ کی کہیں شادی کر دو تاکہ اس کل کل سے تو نجات ملے گی۔''

''کہیں سے اچھا رشتہ آئے گا تو کروں گی۔ لڑکی کو اٹھا کر کہیں پھینک تو نہیں دوں گی اور نہ اس لفنگے سے کروں گی۔''

''پسند سے شادی کرنا کوئی برائی تو نہیں ہے۔'' دادی نے وسیع القلبی کا ثبوت دیا۔

''مگر پسند بھی تو ڈھنگ کی ہو...... کیا کہیں گے ہمارے عزیز و اقارب اپنی بیٹی کی شادی کس سے کی، وہ لوگ ہمارے برابر کے نہیں ہیں۔''

''ابھی تم غصے میں ہو جب پرسکون ہو جاؤ تو رضا کے بارے میں بھی ضرور سوچنا، غریب ہونا کوئی برائی تو نہیں ہوا کرتی۔'' دادی جان نے رسان سے سمجھایا۔ دوسرے کمرے میں بیٹھی وانیہ نے ہنس کر سوچا۔

''رضا کہاں سے غریب ہو گیا وہ تو چار سو گز کے سجے سجائے گھر میں رہتا ہے اچھا ہے، گھر والے اس

کے گھر جائیں تو انہیں خود پتا چل جائے گا کہ غریب کون ہے۔ خواہ مخواہ رضا کو غریب کہہ رہے ہیں...... ہونہہ!"

☆======☆======☆

اماں تو یہی سمجھی تھیں کہ ٹی وی چل رہا ہے تھوڑی دیر پہلے کوئی مغنیہ فیض کی غزل گا رہی تھی مگر جب انہوں نے کان لگائے تو پتا چلا لاؤنج میں بیٹھی شہزادی گا رہی ہے۔

"رازِ الفت چھپا کے دیکھ لیا
دل بہت کچھ جلا کے دیکھ لیا
اور کیا دیکھنے کو باقی ہے
آپ سے دل لگا کے دیکھ لیا
وہ میرے ہو کے بھی میرے نہ ہوئے
ان کو اپنا بنا کے دیکھ لیا"

"شہزادی تمہاری آواز واقعی بہت اچھی ہے میں تو یہی سمجھی تھی کہ ٹی وی چل رہا ہے۔" اماں نے کہا۔

"خالہ میری ہر چیز اچھی ہے بس آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ کیسی انمول بہو آپ کو ملی ہے۔" شہزادی نے ہنس کر کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو...... تم جیسی بہوئیں واقعی نایاب ہیں۔" اماں نے دل میں سوچا مگر اس سے کچھ کہا نہیں اور وہ خواہ مخواہ مسکرا دی۔

نوید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ شہزادی کی سالگرہ پر کیا تحفہ دے۔ کپڑے وہ اس کی پسند کے دلوا چکا تھا، نیا موبائل بھی آ گیا تھا۔ خوب صورت بیگ بھی وہ اپنی سالگرہ پر اسے دے چکا تھا، شہزادی کی آواز بہت اچھی تھی، فلمی گیتوں کی نقالی وہ بخوبی کر لیتی تھی۔ نوید کو اس کی آواز بہت اچھی لگتی تھی اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے پیچھے وہ اپنے بستر پر بیٹھ کر خوب گنگنایا کرتی ہے۔ اس لیے اس نے ایک ریکارڈ لگا دیا تھا تا کہ اس کے گائے ہوئے گیتوں کو کیسٹ میں جمع کر کے اسے یہ تحفہ دے دے۔ یہ ریکارڈ اس نے شہزادی سے چھپا کر اس کے بیڈ کے ساتھ لگا دیا تھا۔ مقصد یہی تھا کہ شہزادی کے گیتوں کو یکجا کر لیا جائے۔ اس کی سالگرہ آنے میں صرف ایک ہی ہفتہ تو رہ گیا تھا شہزادی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ نوید اس قسم کا بھی تحفہ دے سکتا ہے۔ وہ تو اس سے رات دن اس ٹائپ کی فرمائشیں کر رہی تھیں۔

"مجھے ایک ٹیبل لیمپ لا دیں...... چھوٹے بچے کے ساتھ کمرے میں ہلکی سی روشنی ہر وقت رہنی چاہئے، آپ مجھے بغیر ہیل والی چپلیں لا دیں، امی کہہ رہی تھیں ہیل والی چپلیں نقصان دہ رہتی ہیں۔"

"وہ تو پچھلے ماہ بھی میں نے چار چپلیں لا کر دی تھیں؟" نوید حیرت سے کہتا۔

"ارے وہ تو گھر میں پہننے کی ہیں، میں آنے جانے کی بات کر رہی ہوں۔"

"آپ کچے ناریل لا کر دیں اس کا پانی پینے سے بچہ گورا ہوگا، سنہری کشمش لا کر دیں اس کے کھانے سے بچہ خوب صورت ہوگا۔"

"شہزادی تم کچھ بھی کھا لو...... اگر بچہ اپنے باپ پر چلا گیا تو وہ کالا کلوٹا ہی ہوگا۔" نوید ہنس کر کہتا مگر شہزادی کی فہرست ختم ہونے میں نہ آتی۔

موسم گرما کی تعطیلات تھیں نوید کی دو بہنیں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ ماں کے پاس رہنے کے لیے آئی ہوئی تھیں بچے گھر میں خوب دھما چوکڑی مچا رہے تھے۔

"بچوں شور نہ کرو، میرے سر میں درد ہے۔" شہزادی نے اپنے کمرے سے نکل کر غصے سے کہا۔

"مامی ہم تو کھیل رہے ہیں، شور تھوڑی مچا رہے ہیں۔"

"کھیلنا ہے تو باہر سڑک پر جا کر کھیلو، تم نے تو شور سے گھر کو اٹھا رکھا ہے۔"

"بھابی اتنی سخت گرمی میں بچے باہر تو نہیں جا سکتے ناں......!"

"تو کیا پلان بنا کر شور کروا رہی ہو۔" شہزادی اپنی نند پر چڑھ کر آئی۔

"یہ پلان اور بہتان بنانے کے کام تو آپ کے ہی ہیں۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"میں نے کہا نا میرے بھی نہ منہ لگنا۔" نند نے کوئی جواب نہیں دیا، بچے مسلسل آنگن میں بال سے کھیل رہے تھے۔ اب شہزادی ڈنڈا لے کر آنگن میں آ گئی۔

"چلو بھاگو یہاں سے......!" بچے ڈر کر نانی کے کمرے میں آ گئے جب وہاں سے کوئی بات نہیں آئی تو شہزادی قصداً زمین پر گر گئی اور چیختے ہوئے بولی۔

"مجھے پتا ہے تم لوگوں نے زمین پر پانی اس کے لیے ڈالا تھا کہ میں گر جاؤں۔ چلو تم سب لوگوں کی خواہش بھی پوری ہو گئی۔" اس کی آوازیں سنتے ہی نوید کی بہنیں اور ماں اس کے پاس دوڑی آئیں۔

"جو تم سب چاہتے تھے آخر وہی ہو گیا نا...... میں بالآخر گر ہی گئی۔"

"شہزادی کچھ نہیں ہوا، تم اٹھو تو سہی۔" ساس نے سہارا دیا تو وہ ہائے ہائے کرتی ہوئی اٹھی مگر اس کے پیٹ میں سخت درد ہو رہا تھا۔ ساس، نندوں کے ہاتھ سے وہ پانی تک پینے کی روادار نہیں تھی۔ اس کا بیگ جو پہلے ہی سے تیار تھا وہ اٹھا کر باہر لائی، محلے کے بچے سے رکشا منگوایا اور ماں کے ہاں جانے کے لیے چل دی اور اماں کا چہرہ فق سا ہو گیا، بہنوں کے چہروں پر اداسی نے رنگ جما لیا۔

"ارے...... یہ کیا ہو گیا......؟" اماں کی آنکھوں میں آنسوؤں کا دریا اتر آیا۔

"نوید تو آج صبح کہہ کر گیا تھا آفس کے کام سے حیدرآباد جائے گا اور وہاں سے اگلے دن واپسی ہوگی، اماں کیا کریں......؟"

"خالہ کے ہاں فون کر کے شہزادی کی خیریت پوچھو۔" بہنوں نے فون کیا تو گھنٹی بج رہی تھی اسے کوئی نہیں اٹھا رہا تھا۔ شہزادی کے موبائل پر ملایا تو وہ بند تھا۔ نوید کو یہ ساری صورتِ حال بتانے کی نہ کسی میں ہمت تھی نہ سکت۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا...... ہم نے ایسا کچھ نہیں کیا۔" بڑی بیٹی نے ماں کو سمجھاتے ہوئے کہا اور وہ چپ سی ہو گئیں۔

"پتا نہیں کیا ہونے والا ہے، مجھے وہم سا آ رہا ہے۔" اماں پھر رونے لگیں ان کو دیکھ کر بہنیں بھی رونے

لگیں۔

☆======☆======☆

رضا کے روزانہ میسجز آ رہے تھے موبائل پر کہ باہر کہیں ملو۔

''میں تو گھر میں محصور ہوں...... باہر کیسے مل سکتی ہوں۔'' وانیہ نے جواب لکھا۔

''پیار کیا تو ڈرنا کیا...... کوئی بھی بہانہ بنا کر نکل آؤ۔''

''گھر والے میری شادی کا پلان بنا رہے ہیں...... اب میں باہر نہیں آ سکتی۔''

''تم کہو تو میں اپنی بہنوں کو بھیج دوں رشتے کے لیے......؟'' رضا نے پیغام بھیجا۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ......؟ جتنی جلدی ہو سکے بھیج دو۔'' وانیہ تو سوچ رہی تھی کہ رضا نے یہ میسجز یونہی شوخی میں بھیجے ہوں گے مگر ایک شام رضا کی بڑی بہن نگہت کا فون آ ہی گیا۔

''میں نگہت بول رہی ہوں، ہم لوگ آپ کے گھر آنا چاہتے ہیں؟''

''میں آپ کو پہچانی نہیں......؟'' امی جان کے ذہن میں بھی نہیں تھا کہ رضا کی بہن فون بھی کرے گی۔

''میں رضا کی بہن ہوں، کچھ عرصے پہلے ہی ہم لوگ رئیس منزل سے شفٹ ہو کر بنگلو میں آ گئے ہیں۔''

''آ جائیے......'' امی نے کچھ سوچ کر کہا اور پھر رضا سے بڑی دو اور چھوٹی بہن راحیلہ ایک شام ان کے ہاں آ بھی گئیں۔

''رضا ہمارا بے حد لاڈلا اور چھوٹا بھائی ہے، اس کی بچپن سے ہم ہر ضد پوری کرتے آ رہے ہیں۔''

''وانیہ سے شادی کرنا بھی اس کی ضد ہے؟'' دادی جان نے پوچھا۔

''بس وہ اسے بہت اچھی لگتی ہے...... حالانکہ ہمارے خاندان میں ایک سے ایک خوب صورت لڑکی موجود ہے مگر اسے کوئی پسند نہیں۔'' نگہت ہنس کر کہہ رہی تھیں۔

''مگر رضا تو آپ کا چھوٹا بھائی ہے...... کیا آپ اس کی شادی فوری طور پر کرنا چاہیں گی؟'' دادی جان نے پوچھا۔ امی تو ان سب بہنوں کو دیکھ کر ان کی چھچھوری باتیں سن کر دل گرفتہ سی بیٹھی تھیں۔

''شادی تو اس وقت تک رضا کی نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہم چاروں بہنوں کی شادیاں نہ ہو جائیں...... ہاں، ہم منگنی کر لیتے ہیں اور اس لیے رضا نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ لوگ منگنی کے لیے تیار ہو جائیں اور جوان بچوں پر خواہ مخواہ کی پابندیاں عائد نہ کریں...... اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ لڑکے، لڑکیاں اپنی پسند سے ہی شادیاں کرتے ہیں، ہم تو دیکھئے کتنے بڑے دل کے ہیں کہ اپنے چھوٹے بھائی کی خوشی کے لیے فوراً چل کر آپ کے پاس آ گئے۔''

''مگر ہمیں منگنی نہیں کرنی اور نہ ہی آپ کے لڑکے کے ساتھ رشتہ طے کرنا ہے۔'' دادی نے وثوق بھرے لہجے میں کہا۔

''اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے آپ نے اپنی پوتی سے بھی پوچھا ہے یا نہیں......؟'' رضا کی بہنیں باہم

ایک دوسرے کو کہنیاں مارتے ہوئے ہنس کر بولیں۔

''جو ہمارا فیصلہ ہوتا ہے وہی ہمارے بچوں کا بھی ہوتا ہے۔''

''پھر تو آپ کے حکم پر ہی وانیہ ہمارے رضا کے ساتھ ہوٹلوں اور پارکوں میں ماری ماری پھرتی ہے۔ رضا کا پروگرام تھا وہ ایک ہفتے کے لیے وانیہ کو مری لے جائے گا، آپ ہاتھ ملتی رہ جائیں گی اور وانیہ اس کے ساتھ گھومنے بھی چلی جائے گی۔''

''آنٹی آپ کو پتا ہی نہیں ہمارے کالج میں مینا بازار کا بہانہ بنا کر ان دونوں نے سارا دن باہر گزارا تھا۔'' راحیلہ نے انکشاف کیا۔

''لوگ خواہ مخواہ لندن امریکہ کا رونا روتے ہیں کہ وہاں ناجائز اولادیں ہوا کرتی ہیں...... ارے بھئی اب تو پاکستان میں ناجائز بچے بہت ہو رہے ہیں۔'' بڑی بہن نے پھر قہقہہ اچھال کر زہریلا جملہ ادا کیا۔

''اٹھیے...... فوراً اٹھیے اور آئندہ ہمارے گھر آنے کی زحمت مت کیجئے گا اور ہاں رضا کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیجئے گا کہ اس نے اب رئیس منزل میں قدم بھی رکھا ناں تو اس کی ٹانگیں تڑوا دوں گی۔ اب نظر نہ آئے وہ یہاں...... ہاں۔'' امی غصے سے بپھر کر کھڑی ہو گئیں اور رضا کی بہنوں کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

''پاگل تو نہیں ہو گئیں آپ...... کوئی گھر میں بلا کے مہمانوں سے ایسا سلوک کرتا ہے۔''

''ارے ایسا غصہ اور اتنی غلط فہمی کہ پوری رئیس منزل خریدے بیٹھی ہیں۔''

''پہلے اپنی اوقات تو معلوم کر لیں کہ دڑبے میں رہتی ہیں اور کوٹھی والوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں۔''

''ایسی کالی سی لڑکی کی شادی خود کر کے دکھائیں تو جانیں ہم۔ کتنے گھروں میں لڑکیاں بیٹھی ہوئی ہیں آپ کو پتا بھی ہے......؟'' ان کے جاتے ہی امی نے چپل اٹھائی اور وانیہ کی کمر پر برسانی شروع کر دیں۔

''بے غیرت لڑکی...... صرف تیری وجہ سے ہم نے یہ ذلت سمیٹی ہے کہ لوگ ہمارے منہ پر تھوک کر جا رہے ہیں۔''

''پاگل ہو گئی ہو زری کیا...... کیا مار ہی ڈالو گی وانیہ کو......؟'' دادی جان نے پھولی پھولی سانسوں کے ساتھ وانیہ کو بچاتے ہوئے کہا۔

''کاش یہ پیدا ہوتے ہی مر گئی ہوتی تو مجھے یہ دن دیکھنا نصیب تو نہیں ہوتا۔ صارم اور اعظم واقعی صحیح کہہ رہے ہیں اب یہ گھر سے قدم نہیں نکالے گی۔''

☆======☆======☆

نوید جب گھر آیا تو شہزادی کو گھر میں نہ پا کر وہ ماں سے بولا۔

''کہاں چلی گئی ہے اتنے سویرے وہ......؟''

''بیٹا وہ تو کل ہی چلی گئی تھی۔''

''مگر کیوں......؟''

''وہ آنگن میں گر گئی تھی تو فوراً ہی اپنے گھر چلی گئی۔''

"وہ گر گئی تو آپ اسے ڈاکٹر کو دکھانے لے کر جاتیں۔"

"بیٹا وہ تو آنا فانا رکشے میں بیٹھ کر اڑن چھو ہو گئی۔"

"اب کیسی طبیعت ہے اس کی؟"

"وہ نہ اپنا فون اٹھا رہی ہے اور نہ ہی آپا۔"

"تو پھر ان کے گھر جانا چاہیے تھا ناں؟"

"تم تو جانتے ہی ہو آپا کے گھر میں ایک عرصے سے نہیں جا رہی...... جب سے شہزادی نے اپنی ماں کے گھر بیٹھ کر مجھ سے بدتمیزی کی تھی میں نے وہاں آنا جانا ہی چھوڑ دیا تھا۔"

"ٹھیک ہے، میں خود ہی جا کر دیکھ آؤں گا۔ میری بیوی کو تو کوئی دیکھنے والا تک نہیں ہے۔" نوید بڑبڑاتا ہوا فوراً ہی باہر نکل گیا۔ نہ اس نے یہ پوچھا کہ جب گیا تھا تو آپ کو بخار تھا اب کیسی طبیعت ہے۔ نوید جیسا اچھا لڑکا جو اپنی ماں کا ہمہ وقت خیال رکھنے والا تھا اس پر بھی بیوی کی مکاریوں کا اتنا اثر ہو گیا تھا کہ اسے بھی اب اپنی بیوی کی ہر بات صحیح نظر آیا کرتی تھی اور ماں کی ہر بات غلط......!

☆======☆======☆

صارم آفس سے آیا تو اپنے خیالوں میں ہی دھت تھا اس نے اپنے آفس کے چیف اکاؤنٹینٹ شعیب صاحب سے بھی کہا تھا کہ اس کی بہن کے لیے کوئی اچھا لڑکا بتائیں۔ شعیب صاحب معمر شخص تھے اور فلاحی کاموں میں بڑے شوق سے حصہ لیتے تھے آفس میں مسز شاہد کی بہن اور نند کی شادیاں بھی انہوں نے اپنے حلقۂ احباب میں کروائی تھیں۔

"بیٹا صارم، آج کل اچھے لڑکے مشکل سے ہی ملتے ہیں مگر تم پریشان نہ ہو...... میں تمہاری بہن کے لیے جلد کوئی اچھا لڑکا ڈھونڈ لوں گا۔"

"چائے پیو گے؟" ماں نے پوچھا مگر وہ چپ چاپ لاؤنج میں بیٹھا تھا، اس کے دماغ میں نوید کی باتیں گھوم رہی تھیں جب وہ اشارے کنائے میں اسے سمجھانا چاہتا تھا اور وہ اس کی بات ہی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

"لو یہ چائے......" اس کے کچھ نہ جواب دینے کے باوجود امی جان نے اس کے سامنے چائے کا مگ رکھ دیا اور وہ چپ چاپ چائے پینے لگا۔

"عینی اپنے میکے گئی ہے۔" امی نے اس سے کہا۔

"اچھا......" کہہ کر وہ چائے پینے میں مصروف ہو گیا۔

"اس کی ماں بیٹی کو بار بار رہنے کے لیے بلاتی ہیں، میں نے بھی کہہ دیا اس دفعہ دل بھر کے رہ کر آنا۔"

"ہوں......" کہہ کر وہ ریموٹ سے چینل سرچ کرنے لگا جیسے یہ کوئی اہم بات ہی نہ ہو۔

"آج کل لڑکیوں کا دل سسرال میں نہیں لگا کرتا۔" امی اس کے برابر بیٹھی اسے بولنے کے لیے اکسا رہی تھیں مگر اب وہ ایک بور سا ٹاک شو بڑی محویت سے دیکھ رہا تھا اور جیسے ہی امی جان اٹھ کر اپنے کمرے میں گئیں اس نے ٹی وی آف کر دیا اور وہیں صوفے پر ڈھے گیا۔ اپنے ہاتھوں کو اس نے اپنی آنکھوں پر رکھ لیا اب وہ رو رہا تھا چپکے چپکے اور اس کا ہر آنسو اس کے دل پر گر رہا تھا۔

"میری بہن کو کوئی یہ کہے کہ اسے کسی لڑکے کے ساتھ گھومتے دیکھا ہے...... تف ہے مجھ پر...... جسے اپنے گھر والوں کی حفاظت کرنی بھی نہیں آتی۔ یہ تو چوری ہوئی کہ میرے گھر کی دولت کو اٹھا کر کوئی گھوم رہا ہے اور ایسا شخص جس کی رئیس منزل میں تو کوئی عزت نہیں تھی، یہاں کے رہنے والے اسے رضا کے بجائے پھٹیچر کہا کرتے تھے۔" پھر اس نے اپنا سر تھام لیا۔

اپنے میکے جا کر عینی نے کئی بار صارم کو فون کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے موبائل میں عینی کا نام دیکھ کر اسے ریسیو نہیں کیا تھا۔ رات گئے جب اس نے صارم کو فون کیا تو وہ بولا۔

"کیوں بار بار فون کر رہی ہو مجھے؟"

"آپ کو بتانا تھا کہ میں امی کے ہاں ہوں۔" صارم کے درشت لہجے کو سن کر وہ روہانسی سی بولی۔

"ٹھیک ہے...... پھر وہاں سکون سے رہو...... مجھے کیوں ڈسٹرب کر رہی ہو، میں سو رہا تھا، لے کر جگا دیا۔"

"اتنی جلدی سو گئے آج آپ...... طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی......؟" اس نے تفکر بھرے لہجے میں پوچھا۔

"بہت سخت جان ہوں بہت ڈھیٹ اور بے غیرت ہوں مجھے کیا ہونا ہے۔" کہہ کر اس نے نہ صرف فون کاٹ دیا بلکہ پاور بھی آف کر دیا اور عینی، صارم کا یہ رویہ دیکھ کر بے اختیار رونے لگی۔

"یہ سب تمہاری من مانی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ تم وانیہ کو لے کر اس کی حوصلہ افزائی نہ کرتیں تو آج یہ دن تمہیں دیکھنے کو نہ ملتے۔"

"امی میں نے کب کی تھی اس کی حوصلہ افزائی وہ خود ہی میرے پیچھے پڑی رہتی تھی اور اپنی بات منوا کر رہتی تھی۔"

"اگر تم اس کی پہلی بات ہی نہ مانتیں تو ایسا کچھ نہیں ہوتا۔ وہ تو چین سے گھر میں بیٹھی ہے اور تم اپنی ماں کے گھر آ کر بھی ٹسوے بہا رہی ہو۔"

"مجھے تو آنٹی کے سلوک پر حیرت ہو رہی ہے کہ جانتے بوجھتے ہوئے بھی انہوں نے رضا کا چکر میرے ساتھ نتھی کر دیا جیسے یہ سب برائی میری وجہ سے ہوئی ہے۔"

"ساس صرف ساس ہوتی ہے، وہ وانیہ کی ماں پہلے ہیں وہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں کہ تم تو ان کے ہاں ستی ساوتری بنی بیٹھی رہو اور ساری کیچڑ ان کی بیٹی پر آئے یوں بھی جب کسی پر کیچڑ گرتی ہے تو وہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی دیکھنا چاہتا ہے۔ جیسے تنہا سڑک پر کوئی گرے تو اسے خفت زیادہ ہو گی اگر اس کے ساتھ دو چار لوگ اور بھی گریں تو وہ اتنی خفت محسوس نہیں کرے گا۔"

"دیکھیں یہ معمولی بات نہیں ہے، صارم کی ماں نے عینی کو گھر سے اس وجہ سے نکالا ہے کہ اس نے ان کی آوارہ بیٹی کا پول کھول دیا۔ آپ عینی کے سسر سے بات کر کے ان کی طبیعت ضروری صاف کریں۔" ثمینہ بیگم اپنے شوہر سے بضد تھیں کہ وہ فون ملا کر بابو جی کو کھری کھری سنائیں۔

"خواتین کے معاملات میں مردوں کا بولنا اچھا نہیں لگتا۔" اظفر صاحب نے بیوی کو سمجھایا۔

"مگر فون پر صارم کی ماں نے کہا ہے کہ عینی کو اپنے گھر اس وقت تک رکھنا جب تک ہم اسے اچھی طرح کھلا پلا سکیں......شریفوں کا یہ شیوہ ہوتا ہے کہ بیٹی اپنے میکے آئے تو سسرال والے ایسی باتیں کریں؟"

"وہ جب نہیں چاہتی تھیں کہ عینی اپنے میکے آئے تو آپ نے کیوں اسے بلایا وہیں رہنے دیتیں مگر آپ بھی کوئی کم تھوڑی ہیں......مسئلے کو مسائل بنانے میں ماہر ہیں۔" اظفر صاحب برہمی سے بولے۔

"ہماری اکلوتی بیٹی ہے، ہم کیوں اس کے سسرال والوں سے دب کر رہیں۔"

"ثمینہ بات دبنے یا دبانے کی نہیں ہے۔ شائستگی اور تمیز کی بات ہے، بیٹی کے سسرال والوں سے اس حد تک بے تکلف ہونے کی آپ کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ انہوں نے منہ کھول کر جو چاہا آپ کو سنا ڈالا۔"

"تو کیا آپ اس معاملے میں کچھ نہیں بولیں گے؟" ثمینہ نے ابرو چڑھا کر شوہر سے پوچھا۔

"ہرگز نہیں......" ثمینہ بیگم غصے سے اپنی چپل کی ایڑی بجاتی اپنے کمرے میں چلی گئیں جہاں تکیے میں منہ چھپا کر انہیں رونا تھا۔

☆======☆======☆

"14......" نمبر ڈاکٹر ندرت کے کلینک میں باہر اسٹول پر بیٹھے چپڑاسی نے آواز لگائی۔ سعیدہ اپنی پرچی لے کر ڈاکٹر کے روم میں داخل ہوئی، وہ یہاں اپنی داڑھ دکھانے آئی تھی جس میں کئی روز سے شدید درد چل رہا تھا۔ ڈاکٹر ندرت اس وقت دادی جان کو ان کی دواؤں کے بارے میں سمجھا رہی تھیں۔ دادی جان نے نسخہ نوشابہ کو تھمایا اور دروازے پر استادہ سعیدہ کو دیکھ کر چونک گئیں۔

"کیسی ہو سعیدہ، تم بہت دبلی ہوگئی ہو؟" دادی جان نے اسے اپنے گلے سے لگاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہوں دادی جان اور آپ لوگ کیسے ہیں؟"

"ہم سب بھی ٹھیک ہی ہیں۔" انہوں نے گہری سانس لی۔

"تم کبھی آئیں نہیں رئیس منزل میں......؟" انہوں نے پوچھا۔

"ہاں دادی، وقت نہیں ملا۔"

"ہم نے صارم کی شادی کا کارڈ تمہاری پڑوسن کو دے دیا تھا کہ وہ تمہیں بھجوا دے مگر تم شادی میں بھی نہیں آئیں۔"

"وہ دراصل ان تاریخوں میں ہماری فیملی میں کئی شادیاں تھیں اس لیے بس......" اس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ دادی جان نوشابہ کا ہاتھ پکڑ کر باہر نکل گئیں اور سعیدہ ایک زخمی سی مسکراہٹ لیے دل میں سوچنے لگی۔

لو آج بتا دوں میں تم کو
تم بن بھی جینا سیکھ لیا
دھنک رنگ چنری ملی نہ مجھ کو
کالا آنچل اوڑھ لیا
کانٹے چبھے مجھے پھولوں سے
گلشن میں جانا چھوڑ دیا

جب روٹھ گئیں بہاریں تو
خزاں میں مسکن ڈھونڈ لیا
آنکھوں میں شبنم کے موتی
مسکان سجا کر ہونٹوں پر
خود کو ہی نہیں لوگوں کو بھی
میں نے دھوکا دینا سیکھ لیا

شاعرہ: خالدہ تسیم

☆======☆======☆

رضا کے گھر والوں کی جس طرح گھر میں عزت افزائی کی گئی تھی وانیہ کا خیال نہیں تھا کہ رضا اس سے دوبارہ رابطہ بھی کرے گا۔ اس کی بہنوں نے بھی گھر جا کر اسے خوب سنائی تھیں کہ اس کے طفیل ان کی بے عزتی ہوئی تھی اور وہ ان سے ساری کتھا سن کر ہنس دیا تھا۔

"اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ وانیہ کوئی عام سی لڑکی تو ہے نہیں......صارم کی بہن ہے جو ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں ایک شاندار جاب پر فائز ہے۔ اس نے ہمیشہ مجھ پر ایک کمتری کی نظر ڈالی ہے۔ عید، بقر عید کی نماز پڑھ کر گلے ملنے کے بجائے صرف ہاتھ ملانے پر اکتفا کیا ہے۔ بڑا لوہا ہے اس کی گردن میں......اور اس کا سر تو میں اسی صورت جھکا سکتا ہوں جب وانیہ کو پوری رئیس منزل میں بدنام کر دوں گا......اور تب صارم میرے پاس آ کر مجھ سے ملتجی لہجے میں کہے گا، رضا بھائی......ہم آپ کے ممنون ہوں گے آپ ہماری بہن سے شادی کر لیں اور میں اس شادی کے لیے کم از کم 25 لاکھ کی ڈیمانڈ رکھوں گا اور مجھے یقین ہے کہ انہیں میری ڈیمانڈ ضروری پوری کرنی پڑے گی۔"

"پاگل ہو گیا ہے تُو شاید......ایک چھوٹے سے فلیٹ کے مکین تجھے 25 ہزار تو ضرور دے سکیں گے مگر 25 لاکھ کسی صورت میں نہیں، ان کے پاس ہے کیا؟" بڑی بہن نے ہنس کر کہا۔

"آپ لوگوں کو معلوم نہیں صرف دس لاکھ تو صارم کی بیوی اپنے جہیز میں کیش لائی ہے، میرا ایک دوست بینک کا کیشئر ہے اس نے مجھے بتا رکھا ہے صارم کے اکاؤنٹ میں بہت پیسہ ہے۔ وہ بے حد کنجوس ہے، اپنی ذات پر بھی کچھ خرچ نہیں کرتا۔ اس کی تنخواہ کا ایک بڑا حصہ، اس کے چھ میں سے چار بونس اس کے اکاؤنٹ میں جمع ہو جاتے ہیں اتنے پیسے والی بہن کے ہونے والے شوہر کو بھی تو کچھ ملنا چاہئے۔"

"تو کیا واقعی وانیہ سے شادی کرے گا؟" بڑی بہن نے پوچھا۔

"ہاں باجی......شادی تو مجھے کرنی ہی پڑے گی بعد میں وہ مجھے چھوڑ کر خود چلی جائے تو اس کا ذمہ میں نہیں لیتا......مگر میں بات کا پکا ہوں جو کہا ہے وہ کر کے رہوں گا۔"

"کیا اپنی بہنوں سے پہلے تم اپنی شادی رچاؤ گے؟"

"میں شادی کروں گا تو آپ لوگوں کو شادیاں ہو سکیں گی ورنہ ہمارے پاس ہے کیا......ہمارے نصیب سے ایک فری کا سجا سجایا مکان مل گیا ہے تو نصیب سے ہی شادیاں اور پیسہ بھی مل جانا چاہئے ناں۔" وہ ہنس کر

بولا اور بہنوں کے دل میں وانیہ کے گھر والوں کے لیے جو غصہ اور نفرت تھی وہ پل بھر میں ختم ہو گئی اور ان سب کے قہقہے رضا کے قہقہوں کے ساتھ مل کر اچھل کود کرنے لگے۔

☆======☆======☆

عینی کے میکے جانے کے بعد وانیہ اپنی دوپہر اسی کے کمرے میں گزارہ کرتی، اسے یقین تھا اب رضا اس سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔ وہ خالی وقت اس کے پرانے میسجز پڑھ کر مسکرایا کرتی، ایک دن وہ چپ چاپ اپنے موبائل کو ہاتھ میں لیے غم زدہ سی بیٹھی تھی کہ موبائل کی ننھی سی اسکرین پر رضا کا میسج لکھا نظر آیا۔

محبت اپنی بھی اثر رکھتی ہے فراز
بہت یاد آئیں گے ذرا بھول کر تو دیکھو

''تم بے شک بھول جاؤ، میں تو واقعی نہیں بھول سکتی۔'' اس نے زیر لب کہا۔

''کاش اس کو معلوم ہو عدم
وہ ہمیں جان سے پیارا ہے''

امی جان نے کہا تھا اب رضا سے رابطہ کیا تو تمہارے ہاتھ سے موبائل لے کر ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی اس لیے اس کی انگلیاں موبائل پر تھرتھرا کر واپس لوٹ آئیں۔ تھوڑی دیر بعد رضا کا ایس ایم ایس کچھ اس طرح کا تھا۔

''میری وانیہ! تمہارے حال دل سے تو بے خبر ہوں مگر میرا یہ حال ہے کہ......

اپنے ہونٹوں پر سجانا چاہتا ہوں
آ! تجھے میں گنگنانا چاہتا ہوں
کوئی آنسو تیرے دامن پہ گرا کر
بوند کو موتی بنانا چاہتا ہوں
بڑھ گئی۔ اس حد تلک بے اعتمادی
تجھ کو تجھ سے بھی چھپانا چاہتا ہوں
تھک گیا میں کرتے کرتے یاد تجھ کو
اب تجھے میں یاد آنا چاہتا ہوں
آخری ہچکی ترے زانو پہ آئے
موت بھی میں شاعرانہ چاہتا ہوں
رہ گئی تھی کچھ کمی رسوائیوں میں
پھر بھی میں اس در پہ جانا چاہتا ہوں

(قتیل شفائی)

رضا کا ایس ایم ایس پڑھ کر اس کی آنکھوں میں تو سمندر اتر آیا۔ رضا کی اس بے قراری پر تو اس کا دل بھر آیا رضا کو اسی وقت ایس ایم ایس کیا اور کسی غم زدہ ہیروئن کی طرح روتی رہی۔

''چاہتیں ہیں دل کی کیا
تم سے کہوں تو کس طرح
دھڑکن میں ہے بسا کوئی
میں نام لوں تو کس طرح
ہو حوصلہ تو پھر کہوں
تم ہی تو ہو تم ہی تو ہو
دل میں کہا میں نے بار ہا
سناؤں تمہیں تو کس طرح
ہر لمحہ تیرے ساتھ کا
خاموش یہ پیغام ہے
زباں پہ لاؤں کس طرح
لفظوں میں جب نہ کہہ سکیں
آنکھوں عیاں کرتی ہیں راز
نظروں میں ہے چھپا ہوا
شاید سمجھ لو اس طرح''

''ہرا......'' رضا نے نعرہ لگایا۔ ''وانیہ میری ہے، گھر والوں کی پابندی کے باوجود اس نے ہار نہیں مانی ہے، میری 25 لاکھ کی اسامی کبھی مجھ سے دور مت جانا۔'' رضا نے پھر قہقہہ لگایا اور وانیہ کی جانب سے آنے والے ایس ایم ایس کو بے اختیار چوم لیا۔

''رضا کیا بات ہے......اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کیوں ہنسے چلے جا رہے ہو؟'' بڑی بہن نے پوچھا۔

''بات ہی ہنسنے کی ہے تو کیوں نہ ہنسوں......!'' ابرو چڑھا کر کہا۔

''پھر بھی ایسی کیا بات ہو گئی ہے...... ہیں؟''

''آپ نہیں سمجھ سکتیں۔'' وہ پھر ہنسا۔

''باؤلے، ہم تیری بہنیں ہیں...... تیرے دل کی بات ہم نہیں سمجھیں گے تو کیا کوئی باہر والا سمجھے گا......؟'' لہجہ وثوق بھرا تھا۔

''تو سنیں شاعر نے تو کچھ اور کہا تھا مگر میں کچھ اور طرح سے کہہ رہا ہوں......

تخت کیا چیز ہے اور لعل و جواہر کیا ہیں
لڑکی والے تو ہر چیز دیا کرتے ہیں
اور پچیس لاکھ تو اضافی دیا کرتے ہیں

☆======☆======☆

اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اپنے آپ کو کہاں چھپا کر رکھے۔ صبح مائی کام کرنے آتی تو وہ سلام کرکے پہلی بات یہی کرتی۔

''ارے عینی باجی ابھی آپ اپنی سسرال نہیں گئیں، اس دفعہ تو بہت رہ گئیں۔'' یا کبھی اس طرح کہتی۔ ''ارے عینی باجی، میں تو سوچ رہی تھی کہ آج کام پر جاؤں گی تو آپ سے ملاقات نہیں ہو سکے گی...... کون چھوڑا کرتا ہے اتنے ڈھیر سارے دن میکے میں۔ آپ کے میاں جی تو لگتا ہے آپ کو میکے بھیج کر بھول ہی گئے ہیں۔'' اور عینی حواس باختہ ہو کر اسے دیکھنے لگتی ہے۔ محلے کی کوئی خاتون آجاتیں تو وہ ہنس کر پوچھا کرتیں۔

''عینی بیٹا کیا کوئی خوشی کی خبر ہے جو میکے آرام کرنے آئی ہو؟'' اور زہ کھسیا کر وہ جاتی۔

سخت گرمیوں کے دن تھے جس نے حال بے حال کر رکھا تھا اور ایک دوپہر وہ پاپا کی لائبریری میں بیٹھی ایک کتاب لیے بیٹھی تھی۔

ہوا جب گرم چلتی ہے\
بہت بے چین کرتی ہے\
سلگتی ہیں یہ راتیں بھی\
جھلستی ہیں یہ شامیں بھی\
وہ رنگ و نور کا موسم\
بھلا کب دل کو بھاتا ہے\
دلوں میں آگ جلتی ہے\
محبت ہاتھ ملتی ہے\
ہوا جب گرم چلتی ہے\
جفا کے شہر میں لوگو\
وفا کب ساتھ رہتی ہے\
حنا کا رنگ باقی ہے

ابھی ہاتھوں کی پوروں پر\
انا کے شہر میں اکثر اگن ہی من میں جلتی ہے\
ہوا جب گرم چلتی ہے\
ہے مندروں میں لمحوں کا سمندر اس کے جلوؤں کا\
ہمیں دو ساز غم جاناں\
جفا لیکن نہ دہرانا\
انا بے چین ہوتی ہے\
وفا کروٹ بدلتی ہے\
ہوا جب گرم چلتی ہے\
بہت بے چین کرتی ہے

''گرم موسم کا اثر دماغ پر بھی تو پڑتا ہے ناں اتنی سی بات کا اتنا بڑا فضیحتا جس کی غلطی تھی اس کو بری کر دیا گیا اور سارا عتاب مجھ پر آ گیا جیسے میں نے ہی وانیہ کو اکسایا ہو کہ جاؤ جا کر رضا سے ملو یا اگر اس سے نہیں ملیں تو تباہ برباد ہو جاؤ گی۔'' کتنی بار اس نے صارم کو فون کیا تھا مگر انہوں نے ایک بات بھی نہیں سنی تھی۔ یکدم بادل گرجے تو ان کی گرج سن کر وہ کانپ سی گئی، وہ صارم کو غصے میں گرجتا دیکھ کر بھی تو سرتاپا کانپی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ شیشے کی کھڑکی پر بارش کا پانی اس طرح گر رہا تھا جیسے بارش کے آنسو پھسل رہے ہوں۔ وہ روتی بارش کو دیکھ کر از خود آبدیدہ سی ہو گئی۔ صارم کی بے اعتنائی سہنا کتنا مشکل تھا...... اس کا چہرہ سرسوں کی طرح پیلا ہو گیا تھا۔ رخسانہ پھپھو کا فون بھی آیا وہ بارش کے بہانے اسے اپنے گھر بلانا چاہ رہی تھیں۔

''عینی، بارش میں آلو کے پکوڑے، املی کی چٹنی کھانی ہو تو آجاؤ نغمی (کزن) بھی میرے پاس آئی ہوئی ہے اور تمہیں یاد کر رہی ہے، تم صارم کے ساتھ آجاؤ۔''

''نہیں پھپھو، میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔''

''اے ہے طبیعت کو کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے چہک کر پوچھا۔

''کچھ نہیں، گرمی کی وجہ سے شاید بخار ہو گیا ہے۔'' اس نے سنبھل کر بات بنائی۔ ''اور صارم بھی آفس سے دیر سے آ رہے ہیں۔''

''اچھا بھئی، نغمی سے بات کرو ہمارے کہنے سے نہیں آ رہی ہو تو اس کے بلاوے پر ہی آجاؤ۔'' انہوں نے موبائل اپنی دوسری بھتیجی کو تھما دیا۔ اس سے پہلے کہ نغمی اس سے ملتجی لہجے میں آنے کو کہتی عینی نے موبائل ہی آف کر دیا۔

''میں کہیں نہیں جانا چاہتی۔ جب صارم مجھے میکے بھیج کر بھول چکے ہیں تو میں اپنے آپ کو کیوں یاد رکھوں اور میں کیوں کسی کو بتاؤں کہ...... کہ کیا ہوا ہے......'' وہ سر جھاڑ، منہ پھاڑ گھومتی رہتی۔ گھر میں اسے ماں ٹوکتیں تو وہ سنی ان سنی کر دیتی۔ پہاڑ جیسے لمبے دن کس اذیت سے گزر رہے تھے یہ وہی جان سکتی تھی۔ بیٹی کی یہ

حالت دیکھ کر ثمینہ بیگم کو رنج کے ساتھ غصہ بھی تھا ان کا بس نہیں چلتا تھا صارم کی ماں کی طبیعت صاف کر آئیں مگر اظفر سے وہ ڈرتی تھیں اس لیے چپ تھیں۔

ان تمام حالات کو اظفر بھی بغور دیکھ رہے تھے، ان کی ہنستی مسکراتی بیٹی کے لبوں پر قفل پڑے انہیں صاف نظر آرہے تھے۔ عینی کو میکے آئے مہینہ بھر سے زائد ہو گیا تھا اس دوران نہ صارم کا کوئی فون آیا تھا اور نہ ہی سسرال والوں سے کسی قسم کا کوئی رابطہ ہوا تھا۔ اظفر دیکھ رہے تھے ان کی بیٹی بجھی بجھی سی ہے۔ کھانے کی میز پر آتی تو برائے نام وہ کھانا کھاتی۔ کسی مہمان کے آنے پر وہ قصداً اپنے کمرے میں ہی رہتی۔ کسی بھی آنے والے کے سامنے آنے سے گریز کرتی۔ حد تو یہ تھی کہ رخسانہ بیگم جب بھائی کے ہاں آئیں تو عینی کے آنے کا تذکرہ نہ ثمینہ بیگم نے کیا اور نہ ہی اظفر نے۔

رخسانہ بیگم یونہی ٹہلتے ہوئے لائبریری میں چلی گئیں تو دیکھا عینی ہاتھ میں کتاب لیے خلاؤں میں گھور رہی ہے۔

"ارے...... تم کب آئیں؟" انہوں نے بھتیجی کو پیار کرتے ہوئے پوچھا۔ "بارش والے دن میں نے فون کیا تھا تو کہاں تھیں تم؟"

"چند دن ہی ہوئے ہیں آئے ہوئے، مجھے فلو ہو گیا تھا تو اس لیے یہاں چلی آئی۔" بارش والے دن کا تذکرہ وہ گول کر گئی کہ کہاں تھی۔

"تم میرے پاس کیوں نہیں آئیں؟" انہوں نے شکوہ کیا۔

"پھپھو ابھی تو میں یہاں ہوں، آپ کے پاس بھی ضرور چکر لگاؤں گی۔"

"صارم نے کیسے رہنے کے لیے بھیج دیا...... زری ایک مرتبہ کہہ رہی تھیں کہ صارم کو تو عینی کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا۔"

"اب نظر آنے لگا ہے۔" بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ رخسانہ بیگم نے چونک کر عینی کو دیکھا اور انہیں یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہو کہ اب صارم کو میرے سوا سب نظر آتا ہے۔

"بیٹا سب ٹھیک ٹھاک ہے ناں؟" انہوں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"جی پھپھو۔" عینی نے اپنے چہرے کے آگے کتاب کر لی اور رخسانہ بیگم پریشان سی ہو گئیں۔ عینی یقیناً ان سے کچھ چھپا رہی ہے انہیں ایسا لگا۔

"عینی بیٹا سب خیریت تو ہے ناں؟" رخسانہ بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس سے قبل عینی کچھ کہتی ثمینہ شیر کی طرح کمرے میں داخل ہوئیں اور عینی سے بولیں۔

"تم یہاں ہو اور باورچی خانے میں سالن جلنے کو ہے، ذرا دیکھو تو سہی۔" عینی نے حیران نظروں سے ماں کو دیکھا اور کچھ کہے بغیر باورچی خانے میں چلی گئی جہاں بوا بیٹھی کوفتے بنا رہی تھیں۔

"بوا سالن جل رہا ہے...... آپ کو پتا ہی نہیں چلا۔" عینی نے ان سے کہا۔

"ارے بیٹا ابھی تو میں قیمے میں مسالا بھر کر کوفتے بنا رہی ہوں۔ مسالا تو ابھی چولہے پر چڑھایا تک نہیں۔" یہ آوازیں رخسانہ بیگم نے بھی سنیں اور چپ چاپ وہ گھر لوٹ آئیں، انہیں معلوم تھا بھاوج کچھ

بتائیں گی نہیں اور بھتیجی کو وہ کچھ بتانے دیں گی نہیں۔

☆======☆======☆

"نہیں، نہیں...... نہیں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں۔" وہ ضد بھرے لہجے میں بولا۔

"رضا آپ سمجھتے کیوں نہیں ہیں، اب میں نہیں آسکتی۔"

"کیوں نہیں آسکتیں؟"

"میرے گھر میں عینی نے آگ لگا دی ہے اور تمہیں بدنام کر کے رکھ دیا ہے۔"

"تم اسے بدنام کر دو۔"

"میں اسے بدنام کر سکتی ہوں۔ ان کی تو عشق کے طفیل شادی ہو گئی مگر میری شادی ہونے میں وہ روڑے اٹکا رہی ہیں۔"

"ان کا پتا ہی صاف کر دو...... پھر تو میدان خالی ہو جائے گا۔" رضا نے زعم بھرے لہجے میں کہا۔

"ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا...... ہمارے صارم بھائی ان کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبے ہوئے ہیں۔"

"ارے...... جو میرے بیچ میں آئے گا اس کا حال کیا ہو سکتا ہے، یہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں۔" رضا کی ہنسی اسے اپنے موبائل پر ایسے سنائی دی جیسے وہ واقعی کچھ کر گزرنے والا ہو۔ اس کے لہجے میں نہ جانے ایسا کیا تھا وانیہ گھبرا سی گئی۔

"ارے چھوڑیں ان سب کو...... مجھے جیسے ہی کوئی موقع ملے گا تمہیں فون کروں گی۔"

"تم کوئی موقع نہیں ڈھونڈ پاؤ گی۔ اس کا اندازہ مجھے ہو رہا ہے۔" وہ تمسخر بھرے لہجے میں بولا۔

"ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟" حیران ہو کر اس نے پوچھا۔

"تم میری توقع سے بھی زیادہ بزدل لڑکی ہو اور میں کسی بزدل لڑکی سے کوئی توقع کر ہی نہیں سکتا۔"

"اچھا...... آج کس نے فون کیا ہے، میں نے یا تم نے؟"

"جب میرے پچاس ایس ایم ایس تمہیں ملے۔ تب فون کرنے کے لیے وقت نکالا اور وہ بھی اسٹور روم کی صفائی کے بہانے مچان پر چڑھ کر تم مجھ سے بات کر رہی ہو۔" وہ پھر ہنسا۔

"کہیں پر بھی چڑھ کر بات کر رہی ہوں مگر بات تو ہو رہی ہے نا؟"

"مجھے تو لگ رہا ہے جیسے بجلی والے کھمبوں پر چڑھ کر فون کا ریسیور لے کر بات کرتے ہیں، تم بھی اسی طرح کسی کھمبے پر چڑھی بیٹھی ہو۔"

"ہاں کھمبے پر ہوں اور بجلی کے تاروں پر کھڑی تم سے باتیں کر رہی ہوں۔"

"میں تمہارے یہ پریشانی کے حالات ہی ختم کر دوں گا۔"

"رضا پلیز...... ایسا کچھ مت کرنا ورنہ صارم اور اعظم بھائی تمہارے ساتھ یقیناً کوئی برا برتاؤ ضرور کریں گے۔"

"میں نے کچی گولیاں کھیل رکھی ہیں کیا......؟"

"کچی اور پکی گولیوں کے بارے میں تو میں کچھ نہیں جانتی ہاں، یہ ضرور علم ہے کہ میرے بھائیوں کا غصہ آتشی قسم کا ہے۔"

☆======☆======☆

دادی جان لڑکیوں کو کسی کے گھر میں چھوڑنے کی سخت مخالف تھیں مگر رخسانہ بیگم بیمار تھیں اور ان کے گھر پر سوائے ملازمین کے کوئی نہیں تھا اس لیے نوشابہ کو انہوں نے بھیج دیا تھا۔ رخسانہ بیگم کو بخار کے ساتھ ڈپریشن شدید تھا، ایسے میں نوشابہ ان کے لیے مسیحا بن کر آئی تھی۔ وہ ہمہ وقت رخسانہ بیگم کے کمرے میں ہی رہتی۔ صبح اپنے ہاتھوں سے ان کے لیے ناشتا بنا کر انہیں اپنے سامنے کھلاتی، گیلے تولیے سے ان کا اسپنج کر کے ان کے کپڑے تبدیل کرواتی۔ سرکا درد تو ان کا کسی بھی بات پر ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی انگلیوں کو تیل میں تر کر کے پوروں سے مالش کرتی اور رخسانہ بیگم کو ایسا سکون ملتا کہ مارے تشکر کے ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے۔ گھریلو ملازمہ سے بارہا انہوں نے اپنے سر میں تیل لگوایا تھا اور وہ ان کے سر میں تیل بہا کر ایسے چپی کرتی کہ انہیں یوں لگتا جیسے وہ ان کے سر پر ہتھوڑے برسا رہی ہے اور ایک نوشابہ تھی جو اپنی انگلیوں کی پوروں سے دھیرے دھیرے یوں تیل لگا کر سر کو دبا رہی تھی کہ ان کے سر کا درد واقعی نکل گیا تھا۔

"آنٹی آپ کے سر میں خشکی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میں دھنیے کے تیل میں لیموں نچوڑ کر آپ کی مالش کیا کروں گی، سر کی ساری خشکی ختم ہو جائے گی۔" وہ پہروں ان کے ساتھ لاڈ کھیلتی اور اپنے گاؤں کے مزے مزے کے قصے سناتی کہ وہ بھی مسکرانے پر مجبور ہو جاتیں اور رات کو وہ جب تک سو نہ جاتیں ان کا جسم دباتی رہتی۔

"بیٹا تم تھک جاؤ گی سو جاؤ، مجھے جسم دبوانے کی عادت نہیں ہے۔"

"نہیں آنٹی، اس طرح آپ کو آرام ملے گا۔ نانی کو جب نیند نہیں آتی ہے تو میں انہیں دباتی ہوں تو انہیں بھی نیند آ جاتی ہے۔"

"مگر میری بچی تمہارے یہ نازک سے ہاتھ تھک جائیں گے۔"

"نہیں آنٹی، میں تھکتی نہیں ہوں۔" واقعی نوشابہ ایکٹو سی لڑکی تھی سارے کام سرعت سے ایسے انجام دیتی جیسے اس میں بجلی بھری ہوئی ہو۔ رخسانہ بیگم کا بخار تین دن میں ہی اتر گیا تھا مگر ان کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ نوشابہ یہاں سے واپس جائے۔

"نانی کا فون آئے تو کہہ دینا ابھی میری طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی ہے۔" رخسانہ بیگم نے مسکرا کر نوشابہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ ہنس دی۔

"آنٹی، آپ بے فکر رہیں ابھی میں آپ کے پاس خوب رہوں گی کہ ان دنوں نانی کا سارا دھیان عینی بھابی کی جانب ہے۔" نوشابہ نے مسکرا کر ان سے کہا۔

"کیوں...... عینی کو کیا ہوا؟" انہیں ایک دم عینی کا پریشان سا چہرہ اور لہجہ یاد آ گیا۔

"ایک ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا وہ اپنے میکے میں ہیں۔"

"مگر کیوں......؟"

"انہوں نے ممانی کو بتا دیا تھا......!" نوشابہ ترنگ میں آ کر بولی اور پھر گڑبڑا کر بولی۔

"پتا نہیں کیا بات تھی۔ ممانی کا رویہ عینی بھابی کے ساتھ کچھ اچھا نہیں تھا۔"

"مگر بات کیا تھی؟" رخسانہ بیگم نے اسے بولنے کے لیے اکسایا۔

"ایسی کوئی خاص بات نہیں تھی مگر ممانی کو بے وجہ غصہ آ جاتا ہے۔" اب نوشابہ بات پر ڈھکن رکھ رہی تھی۔

"عینی کا تمہارے ساتھ برتاؤ کیسا ہوتا ہے؟"

"وہ تو سب کے ساتھ ہی بہت اچھی ہیں اور میرے ساتھ بھی۔"

"صارم اپنی بیوی کا خیال رکھتا ہے ناں؟"

"وہ صبح سویرے جاتے ہیں اور دیر سے آتے ہیں۔ سارا دن عینی بھابی کو ممانی کے ساتھ ہی گزارنا ہوتا ہے۔"

"وانیہ تو عینی کی دوست ہے بلکہ پکی سہیلی......؟" اب رخسانہ بیگم بات کو دوسرے ٹریک پر لا رہی تھیں۔

"آنٹی، شادی کے بعد تو نند بھاوج کا رشتہ ہو جاتا ہے۔ عینی بھابی اپنی جانب سے کتنا ہی اچھا کر لیں کہلائیں گی تو بھاوج ہی اور یوں بھی وانیہ ایک بے وقوف سی لڑکی ہے اسے اندازہ ہی نہیں کہ عینی کتنی اچھی بھابی ہے۔"

"جیسے تم کو اندازہ ہی نہیں کہ تم کتنی پیاری بیٹی ہو۔" رخسانہ بیگم نے نوشابہ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے کہا تو وہ شرما سی گئی۔

"میں تو پریشان ہو گئی تھی عینی کو افسردہ سا دیکھ کر...... دل میں میرے خیال سا آیا تھا کہ زری کی طرف سے کوئی زیادتی تو نہیں ہوئی۔"

"نہیں آنٹی، ایسی کوئی بات نہیں، صارم بھائی، عینی بھابی کا بے حد خیال رکھتے ہیں وہ انہیں جلد ہی گھر لے آئیں گے۔"

"میرے چھوٹے بھائی اطہر کی بیٹی نغمی بتا رہی تھی زری ایک تقریب میں گئی تھیں تو ان کے ساتھ عینی نہیں تھی۔"

رخسانہ بیگم کی تفتیش اپنی جانب سے جاری تھی۔

"عینی کو کہیں آنے جانے کا شوق ہی نہیں ہے، وہ زیادہ تر گھر میں رہنا پسند کرتی ہے۔" نوشابہ نے بتایا۔

"ہاں ایسی تو وہ ہے۔" اس کا اندازہ تو انہیں تھا ان کی ساری بھتیجیاں ان کے گھر شوق سے آتی تھیں صرف عینی ہی تھی جو اپنے ماں، باپ کے ساتھ مارے باندھے ہی آیا کرتی تھی۔

☆======☆======☆

دو مہینے ہو گئے تھے عینی کو گھر میں بیٹھے ہوئے مگر سسرال سے کوئی پیش رفت نہیں تھی اب اظفر خاصے

پریشان ہوگئے تھے اور وہ دیکھ رہے تھے عینی جب سے گھر آئی ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ ڈپریسڈ سی ہوتی جارہی ہے۔ بات کرو تو ایسے چونکتی ہے جیسے کہیں کھوئی ہوئی ہو۔ ثمینہ بیگم نے انہیں بتایا تھا کہ صارم کا بھی کوئی فون نہیں آیا تھا حالانکہ ایسا تو کبھی ہوتا ہی نہیں تھا۔ عینی ایک دن کے لیے بھی آتی تو صارم کے فون تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آیا کرتے تھے۔

"ناشتا کرلیا، اب کیا کررہی ہو، کھانا کھالیا، کیا اب سوؤ گی، گرمی میں شاپنگ کے لیے نہیں جانا، شام ڈھلے جانا، آج گرمی زیادہ ہے پانی زیادہ پینا اور کوئی مشروب بھی۔" بعض مرتبہ ثمینہ بیگم الجھ جاتی تھیں۔

"یہ صارم کیوں بار بار فون کرتا ہے، ایک دن کے لیے ہماری بیٹی آتی ہے تو اسے چین سے بھی نہیں رہنے دیتا۔"

"محبت کرنے والے شوہر ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔" اظفر بیوی کو سمجھایا کرتے۔

"مجھے تو شوباز قسم کا لڑکا لگتا ہے ہر بات میں دکھاوا زیادہ ہوتا ہے۔"

"ہماری بیٹی اس کے ساتھ خوش ہے اس سے زیادہ کسی بھی ماں باپ کو اور بھلا کیا چاہیے۔" مگر اب صارم نہ خود آئے تھے اور نہ ہی کوئی فون۔ اظفر ان کے کسی معاملے میں دخل بھی نہیں دینا چاہتے تھے مگر بیٹی کی افسردگی بھی ان سے نہیں دیکھی جارہی تھی۔ بیوی کو تو وہ منع کرچکے تھے کہ بیٹی کے سسرال کے معاملات میں بولنا صحیح نہیں ہوا کرتا...... مگر بیٹی کا مغموم چہرہ بھی ان سے نہیں دیکھا جارہا تھا۔ کچھ سوچ کر انہوں نے صارم کے موبائل پر فون کیا۔

"بیٹا اتنے سارے دن ہوگئے تم نے چکر ہی نہیں لگایا؟"

"انکل ان دنوں آفس میں کام زیادہ ہے۔" صارم نے بہانہ بنایا۔

"پھر بھی تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی مگر چکر تو لگاؤ، عینی بھی گھر جانا چاہ رہی ہے۔"

"ان سے کہیں کہ وہ گھر آجائیں، میں تو بہت لیٹ جارہا ہوں آفس سے۔" یہ کہہ کر صارم نے فون کاٹ دیا اور اس لمحے اظفر کو اندازہ ہوا کہ وہ بات جتنی آسان سمجھ رہے ہیں اتنی آسان نہیں رہی۔

"کچھ نہ کچھ اور کہیں نہ کہیں گڑبڑ ضرور ہے جو صارم جیسا لڑکا بھی یوں اکھڑا اکھڑا سا ہے۔"

☆======☆======☆

دروازے پر کافی دیر سے دستک ہورہی تھی۔ صارم آفس سے آکر چائے پی رہا تھا۔ امی دروازہ کھولنے کے لیے اٹھیں تو اعظم انہیں رکنے کا اشارہ کرکے خود دروازے پر لپکا۔ دروازے پر رضا کھڑا تھا۔

"تیری یہ ہمت کہ یہاں پر آئے؟"

"قرۃ العین نے مجھے بتایا تھا تو اس لیے آیا ہوں۔"

"کیا بکواس کررہا ہے؟" اعظم دہاڑا۔ دروازے پر شور سن کر صارم بھی داخلی دروازے کی جانب گیا۔

"قرۃ العین سے میری دوستی اس وقت سے ہے جب وہ صارم سے ملی بھی نہیں تھیں۔ اب انہوں نے بلایا تھا کہ میں ان کے خطوط واپس کروں تو میں آج یہی دینے آیا تھا کہ......" بقیہ بات سننے سے پہلے صارم کا ہاتھ اس کے منہ پر پڑچکا تھا۔

"اپنی اوقات دکھانے آیا ہے کہ تو کتنا نیچ ہے یا دھمکانے آیا ہے؟"

"میں تو یہ بتانے آیا تھا کہ وہ بالکل پریشان نہ ہوں، میں تو ان کے سارے خط جلا چکا ہوں صرف ایک کارڈ ہے وہ بھی واپس کرنے آیا ہوں۔" اعظم نے کارڈ چھین کر رضا کو دھکا دیا کہ وہ چار سیڑھیاں نیچے جاگرا۔ اندر آکر کارڈ کھولا تو اس پر لکھا تھا۔

"بے حد پیار کے ساتھ...... تمہاری اپنی قرۃ العین عینی۔"

"یقیناً یہ جعلی ہینڈ رائٹنگ کا کارڈ ہے...... ایسے چلتر لوگ ایسی ہی حرکتیں کرنے میں تو ماہر ہوا کرتے ہیں۔" صارم نے کارڈ کو الٹ پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ عینی کی ہی رائٹنگ ہے۔ اس کے دستخط کرنے کا طریقہ بھی یہی ہے۔"

"مگر رضا سے عینی کا کیا ناتا؟" اعظم نے حیرت سے بھائی کو دیکھا۔

"میں نے تو اس سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ رضا اس کے چکر میں وانیہ سے ملا ہے مگر وہ مجھے جھٹلا رہی تھی، دیکھ لو آج کیسے سچ سامنے آیا ہے۔" امی نے کہا۔ "خوامخواہ میری بیٹی کا تماشا بنوایا اور اپنے معاشقے پر پانی ڈالتی رہی۔"

"مگر امی...... عینی تو......" صارم نے بیوی کی وکالت میں کچھ بولنا چاہا۔

"تمہیں نہیں معلوم بیٹا...... جب سے عینی بیاہ کر ہمارے گھر آئی ہے گمنام کالز نے ہمارا جینا دوبھر کر رکھا تھا، ہر فون کی یہی پکار تھی کہ ہماری بات عینی سے کروادو۔ وہ تو تمہارے بابوجی نے الٹا ہمیں ڈانٹا تھا کہ خبردار ایسی فون کالز کا تذکرہ بھی عینی کے سامنے نہ کیا جائے ورنہ تو ان کا ڈھنڈورا شادی کے مہینے بھر بعد ہی پھوٹ جاتا۔" صارم کے دماغ میں اس وقت آندھیاں سی چل رہی تھیں اور وہ عینی کے بارے میں کوئی بھی غلط بات سننے کا خواہش مند نہیں تھا۔

"اب تم خود ہی دیکھ لو، اس کا ایک عاشق ایک سچے ثبوت کے ساتھ تو حاضر ہوگیا، وہ تو شریف لڑکا ہے جو خود کہہ رہا ہے کہ عینی کے عاشقی کے خطوط ضائع کرچکا ہے ورنہ کوئی بگڑا ہوا لڑکا ہوتا تو ان خطوط کے ذریعے ہی ہمیں بلیک میل تو ضرور کرتا...... اس کے باوجود بے چارہ خاموشی سے پٹ کر چلا گیا...... اور ہم نے خوامخواہ عینی کے چکر میں آکر وانیہ کو کالج جانے سے منع کردیا۔"

☆======☆======☆

شہزادی کی طبیعت کیسی تھی، اس نے نوید سے کیا کہا تھا۔ نوید کا چہرہ دیکھ کر ماں کو کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں تھی۔ اس نے خالہ کے گھر سے آکر کچھ نہیں کہا تھا مگر وہ ماں سمجھ رہی تھیں کہ اس کی چپ کے پیچھے کوئی طوفان ضرور پوشیدہ ہے۔ نوید کا...... چلانا وہ برداشت کرسکتی تھیں مگر اس کی خاموشی ان سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ شہزادی سے مل کر آنے کے بعد وہ مسلسل اپنے کمرے میں تھا اور سگریٹ پر سگریٹ پھونک رہا تھا۔

"چائے لاؤں؟" شام کو اس کے کمرے میں جاکر انہوں نے پوچھا اور اس نے ان کی جانب دیکھ کر گردن نفی میں ہلادی۔ اس نے ماں کو کس طرح دیکھا تھا اس کے چہرے پر ان گنت شکایتیں تحریر تھیں۔

"ضرور شہزادی نے ایک کی گیارہ باتیں لگائی ہیں۔" وہ دل میں سوچ رہی تھیں۔ مغرب کے بعد نوید

باہر نکل گیا اور رات گئے گھر آیا۔

"نوید بیٹا کھانا کھالو۔" انہوں نے کہا وہ کب سے اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

"پیٹ بھرا ہوا ہے۔" وہ خفگی بھرے لہجے میں بولا۔

اگلے دن وہ صبح سویرے ہی نکل گیا اور رات گے آیا تو اپنے کمرے میں جاتے ہی اسے اندر سے لاک کر لیا۔ وہ صبح ابھی نماز پڑھ کر وظائف پڑھنے میں ہی مصروف تھیں کہ نوید گھر سے بھی نکل گیا۔ پہلے تو وہ یہی سمجھیں کہ شاید اپنی بیوی کے اس طرح جانے پر ناراض ہے اپنا ناشتا باہر سے لینے گیا ہے مگر جب وہ واپس نہیں آیا تو وہ سمجھ گئیں کہ وہ یہاں سے شہزادی کے پاس گیا ہے اور وہیں سے وہ اپنے آفس چلا گیا ہوگا۔ نوید پورے دس دن اسی طرح کرتا رہا۔ ماں سے بات کرنا کجا ان کی طرف وہ دیکھنا تک پسند نہیں کر رہا تھا۔ بیٹے کی یہ روش دیکھ کر وہ نہ صرف دکھی سی ہوگئی تھیں بلکہ وہ سارا وقت آنسو بہاتی رہتی تھیں۔ بڑی بیٹی کو پتا چلا تو انہیں نے دو بچے اماں کے پاس چھوڑ دیے تاکہ ان کی توجہ بٹے اور وہ بچوں کی جانب متوجہ ہو جائیں اور یوں ان کو رونے دھونے سے نجات ملے۔

اتوار کا دن تھا، نوید صبح سے غائب تھا۔ دس بجے وہ آیا تھا تو اس کے ساتھ ایک سوزوکی تھی۔ آتے ہی اس نے اپنا سامان سوزوکی کی پر لادنا شروع کر دیا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" اماں نے حیرت اور دکھ سے بیٹے سے پوچھا۔

"فلیٹ خالی ہو گیا ہے، میں اس میں جا رہا ہوں۔"

"فلیٹ خالی ہو گیا ہے......؟" اماں نے اس کے جملے دہرائے۔

"ہاں، اب میں اس میں جا رہا ہوں۔"

"تم اس میں جا رہے ہو......!" وہ حیرت سے بیٹے کو یوں دیکھنے لگیں جیسے وہ کوئی عجوبہ بات کہہ رہا ہو۔

"پریشان نہ ہوں، میں کرایہ دوں گا آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ یہ لیجیے اس ماہ کا ایڈوانس کرایا۔ آپ کے کرایے سے اس میں پانچ سو روپے زیادہ ہیں۔" وہ لفافہ اماں کی پٹاری کے پاس رکھتے ہوئے بولا۔

"مگر تم کیوں جا رہے ہو؟"

"یہ بات آپ خود اپنے آپ سے پوچھیے گا۔" وہ غصے سے بولا۔ سوزوکی میں پورا سامان لاد دیا گیا تھا۔ بس دو چار چھوٹے بڑے بیگ رہ گئے تھے۔ نوید اپنی بائیک پر سوزوکی کے ساتھ ہی نکل گیا۔ بیٹی کے بچے ماموں کے خالی کمرے میں ہو ہو کی آوازیں نکالنے لگے۔

"مت شور کرو اور نوید کی کسی چیز کو نہیں چھیڑنا۔" اماں نے بچوں کو سرزنش کی اور ان کے بے آواز آنسو پھر بھل بھل بہنے لگے۔ دو دن بعد نوید گھر آیا تو اپنا کمرا جیسا چھوڑ کر گیا تھا جوں کا توں ویسا ہی تھا۔ ریکارڈر جو اس نے شہزادی کے گانے ٹیپ کرنے کے لیے لگایا تھا وہیں بیڈ کے پیچھے والی دیوار سے لگا ہوا تھا۔ بیگ اٹھا کر چھوٹے اسٹول پر رکھتے ہوئے نادانستگی میں ریکارڈر کا بٹن دب گیا۔ شہزادی کا ایک ادھورا سا گیت سن کر وہ ریکارڈ نکالنے کو بڑھا ہی تھا کہ شہزادی کی طنز میں ڈوبی آواز نے اس کے کان کھڑے کر دیے۔

"امی آپ مجھے فون پر پریشان مت کیا کریں، میں جو ڈراما کر رہی ہوں اس میں سو فی صد کامیابی ہو گیا۔ یہ نوید جس طرح اپنی ماں کی محبت میں قیدی بنا رہتا ہے اسے رہا کروا کے میں لے جاؤں گی۔ پلیز امی مت ڈریں آپ...... حاملہ بننے کا ڈھونگ میں نے رچایا ہے اور جب میں نوید کو یہ بتاؤں گی کہ تمہاری ماں کی وجہ سے ہمارا بچہ ضائع ہوا ہے تو وہ اپنی ماں کو زندگی بھر نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ میں جانتی ہوں نوید بے حد ضدی ہیں اور میں نے ان کی نکیل جس طرح موڑی ہے وہ اسی قابل ہیں کہ میری سیدھی سادی بات تو ان کے بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ او ہو...... ہو جائے گا ڈرامے کا ڈراپ سین بھی...... ان کی بہنوں کو تو آنے دیجیے ذرا......"

شہزادی اب کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور نوید کھڑے سے نیچے بیٹھ گیا تھا، ریکارڈ کھینچ کر اس نے دیوار پر یوں دے مارا تھا جیسے کوئی پتھر شہزادی کے سر پر مار رہا ہو۔

"ایک کم تعلیم یافتہ، کم عمر، بے وقوف سی لڑکی نے مجھے اتنا بے وقوف بنالیا کہ پانچ ماہ تک میں اس کے اشارے پر ناچتا رہا، ماں کی آنکھیں رو رو کر سوج گئیں اور میں نے ان سے ایک مرتبہ بھی نہیں پوچھا کہ آپ روئی کیوں ہیں، وہ حیرت سے مجھے دیکھتیں تو میں غصے سے انہیں گھورتا......" اب وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا کر رو رہا تھا۔ فلیٹ اس نے خوب اچھا سیٹ کر لیا تھا اور آج اسے شہزادی کو لے کر فلیٹ میں جانا تھا کہ سالگرہ کا تحفہ اس کے کام آ گیا۔ وہ نہ جانے کب تک یونہی پڑا رہتا کہ ماں کھانے کی ٹرے لے کر کمرے میں آ گئیں۔

"نوید بیٹا کھانا کھالے۔ تیری ناراضی اپنی ماں سے ہے، کھانے سے تو نہیں ہے، دیکھ تو سہی تیری پسند کے کوفتے بنائے ہیں میں نے۔" ماں کو یوں کھڑا دیکھ کر وہ مارے شرم کے پھر رونے لگا۔

"شہزادی کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟" وہ گھبرا کر پوچھنے لگیں۔

"اماں...... آپ پلیز مجھے معاف کر دیں، میں سخت نادم ہوں پلیز آپ مجھے معاف کر دیں۔" وہ دونوں ہاتھوں سے ماں کے پیر پکڑے گڑگڑا رہا تھا۔

"ارے بیٹا تو نے کیا ہی کیا ہے، چل کھانا کھالے۔" وہ پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"میں پاگل اور نادان سامان لے کر چلا گیا...... یہ تک نہیں سوچا کہ میرے بغیر میری ماں کیسے رہے گی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا، میں کوئی دنیا کی پہلی ماں تھوڑی ہوں جن کے بیٹے علیحدہ رہتے ہیں...... تُو بھی علیحدہ رہ لے گا تو کیا ہوا۔ ہر شخص کو اپنی زندگی خود جینی چاہیے۔ خواہ مخواہ سسرال والوں کو بہو کی زندگی میں کوئی عمل دخل نہیں رکھنا چاہیے۔"

"مگر آپ کہاں ڈالتی ہیں رخنہ؟"

"ہمیں ایسا نہیں لگتا مگر شہزادی کو تو لگتا ہوگا۔ اب اگر اس کا دل نہیں چاہتا کہ وہ ہماری شکل بھی دیکھے تو وہ خواہ مخواہ ہمیں دیکھ کر بے کل و پریشان ہوتی ہوگی۔"

"اماں ایک کام تو آپ نے واقعی غلط کیا ہے۔" وہ اپنی سسکیاں روک کر بولا۔

"کیا غلط کیا ہے میں نے......؟" ایک دم ان کا چہرہ پیلا سا پڑ گیا۔

"آپ کو اپنی بھانجی کے ساتھ میری شادی نہیں کروانی چاہیے تھی۔"

"شہزادی میں کیا برائی ہے، اچھی تو ہے۔"

"اماں آپ نہیں جانتیں وہ کیسی فتنہ ہے۔ آپ اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتیں۔"

☆======☆======☆

"کیا سمجھتی ہے عینی اپنے آپ کو...... اس کو ہمیشہ کے لیے اپنے گھر نہ بٹھا دیا تو زری میرا نام نہیں۔" امی جان دال چنتے ہوئے بڑبڑا رہی تھیں۔

"دلہن کیوں اپنا دل جلایا کرتی ہو وہ بات جو ختم ہو گئی ہے اس پر مٹی ڈالو۔" دادی جان نے کہا۔

"آپ کو تو پتا ہی کچھ نہیں، رضا نے آ کر ہمارے گھر یہ خود بتایا ہے کہ اس کا عینی کے ساتھ اچھا خاصا عشق رہا ہے۔"

"یہ بات تو تم نے از خود دل سے گڑھ کر کی تھی...... اس میں رضا کہاں سے کود آیا؟" دادی جان کو غصے کے ساتھ حیرت بھی تھی۔

"ہاں، میں نے تو واقعی غصے میں یہ سب عینی سے کہا تھا مگر رضا نے ہمارے گھر آ کر خود اعتراف کیا ہے۔"

"اس نے بھی بکواس کی ہو گی۔" دادی جان نے تمبا کو کا پھنکا مار کر کہا۔

"ارے واہ......! اس نے تو ثبوت تک دیا ہے۔"

"زری تم کا ہے زندگی مشکل سے مشکل ترین بنانے پر تل گئی ہو...... بجائے اس کے کہ تم وانیہ کے بارے میں سوچو کہ اس کی کہاں شادی کی جائے تم الٹی باتوں میں پھنس رہی ہو۔"

"کیا آپ کو اس تمام معاملے میں عینی معصوم سی نظر آ رہی ہے؟"

"معصوم تو نہیں...... ہاں بے وقوف ضرور نظر آ رہی ہے، اسے وانیہ کے بارے میں یہ سب صارم سے نہیں کہنا چاہیے تھا اسے تم کو بتانا چاہیے تھا مجھ سے کہنا چاہیے تھا۔ جب ہم بڑے گھر میں موجود ہیں تو میاں سے کہنے کی کیا ضرورت تھی وہ جوان خون ہے، اشتعال میں آ کر کچھ کر گزرتا تو نقصان تو ہمارا ہی ہوتا ناں......!"

"اماں آپ عینی کو جتنا سیدھی سادی سمجھتی ہیں ناں اتنی وہ ہے نہیں۔"

"ہاں...... پاگل کون ہوتا ہے......؟" دادی جان کو ہنسی سی آ گئی۔

"اب دیکھو ذرا اسی لڑکی نے گھر میں تماشا تو بنوا کر رکھ دیا ناں۔" امی کا غصہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔

"اب اس قصے کو ختم کرو اور خواہ مخواہ بات کو طول مت دو، اس سے صارم پر برا اثر پڑے گا۔ خواہ مخواہ میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہوں گے۔"

"اماں اس فتنی نے ہمارے دلوں کو توڑ کر رکھ دیا، ہماری بیٹی کو رسوا کر دیا، بھائی کی نظروں سے گرا کر

رکھ دیا اب بھی آپ کو اس لڑکی کی فکر لگی ہوئی ہے۔" امی جان کے لہجے میں خفگی نمایاں تھی۔

"وہ لڑکی تمہاری اپنی بہو ہے اور ہر شخص کو اپنی بیٹی کے ساتھ ساتھ اپنی بہو کی فکر بھی ہونا ہی چاہیے۔" دادی جان کا لہجہ تاؤ لیے ہوئے تھا۔

"ہونہہ، بہوئیں فکر نہ کریں سسرال والوں کی اور سسرال والے ان کے لیے مرے جائیں...... تف ہے ہم پر......!"

"زری جس طرح ہمیں اپنی بیٹیوں کی فکر ہوتی ہے اسی طرح ہمیں اپنی بہوؤں کا بھی خیال رکھنا چاہیے۔ اگر کوئی ہماری بیٹی کی طرف کیچڑ اچھالے تو یقیناً ہمیں برا لگے گا اور ایسا ہی برا ہمیں اس وقت بھی لگنا چاہیے جب کوئی ہماری بہو کی جانب انگلی اٹھائے۔ اس وقت میں گھر میں نہیں تھی جب رضا یہاں آ کر بکواس کر کے گیا تھا۔ تم لوگوں کو اسی وقت اس کا منہ توڑ دینا چاہیے تھا تاکہ آگے اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی۔"

"مگر اماں وہ تو سچ کہہ رہا تھا۔"

"ایک جھوٹا لڑکا جس کے بارے میں رئیس منزل میں کوئی ایک لفظ اچھا نہیں کہتا اس کی سچائی پر تم کیسے یقین کر بیٹھیں......!"

"وہ ثبوت ساتھ لے کر آیا تھا۔"

"اگر میں ہوتی تو اسی وقت دو جوتے اس کے مارتی اور پھر پوچھتی کہ یہ بہتان کیوں گڑھ رہا ہے۔"

"اچھا ہوا آپ اس شام گھر پر نہیں تھیں ورنہ خواہ مخواہ کے تماشے ہو جاتے۔"

"مجھے تو صارم پر بھی غصہ آ رہا ہے، وہ کیوں چپ رہا۔ اس نے رضا کو دھکے دے کر کیوں نہیں نکالا۔"

☆======☆======☆

دھکے دینے کو تو صارم کا بھی دل چاہا تھا۔ اسے نہ رضا پر یقین تھا اور نہ اس کے ثبوت پر...... پرفیوم کے پیکٹ پر عینی کی ہینڈ رائٹنگ سے لکھا گیا تھا پیار کے ساتھ تمہاری عینی، صارم کے پاس وہ یہ پرفیوم کا پیکٹ چھوڑ گیا تھا اور صارم کی میز پر رکھا وہ پرفیوم صارم کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ ٹائم بم رکھا ہو۔ طبیعت میں جب زیادہ بے چینی بڑھ گئی تو اس نے الماری میں اٹھا کر رکھ دیا۔

"عینی ایسا کیوں کرے گی؟" آفس میں آ کر یہی نکتہ اس کے ذہن میں تھا۔ "میں عینی کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ کالج میں پڑھتی تھی، اس نے مجھے اس طرح کے تحفے کبھی نہیں دیے جب کہ وہ مجھ سے محبت کرتی تھی...... یہ رضا ہی غلط ہے۔" اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ عمیر نے اسے اس طرح بیٹھا دیکھا تو وہ اس کے پاس آئی۔

"آج گرمی شدید ترین ہے، کیوں نہ قریبی آئس کریم پارلر سے آئس کریم کھا کر آتے ہیں۔"

"چلو۔" صارم بھی کچھ سوچے بغیر اٹھ کھڑا ہوا مگر عمیر نے جانے سے پہلے عینی کو فون کر دیا تھا کہ صارم اس کا انتظار فلاں فلاں جگہ کر رہا ہے ایک خاص بات کے لیے۔

☆======☆======☆

"پاگل تو نہیں ہو گئی جو اس شدید گرمی میں باہر جا رہی ہو۔" ثمینہ بیگم نے ٹوکا۔

”امی، بس دس منٹ میں آتی ہوں۔“

”مگر جا کہاں رہی ہو؟“

”آ کر بتاتی ہوں۔“ عینی کے دل میں یہی تھا کہ صارم اس سے ناراض ہے اور آج یقیناً اس کی ناراضی دور ہو جائے گی۔ عمیر نے اس کو یہ ہی بتایا تھا۔ یہ بھی اچھا تھا کہ اس وقت پاپا گھر میں نہیں تھے ورنہ اتنی دوپہر میں اسے تن تنہا کہیں جاتے دیکھ کر ضرور ٹوکتے۔ ماں کو خاموش پا کر وہ اسکارف باندھ کر اپنا بیگ شولڈر پر ٹانگ کر باہر نکل گئی۔

☆======☆======☆

”اماں پانچ دن ہو گئے ہیں نوید نہیں آئے...... وہ تو آفس سے سیدھے میرے پاس آتے تھے......؟“ شہزادی نے تفکر بھرے لہجے میں ماں سے کہا۔

”بتایا تو تھا اس نے کہ وہ فلیٹ کو کسی دلہن کی طرح سجا دے گا۔ سوا مہینہ کر کے تم سیدھی اس میں تو جاؤ گی...... سجانے اور سنوارنے میں لگا ہوگا۔“

”ہاں، وہ بیڈروم کے ساتھ ساتھ ڈرائنگ روم کی چیزیں بھی لے رہے ہوں گے۔ صوفہ تو ہمارے پاس تھا ہی نہیں وہ بھی لیا ہوگا، سینٹر ٹیبل، سائڈ کا گلدان اور بیڈروم کے لیے ایک خوب صورت سی سینری بھی......!“

”ظاہر ہے ان کاموں کے لیے وقت بھی تو چاہیے...... بے چارہ اسی میں جتا ہوگا۔“

”ہاں اماں...... اب میں اپنے خوابوں جیسے گھر میں جاؤں گی جہاں کوئی نہ مجھے روکنے والا ہوگا اور نہ ہی ٹوکنے والا......!“ شہزادی نے ہنس کر کہا۔

”واقعی جو تم نے سوچا ویسا ہی ہو گیا ورنہ میں تو ڈر رہی تھی کہ کہیں نوید ہسپتال پہنچ جاتا تو ساری حقیقت اسے پتا چل جانی تھی۔“

”ہاں اماں ایک مرتبہ بے وقوفی...... میں میرے منہ سے نکل بھی گیا تھا اماں کے گھر کے قریب جو عظیم کلینک ہے وہاں میں نے اپنا نام لکھوایا ہے۔“

”پاگل ہو گئی تھیں کیا اتنے بڑے ہسپتال کا نام لینے کی کیا ضرورت تھی......؟“

”صرف رعب مارنے کے لیے ایسا بولا تھا۔“

”یاد رکھنا شوہر کے سامنے ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولنا چاہیے جس کلینک کا تم نے نام لیا تھا وہاں تو نارمل ڈیلیوری کے بھی پچیس ہزار کا بل بن جاتا ہے اتنا بوتا ہے مجھ میں جو خواہ مخواہ کا جھوٹ بولا۔“

”حد ہو گئی اماں......! سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا کرنا اسی کو تو کہتے ہیں۔ نہ میرے بچہ ہونا تھا اور نہ ڈیلیوری کا خرچہ آپ کو دینا تھا سوائے باتوں کے جھگڑے کے تھا ہی کیا اور معاملہ اس آسانی سے نمٹ گیا کہ خالہ بھی اپنے گھر میں نادم بیٹھی ہوں گی اور ان کی چاروں مکاری بیٹیاں بھی مغموم اور اداس کہ بھائی کا پہلا پہلا بیٹا صرف ان کی وجہ سے ضائع ہو گیا۔“

”وہ سب تو ٹھیک ہے مگر آئندہ اس طرح کا کوئی ڈراما مت کھیلنا ورنہ پچھلے کھاتے بھی سب کھل جائیں گے۔“

☆======☆======☆

وہ عظیم کلینک میں موجود تھا اور وہاں کاؤنٹر پر معلومات کر رہا تھا کہ آپ کے ہاں شہزادی بیگم وائف آف نوید احمد نے نام لکھوایا۔ چیک اپ کے لیے لائی گئیں اور پھر تین جون کو ان کے ہاں اسقاط وہ گیا اور وہ اس کلینک میں لائی گئیں۔

”اس نام کی کوئی خاتون ہمارے ہاں نہ رجسٹر ہوئیں اور نہ ہی وہ کبھی چیک اپ کے لیے لائی گئیں۔“

وہاں موجود ہسپتال کے انچارج نے کمپیوٹر کی مدد سے اسے بتایا اور نوید چپ چاپ وہاں سے نکل آیا۔ وہ جو اپنے آپ کو دھوکا دے رہا تھا کہ اس نے غلط سنا ہے شہزادی اس حد تک ذلیل نہیں ہو سکتی، اس کے کانوں نے اسے غلط بتایا ہے۔ شہزادی اتنی گری ہوئی حرکت نہیں کر سکتی مگر یہاں آ کر وہ اپنے آپ کو یہ باور کرا رہا تھا کہ شہزادی اس سے بھی زیادہ نیچ حرکت کر سکتی ہے۔ میاں بیوی کا سسرال سے الگ رہنا کوئی دنیا سے عجوبہ حرکت نہیں ہوا کرتی ہے۔ اکثر جوڑے علیحدہ رہ کر زیادہ خوشی محسوس کرتے ہیں اور علیحدہ رہنے سے ان میں احساسِ ذمہ داری بھی جلد آ جاتا ہے مگر علیحدہ ہونے کے لیے مکاری کے ڈرامے کرنے، بہتان رچانے، ذلیل کرنے کی کارروائیاں ذہنی کرمنل لوگوں کی ہوا کرتی ہیں۔ شہزادی کا شمار ذہنی کرمنل لوگوں میں ہی ہے...... اس کا اسے یقین ہو گیا تھا۔ اپنی بیوہ خالہ پر اس نے کیسے کیسے الزام لگائے کہ وہ اپنی صفائی تک نہیں پیش کر سکیں۔ میری ماں نے ذہنی طور پر کس قدر اذیتیں محسوس کی ہوں گی وہ سوچ کر تھرا جاتا۔ کئی دن ہو گئے تھے اس سے آفس بھی نہیں جایا جا رہا تھا۔ وہ اپنے کمرے میں ہوتا تو آنسو اس کے دل پر گرتے رہتے ماں کے کمرے میں آتا تو ان کے قدموں میں بیٹھا رہتا۔

”بیٹا تیری طبیعت تو ٹھیک ہے ناں......؟“ اماں نے شفقت بھرے لہجے میں پوچھا۔

”ہاں اماں طبیعت تو اب ٹھیک ہوئی، ورنہ پہلے آنکھوں کے سامنے ایک جالا سا آ گیا تھا...... کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا تھا۔“

”بیٹا پانی پر سورۂ فاتحہ دم کر کے آنکھوں پر چھپکے مارو، آنکھوں کی ہر تکلیف دور ہو جائے گی۔“ اماں نے کہا۔

”ہاں ماں ایسا بھی ضرور کروں گا۔“ اور اماں بیٹے کو شاد دیکھ کر خود بھی مطمئن سی ہو گئیں۔

☆======☆======☆

نوید نہ شہزادی کا فون ریسیور کر رہا تھا اور نہ ہی اس کے پاس گیا تھا۔ فلیٹ سے جا کر اپنا تمام سامان لے آیا تھا جس پر اماں کو حیرت بھی تھی کہ وہ اپنا سامان کیوں لے آیا اور پھر ایک دن شہزادی کا تمام جہیز کا سامان ایک سوزوکی پر لدوا کر اس نے خالہ کے گھر بھجوا دیا کہ نہ صرف شہزادی بلکہ وہ اس سے وابستہ اس کی کوئی چیز بھی دیکھنے کا روادار نہیں تھا۔ اماں نے اسے زمین پر سوتے دیکھا تو آنگن میں رکھے تخت پر گدا، چادر لگا کر نوید کے کمرے میں لگا دیا تھا۔ انہیں حیرت تھی کہ جب وہ اپنے جہیز کا سب سامان فلیٹ میں لے جا چکا ہے تو وہاں جا کر رہ کیوں نہیں رہا۔ ایک آدھی مرتبہ انہوں نے شہزادی کی طبیعت پوچھنی چاہی تو ان کی بات پوری ہونے سے قبل ہی اس نے کہہ دیا۔

"شہزادی کی طبیعت تو اتنی اچھی ہو رہی ہے اور مزید اتنی اچھی ہو جائے گی کہ اس بارے میں وہ خود بھی نہیں سوچ سکتی۔"

"ظاہر ہے ہر بیٹی کو اپنے میکے میں جا کر جو سکھ اور آرام ملتا ہے وہ سسرال میں تھوڑی ناں ملتا ہے۔" اماں نے دل میں سوچا مگر زبان سے کچھ کہا نہیں۔ یوں بھی اب وہ نوید سے بھی زیادہ بات کرنے سے احتراز کر رہی تھیں۔ گھر میں ہونے والے پے در پے واقعات نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا اور ایک شام وہ نہ چاہتے ہوئے بھی کہہ ہی اٹھیں۔

"نوید جب تم فلیٹ میں جانا چاہتے ہو تو یہاں کیوں پڑے ہوئے ہو، جاؤ اپنے گھر......!"

"کیا یہ میرا گھر نہیں ہے؟" نوید نے پوچھا۔

"یہ میں نے کب کہا ہے، میں تو صرف یہ پوچھ رہی ہوں کہ جب تم اپنا سامان فلیٹ میں لے گئے ہو تو وہاں جا کر رہتے کیوں نہیں ہو؟"

"میں وہاں جا کر رہ ہی نہیں سکتا تو کیسے جا کر رہوں؟" نوید نے کہا۔

"تو پھر اپنا سامان لے کر کیوں گئے تھے تم......؟"

"وہ میرا سامان تھوڑی تھا شہزادی کا تھا۔"

"کسی کا بھی ہو، رہنا تو جا کر تم دونوں کو ہی تھا۔"

"مگر میں وہاں نہیں جانا چاہتا۔"

"تو پھر یہ فیصلہ ہی کیوں کیا تھا......؟"

"اماں بعض فیصلے غلط بھی تو ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح جیسے کوئی غلط بس میں سوار ہو جائے تو وہ بس کے ساتھ ساتھ انجانی راہوں پر تھوڑی ناں گھوما کرتا ہے جیسے ہی اسے اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے وہ بس سے اتر جایا کرتا ہے۔"

"تو کیا تم بھی بس سے اتر آئے ہو؟" اماں نے سادگی سے پوچھا۔

"ہاں، اماں......" نوید کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔ نوید کی بات کا مطلب کیا ہے بعد میں وہ چھالیا کاٹتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔

"ہونہہ، فلیٹ پسند نہیں آیا ہوگا...... تھا بھی تو تیسرے مالے پر سیڑھیاں چڑھنا اور اترنا دشوار لگا ہوگا۔" وہ خود ہی مطمئن ہو کر مسکرانے لگیں۔

"اچھا ہے شہزادی آجائے گی تو بچے کی رونق سے یہ سونا آنگن کھل اٹھے گا۔"

☆======☆======☆

"ارے، یہ سامان کیسا آیا ہے۔ سوزوکی والا ہمارے گھر کی کنڈی دھڑا دھڑ پیٹے ڈال رہا ہے......؟"

"اماں یہ تو میرے جہیز کا سامان ہے۔" شہزادی نے باہر نکل کر دیکھا تو بتایا۔

"اچھا، نوید ہر چیز فلیٹ کے حساب سے نئی خرید رہا ہوگا اس لیے تو یہ سامان یہاں بھیج دیا۔" سوزوکی والا تھوڑی ہی دیر میں سارا سامان ان کے آنگن میں رکھ کر چلا گیا۔

"اماں دیکھیں تو سہی آپ کا بھانجا آپ کا کتنا خیال کرتا ہے کہ یہ سامان انہوں نے اپنی ماں کے گھر نہیں چھوڑا بلکہ آپ کے گھر بھجوا دیا۔" شہزادی نے شیخی بھرے لہجے میں کہا۔

"بیٹا یہ سب چیزیں تمہارے جہیز کی ہیں، میرے یہاں حفاظت سے رہیں گی تمہاری سسرال میں نوید اگر چھوڑتا تو چار دن میں تمہاری نندیں ہی آ کر ان کا کچومر نکال دیتیں۔"

"اور جب میں آپ کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گی تب اس سامان کا کیا کریں گے؟" شہزادی نے تفکر بھرے لہجے میں پوچھا۔

"تب اس سامان کو بیچ کر گھر کرایے پر دے دیں گے یوں ایک ماہوار آمدنی اور بڑھ جائے گی چھوٹی موٹی دکانوں کا کرایہ اتنا زیادہ تو نہیں ہوتا کہ اس میں اللے تللے بھی کیے جا سکیں۔"

"ہاں یہ تو ہے مگر یہ سب صرف اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ خالہ کے فلیٹ پر ہم نے قبضہ جو کر لیا ہے۔"

"مگر یہ نوید کیوں نہیں آ رہا ہے......ایسا بھی کیا کام؟" اب اماں کو کچھ تشویش سی ہوئی۔

"آپ خالہ کو فون کر کے ان کی خیریت تو پوچھ لیں۔"

"آپا بے بھاؤ کی نہ سنا ڈالیں۔" فون کرنے میں انہیں ہچکچاہٹ سی تھی۔

"ہم نے ان کا لڑکا لے لیا، ہم نے ان کا فلیٹ کھینچ لیا۔ دل میں برا تو مان رہی ہوں گی۔"

"ارے کچھ نہیں کہیں گی وہ......ہم نے ان کا کیا بگاڑا ہے جو انہوں نے ہمارا۔ ہمارا پہلا پہلا...... بیٹا ضائع کروا دیا۔" شہزادی نے ماں کو اکسایا۔ ماں نے بیٹی کے ہمت دلانے پر ڈرتے ڈرتے نمبر ڈائل کیے، فون نوید کے بھانجے نے اٹھایا۔

"نوید کہاں ہے؟" انہوں نے پوچھا۔

"وہ شاید اپنے فلیٹ میں گئے ہوئے ہیں۔"

"فلیٹ کا کام کیا ابھی تک ختم نہیں ہوا ہے؟" وہ سرشار لہجے میں بولیں۔

"پتا نہیں۔"

"اچھا آئیں تو کہہ دینا خالہ نے فون کیا تھا بلکہ آنے کو بھی کہا ہے۔"

"اچھا۔" اتنا کہہ کر بھانجے نے فون بند کر دیا۔

"اے لو، فہیدہ کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اپنی آپا سے بھی بات کر لیتی۔" اماں کا لہجہ ملال سے مزین تھا۔

"اماں نوید کی شادی کے بعد آپ کا خالہ کے ساتھ صرف سمدھیانے کا رشتہ ہے، بہن کا رشتہ نہیں بچا ہے، اب آپ شہزادی کی پیاری خالہ نہیں بلکہ ذلیل ساس کے نام سے یاد کی جاتی ہوں گی۔" ان کی بیٹی نے کہا اور اماں چپ ہو گئیں۔

☆======☆======☆

اپنے بالکل قریب ہی گاڑی کے ٹائر چرمرائے تو نوید نے مڑ کر دیکھا۔ صارم اس کے قریب اپنی گاڑی روکے ہوئے تھا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" صارم نے پوچھا وہ آفس سے نکلا ہی تھا نوید کو یوں پیدل جاتا دیکھ کر رک سا گیا۔

”پتا نہیں......!“ نوید کا لہجہ افسردگی لیے ہوئے تھے۔

”طبیعت تو ٹھیک ہے ناں تمہاری......؟“

”ہاں ٹھیک ہوں۔“

”کہاں سے آرہے ہو؟“ اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کر کے بولا۔

”اماں کا فلیٹ کرایے پر دینے کے لیے اسٹیٹ ایجنسی گیا تھا۔“

”بائیک کہاں گئی تمہاری۔“

”خراب پڑی ہے، اس لیے بس سے گیا تھا مگر واپسی کے لیے پیدل چل پڑا۔“

”گھر میں سب خیریت تو ہے ناں؟“ ڈرائیو کرتے ہوئے اس کے افسردہ سے چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں۔“ اس سے مختصر جواب شاید ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

”اور تمہاری ملکہ صاحبہ......؟“

”وہ بھی ٹھیک ہی ہوں گی۔“

”کیا گھر میں نہیں ہیں؟“

”اپنے میکے گئی ہوئی ہیں۔“

”میرا تو خیال ہے کہ ہر لڑکی کا شادی کے بعد سب سے زیادہ دل اپنے میکے میں ہی لگا کرتا ہے اگر روزانہ بھی میکے جائیں تو ہر روز ایسے بلک کر میکے جاتی ہیں جیسے کتنے عرصے بعد جا رہی ہوں۔“

”ہوں۔“ نوید نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔

”بیوی سے کیا لڑائی ہوگئی ہے؟“ صارم نے پوچھا۔

”صارم یار وہ تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ اس سے لڑا جائے۔“

”اچھا، یہ بتاؤ خالہ کیسی ہیں......؟“ صارم نے گفتگو کا رخ تبدیل کیا۔

”اچھی ہیں اور اپنی بھانجی کو اپنے گھر لا کر خود ہی خمیازہ بھگت رہی ہیں۔“

”نوید، گھریلو چھوٹے موٹے جھگڑوں کی کوئی اہمیت نہیں ہوا کرتی ہے۔“ صارم نے اپنے تئیں اسے سمجھایا۔

”ٹھیک کہہ رہے ہو مگر کسی بڑی بات کی تو اہمیت ہوتی ہے ناں......؟“ نوید نے بڑے دکھ بھرے لہجے میں پوچھا۔ صارم کے ذہن میں وانیہ اور رضا کا خیال آیا تو اس کا سر جھنجھنا سا گیا۔

”ہاں، بڑی بات کی تو اہمیت ہوتی ہے۔“ رئیس منزل کا گیٹ آگیا تھا مگر اس وقت وہ دونوں ہی دکھ اور پریشانی کی برکھا میں پور پور بھیگے ہوئے تھے۔

☆======☆======☆

وہ کیسے گئی تھی اور کیسے آئی تھی اسے کچھ پتا نہیں تھا۔ پتا تھا تو صرف یہ کہ عبیر اور صارم ساتھ بیٹھے آئس کریم کھا رہے تھے۔ عبیر خوب ہنس رہی تھی اور صارم اس کی بات پر مسکرا رہا تھا اور پھر عبیر نے صارم کے شانے پر سر ٹیک دیا تھا یکبارگی اس کے سارے بال صارم کے شانے پر بکھر سے گئے تھے اور عینی کی ٹانگیں لڑکھڑا سی گئی تھیں۔ عبیر نے تو اسے یہ کہہ کر بلوایا تھا کہ صارم اس سے بات کرنا چاہتا ہے اور عینی یہ مناظر دیکھ کر سوچ رہی تھی کہ وہ شاید اس کے ساتھ ہر معاملہ ختم کرنا چاہتا ہے۔ عینی میں ذرا بھی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر وہ پوچھتی کہ اتنے دنوں سے فون کیوں نہیں کیا، اتنے دنوں سے آئے کیوں نہیں یکبارگی اسے یوں لگا جیسے عبیر اسے دیکھ رہی ہے مگر عینی تو بوکھلائے ہوئے انداز میں انہیں دیکھے چلے جا رہی تھی نہ آگے قدم بڑھانے کی ہمت تھی اور نہ پیچھے جانے کی اور پھر اس نے دیکھا کہ عبیر نے اپنا آئس کریم سے لبالب بھرا چمچہ صارم کے منہ میں دے دیا اور عینی کو یوں لگا جیسے زلزلہ سا آگیا ہو۔ ایسی قربت، یوں والہانہ چاہتیں...... اس سے تو کھڑا رہنا دشوار تھا...... سرعت سے وہ پلٹی اور گرتی پڑتی باہر نکلی سامنے سے آتے رکشے کو ہاتھ دے کر وہ بے دم سے انداز میں اندر گر گئی۔

”کہاں جانا ہے بی بی......؟“ رکشا ڈرائیور نے پوچھا۔

”گلبرگ۔“ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے کہا۔ اسے اس سے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی مریضہ کی ہسپتال سے قبل از وقت چھٹی ہوگئی ہو جب وہ گھر پہنچی تو اس کا سر چکرا رہا تھا۔

”ارے...... تم اتنی جلدی آ بھی گئیں، گئیں کہاں تھیں؟“

”کہیں نہیں۔“

”طبیعت تو ٹھیک ہے تمہاری؟“ ماں نے بیٹی کا اترا ہوا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

”ہاں، مجھے کیا ہونا ہے...... میں بالکل ٹھیک ہوں۔“

☆======☆======☆

اور عینی کو واپس پلٹتے دیکھ کر عبیر کو ایسا لگا جیسے اس نے کوئی معرکہ جیت لیا ہو اگر عینی ایک منٹ اور کھڑی رہتی تو اسے معلوم ہو جاتا صارم نے عبیر کا بڑھایا ہوا ہاتھ پیچھے کر دیا تھا۔

”میں آئس کریم کھا تو لیتا ہوں مگر اتنے ذوق شوق سے نہیں...... ایسے شوق سے تو میری وائف کھاتی ہیں۔“

"پھر تو آپ ان کو لے کر اکثر آئس کریم پارلر جاتے ہوں گے؟"

"ہاں۔" یہ کہہ کر وہ اٹھا بل کی ادائیگی کی اور پھر ایک منٹ رکا نہیں۔ عبیر اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی آئی۔ اس نے دیکھا عینی رکشا روک کر نڈھال سی اس میں ڈھے گئی تھی۔ کیا ہوا جو صارم اس کے دام میں نہیں آیا تھا...... عینی تو اس کے جال میں پھنس کر پھڑپھڑا کر رہ گئی تھی۔

"یہ میری چھوٹی سی ہی سہی مگر کامیابی تو ہے۔" عبیر نے دل میں کہا اور ایک تمسخر آمیز سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر پھیل گئی۔

☆======☆======☆

ثمینہ کو معلوم تھا عینی نے صبح ناشتے کے نام پر صرف چائے کے دو گھونٹ بھرے تھے۔ دوپہر کا کھانا اس نے کھایا نہیں تھا اور سہ پہر کو باہر سے آنے کے بعد وہ اپنے بستر پر بے سدھ سی پڑ گئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ وہ صارم سے ملنے کے لیے گئی تھی مگر جس طرح وہ اجڑی صورت لے کر گھر آئی تھی انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ صارم نے اس سے ملنے سے انکار کر دیا ہوگا۔ یوں پریشان اور غم زدہ سا انہوں نے عینی کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"اس قدر گرمی ہو رہی ہے اور تم نے اپنے کمرے کا اسپلٹ اے سی کیوں نہیں آن کیا؟" انہوں نے بیٹی سے پوچھا۔

"مجھے گرمی نہیں لگ رہی۔"

"اپنے کمرے کی کھڑکیاں تو کھول لو کم از کم...... تازہ ہوا تو آئے۔"

"امی یونہی ٹھیک ہے۔" اس کا لہجہ بیزاری لیے ہوئے تھا۔

"عینی مغرب ہو گئی ہے، تمہارے کمرے میں اندھیرا ہو رہا ہے، لائٹ تو آن کر لو۔"

"بس ایسے ہی اچھا لگ رہا ہے اور میں سو رہی ہوں۔"

"اس وقت کون سوتا ہے بھلا؟"

"مجھے نیند آ رہی ہے......!"

"کچھ کھا لو پھر سونا۔"

"بھوک نہیں ہے مجھے...... پلیز امی مجھے سونے دیں۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اتنی جلدی سو ؤ گی......؟" ماں نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں، مجھے بے حد نیند آ رہی ہے۔" وہ قصداً آنکھیں میچ کر بولی۔ ثمینہ کمرے سے جاتے ہوئے لائٹ آف کر گئیں۔ ان کے جاتے ہی وہ اٹھ بیٹھی اور سوچنے لگی۔

جدائی گر مقدر ہو
بس اِک دل کی دھڑکن ہو
دھڑکتے دل کی ہر آہٹ
جو اِک ٹھہرا سمندر ہو
تو ایسے دل سے کیا لینا

تو پھر یوں جی کے کیا کرنا
کبھی سوچو تو سمجھو گے
کبھی سمجھو تو جانو گے
اگر جانو تو مانو گے
کبھی گزرے زمانے میں
کسی کو آزمانے میں
کوئی جذبہ جگانے میں
تم ہی نے ابتدا کی تھی
تم ہی نے انتہا کی تھی
تو پھر کیوں دور جا بیٹھے
نئی دنیا بسا بیٹھے
کبھی گھر لوٹ کر آؤ
وہ لمحے ساتھ لے آنا
جو میری زیست کا حاصل
جو میری روح میں شامل
مگر دیکھو میرے ہمدم
تم اتنی دیر مت کر دینا
کہ کاجل سے بھری آنکھیں
امیدیں ٹوٹ جانے پر
کہیں بے نور ہو جائیں
بسے تھے جو نگاہوں میں
وہ سپنے دور ہو جائیں
کوئی ایسی خبر لانا
کوئی ایسی سحر لانا
کہ سبزے پر پڑی شبنم
اچانک جگمگا اٹھے
چمن کے پھول کھل جائیں
سب ہی موسم بدل جائیں
تم جلدی لوٹ کر آنا

ڈاکٹر ذکیہ بلگرامی

"مگر میری زندگی کا موسم کیسے بدلے گا...... جب صارم ہی بدل گیا ہے۔ ایسے گھرانے سے تو وہ نہیں تھا کہ غیر لڑکی کے ہاتھ سے آئس کریم کھانے کا عادی ہوتا۔" عینی کے دماغ پر وہ منظر جم کر رہ گیا تھا۔ شادی کے بعد وہ اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے کر کیسے منہ میں نوالے دیا کرتا تھا۔ کیا بیوی کے حق پر بھی ڈاکے پڑنے لگے ہیں۔ عبیر کی ہمت کیسے ہوئی اس طرح صارم کو کچھ کھلانے کی۔ جوں جوں وہ سوچ رہی تھی اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

☆======☆======☆

موڈ خواہ کیسا ہی ہوتا وہ کسی بھی کام کے سلسلے میں الماری کا پٹ وا کرتا سامنے ہی رضا کو دیا ہوا پرفیوم خوب صورت ریپنگ میں اسے نظر آ جاتا جس پر مارکر سے تمہاری بے حد اپنی عینی لکھا ہوا صاف نظر آ جاتا اور صارم کا غصہ بڑھ جاتا اور نسیں اینٹھنے لگتیں۔

"ایک کم عمر لڑکی اتنی فتنہ ہو سکتی ہے......!" صارم نے سر تھام کر سوچا۔

"نہیں...... میری عینی ایسی نہیں ہو سکتی۔" دل نے گواہی دی۔ "یہ رضا جھوٹا ہے، بکواس کر کے گیا ہے...... اس کا تو مجھے سر توڑ دینا چاہیے تھا۔" تھوڑی دیر بعد پھر کسی کام سے اس نے الماری کھولی تو وہی پیکٹ اسے منہ چڑاتا سا نظر آیا۔

"صارم، تم لاکھ اپنے آپ کو تسلیاں دے ڈالو مگر عینی تو میری تھی اور میری رہے گی۔ سچی محبتیں اب ناپید ہو چکی ہیں...... تمہیں کہاں سے مل سکتی ہے۔" صارم کو یوں لگا وہ پیکٹ اسے کلسا رہا ہے، جلا رہا ہے اور اس کا خون کھولا رہا ہے۔ جس کام سے وہ الماری کھول کر کھڑا ہوا تھا وہ تک بھول گیا اور الماری یوں زور سے بند کی جیسے لکڑی کا وہ پٹ رضا کے منہ پر مارا ہو۔

"بیٹا بابو جی کی میڈیکل کی فائل نکال کر رکھنا...... کل انہیں ڈاکٹر کے پاس جانا ہے اپنے ریگولر چیک اپ کے لیے۔" امی نے اسے یاد دلایا۔ وہ جو آفس سے آ کر ٹی وی پر فٹ بال کا میچ دیکھ رہا تھا ایک بار پھر الماری کھول کر فائل ڈھونڈنے لگا۔ فائل تو کیا نظر آتی ہاں پرفیوم کا ڈبا اسے پھر نوچنے اور کھسوٹنے لگا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ ڈبا ناچ رہا ہو، گا رہا ہو اور ٹھمکے لگاتے ہوئے اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔ صارم نے غصے سے وہ پیکٹ اٹھایا اور دیوار سے دے مارا اسی وقت شیشی کرچی کرچی ہو گئی پورے کمرے میں ایک مسحور کن خوشبو سی پھیل گئی۔ صارم کرچیاں سمیٹنے کے لیے بڑھا تو اندر سے ایک گلابی تہہ کیا ہوا کاغذ نظر آیا لپک کر اسے اٹھایا تو پڑھ کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا اس پر لکھا تھا۔

"میری پیاری کیوٹ وانیہ کے لیے دلی محبتوں کے ساتھ...... تمہاری بے حد اپنی عینی۔" یقیناً یہ گفٹ عینی نے وانیہ کو دیا اور وانیہ نے یہ گفٹ رضا تک پہنچایا۔ اس کے کرمنل دماغ نے یہ گیم کھیلا یہ جانے بغیر اس پیکٹ کے اندر اللہ نے عینی کی سچائی کا واضح ثبوت بھی دکھانا تھا۔ وانیہ اور رضا پر جو غصہ تھا اور وہ اپنی جگہ پر تھا مگر عینی ناکردہ گناہوں کی سزا سمیٹ رہی تھی۔ کرچیاں ڈسٹ بن میں ڈال کر وہ واش روم میں ہی تھا کہ اس نے سنا امی وانیہ کو کل سے کالج جانے کا کہہ رہی ہیں۔

"ہرگز نہیں......!" تولیے سے ہاتھ پونچھتا ہوا وہ باہر آیا تو غصے سے وانیہ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"وانیہ اگر کالج نہیں جائے گی تو اس کا سال ضائع ہو جائے گا۔" امی نے بیٹی کی وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"یہ پرائیوٹ امتحان دے لے گی۔ کالج جانے کی اسے ضرورت نہیں ہے۔ وہ اور ہی لڑکیاں ہوتی ہیں جو کالج جاتے ہوئے اپنے گھر والوں کی عزت و وقار کا خیال رکھتی ہیں۔"

"ہاں بھئی...... جیسے عینی نے خیال رکھا تھا۔ ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہے یہ صارم......!" امی جان نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔ صارم بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر وہ خاموش رہا۔

"عینی جیسی بہو خدا دشمن کو بھی نہ دے۔" امی بڑبڑا رہی تھیں۔

"امی عینی ایسی نہیں ہے جیسا کہ آپ سمجھ رہی ہیں۔" صارم بولے بغیر نہیں رہ پایا۔

"افوہ، اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی بیوی کا کلمہ پڑھ رہے ہو۔" ان کا لہجہ تمسخر آمیز تھا۔ ماں کو وضاحتیں دینے کے بجائے اس نے خاموش رہنے کو ضروری جانا اور چپ چاپ باہر نکل گیا۔

☆======☆======☆

مسز سمیرا کا نام میرج بیورو کے سلسلے میں کافی اچھا تھا، ان کے توسط سے ہونے والی شادیاں بھی بڑی کامیاب رہی تھیں۔ آج سعدیہ کو لے کر ان کی ایک تائی اس میرج بیورو میں آئی تھیں۔ اول تو سعدیہ آنے کا نام نہیں لے رہی تھی، دوم ان کی بھابی اس ضمن میں دلچسپی نہیں لے رہی تھیں اس لیے مسز شوکت، سعدیہ کو بڑا سمجھا بجھا کر یہاں لائی تھیں۔

"آپ کے ادارے کا بہت اچھا نام ہے اس لیے ہم یہاں آئے ہیں۔" مسز شوکت نے کہا۔

"پہلے آپ بتائیے لڑکی کی عمر اور تعلیم کتنی ہے؟" مسز سمیرا نے فارم باہر نکالتے ہوئے کہا۔

"عمر تو بتیس سال ہے اور تعلیم بی اے ہے۔"

"معاف کیجیے گا، میں یہ کیس نہیں لے سکتی۔" مسز سمیرا نے فارم واپس فائل میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا آپ کا ادارہ اب لڑکے لڑکیوں کی شادیاں نہیں کرواتا؟"

"کرواتا ہے اور ہم اس کے لیے ہی یہاں بیٹھے ہیں۔"

"تو پھر...... آپ ہم سے ایسی بات کیوں کہہ رہی ہیں؟" مسز شوکت نے کہا۔

"یقیناً ہماری بھابی نے آپ کو فون کر کے منع کر دیا ہوگا؟" سعدیہ کچھ سوچ کر بولی۔

"نہیں...... ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟" اب وہ دونوں حیرت سے مسز سمیرا کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

"بات یہ ہے کہ ہم اپنے میرج بیورو میں صرف پچیس سال تک کی لڑکیوں کا رجسٹریشن کرتے ہیں۔"

"کیوں پچیس سال کے بعد لڑکیوں کے سر پر سینگ نکل آیا کرتے ہیں؟" مسز شوکت نے غصے سے پوچھا۔

"آپ ہماری مجبوری سمجھیں کہ آج کا لڑکا تیس سال کا ہو یا چالیس سال کا جب وہ شادی کا ارادہ کرتے ہیں۔ ان کی یہی شرط ہوتی ہے کہ لڑکی بیس بائیس سے زیادہ کی نہ ہو۔"

''یقین کیجئے ہم پچیس تک بھی انہیں مشکل سے کھینچ کر لاتے ہیں کہ خاندان اچھا ہے، جہیز اچھا ملے گا یا لڑکی جاب کرنے والی ہے ورنہ سب کو کم عمر لڑکی چاہئے ہوتی ہے۔ ایسے میں لوگ کا وقت کیوں ضائع کریں۔''

''اگر لڑکی والے جھوٹ بول دیں تو آپ کیا کرتی ہوں گی؟'' تائی کا غصے کے ساتھ ساتھ صدمہ بھی کم نہیں ہو رہا تھا۔

''ہم لڑکیوں کی تعلیمی اسناد چیک کرتے ہیں اور میٹرک کے سرٹیفکیٹ سے ہمیں اندازہ ہو جاتا ہے کس سن میں میٹرک کیا ہے اور میٹرک کرنے والی لڑکی کی عمر سولہ سے اٹھارہ تک کی ہوتی ہے۔''

''تو کیا آپ سمجھتی ہیں جن لڑکیوں کی عمریں تیس سال سے اوپر کی ہو جائیں تو وہ شادی کا خواب بھی نہ دیکھیں؟''

''نہیں...... ایسی بات نہیں ہے۔ آپ اپنے حلقۂ احباب میں دیکھیں ضرور مل جائے گا اور اگر ہمارے توسط سے چاہیں گے تو دوسری شادی والے یا بڑی عمر کے مرد ملیں گے جن کی بیوی مرگئی ہے یا بھاگ گئی ہے وغیرہ وغیرہ......''

''پلیز آپ سعیدہ کا رجسٹریشن کر لیجئے...... ہم دوسری شادی والے کو بھی قبول کر سکتے ہیں اگر تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ اس کی معاشی پوزیشن مضبوط بھی ہو۔''

''ٹھیک ہے...... اب آپ تصویر کے لیے دوسرے کمرے میں چلی جائیں، ہمارا فوٹو گرافر آپ کی تصویر بنا دے گا۔''

''تصویر تو ہم ساتھ لے کر آئیں ہیں۔''

''برا مت مانیے گا ہم تازہ ترین تصویر رکھتے ہیں ورنہ لوگ بیس بیس سال پرانی تصاویر دے جاتے ہیں اور لڑکے والے بعد میں ہنگامہ کرتے ہیں کہ دکھایا کسی کو تھا اور شادی کہیں اور کروا دی۔''

''نہیں تائی...... مجھے رجسٹریشن نہیں کروانی۔'' سعیدہ نے فارم فل کرنے کے بعد اسے چار ٹکڑوں میں کر کے ڈسٹ بن میں ڈال دیا۔

''آپ کو معلوم ہے کہ صرف اس فارم کی قیمت سو روپے ہے۔'' انچارج نے تمسخر بھرے انداز میں سعیدہ کو دیکھا۔

''یہ لیجئے اپنے فارم کے پیسے......!'' سعیدہ ابھی اپنا پرس بھی نہیں کھول پائی تھی کہ تائی نے اپنے ہینڈ بیگ سے نکال کر سو روپے کے ساتھ دو ہزار روپے رجسٹریشن کے بھی رکھ دیے۔

''تائی مجھے نہیں کروانی رجسٹریشن......!'' سعیدہ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر دیکھا۔

''سمیرا یقیناً کوشش کر کے کوئی اچھا سا رشتہ ضرور ڈھونڈیں گی۔'' تائی نے امید بھری نظروں سے دیکھا۔

''مگر میں شادی کرنا ہی نہیں چاہتی ہوں۔'' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ یہاں سے بھاگ جائے مگر تائی بدستور میرج بیورو کی آنر سے بدستور خوشامدانہ لہجے میں بات کر رہی تھیں۔

''آپ کے خیال میں کب تک کوئی اچھا رشتہ مل جائے گا......؟''

''دیکھیں، ہم تو چاہتے ہیں کہ جلد ہی بات بن جائے۔ ہم اتنا بڑا آفس لے کر بیٹھے ہوئے ہیں اس کا ماہانہ کرایہ جاتا ہے۔ بجلی کے بل، آفس ورکر کی تنخواہ دینی ہوتی ہے اور جب ہم کمائیں گے تو اپنے خرچ بھی آسانی سے پورے کریں گے۔''

''مگر میں کسی بڈھے شخص سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' سعیدہ نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''آپ کے پاس اس کی کوئی خاص وجہ ہوں گی......؟'' سمیرا نے پوچھا۔

''ایجڈ مرد تنگی، چالاک اور کنجوس زیادہ ہوتے ہیں۔''

''اس مزاج کے تو نوجوان لڑکے بھی ہوتے ہیں۔'' سمیرا نے شفقت بھرے لہجے میں سمجھایا۔

''میری قسمت میں شادی ہونا ہوتی تو اب تک نہ ہو جاتی۔'' سعیدہ نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''ایسا نہ کہیں...... آپ ایسی پہلی لڑکی نہیں ہیں جس کی تاخیر سے شادی ہو رہی ہے اکثر لڑکیوں کی دیر سے شادی ہوتی ہے مگر وہ بے حد خوش و خرم زندگی گزارتی ہیں۔''

''سمیرا صاحبہ اگر آپ کو اچھے اخلاق، اچھے مزاج کا کوئی رشتہ ملے تو ہم سے رابطہ کیجئے گا ورنہ اوٹنگے بوٹنگے رشتوں کے لیے ہمیں کوئی فون نہیں کیجئے گا۔'' تائی نے کہا اور سعیدہ کا ہاتھ تھام کر باہر نکل آئیں۔

☆======☆======☆

شہزادی کا دماغ کرمنل تو تھا ہی...... اسے چند دنوں میں ہی اندازہ ہو گیا کہ ضرور کوئی ایسی بات ہو گئی ہے جو نوید نہ تو گھر آ رہا ہے اور نہ ہی اس کا فون ریسیو کر رہا ہے۔ اس نے پڑوسن کا موبائل لے کر نوید کو فون کیا تو اس نے فوراً اٹھا لیا۔

''کیا بات ہے، آپ مجھے فلیٹ پر کیوں نہیں لے کر جا رہے ہیں؟''

''جب میں نہیں جا رہا تو تمہیں کیونکر لے کر جا سکتا ہوں۔''

''ارے...... یہ کب ہوا، ہمارے جانے میں اڑچن کس نے ڈال دی۔'' وہ غصے سے بولی۔

''تم نے خود ڈالی ہے۔'' نوید نے کہا۔

''میں نے ڈالی ہے، دماغ تو صحیح ہے آپ کا...... گھر میں گری اور اپنی دولت لٹائی، اپنے ارمانوں کا خون ہوا اور......''

''بکواس بند کرو۔'' نوید اس کی بات کاٹ کر دہاڑ کر بولا۔

''مجھ سے کیوں ناراض ہو رہے ہیں خواہ مخواہ...... اس وقت تو مجھے آپ کی زیادہ ضرورت ہے اور آپ ہیں کہ میرے پاس تک نہیں آ رہے۔ صرف شوہر ہی اپنی بیوی کا درد بانٹ سکتا ہے اور آپ ایک دم ایسے کٹھور سے کیوں بن گئے ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ بہت اچھے ہیں، بے حد اچھے اور یہ سارا کیا دھرا خالہ کا ہے وہ تو......''

''خاموش ہو جاؤ شہزادی......! خبردار جو اپنی زبان سے میری ماں کا نام بھی لیا ہو۔'' وہ پھر اس کی بات کاٹ کر دہاڑ کر بولا۔

''اللہ......کیا ہو گیا ہے جو آپ مجھ سے بلاوجہ ہی ناراض سے ہو گئے ہیں......؟'' شہزادی نے کہا۔

''یہ تم اپنے آپ سے خود پوچھو کہ تم نے کیا کیا ہے؟''

''سسرال سے الگ ہونا کوئی گناہ ہوتا ہے کیا؟'' وہ قصداً بنائے ہوئے گلوگیر سے لہجے میں بولی۔

''تم نے جو ڈراما عظیم کلینک میں جا کر بنایا، میں اس سے آگاہ ہو چکا ہوں۔ تم عظیم کلینک میں جب گئی ہی نہیں تھیں تو اتنا بڑا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ تمہیں شرم نہیں آئی یہ سب کرتے ہوئے؟''

''ہوں، یہ بات ہے......!'' شہزادی نے اپنے سر پر ہاتھ مارا اور سنبھل کر بولی۔ ''ہو گئی نا آپ کو غلط فہمی، عظیم کلینک میں، میں نے صرف چیک اپ ضرور کروایا تھا مگر میرا ابارشن تو گھر میں ہوا۔ امی کی کوئی جاننے والی نرس گھر پر ہی آ گئی تھیں۔ آپ کو خواہ مخواہ غلط فہمی ہو گئی۔'' شہزادی نے غمگین سے لہجے میں کہا۔

''اچھا یہ بات تھی۔'' نوید بولا۔ ''تم نے شہزادی نوید کے نام سے صرف چیک اپ ہی کروایا تھا؟'' نوید اس کے منہ سے سچ اگلوانا چاہتا تھا۔

''ہاں، ہاں اور چیک اپ بھی صرف دو بار اس کے بعد وہاں گئی ہی نہیں۔''

''شہزادی اس کلینک میں اگر کوئی ایک بار بھی چیک اپ کے لیے آتا ہے تو اس کا نام کمپیوٹر پر محفوظ ہو جاتا ہے۔ تم وہاں ایک دفعہ بھی اس وجہ سے نہیں گئیں کہ تمہارا بچے کا کوئی سلسلہ ہی نہیں تھا۔''

''ہائے، یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میرا بچہ ضائع نہیں ہوا۔ آپ کو کیا پتا کہ میری کوکھ کیسے اجڑ گئی۔ کیا آپ نے اپنی ماں سے نہیں پوچھا کہ میں گیلے آنگن میں کیسے منہ کے بل گری تھی۔''

''شہزادی جھوٹ بولنا بند کر دو۔ میرے کیسٹ میں تمہارا سارا ڈراما ریکارڈ ہو چکا ہے جو تم نے بنایا تھا۔ تمہارے فون جو تم نے اپنی ماں کو کیے وہ سب محفوظ ہیں۔ شرم نہیں آئی ایسے گھناؤنے الزام لگاتے ہوئے۔''

''ہائے اللہ، آپ کو سب پتا چل گیا......!'' وہ بوکھلا کر بولی۔

''ہاں، تمہاری ایک ایک گری ہوئی حرکت میرے سامنے ہے کہ مارے شرمندگی کے نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہا۔''

''نوید میں کیا کرتی...... الگ گھر میں تو آپ مجھے کبھی لے کر نہ جاتے۔''

''تو کیا اب لے کر چلا جاؤں گا۔'' وہ ہنسا، شہزادی خاموش رہی۔

''اب تم اپنی ماں کے پاس رہو اور ہمیشہ رہو...... میں تمہیں کبھی لینے نہیں آؤں گا۔''

''دوسری شادی کرنی ہے تو خلع لے کر دوسری شادی کر لینا میں تو زندگی بھر تمہاری شکل دیکھنے کا روادار نہیں ہوں۔'' یہ کہہ کر نوید نے فون بند کر دیا اور تکیے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور اماں جو ناشتے کی ٹرے لیے دروازے پر کھڑی تھیں الٹے قدموں واپس لوٹ گئیں اور سر گھٹنوں میں چھپا کر رونے لگیں صرف ان کی وجہ سے ان کے بیٹے کی زندگی میں یہ پریشانیاں آ گئی تھیں یہ احساس انہیں زدوکوب سا کر رہا تھا۔

☆======☆======☆

یہ میرے چاروں طرف کس لیے اجالا ہے
تیرا خیال ہے یا دن نکلنے والا ہے

محسن بھوپالی

صارم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ گھڑی کی چوتھائی میں جا کر عینی کو لے آئے مگر جا کر کیا کہے گا اس سے کہ ایک چھوٹی سی پرچی نے اس کے دل کی کدورت صاف کر دی ورنہ وہ بھی اس پر بھروسا توڑ بیٹھا تھا۔ کتنی ہی دفعہ اس نے موبائل پر عینی کا نمبر پش کرنا چاہا مگر انگلیاں تھرا کر رہ گئیں۔ ''میں جو عینی کو اچھی طرح جانتا تھا، سمجھتا تھا ذرا اسی بات پر اس سے اس قدر خفا ہو بیٹھا کہ اس کے جانے کے بعد کوئی رابطہ تک نہیں کیا۔''

''اب میں امی کو کیا کہوں کہ میں جو رضا کو بہت برا سمجھتا تھا وہ اس سے بھی زیادہ برا ثابت ہوا اور میری بہن معصوم سے زیادہ بے وقوف ثابت ہوئی جو کسی غیر کے ہاتھوں اپنے گھر کی عزت کو بے عزت کروانے میں معاون ہو گئی۔''

اِدھر عینی اپنے کمرے میں ٹہل رہی تھی مسلسل بارش ہونے کی وجہ سے موسم خنکی آمیز ہو گیا تھا مگر اس کے دل و دماغ میں ایک آگ سی جل رہی تھی۔ ''صارم کی خفگی، ناراضی اپنی جگہ مگر ان کی یہ بے اعتنائی، بے وفائی کا چولا بھی پہن لے گی مجھے معلوم نہیں تھا۔ صارم تو مجھ پر بے بنیاد الزام کے باعث بھی ناراض ہو گئے تھے اور خود...... اپنے بارے میں ان کے قوانین یکسر مختلف ہیں۔ آفس میں کام کرنے والی لڑکی ان کے اتنے قریب آ گئی کہ اپنی آئس کریم انہیں خود کھلا رہی تھی۔ عبیر اور صارم کی دوستی کیا قربت کی آنچ لے چکی......؟'' وہ سوچ رہی تھی اور اس کے سر میں ٹیسیں سی اٹھ رہی تھیں۔ اس سے اس کے موبائل کی رنگ اسے بالکل بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ موبائل بج رہا تھا مگر اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹیاں اس سے زیادہ تھیں اور صارم سوچ رہے تھے عینی تو موبائل کی بیل سن کر سوتے میں بھی اٹھ جایا کرتی تھی آج اتنی گہری نیند سو رہی ہے کہ اس کی آنکھ ہی نہیں کھل رہی۔ کچھ سوچ کر انہوں نے اسے میسج بھیجا۔

''عینی مجھ سے فوراً بات کرو۔'' اور مسکرا کر سونے کے لیے لیٹ گئے۔ صبح عینی نے صارم کا میسج دیکھا تو فوراً اس کا جواب بھیجا۔

''کیا کوئی بات باقی ہے جو بات کی جائے؟'' صارم نے فوراً ایس ایم ایس کا جواب دیا۔

''بات تو ابھی شروع نہیں ہوئی تو ختم کیسے ہو سکتی ہے۔'' اور عینی یہ میسج پڑھ کر بے اختیار رو پڑی۔ ''یقیناً صارم کا دل عبیر پر آ گیا ہے اور وہ اس کی جانب اتنا آگے چلا گیا ہے کہ اس سے شادی کرنا چاہتا ہو گا جب ہی تو یوں اچانک صارم کا میسج آ گیا ہے کہ اگر ان کے دل میں میرے لیے کوئی جذبہ ہوتا تو میرے پاس نہیں آ سکتے تھے...... مجھے میسج بھیج کر یہ کیا باور کرا رہے ہیں اور عبیر کی اتنی اہمیت کہ اس کے ساتھ آئس کریم پارلر تک چلے آئے۔''

☆======☆======☆

رخسانہ آنٹی کی طبیعت خراب تو موسم کے بدلنے پر یقیناً بدپرہیزی کی بنا پر ہوئی تھی مگر انہیں ایسا لگ رہا تھا کہ ان کا جیسے آخری وقت آ گیا ہو۔ روزانہ فون پر وہ اپنے بیٹوں سے بھی یہی کہہ رہی تھیں اور بچے ان کا

مذاق اڑا رہے تھے۔

''ماما، کوئی نزلے بخار میں بھی مرا کرتا ہے جو آپ ایسی باتیں کر رہی ہیں۔''

''بیٹا جب وقت آجاتا ہے تو نزلہ بخار بھی نہیں ہوتا اور بندہ چلا جاتا ہے۔''

''آپ کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔''

''مگر مجھے لگ رہا ہے کہ آ گیا ہے۔''

''اکیلے رہ کر آپ مراقی سی ہوگئی ہیں اسی لیے تو کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس آجائیں۔'' بڑے بیٹے نے سمجھایا۔

''میرا دل اپنے گھر میں ہی لگا کرتا ہے تو کیا کروں......؟''

''مگر ماما ہر دوسرے تیسرے مہینے بھاگ بھاگ کر آپ کے پاس آنا بھی تو ہمارے لیے مشکل ہے۔'' یہ ان کے منجھلے بیٹے کی رائے تھی۔

''ہاں، یہ تو ہے۔'' وہ چپ سی ہوگئیں۔ رخسانہ آنٹی کی طبیعت خرابی کا سن کر دادی جان نے نوشابہ کو ان کے پاس بھیج دیا تھا اور نوشابہ کے آتے ہی وہ سرشار سی ہوگئیں۔ وہ ان کا ایسا خیال رکھ رہی تھی...... اتنا تو وہ خود اپنا نہیں رکھ پاتی تھیں۔ ایک شام وہ نوشابہ کی کسی بات پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھیں کہ سلمان بیگ تھامے ان کے کمرے میں داخل ہوا۔

''سلمان تم......!'' بیٹے کو یوں اچانک دیکھ کر وہ خوشی سے سرشار سی ہوگئیں۔

''آپ بیمار ہوں تو میں آپ سے دور کیسے رہ سکتے ہوں......؟''

''مگر آنٹی تو اب بالکل ٹھیک ہیں۔'' نوشابہ نے بے ساختہ کہا۔ سلمان نے پہلی مرتبہ گہری نظروں سے نوشابہ کو دیکھا۔ دبلی پتلی، سانولی سی نوشابہ اسے بے حد عام سی لڑکی لگی۔

''میری پیاری سی بیٹی کے آجانے سے میری طبیعت بحال ہوئی ہے۔'' اب وہ نوشابہ کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے اسے محبت سے دیکھ رہی ہیں۔ سلمان نے دیکھا نوشابہ کی جانب دیکھتے ہوئے ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آگئی تھی جسے وہ کوئی نام دینے سے قاصر تھا۔

''آنٹی میں اب گھر چلوں، آپ ڈرائیور سے کہہ دیجیے کہ مجھے گھر چھوڑ آئے۔''

''مگر تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ پورا ایک ماہ میرے ساتھ رہو گی۔''

''آنٹی اب سلمان بھائی آگئے ہیں...... اب آپ اکیلی کہاں رہی ہیں۔''

''مگر میں تو دس بارہ دن بعد چلا جاؤں گا۔'' سلمان نے کہا۔

''تب میں دوبارہ آجاؤں گی۔''

''کیا میرے یہاں رہنے سے آپ کو کوئی تکلیف ہوگی؟'' سلمان نے ہنس کر پوچھا۔

''ایسی تو کوئی بات نہیں مگر نانی نے مجھے آنٹی کی تنہائی کی وجہ سے یہاں بھیجا تھا اور آپ کے آجانے سے وہ تنہا تو نہیں رہیں ناں؟''

''مگر ہماری ماما آپ سے جدائی بھی تو برداشت نہیں کر پائیں گی۔'' سلمان ہنس کر کہہ رہا تھا اور رخسانہ

بیگم کچھ اور سوچ رہی تھیں...... نوشابہ کو رئیس منزل بھجوانے کے بعد انہوں نے سلمان سے کہہ دیا کہ اگر وہ نوشابہ سے شادی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

''مگر ماما امریکہ میں میری بیوی ہے، میں اس کو تو نہیں چھوڑ سکتا اور نہ ہی نوشابہ کو اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں۔''

''تم نے یہ بات خود کی تھی کہ نوشابہ سے شادی کر سکتے ہو۔'' رخسانہ بیگم نے بیٹے کو یاد دلایا۔

''ہاں...... میں نے ایسا تو کہا تھا۔''

''کیا تم میرے لیے اور نوشابہ کے لیے ہر تیسرے ماہ نہیں آسکتے؟''

''آ تو سکتا ہوں مگر ماما...... کیا نوشابہ کے گھر والے مان جائیں گے؟''

''میں اپنی دانست میں کوشش کر کے دیکھ تو لوں شاید مان جائیں۔''

''ٹھیک ہے، آپ کوشش کر لیں...... میں صرف آپ کی خوشی کے لیے رضامند ہوں کہ ایسی عام سی شکل صورت والی لڑکی کو دیکھ کر میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ وہ میری بیوی بنے گی۔'' سلمان نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''پیارے بیٹے تم یہ شادی اپنی ماں کی خوشنودی کے لیے کر رہے ہو؟''

''پیاری ماما میں بصد خوشی راضی ہوں اگر آپ نوشابہ کے بجائے کسی لنگڑی لولی لڑکی سے بھی کہتیں تو میں راضی ہو جاتا کہ میں اپنی ماماں سے بے حد محبت کرتا ہوں۔''

☆======☆======☆

صارم نے پانچویں مرتبہ کال کی تو عینی نے فون اٹھایا۔

''کیسی ہو عینی؟'' صارم نے پوچھا۔

''ٹھیک ہوں۔''

''گھر کب آؤ گی؟''

''پتا نہیں۔''

''کیا ناراض ہو؟''

''میری کیا مجال جو کسی سے ناراض ہو سکوں......!''

''اس کا مطلب ہے بہت زیادہ ناراض ہو۔''

''جی نہیں۔''

''تو پھر جلدی سے گھر آجاؤ۔''

''میرے آنے سے کیا فرق پڑے گا؟''

''کیوں نہیں فرق پڑے گا...... میرا کمرا جو تم سنسان کر گئی ہو وہ تو کم از کم آباد ہو جائے گا۔''

''میرے آنے یا نہ آنے سے آپ کو بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''ایسا کیوں کہہ رہی ہو......؟''

"جب شوہر اپنی دلچسپیاں باہر ڈھونڈ لیتے ہیں تو انہیں نہ گھر سے دلچسپی رہتی ہے اور نہ اپنی بیوی سے......!"

"میں نے تو ایسی کوئی دلچسپی نہیں ڈھونڈی ہے......!"

"تو پھر آئس کریم پارلر میں اپنی آفس ورکر کے ساتھ میں نے کسی اور کو دیکھا ہوگا۔" عینی نے تمسخر بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں، میں آئس کریم کھانے تو ضرور گیا تھا مگر وہاں تم کہاں تھیں؟"

"آپ کو دیکھ کر چلی گئی تھی۔"

"کاش تم رک گئی ہوتیں......!"

"اتنا مجھ میں حوصلہ تھا نہ ہمت۔" یہ کہہ کر عینی نے فون کاٹ دیا۔

"اچھا یہ بات ہے......عینی اب مجھ سے ناراض بھی ہے۔" صارم مسکراتے ہوئے سوچ رہا تھا۔

"میں تمہیں منا لوں گا عینی بہت...... جلدی منا لوں گا۔" صارم نے اپنے دل میں کہا اور زیرِ لب مسکرانے لگا۔

☆======☆======☆

وانیہ کو بہت غصہ آ رہا تھا کہ صارم بھائی اسے کالج جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے جب کہ سارا قصور ان کی بیگم کے پلڑے میں آ چکا تھا۔ صارم کے آفس جانے کے بعد اس نے ماں بھائی کے رویے کی شکایت کی۔

"زن مرید شوہر ایسے ہی تو ہوا کرتے ہیں جنہیں اپنی بیوی کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آیا کرتا۔"

"مگر اب تو ان کی بیوی ان سے دور اپنے میکے میں بیٹھی ہے۔"

"حواسوں پر تو ہر وقت چھائی ہوئی ہے۔"

"میری کالج کی سہیلیاں روزانہ مجھے فون کر رہی ہیں کہ تم اتنے دنوں سے کالج کیوں نہیں آ رہی ہو۔ میرے بغیر کسی کا دل نہیں لگ رہا ہے۔ میں بہانے...... بناتے بناتے تھک گئی ہوں کل تو میری اردو کی میڈم مسز نگہت تک کا فون آ گیا کہ میں گھر میں کیوں بیٹھ گئی ہوں۔"

"تم صارم کے جانے کے بعد کالج چلی جایا کرو......اسے کون سا پتا چلے گا۔" ماں نے کہا اور وانیہ خوش ہوگئی۔ خوش تو رضا بھی بہت ہوگیا جب اسے معلوم ہوا کہ وانیہ اب کالج جایا کرے گی۔

"میں تو تمہیں دیکھے بنا بیمار پڑ گیا تھا اور اب کلی صحت اسی صورت میں ہوگی جب تم کل کینٹین میں میرے ساتھ بیٹھ کر چائے پیو گی۔"

"دو پیریڈ کے بعد میں کالج سے اٹھ جاؤں گی اور پھر تم جہاں کہو گے وہیں چلوں گی اور کالج ٹائم کے بعد تم مجھے گھر ڈراپ کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔" رضا کی سرشار آواز سنائی دی۔ اگلے دن دو پیریڈ کے بعد وہ کالج سے باہر آئی تو رضا بائیک لیے باہر ہی کھڑا تھا۔ پہلے تو اسے لے کر قریبی مارکیٹ سے چھوٹی موٹی شاپنگ کرائی۔ وانیہ خوش تو

بہت ہوئی مگر متفکر لہجے میں بولی۔

"سنیے، امی پوچھیں گی یہ ریڈی میڈ سوٹ، چپلیں اور یہ چوڑیاں کہاں سے آئیں تو میں کیا جواب دوں گی؟"

"کہہ دینا میری سہیلیوں نے مجھے عید کا تحفہ دیا ہے، عید کون سی دور ہے وہ بھی تو آنے والی ہے اس کے لیے مجھے اپنی پسند کا تحفہ کا دینا ہی تھا سو دے دیا۔"

"مگر میں تو آپ کے لیے عید کا کوئی تحفہ نہیں لائی۔" وانیہ کا لہجہ پریشان سا ہوگیا۔

"وانیہ تم میرے لیے عید کا تحفہ ہی تو ہو۔ پرفیوم، شرٹس تو جب دل چاہے خرید کر دے دینا اس کے لیے عید کی شرط تھوڑی ضروری ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔"

"عینی نے تمہیں جو پرفیوم تھا اس نے کیسا صارم کو بوکھلا کر رکھ دیا۔" رضا نے ہنس کر اسے یاد دلایا۔

"عینی بھابی نے مجھے ایک خوب صورت پرس بھی دیا تھا جس پر ایسے ہی جملے لکھے ہوئے تھے مگر لیڈیز پرس وہ آپ کو تو نہیں دے سکتی۔"

"تم پرس میں سے وہ کارڈ نکال کر لے آؤ پھر دیکھنا کہ میں اس کا کیا تماشا بناتا ہوں۔"

"ارے چھوڑیں بھی، عینی بھابی کو اپنے میکے میں رہتے ہوئے تین ماہ تو ہوگئے ہیں اور مجھے نہیں لگتا کہ وہ واپس آئیں گی۔"

"پھر بھی دشمن کو کبھی کمزور نہیں سمجھنا چاہیے۔"

"آپ کو اب کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، امی کا دل آپ کی جانب سے صاف ہو چکا ہے اور ہمارے گھر میں وہی ہوتا ہے جو ہماری امی چاہتی ہیں۔" دوسرے دن بھی رضا کالج سے پک کر کے وانیہ کو ایک نمائش میں لے گیا...... کتابوں کی نمائش میں انہیں کتابوں سے تو کوئی دلچسپی نہیں تھی وہاں ایک کونے میں بیٹھ کر وہ دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے۔ صارم اور اعظم مان جائیں گے تو وہ اپنی بہنوں کو دوبارہ بھیجے گا۔ وانیہ کی امی کو اپنے گھر پر بلائے گا اور اگر یہ صورت کامیاب نہ ہو پائی تو وہ دونوں کورٹ میں جا کر شادی کر لیں گے۔ وانیہ کم عمر لڑکی رضا کی باتوں اور جادوئی لہجے کی اسیر ہو چکی تھی اس لیے اس کی ہر بات کا جواب اثبات میں دے رہی تھی۔

"یہ بتاؤ تم اپنی شادی میں کتنی سہیلیوں کو بلاؤ گی؟"

"پانچ یا چھ......!" وہ سادگی سے بولی۔

"میرے خیال سے تو اپنی پوری کلاس کو بلا لینا ان کی ماؤں کے ساتھ میں اپنے دوستوں کو بلا لوں گا یوں ہم دونوں کے دوستوں کی تعداد ہی سو کے قریب ہو جائے گی۔ بالفرض ہم نے کورٹ سے شادی بھی کی تو گھر پر آ کر جو شادی کی دعوت دیں گے اس میں سو کے قریب مہمان تو صرف ہمارے دوست ہوں گے اور میرے گھر کے لوگ اس کے علاوہ ہوں گے۔ تم کسی اچھے سے بیوٹی پارلر سے تیار ہونا میرے دوست کی وائف نے شادی کا جو ڈریس پہنا تھا بہت ہی قیمتی تھا صرف ایک دن کے لیے میں اس سے وہ جوڑا مانگ لاؤں گا۔"

اس کو پہن کر تم بے حد خوب صورت لگو گی۔" اور وانیہ اس کی یہ باتیں سن کر شرما سی گئی۔ وہ بھول گئی کہ گھر سے بھاگ کر شادی کرنے والوں کی شادی میں کوئی مہمان شریک نہیں ہوا کرتا اور اس کی سہیلیوں کو ان کی مائیں کبھی ایسی دوست کی شادی میں جانے کی اجازت نہیں دیں گی جو اس طرح گھر والوں کے اعتماد کو پارہ پارہ کر کے ہو رہی ہو۔

☆======☆======☆

نوید کی ان دنوں ذہنی حالت انتہائی ابتر تھی...... وہ شہزادی کے ناروا سلوک کو جتنا بھولنے کی کوشش کرتا اتنا ہی وہ ذہن سے چپک جاتا۔ آفس میں وہ خالی الذہن سا بیٹھا تھا کہ چپڑاسی مٹھائی کا ڈبا گھماتا ہوا اس کے پاس بھی لے آیا۔

"سر آپ بھی اپنی پسند کی ڈلی اٹھالیں۔" چپڑاسی نے کہا۔

"یہ مٹھائی کون کھلا رہا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ظفر صاحب کے ہاں بیٹا ہوا ہے اور عظیم کلینک میں ہوا ہے۔"

"عظیم کلینک میں بچے کہاں ہوتے ہیں؟" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ...... وہ تو میٹرنٹی ہوم ہے اور بہت مشہور ہے۔" اور نوید کا بڑھتا ہوا ہاتھ پیچھے ہٹ گیا۔

"میں مٹھائی نہیں کھاتا۔" آفس سے آ کر وہ قریبی کیفے میں بیٹھ گیا۔ چائے کی گئی پیالیاں پینے کے باوجود بھی اس کا سر جیسے پھٹ سا رہا تھا۔ اب وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کو تھپتھپا رہا تھا کہ نقرئی قہقہے پر وہ چونک سا گیا۔ اس کیفے میں فیملی کیبن بھی بنے ہوئے تھے۔ جس میں فیملی کے ساتھ آنے والے تو کم ہاں پیار کے متوالے زیادہ آیا کرتے تھے اور دنیا کی نظروں سے چھپ کر وہاں بیٹھا کرتے تھے۔ اس کیفے میں وہ ایک مرتبہ شہزادی کو لے کر بھی آیا تھا اور باہر ہال میں بیٹھ کر چائے پی تھی۔ شہزادی نے اس سے اصرار بھی کیا تھا وہ اس کے ساتھ کیبن میں بیٹھ کر چائے پینا چاہتی ہے۔ تب وہ ہنس کر بولا تھا۔

"سنو مجھے وہاں بیٹھ کر ایسا لگے گا کہ میں اپنی بیوی کے بجائے کسی دوسری لڑکی کے ساتھ آیا ہوں۔"

"ایسا کیوں لگے گا؟"

"بہت سی باتیں میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا۔" نوید نے ہنس کر کہا تھا۔ بہت ساری باتیں تو وہ خود نہیں سمجھ سکا...... وہ اس وقت اپنا سر تھامے سوچ رہا تھا۔" بصیرت اور بصارت کے باوجود میں اندھا بن کر رہا...... شہزادی کیسے کیسے کھیل میرے سامنے کھیلتی رہی اور میں ایک لٹو کی طرح اس کی ہتھیلی پر گھومتا رہا اور اتنا سب کچھ ہو جانے کے باوجود بھی آج اس کا فون کیسی ہٹ دھرمی لیے ہوئے تھا۔"

"نوید اگر میں خالہ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو یہ میرا حق ہے۔ کوئی بھی شوہر اپنی بیوی کو اس بات کے لیے مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے گھر والوں کے ساتھ رہے۔"

"تمہیں صرف حقوق کا علم ہے فرائض کا نہیں۔" اس نے جل کر کہا تھا۔

"اگر میں تمہارے جنجال پورہ میں نہیں رہنا چاہتی تو تمہیں علیحدہ رکھنا چاہیے، یہ کوئی ایسی غلط بات تو

نہیں ہے ناں۔"

"میرے گھر میں میری ماں کے سوا ہے ہی کون؟" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا تھا۔

"اور جو چار چڑیل بہنیں ہر وقت مری رہتی ہیں گھر میں؟" وہ جاہلانہ انداز میں بولی۔

"شہزادی میں تم سے کسی بھی موضوع پر بات ہی نہیں کرنا چاہتا...... اس لیے مجھے فون نہیں کرنا اب۔"

"تو میں کون سا تم سے بات کرنے کے لیے مری جا رہی ہوں، ہاں...... میری ایک بات یاد رکھنا اگر علیحدہ رکھنے کی تمہاری حیثیت نہ ہو تو میں علیحدگی چاہوں گی۔ آج بھی میرے لیے اچھے رشتے موجود ہیں ہاں۔" نوید نے اپنے موبائل کا پاور ہی آف کر دیا تھا۔ زندگی کا ساتھی ایسا ہوتا ہے جو صرف اپنی خواہشوں کو مقدم رکھتا ہو اپنی ذات کے سوا کچھ نہ دیکھتا ہو اور نہ ہی دیکھنا پسند کرتا ہو، وہ سوچ رہا تھا اور سر کا درد بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"صاحب چائے اور لاؤں؟" بیرا خالی کپ اٹھانے آیا تو اس نے پوچھا اور نوید نے اثبات میں سر ہلا دیا اور سوچنے لگا۔

کٹھن ہے زندگی کتنی
سفر دشوار کتنا ہے
کبھی پاؤں نہیں چلتے
کبھی رستہ نہیں ملتا

ہمارا ساتھ دے پائے
کوئی ایسا نہیں ملتا
فقط ایسے گزاروں تو
یہ روز و شب نہیں کٹتے
مجھے پھر بھی میرے مالک
کوئی شکوہ نہیں تجھ سے
میں جاں پہ کھیل سکتا ہوں
میں ہر دکھ جھیل سکتا ہوں
اگر تو آج ہی کر دے
محبت ہم سفر میری

نوید سر جھکائے من ہی من میں سوچے چلا جا رہا تھا کہ نقرئی قہقہہ...... قہقہوں میں تبدیل ہوا۔ کیبن کا دروازہ کھلا تو ایک مسحور کن مہک اس کی ناک تک بھی آئی بے ساختہ نظر اٹھا کر اس نے دیکھا، وانیہ ایک خوب صورت بکے تھامے رضا کی کسی بات پر ہنسے چلی جا رہی تھیں۔

"اب تم میرے دوست کے گھر چلو گی جہاں سے ویڈنگ سوٹ دیکھنا ہے۔" رضا کہہ رہا تھا۔

"پہلے آپ گھر ڈراپ کر دیں۔"

"نہیں بھئی، آج تم گھر دیر سے جاؤ گی۔ میں نے کہا ناں پہلے میرے دوست کے گھر جانا ہے۔" نوید کا خون کھول گیا، وہ جو سر جھکائے بیٹھا تھا اسی وقت کھڑا ہو کر وانیہ اور رضا کے سامنے تن کر کھڑا ہو گیا۔

"وانیہ، چلو گھر۔" اس نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔ رضا اس کو جان کر بھی انجان سا بن گیا اور بولا۔

"وانیہ میرے ساتھ ہیں، آپ کو مداخلت کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"وانیہ آپ کے ساتھ ہیں جب ہی تو مداخلت کی ضرورت ہے۔" نوید نے اسے ایسے دیکھا جیسے کچا چبا جائے گا۔ وانیہ کو معلوم تھا نوید، صارم بھائی کے دوست ہیں اور وہیں رئیس منزل میں رہتے ہیں وانیہ سر جھکا کر کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔

"چلو وانیہ، میں تمہیں گھر چھوڑ دوں۔" رضا نے چال بدلی۔

"نہیں، اب میں خود چھوڑ دوں گا۔" نوید کا غصہ ابھی بھی سوا نیزے پر تھا۔ اس نے اپنی بائیک وہیں کھڑی رہنے دی اور ٹیکسی کو روک کر وانیہ کو اس میں بیٹھنے کو کہا اور خود ڈرائیور کی برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وانیہ پریشان سی ٹیکسی میں بیٹھ تو گئی تھی مگر خوف کے مارے پیلی ہوئی جا رہی تھی۔

"آپ اپنے بھائی کی عزت کا خیال رکھیں اور اس لڑکے سے ہرگز نہیں ملیں...... میں صارم سے آج کے اس واقعے کے بارے میں کچھ نہیں کہوں گا۔" رئیس منزل کے گیٹ پر اترتے ہوئے وہ وانیہ سے کہہ رہا تھا اور وانیہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ شکریہ ادا کرنے والے تمام الفاظ جمع کر کے نوید کو دے دے مگر اس کے لبوں کی جنبش بھی اس سے محال تھی اور تب بے ساختگی میں ہاتھ میں تھاما ہوا بوکے اس نے نوید کی جانب بڑھا دیا۔

نوید نے چونک کر اسے دیکھا خوف زدہ چہرے پر ہرنی جیسی آنکھیں، یاقوتی تھرتھراتے لب اور بیلے جیسی انگلیوں سے تھاما ہوا بوکے اگر وہ فوراً ہی نہ تھام لیتا تو وہ اس کے قدموں میں ڈھیر ہو چکا ہوتا...... پھر وہ بھاگتی ہوئی زینہ چڑھتی چلی گئی اور نوید گہری سانس لے کر پھر ٹیکسی میں بیٹھ گیا اسے اپنی بائیک کینٹ سے جو لے کر آنی تھی۔

☆======☆======☆

بعض مرتبہ اپنے دل کی بات چاہتے ہوئے بھی ادا نہیں کی جا سکتی اس کا ادراک رخسانہ بیگم کو ہو رہا تھا۔ وہ دل میں یہ سوچ کر رئیس منزل گئی تھیں کہ دادی جان سے نوشابہ کے لیے بات کریں گی مگر اس دن بابو جی کے پرانے دوست اور ان کی بیگمات آئی ہوئی تھیں اور دادی جان مہمانوں کے درمیان ایسی سرشاری سی گفتگو کر رہی تھیں کہ رخسانہ بیگم سے کوئی بات کہی ہی نہیں جا سکی۔ دوسری مرتبہ وہ اپنے ساتھ مٹھائی کا ڈبا بھی لے کر گئیں ان کا خیال تھا کہ دادی جان اگر مان گئیں تو وہ اسی وقت ان کا منہ میٹھا کرا کے آ جائیں گی مگر اس شام دادی جان، بابو جی اور امی کے ساتھ کسی کے گھر تعزیت کے لیے گئی ہوئی تھیں، سلمان کے جانے میں صرف چار دن رہ گئے تھے۔ رخسانہ بیگم اپنے دل کی بات بھی کہہ نہیں پا رہی تھیں اس شام وہ پریشان سی بیٹھی سوچ رہی تھیں کہ کریں تو کیا کریں کہ اظفر بھائی کا فون آیا جس سے پتا چلا کہ صارم کی دادی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔

"کون سے ہسپتال میں ہیں؟" رخسانہ نے متوحش انداز میں پوچھا۔

"اللہ نے انہیں بال بال بچا لیا، اب وہ گھر پر ہیں، ہم لوگ بھی وہیں جا رہے ہیں۔" رخسانہ جب

سلمان کے ہمراہ پہنچیں تو وہاں اظفر اور ثمینہ بھی موجود تھے۔

"عینی کہاں ہے......؟" انہوں نے بھائی سے پوچھا۔

"وہ تو گھر پر ہے۔"

"کیا اسے نہیں معلوم کہ دادی جان کی صحت خراب ہے اور ایسے وقت میں اسے گھر پر ہونا چاہئے۔" رخسانہ نے اپنی بھاوج سے کہا۔

"ان لوگوں نے کہا تھا کہ عینی کو اس وقت تک اپنے گھر میں رکھنا جب تک آپ اسے کھلا پلا سکیں۔"

"ہماری بیٹی ہم پر بوجھ تھوڑی ہے جو اسے واپس سسرال بھیج دیں۔" ثمینہ آہستگی سے اپنی نند کو بتا رہی تھیں صارم تھوڑے فاصلے پر تو ضرور کھڑا تھا مگر اس کے کان ان کی جانب لگے ہوئے تھے۔ وہ یہ باتیں سن کر سرعت سے ان کے پاس آیا۔

"عینی کو جا کر میں لے کر آؤں گا...... بہت دن رہ لی وہ میکے ہیں۔" ثمینہ نے صارم کی بات سن کر اسے یوں دیکھا جیسے وہ سب کے سامنے جھوٹ بول رہا ہو۔

"آنٹی یہ کوتاہی سراسر میری ہے، میں اپنی دفتری مصروفیات میں اتنا زیادہ الجھا ہوا تھا کہ گھر میں رات گئے آیا نہ تھا۔"

"صاف کہہ کیوں نہیں دیتے کہ عینی سے ہم لوگ ناراض ہیں۔" امی بیٹے کی بات سن کر تیوری پر بل ڈال کر سمدھن سے بولیں۔

"ارے امی، آپ بھی کیسی بات کر رہی ہیں، چھوٹی موٹی باتیں بھلا کس گھر میں نہیں ہوتیں...... رات گئی بات گئی کسی کی کوئی ناراضی نہیں عینی کے ساتھ۔" امی کا بس نہیں چل رہا تھا سب کے سامنے ہی صارم کی طبیعت صاف کر دیں مگر دادی جان کی طبیعت خراب تھی کچھ اس کا بھی خیال تھا اور بابو جی بھی کسی بھی وقت گھر آنے والے تھے۔ ثمینہ اور اظفر تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے گئے، رخسانہ بیگم بھی اٹھنے والی تھیں کہ دادی جان نے ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میری جان تو بس نوشابہ میں اٹکی ہوئی ہے، اس کے فرض سے نمٹا دے تو کوئی فکر نہیں رہے گی۔"

"آج میں آپ کے پاس نوشابہ کے لیے ہی آئی ہوں۔" رخسانہ بیگم نے لہجے میں ہمت پیدا کر کے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میری یہ دلی خواہش ہے کہ سلمان کی شادی نوشابہ سے ہو جائے۔"

"مگر سلمان تو شادی شدہ ہے۔"

"ہاں، امریکہ میں اس کی انگریز بیوی ہے جو پاکستان آنے پر کسی صورت تیار نہیں ہوتی اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں نوشابہ کو اپنے بیٹی بنا لوں...... سلمان آتا جاتا رہے گا۔ نوشابہ میرے ساتھ ہی رہے گی۔"

"سلمان گھر کا بچہ ہے مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے مگر پھر بھی منا سے تو پوچھنا ہوگا۔"

"آپ پوچھ لیجیے اور اگر آپ کا جواب ہاں میں ہو تو میں سلمان کے جانے سے پہلے نوشابہ کو سادگی

سے بیاہ کر لے جاؤں گی۔"

"ارے، پاگل ہوگئی ہو تم، سلمان بتا رہا تھا کہ وہ پرسوں واپس جا رہا ہے۔"

"تو کیا ہوا، میں کل رخصت کروا کے لے جاؤں گی، آپ کو مطلق کچھ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے...... جہیز کے نام پر کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ زیور، کپڑا میں خود لے کر آؤں گی، مجھے تو بس آپ سب کی دعائیں چاہئیں۔"

دادی کسی سوچ میں پڑ گئیں۔ ہاں یہ سب سن کر امی جان خوش تھیں کہ نوشابہ سے آسانی سے جان چھوٹ سکتی تھی۔ کہیں دوسری جگہ اس کی شادی ہوتی تو امی اور بابو جی کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا پڑتا یہاں تو کسی قسم کا کوئی خرچہ ہی نہیں تھا۔ رخسانہ بیگم ریسپشن تک خود اپنے گھر میں دینا چاہتی تھیں۔

☆======☆======☆

"اس میں شک نہیں کہ سلمان اچھا لڑکا ہے اور رخسانہ بیگم بھی ایک اچھی خاتون ہیں مگر میں یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ نوشابہ کی شادی سلمان سے کی جائے۔" بابو جی نے سب کا مطمع نظر سن کر اپنی رائے دی۔

"آپ اس وجہ سے منع کر رہے ہیں کہ نوشابہ اس کی دوسری بیوی کہلائے گی۔" امی جان نے پوچھا۔

"یہ بات نہیں ہے اور نہ ہی دوسری بیوی کہلانا کسی برائی کے زمرے میں آتا ہے۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"سلمان کی مستقل رہائش امریکہ میں ہے، وہ پاکستان اپنی بیوی کے ساتھ مستقلاً تو نہیں رہ سکتا۔"

"یہ تو کوئی بات نہیں ہوئی...... بہت سارے لوگ پردیس میں بسلسلۂ ملازمت جاتے ہیں، ان کی بیوی بچے وطن میں رہتے ہیں اور وہ آتے بھی سال میں صرف ایک مرتبہ ہیں۔" امی نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے زری، سلمان تو ہر دوسرے مہینے آ جاتا ہے اس کا اپنا وہاں بزنس ہے۔ اس لیے آنا جانا بھی اس کے لیے دشوار نہیں ہوتا۔" دادی جان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"تو آپ کی کیا رائے ہے، اپنی نوشابہ کی شادی سلمان سے کر دی جائے؟" بابو جی پوچھ رہے تھے۔

"ہاں کر دو، میرے سامنے میری نواسی اپنے گھر کی ہو جائے تو مجھے سکون مل جائے گا۔" دادی جان نے گہری سانس لے کر کہا۔

"اماں یہ آپ کا مجبوری کا فیصلہ تو نہیں ہے ورنہ نوشابہ کی شادی اپنے اعظم سے بھی ہو سکتی ہے صرف سال بھر ہی تو چھوٹا ہے وہ نوشابہ سے اور یہ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔"

"نہیں، نہیں پورے ڈیڑھ سال چھوٹا ہے وہ......!" امی نے بولائے ہوئے لہجے میں وضاحت دی۔

دادی جان نے ایک نظر امی کو دیکھا اور بابو جی سے کہا۔

"مجھے سلمان ہر لحاظ سے نوشابہ کے لیے پسند ہے۔"

"تو ٹھیک ہے، کل ہم رخسانہ کو فون کر دیں گے اور کہیں گے کہ آئندہ جب وہ آئے گا تو ہم نوشابہ کی شادی اس سے کر دیں گے۔" بابو جی نے طمانیت بھرے لہجے میں کہا۔

"کل نہیں، ابھی فون کرو اور کہو کہ سلمان دو چار دن اور بڑھا لے اور جب دل چاہے نکاح کر کے لے

جائیں۔"

"اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... رخسانہ نے کچھ لینے کو منع کر دیا ہے تو کیا ہم اسے ایسے ہی رخصت کر دیں گے۔"

"اس کی ماں کا زیور ہے، وہ لے جائے گی اور کچھ پیسے میرے پاس جمع ہیں شاید دو ڈھائی لاکھ ہوں گے، وہ پیسے نوشابہ کے اکاؤنٹ میں ڈال دینا۔" دادی جان نے رقت بھرے لہجے میں کہا۔

"اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ...... آپ اپنے پیسے کیوں نوشابہ کو دے رہی ہیں، اپنے پاس رکھیں آپ کی اپنی ضرورتیں بھی تو ہیں۔" امی جان نے کہا۔

"زری، میری کیا ضرورت...... نوشابہ یتیم و یسیر بچی ہے، اس کے ماں باپ زندہ ہوتے تو اپنے حساب سے شادی کرتے، نانی بھی کوئی پیسے والی خاتون نہیں ہیں۔ برسوں کی جمع پونجی ہے جو میں اپنی نواسی کو دینا چاہتی ہوں۔ اللہ میرے منا کو سلامت رکھے دونوں پوتیوں کی شادیاں خوب اچھی طرح ہو جائیں گی، ان شاء اللہ۔"

"ارے اماں میرا کہنے کا یہ مطلب تھوڑی تھا کہ آپ کے پیسے پر آپ کی پوتیوں کا بھی حق ہے۔" زری نے کھسیاتے ہوئے کہا حالانکہ ان کی بات کا سو فی صد یہی مطلب تھا اور جب بابو جی نے رخسانہ بیگم کو رضا مندی کا فون کیا تو وہ خوشی سے بے حال ہو گئیں اور مارے خوشی کے ان کی آواز تک گلوگیر سی ہو گئی۔

☆======☆======☆

اس کی سانس پھولی ہوئی تھی...... وہ بھاگتے ہوئے زینہ جو چڑھی تھی...... شکر ہے...... گھر کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا...... اور لاؤنج میں کوئی اسے دیکھ کر سوال جواب کرنے والا بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی بدحواس سی کیوں نظر آ رہی ہے۔

وہ سیدھے اپنے کمرے میں گئی تھی اور دروازہ لاک کر کے بستر پر بے سدھ گر گئی تھی۔

"یہ نوید...... صارم بھائی کا دوست ولن بن کر نہ جانے کیوں آ گیا تھا......" اسے معلوم تھا...... صارم کی نوید سے بہت گہری دوستی ہے...... اور وہ رضا کے بارے میں انہیں سب کچھ بتا سکتا تھا۔

"اگر صارم بھائی کو پتا چل جاتا...... کہ میں رضا سے ملنے گئی ہوں تو وہ تو نہ جانے میرا کیا حشر کرتے......" اس سوچ نے ہی اسے لرزا کر رکھ دیا تھا۔

"سارا پروگرام غارت کر کے رکھ دیا...... اس کالونے۔" اس نے نفرت سے سوچا۔

"رضا...... اپنے دوست کے گھر لے جا رہے تھے...... کتنا اچھا لگتا...... جب میں تین لاکھ والا شرارہ پہنتی۔" وانیہ گھر میں بیٹھی جز بز ہوتی رہی...... اور دل میں گالیوں کے ساتھ درجنوں کوسنے نوید کو دیتی رہی۔

رات کو ابھی سونے ہی لیٹی تھی کہ موبائل پر رضا کا خوب صورت میسج پڑھ کر سرشاری ہو گئی اس نے لکھا تھا۔

"میری جان وانیہ
آج رات کا چاند
بالکل آپ جیسا ہے
وہی...... بالکل......
وہی خوب صورتی......!
وہی نور......!
وہی غرور......!
اور
وہی آپ کی طرح

دور
بہت دور......!

فقط آپ کے دیدار کا تمنائی رضا"

☆======☆======☆

رضا کا خوب صورت میسج پڑھ کر آنکھوں میں آئی ہوئی نیند بھی بھاگ گئی۔ وانیہ کا بس نہیں چل رہا تھا...... کہ وہ ابھی بھاگتے ہوئے رضا کے پاس چلی جائے۔ گھر کا فون لاؤنج میں رکھا ہوا تھا...... اور اس کے موبائل میں کریڈٹ بالکل نہیں تھا، وہ چپکے سے فون اپنے کمرے میں لے آئی...... اور رضا کا نمبر ملایا...... پہلی بیل پر ہی رضا نے اٹھالیا۔

"میں سوچ رہا تھا کہ اگر موبائل پر نہیں...... تو تم لینڈ لائن نمبر سے ضرور فون کرو گی۔"

"کیا آپ کو الہام ہوا تھا کہ میرا فون ضرور آئے گا......؟"

"ہاں...... ہوا تھا......" وہ اترائی ہوئی ہنسی ہنسا۔

"مگر کیوں......؟" لاڈ سے پوچھا گیا۔

"عشق اور الہام کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے۔"

"رضا...... آج کا پروگرام تو اس نوید نے خراب کر دیا...... سچی مجھے اتنا افسوس ہو رہا ہے کہ بتا نہیں سکتی......"

"تمہیں تو اندازہ ہی نہیں...... کہ مجھے کس قدر افسوس ہوا ہے۔"

"چلو کل چلے جاتے ہیں...... کل کالج سے مجھے پھر پک کر لینا......"

"کل نہیں، اس بارے میں بعد میں بتاؤں گا...... کہ کسی کے گھر بتائے بغیر تھوڑی ناں چلے جاتے ہیں......"

"مجھے ویڈنگ سوٹ دیکھنے کا اس قدر اشتیاق ہو رہا ہے کہ پتا نہیں کیسا ہوگا۔ میں اس کو پہن کر کیسی لگوں گی......؟"

"مجھے پورا یقین ہے تم اسے پہن کر کسی شہزادی سے کم نہیں لگو گی......"

"کیا ایشوریہ جیسی لگوں گی......؟" وہ اترا کر ہنس کر بولی۔

"ہونہہ...... اپنا مقابلہ بھی تم ایجڈ عورتوں سے کرنے لگیں، وہ پینتیس چھتیس سال کی عورت اور تم بیس سال کی نازک سی بیلے کی کلی......" رضا ابھی وانیہ سے بات ہی کر رہا تھا کہ اس کے موبائل کی بیپ ہوئی۔

"وانیہ میرے دوست کا فون آ رہا ہے...... اب میں کل تمہیں فون کروں گا خدا حافظ......"

"خدا حافظ......" وانیہ نے بھی کہا۔

اس کا دل چاہ رہا تھا...... کہ رضا اس سے ابھی اور باتیں کرے...... مگر اس کے نہ جانے کون سے دوست کا فون آ گیا تھا...... جو اس نے وانیہ کو خدا حافظ کہہ دیا...... یا وانیہ پر اللہ کی رحمت کا یقیناً سایہ تھا...... کہ اللہ تعالیٰ اسے خود دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی دکھانا چاہتا تھا...... جلد بازی میں رضا...... اپنا ٹیلی فون ریسیور

کریڈل پر ڈھنگ سے نہیں رکھ پایا اور وہیں بیٹھ کر موبائل پر بات کرنی شروع کر دی۔

"ہاں جبار...... میں آج تمہاری طرف آرہا تھا...... اپنی محبوبہ کو لے کر......" وہ لفنگے انداز میں ہنس کر بولا۔ وہ ریسیور جو وہ اٹھا کر کریڈل پر دھرنے کا سوچ ہی رہی تھی...... رضا کا یہ جملہ سن کر چونکی سی ہو گئی...... رضا اس کے بارے میں کیا کہنے والا ہے، یہ اسے معلوم تو ہونا چاہئے...... یوں بھی چاند، نور اور غرور جیسے لفظوں کا طلسم اسے ابھی تک مسحور کیے ہوئے تھے۔

"مجھے پتا ہے...... تم سب انتظار کر رہے تھے...... مگر سالے نوید...... نے لفڑا کھڑا کر دیا اور اس مسک کلی کو لے گیا......"

"نہیں یار...... وہ سالا تو ڈرپوک اور شریف ہے...... مگر ہمارا تو لنچ برباد ہو گیا ناں......!"

"فوٹوگرافر کا تو انتظام تھا ناں...... خیر جلد ہی پروگرام سیٹ کر کے تمہیں بتاؤں گا...... اور پھر اس سالی کا وہ، وہ اینگل بنانا...... کہ اس کا بھائی دیکھے تو اندھا ہو جائے...... اور چپ چاپ...... ہمیں پیسے دے دے......"

"پریشان مت ہو، میں جب کہوں گا اور جیسا کہوں گا وہ آنکھیں بند کر کے عمل کرتی ہے......"

"ہاں...... محبت کا جادو بڑا طاقت ور ہوتا ہے......" اب رضا...... کسی بات پر قہقہے لگا رہا تھا۔

وانیہ...... چکرا کر بے دم ہو کر گر پڑی۔ ریسیور دور جا گرا تھا...... اور وہ کہیں پڑی تھی۔

کئی گھنٹوں کے بعد اسے ہوش آیا...... تو اسے ایسا لگا جیسے اس نے کوئی خوفناک خواب دیکھا ہے...... مگر جب پاس پڑے ٹیلی فون سیٹ کو دیکھا...... تو اس کے وجود میں زلزلے سے آنے لگے۔

"محبت میں کیا ایسی پستیاں بھی ہوتی ہیں......؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔

"محبت اور فریب میں زمین آسمان کا فرق ہے...... رضا کو مجھ سے محبت ہی نہیں تھی...... وہ میرے وجود سے پیسے کمانا چاہتا تھا......! یا اللہ تیرا شکر...... تُو نے بال بال مجھے بچایا...... اگر میرے ساتھ ایسا کچھ غلط ہو جاتا...... تو میری موت بھی میرے خاندان کی کالک کو ختم نہیں کر سکتی تھی......" اس نے اسی وقت وضو کیا...... اور چار نفل شکرانے کے ادا کیے...... دعا مانگتے ہوئے اس کا رواں رواں اشک بار تھا۔ نماز پڑھ کر اس نے موبائل سے اپنی سم نکالی اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ڈسٹ بن میں ڈال دیے۔

"اور اب اس کا رخ اپنی الماری کی جانب تھا...... اس میں سے وہ ہر وہ چیز ختم کرنا چاہتی تھی...... جو رضا نے اسے دی تھی۔

☆======☆======☆

"رضا تو تھا ہی لٹیرا...... مگر میری اپنی بھابی نے بھی میرا ساتھ نہیں دیا......" اب وہ اس نہج پر بھی سوچے چلی جا رہی تھی۔

"مجھے گھر میں ذلیل تو کروایا...... مگر اپنی بہن سمجھ کر مجھے ایسا نہیں سمجھایا...... کہ مجھے پتا چلتا...... کہ یہ راہیں...... اتنی خطرناک بھی ہو سکتی ہیں......" وہ سوچ رہی تھی۔

"کیا محبت میں سودے اور تجارت تک ہونے لگی ہے...... محبت کے رنگوں میں...... یہ لوٹنے کا بھی

رنگ شامل ہوتا ہے...... یہ تو پتا ہی نہیں تھا......! کیا یہ اوباش لڑکے...... ہر لڑکی کو کٹی پتنگ سمجھا کرتے ہیں......" ذہن میں ایک طوفان سا امڈ رہا تھا۔

"دادی جان کتنا صحیح کہا کرتی تھیں...... لڑکی تنہا باہر جائے تو وہ کھلی تجوری کی طرح سے ہوتی ہے...... کوئی بھی اس کو نقصان پہنچا سکتا ہے...... اور آخر وہی تو ہوا۔ میرے رب نے مجھے آج کیسے بچایا...... نوید بھائی کو فرشتہ بنا کر کینٹے میں بھیج دیا...... اے میرے پروردگار! میں تیرا کتنا بھی شکر کروں وہ کم ہوگا کہ سچ تو یہ ہے کہ تیرا حق ادا کیا ہی نہیں جا سکتا......"

☆======☆======☆

نہ ایس ایم ایس بھیجا...... اور نہ ہی اسے فون کیا...... اور صارم اسے لینے گھر پہنچ گیا...... دروازہ عینی نے ہی کھولا تھا۔

صارم کو یوں اپنے سامنے دیکھ کر وہ ہکا بکا سی رہ گئی۔

"آپ...... یہاں...... اس وقت......؟" اس نے گھڑی پر ایک نظر ڈالی...... دوپہر کے بارہ بج رہے تھے...... اس وقت تو صارم کو اپنے آفس میں ہونا چاہیے تھا۔

"آج میں آفس نہیں گیا......!"

"کیوں نہیں گئے؟"

"تمہارے ساتھ مجھے شاپنگ جو کرنی تھی......"

"مجھے تو شاپنگ نہیں کرنی......!" اس کے لہجے میں ناراضی مزین تھی۔

"کل نوشابہ کی شادی ہے اور پرسوں ولیمہ...... اس میں پہننے کے لیے کچھ خریدو گی نہیں؟"

"کیا کہا...... نوشابہ کی شادی ہو رہی ہے......!" وہ تو اپنے کمرے میں مقید تھی...... گھر میں ہونے والی امی، پاپا کی باتوں تک سے بے خبر تھی۔

"جلدی چلو...... گھر میں بہت کام ہیں......"

"مگر میں تو آپ سے ناراض ہوں......" کچھ سوچ کر وہ پھر صارم سے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"عینی...... اب اپنا غصہ تھوک دو...... اور اپنے صارم کو معاف کر دو......" اس نے مسکرا کر اپنے دونوں کان پکڑ لیے۔ "یہ غلطیاں...... یہ غلط فہمیاں...... آئندہ کبھی نہیں ہوں گی......"

"اور عبیر کا بھوت بھی آپ کے سر سے اترے گا یا اس کو اپنے سر پر چڑھائے چڑھائے پھریں گے؟"

"میرا عبیر سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے جو شک شبہے کے زمرے میں آتا ہو......"

"یہ بات میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہیں...... مجھ سے تو وہ منظر نہیں بھلایا جاتا...... جب وہ اپنے بال...... آپ کے شانوں پر بکھرائے آئس کریم کا چمچہ آپ کے منہ میں دے رہی تھی......"

"عینی تمہاری قسم...... میں نے اس کا وہ ہاتھ پیچھے کر دیا تھا......" صارم نے اسے اپنی جانب کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ "بھلا میرے قریب کوئی دوسرا کیسے ہو سکتا ہے؟"

عینی اس کی قربت کی آنچ میں پگھلی جا رہی تھی...... اور بے آواز آنسو رخساروں پر موتیوں کی طرح

پھسل رہے تھے۔

''مجھے معاف کر دیا ناں......!'' صارم اس کی صبیح پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

''ہاں......'' وہ شرما کر اسے دھکیلتے ہوئے بولی۔

''ذرا سی بات نے...... میری زندگی کو صحرا بنا کر رکھ دیا تھا......''

''کوئی بھی بات بڑھنے سے پہلے ذرا سی ہوتی ہے...... اور جب بڑھ جائے تو وہ جنگل کی طرح گھنی ہو جاتی ہے۔''

''ایک منٹ رکیں...... میں ابھی آئی......'' وہ کمرے میں گئی جلدی سے بالوں پر برش مارا...... لبوں پر لپ اسٹک لگائی اور شانے پر بیگ تھام کر ماں کے کمرے میں آئی اور ماں سے بولی۔

''امی میں جا رہی ہوں......'' (جیسے وہ ویک اینڈ گزار کر جا رہی ہو)

''اتنی گرمی میں کہاں جا رہی ہو......؟ کتنا تو اس وقت حبس سا ہو رہا ہے......'' ثمینہ بیگم ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی سبزی بناتے ہوئے بولیں۔

''امی مجھے صارم لینے آگئے ہیں...... میں ان کے ساتھ جا رہی ہوں......''

''صارم آئے ہیں تو انہیں کمرے میں بٹھاؤ...... میں بھی ذرا ان سے دو چار باتیں کر لوں تا کہ ان کے اور ان کی ماں کے ہوش بھی کچھ ٹھکانے آئیں، ایسا بھی کہیں ہوتا ہے کہ اپنی بیٹی کو اچھا بنانے کے لیے بہو کو برا بنا دیا......''

''امی...... میں نے کہا ناں...... میں صارم کے ساتھ جا رہی ہوں......'' عینی کو اس وقت صارم کے سوا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''ایسے کیسے جا سکتی ہو تم...... رکو...... ورنہ یہ لوگ تو آئے دن ایسے ہی تماشے دکھاتے رہیں گے...... یہ تین ماہ تم ہی آٹھ آٹھ آنسو نہیں روئیں...... میں بھی روئی ہوں......'' ثمینہ بیگم نے قدرے اونچی آواز میں سناتے ہوئے کہا۔

''امی...... اب ہمارے بیچ کوئی ایسی بات نہیں رہی...... جو میں اپنی ناراضی کو طول دوں......'' ماں کی باتیں سنتے ہوئے عینی نے اپنی اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی چیزیں سمیٹ کر ایک بیگ میں رکھنی شروع کر دی تھیں۔

صارم باہر آمدے میں اپنی ساس کی باتیں سن ہی چکا تھا...... وہ اندر کمرے میں آ کر بولا۔ ''آنٹی...... کھٹ پٹ ہر گھر میں ہو جایا کرتی ہے...... ایسی ہی ایک غلط فہمی نے عینی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا...... مگر اب ناراضی کے تمام بادل چھٹ چکے ہیں، آپ عینی کو میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں......''

''بیٹا عینی تمہاری بیوی ہے، میں اسے روکنے والی کون ہوتی ہوں مگر تمہاری ماں نے مجھے فون کر کے کہا تھا کہ عینی کو جب میں کھلانے پلانے کی ذمے داری نہ اٹھا سکوں تو اسے واپس بھیج دوں...... اور اب وہ تمہارے ساتھ چلی گئی...... تو تمہاری امی اسے نہ جانے کیا کچھ سنانے بیٹھ جائیں گی...... میری بچی بے حد حساس ہے...... وہ اندر ہی اندر گھٹتی چلی جائے گی......'' یہ کہہ کر ثمینہ بیگم بھی آنسو بہانے لگیں۔

''آنٹی! ایسا کچھ نہیں ہوگا...... یوں بھی کل نوشابہ کی شادی ہے...... وہیں رئیس منزل کے کلب

میں...... آپ بھی آیئے گا...... اس وقت ہم بازار جا رہے ہیں...... عینی کے لیے بھی شاپنگ کرنی ہے...... اور کچھ نوشابہ کے لیے بھی......''

ثمینہ بیگم مزید کچھ اور کہنا چاہتی تھیں...... مگر وہ خاموش ہو گئیں۔

سلمان کی شادی کا بلاوا...... رخسانہ بیگم کے ہاں سے ان کے پاس پہلے ہی پہنچ چکا تھا...... اور وہ پہلے صرف ولیمے میں ہی شرکت کا سوچ رہی تھیں۔

''ٹھیک ہے، تم لوگ جاؤ...... مگر صارم...... اب عینی کا خاص طور پر خیال رکھنا تمہارا ہی کام ہوگا...... ایسا نہ ہو میری عینی اپنا کمرا بند کر کے روتی رہے......''

''پلیز آنٹی! میں تہہ دل سے معذرت خواہ ہوں......'' صارم انتہائی خفت بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

''ارے جلدی چلیں ناں...... بازار سے بہت کچھ لینا ہے مجھے......'' عینی ہنس کر بولی۔

''اور صارم، عینی کو دیکھ کر کھل سا گیا...... کہ کتنے دنوں بعد...... وہ کھل کر مسکرایا تھا...... ورنہ اسے یوں لگنے لگا تھا کہ اس کی ہنسی اور مسکراہٹ کہیں کھو سی گئی ہے۔

☆======☆======☆

وہ لدے پھندے جب گھر پہنچے تو دادی جان نے عینی کو سینے سے لگا کر پیار کیا...... نوشابہ نے بھی اسے دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا...... مگر وانیہ خاموش سی اپنے کمرے میں چلی گئی...... اسے عینی کا آنا اچھا نہیں لگا تھا۔ (اس نے رضا کے بارے میں اصل بات کیوں نہ بتائی)

امی جان نے عینی کے سلام کا جواب صرف سر ہلا کر ہی دیا اور اسے دیکھ کر کسی قسم کا بھی کوئی رسپانس نہیں دیا...... جیسے اس کا جانا ان کے لیے کسی اہمیت کا حامل نہ ہو...... اور اسی طرح اس کا آنا بھی ان کے لیے کوئی اہمیت نہ رکھتا ہو۔

''تم تھوڑی دیر باہر بیٹھو...... میں اپنے کمرے کو ٹھیک کر کے آتا ہوں...... تمہارے پیچھے...... میں نے کمرے کی حالت بہت بری کر رکھی تھی......'' صارم، عینی کو دونوں شانوں سے پکڑ کر باہر لاؤنج کے صوفے پر بٹھاتے ہوئے بولا۔

''میں اپنا کمرا خود ٹھیک کر لوں گی......'' وہ صارم کے ساتھ ہی اپنے کمرے میں جاتے ہوئے بولی۔

''ہونہہ...... چھوٹا سا کمرا نہ ہوا محل ہو گیا...... جسے دونوں صاف کرنے کے بہانے چلے گئے......'' امی جان ہلکے سروں میں بڑبڑائیں۔ دادی جان نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور بولیں۔

''زری...... مبارک ہو...... تمہاری بہو خود ہی آ گئی...... ورنہ شادی کے دن سب اس کو ہی پوچھتے...... تو کیا جواب دیتیں تم......؟''

''یہی کہتی کہ لڑ کر چلی گئی ہے...... چالاک بھی ہے اور عیار بھی ہے......''

''مگر عینی تو ایسی نہیں ہے...... وہ تو کسی سے لڑنا جانتی ہی نہیں ہے، بہت پیاری بچی ہے......''

''مگر آپ دیکھ لیں تین ماہ کیسے ٹھاٹ سے اپنے میکے میں رہیں اور اب سر اٹھائے چلی آئی ہیں، جیسے

کوئی بات ہی نہ ہو۔"

"صارم جا کر اسے لایا ہے، اس کی بیوی ہے، اسے تو بہت پہلے لے کر آ جانا چاہیے تھا......"

"ہمارا اپنا بیٹا، بیوی کے پیچھے پاگل ہو رہا ہے تو کیا کریں۔ سال، دو سال گھر بٹھاتا...... تو کیسے اس کے ماں باپ ہاتھ جوڑ کر ہمارے دروازے پر کھڑے ہوتے......"

"زری...... تم کس قسم کی باتیں کر رہی ہو...... بیٹے کی شادی کرنے کا یہ مطلب تو نہیں ہوتا کہ لڑکی کے گھر والوں کے سر جھکا کر ہم اپنے دروازے پر لا کھڑا کریں......"

"آپ کیسے یہ حقیقت نظر انداز کر رہی ہیں...... عینی کی وجہ سے ہمارے گھر کے ماحول میں کتنی ابتری آئی...... اور اس کا کتنا بڑا اثر وانیہ پر پڑا...... میری معصوم بچی جو نہ تین میں نہ تیرہ میں...... وہ کیسی بری بن بیٹھی...... صرف عینی کے کرتوتوں کی وجہ سے......" امی جان کا غصہ ابھی تک کم نہیں ہوا تھا۔

"زری...... یہ شادی کا گھر ہے...... تم اپنے غصے پر قابو پاؤ...... باہر سے آنے والے کسی مہمان کے کان میں اگر ایک لفظ بھی پڑ گیا تو سمجھ لو...... وہ اسے ہزار سے ضرب دے کر آگے بڑھائے گا......"

"تو پھر کیا کروں...... عینی کو اپنے کلیجے میں سمیٹ لوں...... کہ ہمارے منہ پر کالک لگا کر گئی تھیں۔ اچھا کیا کہ پھر لوٹ آئیں...... اتنے عرصے میں کالک بھی ہلکی ہو گئی ہے...... لو...... اب اسے دوبارہ پوت دو......!"

"پتا نہیں تمہیں کیا ہو گیا ہے...... ایک بات کے پیچھے لٹھ لے کر بیٹھ جاتی ہو...... اس وقت رضا اور اس کے قصے پر لعنت بھیجو...... اور اپنی بہو سے ایسا ہی رویہ رکھو...... جیسے کسی اچھی سی ساس کو رکھنا چاہیے، یوں صارم بھی خوش ہو گا اور عینی بھی خوشی محسوس کرے گی...... یاد رکھو، جب بہو خوش ہوتی ہے تو اپنا بیٹا اس سے زیادہ خوش دکھائی دیتا ہے......"

دادی جان نے امی جان کو اپنے پاس بٹھا کر شفقت بھرے لہجے میں سمجھایا۔

"مجھے بہو کی نہیں...... ہاں...... اپنے بیٹے صارم کی خوشی عزیز ہے......"

"ان تین مہینوں میں وہ کیسا جھکی سا ہو گیا...... اس کی شگفتگی...... ہنسی مذاق...... سب ہی سے روٹھ کر رہ گیا تھا...... آج دیکھو...... کیسا خوش دکھائی دے رہا ہے...... تو اس کی خوشی کو تاراج مت کرنا......" امی جان کی سمجھ میں، دادی جان کی یہ بات آ گئی تھی، عینی جب اپنے کمرے کی صفائی کر کے باہر نکلی تو امی نے اس سے پوچھا۔

"کل شادی میں پہننے کے لیے کپڑے لے آئی ہو یا ابھی لانے ہیں؟"

"صارم ابھی دلوا کے ہی تو لا رہے ہیں...... دیکھیں تو سہی یہ شاکنگ پنک، لانگ شرٹ کے ساتھ پاجامہ اور بڑا سا دوپٹا...... اور یہ اورنج لانگ فراک کے ساتھ جامہ وار کا گرین چوڑی دار پاجامہ ہے...... آپ بتائیں میں اس میں سے کون سا سوٹ پہنوں؟"

"یہ شاکنگ پنک اچھا لگ رہا ہے...... کل تم اس کو پہن لینا......" امی نے دل مسوس کر کہا۔

"میرا زرقون کا سیٹ اس پر اچھا لگے گا ناں......؟" وہ اپنی ساس سے پوچھ رہی تھی۔

"ہاں بھابی بہت پیارا لگے گا...... یہ سوٹ بہت خوب صورت ہے...... اور بے حد یونیک سا بھی ہے...... آپ اس میں بالکل الگ ہی لگیں گی......" نوشابہ نے دیکھ کر خوب تعریف کی۔

"نوشابہ...... یہ سوٹ آپ کو پسند آیا......؟" عینی نے پوچھا۔

"ہاں، بہت اچھا لگا، میں شاپنگ کرنے گئی تھی تو ایسا سوٹ مجھے تو کہیں نظر نہیں آیا تھا......"

"نوشابہ آپ کا فیورٹ کلر فیروزی ہے...... بالکل اسی ڈیزائن کا دوسرا سوٹ میں آپ کے لیے لائی ہوں......" عینی نے ایک بڑا ڈبا اسے پکڑاتے ہوئے کہا۔

"بہت بہت شکریہ...... عینی بھابی...... آپ نے تو میرا من پسند سوٹ مجھے فوراً ہی دے دیا...... آپ کتنی اچھی ہیں......"

"امی جان! اسی طرح کا گرین سوٹ وانیہ کے لیے ہے...... وہ بھی اگر کل کے فنکشن میں پہن لے...... تو اچھا لگے گا......" امی جان نے پہلی دفعہ مسرت کے ساتھ عینی کو گلے سے لگایا۔

عینی، امی جان کے لیے ساڑی، دادی جان کے لیے سوٹ کے علاوہ...... ایک ہلکا سا لاکٹ کا سیٹ نوشابہ کے لیے لائی تھی۔

دادی جان نے عینی کو خوب دعائیں دی...... امی جان کے لبوں پر بھی مسکراہٹ احاطہ کیے رہی۔

وانیہ کا خیال تھا کہ وہ عینی کا دیا ہوا جوڑا اس کے منہ پر دے مارے گی...... جوڑا دیکھنے سے پہلے اس نے ماں سے یہ تک کہہ دیا تھا کہ آپ نے عینی کی پسند کا سوٹ کیسے لے لیا...... مگر جب اس نے دیکھا...... تو اس کی ستائشی نظریں سوٹ پر جم کر رہ گئیں۔

"امی...... یہ تو بہت خوب صورت ہے......!" وانیہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"تم بھی کل یہی پہن لینا...... بعد میں پہنو گی تو لگے گا کہ تم نے عینی کی نقل کی ہے......"

"مگر امی سچی بات تو یہ ہے کہ میرا کچھ بھی پہننے کو دل نہیں چاہ رہا...... سوٹ واقعی بہت خوب صورت ہے...... مگر میں پہنوں گی نہیں۔" وہ دکھ سے بولی۔

"پاگل تو نہیں ہو گئی ہو تم...... ان چیزوں پر صارم نے پیسے خرچ کیے ہیں...... عینی بیگم کو کوئی اپنی اماں کے گھر سے تھوڑی یہ گفٹ لائی ہیں جو ہم نہ لیں، ہمارے بیٹے کی کمائی ہے...... ہم کیوں نہ لیں...... ہاں......"

☆======☆======☆

نوشابہ کی شادی کا اہتمام رئیس منزل کے کلب میں کیا گیا تھا...... یہ چھوٹا سا مگر نفاست سے سجا ہال تھا جو گراؤنڈ فلور پر تھا۔ فلیٹوں کے مکین اس ہال میں اپنی خوشی، غمی کی تقاریب کیا کرتے تھے۔

بابو جی نے اس میں سو کے قریب مہمانوں کا انتظام کیا تھا۔

رخسانہ آنٹی پچیس، تیس کے قریب اپنے مہمان لے کر آ رہی تھیں۔ باقی دادی جان کے رشتے دار تھے...... نوشابہ کے چند ددھیالی رشتے دار گاؤں سے آ رہے تھے...... صارم نے اپنے دوستوں میں صرف نوید کو ہی بلایا تھا...... نوید صارم کے ساتھ ساتھ انتظامی امور کا بھی شریک تھا۔

بارات وقتِ مقررہ پر آئی...... سلمان نیلی کامدار شیروانی اور سفید پاجامہ میں ملبوس بے حد وجیہہ لگ

رہا تھا...... رخسانہ آنٹی کی خوشی ان کے چہرے سے نمایاں تھی...... بہت دنوں کے بعد وہ خوب سج دھج سے تیار ہوئی تھیں۔ وانیہ گرین ڈریس میں بے حد اچھی لگ رہی تھی...... وہ بارات کے لیے کنگن کا ٹوکرا لے کر جب تیزی سے چلی تو سامنے سے آتے ہوئے نوید سے ٹکرا گئی...... اس سے پہلے کہ تمام کنگن نیچے گر جاتے...... وہ ٹوکری نوید نے سنبھال لی۔

''پلیز احتیاط سے، آہستگی سے......'' وہ زیر لب بڑبڑایا۔

وانیہ نے اسے دیکھا...... گہرے سانولے رنگ کا لمبا چوڑا...... نوید...... اسے سنجیدہ اور بُردبار سا نظر آیا...... اس نے نظر بھر کر بھی وانیہ کی جانب نہیں دیکھا تھا۔

''بہت شکریہ نوید بھائی......'' وانیہ نے دھیرے سے کہا۔

نوید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب وہ انٹرنس پر ساتھ ساتھ کھڑے تھے۔

''میں اس دن بھی آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکی تھی......'' وہ آہستگی سے بولی۔

''اس دن کا صفحہ اپنی زندگی سے پھاڑ پھینکو...... اچھی لڑکیاں اپنی ذات سے اپنے گھر والوں کو دکھ نہیں دیا کرتیں......''

''واقعی...... بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ......'' اس نے دل میں سوچا۔

نوید...... وانیہ کے جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ کر مہمانوں کو ان کی نشستوں تک پہنچا رہا تھا اور وانیہ کنگن لیے ایک جانب چپ چاپ سی کھڑی تھی۔

''یہ نوید...... یقیناً مجھے ایک بری لڑکی سمجھتا ہے...... کیا میں بری لڑکی ہوں......'' اس کے اندر ایک کشمکش سی جاری ہوگئی...... ''نہیں میں اچھی لڑکی ہوں...... نہیں تم بری لڑکی ہو...... اچھی...... بری......''

وہ پتا نہیں کب تک اپنے آپ سے لڑتی رہتی...... کہ امی جان کی نظر اس پر پڑ گئی...... وہ ایک جانب سراسیمہ سی کھڑی تھی۔

''ارے تم نے ابھی تک سمدھنوں کو کنگن نہیں دیے؟''

اور وہ چونک کر مہمانوں کی جانب بڑھ گئی۔

نکاح کے بعد...... دولہا، دلہن کو ایک ساتھ بٹھایا گیا...... نوشابہ تو سر جھکائے بیٹھی ہی تھی...... مگر سلمان بھی دلہن کو دیکھنے کے بجائے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔

نوید کو یہ دیکھ کر عجیب سا لگا...... اسے یاد آیا...... کہ اس نے بیٹھے بیٹھے شہزادی کا نہ صرف ہاتھ تھام لیا تھا بلکہ...... اس کی کلائی پر چٹکی بھی لے لی تھی...... اور شہزادی ہائے کہہ کر اچھل پڑی تھی۔

''ارے کیا ہوا شہزادی کو......؟'' خالہ نے پوچھا تھا۔

''خالہ...... یہ کہہ رہی ہیں...... جلدی سے رخصتی کروالیں...... اب مجھے یہاں نہیں رہنا......'' نوید نے شرارتی لہجے میں کہا تھا...... اور خالہ سمیت سب مہمان ہنس پڑے تھے۔

''یہ دولہا کیسا بیزار سا نظر آ رہا ہے...... اپنی دلہن کو رغبت تک سے نہیں دیکھ رہا......'' نوید نے اپنے دل میں آئی ہوئی بات صارم سے بھی کہہ ہی ڈالی۔

''بھئی یہ آپ جیسا نہیں ہے...... بے حد مہذب لڑکا ہے...... ایسی چھچھوری حرکتیں اس پر سوٹ نہیں کر سکتیں......''

''ہاں...... یہ تو ہے......'' نوید کھسیا کر مسکرا دیا۔

کھانے میں صرف ایک ہی ڈش رکھی گئی تھی...... جسے سب نے بے حد شوق سے تناول کیا اور رخسانہ بیگم نے اس بات کو بے حد سراہا...... کہ بہت ساری ڈشز رکھنے سے رزق کا زیاں ہوا کرتا ہے...... ایک ڈش اگر رکھی جائے...... تو سب ہی لوگ اسے رغبت سے کھاتے ہیں۔

اظفر اور ثمینہ بیگم بھی اس تقریب میں موجود تھے اور عینی کو خوش دیکھ کر ان کے دلوں کو حقیقی طمانیت محسوس ہوئی تھی...... یہ خیر دوسری بات تھی کہ زری نے ثمینہ بیگم سے صرف سلام دعا کے علاوہ کوئی بات نہیں کی تھی۔

وانیہ کو ایک چپ سی لگ گئی تھی۔ اسے یہاں بیٹھ کر کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا...... اس کے دماغ میں رضا کی گفتگو ضربیں لگا رہی تھی۔

''ارے تم یہاں بیٹھی ہو...... نوشابہ کی رخصتی ہو رہی ہے......'' کسی نے اسے جھنجوڑا کر کہا...... تو اس نے دیکھا ہال تقریباً خالی ہو چکا ہے...... اور سب لوگ باہر کی جانب جا چکے ہیں...... جہاں سے نوشابہ کو اپنے دولہا کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جانا تھا۔

وہ بھاگتے ہوئے ہال کے دروازے تک پہنچی...... اس سے اس کی چھوٹی بہن اور عینی دائیں بائیں نوشابہ کے چل رہی تھی...... اعظم قرآن پاک کے سائے تلے...... نوشابہ کو گاڑی میں بٹھانے کے لیے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

نوشابہ گاڑی میں بیٹھ کر چلی گئی...... مہمان چلے گئے...... نواسی کو رخصت کر کے...... دادی جان بے تحاشا رونے لگیں۔

وانیہ ایک ٹک انہیں دیکھتی رہی۔

اب بابو جی...... دادی جان کو سنبھالتے ہوئے انہیں اوپر لے جا رہے تھے...... وانیہ انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔

صارم نے عینی کا ہاتھ تھاما...... اور وہ بھی اوپر کی جانب روانہ ہو گیا۔

اور بکھرے ہوئے پھولوں کی پتیوں کے درمیان وہ بکھری بکھری سی کھڑی تھی...... اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اس میں قدم بڑھانے کی سکت ہی نہ ہو۔

وہ چاہ رہی تھی کہ جلدی سے وہ اوپر اپنے فلیٹ میں جائے...... مگر اس سے اس کی ایسی حالت تھی جیسے کسی نے اس کے پیروں میں میخیں ٹھونک دی ہوں۔

''وانیہ...... آپ یہاں کیوں اکیلی کھڑی ہیں......؟'' اس کی پشت سے اسے آواز آئی۔

اس نے گردن گھما کر دیکھا...... نوید اسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''میری طبیعت خراب ہو رہی ہے......'' بہ مشکل اس نے کہا۔

نوید سرعت سے پانی کا گلاس لے کر آیا۔

کپکپاتے ہوئے ہاتھ جب اس نے آگے بڑھائے تو نوید نے گلاس اسے تھما دیا۔

ڈولتے ہوئے ہاتھوں میں پانی چھلکنے لگا...... تو نوید نے گلاس اس کے ہاتھوں سے لے کر اس کے لبوں سے لگا دیا۔ وہ پانی کے گھونٹ زیادہ بھر رہی تھی یا آنکھیں آنسو زیادہ اگل رہی تھیں...... اس کا اندازہ نوید کو نہیں ہو رہا تھا۔

مگر وانیہ کی یہ حالت دیکھ کر وہ واقعی پریشان سا ہو گیا تھا۔

"وانیہ! آپ ایک بہت اچھے بھائی کی بہت اچھی بہن ہیں...... صارم میرا جگری یار ہے...... اگر آپ میری بات کا یقین کرنا چاہیں تو میں یہ بات حلفیہ کہہ رہا ہوں...... رضا...... اس رئیس منزل کا سب سے زیادہ اوباش لڑکا تھا...... اس کی حرکات شروع سے ہی بہت بری تھیں...... لڑکیاں شکار کرنا اور ان کے ذریعے پیسے اینٹھنا اس کی ہابی ہے...... اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے آپ کو بچایا ہے...... اب آپ اپنی حفاظت خود کیجیے...... کہ آپ بہت اچھے گھرانے کی بہت ہی اچھی لڑکی ہیں...... رضا کسی بھی حوالے سے آپ کے برابر نہیں ہے...... آپ کی قسمت میں تو یقیناً صارم باؤ جیسا کوئی ہیرا لڑکا ہوگا...... بہت پڑھا لکھا اور بہت نفیس عادتوں کا...... اور یہ رضا تو انٹر بھی نہیں ہے......"

"اس نے تو اپنے آپ کو ایم بی اے بتایا تھا......" ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ورنہ دل میں تو وہ اس پر لاحول پڑھ رہی تھی۔

"یہ جھوٹ اس نے بولا ہوگا...... ایک ہی فلیٹ میں برسوں سے ایک ساتھ رہنے کی وجہ سے میری معلومات غلط نہیں ہیں...... کتنی جگہ تو میں نے اس کی جاب دلوانے کے لیے درخواستیں دی تھیں جس میں اس کی تعلیم میٹرک درج ہے......"

وانیہ کی طبیعت ایک تو پہلے ہی دگرگوں سی تھی...... رہی سہی کسر نوید کی باتوں نے پوری کر دی...... اور اس کا سر گھوم سا گیا...... اس کے ذہن میں فون کی باتیں پھر ضرب لگانے لگیں۔

سامنے سے اعظم آتا نظر آیا...... تو نوید نے آواز دے کر بلایا۔

"بہن کو لے کر اوپر جاؤ...... ان کی شاید طبیعت خراب ہو رہی ہے......"

تب ایک نظر اعظم نے بہن کو دیکھا...... وہ تو بے ہوش سی ہو رہی تھی۔

"وانیہ......" اس نے لپک کر بہن کو گود میں اٹھایا اور تیزی سے اوپر اپنے فلیٹ کی طرف بھاگا۔ نوید اسے تاسف سے جاتا دیکھتا رہا۔

☆======☆======☆

اچھے کپڑے، بھاری زیورات اور ٹھیک ٹھاک میک اپ میں نوشابہ بہت پیاری لگ رہی تھی...... سونے کی ماتھا پٹی اس کے کشادہ ماتھے کو چومتی ہوئی لٹکی ہوئی سی تھی...... اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے وہ حجلۂ عروسی کا معائنہ کر رہی تھی۔

رخسانہ آنٹی نے بڑی نفاست...... اور عمدگی سے اس کا یہ کمرا سجایا تھا۔

وہ سجی سجائی چھپر کھٹ پر بیٹھی ہوئی اپنے آپ کو کسی شہزادی سے کم نہیں سمجھ رہی تھی۔

سلمان...... اس کے خاندان کا ایسا لڑکا تھا جس کی تمنا ہر دوسری لڑکی نے تو ضرور کی ہوگی...... اور نوشابہ نے تو کبھی خیالوں تو کیا خوابوں میں بھی نہیں سوچا تھا۔

وہ ماموں کے گھر جب بھی گاؤں سے آئی...... نانی کے ساتھ رخسانہ آنٹی کے گھر ضرور گئی...... اور نوشابہ سلمان کو ایسے دیکھا جیسے وہ کہیں کا شہزادہ ہو...... اور جس تک پہنچ کسی کی نہ ہو۔

بچپن کی سنی ہوئی کہانیوں میں تو شہزادوں اور شہزادیوں کی شادیاں سات شرطیں پوری کرنے پر ہو جایا کرتی تھیں۔ مگر سلمان تو اسے ایسا شہزادہ لگا کرتا تھا جس کے لیے وہ تمام زندگی شرطیں پوری کرتی رہے تب بھی وہ اسے نہ مل پائے...... اور وہ اسے یوں مل گیا تھا جیسے کسی لاٹری سے نکل آیا ہو۔

"وہ آئیں گے تو میں ان کو یہ بات ضرور بتاؤں گی کہ میں آپ کو بچپن سے ہی چاہتی رہی ہوں......" اس نے دل میں سوچا...... اور اپنی اس سوچ پر اسے خود ہی ہنسی آگئی۔

"سلمان کی ہنسی کس قدر خوب صورت ہے جب وہ ہنستے ہیں تو ان کی آنکھیں ان کی ہنسی کا پورا پورا ساتھ دیتی ہیں...... میں ان کو ضرور بتاؤں گی کہ آپ کی یہ ہنستی ہوئی آنکھیں مجھے بہت پسند ہیں...... اور ان کا لہجہ...... کیسا میٹھا سا ہے...... جب وہ رخسانہ آنٹی کو مائی سویٹ ہارٹ کہہ کر گلے لگاتے ہیں تو بہت اچھے دکھائی دیتے ہیں...... بیٹے کو اپنی ماں کے ساتھ ایسی ہی محبت کرنی چاہیے...... اور رخسانہ آنٹی کی آنکھوں میں بھی تو سلمان کا نام سنتے ہی چراغ سے روشن ہو جاتے ہیں...... کیا سلمان...... مجھ سے بھی محبت کریں گے......" دل کی دھڑکنوں نے شور مچایا۔

"ہاں...... ہاں...... ہاں......" وہ بے اختیار ہی مسکرا دی۔

تب ایک ہلکی سی چرچراہٹ سے دروازہ کھلا تو اپنی دھڑکنوں اور اپنے آپ کو سمیٹ کر وہ جھک سی گئی۔

کمرے میں داخل ہونے والا سلمان تھا۔

جو کمرے میں رکھے صوفے پر ڈھے سا گیا...... اور سگریٹ پیتا رہا۔

نوشابہ نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا...... وہ سگریٹ بجھا کر وہیں صوفے پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

پرانی دیکھی ہوئی ایک فلم اسے یاد آئی...... اس میں بھی ہیرو...... اسی طرح کمرے میں آ کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا...... اور ہیروئن کے پاس نہیں آیا تھا۔

تب ہیروئن نے اپنی چوڑیاں بجائی تھیں۔

وہ اس کی آواز کو نظر انداز کر گیا تھا۔

تب ہیروئن نے اپنی پازیب چھنکائی تھی...... جس کی چھم چھم سن کر وہ اس کے پاس آ گیا تھا۔

نوشابہ ابھی اپنی چوڑیاں ہی چھنکا رہی تھی کہ سلمان اس کے پاس آ گیا...... چند لمحے تو وہ اسے یونہی دیکھتا رہا اور پھر اس کے قریب بیٹھ گیا۔

"نوشابہ میں جانتا ہوں آپ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے......"

"میرے ساتھ......؟" اس نے حیران ہو کر نفی میں گردن ہلائی۔

"نوشابہ...... کیا کسی بھی دلہن کے ساتھ یہ زیادتی نہیں ہے کہ اس کی جس کے ساتھ شادی ہو، وہ اس کو پسند ہی نہ کرتا ہو؟"

"جی......!" اب وہ حیرت سے سلمان کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہی تھی اور اس کا روں رواں سوال کر رہا تھا کہ آپ مجھے پسند کیوں نہیں کرتے......؟

"نوشابہ...... تم میری ماما کی پسند ہو...... بلکہ ان کی پسند کی وجہ سے ہی میں نے تم سے شادی کی ہے......"

"شادیاں ماں باپ کی پسند سے ہی ہوا کرتی ہیں......" شہر میں آ کر اسے بولنا تو آ گیا تھا کہ حق بات کہنے میں کبھی جھجکنا نہیں چاہیے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہو...... مگر یہ بات تمہیں معلوم ہی ہوگی کہ میں پہلے ہی سے شادی شدہ ہوں...... میں نے اپنی پسند سے شادی کی...... اور اب میری بیوی امید سے ہے...... اس لیے اس کے بغیر ایک پل بھی گزارنا میرے لیے گراں گزر رہا ہے......" اب نوشابہ اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے وہ اسے کوئی کہانی سنا رہا ہو۔

"آپ کو اپنی بیوی سے بے حد محبت ہے......؟" انتہائی ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال کیا گیا۔

"ہاں، بے حد......" لہجہ وثوق بھرا تھا۔

"اور یہ دوسری شادی کر کے آپ کو کہیں ایسا تو نہیں لگ رہا کہ آپ نے اپنی بیگم کے ساتھ حق تلفی کی ہے؟"

"ہاں، میں ایسا کچھ محسوس کر رہا ہوں......"

"آپ نے پھر شادی کیوں کی؟"

"ماما کی وجہ سے...... آپ کے ساتھ وہ بہت خوش رہتی ہیں......"

"تو آپ کو اپنی ماما کی خوشی عزیز نہیں؟"

"عزیز ہی تو تھی جب ہی تو یہ شادی کی......"

"مگر آپ کو تو تاسف سا ہو رہا ہے......"

"بس یہ سوچ رہا ہوں...... ہنی کو تو پتا بھی نہیں کہ میں کیا کر بیٹھا......"

"اور جب پتا چلے گا تو......؟"

"میں اسے کچھ نہیں بتاؤں گا......"

"کیوں...... کیا وہ بہت ناراض ہو جائے گی؟"

"وہ بہت حساس ہے...... کہیں اپنے آپ کو نقصان نہ پہنچا لے......"

"کیا وہ آپ سے بہت محبت کرتی ہے؟"

"ہاں، بہت زیادہ......" سلمان نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور اس کے چہرے پر جیسے ویرانی سی چھا گئی۔

اور نوشابہ کو اس کیفیت میں گرفتار...... سلمان پر بہت زیادہ پیار آ گیا۔

"کیسا پریشان سا وہ دکھائی دے رہا تھا...... جیسے انجانے میں اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔

"سنیے...... آپ اپنی ہنی کو بتا دیجیے گا...... کہ میں کبھی اس کی راہوں میں نہیں آؤں گی...... آپ سے کبھی یہ نہیں کہوں گی...... مجھے بھی اپنے پاس بلا لیں......"

"یہ تو ظاہر ہے، وہاں تو میں تمہیں کبھی بلا ہی نہیں سکتا بلکہ اس نہج پر کبھی سوچتا بھی نہیں......" وہ قدرے کمزور سے لہجے میں بولا۔

"آپ یہاں تو آیا کریں گے ناں...... ہانی کی وجہ سے یہاں آنے کی میں بھی عار محسوس ہوگا؟"

"یہاں تو میں آتا رہا ہوں گا...... کہ ماما کے پاس تو آتا ہی رہوں گا......"

"اور میں......؟" وہ اپنے آنسو اپنے اندر ہی تحلیل کر کے آہستگی سے بولی۔

اس سے اس کا سر بالکل ہی جھک گیا تھا...... اور مارے غم کے اس کا سر گھوم بھی رہا تھا۔

"ہاں...... تمہاری وجہ سے بھی......" وہ قدرے ٹھہر کر کمزور سے لہجے میں بولا...... جیسے وہ اس کا دل رکھنا چاہ رہا ہو۔

اس کا اقرار سن کر یک دم ہی وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

"مجھے معاف کر دینا نوشابہ...... میں شاید تم سے محبت نہ کر سکوں......"

"آپ میرے شوہر ہیں...... نفرت بھی کریں گے تو یہ بھی برداشت کر لوں گی......" یہ کہہ کر وہ پھر رونے لگی۔

"میں نفرت تم سے کیسے کر سکتا ہوں...... تم میری ماں کا جس طرح خیال رکھتی ہو...... میں تو تمہارا احسان مند ہوں، شکر گزار ہوں......"

نوشابہ کا دل چاہا کہ وہ چیخ کر کہے۔ "تم میرا احسان مت مانو...... تم شکر گزار بھی مت بنو...... مگر تھوڑی سی محبت میرے آنچل میں بھی ڈال دو جس کے سنگ میں بھی اپنی زندگی بسر کرتی رہوں......" مگر وہ چپ رہی۔

اچانک ہی سلمان کو کچھ خیال آیا...... اور جیب سے مخملی ڈبیہ نکالی...... اس میں ڈائمنڈ رنگ چمک رہی تھی۔

"یہ آپ کا تحفہ ہے......" وہ رنگ نکال کر اسے دیکھنے لگا۔

نوشابہ کا ہاتھ از خود بڑھ گیا...... تب اس نے بیلے جیسی انگلیوں کو تھام کر اس میں انگوٹھی پہنا دی۔

نوشابہ شرما سی گئی۔

سلمان نے اس کا ہاتھ تھامے تھامے...... اسے بغور دیکھا...... اور ہنس کر بولا۔ "رو رو کر تم نے اپنا سارا کاجل رخساروں تک پھیلا لیا ہے...... جاؤ واش روم میں چینج کر کے آؤ تو...... منہ بھی دھو کر آنا......" اور جب وہ آئی...... تو وہ بیڈ پر لیٹا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔

"کیا آپ بھی یہیں سوئیں گے......؟" نوشابہ کے دماغ میں ٹی وی کے وہ تمام پلے گھوم گئے جہاں ناپسندیدہ دلہن کے آنے کے بعد ہیرو اپنا تکیہ لے کر صوفے پر سویا کرتے تھے۔

"ظاہر ہے شادی کے بعد میاں بیوی کا بیڈ روم علیحدہ علیحدہ تو نہیں ہوتا نا......؟" وہ اس کی جانب

کروٹ لے کر بولا۔ تو وہ کھسیا کر رہ گئی۔

☆======☆======☆

لوگ کہتے ہیں کہ اچھی بات ہر ایک کو اچھی لگا کرتی ہے مگر بعض دفعہ اچھی بات لوگوں کو بری بھی لگ جاتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ نیکی بھی گلے پڑ جاتی ہے۔

اب نوید کی اماں یہ سوچ کر اپنی بہن کے گھر چلی گئیں کہ میاں بیوی کی لڑائی ختم ہو جائے اور شہزادی ہنسی خوشی اپنے گھر میں آ جائے مگر شہزادی نے تو ساس کو دیکھ کر واویلا ہی مچا دیا۔

''خالہ، آپ ہی کی وجہ سے میں علیحدہ گھر میں شفٹ نہیں ہو سکی......''

''میں نے تو تمہیں منع نہیں کیا، تم جا سکتی ہو تو چلی جاؤ...... اکیلے گھر میں......''

''اپنے بیٹے کو جب اپنا سبق یاد کروا دیا...... تو کہہ رہی ہیں کہ اکیلے گھر میں چلی جاؤ...... اب وہ کہاں جانے کو تیار ہیں...... آپ یہ چاہتی ہی نہیں تھیں...... تو میں کیسے جاتی......''

''شہزادی...... تم نے اپنے ڈرامے بھی خوب رچا لیے...... اب اپنا گھر بسانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ چلو...... اور ہنسی خوشی زندگی گزارنا سیکھو......''

''خالہ آپ کے گھر میں رہ کر نہ مجھے ہنسی آ سکتی ہے اور نہ ہی خوشی مل سکتی ہے...... اور اب تو آپ کے ساتھ ساتھ مجھے نوید سے بھی ہزاروں شکایتیں ہیں...... اب اگر وہ مجھے علیحدہ نہیں رکھ سکتے تو طلاق دے دیں...... میں ساری زندگی کٹہرے میں رہ کر زندگی نہیں گزار سکتی......''

''سوچ لو...... شادی گڈے، گڑیا کا کھیل نہیں ہوتا کہ اپنی مرضی نہیں مانی گئی تو کہہ دیا کہ جاؤ ہم نہیں کھیلتے......''

''میرے لیے وہ دن بڑا خوشیوں بھرا ہوگا جب میری نوید سے جان چھوٹے گی...... اتنی کم تنخواہ میں میرا گزارہ نہیں ہو سکتا...... اور ہاں آئندہ آپ یہاں آنے کی کوشش بھی نہیں کیجیے گا، آپ کی شکل دیکھ کر مجھے ڈپریشن ہو جاتا ہے......''

''ٹھیک ہے بیٹا! جیسی تمہاری مرضی...... میں تو یہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ تمہارا گھر ٹوٹے...... مگر جو لڑکی گھر کو جوڑنا ہی نہ چاہتی ہو اسے کیا کہہ سکتی ہوں......''

''اماں گھر آ کر خاموش سی تھیں اور چہرے پر غم کی پرچھائیں بھی گہری نظر آ رہی تھی۔

نوید نے ماں کو یوں ملول سا دیکھا تو پوچھا۔ ''اتنی خاموش اور اداس سی کیوں ہیں؟''

''بیٹا طبیعت ٹھیک نہیں ہے......'' انہوں نے بات ٹال دی۔

مگر جب ہفتے بھر بعد مارکیٹ میں شہزادی کی پڑوسن نے نوید کو دیکھا تو اچھا خاصا پرسا دے ڈالا۔

''بیٹا مجھے یہ دیکھ کر بہت ہی افسوس ہوا کہ تمہاری ماں شہزادی کو لینے گئیں اور اس نے علیحدہ رہنے کی شرط رکھی یا طلاق کا مطالبہ کر دیا......''

''نہیں تو، ہماری اماں تو شہزادی کو لینے نہیں گئیں......'' نوید نے حیران ہو کر کہا۔ وہ سمجھا شاید وہ یہ بات شہزادی نے اڑائی ہوگی۔

''ارے بیٹا...... اس وقت میں وہیں شہزادی کے گھر میں موجود تھی...... سچی کہوں کہ مجھے بے حد برا لگا...... شہزادی نے اپنی خالہ کی عزت کی اور نہ ہی ان کو ساس سمجھ کر تمیز سے بات کی...... کوئی ایسے تھوڑی ناں کیا کرتا ہے...... مجھے تو لگتا ہے اس لڑکی کا دماغ ہی خراب ہو گیا ہے......''

''دماغ تو ہمارا خراب تھا جو اسے بیاہ کر لے آئے تھے......'' نوید نے دل میں سوچا...... اور جو چیزیں لینے آیا تھا...... وہ لیے بغیر گھر آ گیا۔

اس نے دیکھا اماں جائے نماز پر دعا مانگتے ہوئے رقت سے رو رہی تھیں۔ نوید کو دیکھ کر انہوں نے اپنی دعا مختصر کی...... اور جلدی سے چائے بنا کر اس کے لیے لے آئیں۔ چائے پیتے ہوئے اس نے اپنی ماں کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ بے حد غم زدہ اور اداس سی نظر آئیں۔

''اماں...... شہزادی کے معاملے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟'' خالی کپ ٹرے میں رکھ کر نوید نے پوچھا۔

''بیٹا رائے کیسی...... وہ جو کہہ رہی ہے ٹھیک ہے، تم شہزادی کے ساتھ فلیٹ میں چلے جاؤ...... اور اس کے ساتھ زندگی اچھے سے گزارو......''

''مگر اماں میں، آپ کو یوں تنہا نہیں چھوڑ سکتا......''

''نوید...... تم دنیا کے پہلے بیٹے نہیں ہوگے...... جو اپنی ماؤں کو چھوڑ کر اپنی دنیا الگ بسا لیتے ہیں۔ دنیا میں آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے، اب بیویاں بھری سسرال تو دور کی بات سسرال کے نام پر ایک فرد کی موجودگی کو بھی برداشت نہیں کیا کرتیں...... شہزادی کا بھی کوئی قصور نہیں ہے، وہ جو خواب دیکھ رہی ہے ایسا ہی وہ کرنا چاہتی ہے۔''

''مگر میں ان بے غیرت بیٹوں میں سے نہیں ہوں جو اپنی ماں کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔''

''میں تنہا کہاں ہوں گی...... تمہاری بہنوں کے بچے آتے جاتے رہیں گے...... یوں بھی ایسی کون سی لمبی اور جی لوں گی...... ان شاء اللہ جلدی بلاوا آ جائے تو اپنے رب کے پاس چلی جاؤں گی...... جہاں سب کو جانا ہے......''

''اماں...... میں آپ کو کسی صورت چھوڑ کر نہیں جاؤں گا...... یہ بات آپ سمجھ لیں اور شہزادی کی طرف داری کرنا بند کر دیں......''

''بیٹا دوسری صورت میں تمہارا گھر برباد ہو جائے گا اور میں اپنے پوتا پوتی تک نہیں دیکھ پاؤں گی......''

''اماں جو عورت آپ کو نہیں دیکھنا چاہتی...... تو اس کے بچے آپ سے کتنی محبت کر سکتے ہیں...... اس غلط فہمی میں تو آپ رہیے گا بھی نہیں......'' وہ تمسخر بھرے لہجے میں بولا۔

''بیٹا...... گھر بسنا آسان نہیں ہوا کرتا...... میاں بیوی کو ایک دوسرے کو سمجھنے میں سالوں لگ جاتے ہیں، وہ کم عمر اور بے وقوف سی لڑکی ہے وہ یقیناً اپنا اچھا برا نہیں جانتی...... علیحدہ رہ کر...... شاید اسے اندازہ ہو جائے کہ گھر میں بزرگ کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ اس لیے تم اس کا کہنا مان لو۔ اس وقت وہ ضد میں آئی ہوئی ہے اور اپنا نقصان تک اسے نظر نہیں آ رہا......''

''ایسا کبھی نہیں ہو سکتا...... میں بھی ضدی ہوں......'' نوید کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔

''بیٹا ایسا مت کہو۔ میاں، بیوی میں اگر لچک نہ ہو تو بات بگڑ جایا کرتی ہے اگر بیوی نا سمجھ ہو...... تو شوہر کو سمجھ داری کا مظاہرہ کرنا چاہئے......''

''اماں...... اب شہزادی کو برداشت کرنا ہی میرے لیے ناممکن ہے......''

''نہ بیٹا نہ...... سب ٹھیک ہو جائے گا...... اسے صرف مجھ سے ہی تو شکایت ہے، تم سے تھوڑی ہے۔ تمہارا تو وہ بے حد خیال رکھتی ہے، تم سے تو وہ بہت محبت کرتی ہے اور وہ تو......''

''مت جھوٹ بولیں اماں...... اسے تو مجھ سے بھی ہزاروں شکایتیں ہیں......'' نوید...... ماں کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

اماں نے بیٹے کو حیرت سے دیکھا۔

''میں نے آپ کو منع کیا تھا کہ شہزادی کے پاس جانے کی ضرورت نہیں ہے، اس کے باوجود آپ اس کو لینے چلی گئیں......''

''نہیں تو...... یہ تم سے کس نے کہہ دیا...... خواہ مخواہ ہی میں......''

''پلیز اماں...... آپ اپنی ایسی بہو کی وکالت کرنا بند کر دیں جو اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسے آپ کی بہو ہونا چاہیے......''

''نہیں بیٹا، ایسی باتیں نہیں کیا کرتے لڑائیاں کس گھر میں نہیں ہوتیں، ہر دوسرے گھر میں اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں......''

''مگر ایسے نہیں ہوتے، اسی لیے...... میں نے بہت سوچ بچار کے بعد یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ اب میں شہزادی کے ساتھ نہیں رہ سکتا، اس لیے ایک وکیل سے رابطہ کر لیا ہے...... اب مجھے کچھ سوچنا تو پڑے گا ناں......!''

''نوید یہ برا لفظ منہ سے بھی نہ نکالنا......'' اماں کے تو اوسان خطا ہونے لگے۔ ''لوگ کیا کہیں گے...... اپنی بھانجی لے کر آئی تھی اور خالہ نے ساس بن کر یہ کٹنی پن دکھایا......''

''اماں آپ اپنے آپ کو الزام نہ دیں۔ مجھے آج آفس میں شہزادی کی جانب سے خلع لینے کا لیٹر وکیل کے توسط سے ملا...... تو میں نے بھی وکیل سے رابطہ کیا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے...... عذاب سے جان تو چھوٹے......''

☆======☆======☆

ملن کی گھڑیاں...... تلخ و تند تو ضرور تھیں مگر قربت کے پھولوں کی مسحور کن مہک...... خوشی میں تل کر نوشابہ کے چہرے پر قوسِ قزح سی بکھیر رہی تھی۔

نوشابہ ولیمے کی تقریب میں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

ایک بہت اچھے بیوٹی پارلر سے نوشابہ کا میک اپ کروایا گیا تھا اور لائٹ پرپل اور ڈارک پرپل کے امتزاج کا خوب صورت لہنگا اسے ایک اچھی لک عطا کر رہا تھا۔

سلمان بلیک سوٹ میں شادی کے دن سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

نوشابہ کے ساتھ سب ہی جا کر تصویریں بنوا رہے تھے...... اور وہ بھاگا بھاگا پھر رہا تھا۔ پتا نہیں کیسی بے چینی تھی جو اسے کہیں ٹک کر بیٹھنے نہیں دے رہی تھی۔

''ارے سلمان بھائی...... آپ دلہن کے ساتھ اپنی تصویریں تو بنوا لیجئے......'' کسی نے اسے پکارا۔

''میری تو بعد میں بھی بن جائیں گی، آپ لوگ اپنی اپنی بنوا لیں......'' اس نے اپنی جان چھڑائی...... اور کسی دوست کے ساتھ گپ شپ میں لگ گیا۔

رخسانہ بیگم تو آج بہت ہی خوش تھیں مگر دادی جان بھی خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں...... نوشابہ کو رخصت کر کے انہیں دلی سکون و اطمینان ملا تھا۔

وانیہ آج بے حد سمپل آئی تھی...... وائٹ سلک کے سوٹ پر وائٹ شیفون کا ایمبرائیڈری دوپٹا اوڑھے انتہائی سنجیدہ نظر آ رہی تھی...... ہاں عینی اپنے ولیمے کے غرارے میں کسی دلہن سے کم نہیں لگ رہی تھی...... کوئی اجنبی مہمان ہوتا...... تو اسے یہ یقیناً پوچھنا پڑتا کہ اصلی دلہن کون سی ہے مگر آج کی تقریب میں بھی صرف قریبی عزیز شریک تھے...... ہاں رئیس منزل سے شرکت کرنے والوں میں نوید ضرور آیا تھا جو آخری نشستوں میں سے ایک نشست پر سر جھکائے خاموش سا بیٹھا تھا۔

وہ صارم کی وجہ سے یہاں آ تو گیا تھا مگر اس کا دل...... اسے اپنے ولیمے کی تقریب میں کھینچ کھینچ کر لے جا رہا تھا...... جب وہ بہانے بہانے سے خواتین کے پورشن میں جا کر شہزادی کا دیدار کر رہا تھا...... اور شہزادی بھی گھونگٹ کی اوٹ سے نوید کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

شہزادی کو پا کر وہ کتنا خوش تھا...... اور آج اس کا نام سن کر ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے سر پر ہتھوڑے برسا رہا ہو۔

''ایسی ہوتی ہیں بیویاں...... منفی سوچ کی حامل...... کرمنل ذہنیت رکھنے والیاں...... اور اس قدر اذیت پہنچانے والی...... شادی تو دو دلوں کو جوڑنے کے لیے ہوتی ہے......'' مگر اس کی شادی...... تو شاید ہوئی ٹوٹنے کے لیے تھی......

آج آفس میں شہزادی کی جانب سے خلع کا دوسرا نوٹس آ گیا تھا۔

''کیسی ہوتی ہیں وہ بیویاں...... جو شوہر کے منہ سے طلاق کا لفظ سننا بھی پسند نہیں کرتیں...... بلکہ ڈر جایا کرتی ہیں......'' اور شہزادی نے اس نوٹس کے ساتھ اسے خط بھی لکھا تھا......

''نوید!

زندگی میں جتنی بھی تکلیفیں اٹھائی ہیں، وہ ساری کی ساری میں نے تمہارے گھر میں بھگتی ہیں۔ نہ کبھی اچھا کھانے کو ملا نہ پہننے کو...... اچھا کپڑا کس کو کہتے ہیں...... وہ تو میں تمہارے گھر جا کر بھول ہی گئی تھی۔ خالہ جیسی ساس خدا دشمن کو نہ دے اور کسی کے اکلوتے بیٹے سے تو کبھی شادی ہی نہیں کرنی چاہئے...... ساس کی پوری کی پوری توجہ بے چاری بہو کی جانب رہتی ہے۔ کب اٹھی، کدھر چلی، کدھر مڑی...... کیا کھایا کب سوئی،

کب جاگی...... وہ بہو سے متعلقہ تمام معلومات اپنے کھیسے میں رکھنا چاہتی تھیں......اور
چار چنڈال نندیں...... جن کے جانے کا گھر اپنی ماں کے گھر کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو......
وہ الگ مجھ پہ پہرے کی نظریں رکھا کرتی تھیں...... تمہارے گھر والوں نے صرف اپنی
خوشی کو ہمیشہ مقدم رکھا اور میری کیا خوشی ہے، میں کیا چاہتی ہوں...... اس کی انہیں
پرواہی نہیں ہوتی۔ شادی سے پہلے میں برسات میں اپنی گلی میں لڑکیوں کے ساتھ خوب
شور مچاتے ہوئے نہاتی تھی، ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے پانی میں شڑاپ شڑاپ بھاگتے
علیحدہ مزہ آیا کرتا تھا پھر کسی سہیلی کے ہاں پکوڑے کھاتی، کسی کے ہاں لسی پیتی تو کسی کے
ہاں جلیبی...... یوں ساون کا رنگ مزید خوب صورت ہو جاتا تھا...... اور تمہارے گھر میں
جب ساون منانے کا خیال آیا...... تو ابھی میں دھانی دوپٹا اوڑھ کر شلوار کے پائنچے اوپر
چڑھا کر دروازے کے باہر ہی کھڑی ہوئی تھی کہ خالہ کی للکارتی آواز نے مجھے سہا کر رکھ
دیا......

"شہزادی تمہیں کچھ خیال بھی ہے...... لوگ کیا کہیں گے...... ہماری بہو
سڑکوں پر اچھل کود کر رہی ہے؟"

"شہزادی...... خبردار جو ایک گھر سے دوسرے گھر میں کھاتی پھریں...... لوگ کیا
سوچیں کہ ہماری بہو ایسی ندیدی قسم کی ہے......"

"نوید...... تم خود بھی جانتے تھے...... کہ میں اپنے گھر میں کیسے پلی بڑھی تھی......
مگر تمہاری ماں نے میرے من میں کبھی نہیں جھانکا...... انہوں نے ہمیشہ وہ کیا جو انہوں
نے چاہا کہ من مانی کرنے کی عادت تو ان کی گھٹی میں تھی...... اور اگر تم ہی خیال رکھنے
والے ہوتے...... تو شاید میں بہت سے زہر خود بھی پی جاتی......

جب بھی میرے لیے چار جوڑے لاتے تو اپنی ماں کے لیے بھی ایک جوڑا لازمی
آتا چاہے انہیں اس کی ضرورت ہوتی یا نہ ہوتی اور وہ چالاک عورت کبھی یہ نہ کہتیں
شہزادی تم پانچوں جوڑے لے لو، تم جوان لڑکی ہو، تمہیں کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہوتی
ہوگی...... مگر وہ تو ایسے سمیٹ کر لے گئیں جیسے جنم جنم کی بھوکی ہوں۔

دفتر جاتے تو ماں کو پہلے سلامی دی جاتی، دفتر سے آتے تو ماں کو سلامی پہلے......
پھر بیوی کا خیال آتا...... بہنوں کی محبتیں ہی تمہارے دل میں کم نہ تھیں بلکہ بھانجے،
بھانجیوں کے لیے تم ایسا تڑپا کرتے جیسے وہ تمہاری اولاد ہوں...... ایسے ماموں تو میں
نے کسی کے نہیں دیکھے...... جو اپنی بیوی سے زیادہ اپنی بہن کے بچوں سے محبت
کریں...... بہنیں کچھ مانگ لیں تو کبھی انکار نہ کرتے اور بیوی کچھ کہتی تو پہلے اسے
سارے آمد و خرچ کا تخمینہ سمجھایا جاتا...... مہنگائی کا رونا پیٹا جاتا...... جہاں زندگی اس نہج
پر گزاری جائے تو میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر...... میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے گھر والوں

پر...... اور اب میں ایک دن تو کیا ایک پل بھی تمہارے ساتھ نہیں گزار سکتی...... اس لیے
میں نے تم سے خلع لینے کے لیے اپیل دائر کر دی ہے...... میری زندگی کا منحوس ترین بلکہ
سیاہ دن وہ تھا...... جب میری تم سے شادی ہوئی۔

کاش میری شادی تم سے نہ ہوتی...... تو میں اپنے پڑوس کے ناصر سے شادی کر
لیتی...... جو میرے عشق میں مرا جاتا تھا اور میں اسے لفٹ اس وجہ سے نہیں دیتی تھی کہ
ایسے پیسے والے کا کیا کرنا جو جاہل ہو...... مگر تم سے شادی کر کے یہ سبق سیکھ گئی ہوں......
کہ پیسہ ہوا، پانی اور غذا سے زیادہ اہم ہے...... کہ اسی کے طفیل ہر خوشی ملا کرتی ہے
...... اور تعلیم یافتہ شوہر...... تو صرف لمبی لمبی تقریریں کیا کرتے ہیں، وہ بھی اپنے مفاد کی
تشریح کرنے میں...... اس لیے اب تم سے میرا کوئی ناتا نہیں رہا...... اچھا ہوا کہ تم سے
اولاد نہیں ہوئی اگر ہوتی تو میں خود اسے کسی یتیم خانے چھوڑ آتی......

فقط
شہزادی...... جو تم جیسے فقیر کے پاس آ گئی تھی...... اور اب کسی شہزادے کے ساتھ ہی رہے گی......"

"ہاں...... ہاں ضرور رہو...... مجھے اس کی پروا تک نہیں ہے......" وہ اپنی پیشانی کو دباتے ہوئے
بڑبڑایا۔

"سب لوگ ڈائننگ ہال میں جا چکے ہیں...... آپ یہاں اکیلے بیٹھے ہیں؟" کسی نے پوچھا۔
گردن گھما کر دیکھا تو وانیہ کھڑی تھی، افسردہ اور ملال کے رنگ چہرے پر سجائے۔

"آپ یہاں کیوں ہیں، اپنی بھابی کے ساتھ نہیں گئیں......؟" اس نے درشت سے لہجے میں پوچھا۔

"میں اپنا پرس لینے آئی تھی...... تو آپ کو یوں اکیلا دیکھ کر پوچھ لیا......" اس نے ہڑبڑا کر صفائی پیش
کی۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے، کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا...... میں گھر چلوں گا......" وہ اٹھتے
ہوئے بولا۔

"یہ کولڈ ڈرنک ہی لے لیں......" اس نے اپنے ہاتھ میں تھامی بوتل آگے بڑھائی۔
نوید نے بوتل تھامی...... اور ایک ہی سانس میں پی گیا۔
شکریہ...... کہے بغیر اسے دیکھے بنا وہ رکا نہیں...... بلکہ پنڈال سے باہر نکل گیا۔
اور وانیہ اسے جاتے ہوئے دیکھ کر اس فون کے بارے میں پھر سوچنے لگی جو پل پل اس پر غم کا پہاڑ توڑ
رہا تھا۔

☆======☆======☆

"بات کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو اگر اسے ختم کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے مضر اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ میاں بیوی کی لڑائی کی تو کبھی اہمیت ہی نہیں رہتی کہ یہ تو ایسا رشتہ ہے کہ اس میں اکثر خوشی وغم ساتھ ساتھ ہی چلتے نظر آتے ہیں۔ شہزادی کے پاس اگر تم جا کر کہہ دو کہ تم اس کے ساتھ اکیلے بھی رہ لو گے تو وہ خلع کا نوٹس واپس لے لے گی۔" چاروں بہنیں اور اماں اسے ہفتے بھر سے یہی سمجھا رہی تھیں اور اس کی "نہیں" کسی صورت "ہاں" میں نہیں بدل رہی تھی۔ نوید ایسا ضدی تو کبھی نہیں تھا مگر وہ کسی ہٹ دھرم کی طرح اپنے اندر کسی لچک کا مظاہرہ نہیں کر رہا تھا۔

"دیکھو نوید اگر ایک دفعہ گھر ٹوٹ جائے تو دوبارہ آباد ہونا مشکل ہو جاتا ہے۔"

"میں تو اس کے ساتھ رہ کر ٹوٹ گیا...... آباد ہوا کہاں تھا جو اب کسی نقصان سے ڈروں گا۔"

"شہزادی کے ساتھ علیحدگی کی صورت میں تمہاری خالہ بھی تم سے نہیں ملیں گی۔"

"انہوں نے خالہ ہونے کا ثبوت تو اس وقت بھی نہیں دیا جب شہزادی کی شادی کی تھی...... اگر وہ نہیں ملیں گی تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ بے اعتنائی سے بولا تھا اور پھر عدالتی کارروائی کے بعد شہزادی نے قانونی طور پر علیحدگی حاصل کرنے کا پروانہ حاصل کر لیا۔ اماں کی اداسی اس دن بڑھ گئی تھی اور نوید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ہنسے یا مسکرائے یا دیوار سے سر مارے۔

اس دن وہ آفس گیا تو اسے یوں لگا ہر شخص اس کے بارے میں بات کر رہا ہے۔ اگر کسی کمرے سے اسے ہنسی کی آواز بھی آ رہی تھی تو اسے یوں لگ رہا تھا کہ سنائے جانے والے قصے کی تہہ میں اس کا ذکر ضرور ہو گا۔ اس کی اور شہزادی کی علیحدگی کے بارے میں کسی کو کوئی بات معلوم نہیں تھی مگر نوید کو یوں لگ رہا تھا جیسے وہاں بیٹھا ہر شخص صرف ان کی علیحدگی کے بارے میں ہی ڈسکشن کر رہا ہے۔ دو دن وہ آفس نہیں گیا تو اسے یوں لگا آنگن میں لگا امرود کا درخت بھی اس سے پوچھ رہا ہو کہ...... "تمہارا گھر اجڑ گیا ہے، اب تم کیسے رہو گے؟"

ایک شام وہ رئیس منزل کے گراؤنڈ میں بچوں کو چپ چاپ کھیلتا دیکھ رہا تھا پشت پر ہاتھ محسوس کر کے اس نے گردن گھما کر دیکھا۔ صارم اس کے پاس کھڑا تھا اور اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے اس کی پریشانی کا سبب پوچھ رہا ہو۔

"ہاں، ختم ہو گیا سب کچھ...... جو وہ چاہتی تھی ویسا ہی ہو گیا۔"

"تمہیں بہت افسوس ہو رہا ہے؟" صارم نے پوچھا۔

"نہیں یار، اچھا ہے جان چھوٹی...... اس نے زندگی ضیق کر کے رکھ دی تھی۔"

"تو پھر منہ لٹکائے کیوں بیٹھے ہو؟"

"گھر میں اماں، بہنیں ایک دوسرے سے چھپ چھپ کر یوں رو رہی ہیں جیسے کوئی مر گیا ہو۔ ان کے اترے ہوئے چہرے دیکھ کر میرا دل ملول نہیں ہو گا کیا......؟"

"جیوے میرا بھائی، گلی گلی پر جائی۔" صارم نے اس کی کمر پر دھپ مارتے ہوئے کہا تو ایک پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر بھی رینگ گئی۔

"تم خود بھی خوش رہو اور خالہ جان کی اداسی کو بھی ختم کرو...... ایسی شکلیں تو وہ لوگ بناتے ہیں جہاں کسی بے چاری لڑکی کو طلاق دے دی جاتی ہے۔ کہیں کہیں لڑکے والے بھی بے چارے ہوتے ہیں۔ اب یہ بے چارگی کا چولا اتار پھینکو اور خالہ جان کا خیال کرو کہ وہ تو دوہری پریشانیوں میں گرفتار ہوں گی کہ ایک تو بہو گئی، دوسرے بھانجی کا گھر بھی اجڑ گیا۔"

"بھانجی کا گھر تو بہت جلدی دوبارہ بس جائے گا کہ اس کا انکشاف بھی شہزادی بیگم نے خود ہی کیا ہے۔" نوید نے بتایا۔

"تمہارا گھر بھی دوبارہ بس جائے گا، ماشاء اللہ جوان لڑکے ہو، اپنی جاب ہے، اپنا گھر ہے، محبت کرنے والی اور دعائیں دینے والی ماں ہے کس چیز کی ہے تم میں......؟"

"برداشت کی تو کمی ہے...... غلط بات برداشت نہیں ہوتی۔"

"وہ تو ہونی بھی نہیں چاہئے جب تک ہم برائی کو برائی سمجھتے رہیں گے ہم برائیوں سے بچے رہیں گے اور جب ہم برائیوں کو قبول کرنا شروع کر دیں گے تو وہ ہم میں اس قدر رچ بس جائیں گی کہ ہم چاہتے ہوئے بھی ان کو اپنے سے دور نہیں کر سکتے۔ جھوٹ بولنا کس قدر گناہ ہے مگر لوگ جھوٹ بولنے کو انتہائی معمولی بات سمجھتے ہیں اور وہ عادتاً اتنا جھوٹ بولتے ہیں کہ کبھی غلطی سے کوئی سچی بات ان کے منہ سے نکل جائے تو نہ صرف سننے والے کو یقین نہیں آتا بلکہ ان کی اپنی خود کیفیت بے بھروسا سی ہوتی ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہا ہے یار...... اب ایسے لوگوں میں رہ کر ہمارے مزاجوں میں بھی بے اعتباری رچ گئی ہے۔"

"اور ہاں...... ایک آزمودہ بات پر بھی ضرور غور کرنا...... یہ میرا مشاہدہ ہے کہ جھوٹ بولنے والے کا اللہ تعالیٰ حافظہ اتنا کمزور کر دیتا ہے کہ وہ اپنی جھوٹی بات ہر دفعہ مختلف انداز سے کرتا ہے...... نئے معنی پہنا کر نئے مفہوم کے ساتھ کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کس سے کیا بات کی تھی۔"

☆======☆======☆

رضا کی انگلیاں اپنے موبائل کے بٹن پش کرتے کرتے تھک گئی تھیں مگر وانیہ کے موبائل کا پاور ہی آف تھا۔ دو چار مرتبہ اس کے لینڈ لائن نمبر پر فون کیا تو صارم یا اعظم کی آواز سن کر ہی اس نے بند کر دیا

تھا۔ کالج گیا تو اسے وہ وہاں نظر نہیں آئی۔ اپنی بہن سے اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ تو پندرہ دنوں سے کالج نہیں آرہی۔

"کیسی دوست ہو تم...... اپنی دوست کو فون کر کے پوچھو تو سہی......!"

"دوستی تو آپ کی بھی ہے، آپ کیوں نہیں پوچھ لیتے۔" بہن نے مسکرا کر بھائی سے کہا۔

"تم فون پر بات کر کے مجھے دے دو۔" وہ فون پر ان کا نمبر ڈائل کر کے اس کا ریسیور بہن کو تھماتے ہوئے بولا۔ یہ بھی اتفاق تھا کہ فون عینی نے اٹھایا تھا۔

"وانیہ کو بلا دیں، میں ان کی سہیلی بول رہی ہوں۔"

"جی اچھا۔" اتنا کہہ کر عینی نے وانیہ کو آواز دی۔ وانیہ اس وقت اعظم کو چائے کا مگ دے رہی تھی۔

"تمہارا فون ہے۔" عینی نے وانیہ سے کہا۔ بحالت مجبوری اس نے فون ریسیو کیا۔

"کہاں ہو بھئی...... کالج کیوں نہیں آرہی ہو؟" رضا کی بہن نے پوچھا۔

"میں لاہور گئی ہوئی تھی۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"اچھا...... پھر کب آئیں؟"

"دو تین دن ہوئے ہیں۔"

"پھر کالج آرہی ہو ناں؟"

"آج میں اسلام آباد جا رہی ہوں۔ میرے خالو جو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہوتے ہیں ناں...... ان کا پرموشن ہوا ہے، انہوں نے بلایا ہے۔"

"اچھا تم بات کرو اپنے راجا سے۔" وہ ہنس کر بولی مگر اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل نہ صرف اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا بلکہ فون کا پلگ بھی باہر نکال دیا۔ عینی دور بیٹھی یہ سب دیکھ رہی تھی اور ایک دو باتیں اس کے کانوں میں بھی پڑی تھیں۔ وہ سمجھ گئی کہ ضرور کوئی ایسی بات ہے جس سے وانیہ پریشان ہے۔ وانیہ نے لاہور جانے کا جھوٹ کیوں بولا...... وہ کس سے بھاگ رہی ہے اور پولیس افسر کے پرموشن سے وہ کس کو ڈرانا چاہ رہی ہے۔ وانیہ کی عینی کے ساتھ بات چیت بالکل بند تھی، عینی اگر کوئی بات سب کے سامنے کرتی تو وہ اس کا جواب ہاں، نہ یا سر ہلا کر دے رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ فون کا تار نکال کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی اور وہ دروازہ جس طرح اس نے بند کیا تھا عینی سمجھ گئی تھی کہ یقیناً اس نے اسے اندر سے لاک بھی کر لیا ہے۔

کمرے کی باہر کی جانب کھڑکی سے ذرا سا کرٹن ہٹا کر عینی نے دیکھا تو وہ بستر پر لیٹی پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ عینی کا دل بھر آیا وانیہ پتا نہیں کن کیفیات سے گزر رہی تھی اور اپنے دل کی بات کسی سے کہہ بھی نہیں پا رہی تھی۔ یقیناً ایسی کوئی بات ضرور ہوئی ہے کہ جس نے وانیہ کو پریشان کر رکھا ہے۔

دوپہر کے کھانے پر عینی، دادی جان، امی، وانیہ اور چھوٹی ہوا کرتی تھیں مگر آج اس نے بھوک نہیں ہے کہہ کر کھانا کھانے سے انکار کر دیا تھا۔

"چھوٹی تم جاؤ اور وانیہ کو زبردستی لے آؤ۔ آج تو اس کی پسند کی کڑھی چاول بنے ہیں۔" عینی نے کہا اور چھوٹی اسے زبردستی کھینچ لائی، عینی نے دیکھا اس کی آنکھیں متورم تھیں۔ سب کے ساتھ اس نے برائے نام کھانا کھایا۔ دوپہر کا کھانا کھا کر امی اور دادی جان قیلولہ کرنے کی عادی تھیں۔ چھوٹی لاؤنج میں بیٹھ کر ٹی وی پر گیم کھیلا کرتی تھی۔ لاؤنج میں واش بیسن سے ہاتھ دھو کر وانیہ مڑنا ہی چاہتی تھی، عینی نے اس کو اپنے دونوں بازوؤں میں تھاما اور اپنے بیڈ روم میں لے گئی۔ وانیہ نے عینی کو دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

"میری پیاری بہن، تم مجھ سے اس قدر ناراض ہو کہ مجھ سے بات تک نہیں کر رہیں۔ میں تین ماہ اپنے میکے میں کیسے رہی تم نے حال تک نہیں پوچھا...... اور جب سے آئی ہوں تم خفا خفا سی ہو۔"

"نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔" وانیہ گلوگیر سے لہجے میں بولی۔

"پیاری وانیہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہو تو مجھے معاف کر دو۔" عینی نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیے۔ "مگر ایسا نہ کرو...... اگر تم مجھ سے بات نہیں کرو گی تو میں کیا کروں گی۔" اب عینی کے آنسو اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ وانیہ اپنے اوپر قابو پا رہی تھی کہ کچھ نہ بتائے عینی کو مگر جب اس کا یہ محبت بھرا سلوک اور شفقت بھرا لمس محسوس کیا تو بے اختیار اس کے گلے لگ گئی اور اس قدر روئی کہ عینی کو اس کو چپ کرانا مشکل ہو گیا۔ پانی پلا کر گیلے تولیے سے اس کا منہ تھپتھپایا اور بیڈ پر سہارے سے اس کو بٹھایا تو وہ ایک ایک بات رضا کی اس کو سناتی چلی گئی۔ عینی زرد چہرہ لیے اس کی ہر بات سنتی گئی۔

"رضا اس حد تک نیچ ہے اس بارے میں تو سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔"

"شاید اس سے بھی زیادہ برا ہو...... مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے جس طرح بچایا ہے میں اس کا شکر ادا نہیں کر سکتی۔"

"مجھے معلوم ہوتا تو میں کسی کا بھی کوئی فون تمہیں نہیں دیتی کہ وہ اپنی بہنوں یا اپنی دوستوں کی بیویوں کے طفیل تم سے رابطہ کرنے کی کوشش تو ضرور کرے گا کہ اسے تو اندازہ ہی نہیں ہوگا کہ تم اس کے جال سے نکل چکی ہو۔"

"ہاں...... بھابی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، میں بہت خوف زدہ سی ہو گئی ہوں...... گھر سے باہر تک جانے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ یوں لگ رہا ہے کہ اگر باہر نکلی تو وہ مجھے پکڑ کر لے جائے گا...... اور میرے حلق سے آواز تک نہیں نکل پائے گی۔"

"ایسا اندھیر نہیں مچا ہوا کہ کوئی تمہیں کڈنیپ کر سکے۔ اگر ہم صارم کو بتائیں گے تو وہ نہ جانے اس کا کیا حشر کریں اور بات پولیس تک بھی جا پہنچے۔ اس لیے اس سلسلے کو ہم خود ہی سنبھالیں گے۔"

"ہاں بھابی، صارم بھائی کو پتا لگ گیا تو قیامت آ جائے گی۔"

"تم بے فکر رہو...... ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ ہاں گھر سے باہر نکلتے وقت بڑی سی چادر پہن کر نکلنا۔"

"بھابی آپ کو نہیں پتا وہ کس نہج کا ذلیل شخص ہے۔ میں کالج میں لڑکیوں کے جھمگٹ میں ہوا کرتی تھی اور وہ بائیک لے کر نظریں نیچی کیے کھڑا ہوتا تھا مگر وہ میرے پاؤں دیکھ کر پہچان لیا کرتا تھا۔ اگر میں کوئی چپل ایک دفعہ بھی پہن لیتی تو اسے یاد رہتی۔ ایک مرتبہ امی کی سینڈل میں دوسری بار کوئی ایک ماہ بعد

پہن کر گئی تو وہ کہنے لگا۔ یہ سینڈل اتنے دنوں بعد کیوں پہنی، تمہارے سفید پاؤں کالی سینڈل میں جکڑے بہت اچھے لگتے ہیں۔ ایسے پاؤں اگر ہزار پاؤں کے درمیان میں بھی ہوں...... تو میں پہچان جاؤں گا یہ وانیہ کے پاؤں ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ اب تم جب بھی باہر جاؤ گی برقع پہن کر جاؤ گی اور پیروں میں موزے، اپنی تمام پرانی سینڈلز، چپلیں کسی کو دے دو، میں دوسری سینڈلز اور پمپی تمہیں لا کر دے دوں گی۔''

''بھابی وہ بہت شاطر ہے، میں اب باہر جاؤں گی ہی نہیں۔''

''میں آج ہی صارم کے ساتھ جا کر دو برقعے لے کر آتی ہوں کہ تمہارے ساتھ اگر کہیں ضروری جانا ہوا تو میں بھی برقع پہن کر جاؤں گی تا کہ وہ مجھے بھی نہ پہچان سکے ورنہ وہ یہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ میرے ساتھ برقع میں تم ہو۔''

''پتا نہیں، یہ خوف و وسوسے کی زندگی کب تک گزرے گی، میرے ذہن پر تو اب رضا کا نام ہی ایک تلوار بن کر لٹکا ہوا ہے۔''

''کچھ نہیں ہوگا، اللہ نے تمہیں بچایا ہی اس لیے ہے کہ تم اپنی آنکھیں کھول کر رکھو...... یہ محبت کے نام لیوا لڑکیوں کو جو بھٹکا رہے ہیں تو صرف اسی وجہ سے کامیاب ہو رہے ہیں کہ لڑکیاں ان پر اور ان کی محبت پر اندھا اعتماد جو کر رہی ہیں۔''

''ایسا ویسا اعتماد...... مجھے تو اس کی ہر بات صحیح لگا کرتی تھی اور بعد میں میری ناراضی نے جو طول دیا...... وہ اسی لیے دیا کہ آپ نے مجھے ایسا کچھ بتایا کیوں نہیں کہ محبت میں ایسی راہیں بھی آجایا کرتی ہیں۔''

''میں تو اس حد تک سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ...... رضا کے یہ تیور بھی ہو سکتے ہیں...... مگر میں نے شروع میں تمہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی تھیں مگر تم کو رضا کے سوا کچھ دکھائی کہاں دے رہا تھا۔ ایسے میں پریشان ہو کر میں نے صارم کو بتایا تھا کہ کسی طرح رضا پر نظر رکھی جائے۔''

''ٹھیک کہتے ہیں لوگ کچی عمر میں محبت لڑکیوں کو اندھا کر دیتی ہے کہ انہیں سب اچھا ہی اچھا نظر آتا ہے۔ کوئی پستی، کوئی کھائی، کوئی ذلت، کوئی رسوائی انہیں نظر ہی نہیں آتی۔'' وانیہ کہہ رہی تھی اور اس کے آنسو اس کا چہرہ بھگو رہے تھے۔

☆======☆======☆

سلمان جو ہر دوسرے دن فون پر ماں سے باتیں کیا کرتا تھا یہاں سے جا کر لگتا تھا جیسے وہ اپنی روٹین ہی بھول گیا ہو۔ صرف دو مرتبہ فون آیا تھا۔

''ماما میں پہنچ گیا ہوں، میرے یوں تاخیر سے پہنچنے پر ہنی بہت ہرٹ ہوئی ہے۔ وہ سیڑھیوں سے گری اور بچہ ضائع ہو گیا...... میرے پاکستان میں زیادہ رکنے پر اس پر تو قیامت بیت گئی۔'' رخسانہ بیگم نے اس سے پوچھا کہ کیا اس کو تمہاری دوسری شادی کا علم ہے۔

''اگر یہ سب پتا چل جائے تو وہ مر ہی جائے گی۔'' سلمان تاسف بھرے لہجے میں بول رہا تھا۔

''نوشابہ سے بات کر لو۔'' اس سے قبل کہ وہ ماں کو خدا حافظ کہتا رخسانہ بیگم نے ٹیلی فون پاس کھڑی نوشابہ کو پکڑا دیا۔

''السلام علیکم، آپ کیسے ہیں؟'' نوشابہ نے شرمائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''سنو، تم ماما کا بہت خیال رکھنا، ان کو خوش رکھنا وہ بہت جلد ڈپریسڈ ہو جاتی ہیں۔ ان سے تم ہر وقت باتیں کرتی رہا کرنا بالکل بھی انہیں تنہا مت چھوڑنا...... اچھا خدا حافظ!'' اور نوشابہ منہ کھولے یہ سوچتی ہی رہ گئی کہ اس نے سلمان سے کیا کیا کہنا تھا۔

''کیا کہہ رہا تھا سلمان؟'' رخسانہ آنٹی نے اسے حق دق سا دیکھ کر پوچھا۔

''کہہ رہے تھے دوبارہ فون کروں گا۔''

''ظاہر ہے، اب اس کا دل وہاں تھوڑی ناں لگے گا۔'' یہ جملے بولتے ہوئے رخسانہ بیگم کے چہرے سے بھی صاف یہ دکھائی دے رہا تھا کہ وہ اسے خوش کرنے کے لیے جھوٹ بول رہی ہوں۔

''پتا نہیں......'' لبوں سے ایک آہ کے ساتھ نکلا اور وہ پانی پینے کے بہانے سامنے سے ہٹ گئی۔

دو گلاس پانی پی کر بھی وہ ایسی پیاسی تھی جس کی پیاس ختم ہونے میں نہیں آرہی تھی۔ دوبارہ فون آیا تو وہ اتنا مصروف تھا کہ سوائے اپنی خیریت اور اپنی سے زیادہ ہنی کی خیریت بتا کر مطمئن ہو گیا تھا۔ اس نے نہ نوشابہ کے بارے میں کچھ پوچھا اور نہ اس سے بات کرنے کی خواہش کی اس سے قبل کہ رخسانہ بیگم خود نوشابہ کو بلاتیں وہ فون کاٹ کر اپنے موبائل کا پاور بھی آف کر چکا تھا۔

''ایسے کیسے نبھے گی یہ شادی......!'' رخسانہ بیگم پریشان سی سوچ رہی تھیں اور ان کو پریشان دیکھ کر نوشابہ کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ سلمان وہاں جا کر اسے بھول بیٹھا ہے۔ نانی اور ماموں نے جب نوشابہ کو رہنے کے لیے اپنے گھر بلانا چاہا تو کچھ سوچ کر نوشابہ نے منع کر دیا...... کیا فائدہ وہاں جانے کا اب اسے یہیں رہنا تھا اور یہیں اپنا دل لگانا تھا۔

''اللہ رخسانہ آنٹی کو سلامت رکھے۔ سلمان میری وجہ سے نہ سہی مگر اپنی ماں کی وجہ سے پاکستان تو ضرور آئے گا۔ ماں سے اتنی محبت کرنے والا بیٹا اپنی ماں کو یوں چھوڑ تو نہیں سکتا۔'' مگر جب دو ماہ بیت گئے اور نوشابہ ایک بار بھی رہنے کے لیے نانی کے پاس نہیں آئی تو بابو جی اسے خود جا کر لے آئے۔

''رخسانہ کے پاس اتنا دل لگ گیا کہ اپنی بوڑھی نانی تک کو بھول بیٹھی ہو۔'' انہوں نے شکوہ کرتے ہوئے اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔

''نانی جان آپ کو بھلا میں بھول سکتی ہوں...... آپ تو ہر وقت میرے ساتھ رہتی ہیں۔''

''رخسانہ تو خوش ہے ناں؟'' اس کا دل چاہا کہ کہہ دے کہ ان کی خوشی کے لیے تو یہ شادی ہوئی ہے، وہ خوش نہیں ہوں گی تو بھلا اور کون خوش ہوگا۔

''ہاں نانی۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

''سلمان کا فون تو صبح شام آتا ہوگا؟''

''جی......'' وہ تھوک نگل کر بولی۔

''کب آ رہا ہے وہ؟''

''پتا نہیں۔''

''اس کا وہاں دل تھوڑی ناں لگ رہا ہوگا۔'' نوشابہ خاموش رہی مگر نانی اسے کھوجتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھیں اس لیے وہ قصداً شرما رہی تھی۔

☆======☆======☆

مسز سمیرا کے لگاتار کئی فون آنے پر سعیدہ اپنی تائی کے ساتھ ان کے میرج بیورو پہنچی تھی۔ دوسری شادی والوں کے دو رشتے تھے، ایک صاحب کے تین بچے تھے اور وہ دوسری شادی کسی ایسی خاتون سے کرنے کے خواہش مند تھے جو بچے نہ چاہتی ہوں کہ وہ دوسری بیوی سے اولاد کے قطعی خواہش مند نہیں تھے۔

''ان صاحب سے کہیں کہ اپنے بچوں کے لیے کوئی کل وقتی ملازمہ رکھ لیں، میں تو کسی صورت ایسے شخص سے شادی کرنے پر تیار نہیں ہو سکتی جو صرف اپنے آپ سے اور اپنے بچوں سے محبت کرتا ہو۔''

دوسرا رشتہ ایک ایسے صاحب کا تھا جن کی بیوی انہیں چھوڑ کر جا چکی تھیں جس کے غم میں وہ آدھے پاگل ہو چکے تھے اور ان کے گھر والے کسی میچور لڑکی سے ان کی شادی کے خواہش مند تھے۔ جو ان کو ڈپریشن کے سمندر سے واپس نکال سکے۔

''ایسے شخص کو میں ڈپریشن سے تو شاید نہ نکال پاؤں مگر میں خود ڈپریشن کے مرض میں ضرور گرفتار ہو جاؤں گی۔'' اس رشتے کے لیے بھی سعیدہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔

''اب ہمارے پاس جس قسم کے کلائنٹ آتے ہیں، ہمیں ڈیل کرنا پڑتا ہے ورنہ میرے بس میں ہو تو ہر لڑکی کی شادی کسی شہزادے سے نہ کرادوں۔'' مسز سمیرا تاسف بھری نظروں سے سعیدہ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''میں تو اپنی تائی کی وجہ سے یہاں آ گئی ورنہ اب مجھے کوئی خواہش نہیں ہے کہ میری شادی ہو۔''

تائی بھی سعیدہ کی باتیں سن کر خاصی ملول سی تھیں۔ اب وہ بیرونی سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہی تھیں کہ السلام علیکم کی آواز سن کر سعیدہ نے سر اٹھا کر دیکھا، راحت آپا شاید میرج بیورو کے برابر بوتیک میں جا رہی تھیں۔

''ارے سعیدہ تم کہاں ہو...... رئیس منزل چھوڑ کر کہاں چلی گئیں...... میں تو کئی دفعہ تمہارے فلیٹ پر بھی گئی، وہ بند تھا۔'' نوید کی بڑی آپا سعیدہ کو پہچان گئی تھیں کہ اسی مالے پر ان کا کافی آنا جانا رہتا تھا۔

''میں بھائی جان کے ساتھ ہوں، فلیٹ تو کرایے پر دے دیا تھا اور کبھی آنا ہو تو آئیے گا۔'' اس نے پرس سے کاغذ نکال کر اس پر اپنا موبائل نمبر لکھ کر دیتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں...... تم بھی آنا۔'' وہ اس کی خیریت پوچھتے ہوئے اوپر چڑھ گئیں۔

''فلیٹوں میں رہنے والے لوگ کتنے اچھے ہوتے ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ کتنے رابطے میں رہتے ہیں جہاں کہیں ایک دوسرے کو دیکھ لیں تو ان کی خیریت پوچھا کرتے ہیں اور ایک بڑے مکانوں

میں رہنے والے ہیں کہ انہیں اپنے پڑوسی تک کے بارے میں کچھ پتا نہیں ہوتا۔'' تائی سیڑھیاں اترتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''رئیس منزل میں زیادہ تر اچھے لوگ رہتے تھے۔'' سعیدہ نے کچھ سوچ کر کہا اور گاڑی میں بیٹھ گئی۔

''اچھے برے لوگ تو ہر جگہ ہی رہتے ہیں۔'' تائی کی گفتگو کا سرا وہیں اٹکا ہوا تھا۔

''ہاں، آپ ٹھیک کہتی ہیں مگر بعض دفعہ ہم لوگوں کو پہچاننے میں مات کھا جاتے ہیں۔''

''ایسا تو زیادہ تر ہوتا ہے۔''

''میں شاید آسانی سے کسی کو نہیں پہچان سکتی۔''

''بیٹا کم تجربہ جہاں ہو وہاں مشاہدے کا کینوس بھی چھوٹا ہوتا ہے۔'' تائی کہہ رہی تھیں اور سعیدہ کے ذہن کی اسکرین پر صارم نظر آ رہا تھا۔

''وہ ٹی وی پر انٹرویو دیتا ہوا کیسا ہیرو سا لگ رہا تھا۔ فلم اسٹار ولی سے غضب کی مشابہت رکھنے والا صارم اسے کتنا اچھا لگتا تھا۔ وہ اس کی ہنسی کی آواز سنتی تو اسے یوں لگتا جیسے وہ اس کے لیے ہنسا ہو۔ وہ اگر سیڑھیوں سے تیزی سے اترتا نظر آتا تو اسے یوں لگتا جیسے کہیں جانے میں اس کی وجہ سے اسے دیر ہوئی ہو اور پھر سپنوں میں رہنے والی لڑکی کا وہ سپنوں کا شہزادہ بن بیٹھا تھا اور جب حقیقت کی انی اس کے سینے میں چبھی تھی...... تو وہ کس قدر روئی تھی۔ ان دنوں اسے اپنے آپ سے گھن آنے لگی تھی...... کیوں سوچا ایسے شخص کے بارے میں جو کبھی اس کا تھا ہی نہیں اور آج بھی اس کا خیال آتے ہی اسے ایک ذہنی اذیت سی ہوتی تھی۔ اس نے تو ان راہوں پر جانا چھوڑ دیا تھا۔ جہاں کسی رئیس منزل والے کے ملنے کا گمان بھی ہو اور آج نوید کی آپا کو دیکھ کر اسے صارم کا خیال پھر آ گیا تھا۔ نوید اس کا گہرا دوست تھا دونوں رات گئے رئیس منزل کے کمپاؤنڈ میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے تھے۔ نوید کے قہقہے کے ساتھ صارم کا قہقہہ لازمی ہوتا اور وہ اماں کو دوا دے کر کھڑکی کا ہلکا سا پٹ کھولے صارم کو دیکھتی رہتی۔ بعض مرتبہ ہم کیسی بے وقوفی کی حرکتیں کیا کرتے ہیں ڈھیر ساری راتیں اس نے اس شغل میں تباہ کی تھیں۔ جہاں لڑکیوں پر کوئی نظر رکھنے والا نہ ہو اور نہ کوئی اچھی بری بات سمجھانے والا ہو وہاں لڑکیاں دیکھے، سوچے بنا کسی اون کے گولے کی طرح کھلتی چلی جاتی ہیں۔'' وہ گاڑی سے باہر بھاگتے مناظروں کے ساتھ اپنی یادوں کی پٹاری الٹ رہی تھی اور سبکی کا احساس اسے اذیت پہنچا رہا تھا۔ گھر پہنچی تو نہ صرف سر میں شدید درد تھا بلکہ اسے اچھا خاصا ٹمپریچر بھی ہو گیا تھا۔

☆======☆======☆

''اماں جو شہزادی نے چاہا وہ کر لیا، آپ اپنی بھانجی اس لیے بیاہ کر لائی تھیں کہ وہ آپ کی اپنی بن کر رہے گی...... کیسے رہی وہ اپنی بن کر...... غیروں میں سے کوئی لڑکی آتی تو بھی ایسے کھیل تماشے نہ دکھاتی جتنے کہ شہزادی نے دکھائے۔ خلع اس نے خود لی اور اب پڑوس کے ناصر سے منگنی تک رچا لی ہے۔ شادی بھی اگلے ماہ ہو جائے گی...... مگر ہمارے ہاں ایسا صدمہ رچا ہوا ہے جیسے نوید کوئی لڑکی ہو اور اس کے شوہر نے بغیر کسی وجہ کے اس کو طلاق دے دی ہو۔''

"دکھ کی بات تو ہے ناں...... میرے بیٹے کا بسا ہوا گھر اجڑ گیا۔" اماں کا لہجہ ہنوز گلوگیر تھا۔

"کیسا صدمہ، کیسا دکھ اور کون سا غم...... جنہیں غم ہونا چاہیے تھا ان لوگوں کو کوئی غم نہیں ہے تو ہم کیوں دکھ کی صلیبیں اٹھا کر پھریں۔ اللہ ہمارے بھائی کو سلامت رکھے اس کے لیے لڑکیوں کی کمی نہیں ہے۔" نوید کی بڑی بہن نے اماں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"شادی ہونا کوئی آسان تھوڑی ہوتا ہے...... اب کہاں ہوگی نوید کی شادی......!" اماں کی پریشانیاں ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔

"نوید بھائی کے دوست صارم کی بہن وانیہ بہت اچھی ہے۔ صارم کے ولیمے میں خاص طور پر دیکھا تھا ویسے تو رئیس منزل آتے جاتے ٹکراؤ ہوتا ہی رہا ہے۔ بڑی ہنس مکھ سی لڑکی ہے۔" چھوٹی بہن نے رائے دی۔

"پتا نہیں، صارم اپنی بہن کی شادی نوید سے کریں گے بھی یا نہیں۔"

"کیوں، کیا صارم کو اپنی بہن کی شادی نہیں کرنی ہے۔"

"یہ بات نہیں ہے۔"

"تو پھر کیا بات ہے؟"

"نوید کی یہ دوسری شادی ہوگی اور وانیہ کی پہلی...... ہوسکتا ہے کہ یہ سب صارم کو اچھا نہ لگے۔" اماں نے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ارے چھوڑیں...... اماں اب ایسی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔"

"ٹھیک ہے پہلے نوید سے پوچھوں گی پھر بات آگے بڑھائیں گے۔" اماں کو بھی اپنی بیٹیوں کی بات صحیح لگی۔ صارم اچھا لڑکا تھا نوید کے ساتھ ان کے فلیٹ میں بھی آتا جاتا تھا۔ تمیز، تہذیب اور شائستگی اس کی شخصیت میں رچی نظر آتی تھی اور اخلاق کا تو اتنا اچھا تھا کہ جب بھی آیا پہلے ماں کو سلام کیا، ان کی خیریت پوچھی اور جب گیا تو سلام کر کے گیا۔ یقیناً صارم کی بہن بھی اچھی ہوگی ان کی سوچ اب انہیں ایک محبت کرنے والی لڑکی کی جانب لیے جا رہی تھی۔

☆======☆======☆

دس بارہ دن سکون سے گزر گئے۔ رضا کی جانب سے کوئی فون نہیں آیا۔ وانیہ نے سکون کی سانس لی اور عینی بھی کچھ مطمئن سی ہوگئی۔ ایک شام بابو جی لاؤنج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے کہ فون کی گھنٹی بجی انہوں نے ریسیو کیا۔

"میں فوزیہ بول رہی ہوں، وانیہ کی دوست...... پلیز وانیہ کو بلا دیں۔" بابو جی نے اسی وقت وانیہ کو آواز دی۔

"تمہارا فون ہے۔" وانیہ نے عینی کو دیکھا۔ عینی نے وانیہ کو کمرے میں جانے کا اشارہ کیا اور خود ریسیور لے لیا۔

"ہیلو...... وانیہ...... کہاں ہو؟" کسی خاتون کی آواز سنائی دی، عینی فوراً سمجھ گئی کہ یہ خاتون مجھے

وانیہ ہی سمجھ رہی ہیں اور رضا کی جانب سے ہیں۔

"آج ہی تو آئی ہوں...... گئی ہوئی تھی ناں......!" وہ سرگوشیانہ لہجے میں بولی۔ "اپنی ہونے والی سسرال...... یار۔"

"کیا مطلب؟"

"بتایا تو تھا میں نے رضیہ، سائرہ اور کوثر کو بھی کہ آئی جی کے بیٹے سے میرا نکاح ہوگیا ہے۔"

"کیسے ہوگیا نکاح...... محبت تو تم رضا سے کرتی ہو؟"

"محبت کرتی ہوں نہیں...... محبت کرتی تھی...... رضا کے پاس ہے کیا...... کچھ بھی نہیں، میرے خالو کے پاس عزت، دولت، شہرت اور طاقت سب کچھ ہی تو ہے اور میرے وہ بھی تو پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ہیں۔"

"اُف...... بے چارہ رضا کیا کرے گا......؟" فوزیہ کا لہجہ پُرسا دینے والا تھا۔

"بھاڑ میں جائے رضا...... مجھے اس سے کیا۔ میں تو ٹائم پاس کر رہی تھی ایسے لچے لفنگے لڑکوں کے لیے کون لڑکی سیریس ہوسکتی ہے۔" عینی نے ہنس کر کہا اور فون آف کر دیا۔

"میں نے تو وانیہ کو بلانے کے لیے کہا تھا تم نے ہی فون نمٹا دیا۔" بابو جی نے ہنس کر عینی سے کہا۔

"فوزیہ ہم دونوں کی مشترکہ دوست ہے۔ وانیہ نماز پڑھ رہی تھی، میں نے سوچا میں ہی بات کرلوں۔" بابو جی چائے پی کر اپنے کمرے میں چلے گئے اور عینی نے سکون کی سانس لے کر وانیہ سے کہا۔

"اب وہ شاید کسی سے فون نہ کروائے مگر تم فون مت اٹھانا۔ حتی الامکان محتاط رہو۔" وانیہ، عینی کو شکر گزاری کی نظروں سے دیکھتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اگر اس وقت عینی بات نہ کرتی تو وہ عورت وانیہ کو نہ جانے کتنی ہراساں کر دیتی۔

"وہ اجنبی خاتون میرے بارے میں بابو جی سے ہی کچھ کہہ دیتی تو......" یہ سوچ کر اسے جھرجھری سی آگئی۔

"یا اللہ مجھے عزت و عافیت عطا فرمانا۔" بے اختیار اس کے لبوں سے نکلا اور آنسو اس کے رخساروں پر بھل بھل بہنے لگے۔

☆======☆======☆

اسے بے غیرتی کی انتہا بھی کہہ سکتے ہیں اور دماغ کا فتور بھی...... کہ جہاں اسے نہیں آنا چاہیے تھا وہاں وہ آئی تھی۔ شہزادی کی دوستی اپنے سامنے والے فلیٹ میں سب سے زیادہ تھی۔ ان ہی کے بچوں سے وہ اپنے لیے کھانے پینے کی چیزیں منگوایا کرتی تھی۔ گراؤنڈ فلور پر مقیم سامنے کے فلیٹ میں کرایے دار تھے۔ جن کی دوستی شہزادی کے ساتھ واقعی اتنی گہری تھی کہ شہزادی ان کے ہاں گھنٹوں گزارا کرتی تھی اور ناصر سے شادی کرنے کے بعد آج وہ ان سے ملنے آئی تھی۔

رئیس منزل کے کمپاؤنڈ میں ناصر کی کالکس کھڑی تھی۔ چھوٹے قد کا سوکھا چرخ سا ناصر دلہن بنی شہزادی کے ساتھ نوید کے سامنے والے فلیٹ میں مٹھائی کا ڈبا ہاتھ میں تھامے آیا تھا۔ چھوٹے بھانجوں نے شہزادی کو دیکھ کر نانی کو فوراً بتایا۔

''مامی سامنے والے گھر میں آئی ہیں، نیلا غرارہ پہنے ہوئے ہیں۔'' اماں کو دھچکا سا لگا، شہزادی کو دوستی نبھانے کے لیے بھی یہی محلہ رہ گیا تھا...... ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے فلیٹوں میں اگر کوئی زور سے کھنکھارے تو چار فلیٹوں میں آواز جایا کرتی ہے مگر وہاں تو شہزادی قصداً زور سے قہقہے لگا رہی تھی۔

''میری تو دنیا ہی بدل گئی ناصر سے شادی کے بعد......'' وہ کہہ رہی تھی یا یہ باور کرانا چاہ رہی تھی کہ نوید کو چھوڑ کر اس کو نقصان نہیں فائدہ ہوا ہے۔

''ایسی بیوی تو قسمت والوں کو ملا کرتی ہے۔'' ناصر بھی ڈائیلاگ بلند آواز میں بول رہا تھا۔

''ہاں باجی، اب پتا لگا ہے زندگی کتنی حسین ہوتی ہے ورنہ پہلے تو میں پنجرے میں قید تھی۔''

''ہاں، ہماری زندگی بھی تمہارے جانے کے بعد حسین ہوگئی ہے۔'' چھوٹی باجی نے آہستگی سے کہا تو اماں کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔

''آپ ایسی بہو کے جانے کا رنج کر رہی تھیں جسے لوگوں کے جذبات سے کھیلنے کے سوا آتا ہی کیا تھا...... اور جو اتنی اوچھی اور بے غیرت ہے کہ اتنا بھی نہیں معلوم کہ شادی کے بعد لڑکیوں کو کہاں جانا چاہئے اور کہاں نہیں۔'' آپا نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

''ایسا تو وہ جان بوجھ کر کر رہی ہے۔'' چھوٹی بہن نے کہا۔

''اس سے اب ہمارا کیا لینا دینا رہ گیا ہے، وہ ایسا کیوں کر رہی ہے۔'' اماں نے سادہ لوحی سے پوچھا۔

''اپنے تئیں وہ ہمیں جلانا چاہ رہی ہے تاکہ ہم اسے دیکھ کر کلسیں۔''

''ہم کیوں جلیں گے، ہم کیوں کلسیں گے، اب ہمارا اس سے ناتا ہی کیا رہ گیا ہے...... کہلائے گی تو وہ سابقہ بھاوج اور اسے نوید نے طلاق نہیں دی بلکہ اس نے خود خلع لی ہے اور یہ جتانا چاہتی ہے کہ اس نے جو کام کیا وہ بالکل صحیح اور اعلیٰ پائے کا کام کیا ہے اور ایسا کام کر کے وہ اس قدر خوش ہے کہ اس کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی۔''

''خوش ہے تو سارے شہر میں جا کر ڈھول پیٹے یہاں کیوں آئی ہے وہ؟''

''وہ آپ کے گھر کے سامنے سے ہی ڈھول پیٹنے کا آغاز کر رہی ہے۔ ناصر کی گاڑی ہمارے کمرے کی کھڑکی سے نظر آ رہی ہے۔ نوید بھائی کی پرانی بائیک پر لد کر وہ جاتی تھیں، آج وہ اپنے نئے میاں کی گاڑی ہمیں اس وجہ سے بھی دکھانے آئی ہیں کہ وہ اس قابل نہیں تھیں کہ بائیک پر جاتیں وہ تو گاڑی میں بیٹھنے والی شہزادی تھیں دیر سے ہی سہی مگر ان کو اپنا مقام و مرتبہ مل ہی گیا۔''

''اچھا ہے، خوش رہیں مگر ہمیں اس سے کیا...... وہ گاڑی میں بیٹھیں یا جہاز میں...... ہمارا تو اب کوئی تعلق نہیں رہا ناں......!'' اماں نے بیٹیوں کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اماں اس نہج پر تو ہم لوگ سوچ سکتے ہیں مگر شہزادی نہیں سوچ سکتی...... ابھی تو ابتدا ہے آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا۔''

☆======☆======☆

چائے چھلک کر دادی جان کے دوپٹے پر آگئی تھی۔

''وانیہ بیٹی اسے ذرا کھنگال کر گیلری میں ڈال دو، وہاں دھوپ آ رہی ہے فوراً سوکھ جائے گا۔''

وانیہ نے فوراً ہی دوپٹا دھویا اور اسے جھاڑ کر وہ الگنی پر ڈال رہی تھی کہ وانیہ کی پکار سن کر باہر کی طرف دیکھا۔ رضا بائیک لیے گیٹ کے باہر کھڑا ان کے فلیٹ پر ہی نظریں جمائے کھڑا تھا۔

''باہر آؤ۔'' اس نے اشارے سے کہا اور وہ فوراً اندر آگئی۔ فون پر لگاتار بیل ہو رہی تھی۔ عینی نے وانیہ کو دیکھا تو وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

''کیا ہوا......؟''

''وہ رضا فون کر رہا ہے۔''

''پاگل ہوگئی ہو تم...... اب کیا ہمارے گھر میں رضا کے علاوہ کسی دوسرے کا فون نہیں آتا کیا۔''

''وہ باہر کھڑا ہے، اس نے گیلری میں مجھے دیکھ کر اشارہ بھی کیا تھا۔'' کانپتے ہوئے وہ عینی سے کہہ رہی تھی۔ ٹیلی فون کا پلگ نکال کر پردے کی جھری سے عینی نے دیکھا تو واقعی ایک لفنگا سا لڑکا ان کے فلیٹ پر نظریں جمائے کھڑا تھا۔

''ہوں...... تو یہ ہے وہ شیطان صفت لڑکا۔ جس کے گھناؤنے عزائم تھے۔'' عینی نے برقع پہنا اور سرعت سے سیڑھیاں اتر کر نیچے گئی اور گراؤنڈ فلور پر موجود گارڈ سے کہا۔

''یہ لڑکا جو بائیک لیے رئیس منزل سے باہر کھڑا ہے اچھا لڑکا نہیں ہے۔ خیال رکھنا کہ یہ کسی بھی بہانے سے ان فلیٹوں میں داخل نہ ہو سکے۔''

''ارے، یہ تو رضا ہے جب یہاں رہتا تھا تب باہر کے لوگ اس کو پیٹنے کے لیے یہاں آتے تھے۔'' گارڈ ہنس کر بولا۔

''ہاں، اگر یہ اندر آیا ناں تو اندر کے لوگ اس کو مار ڈالیں گے۔'' عینی نے غصے سے کہا اور نقاب ڈالے ڈالے وہ واپس چلی گئی اور رضا کافی دیر تک یہی سوچ کر انتظار کرتا رہا، وانیہ ویڈنگ سوٹ دیکھنے کے بہانے صرف ایک مرتبہ تو اس کی باتوں میں آ جائے...... صرف ایک مرتبہ......!

☆======☆======☆

آج اماں نے اس کی پسند پر آلو بھرے پراٹھے، دہی کا رائتہ اور لہسن مرچ کی چٹنی بنائی تھی اور وہ مزے سے کھا رہا تھا۔ اماں کے ہاتھ کے یہ پراٹھے پوری فیملی میں مشہور تھے۔ وہ آلو ابال کر اس میں ہرا مسالا، انار دانہ ملا کر پہلے بھرتے کی طرح اسے بھونا کرتی تھیں اور بعد میں میدے کے پراٹھے کی تہ لگا کر یہ بھرتا بھرا کرتی تھیں۔ یہ چٹ پٹے پراٹھے ہری مرچ، پودینے کے رائتے کے ساتھ نوید کو بہت لذیذ لگا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ٹھنڈی لسی کے ساتھ مزید لطف آ جاتا تھا۔ وہ ٹھنڈی ٹھار لسی پی کر بیٹھا ہی تھا کہ اماں نے کہا۔

''یہ وانیہ کیسی لڑکی ہے؟''

''کون وانیہ......؟'' اس کی سمجھ میں نہیں آیا اماں کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں۔

''تیرے دوست صارم کی بہن وانیہ......!'' انہوں نے قدرے مسکرا کر کہا۔ نوید کو یوں لگا جیسے

انہیں وانیہ کے بارے میں کچھ پتا چلا ہو کہ وہ رضا کے ساتھ نظر آئی تھی کسی نے دیکھا تھا۔

''اچھی لڑکی یقیناً ہو گی کہ میرے دوست صارم کی جو بہن ہے۔''

''جب ہی تو سوچ رہی ہوں ...... کہ اس اچھی لڑکی کو اپنے گھر لانے کی کوئی بات چیت کی جائے۔'' اماں کا مفہوم سمجھ کر وہ بوکھلا سا گیا۔

''اماں آج تو کہا ہے مگر آئندہ اپنے لبوں پر یہ نام نہ لانا۔'' وہ ملتجی سے لہجے میں بولا۔ ''وہ بہت پڑھے لکھے خاندان کی لڑکی ہے۔ اس کے لیے تو بہت اچھا، بہت قابل لڑکا ہونا چاہیے، میں سمپل گریجویٹ ایک کال سینٹر میں کام کرنے والا معمولی ملازم اس کے بالکل بھی قابل نہیں ہوں ...... بالکل بھی نہیں۔''

''پاگل ہو گیا ہے کیا...... اپنے آپ کو ایسا حقیر کیوں سمجھ رہا ہے......؟''

''اماں، بعض چیزیں اور بعض لوگ بڑے قیمتی سے ہوتے ہیں ایسی چیزیں اور ایسے لوگ عام نہیں ہوا کرتے، خاص ہوتے ہیں اور خاص لوگ خاص جگہوں پر ہی جانے کے لیے ہوتے ہیں اور ...... اور میں ...... ہوں کیا...... کچھ بھی نہیں ...... رئیس منزل میں ان کا فلیٹ بڑا ہے اور میرا چھوٹا سا تو وہ اتنی اچھی لڑکی کیوں آ کر میرے گھر میں تکلیفیں اٹھائے گی۔''

''تم اس کو لے کر اپنے علیحدہ فلیٹ میں شفٹ ہو جانا۔''

''پھر وہی بات......!'' اس نے دکھ سے ماں کو دیکھا۔ ''آپ ایسی باتیں کیوں کرتی ہیں جو میرے دکھوں میں اضافہ کر دے۔''

''پھر تم کیوں ایسا کر رہے ہو جو میرے صدموں کو بڑھا وا مل رہا ہے۔''

''میں دوسری شادی ضروری کروں گا مگر اپنی جیسی ......''

''اپنی جیسی تو ہم لا چکے...... ایسی تو اب کبھی نہیں لانا۔'' بہن اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو نوید کی بات کا جواب دے دیا۔

''میں تو سمجھا رہی ہوں کہ وانیہ کے لیے بات کرتے ہیں مگر یہ تو پتا نہیں اسے آسمان کا چاند سمجھ رہا ہے جس تک کسی کا ہاتھ جا ہی نہیں سکتا۔''

''ہاں اماں؟ وہ چاند جیسی ہی تو ہے۔'' وہ زیر لب بڑبڑایا اور بہن کو ماں سے باتیں کرتا دیکھ کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اس نے وانیہ کو کبھی ایسی نظر سے نہیں دیکھا تھا مگر رضا کے ساتھ اسے دیکھ کر جس صدمے اور دکھ کا وہ شکار ہوا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ وانیہ کا خوف زدہ چہرہ، ملتجی آنکھیں اور لرزیدہ لبوں نے اسے کتنی راتیں سونے نہیں دیا تھا۔

''میری اماں اور بہنیں تو سیدھی سادی سی ہیں انہیں کیا معلوم قیمتی نگینے عام انگوٹھیوں میں فٹ نہیں ہوا کرتے۔ ان کے لیے قیمتی دھاتوں کی سنگت ضروری ہوتی ہے۔'' اپنی سوچ پر وہ خود ہی مسکرا دیا۔

''نوید جی ...... چلو ایسا بھی ہو گیا تم جیسے شخص کے نام کے ساتھ کسی پری کا نام بھی لیا گیا۔ چاہے چند منٹوں کے لیے ہی سہی۔'' وہ ہنسا۔

☆======☆======☆

وہ سوچ رہا تھا اور اپنا محاسبہ کر رہا تھا کہ کہاں مجھ سے غلطی ہوئی، کہاں مجھ سے ایسی کوئی چوک ہوئی۔ اسے ایسی کوئی بات بھی یاد نہیں آ رہی تھی جس سے وہ یہ نتیجہ اخذ کر پاتا کہ وانیہ اس کے پلان سے واقف ہو گئی تھی۔ اس کے گھر والوں کو باہر رضا سے ملنا یقیناً اچھا نہیں لگا ہو گا اور نوید نے اس کی شکایت کر دی ہو گی...... اسی لیے وانیہ پر سختی ہو رہی ہے۔ عینی کو برقع میں گارڈ سے گفتگو کرتے دیکھ کر وہ یہ تک سمجھ گیا تھا کہ کوئی خاتون صرف اس کے بارے میں گارڈ سے بات کرنے نیچے اتری ہے۔ ایسی صورت میں وہ رئیس منزل جانے کا رسک نہیں لے سکتا تھا مگر اس کی بہن تو نہ صرف رئیس منزل جا سکتی تھی بلکہ وانیہ کے گھر میں جا کر اصل بات بھی معلوم کر کے آ سکتی تھی۔ یہ سوچ کر اگلے ہی دن اس نے راحیلہ کو وانیہ کے ہاں بھیجا۔

یہ بھی اچھا ہی تھا اس دن دادی جان نوشابہ کو لے کر اپنے کمرے میں باتیں کر رہی تھیں۔ امی اپنی الماری صحیح کرنے میں لگی ہوئی تھی اور عینی اپنے کمرے میں وانیہ کے ساتھ تھی، اس وقت یہ دونوں ٹی وی پر کوئی ٹاک شو دیکھ رہی تھیں۔ کال بیل سن کر عینی دروازے پر گئی اس کا خیال تھا کہ آج بابو جی جلدی آ گئے ہیں۔ راحیلہ کو دیکھ کر وہ چونکی ہوئی اور حیرت سے بولی۔

''آپ یہاں......؟''

''تو کیا مجھے اپنی سہیلی کی خیریت معلوم کرنے نہیں آنا چاہیے تھا؟''

''کیوں نہیں۔'' وہ اسے اپنے کمرے میں لے جاتے ہوئے بولی۔ ''ضرور آنا چاہیے تھا بلکہ شادی کے کارڈ تو میں آپ لوگوں کے ہاں جلد لے کر آؤں گی۔'' عینی نے یہ جملہ وانیہ کے سامنے بولا تو وہ نظریں جھکا کر رہ گئی۔ راحیلہ یہ نہیں جان سکی کہ وہ شرما رہی ہے یا نظریں چرا رہی ہے۔

''اچھا وانیہ، محبت کہیں اور شادی کہیں ...... تمہارے ساتھ بھی یہ معاملہ ہو گا کیا؟'' راحیلہ نے تمسخر بھرے لہجے میں پوچھا۔

''جو گھر والوں کی مرضی ہو گی وہی میری مرضی ہو گی اور رہی بات پسند کی تو بعض دفعہ ہمیں وہ چیزیں اور وہ لوگ بھی اچھے لگنے لگتے ہیں کہ جن کا اچھائی سے کوئی تعلق ہوتا ہی نہیں ہے۔ اصل پسند اور محبت تو شادی کے بعد ہوتی ہے جو ہر لڑکی کو اپنے شوہر سے کرنی چاہیے۔''

''سوچ لو...... بعض محبوب اڑیل بھی ہوتے ہیں۔ ان کی محبت کوئی لے اُڑے تو وہ اس کا جینا دوبھر کر دیتے ہیں۔'' راحیلہ نے بھائی کا رٹا رٹایا ڈائیلاگ دہراتے ہوئے کہا۔

''اگر آئی جی پولیس کے بیٹے سے میری شادی نہ ہوتی تو شاید یہ وسوسہ دل میں کہیں ضرور رہتا مگر میرے منگیتر بھی پولیس میں ہی تو ہیں اور انہیں میں بتا چکی ہوں کہ ایک لڑکا مجھے اچھا لگنے لگا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پستیوں میں رہنے والا ہے تو وہ ہنس کر بولے تھے کہ تم کہو تو سبق سکھا دیں اسے...... تو میں نے کہا نہیں ...... میں اسے معاف کرتی ہوں۔ اس دعا کے ساتھ کہ وہ سدھر جائے اور جن لڑکیوں کے ساتھ اس نے جو شرمناک سلوک کیے ہیں ان سے جا کر معافیاں مانگے۔ تب انہوں نے کہا کہ بری فطرت کے حامل لوگ مشکل سے ہی سدھرا کرتے ہیں۔''

''چلو شادی کر وا اور پڑھنا بھول کہ کالج تو تم عشق لڑانے کے لیے ہی جایا کرتی تھیں...... ہم تو کلاسز

اٹینڈ کرتے کرتے تھک جاتے تھے اور تم باہر اوائی توائی گھومتے ہوئے نہیں تھکا کرتی تھیں کہ وقت کو اپنے مزاج کے مطابق کشید کرنا تمہارا ہمیشہ کا مشغلہ رہا ہے۔''

''وانیہ، اپنی دوست کے لیے چائے وائے لاؤ۔'' عینی اس کی تلخ و ترش بات کو برداشت کرتے ہوئے وانیہ کو اس کے سامنے سے ہٹاتے ہوئے بولی کہ وہ جانتی تھی کہ اگر راحیلہ نے دو چار جملے اسی طرح کے اور ادا کر دیے تو وانیہ کا رونا شروع ہو جائے گا۔

''نہیں، میں چلوں گی۔'' راحیلہ اٹھتے ہوئے بولی۔

''ارے راحیلہ آئی ہے آج......!'' امی کسی کام سے ٹی وی لاؤنج میں آئیں تو راحیلہ کو جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

''ہاں آنٹی جا رہی ہوں مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا...... یہاں آ کر پتا چلا شادی کے بارے میں۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو۔'' عینی کا چہرہ فق ہو گیا کہ اب آنٹی اس کی ہر بات کی نفی کریں گی مگر یہ بھی اللہ کا کرم ہی تھا کہ امی جان اس کی بات کا مطلب یہی سمجھیں کہ وہ نوشابہ کی اچانک ہو جانے والی شادی کی مبارکباد دے رہی ہے۔ اسی لیے وہ مسکرا کر بولیں۔

''بس یہ سب اچانک ہی طے ہو گیا...... کہ جوڑے تو اوپر ہی لکھے ہوتے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے کہ سلمان بہت ہی اچھا اور بہت محبت کرنے والا لڑکا ہے۔''

''اچھا...... تو ہمارے بہنوئی کا نام سلمان ہے، بہت خوب۔'' راحیلہ نے مسکرا کر وانیہ کو دیکھا اور تمسخر آمیز انداز میں اسے دیکھتے ہوئے باہر کی جانب قدم بڑھا دیے۔ اس کے جاتے ہی وانیہ کے ساتھ عینی بھی شکرانے کے نفل ادا کرنے بیٹھ گئی...... اللہ تعالیٰ نے کس کس طریقے سے اسے بچایا تھا۔ ہر لحاظ سے اس کا پردہ رکھا تھا۔ دعا مانگتے ہوئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

☆======☆======☆

رضا اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا۔ ہاتھ میں آئی سونے کی چڑیا کیسے پھر سے اڑ گئی تھی۔ جال بھی مضبوط تھا اور شکاری بھی چوکنے تھے اس کے باوجود اسے یوں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

راحیلہ کی باتیں سن کر وہ سوچ رہا تھا یقیناً اس کے بارے میں یہ تمام آگاہی وانیہ کی کسی ایسی دوست نے دی ہے جو اس کا شکار ہوئی ہو...... ورنہ وانیہ جیسی بے وقوف تھی اور جس طرح اس کے اشارے پر چلا کرتی تھی وہ یہ سوچ نہیں سکتا تھا کہ وہ یکدم اتنی عقل مند کیسے ہو گئی۔ ایک دن جب اس نے یہ بھانپا تھا کہ اس کے پرس میں دو ڈھائی ہزار روپے ہیں تو اس کی جیب کٹ جانے کا بہانہ سن کر اس نے بغیر مانگے اپنے تمام پیسے اس کے والٹ میں از خود رکھ دیے تھے۔ ایسے بے وقوف شکار مشکل سے ہی ملا کرتے تھے اور وانیہ سونے کی چڑیا...... اس کے ہاتھ میں آ کر نکل گئی تھی۔

''صبا، مہرو، رضیہ اور گڈی کسی نے تو میرے خلاف زہر اگلا ہے...... مجھے پتا چل جائے اس کو چھوڑوں گا نہیں۔''

وہ اپنے کمرے میں بیٹھا تلملا رہا تھا کہ دوست جبار فون پر اسے گالیاں سنا رہا تھا کہ صرف اس کی

وجہ سے یہ نقصان اٹھانا پڑا ہے کہ آگے تک کے ان کے سودے منسوخ ہو گئے تھے۔

☆======☆======☆

جب خوف دوسوسے اوڑھنی کی طرح گھیرے میں لے لیں تو پھر دل مردہ سا ہو جاتا ہے اور کہیں بھی جانے اور کسی سے ملنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہی حال وانیہ کا تھا ثمینہ بیگم اور اظفر صاحب نے عینی اور صارم کے ساتھ پورے گھر کو کھانے پر بلایا تھا۔ باباجی سے فون پر بطور خاص آنے کو کہا تھا کہ وہ عشاء کی نماز کے بعد کہیں آنے جانے سے کتراتے تھے۔ دادی جان کو فون کر کے ثمینہ آنٹی نے نہ صرف ان سے آنے کی استدعا کی تھی بلکہ انہیں بتایا تھا کہ نوشابہ بھی رخسانہ باجی کے ساتھ ان کے ہاں ہو گی اور امی جان سے تو یہاں تک کہہ ڈالا تھا کہ اگر آپ نہ آئیں تو میں یہ سمجھوں گی کہ آپ ابھی تک عینی سے ناراض ہیں۔

وانیہ کے یوں عینی کے ساتھ گھلنے ملنے کے باعث امی جان کے مزاج کا کسیلا پن کسی حد تک ختم ہو گیا تھا مگر سمدھن کے ہاں یوں سب کا جانا انہیں اتنا ضروری نہیں لگ رہا تھا اور وانیہ تو کہیں بھی جانا ہی نہیں چاہ رہی تھی۔

''بھئی صارم اور عینی چلے جائیں...... جیسے وہ اکثر جایا کرتے ہیں...... یوں پوری برات کو جانے کی کیا ضرورت ہے۔'' امی جان نے باباجی سے کہا۔

''اگر کوئی دعوت کرے تو اس میں جانا چاہئے۔ دعوت کا منع کرنا ایسا ہی ہے جیسے تکبر اختیار کرنا۔'' انہوں نے سمجھایا۔

''مگر خواہ مخواہ کا احسان ہو گا ہمارے سر پر...... سلیقہ مند بھی تو بہت بنتی ہیں۔ کوئی دعوت کریں گی تو چار دن پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتی ہیں اور ڈھیروں چیزیں رکھ دیتی ہیں۔''

''احسان کی کیا بات ہے...... چند دن بعد آپ ان کو کھانے پر بلا لیجئے گا یوں باہمی محبت بڑھا کرتی ہے۔ آپ بے شک ایک ڈش بنا لیجئے گا کہ کوئی مقابلہ تھوڑی ہوتا ہے کہ کسی نے دس چیزیں پکا کر کھلائیں تو ہمیں پندرہ پکانی چاہئیں۔'' یوں گھر کے سب لوگ عینی کے ہاں جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

''امی پلیز...... مجھ سے مت کہیے گا، میں گھر پر رہوں گی۔''

''پاگل ہو گئی ہو کیا...... تمہیں گھر پر چھوڑ کر جائیں گے کیا......؟''

''امی میرے سر میں شدید درد ہے میں تو سو جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے، تم دروازہ اندر سے بند کر لو آتے وقت ہم تمہیں فون کر دیں گے۔'' وانیہ سب کو بھیج کر اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی۔ رضا کے ساتھ گزارا ہوا ہر دن اور اس کی ہر بات اسے کسی تیز دھار آلے کی طرح محسوس ہو رہی تھی جو اس کو مسلسل کچوکے دے رہا تھا۔ عینی بھابی نے اس کے فرضی نکاح کی کہانی سنا کر رضا کو اپنے تئیں ڈرانے کی کوشش کی تھی مگر جب وہ یہیں بیٹھی رہے گی تو رضا کو پتا چل جائے گا کہ یہ سب جھوٹی کہانی تھی۔

''رضا بہت خطرناک ہے کہیں مجھے نقصان نہ پہنچا دے۔ اگر ایسا کچھ ہو گیا تو میرے والدین اور بھائی کہیں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔ میری شادی ہونے کے دور دور کوئی چانس نہیں ہیں

ایسی صورت میں اگر میں مرجاؤں ......تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ہاں ...... مجھے مرجانا چاہیے۔'' اس نے سوچا اب اس کا ارادہ مزید آہنی سا ہو گیا۔وضو کر کے پہلے دو نفل توبہ کے پڑھے اور زاروقطار روتے ہوئے اپنی غلطیوں کی دعا مانگی ابھی وہ سجدے میں گڑگڑا رہی تھی کہ دروازے پر بیل سن کر خوف زدہ سی ہو گئی۔ اسے یوں لگا جیسے رضا کو پتا چل گیا ہو کہ وہ گھر میں اکیلی ہے اور...... وہ اپنے اوباش دوستوں کے ساتھ اسے اغوا کرنے آیا ہو۔

''میں دروازہ نہیں کھولوں گی، کسی صورت نہیں۔'' اس نے سوچا۔کال بیل وقفے وقفے سے ہو رہی تھی اسے لگا جیسے آنے والا کوئی ڈھیٹ انسان ہو۔ہمت کر کے وہ دروازے تک آئی اور آہستگی سے پوچھا۔

''کون ہے......؟''

''میں نوید ہوں...... صارم نے کہا تھا کہ......'' اس کی بات سننے سے پہلے اس نے دروازہ کھول دیا،اس کے ہاتھوں میں بڑا سا بوکے تھا۔

''صارم نے کہا تھا پھولوں والی گلی سے بوکے لے آنا،آج انہیں کہیں جانا تھا...... میرے دماغ سے بالکل ہی نکل گیا تھا اب یاد آیا تو لے کر آیا ہوں۔'' نوید نے اس سے کہا۔

''مگر وہ لوگ تو سب چلے گئے۔'' وانیہ نے گلوگیر سے لہجے میں کہا۔نوید نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ آنکھیں رو رو کر سوج گئی تھیں اور چہرے پر حزن وملال اور دکھ وغم ایک دوسرے سے دست وگریباں تھے۔

''کیا ہوا وانیہ......؟'' اس نے بے اختیار پوچھا اور وانیہ پھوٹ کر رونے لگی۔وہ سمجھا کر رضا سے جدائی اسے شاق گزر رہی ہے شاید۔

''وانیہ اگر رضا اس قابل ہوتا تو میں صارم کے آگے ہاتھ جوڑ کر اس کی منت سماجت کرتا کہ اس سے وہ تمہاری شادی کر دے مگر...... بی بی وہ تو بہت گرا ہوا انسان ہے۔''

''یہ سب مجھے معلوم ہو چکا ہے۔'' وہ چکراتے ہوئے بولی۔نوید نے اسے سنبھالا جیسے کسی قیمتی چیز کو ٹوٹنے سے بچاتے ہیں اور لپک کر کرسی کھینچ کر اسے بٹھایا۔اب وانیہ روتے ہوئے اسے ایک ایک بات بتا رہی تھی۔اس کے ٹیلی فون کی،اس کے گھٹیا پلان کی،اس کی بہن کی آمد کی اور اس کی بھابی کے جھوٹ کی جس کے طفیل اس نے بچایا تھا۔

''اگر آپ مجھے نہ بچاتے ......تو پتا نہیں میرے ساتھ کیا ہو جاتا تھا۔''

''یاد رکھنا اچھے لوگوں کے ساتھ کبھی برا نہیں ہوا کرتا ہے اور تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو۔''

''اگر میرے بھائیوں کو پتا چلے تو......وہ میرا سر توڑ دیں گے۔''

''میں نے آپ سے کہا تھا کہ آپ رضا کی باتوں میں کبھی مت آئیے گا،میں صارم کو کچھ نہیں بتاؤں گا۔''

''مگر اب تو میں بہت خوف زدہ سی ہو گئی ہوں...... مجھے لگتا ہے اگر میں نے گھر سے باہر قدم بھی نکالا......تو رضا اور اس کے غنڈے دوست مجھے اغوا کر لیں گے۔''

''ایسی اندھیر نہیں مچی،آپ ہرگز پریشان نہ ہوں رضا آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔''

''اگر میں...... ہی نہ رہوں تو سارا مسئلہ آرام سے نمٹ جائے گا۔'' وہ خود کلامی میں بڑبڑائی تھی مگر

نوید سمجھ گیا تھا وہ کیا سوچ رہی ہے۔

''ایک بات کہوں آپ سے......؟'' وہ ملتجی سے لہجے میں بولا۔

''جی......'' وہ ہنوز رو رہی تھی۔

''اگر آپ نے رضا کے خوف سے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو صارم جی نہیں پائے گا، میں اس کو بچپن سے جانتا ہوں۔''

''تو پھر میں کیا کروں، میری سمجھ میں کچھ آ ہی نہیں رہا۔''

''آپ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دیجیے، رضا کا حشر تو میں ایسا کرواتا ہوں کہ آپ سوچ نہیں سکیں گی اور......ہاں اب آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''آپ انسان نہیں فرشتہ ہیں۔'' وانیہ کہہ رہی تھی۔

''نہیں بی بی، میں تو ایک گناہ گار انسان ہوں فرشتہ کہاں سے آ گیا۔'' وہ پھیکی سی ہنسی ہنسا۔

''ہاں...... یہ پھول آپ صارم کو دے دیجیے گا اور آپ سکون سے گھر میں رہیں، میں باہر آپ کے گھر پر نظر رکھے بیٹھا رہوں گا تاوقتیکہ آپ کے گھر والے نہیں آ جاتے۔ڈرنے کی بالکل بھی ضرورت نہیں ہے۔'' دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا تو صارم اندر آتے ہوئے اس سے ٹکرایا۔

''تم...... یہاں......؟'' نوید اس کو یوں دیکھ کر سٹ پٹا سا گیا۔

''ہاں یار، کیک کا ڈبا تو فریج میں ہی بھول گئے تھے اور تم سے بوکے لینا بھی یاد نہیں رہا۔اس لیے میں آدھے راستے سے واپس آیا ہوں بقیہ گھر والے دوسری گاڑی میں اعظم کے ساتھ چلے گئے۔''

''میں بھی بوکے دینے ہی آیا تھا۔''

''چلو وانیہ تم بھی چلو عینی نے کہا ہے تمہیں ضرور ساتھ لے کر آنا ہے۔'' صارم نے بہن سے کہا۔

''بھائی جان میرے سر میں درد ہے۔''

''پین کلر کھا لینا۔''

''آپ کو دیر ہو جائے گی۔میں تیار بھی نہیں ہوں۔''

''میں اتنے میں نوید کو کافی بنا کر پلاتا ہوں تم جھٹ پٹ تیار ہو جاؤ۔'' وانیہ بحالتِ مجبوری تیار ہونے چل دی۔وہ کافی پی کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ وہ فیروزی اور شاکنگ کنٹراسٹ کے سوٹ میں ان کے سامنے آ گئی۔روئی روئی سی آنکھیں اس کے چہرے کو سوگوار سا بنا رہی تھیں۔اس کا غم اس کے چہرے کو اپنے حصار میں لیے ہوئے تھا۔صارم نے اپنی لاڈلی پیاری سی بہن کو بغور دیکھا تو اس کے دل کو دھکا سا لگا۔اس کی بہن کس قدر پریشان تھی اور کس حد تک سوچ بیٹھی تھی یکدم اسے جھرجھری سی آ گئی۔

''آپ مجھے ناحق ساتھ لے کر جا رہے ہیں میرا کچھ بھی کھانے کو دل نہیں چاہ رہا۔''

''وانیہ......تمہارے بغیر اب کیا میں کچھ بھی کھا سکوں گا۔'' صارم نے سوچا اور دروازہ لاک کر کے وانیہ کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر زینہ اترنے لگا اور نوید ان دونوں کو جاتا دیکھ کر اپنے فلیٹ میں آ گیا۔

☆======☆======☆

آج وانیہ کی دلی کیفیات جان کر اسے شدید دکھ پہنچا تھا اور اس کا دل بار بار بھر کر آ رہا تھا...... اور رضا تو اس وقت اس کے سامنے آ جاتا تو پتا نہیں وہ اس کا کیا حال کر دیتا۔ وانیہ سے مل کر آنے کے بعد اسے کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ٹی وی کی خبریں سننا چاہیں تو اسے یوں لگا جیسے ہر خبر وانیہ کے بارے میں ہے۔ اخبار لے کر بیٹھا تو اس کی ہر خبر وانیہ سے منتھی لگنے لگی۔ وہ شاعری پڑھ کر اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر اسے یوں لگا۔ ہر شعر وانیہ کے لیے ہے۔

وہ دریچے سے جھانکتی وہ لڑکی عجیب دکھ سے بھری ہوئی ہے
کہ اس کے آنگن میں پھول پر ایک نیلی تتلی مری ہوئی ہے
کبھی اذانوں میں کھوئی کھوئی کبھی نمازوں میں روئی روئی
وہ ایسے دنیا کو دیکھتی ہے کہ جیسے اس سے ڈری ہوئی ہے
درود سے مہکی مہکی سانسیں وظیفہ پڑھتی ہوئی وہ آنکھیں
کہ ایک شمعِ امید ان میں کئی برس سے دھری ہوئی ہے
بڑے زمانوں کے بعد بری ہیں میری آنکھیں کسی کی خاطر
بڑے زمانوں کے بعد دل کی زمین پھر سے ہری ہوئی ہے

حسن عباسی

"کیا بات ہے آج کھانا کیوں نہیں کھا رہے؟ اماں نے اسے تیسری مرتبہ آواز دی۔

"آج مجھے بھوک ہی نہیں ہے تو کیا کروں......؟" اس کے لبوں سے وہی جملہ ادا ہوا جو وانیہ نے صارم سے کہا تھا۔

"ابھی کچھ دیر پہلے تو بہت بھوک لگ رہی تھی۔ دم کا قیمہ بھونا ہے تمہاری پسند کا۔" اماں کہہ رہی تھیں اور اس کے ذہن میں ایک شعر جیسے دل کے اندر پیوست سا ہو گیا تھا۔

بڑے زمانوں کے بعد بری ہیں میری آنکھیں کسی کی خاطر
بڑے زمانوں کے بعد دل کی زمین پھر سے ہری ہوئی ہے

"کیا واقعی مجھے وانیہ اچھی لگنے لگی ہے۔ اماں ٹھیک کہتی تھیں...... نہیں، ایسا نہیں ہو سکتا...... یہ سب صارم کو اچھا نہیں لگے گا اور شاید وانیہ کو بھی...... ہمدردی کرتے کرتے محبت تک آ گئے۔" وہ اپنی حالتِ زار جان کر کڑھ کر رہ گیا۔

"کیسا ہوں میں بدنصیب...... کہ کبھی کسی کے بارے میں سوچا تو نہیں اور اب سوچنا چاہ رہا ہوں تو ہر طرف پہرے ہیں، خبردار جو اس طرح آئے بھی...... کیا کروں وانیہ...... تم ہی بتا دوں ناں کہ تم گیت جیسی ہو اور وہ گیت زبانی یاد ہوا۔" اس کا دل اسے ایک نئی سمت لیے چلا جا رہا تھا اور وہ شاداں و فرحاں سا اس کے ساتھ چلا جا رہا تھا۔

☆======☆======☆

نوید اپنے خوابوں سے نکل کر آیا تو اسے یوں لگا کہ وہ صحرا میں آ گیا ہو...... تب وانیہ کے لیے اس نے صاف منع کر دیا۔

"نوید بالکل ٹھیک کہتا ہے۔" اماں کی تمام تر باتیں سن کر بڑی آپا نے کہا۔

"نوید کا تو دماغ خراب ہو گیا ہے، اچھی خاصی لڑکی کے لیے منع کر رہا ہے مگر تمہیں کیا ہو گیا ہے......؟" اماں کو بڑی آپا کی بات سن کر غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

"اماں یہ بات میں نہیں بڑے بوڑھے کہتے چلے آ رہے ہیں کہ لڑکی دو تو اپنے سے بڑے گھر میں دو اور بہو لاؤ تو اپنے سے چھوٹے گھر سے لاؤ...... ہمارے گھر کا وانیہ کی فیملی سے کہاں مقابلہ ہے بھلا......؟"

"دوستی تو بہت ہے نوید کی صارم کے ساتھ...... صارم اسے اپنے بھائی جیسا سمجھتا ہے......!"

"صارم اسے بھائی جیسا سمجھتا ہے...... مگر وہ اس کا بھائی نہیں ہے...... بھائی ہونے اور بھائی جیسے میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے...... اور پھر ان کے اور ہمارے گھر کے معاشی معاملات میں کتنا فرق ہے...... صارم کسی ملٹی نیشنل کمپنی سے ڈھائی لاکھ روپے ماہانہ تنخواہ پا رہا ہے...... اور کمپنی کی جانب سے دی جانے والی سہولتیں علیحدہ ہیں اور نوید بھائی کی تنخواہ کتنے سالوں میں بڑھ کر انیس ہزار چار سو پچاس روپے ہوئی ہے۔"

"لڑکی کی بھی تو قسمت ہوتی ہے یا نہیں...... اس کی قسمت میں مالی سکھ ہو گا تو نوید کی تنخواہ بھی بڑھ جائے گی......"

"اماں اپنا نوید جس کال سینٹر میں کام کرتا ہے، وہاں تو امید کم ہے...... تو پھر کیا ضرورت پڑی ہے کہ کسی اچھے گھر میں رہنے والی لڑکی کو ہم اپنے گھر لا کر اسے تکلیفیں محسوس کرائیں۔" بڑی آپا جب بولنے پر آتی تھیں تو بغیر بریک کے بولے چلی جاتی تھیں۔

"واقعی اپنی رخشی پاگل ہو گئی ہے...... "رئیس منزل" کے مکینوں میں اتنا فرق نہیں ہے، جتنا رخشی نے بیان کیا ہے۔ بے شک ہمارا فلیٹ چھوٹا ہے مگر اس میں رہنے والے لوگ ہی کتنے ہیں...... دو بیڈ روم...... ٹی وی لاؤنج اور ڈرائنگ روم...... ان کے ہاں چار بیڈ روم ہیں...... اور سب کو ایک ایک کمرا ہی

ملا ہوا ہے ناں...... کسی کو دو دو کمرے تو نہیں ملے ہوئے جو وانیہ کو ہمارے ہاں آ کر تکلیف ہو گی......'' اماں نے کہا۔

''صارم کو اپنی کمپنی کی جانب سے موبائل فری ہے، بجلی، گیس فری ہے...... وہ ہر وقت موبائل کرنے کی عادی ہو گی۔ اے سی میں ہر وقت رہتی ہو گی...... ہمارے گھر میں تو کسی خالی کمرے کا بلب روشن ہو جائے تو نوید بھائی چیخ کر آتے ہیں ناں کہ خالی کمرے میں کس نے لائٹ جلائی۔'' آپا بھی اماں کے سامنے اپنا موقف بیان کرنے میں ڈٹی ہوئی تھیں۔

''تو تم بہنوں کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ وانیہ ہمارے گھر کے لیے مناسب نہیں ہے......!'' بیٹیوں کے سامنے آخر اماں نے ہتھیار ڈال دیے۔

''ہاں، ہاں...... اب ہمیں سوچ سمجھ کر فیصلہ کرنا ہو گا۔ نوید بھائی نے شہزادی کے ساتھ رہ کر بہت ذہنی اذیتیں برداشت کی ہیں، اب ہم نہیں چاہتے کہ ہمارا بھائی ایسی کسی پریشانی سے گزرے......!''

''شاید، تم ٹھیک کہہ رہی ہو......'' اماں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''شاید نہیں، یقیناً یہی بات ہے ورنہ نوید بھائی از خود...... وانیہ کا نام لیتے...... ساری زندگی وہ سب سے زیادہ جس کے گھر گئے ہوں گے۔ وہ صارم کا ہی تو گھر ہے...... وانیہ کو انہوں نے چھوٹی سے بڑا ہوتا دیکھا ہے...... اس کے بارے میں وہ ہم لوگوں سے زیادہ جانتے ہوں گے۔ جب انہوں نے از خود منع کر دیا تو بار بار وانیہ کا نام لے کر انہیں پریشان کرنے کی بات ہو گی......!'' آپا نے بڑے رسان سے سمجھایا۔

''ہاں، یہ بات تو تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو، نوید...... وانیہ کا نام سن کر...... چند لمحوں کے لیے پریشان سا ہو جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے...... اس کا چہرہ حق دق سارہ جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو وہ اپنے ہونٹ بھی کاٹنے لگتا ہے اور کبھی بے پیاس کے پانی کا گلاس چڑھا جاتا ہے۔''

''اس کے باوجود بھی...... آپ نوید کے لیے وانیہ کا نام لے رہی ہیں۔'' آپ نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

''اب نہیں لوں گی نام......!''

''مجھے کیا معلوم کہ وہ نام سن کر ہی اذیت سی محسوس کرتا ہے۔''

''وہ ہمیں اچھی لگتی ہے، ہو سکتا ہے کہ اسے اچھی بھی نہ لگتی ہو۔''

''یہ بات نہیں ہے اماں، بھائی...... کسی بھی لڑکی کو ایسی نظر سے نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو کسی بھی لڑکی سے نظر ملا کر بات ہی نہیں کرتا ہے۔ ہم سے زیادہ کون نوید کو جانتا ہو گا...... وہ تو شہزادی سے بھی کہاں شادی کرنا چاہتا تھا، وہ تو آپ نے اپنی ضد میں آ کر کروائی تھی...... اور نوید نے چپ چاپ آپ کا فیصلہ قبول کر لیا تھا۔''

''کاش! نوید کی شادی شہزادی سے نہ ہوئی ہوتی تو ہمیں آج یہ دن دیکھنا تو نہ پڑتا۔'' اماں کا لہجہ گلو گیر سا ہو گیا۔

''پرانی باتوں پر مٹی ڈالیں...... مگر اب کوئی بھی بات یا کوئی بھی فیصلہ ایسا نہیں ہونا چاہیے جو نوید کی

مرضی کے خلاف ہو۔''

''ہاں، اب ایسا ہی ہو گا۔'' اماں کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔

☆======☆======☆

میرج بیورو سے فون آیا تھا...... ''دو رشتے ہیں ایک لڑکا چھوٹی فیملی سے ہے مگر معمولی ملازمت ہے، شکل صورت کا بے حد معمولی اور رنگت بھی گہری سانولی ہے...... دوسرا لڑکا شکل صورت کا اچھا ہے، مالی حالت بھی اچھی ہے مگر دو چھوٹے بچے ہیں...... ان دونوں مردوں کی یہ دوسری شادی ہے...... یہ دونوں مردانی، اپنی بیویوں کو چھوڑ چکے ہیں۔''

سعیدہ کی تائی نے کچھ سوچنے کا وقت لے لیا تھا...... جبکہ سعیدہ تو سن کر ہی بھڑک سی گئی تھی۔

''تائی! جب میں نے کہہ دیا کہ میں نے شادی نہیں کرنی تو نہیں کرنی۔ لڑکا کالا کلوٹا بھی ہوتا ہے تو اسے ابلا پری چاہیے ہوتی ہے اور لڑکی چپ چاپ بد شکل لڑکے کو کیوں قبول کرے؟''

''بیٹا! یہ لڑکی کی مجبوری ہوتی ہے، بہت سے کام ہم بہ حالت مجبوری انجام دیا کرتے ہیں، دل نہ چاہنے کے باوجود کرتے ہیں کہ اسی میں بھلائی ہوتی ہے۔''

''مگر میری تو ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے کہ کسی دوسرے کے بچے پالوں...... لڑکی سے فوراً اماں بن جاؤں۔''

''بیٹا! تمہاری یہ باتیں...... چند سال پہلے تو قابلِ قبول ہو سکتی تھیں...... مگر اب نہیں...... کیا تم یہ نہیں دیکھ رہیں کہ وقت کتنی تیزی سے بھاگ رہا ہے...... نیا ہفتہ شروع ہوتا ہے...... دو دن بعد ہی ایسا لگتا ہے کہ ہفتہ تو گزر بھی گیا...... اور اس بھاگتے ہوئے وقت کے گلے میں کوئی لگام نہیں باندھ سکتا۔''

''تو میں کیا کروں......؟'' اب سعیدہ الجھ کر تائی سے پوچھ رہی تھی۔

''کوئی سچی دوست نہ ہو تو آئینے سے ہی پوچھ لینا کہ کیا کرنا چاہیے؟''

''آئینے سے پوچھنا چاہیے......!'' اس نے دل میں سوچا تو ہنسی آ گئی۔

''یہ تائی بھی ناں، عجیب و غریب باتیں کیا کرتی ہیں...... ایسی ایسی مثالیں اور تاویلیں دیتی ہیں جو نہ کبھی سننے میں آئیں اور نہ ہی کبھی سوچنے میں۔''

مگر ایک شب جب اس نے آئینے سے پوچھا...... تو وہ حیران سی رہ گئی۔

''تائی نے سچ ہی تو کہا تھا...... کہ کسی دن آئینے کے روبرو تو کھڑی ہو جاؤ...... تو بن کہے ہر بات جان جاؤ گی۔

اور آج وہ اپنی دلی کیفیات اپنی ڈائری میں یوں رقم کر رہی تھی۔

مدت کے بعد میں نے کل آئینے میں دیکھا
حیران سی ایک صورت نے غور سے مجھ کو دیکھ
گھبرا کر میں نے سوچا میں دیکھتی ہوں مڑ کر
شاید کوئی کھڑا ہے چپکے سے پیچھے آ کر

عقب میں نہیں تھا کچھ بھی
تھا سامنے بہت کچھ......
آئینہ کہہ رہا تھا مجھ میں ہے عکس تیرا
کل تھا گزر گیا جو، دیکھ آج ہے یہ تیرا
گھبرا کر مت پلٹ تُو، دکھا رہا ہوں سچ ہی
آنکھوں کی جوت مدھم چہرے پہ ہے تھکن سی
باتوں میں ہے اُجالا، جو رات کی سیاہی
اتنا ہی میں نے دیکھا اور آنکھ پھر چرالی
دنیا حسین تر ہے، میں اس کو کیوں نہ دیکھوں
گر آئینہ ہے حق پہ، سچ کہ چھپا کر جی لوں
بالوں کو کرلوں کالا، نازک سا چشمہ پہنوں
چہرے پہ جو تھکن ہے، میک اپ سے میں چھپالوں
دوں آئینے کو دھوکا
دل کو ذرا منا لوں......!

(خالدہ نسیم)

☆======☆======☆

اور پھر گھر کے سب لوگ واقعی حیران سے رہ گئے تھے۔ سعیدہ نے اپنی جون ہی بدل ڈالی تھی۔ وہ جو اپنے وجود سے بے نیاز سی ہوگئی تھی...... اپنے کپڑوں سے بے پروا...... اور میک اپ کی تمام چیزیں وہ الماری کے کسی درجے میں ڈال کر مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے پہلے قریبی بیوٹی پارلر سے جا کر اپنے بال ڈائی کروائے...... اپنے چہرے کا فیشل، پیڈی کیور اور مینی کیور کروایا...... قریبی بوتیک سے اسٹائلش سوٹ لے کر آئی اور جب وہ تیار ہوکر گئی تو شوکت تائی نے اس سے سرشار سے لہجے میں کہا۔

''ارے سعیدہ! یہ تم ہو......؟''

''ہاں تائی! آپ کے کہنے پر عمل کیا تھا...... آئینے کو دیکھا تو یاد آیا...... کہ میں تو واقعی اپنے آپ کو بھول بیٹھی تھی۔''

''سعیدہ بیٹی! میری یہ بات ہمیشہ یاد رکھنا...... کہ عورت کو کبھی بھی اپنے آپ کو نہیں بھولنا چاہئے...... بچے بڑے ہو جاتے ہیں، بڑھاپا آ جاتا ہے...... ایسے میں خواتین اپنے آپ کو بھول جاتی ہیں...... نہ انہیں اپنے چہرے کا خیال رہتا ہے اور نہ ہی کپڑوں کا...... اور ان کی یہ بے پروائی بھی انہیں ایسے ایسے زک پہنچاتی ہے کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتیں...... عموماً مال دار یا شاہ خرچ بڈھوں کو...... بڑی عمر کی بدکنواریاں یا بد مطلقہ عورتیں ہتھیا لیتی ہیں...... اور وہ بڈھے ان کے اشاروں پر ناچا کرتے ہیں......!''

''تائی! آپ بھی ناں...... عجیب باتیں کرتی ہیں...... ابھی میری شادی نہیں ہوئی...... آپ بیس

سال آگے کے ڈراوے مجھے دکھلا رہی ہیں۔''

''میرا بچہ...... کیا پتا اس وقت تک میں رہوں یا نہ رہوں...... مگر تمہیں تو میں ہر وہ بات بتا دینا چاہتی ہوں جو میں سمجھتی ہوں کہ ہر لڑکی کو معلوم ہونی چاہئے۔''

''یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اب ہمیشہ اپنا خیال رکھوں گی......!''

''تو پھر کون سے رشتے کے بارے میں معلومات کریں؟''

''پہلے اس کے بارے میں دیکھیں...... جس کے بچے نہیں ہیں۔''

''ٹھیک ہے، میں سمیرا کو فون کرتی ہوں۔'' تائی نے اپنے پرس سے اپنا موبائل نکالتے ہوئے کہا اور سعیدہ مسکراتے ہوئے وہاں سے ہٹ گئی۔

☆======☆======☆

''دیکھا اپنی بہنا کو...... کیسی پاگل ہو رہی ہیں آج کل......!'' بھابی نے چائے دیتے ہوئے اپنے میاں سے کہا۔

''کیوں، کیا ہوا سعیدہ کو؟ کیا اس کی طبیعت خراب ہو رہی ہے؟'' انہوں نے چونک کر بیوی سے پوچھا۔

''طبیعت نہیں خراب ہو رہی، ہاں دماغ ضرور خراب ہو گیا ہے بلکہ بہت زیادہ خراب ہو گیا ہے۔''

''کیوں ہو گیا...... ہر وقت تو وہ گھر میں رہتی ہے...... پھر بھی؟''

''گھر میں ضرور رہتی ہے مگر ہمہ وقت تو ٹی وی میں منہ دیئے بیٹھی رہتی ہے...... ایک ایک ڈراما تین تین مرتبہ دیکھتی ہے، ایک دفعہ میں نے ٹوکا بھی تھا تو ہنس کر بولی......'' اس گھر میں مجھ سے بات کرنے والا کون بیٹھا ہے، ٹی وی کھولتی ہوں تو ایسا لگتا ہے چلو اپنی نہ سہی مگر میں کسی دوسرے کی تو سن رہی ہوں۔ سچ کہہ رہی ہوں...... آپ کی بہنا، ٹی وی دیکھ دیکھ کر بگڑ رہی ہے۔''

''اسٹاپ اٹ...... کیا بیکار کی باتیں لے کر بیٹھ جاتی ہو تم بھی...... سعیدہ کوئی بچی تو ہے نہیں جو بگڑ جائے گی۔ وہ اپنا اچھا برا خود جانتی ہے...... تم اس کے پیچھے مت پڑا کرو، وہاں......!''

''اس سے قبل میں نے کچھ کہا آپ سے...... جو آپ ایسی بات کر رہے ہیں؟ چند ہفتوں سے پتا نہیں اس کو کیا ہو گیا ہے...... ہر وقت چہرے پر کریمیں رگڑتی رہتی ہے۔''

''تمہیں تکلیف...... وہ تمہارے چہرے پر تو نہیں رگڑ رہی ناں......!'' میاں ہنس کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

''جب پانی سر سے اوپر گزر جائے گا جب انہیں پتا چلے گا کہ سعیدہ بیگم کا تو حلیہ ہی تبدیل ہو چکا ہے، اب وہ تو اپنے آپ کو کسی ہیروئن سے کم نہیں سمجھ رہی ہیں۔'' سعیدہ اتنی اچھی کیوں لگ رہی ہے؟ یہ دیکھ دیکھ کر ہی بھاوج کڑھ رہی تھیں۔ سونے پر سہاگا اور ہو گیا جب ایک پڑوسن نے آ کر کہا۔ ''سعیدہ! تم اپنے نئے لک کی وجہ سے اپنی عمر سے دس سال چھوٹی لگ رہی ہو۔''

''اب ایسی بھی بات نہیں ہے۔'' یہ سن کر بھابی نے کلس کر پڑوسن سے کہا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"بھابی! آپ کی اسکن کتنی خراب ہو رہی ہے اور چہرے پر چھائیاں علیحدہ پڑ گئی ہیں اور بالوں میں تو بہت ڈینڈرف نظر آ رہا ہے...... آپ کیوں نہیں سعیدہ کے ساتھ بیوٹی پارلر چلی جاتیں تا کہ وہ لوگ آپ کو بھی مانجھ کر نک سک سے درست کر دیں۔"

"مجھے کون سا فلموں میں کام کرنا ہے جو بیوٹی پارلرز کے چکر لگاؤں۔" بھابی کو تو غصہ ہی آ گیا تھا۔

"ہاں، فلموں میں چانس بھی ہر ایک کو تھوڑی ناں ملتا ہے...... اب فلمسازوں پر اتنا برا وقت بھی نہیں آیا ہے کہ وہ اچھی شکلوں کے لیے...... گلی گلی...... بھوسی ٹکڑے والوں کی طرح آوازیں لگاتے پھریں گے۔"

سعیدہ کو ان دنوں بھابی کو جلاتے میں مزہ آ رہا تھا۔ بھابی نے اپنے کمرے کا دروازہ اتنی زور سے بند کیا جیسے کہ وہ دروازہ کسی کے منہ پر مارنا چاہ رہی ہوں۔

"بھابی کو کیا ہوا......؟" پڑوسن حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

"شاید ڈپریشن ہو رہا ہے۔" سعیدہ نے ہنس کر کہا۔

"مگر کیوں ہو رہا ہے؟"

"شاید میں اچھی لگ رہی ہوں یا شاید میں انہیں، ان سے زیادہ اچھی دکھائی دے رہی ہوں۔"

"تو اس میں پریشان ہونے اور ڈپریشن میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"بعض بھاوجوں میں یہ خوبی بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنی نندوں سے بیر سا رکھا کرتی ہیں۔" سعیدہ نے دل میں سوچا اور شانے اچکا کر بولی۔

"یہ میرا خیال ہے، ہو سکتا ہے کہ ان کی اپنی طبیعت ہی خراب ہو۔"

"ہاں طبیعت ہی خراب ہو گی، ان کا چہرہ نہیں دیکھا...... کیسا پیلا پیلا سا ہو رہا تھا۔" پڑوسن کہہ رہی تھی اور سعیدہ ان کی ہاں میں ہاں ملا رہی تھی۔

☆======☆======☆

"آنٹی دیکھیں...... میں نے وہی پرپل سوٹ پہنا ہے جو آپ میرے لیے لائی تھیں...... کیسا لگ رہا ہے......؟" نوشابہ پوچھ رہی تھی۔

"بہت اچھا۔"

"یہ کندن کا سیٹ اس پر اچھا لگ رہا ہے یا اتار دوں؟"

"نہیں، پہنے رہو، اچھا لگ رہا ہے۔"

"آئیں آنٹی! آج میرے ہاتھ کا پراٹھا کھا کر تو دیکھیں...... آپ باہر جا کر کھانا بھول جائیں گی۔" نوشابہ شام کو ان کی پسند کی کوئی نہ کوئی چیز گھر میں بنا کر کہتی۔

"بظاہر...... وہ خوش دکھائی دے رہی تھی مگر رخسانہ بیگم جانتی تھیں کہ ایسا وہ صرف ظاہر کر رہی ہے، دل سے وہ قطعی خوش نہیں ہے۔ انہوں نے اسے رقت سے دعا مانگتے ہوئے اکثر دیکھا تھا...... وہ سجدے میں سر ٹکائے رو رو کر دعا کر رہی ہوتی تھی۔

مگر بڑی صابر بچی تھی...... رخسانہ بیگم کے سامنے نہ کوئی شکایت اور نہ ہی کوئی گلہ اس کے لبوں پر ہوتا...... اور نہ ہی وہ کبھی ان کے سامنے روتے ہوئے آتی۔

سلمان...... جو ہر دوسرے دن فون کرنے کا عادی تھا اب وہاں جا کر نوشابہ کو شاید بھول بیٹھا تھا۔ ہفتہ دس دن بعد ماں سے فون پر بات کرتا تو ان کی خیریت معلوم کر کے فون فوراً ہی بند کر دیتا۔

جب کئی دفعہ...... ایسا ہی ہوا تو ایک شب رخسانہ بیگم نے بیٹے کو از خود فون کر کے کھری کھری سنائیں۔

"ایک نیک لڑکی سے شادی کرنے کا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تم نہ اسے دیکھو گے، نہ اس سے بات کرو گے اور نہ اس کی بات سنو گے...... اسے کس قصور کی سزا دے رہے ہو تم......؟ کیا تمہیں احساس ہے کہ تمہاری ماں، اس کے سامنے کس قدر شرمسار ہو رہی ہے کہ اس سے آنکھ ملا کر بات نہیں کر سکتی۔"

"ماما! آپ کو بتایا تو تھا...... ہنی کی طبیعت خراب چل رہی تھی۔"

"میں یہ جانتی ہوں...... اس کی طبیعت نہ صرف ٹھیک ہے بلکہ وہ جاب پر بھی جا رہی ہے...... اور ان سب باتوں کا...... فون کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہوا کرتا۔"

"ماما! میں فون کروں گا اسے......!"

"تم اس کے ساتھ آ کر رہو...... سلمان...... کسی لڑکی کو ایسے دکھ نہ دو کہ اس کے لبوں سے کوئی فریاد نکل جائے...... اور اللہ کی پکڑ میں آ جاؤ۔"

"ماما! میں ان دنوں اتنا پریشان ہوں...... آپ کو بتا نہیں سکتا......" سلمان تاسف بھرے لہجے میں بولا۔

"ایسی صورت میں تو تمہیں، نوشابہ کو زیادہ فون کرنے چاہئیں۔"

"میں ضرور کروں گا۔" اس کا لہجہ خفت بھرا تھا یا وہ ایسا پوز کر رہا تھا۔

فون کرنے کے بعد رخسانہ بیگم کا بی پی خاصا ہائی ہو چکا تھا اور ان کی آنکھوں میں آنسو...... بعض دفعہ انسان کتنا مجبور ہوتا ہے اور کتنا بے بس بھی...... وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں کر پاتا۔

وہ جان رہی تھیں...... سلمان نے اپنی مصروفیات کا بہانہ گڑھا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی پسند کی بیوی کے پاس جا کر سب کو بھول چکا ہے۔

☆======☆======☆

سمیرا میرج بیورو سے آنے کے بعد اس کی طبیعت اچھی خاصی خراب سی ہو گئی تھی۔

وہ تائی کے ساتھ عارف مجید سے ملنے کے لیے گئی تھی۔ اس نے نہ پیسے کو اہمیت دی تھی اور نہ ہی شکل صورت کو...... مگر جب ملاقات ہوئی تو اسے معلوم ہوا کہ عارف کے چلنے میں بھی تھوڑا مسئلہ ہے...... کسی حادثے میں ٹانگ کی ہڈی غلط جڑ جانے کے باعث اس کی چال میں اچھا خاصا لنگ تھا...... مگر سعیدہ نے اس خامی کو بھی اگنور کر دیا تھا مگر جب عارف نے اس سے سوالات کیے تو وہ پسینے پسینے سی ہو گئی تھی۔

"کتنے لڑکوں سے آپ کا چکر رہا ہے؟"

''کسی سے بھی نہیں۔''

''شروع میں ہر لڑکی یہی کہتی ہے، راز تو بعد میں کھلتا ہے۔'' وہ ہنس کر بولا اور سعیدہ ہکا بکا سی رہ گئی تھی۔

''خاندان کے لڑکوں نے آپ کو شادی کی آفر کیوں نہیں دی؟''

''میں کسی کو پسند نہیں آئی ہوں گی۔''

''ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ کوئی گن آپ میں ایسا ہو جو خاندان والے آپ سے بھاگتے ہوں؟''

''ہوسکتا ہے، ایسی کوئی بات ہو مجھ میں۔'' وہ جل کر بولی تھی۔

''تو پھر میری زندگی کیوں تہس نہس کرنا چاہتی ہیں۔'' وہ تمسخرانہ لہجے میں بولا تھا۔

''آپ کو کیسے یہ یقین آ گیا کہ میں آپ پر مرتی ہوں؟'' سعیدہ کے لہجے تک میں آگ تھی۔

''اچھے رشتے کہاں ہیں، لڑکیوں کے لیے آج کل...... جب ہی تو ان کے رشتے دار میرج بیورو میں مارے مارے پھرتے ہیں۔'' وہ تو قلق بھرے لہجے میں بولا۔

''ٹھیک کہا آپ نے، واقعی اچھے رشتوں کا تو کال ہے مگر آپ جیسے رشتے تو چپے چپے پر پائے جاتے ہیں جنہیں کوئی آنکھ بھر کر دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔''

''اس وجہ سے میں شادی سے پہلے ملاقات کو ضروری سمجھتا ہوں کہ پتا چل جاتا ہے کہ لڑکی کتنے پانی میں ہے۔'' وہ تکبر بھرے لہجے میں بولا۔ ''اچھا ہوا کہ سلسلہ آگے بڑھنے سے پہلے میں نے آپ کا انٹرویو لے لیا۔'' وہ ہنسا۔

''آپ جیسے شخص سے شادی کرنے کے بجائے شادی نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے۔'' سعیدہ نے غصے سے کہا اور شوکت تائی کے ساتھ میرج بیورو سے باہر آ گئی۔

''بیٹی! یہ کیا کیا، پہلے اس کی تو سنتیں۔'' تائی نے کہا۔

''اس کی سن کر ہی تو فیصلہ کیا ہے میں نے...... کہ ایسے بدشخص سے شادی ہی نہیں کرنی چاہیے۔''

''اچھا بچوں والے سے کل مل لیں گے۔''

''نہیں تائی! میں اب کسی سے نہیں ملوں گی۔''

''کیا پتا وہ بہتر ہو۔''

''بس میرا دل کسی سے ملنے کو نہیں چاہ رہا تو کیا کروں؟''

گھر آ کر...... وہ بستر پر جو گری تھی تو اٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

رات کے کھانے پر بھائی نے بیوی سے کہا۔ ''یہ سعیدہ کیوں نہیں کھا رہی کھانا؟''

''آج شوکت تائی کے ساتھ باہر کہیں گھومنے پھرنے کے لیے گئی تھی...... بھر آئی ہوگی باہر سے الم علم...... تو کیسے کچھ کھایا جائے گا؟'' اور بھائی اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اپنی پلیٹ پر جھک گئے تھے۔

☆======☆======☆

اب بڑی آپا اپنے ملنے جلنے والوں میں نوید کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی تھیں...... مگر کہیں بھی ان کا جی

نہیں ٹھک رہا تھا۔

کہیں لڑکی اچھی تو اس کی ماں پسند نہیں آتی اور کہیں ماں اچھی لگتی تو ان کی لڑکی ماں جیسی نظر نہ آتی۔

چھوٹی بہن چھو کو تو یوں تاخیر پہ تاخیر ہوتی دیکھ کر اچھی خاصی وحشت بھی ہو رہی تھی۔

''بڑی آپا آپ لڑکی دیکھ رہی ہیں یا لڑکی کی اماں کو؟'' ایک دن چھو نے بڑی بہن کو آڑے ہاتھوں لیا۔

''بڑے بوڑھے کہتے ہیں کہ جیسی ماں ہو گی ویسی ہی اس کی بیٹی ہو گی...... اس لیے میں لڑکی سے پہلے اس کی ماں کو دیکھوں گی جب میں اس سے مطمئن ہوں گی تب لڑکی پسند کروں گی۔''

''مگر آپ تو بہانے سے باورچی خانہ بھی دیکھ رہی ہیں، یہ بھی کوئی تک ہے، لوگ ڈرائنگ روم کو دیکھا کرتے ہیں اور آپ ہیں کہ باورچی خانے میں کسی بہانے سے چلی جاتی ہیں، یہ کوئی اچھی بات تھوڑی ناں ہے۔'' چھو نے تاسف سے بڑی آپا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''آج کل لوگ ڈرائنگ روم اپنی اوقات سے زیادہ سجا لیتے ہیں مگر ان کا سلیقہ ان کے باورچی خانے سے نظر آتا ہے، سلیقہ مند خواتین کا باورچی خانہ خواہ چھوٹا سا ہو یا بڑا وہ ہر وقت چم چم چمکتا ہے اور جو پھوہڑ ہوتی ہیں ان کی ہر چیز باورچی خانے میں پھیلی نظر آتی ہے، انہیں تھیلیوں میں آئے مرچ مسالے تک رکھنے کا خیال نہیں آتا کہ انہیں صاف ستھری شیشیوں میں رکھ دیں۔ جھوٹے برتن بھی ہر طرف پھیلے نظر آتے ہیں یا کام والی ماسی کا انتظار کیا کرتے ہیں...... حالانکہ گندے برتن کوئی جمع تھوڑی کیے جاتے ہیں...... ہاتھ کے ہاتھ انہیں دھو کر رکھ دینا چاہیے تاکہ مکھی اور لال بیگ کچن میں ہونے نہ پائیں...... مگر جہاں پھوہڑ پن ہوتا ہے وہاں گندگی بھی لازمی ہوا کرتی ہے۔ ایک ہی ہمارا بھائی ہے، اس کی بیوی شکل صورت کی بے شک حسین نہ ہو مگر کام کاج میں تو طاق ہو...... جو اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھے اور قرینے سے سجا کر رکھے تاکہ اس میں آنے والوں کا دل بھی خوش ہو سکے۔''

''دل خوش کرنے والیاں، اب کم ہی نظر آتی ہیں...... ہاں بیڑا غرق کرنے والیاں چپے چپے پر پائی جاتی ہیں۔''

''مگر اب ہم...... بیڑا غرق کرنے والی کو ہرگز نہیں لائیں گے۔''

''دل کو سکون دینے والی کہیں تو کوئی لڑکی ملے گی۔'' اماں کہہ رہی تھیں۔

''ہاں۔ ہاں کیوں نہیں ملے گی۔'' بڑی آپا کا لہجہ وثوق بھرا تھا۔

☆======☆======☆

کیسی دعوت اور کیسا کھانا پینا...... صارم تو انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔

اس کی بہن کس قدر ڈپریشن کا شکار رہی...... اور اسے پتا ہی نہیں چل سکا۔

رضا...... اپنے مذموم عزائم کا تانا بانا بنتا رہا اور وہ لاعلم ہی رہا۔

''نوید میرا کیسا اچھا دوست ہے جس کی وجہ سے وانیہ اس درندے سے بچ سکی...... اور ابھی......

وانیہ کا کیسا خیال رکھ رہا تھا۔ یہ تو بھائیوں کا فرض ہوا کرتا ہے، کوئی گرم
بھی...... وہ کسی کو کچھ بتائے بنا...... اور میں کس قدر اپنے گھر سے بے پروا رہا...... مجھ سے زیادہ تو عینی
نظر تک ان کی بہنوں پر نہ پڑے...... اور میں کس قدر اپنے گھر سے بے پروا رہا...... اتنا ہی زیادہ دکھی ہو رہا
خیر خواہ رہی...... جس نے وانیہ کا ہر پل خیال رکھا۔'' صارم جتنا سوچ رہا تھا...... اتنا ہی زیادہ دکھی ہو رہا
تھا...... اسے وانیہ وہ معصوم بچی لگی جسے اپنے فائدے نقصان کا پتا ہی نہیں ہوتا۔
اگر پاس پڑوس...... کوئی برا شخص رہتا ہے تو اس کے بارے میں گھر میں بھی بتانا چاہیے تھا...... مگر
یہ سوچ کر کبھی رضا سے متعلقہ کہانیاں گھر والوں کو نہیں بتائیں کہ ایسی باتیں بتانے کا کیا جواز ہے۔
اگر وانیہ کو شروع سے ہی معلوم ہوتا رضا کے بارے میں اس کے گھر والوں کی کیا رائے ہے...... تو
وہ کبھی اس کی جانب پہلا قدم نہیں بڑھا پاتی۔ اب صارم اپنے آپ کو قصوروار سمجھ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے
اس کا سر گھوم گیا تھا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے۔
اگلے دن وہ صبح اٹھا تو نہ صرف تیز بخار تھا بلکہ چکر علیحدہ آ رہے تھے...... ''جب یہ سب مجھ سے
برداشت نہیں ہو رہا تو میری چھوٹی سی بہن کیونکر برداشت کر پائی ہوگی۔'' وہ اپنا سر تھامے سوچ رہا تھا۔
''بھائی جان! کیا آج آپ آفس نہیں جا رہے؟'' چھوٹی کمرے میں آئی تو اس نے پوچھا۔
''ہاں میں سوچ رہا ہوں آفس سے دو تین روز کی چھٹی لے لوں...... بخار تو خیر ہے ہی مگر چکر کے
مارے سر نہیں اٹھایا جا رہا۔''
''ارے...... کیا آپ کو بھی وانیہ آپی کے چکر لگ گئے، ان کا سر بھی تو ہر وقت گھومتا رہتا ہے۔''
چھوٹی بہن نے ہنس کر کہا اور صارم تکلیف سے اپنے ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔
ناشتا کرنے کو اس کا قطعی دل نہیں چاہ رہا تھا مگر وہ وانیہ کے ساتھ کرنا چاہتا تھا...... ڈائننگ ٹیبل پر
جب صارم نے آواز دی تو وانیہ چپ چاپ آ گئی۔
صارم نے بغور دیکھا...... وانیہ کے چہرے پر کہیں کوئی شگفتگی کی علامت نہیں تھی۔
''دسمبر کی چھٹیوں میں...... مری، بھوربن جانے کا پروگرام بنائیں؟'' وہ وانیہ سے پوچھ رہا تھا۔
''آپ اور بھابی چلے جائیے گا۔'' وہ سادہ سے لہجے میں بولی۔
''میں تمہیں اور چھوٹی کو بھی ساتھ لے کر جاؤں گا۔''
''سچ کہہ رہی ہوں...... میرا کہیں بھی جانے کو دل نہیں چاہتا...... آپ گھوم پھر آئیں، میں امی کے
ساتھ گھر میں ہی رہوں گی۔'' وانیہ نے کہا اور صارم اس کی شکل دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔
اس کی بہن جو کہیں آنے جانے کا نام سن کر ہی مارے خوشی کے اچھلنے لگتی تھی...... اب وہ ایسی خوف
زدہ زندگی گزار رہی تھی کہ گھر کے کونوں میں چھپی پھر رہی تھی۔
صارم کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ رضا کا کیا حشر کر ڈالے...... مگر وہ کوئی بھی ایسی بات نہیں کرنا
چاہتا تھا جس سے کوئی اس کی بہن پر انگلی اٹھائے یا کسی قسم کا تماشا اس کی بہن کو نقصان پہنچا سکے۔
دو چھٹیوں کے بعد...... اس نے دس دن کی چھٹیاں اور لے لیں...... اور سارا سارا دن کھڑکی میں
بیٹھا باہر کے گیٹ پر نظر رکھا کرتا۔

باہر کے مین دروازے کے باہر...... لوہے کی گرل علیحدہ لگوا دی تھی کہ کبھی دروازہ کھلا ہو تو باہر کی
گرل ہمہ وقت بند رہے اور کوئی بھی سر اٹھائے گھر میں داخل نہ ہو سکے۔
صارم کے گھر میں ہمہ وقت موجود ہونے سے وانیہ کو ایک طمانیت سی تھی۔ ''بھائی گھر میں ہے، رضا
میرا بال بیکا نہیں کر سکتا۔''
وہ بھی اپنے کمرے میں پردے کے پیچھے سے باہر کی جانب دیکھا کرتی کہ کہیں رضا نہ آ جائے......
وہ تو اتنی پریشان تھی کہ اپنے کمرے تک کو اندر سے لاک کر کے بیٹھ رہی تھی۔
صارم بہن کی پریشانی کو نہ صرف سمجھ رہا تھا بلکہ اس کا دکھ بھی وہ محسوس کر رہا تھا۔
ایک شام بابو جی سے باتیں کرتے ہوئے جب اس نے کہا۔ ''میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی کمپنی کی
کراچی برانچ میں اپنا ٹرانسفر کرا لوں...... اب کراچی جا کر رہنے کو دل کرتا ہے۔'' تو سب سے پہلے وانیہ
نے کہا تھا۔
''ہاں بھائی، ایسا ہو جائے تو بہت اچھا ہے...... نئے شہر میں نئے گھر میں جا کر بہت اچھا لگے گا۔''
''ارے نہیں بھئی...... ہم شروع سے پنڈی میں رہ رہے ہیں۔ ہمارا دل کراچی میں نہیں لگے گا،
شروع سے ہی یہاں رہنے کے عادی ہیں ہم......!'' بابو جی نے صارم...... کی بات سن کر برا سا منہ بناتے
ہوئے کہا تھا۔
''ٹھیک تو کہہ رہا ہے صارم...... کراچی میں ہمارے اتنے عزیز و اقارب ہیں...... اب ہمیں وہیں
چل کر رہنا چاہیے۔''
''نہیں بھئی...... میری نوشابہ...... تو اکیلی ہو جائے گی...... اگر میں کراچی چلی گئی تو......!'' دادی
جان نے کہا۔
بابو جی ہنس دیے...... اور صارم سے بولے۔
''یہ معاملہ تو یہیں ختم سمجھو...... تمہاری دادی جان کے بغیر کون بھلا کہیں جا سکتا ہے۔''
صارم یک دم چپ ہو گیا اور نظریں چرا کر بہن کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر دکھ اور پریشانیاں
گھیرا ڈالے بیٹھی تھیں۔

☆======☆======☆

فون لینڈ لائن نمبر پر آیا تھا۔ کافی دیر سے بیل ہو رہی تھی۔ نوشابہ نے جا کر اٹھایا اور حسبِ عادت
سلام کیا۔
''کیسی ہو تم......؟'' دوسری جانب سلمان تھا۔
''ٹھیک۔'' اس سے مختصر جواب شاید ہو ہی نہیں سکتا تھا۔
''کیا کر رہی تھیں اس وقت؟''
''آنٹی کے کپڑے پریس کروا کے ان کی الماری میں رکھے، آنٹی کے بیڈ کی چادر چینج کروائی بلکہ
کرٹن بھی، انہیں سردیوں میں گہرے رنگوں کے کرٹن اچھے لگتے ہیں...... اور آنٹی کا پسندیدہ سوپ بنا کر

دے چکی ہوں۔"

"ماما کے تو بہت مزے آ گئے، انہیں اتنی اچھی بہو جو ملی ہے۔"

"مزے تو آنے ہی تھے، میری شادی آنٹی کے ساتھ ہی تو ہوئی ہے۔"

"کیا بک رہی ہو؟" لہجہ خفا خفا سا تھا۔

"میرا مطلب ہے کہ مجھے یہاں آنٹی کے کام کے لیے تو رکھا گیا ہے...... تو یہ کام تو میں خوش اسلوبی سے کر رہی ہوں، آپ بے شک آنٹی سے پوچھ لیں، ان کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"ناراض ہوناں، تم مجھ سے...... میں واقعی بہت برا ہوں......!" گہری سانس بھر کر کہا گیا۔

"بری تو میں ہوں جس کو دیکھنے کو...... اور جس سے بات کرنے کو آپ کا دل ہی نہیں چاہتا......!" نوشابہ نے کہا اور ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ٹیلی فون کی بار بار بیل ہوتی رہی...... مگر نوشابہ تو سیدھی اپنے کمرے میں چلی آئی تھی۔ اس کا دل سلمان کی کوئی تاویل ماننے پر آمادہ نہیں تھا۔ ٹی وی پر کوئی مغنیہ گا رہی تھی۔

عذر آنے میں بھی ہے اور بلاتے بھی نہیں
باعثِ ترکِ ملاقات بتاتے بھی نہیں

نوشابہ کو لگا جیسے وہ اس کے دل کی بات کہہ رہی ہو۔

☆======☆======☆

"ماما! اگر وہ مجھ سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی تو میں کیا کر سکتا ہوں......؟" نوشابہ کو فون پر یوں اکڑا سا دیکھ کر سلمان نے ماں کے موبائل پر اس کی شکایت بھی کر ڈالی۔

"بیٹا! ہر بیوی کی خواہش ہوتی ہے اس کا میاں اس سے بات کرے، اس کی خیریت پوچھے، اس کے سکھ دکھ کو جانے، میں یہ کیسے یقین کر لوں، نوشابہ تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی؟"

"اس نے تو قصداً فون کاٹ دیا۔"

"تم نے کوئی ایسی بات کی ہوگی جو وہ برداشت نہیں کر پائی ہوگی۔"

"ماما! میں نے تو کچھ پوچھا ہی نہیں تھا...... میں تو اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہا تھا...... اس نے میری بات سنی ہی نہیں۔"

"کیوں نہیں پوچھا......؟ تم ایک نئی دلہن کو چھوڑ کر گئے ہو...... پھر بھی تمہارے پاس کوئی بات نہیں تھی اس کی ذات سے وابستہ......؟" رخسانہ بیگم کو غصہ ہی تو آ گیا تھا۔

"میں اس بے وقوف سی لڑکی سے کیا بات کرتا......؟" وہ خجل سے لہجے میں بولا۔

"تم اپنی عقل مند سوئٹی سے باتیں کرتے وقت کیا کوئی لائحہ عمل ترتیب دیا کرتے ہو......؟"

"ماما! آپ بھی کس کا مقابلہ کس سے کرنے لگیں؟" وہ تمسخر سے ہنسا۔

"کیوں بھئی...... ایسی کون سی خاص بات ہے اس میں؟ تہذیب و شائستگی سے ماورا تو یقیناً ہے کہ اسے یہ معلوم تھا کہ میں بیمار رہی ہوں تو اس نے اخلاقاً ایک کال تک مجھے نہیں کی تھی۔"

"آپ کو کیا پتا...... وہ میرے پاکستان آنے پر کس قدر بیمار اور پریشان رہی ہے۔"

"تو پھر تم کو پاکستان نہیں آنا چاہئے......!" ماما کا لہجہ تھا کہ زوردار تھپڑ...... سلمان کا سر گھوم گیا۔ ماما کو خدا حافظ کر کے...... اب وہ نوشابہ کا موبائل...... نمبر پش کر رہا تھا۔

"اپنے موبائل کی ننھی سی اسکرین پر سلمان کا نام دیکھ کر اس نے فون کانوں سے لگایا۔

"نوشابہ!"

"جی۔"

"میں تمہیں مس کرتا ہوں۔"

"جی......!"

"میں بہت جلد آؤں گا۔"

"جی......!"

"پھر تمہارے ساتھ...... ہم خوب گھومیں گے۔"

"جی......"

"تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہوناں؟"

"جی......!" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں سے نکل گیا۔

"یہ کیا جی، جی لگا رکھی ہے۔" وہ اُلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تو پھر کیا کہوں میں......؟ آپ چند دن اور چند راتیں تو میرے ساتھ رہے ہیں...... اور ان لمحوں میں، میں نے جی اور ہاں کے سوا آپ سے بات ہی کیا کی ہے؟"

"ارے، تمہیں بولنا بھی آتا ہے؟"

"نہیں، زبان نہیں ہے میری...... گونگی ہوں۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا...... یہ نوشابہ...... میٹرک فیل لڑکی بول رہی ہے۔"

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے، میں گریجویٹ ہوں، میٹرک فیل نہیں۔"

"ارے نہیں......!"

"میں گاؤں میں ضرور رہی ہوں مگر ہمارے گاؤں کی لڑکیاں قریبی کالج میں جا کر پڑھا کرتی تھیں۔"

"سچ کہہ رہا ہوں...... مجھے واقعی اس بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔"

"سلمان! آپ کو میرے بارے میں واقعی ابھی کچھ بھی نہیں معلوم...... آپ کو کیا پتا...... میرے احساسات کیا ہیں...... اور میں کیا سوچتی ہوں؟" مگر وہ چپ رہی، کہا کچھ نہیں۔

"ارے کچھ تو بولو......!" ماں کے کہنے پر اس نے اسے فون تو کر لیا تھا مگر اب بات کرتے ہوئے اسے واقعی لطف آ رہا تھا۔

"کیا بولوں...... یہاں سب ٹھیک ہے، میں ٹھیک ہوں...... اس لیے خدا حافظ...... یہی سننا چاہ

رہے ہیں ناں، آپ......؟"

"باپ رے......تم نوشابہ......ہو......؟"

"میں مسز سلمان ہوں......اگر آپ جانتے ہوں تب ناں......!"

"اچھا مسز سلمان! میں پھر جلد فون کروں گا۔" سلمان نے مسکرا کر فون بند کر دیا۔

نوشابہ کا یہ انداز......تو اس نے آج ہی دیکھا تھا اور اسے برا نہیں لگا تھا۔ کتنی ہی دیر تک وہ آپ ہی آپ مسکراتا رہا۔

☆======☆======☆

امی جان یہ دیکھ کر بے حد خوش تھیں کہ صارم نے اپنی بہن وانیہ کا پھر سے خیال رکھنا شروع کر دیا تھا......بلکہ کچھ زیادہ ہی وہ اس کا خیال رکھ رہا تھا۔

جہاں وہ اپنے ساتھ عینی کو لے کر جاتا، وانیہ کو بھی لے کر جاتا۔ وانیہ باہر جانے میں پس و پیش کرتی مگر وہ زبردستی لے جاتا۔ رات کو کھانے میں اگر وانیہ شریک نہ ہوتی تو وہ کھانا کھانے سے انکار کر دیتا۔

وانیہ کا پرانا موڈ واپس تو نہیں آیا تھا مگر اس میں قدرے تبدیلی آئی تھی، اپنے کمرے میں چھپ کر بیٹھنا اس نے بند کر دیا تھا۔

اتوار کے دن گھر کے سب لوگ قدرے تاخیر سے ناشتا کر رہے تھے......تب امی جان نے صارم کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا خیال ہے، اب وانیہ کو کالج جانا چاہیے......کب سے بیماری کا بہانہ کر کے گھر میں بیٹھی ہوئی ہے؟"

"ہاں، ہاں بیٹا......کالج روزانہ جایا کرو......!" بابو جی نے بھی امی کی ہاں میں ہاں ملائی۔

وانیہ کے ہاتھ سے نوالہ چھوٹ گیا اور اس کی آنکھوں میں ایک خوف سا سما گیا۔

صارم بظاہر نظریں نیچی کیے ناشتا کرنے میں مشغول تھا مگر وہ بغور بہن کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے ہاتھوں میں لرزہ شروع ہو گیا تھا۔ جس کی آنکھیں ڈبڈبا سی گئی تھیں......اور جس کے چہرے پر ڈر اور خوف نے اب ایک وحشت کی سی شکل اختیار کر لی تھی۔

"امی! وانیہ اس قدر کمزور ہو گئی ہے......کالج جانے سے تھک جائے گی......کیوں نہ یہ اس سال پرائیویٹ امتحان دے لے۔"

"مگر بیٹا! گھر میں بیٹھ کر پڑھائی تو نہیں ہو سکے گی۔"

"بابو جی، میں پڑھاؤں گی وانیہ کو......آرٹس کے اسٹوڈنٹ تو آرام سے پرائیویٹ امتحان دے سکتے ہیں، پریکٹیکل کا مسئلہ بھی تو نہیں ہوتا۔" عینی نے کہا۔

"ہاں بھئی......یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے......مگر اب آپ اپنے میکے ہفتے ہفتے بھر کے لیے گئیں تو وانیہ کے فیل ہونے کی ذمے داری پوری تمہارے سر جائے گی۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"میں رہنے کے لیے نہیں جاؤں گی......ٹھیک ہے۔" عینی نے وانیہ کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے اس

کے لرزتے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"ٹھیک ہے۔" صارم نے کہا۔

"اے ہے، یہ بھی کوئی بات ہوئی......بے چاری بہو کے میکے جانے پر پابندی لگائی جا رہی ہے، کالج کون سا روزانہ کھلا کرتا ہے، ہفتے کی چھٹی، اتوار کی چھٹی......آئے دن کے ہنگاموں کی چھٹی۔" دادی جان نے کہا تو عینی کو دیکھ کر سب ہی مسکرا دیے۔

"دیکھو عینی! تمہاری پارٹی کس قدر مضبوط ہے، کسی کو یہ گوارا نہیں تم پر میکے جانے کی کوئی پابندی لگے۔" امی جان نے لاڈ بھرے لہجے میں کہا۔

"مگر میں اپنے میکے خود ہی کم کم جاؤں گی تاوقتیکہ میری بہن وانیہ امتحان سے فارغ ہو جائے۔" اور وانیہ کی آنکھوں سے تشکر بھرے آنسو اس کے رخساروں پر پھیل گئے۔

"سنو یہ رونا دھونا نہیں ہوگا۔" صارم نے اس کے آنسو اپنی ہتھیلی میں سمیٹ لیے۔

"کالج نہ جانے کی وجہ سے رو رہی ہوگی......سب سہیلیاں بھی تو یاد آ رہی ہوں گی......ابھی کچھ ہی دن ہوئے راحیلہ بھی تو آئی تھی اسے پوچھنے کے لیے کہ کالج کیوں نہیں آ رہی ہو؟"

"کون راحیلہ......؟" صارم نے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"ارے وہی رضا کی بہن......پہلے یہ لوگ رئیس منزل میں ہی تو رہا کرتے تھے......راحیلہ نے آ کر یہی تو پوچھا تھا کہ وانیہ اتنے دنوں سے کالج کیوں نہیں آ رہی؟ میں تو کہتی ہوں کہ اگر وانیہ کو کالج جانے کی خواہش ہے تو وہ ضرور جائے۔"

"ہاں بھئی، ہم اپنی بیٹی کی پڑھائی میں کسی قسم کی کوئی قدغن نہیں لگانا چاہتے۔" بابو جی نے وانیہ کو بغور دیکھا جس کی آنکھوں سے مسلسل ٹپ ٹپ موتی ٹپک رہے تھے۔

صارم، چپ چاپ اب وانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ عینی بھی اپنا ناشتا بھول کر متوحش سی وانیہ کو دیکھے جا رہی تھی۔

"میں اب پرائیویٹ امتحان دینا چاہتی ہوں، مسلسل بخار آنے کی وجہ سے مجھ میں قطعی ہمت نہیں ہے کہ میں کالج آنا جانا کر سکوں۔" وانیہ نے بہ مشکل کہا اور ناشتے کی میز سے اٹھ گئی۔ اس وقت اسے یوں سب کا سامنا کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

صارم گہری سانس لے کر چائے کے بجائے پورا پانی کا گلاس چڑھا گیا تھا۔

"ٹھیک ہے، جیسا ہماری وانیہ چاہے گی ویسا ہی ہوگا۔" امی نے کہا۔

"ہماری بیٹی کو جیسی سہولت بہتر لگے، ویسا ہی کرنا چاہیے۔" یہ بابو جی کی رائے تھی۔

"میں تو کہتی ہوں اب وانیہ کے لیے کوئی اچھا لڑکا دیکھو......منگنی کے بعد ایک سال تیار کا ہوا......ہو جاتا ہے۔" دادی جان کہہ رہی تھیں اور صارم کا ذہن اب اسی نہج پر سوچے چلا جا رہا تھا۔

☆======☆======☆

ایک، دو نہیں......چار، پانچ نہیں......پورے پندرہ دن سے صارم چھٹی پر تھا۔ نہ وہ کہیں گھومنے

گیا تھا، نہ ہی خاندان میں کوئی تقریب تھی...... وہ اپنے گھر میں موجود تھا۔

"یہ صارم صاحب! کچھ زیادہ ہی چھٹیاں کرنے لگے ہیں۔" وہ قصداً قریشی صاحب کے سامنے بولی۔ جن کا صارم کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا زیادہ تھا۔

"جب بیوی کے بال بچہ ہونے والا ہو تو...... شوہر اپنی بیوی کی ناز برداری اٹھانے کے لیے اسی طرح چھٹیاں کیا کرتے ہیں۔"

"کیا واقعی صارم کے ہاں بچہ آنے والا ہے؟" عبیر نے بوکھلا کر پوچھا۔

"اس میں حیرت کی کیا بات ہے، گزشتہ ہفتے ہی تو وہ بتا رہا تھا...... بیوی کو بہت چکر آ رہے ہیں......!"

قریشی قصداً جھوٹ بولتے ہوئے بولا کہ اسے بہت پہلے اندازہ ہو گیا تھا، عبیر نہ صرف صارم کو پسند کرتی ہے بلکہ وہ اس کی شادی کی خبر سن کر سب سے زیادہ پریشان ہوئی تھی۔

"جب جاہل بیوی ہو...... تو بے چارہ شوہر کیا کرے گا......!" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی کہ اس وقت اس کا دل کر رہا تھا عینی کا جا کر گلا ہی دبا دے۔

"سنو...... بچے سب کے ہوتے ہیں، چاہے فیملی جاہل ہو یا عالم فاضل......!" قریشی نے اس انداز میں کہا تھا کہ ان کے برابر بیٹھے ہوئے احسان صاحب کی ہنسی کا فوارہ چھوٹ گیا تھا اور عبیر ان کو اس طرح دیکھ رہی تھی کہ دو چار تھپڑ ان کے منہ پر بھی رسید کر دیے جائیں۔

اور قریشی...... کسی فرضی نمبر پر موبائل کانوں سے لگائے عبیر کو نظر انداز کیے زور زور سے بول رہا تھا۔

"اچھا اچھا...... الٹرا ساؤنڈ سے پتا چلا ہے کہ لڑکا ہے۔"

"یار! بہت بہت مبارک ہو......!"

"نام سوچا یا نہیں......!"

"اچھا...... وائف کی پسند کا نام رکھو گے۔"

"میری طرف سے پیشگی مبارک باد...... مٹھائی تمہارے پاس آ کر کھاؤں گا۔"

"دیکھو کب آنا ہوتا ہے۔"

"تمہاری بیگم کہہ رہی ہیں تو بے شک چھٹی بڑھا لو۔"

"کوئی کام نہیں ہے یار!"

قریشی ہنس رہا تھا اور کن آنکھوں سے عبیر کو دیکھ رہا تھا جو ڈرٹی لکس دے رہی تھی۔

☆======☆======☆

"اب میری برداشت بالکل ختم ہو گئی ہے...... بالکل ختم......" کافی دیر سے عبیر بڑبڑا رہی تھی۔

"میں کسی شخص کو پیسے دیتی ہوں...... وہ جا کر عینی کو گولی مار آئے گا......" وہ جوش سے اچھل کر بولی۔

"کسی کو مارنا آسان نہیں ہوتا...... اور کوئی شخص کیوں بھلا...... تم سے پیسے لے کر اپنی جان جوکھوں میں ڈالے گا......!" عبیر کی آپا نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں رئیس منزل کے ٹاپ پر عینی کو لے جاتی ہوں، وہاں سے اسے اسی طرح نیچے دھکا دے دوں گی جیسے ایک فلم میں ہیرو نے بدلہ لینے کی خاطر ایک لڑکی کو نیچے پھینکا تھا۔" عبیر ہذیانی سے لہجے میں چیخ کر بولی۔

"تب عینی نیچے گر کر فوراً مر جائے گی اس کے پیٹ کا بچہ بھی مر جائے گا۔"

"پاگل مت بنو، اول تو عینی تمہارے ساتھ کیوں ٹاپ پر جانے لگی اگر بالفرض وہ چلی بھی گئی تو وہ کیوں خوشی خوشی نیچے گرے گی...... بلکہ وہ تو اتنا شور مچا ڈالے گی کہ تم بنا اسے دھکا دیے گرفتار ہو جاؤ گی...... اور جرم کیے بغیر جیل کی ہوا کھاؤ گی...... کسی کو مارنا کوئی کھیل نہیں ہے، پاگل بہن۔"

"مجھے معلوم ہے، وہ روزانہ رات کو واک کے لیے صارم کے ساتھ جاتی ہے...... میں اپنی نئی نسان سنی دوڑاتے ہوئے اس پر چڑھا دوں گی...... اور وہ مر جائے گی......" عبیر نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ اس وقت اس کی ذہنی حالت بے حد ابتر ہو رہی تھی۔

"صارم بچا لے گا...... صارم اسے ہٹا کر خود سامنے آ جائے گا...... وہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے۔"

"تو میں کوئی ایسا وظیفہ پڑھنا شروع کروں گی...... صارم اس سے نفرت کرنے لگے گا اور پھر بالآخر اسے طلاق دے دے گا...... اس کام میں کوئی خطرہ نہیں ہے ناں؟" اس کی آپا اسے ہمدردی سے دیکھ کر رہ گئیں...... جبکہ ان دنوں اس کی ذہنی حالت مخدوش ہو رہی تھی۔ کبھی وہ رات کو سوتے میں اٹھتی تو ہنس کر کہتی۔

"خواب میں دیکھا ہے، عینی مر گئی...... صارم نے کہا ہے کہ میں اس سے شادی کر لوں...... کہ وہ بہت اکیلا ہو گیا ہے۔"

"آپی! میں بہت زبردست وظیفہ پڑھوں گی...... دیکھیے گا آپ یہ عینی کیسے میرے راستے سے ہٹ جائے گی۔" بہن کو چپ دیکھ عبیر نے فخریہ سے لہجے میں کہا۔

"تم نماز تو پڑھتی ہو نہیں، وظیفہ پڑھو گی!"

"چلو کسی کو پیسے دے کر پڑھوا لوں گی...... ایسی شخصیت ڈھونڈوں گی جو نمازی ہو گی۔"

"اگر کسی نے پیسے لے کر بھی نہ پڑھا تو...... پھر......؟" آپی کو اس کی بچگانہ باتیں سن کر ہنسی آ رہی تھی۔

"تو پھر میں...... صارم کے قدموں میں گر جاؤں گی کہ دوسری بیوی ہی سہی...... مگر تم مجھ سے نکاح کر لو...... کہ تمہارے بنا میں نہیں رہ سکتی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ تمہاری بات مان لے گا؟"

"اسے ماننا پڑے گا...... ہاں ماننا پڑے گا۔" وہ درشت سے لہجے میں بولی۔

"سنو عبیر! تمہاری سوچ کے بے شمار راستے ہیں۔"

"ہاں...... مگر میرا ہر راستہ صارم تک جاتا ہے۔" عبیر نے ہنس کر بہن کو دیکھا۔

"جہاں بہت سارے راستے سوچ کے ہوں وہاں منزل کا سگنل کہیں نظر نہیں آتا۔"

"کیوں، کیا منزل بھی کبھی کھو جاتی ہے؟"

"ہاں، کھو جاتی ہے جیسے صارم نے عینی سے شادی کر لی تو تمہاری یہ منزل کھو گئی۔ اب تم کسی ایسے شخص کے بارے میں سوچو جو تم سے شادی کرنا چاہتا ہو۔"

"خاندان کے وہ لوگ جو مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہیں، وہ مجھ سے زیادہ میری دولت سے محبت کرتے ہیں۔"

"دولت کے بعد انہیں تم سے بھی محبت ہو سکتی ہے...... مگر صارم کو نہ تم سے اور نہ ہی تمہاری دولت سے کوئی محبت ہے۔"

"آپی! وہ میری اولین محبت ہے...... اس کو میں نے جب سے دیکھا تھا، اس کے سوا کبھی کو نہیں چاہا۔ زندگی کے اتنے برس اس کے پیچھے خوار ہو کر میں اس کو پالینے کی خواہش ترک کر دوں، یہ مجھ سے تو نہیں ہوگا۔" اب عبیر پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

"پیاری عبیر! یہ بات میں نہیں...... بڑے بڑے دانشور کہہ گئے ہیں۔ دنیا میں ہر چیز ہے، خوب صورتی، ذہانت، اخلاق، محبت، امارت، شہرت، دولت اور صحت مگر یہ ساری چیزیں ہر ایک کے نصیب میں نہیں آتیں۔ تم یہ کیوں نہیں جان لیتیں کہ صارم تمہارے نصیب میں نہ کل تھا اور نہ آج...... اور پسندیدگی کا مطلب کبھی یہ نہیں ہوا کرتا کہ وہ چیز یا وہ شخص ہمیں حاصل بھی ہو جائے۔ اب شاہ رخ خان، رتیک، رنبیر اور رولی کو لاکھوں، کروڑوں لڑکیاں پسند کرتی ہیں تو کیا وہ ان سب سے شادی کریں گے...... نہیں، ہرگز نہیں...... بلکہ ایسے لوگ اپنی بیوی کے سوا کسی کو رغبت سے دیکھتے تک نہیں ہیں۔"

"بکواس کر رہی ہیں آپ...... آپ کو کیا پتا...... چاہنا اور حاصل کرنا کیا ہوتا ہے؟ اگر دل کے ساتھ کوشش سے بھی محبت کی جائے تو حصول لازمی ہوتا ہے اور جب بدصورتی، جہالت، پست اخلاق، نفرت، غربت، کاہلی اور بے وقوفی...... پیچھے پیچھے چلی آتی ہیں...... دھکے دو جب بھی یہ مشکل جاپاتی ہیں...... تو محبت اور چاہت کیوں نہیں آکر گلے لگ سکتی؟" عبیر اپنے موقف پر قائم تھی۔

"تو کرلو کوشش تم بھی۔"

"ہاں، کروں گی اور ضرور کروں گی...... چاہے اس کے لیے میرا کتنا نقصان ہی کیوں نہ ہو جائے۔"

"مگر سوچ سمجھ کر کرنا...... یہ نہ ہو کہ کوئی ایسی حرکت کر بیٹھو...... اور بقیہ ساری زندگی جیل کی ہوا کھاتے گزرے۔"

"میں نے کچی گولیاں نہیں کھیلی ہیں۔" وہ تمسخر سے بولی اور موبائل نکال کر مختلف نمبر پش کرنے لگی۔

☆=====☆=====☆

تقریب تو چھوٹے پیمانے پر ہو رہی تھی۔ بھتیجی سحرش نے اے گریڈ میں میٹرک پاس کیا تھا مگر بھابی نے کچھ سوچ کر شوکت تائی کو بھی بلایا تھا۔

وہ جب آئیں تو سعیدہ انہیں ایسی نظر آئی جیسے وہ برسوں کی بیمار ہو۔

"کیا ہوا سعیدہ؟" وہ اس کا مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر دکھ سے بولیں۔

"کچھ نہیں تائی، مجھے کیا ہونا ہے، اتنی سخت جان ہوں بیمار تک ہوتی نہیں...... پورے علاقے میں بخار، یرقان، ٹائیفائیڈ پھیلا...... ڈینگی نے کتنے لوگوں کو مار تک دیا...... مگر مجھے کچھ نہیں ہوا...... بخار تو کیا پیشانی تک گرم نہیں ہوئی۔"

"اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ اپنی عافیت میں رکھے، کیوں بدفال منہ سے نکال رہی ہو...... جاؤ پہلے منہ دھو کر اچھے سے کپڑے پہن کر آؤ...... ہاں، اچھی والی تیاری سے آؤ۔"

"دل نہیں چاہ رہا۔" وہ پھیکی سی ہنسی کے ساتھ بولی۔

"کیوں نہیں دل چاہ رہا؟"

"بس، دل مرسا گیا ہے، کچھ بھی کرنے کو نہیں چاہ رہا۔"

"آج تو یہ بات کہہ دی ہے مگر آئندہ مت کہنا...... جا جیسے میں نے کہا ہے ویسا ہی کر...... ورنہ بھاوج کے میکے والے تجھے برے حلیے میں دیکھ کر خوش ہوں گے۔"

"اب میں ان کو جلانے کے لیے اتنی محنت کروں؟"

"ہاں، دشمن کو ہمیشہ جلا کر، کلسا کر ہی رکھنا چاہیے۔ بھاوج کی اماں، بہن خواہ مخواہ کا بیر جو باندھے رکھتی ہیں۔ اچھا ہے تمہیں ہنستا کھلکھلاتا دیکھ کر وہ کمہلا جائیں۔"

تائی کے کہنے پر سعیدہ نے شاور لے کر اپنا خوب اچھا سا لائٹ میک اپ کیا، لانگ شرٹ کے ساتھ چوڑی دار پاجامہ پہنا...... سوٹ کی میچنگ جیولری پہنی اور اپنے لمبے سیاہ بال برش کر کے کھلے چھوڑ دیے...... واقعی وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اس کی گوری رنگت پر شاکنگ پنک سوٹ بہت اچھا لگ رہا تھا۔

"ارے سعیدہ تم......!" بھابی کسی کام سے اس کے کمرے میں آئیں تو بے اختیار ان کے لبوں سے نکلا۔

"آج سحرش کی پارٹی ہے تو اس میں مجھے تیار تو ہونا ہی تھا۔" سعیدہ نے مسکرا کر کہا۔

"ظاہر ہے ورنہ گلہ ہوتا...... کہ پھوپی میری خوشی میں دل سے شریک نہیں ہوئیں...... بلکہ سر جھاڑ اور منہ پھاڑ آگئیں۔" شوکت تائی نے جملہ تاکا۔

"ہاں...... یہ تو ہے۔" بھابی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس بات کا وہ کیا جواب دیں اس لیے تائی کی تائید کرتے ہوئے وہ کمرے سے نکل گئیں۔

سحرش کی اس پارٹی میں اس کے ننھیال سے تمام خالائیں اور ممانیاں بھی آئی تھیں۔ اس کی ساری کزنز نے علیحدہ چوکڑی مچائی ہوئی تھی۔ تمام مرد گھر کے ڈرائنگ روم میں تھے اور سب خواتین گھر کے وسیع

لاؤنج میں تھیں......لڑکیاں مختلف طریقوں سے انجوائے کر رہی تھیں۔ انتاکشری کھیلا جا رہا تھا......معروف فلموں کے ڈائیلاگز سنائے جا رہے تھے تبھی اچانک سحرش نے کہا۔

''سب اپنی اپنی پسند کا ایک، ایک گیت یا غزل سنائیں گے۔''

سب ہی باتھ روم سنگر تھے......ایک دو اشعار سے زیادہ بات نہیں بنی...... ہر ایک دوسرے پر خوب ہنس رہا تھا۔

''بھئی آوازیں اچھی نہیں ہیں تو کیا سنائیں؟'' سحرش کی کزن نے کہا۔

''آواز تو میری سعیدہ پھپھو کی بہت اچھی ہے۔'' سحرش نے فخریہ کہا۔

''ہاں، جیسے وہ تمہارے کہنے پر سنا دیں گی ناں......ایک نمبر کی تو نخرے باز ہیں وہ......!'' چھوٹی خالہ نے سرگوشی میں سحرش سے کہا۔

''نہیں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' سحرش نے کہا۔ ''میری پھپھو کوئی نخرہ وخرہ نہیں کرتیں۔''

چھوٹی خالہ...... بھانجی کے اس انداز پر جھینپ سی گئیں۔ انہوں نے تو سرگوشی میں کہا تھا مگر سحرش نے تو سب کے سامنے ہی بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔

''پھپھو! آج میری پارٹی میں آپ کون سی غزل سنائیں گی؟'' سحرش نے سعیدہ کے گلے میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے کہا۔

''ارے بھئی......تم اپنی سہیلیوں کے ساتھ باتیں کرو۔'' شوکت تائی نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ سعیدہ انکار کر دے وہ سحرش کو ہی نہ یہاں سے رفو چکر کر دیں۔

مگر سحرش ایک ضدن......سعیدہ کی پیشانی پر بوسہ دے کر......فخریہ لہجے میں کہا۔ ''میری پھپھو جیسی آواز کسی کی ہے ہی نہیں۔ بتائیں پھپھو کیا سنائیں گی آج......؟''

''تم کیا سنو گی......؟'' سعیدہ نے سحرش کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

''جو آپ کا دل چاہے سنا دیں۔''

''حفیظ ہوشیار پوری کی ایک غزل مجھے پسند ہے وہ سناتی ہوں۔'' سعیدہ نے کہا اور اس کی ترنم بھری آواز فضا میں پھیل گئی۔

راز سربستہ محبت کے زباں تک پہنچے
بات بڑھ کر یہ خدا جانے کہاں تک پہنچے
کیا تصرف ہے ترے حسن کا اللہ اللہ!
جلوے آنکھوں سے اتر کر دل و جاں تک پہنچے
تری منزل پہ پہنچنا کوئی آسان نہ تھا
سرحدِ عقل سے گزرے تو یہاں تک پہنچے
ابتدا میں جنہیں ہم رنگِ وفا سمجھے تھے
ہوتے ہوتے وہ گلے حسنِ بیاں تک پہنچے

نہ پتا سنگِ نشاں کا نہ خبر رہبر کی
جستجو میں ترے دیوانے کہاں تک پہنچے
نہ غبارِ رہِ منزل ہے نہ آوازِ جرس
کون جز رہروِ گم کردہ نشاں تک پہنچے
صاف توہین ہے یہ دردِ محبت کی حفیظ
حسن کا راز ہو اور میری زباں تک پہنچے

☆======☆======☆

ایک تو مترنم آواز...... دوسرے دل سے گائی ہوئی...... تیسرے...... سننے والوں کی محویت...... شوکت تائی کو یوں لگا جیسے وہ سر تال کے بارے میں بہ خوبی جانتی ہو......آواز تھی کہ جلترنگ سعیدہ نے تو واقعی ایک سماں سا باندھ دیا تھا۔ بھابی، ان کی بہنیں، کزنز......اور دیگر عزیز و اقارب سب محویت سے سعیدہ کو تکے چلے جا رہے تھے۔

اور پھر سحرش کھڑی ہو گئی۔ وفورِ جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا اور خوشی نے اس کے چہرے پر علیحدہ چراغاں سا کر رکھا تھا۔

اس سے پہلے کہ سحرش ونس مور کا نعرہ بلند کرتی...... اور اس سے پہلے کہ تالیاں چھت پھاڑ دیتیں......دروازے پر بیل اتنی تیز ہوئی کہ یوں لگا جیسے آنے والا......بیل پر انگلی رکھ کر ہٹانا ہی بھول گیا۔

''مہمان تو سب آ چکے ہیں، یہ اس وقت بن بلایا کون آ گیا؟'' بھابی مین دروازہ کھولنے سے پہلے سوچ رہی تھیں۔

اور جب دروازہ کھولا......تو آنے والوں کی شکل دیکھ کر، پہلی بات ان کے ذہن میں یہی آئی...... ان چہروں کو پہلے بھی کہیں دیکھا ہے......!

☆======☆======☆

ضبط کرنا نہ کبھی ضبط میں وحشت کرنا
اتنا آساں بھی نہیں تجھ سے محبت کرنا
تجھ سے کہنے کی کوئی بات نہ کرنا تجھ سے
کنج تنہائی میں بس خود کو ملامت کرنا

(ایوب خاور)

بھابی انہیں سر سے پیر تک یوں گھور رہی تھیں...... جیسے ان کی آنکھوں میں الٹرا ساؤنڈ مشین فکس ہو...... اور وہ ان کے اندر باہر جھانک رہی ہوں۔

"آپ......کون......؟" انہوں نے انگلی اٹھا کر...... ایسے لہجے میں پوچھا جیسے کہہ رہی ہوں۔ "یہ کوئی آنے کا ٹائم ہے؟ جو یوں منہ اٹھائے چلی آئیں...... چلو، پھر کبھی آنا...... ہاں......!"

"کیا واقعی آپ نے مجھے نہیں پہچانا......؟" بڑی آپا (نوید کی بڑی بہن) نے بھابی کو یوں حیرت زدہ سا دیکھ کر کہا۔

"یاد تو مجھے آ رہا ہے کہ آپ کو کہیں دیکھا ہے...... مگر کہاں دیکھا ہے یہ ذہن میں نہیں آ رہا...... شاید شاپنگ پلازہ، کوئی کیفے...... یا کسی فنکشن میں......" بھابی نے مسکرا کر کہا۔

"آپ سعیدہ کی بھابی ہیں ناں......؟" آپا نے پوچھا۔

"ہاں......" انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نوید کی بڑی بہن ہوں...... رئیس منزل میں گراؤنڈ فلور پر میری امی کا گھر ہے...... بس اس ناتے سعیدہ سے ہمارا کافی ملنا جلنا رہا ہے...... یہاں قریب ہی آئی تھی تو سوچا...... کیوں نہ سعیدہ سے بھی مل لیا جائے۔" آپا نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں...... ہاں...... یاد آ گیا۔ آپ سے تو کئی بار ملاقات ہوئی ہے۔ اندر آئیں ناں......!" بھابی نے انہیں اندر آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سعیدہ آگے بڑھ کر آئی...... تو بڑی آپا کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آپ یہاں......؟" اسے واقعی حیرت سی ہو رہی تھی۔

"میں نے کہا تھا ناں...... تمہارے گھر آؤں گی...... دیکھو آج آ گئی۔" آپا نے سعیدہ کو محبت سے گلے لگاتے ہوئے کہا۔

"مجھے واقعی بہت خوشی ہو رہی ہے...... کتنے عرصے بعد رئیس منزل سے جڑے کسی شخص نے میرے گھر آ کر میرا حال چال تو پوچھا...... ورنہ تو آنکھ اوجھل پہاڑ اوجھل والی بات مجھ پر صادق آ رہی تھی۔"

"تم کوئی بھولنے کی چیز ہو...... اتنی محبت کرنے والی...... سب کا خیال رکھنے والی...... سعیدہ کو بھلا کون بھلا سکتا ہے......" بڑی آپا چاہت بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

تب سعیدہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں شوکت تائی سے ملوانے لے آئی۔

اب شوکت تائی...... رخشندہ کو اپنے برابر بٹھا کر خوب ان سے باتیں کر رہی تھیں...... ان کے باہم قہقہے بھابی کو نہ صرف چونکا رہے تھے بلکہ متفکر بھی کر رہے تھے۔

بھابی کی بہنوں کو بھی یہ بن بلائے مہمان ناگوار گزر رہے تھے...... ان کی نظریں بھی تمسخرانہ انداز میں بڑی آپا اور ان کے ساتھ آئی ان کی بہنوں پر پڑ رہی تھیں...... اور باہم مسکراہٹوں کا تبادلہ ہو رہا تھا۔

"یہ سعیدہ نے ہی بلایا ہوگا ان کا محترمہ کو...... دیکھو تو سہی اپنے ساتھ دو بہنوں کو بھی لیے چلی آئیں اور گفٹ کوئی ہاتھ میں نہیں ہے۔ فری میں ٹھونسنے والے مہمان ہی ہیں۔"

"یہ لڑکی ناں اپنی تو ہر حال میں چلانے کی عادی ہے، نہ پوچھا نہ گچھا...... خواہ مخواہ غیر لوگوں کو بلا لیا...... کیا ضرورت تھی آج کے دن ان لوگوں کو بلانے کی...... کہ ان کے آتے ہی ہماری محفل میں خاموشی سی چھا گئی...... بے چاریاں بچیاں بھی چپ ہو کر بیٹھ گئیں۔" بھابی کی بہن مسلسل کمنٹری کر رہی تھیں۔

"دیکھنا، آج میں اس کے بھائی کو بتاؤں گی کہ مت ڈھیل دیں اس کو اتنی کہ بعد میں سنبھالنا مشکل ہو جائے مگر وہ میری تو کچھ سنتے ہی نہیں ہیں۔" بھابی نے اپنی ماں کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"تم بتانا اپنے میاں کو...... اتنی چھوٹی سی تقریب میں سعیدہ نے یہ غیر عورتوں کو کیوں بلایا، نہ جان نہ پہچان...... آ گئیں مفت توڑنے...... ارے بھئی رئیس منزل میں تو درجنوں خاندان آباد ہیں تو کیا وہ سب سعیدہ کے رشتے دار ہو گئے کہ جب دل چاہے انہیں بلا لو، وقت اور موقع تک نہ دیکھو......" بھابی کی اماں کو بھی خوب غصہ آ رہا تھا۔

"اماں اس سعیدہ کو برداشت کرنا کوئی اتنا آسان تھوڑی ہے...... یہ لڑکی دیکھنا مجھے خون تھکوا دے گی...... میرے ہاتھ، پیر میرے تمام اعصاب شل کر دے گی...... اس سے قبل تو یہ مرے گی بھی نہیں......"

بھابی جاہلانہ انداز میں اپنی امی سے کہہ رہی تھیں اور وہ سب ناک بھوں چڑھا کر سعیدہ کے ساتھ اب بڑی آپا کو بھی دیکھ رہی تھیں...... جو مسلسل شوکت تائی سے باتیں کر رہی تھیں۔

شوکت تائی کو جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے بھائی کے سلسلے میں یہاں آئی ہے تو وہ بڑی آپا کو لے کر کرسیوں سے اٹھ کر صوفے پر بیٹھ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر میں ہی میز پر کھانے پینے کی چیزیں سج گئیں اور بڑی آپا کو اندازہ ہو گیا...... ان کے ہاں یہ مہمان کسی تقریب کے سلسلے میں جمع ہیں...... ورنہ وہ تو باتوں میں اس قدر محو ہوئی تھیں کہ بالکل ہی بھول گئی

تھیں کہ آس پاس کون کون بیٹھا ہوا ہے۔

"کیا کوئی سالگرہ وغیرہ ہے آپ کے ہاں......؟" میز پر رکھے بڑے سے کیک کو دیکھ کر انہوں نے کہا۔

"نہیں بھئی...... آج سب کزنز جمع ہیں...... نانی، خالہ اور ممانیاں بھی آگئی ہیں...... اس لیے ہائی ٹی کا اہتمام ہے۔" شوکت تائی نے بات بنائی۔

مگر بڑی آپا کو جلدی ہی اندازہ ہو گیا تھا کہ سعیدہ کی بھتیجی کی کوئی تقریب کا حوالہ تو ضرور کچھ ہے۔ اس لیے چائے پینے سے قبل انہوں نے پرس سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکالا اور سحرش کو دیتے ہوئے کہا۔

"یہ بن بلائے مہمانوں کی جانب سے تمہارے لیے...... پسند کی کوئی چیز یا کوئی کتاب لے لینا۔"

"آنٹی تقریب تو کوئی ہے ہی نہیں...... یہ تو ایسے ہی گیٹ ٹوگیدر ہے۔"

"میں پہلی مرتبہ تمہارے ہاں آئی ہوں...... یوں خالی ہاتھ نہیں آنا چاہیئے تھا۔" بڑی آپا نے ہنس کر کہا۔

"ہماری پیاری پھپو کی تو کوئی دوست ہی نہیں ہیں...... پھپو کہیں آتی جاتی بھی نہیں ہیں...... مجھے اچھا لگا کہ آپ پھپو کی دوست ہیں...... اور ان سے ملنے کے سبب آج ہمارے گھر آئیں۔"

"سعیدہ بہت اچھی ہے، بہت ہی اچھی ہیں ان شاء اللہ بعد میں بھی آؤں گی......" بڑی آپا نے محبت بھری نظروں سے سعیدہ کو دیکھتے ہوئے کہا تو بھابی اسی وقت سمجھ گئیں...... دال میں کچھ کالا ضرور ہے ورنہ یہ خاتون...... صرف ملنے ملانے کے چکر میں نہیں آئی ہیں۔

بڑی آپا کو چلتے وقت...... جس طرح شوکت تائی نے کلیجے میں بھر کے گلے سے لگا کر خدا حافظ کہا...... یہ منظر دیکھ کر بھابی اور ان کی بہنوں کو بھی یقین ہو گیا کہ بڑی آپا...... کوئی عام مہمان نہیں تھیں۔

☆======☆======☆

"کیوں آئی تھیں یہ بڑی آپا......؟" بھابی نے ان کے جاتے ہی شوکت تائی کو آڑے ہاتھوں لیا۔

"ایسے ہی آگئی تھیں۔"

"سعیدہ کو رئیس منزل سے آئے ہوئے دو سال ہو گئے...... ایسے ہی آنا ہوتا تو اس وقت آنا چاہیئے تھا...... جب سعیدہ نئی نئی رئیس منزل چھوڑ کر آئی تھی۔"

"اسی محلے میں کسی کے گھر آئیں تو پتا چلا سعیدہ یہاں رہتی ہے تو آگئیں...... تو کیا سعیدہ سے ملنے یہاں کوئی نہیں آسکتا؟"

"آپ مجھے صاف بتائیں، یہ صاحبہ ہمارے گھر کیوں آئیں؟"

"کیا اسے یہاں آنے کا ویزا لینا ہوگا؟ یا تمہارے حضور کوئی درخواست دینی ہوگی؟" شوکت تائی نے جب غصے میں کہا تو بھابی لگیں کھسیانے۔

"ارے تائی...... میں تو ایسے ہی پوچھ رہی تھی بس میرا مطلب یہ تھوڑی ناں تھا...... ہاں......!"

"یہ گھر جتنا تمہارا ہے...... اتنا ہی سعیدہ کا بھی ہے...... یہ گھر تم اپنے جہیز میں نہیں لائیں...... سعید

کے باپ کا گھر ہے...... اس کو یا اس سے ملنے والوں کو تم آنے سے روک نہیں سکتیں۔"

"اللہ، ایسا تو میں نے کچھ نہیں کہا......" اب اپنی بہنوں اور بھاوجوں کے سامنے بھابی تو بالکل ہی گڑبڑا سی گئیں۔

"ہو سکتا ہے...... کل تم یہ پابندی بھی لگا دو...... شوکت تائی کیوں آتی ہیں؟ اور آتی ہیں تو سعیدہ کے پاس ہی کیوں بیٹھتی ہیں؟ سعیدہ سے باتیں کیوں کرتی ہیں؟ سعیدہ کو اپنے ساتھ باہر کیوں لے جاتی ہیں؟ تو سن لو...... پھر منہ کی کھاؤ گی...... سعیدہ کے والدین مرے ہیں...... اس کا خاندان تلپٹ نہیں ہوا۔ ابھی اس سے محبت کرنے والے بہت سارے لوگ موجود ہیں۔ جو صرف سعیدہ کی وجہ سے اس گھر میں آتے ہیں۔" شوکت تائی کو غصہ چڑھ جاتا تھا تو یہ مشکل اترا کرتا تھا۔

سعیدہ نے انہیں پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔ "اللہ آپ کو سلامت رکھے، آپ کے بارے میں کوئی ایسی بات کیسے کہہ سکتا ہے؟"

"شوکت تائی، آپ صرف سعیدہ کی تائی تھوڑی ناں ہیں، ہماری بھی تو ہیں...... تو پھر آپ ایسی بات کیوں کہہ رہی ہیں کہ آپ صرف سعیدہ کی وجہ سے آتی ہیں...... کیا ہم سے محبت نہیں ہے؟ کیا ہماری وجہ سے نہیں آتیں؟"

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی، مجھ سے یہ پوچھنے کی کہ بڑی آپا...... سعیدہ سے ملنے کیوں آئیں؟" شوکت تائی کی سوئی وہیں اٹکی ہوئی تھی۔ اس کے سوا انہیں کچھ دکھائی دے رہا تھا اور نہ سنائی دے رہا تھا۔

بھابی...... انہیں حیرت سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھیں۔ "یہ تو آتش فشاں ہیں، ان کو تو چھیڑنا ایسا ہے کہ خود بندہ...... جل کر رہ جائے۔"

☆======☆======☆

فون تو انہوں نے سلمان کو کیا تھا...... پورا ہفتہ گزر گیا اس کا نہ فون آیا تھا اور نہ ہی ماں کا فون وہ ریسیو کر پا رہا تھا۔ آج رخسانہ بیگم نے اس کے موبائل پر فون کیا تو اس کے اٹھانے کے بجائے سویٹی نے ریسیو کیا۔

"میں پاکستان سے سلمان کی ماں بول رہی ہوں۔ سلمان کہاں ہے؟" رخسانہ بیگم نے انگریزی لب ولہجہ پہچان کر اس سے انگریزی میں ہی پوچھا تھا۔

"سلمان کو کیوں تنگ کرتی ہیں آپ......؟ کیوں سکون سے نہیں رہنے دیتیں...... بار بار پاکستان آنے سے اس کا کیریئر خراب ہو جائے گا...... اور جب اسے رہنا ہی یہیں ہے تو بار بار ڈسٹرب کرنے کیا فائدہ ہے آپ کا؟ میری بات نوٹ کر لیں...... سلمان اب پاکستان نہیں آئے گا...... جب اسے وقت ملے گا تو وہ خود ہی فون کر لے گا۔" یہ کہہ کر اس نے موبائل کا پاور ہی آف کر دیا۔

رخسانہ بیگم اس کی طبیعت کس طرح صاف کرتیں...... وہ یہ جان ہی نہیں پائی۔

"کم از کم میری بات تو وہ پوری سن لیتی۔" ان کا غصہ اب جلال کی صورت اختیار کر گیا تھا۔

وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد فون کر رہی تھیں...... مگر ایسا لگتا تھا جیسے سلمان اپنا موبائل...... سویٹی کو دے کر

بھول چکا ہو۔

سویٹی کی باتیں......ان کے دماغ میں چنگاریاں سی پیدا کر رہی تھیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اس کا کیا حشر کر ڈالیں۔

☆======☆======☆

"وہ بعض باتیں...... واقعی دکھوں کے سمندر میں دھکیل دیا کرتی ہیں......" اس وقت اسے ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ شوکت تائی کی باتیں سن کر اس کے دماغ میں ایک کہرام سا مچ گیا تھا...... اس کے رشتے کے لیے صارم کے دوست کی بہن آئی تھی اپنے بھائی نوید کے لیے۔

وہ نوید...... جسے اس نے کبھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھا تھا...... اس کے لیے...... وہ آئی تھیں۔

نہ جانے اسے ایسا کیوں لگا...... جیسے کسی شاندار دکان سے اسے دھکیلا جا رہا ہو...... تم اس قابل نہیں ہو کہ یہاں کھڑی بھی ہو سکو۔

"تم جاؤ...... دکان کے سامنے ٹھیلے پر...... جو اسی دکان کا خراب مال ہے...... وہاں جا کر خرید لو۔"

نوید سے نہ اسے انسیت تھی...... نہ محبت...... وہ اس کے لیے ایک عام سا لڑکا تھا اور یہ بھی کوئی برائی نہیں تھی کہ اس کی پہلی بیوی اس سے خلع حاصل کر چکی ہے مگر جو برائی اسے نوید میں نظر آ رہی تھی وہ بہت بڑی تھی کہ وہ صارم کا جگری دوست تھا۔

صبح شام صارم کی باتیں...... آئے دن صارم کے گھر آنا جانا...... صارم بھی اس کے گھر آتا ہوگا...... یہ سب برداشت کرنا...... سعیدہ کے لیے آسان نہیں تھا۔

"بعض لوگوں سے دور ہو کر بھی نہ جانے قربت سی کیوں رہتی ہے......" وہ یہ نکتہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کہ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہے اور کیوں ہو رہا ہے۔

"نہیں تائی! میں نوید سے تو کبھی شادی نہ کروں......"

"لچا ہے، لفنگا ہے، بدمعاش ہے، جواری ہے، شرابی ہے...... کیا ہے وہ......؟ جو ایسے صفا چٹ انکار کیا جا رہا ہے؟"

"پتا نہیں...... اسے جب بھی رئیس منزل میں دیکھا...... مجھے اچھا نہیں لگا......" اب وہ دل کی حکایتیں کیسے بیان کرتی۔

"سعیدہ تیرا دل بھی عجیب وغریب ہے...... کیسی کیسی الٹی پٹیاں پڑھاتا رہتا ہے خواہ مخواہ۔"

"میں کیا کروں، تائی......! نوید کے لیے میرا دل نہیں مانتا۔"

"دیکھ...... بہت اچھا لڑکا ہے، میں نے پوری معلومات کروائی ہے...... جس سے بھی بات ہوئی، سب نے بے حد تعریف کی ہے۔ اب بھری تھالی میں لات مارنا اسی کو تو کہتے ہیں۔"

"نہیں تائی! یہ بات نہیں ہے۔ یہ شخص یقیناً اچھا ہوگا...... مگر میرے دل کو شروع سے ہی اچھا نہیں لگا۔ کاش میں رئیس منزل میں کبھی نہ رہی ہوتی تو یہ خوشی نوید کے لیے ہامی بھر لیتی......" سعیدہ نے کہا۔

"اب...... وہاں تو نہیں رہتیں...... پھر بھی اپنے آپ کو رئیس منزل میں کیوں محسوس کرتی ہو...... تمہیں

تو وہاں سے آئے ہوئے بھی دو سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا...... اگر کسی بنا پر وہ شخص تمہیں برا بھی لگا ہو...... تو پرانی باتوں اور پرانی یادوں پر مٹی ڈالو۔" شوکت تائی اسے جلی بھنی سنا کر چلی گئی تھیں اور وہ سوچ رہی تھی۔

"کیا یادیں بھی دفنائی جاتی ہیں...... کیا وہ مٹی میں دبا دینے سے اڑن چھو ہو جاتی ہیں......" اور دل کی نہیں نہیں کی تکرار نے اسے بے دم سا کر دیا تھا۔ ادھر بھابی اپنے پورشن میں بیٹھی اپنی بہن سے حتمی لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"میری بات لکھ کر رکھ لو...... سعیدہ جیسی لڑکیاں بڑی فتنی ہوا کرتی ہیں...... وہ عزت سے نہیں رہ سکتیں...... تم دیکھ لینا کسی دن یہ اپنے من پسند لڑکے کے ساتھ بھاگے گی۔"

"ارے کیوں بھاگے گی، کوئی کم عمر لڑکی تو ہے نہیں......" بہن نے کہا تھا۔

"اب تم ہی دیکھ لو...... رئیس منزل کے اتنے اچھے لڑکے نوید کے لیے اس نے منع کر دیا۔"

"مجھے تو حیرت ہو رہی ہے، رئیس منزل کے اتنے اچھے لڑکے کا سعیدہ کے لیے رشتہ کیسے آ گیا۔ نوید کو تو سعیدہ کے مقابلے میں کم عمر لڑکی مل سکتی ہے پھر سعیدہ میں ایسے سرخاب کے پر کہاں لگے ہوئے ہیں۔"

"بدنصیب، اسے ہی تو کہتے ہیں...... اچھی خاصی یہاں سے دفع ہو جاتی مگر نہیں، اسے تو ہمارے ہی سینے پر بیٹھ کر مونگ دلنا ہے۔"

اور بھابی کی بہن تائید میں اپنا بڑا سا سر ہلا رہی تھیں۔

☆======☆======☆

بھائی جان نے بھی اسے سمجھایا تھا اور شوکت تائی کا بھی یہی کہنا تھا کہ اسے اپنے آپ کو متحرک رکھنے کے لیے جاب کر لینی چاہیے۔

علی چلڈرن اکیڈمی...... گھر کے قریب ترین تھی...... سعیدہ نے اسکول میں اپلائی کیا تو فوراً بلا لیا گیا اور یہ بات واقعی اس کے حق میں سچ ثابت ہوئی...... صبح نو سے دوپہر بارہ بجے تک بچوں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے اس کا ڈپریشن ختم نہیں تو کم تو ضرور ہو گیا تھا۔ بچوں کی معصوم معصوم باتوں پر وہ کھلکھلا کر ہنستی...... یہ جاب کر کے اسے واقعی ایک سکون سا مل گیا تھا اور زندگی ایک ڈھرے پر آ گئی تھی۔

کاش وہ پہلے ہی کہیں جاب کر لیتی...... گریجویشن کرنے کے بعد اس نے مانٹیسوری ٹریننگ جو شوق شوق میں ہی اس وجہ سے کر لی تھی کہ فلیٹوں کی لڑکیاں جایا کرتی تھیں اور وہ دوپہر کو امی کو دوا پلا کر انہیں سلا کر لڑکیوں کے ساتھ چلی جایا کرتی تھی۔

نو مہینے کی یہ ٹریننگ اسے کسی کھیل کی طرح لگی تھی...... اور اب یہ جاب کر کے اسے سکون سا مل گیا تھا۔

صحیح کہتے ہیں لوگ، جاب کر کے ذہنی توجہ بٹ جایا کرتی ہے۔ آج اسکول میں یہ ہوا، کل اسکول میں وہ ہوگا جیسے مسائل اس کا ذہن واقعی بٹ گیا تھا۔

شوکت تائی وقتاً فوقتاً آ جایا کرتیں اور سعیدہ ان سے اپنے اسکول کے حوالے سے باتیں کرتی رہتی۔ وہ اسے شادی کے لیے تیار کرتیں تو اب وہ بھی نہیں ٹکا سا جواب دے دیتی کہ اسے شادی کرنا ہی نہیں ہے۔

"بیٹا! اکثر لڑکیوں کی شادیاں تاخیر سے ہوتی ہیں...... اور وہ خوش وخرم زندگی گزارا کرتی ہیں۔"

تائی کی باتیں سن کر سیدہ ہنس کر ٹال دیتی۔ "میں اتنے سکون سے اپنی زندگی گزار رہی ہوں کہ مجھے کوئی ملال نہیں ہے کہ میری شادی ہوتی، میرا اپنا گھر ہوتا...... میرے بچے ہوتے...... اتنے سارے بچوں کے درمیان اپنے آپ کو پا کر...... مجھے زندگی کی سچی خوشی ملی ہے۔"

یہ حقیقت تھی...... سیدہ اپنی کلاس کے ہر بچے کے ساتھ اتنی گہری قربت رکھتی کہ اسے یہاں تک معلوم ہوتا کہ کون بچہ لنچ میں کیا چیز رغبت سے کھاتا ہے اور کون نہیں۔

اس کی کلاس کی ننھی منی تارہ نوڈلز بہت شوق سے کھاتی تھی مگر جب اس کے گھر والے اس کے لنچ بکس میں کوئی دوسری چیز رکھ دیتے تو وہ آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتی تھی...... ایسے میں اسے گود میں بٹھا کر، بہلا کر...... کہانی سناتے ہوئے اس کو لنچ کراتے ہوئے اسے ایک آسودگی سی محسوس ہوتی۔ اسے یہی لگتا جیسے کوئی ماں اپنے بچے کو کھلا رہی ہے۔

تارہ کو بھی اس سے بڑی انسیت سی ہو گئی تھی۔ چھٹی کے وقت جب تک وہ سیدہ کے گلے لگ کر اسے خدا حافظ نہ کہتی اپنی کلاس سے باہر نہ جاتی۔

اور اب یہی تارہ چار دن سے اسکول نہیں آرہی تھی اور سیدہ اس کے بارے میں فکر مند تھی۔ اسکول کے آفس سے معلوم کیا...... تو معلوم ہوا کہ بچی بیمار ہے اس کی درخواست آئی ہوئی ہے۔

پورے ایک ہفتے بعد جب تارہ کلاس میں داخل ہوئی تو سیدہ بھاگ کر اس کے پاس گئی اور اس کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

"میری گڑیا طبیعت اب کیسی ہے؟"

"اب تو ٹھیک ہے۔" اس کو پشت پر آواز سنائی دی۔

سیدہ نے مڑ کر دیکھا۔ منیرہ باجی...... جو رئیس منزل میں رہتی تھیں...... وہ کھڑی تھیں۔

"منیرہ باجی آپ......؟" انہیں پہچانتے ہوئے اس نے حیرت سے کہا۔

"تارہ میری پوتی ہے...... اسے بخار ہو گیا تھا۔" منیرہ باجی نے سیدہ کو پہچانتے ہوئے کہا۔

"بہت پیاری ہے آپ کی پوتی۔" سیدہ نے اسے محبت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہر وقت تمہاری باتیں کرتی ہے، میں نے سوچا آج تارہ کی مس سے تو مل کر آؤں۔"

"مجھے تو پتا ہی نہیں چلا کہ یہ سارہ کی بیٹی ہے...... حالانکہ اس کی شکل بالکل اپنی ماں کی طرح ہے۔" سیدہ نے کہا۔

منیرہ باجی پھیکی سی ہنسی ہنس دیں۔

"آپ رئیس منزل میں ہی رہتی ہیں؟" سیدہ نے پوچھا۔

"نہیں، ہم تو عرصہ ہوا اسٹیلائٹ ٹاؤن چلے گئے ہیں...... غالباً تمہارے جانے سے پہلے چلے گئے تھے۔"

"اچھا...... جب ہی پوتی کے لیے اس اسکول کا انتخاب کیا۔"

"ہاں...... گھر سے قریب تر ہے...... ویسے تو روزانہ عدنان ہی اپنے آفس جانے سے پہلے اسے

اسکول چھوڑتا ہوا جاتا ہے...... اور دوپہر کو ماسی اس کو لے آتی ہے مگر جب عدنان کو جلدی جانا ہوتا ہے تو میں ہی اس کو چھوڑنے آجاتی ہوں۔"

"آپ سارہ سے کہیں ناں کہ وہ تارہ کو لینے آجایا کرے...... آپ اتنی سردی میں کیوں آتی ہیں؟"

"ایسا ہو نہیں سکتا۔" وہ سنجیدگی سے بولیں۔

"اچھا...... سارہ بیگم مزید بچوں میں گھری بیٹھی ہوں گی اور......"

"سارہ نے عدنان سے علیحدگی لے لی تھی...... اور وہ اپنی ماں کے ساتھ وہیں رئیس منزل میں رہتی ہے......" منیرہ بیگم اس کی بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

"کیا کہا...... سارہ نے علیحدگی لے لی؟"

"ہاں، اسی کی خواہش پر عدنان نے اسے طلاق دے دی تھی۔"

"مگر کیوں......؟" سیدہ کی تو حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی جارہی تھیں۔

"ایسا اس کی ماں چاہتی تھی۔"

"سارہ کی ماں نے اپنے بھائی بھاوج کو تو لڑ بھڑ کر بھگا دیا تھا...... کچھ دنوں بعد چھوٹی بیٹی کی بھی شادی ہو گئی...... وہاں بھی انہوں نے وہی رویہ رکھا کہ بیٹی کے کان بھر بھر کے اسے سسرال کے خلاف اکسایا...... وہ لڑکی یا تو سمجھ دار تھی یا اپنی بہن کے تجربوں سے کچھ سیکھ چکی تھی...... اس لیے وہ ماں کی باتوں میں نہیں آئی۔ ان کی اماں نے سارہ پر اپنے گر دوبارہ آزمائے تو وہ عدنان کو چھوڑ کر پھر میکے بیٹھ گئی...... اور بیٹی ہونے کا ہر وقت فائدہ اٹھاتیں...... مجھے یہ لا دو...... ورنہ تمہاری بیٹی تمہارے منہ پر مار کر چلی جاؤں گی...... مجھے یہ کمی ہے، مجھے وہ کمی ہے نے عدنان کو پریشان ہی کر دیا تھا۔ ان کی پرسنل لائف بھی سڑک پر آگئی تھی کہ وہ ہر بات اپنی ماں کو بتانے کی عادی ہو چکی تھی۔ تنگ آکر عدنان نے پوچھ ہی لیا کہ تم کیا چاہتی ہو......؟ اس پر سارہ نے کہا میں تمہاری ماں کے ساتھ نہیں رہ سکتی اگر رہنا ہے تو میری امی کے فلیٹ میں چل کر رہو...... ورنہ بہ صورت دیگر مجھے طلاق دے دو اور یوں عدنان نے سارہ کو طلاق دے دی۔"

"اتنی معمولی باتوں پر کیا گھر ٹوٹ جایا کرتے ہیں......؟" سیدہ دکھ سے کہہ رہی تھی۔

"ہاں...... اب آج کل ایسا ہی ہو رہا ہے، لڑکیوں میں نہ لچک رہی ہے اور نہ ہی برداشت...... اور اپنی بات پر اڑنے کی عادت ان میں اتنی رچ گئی ہے کہ بے شک ان کا نقصان ہو جائے، وہ اس کی پروا تک نہیں کرتی ہیں (جبکہ وہ جانتی بھی ہیں کہ اس بات سے ان کو دکھ اور تکلیف کے ساتھ نقصان بھی پہنچے گا) مگر وہ وہی کچھ کر گزرتی ہیں جو وہ کہتی ہیں...... ان کے نزدیک ان کی بات لاکھ کی اور دوسرے کی بات خاک کی ہوتی ہے۔" منیرہ باجی کہہ رہی تھیں اور سیدہ یہ سب باتیں دکھ سے سن رہی تھی۔

"اتنی چھوٹی سی بچی...... ماں کی ممتا سے محروم ہو گئی ہے۔" سیدہ سوچ رہی تھی۔

"اس کی ماں نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ ہمیں بچی نہیں رکھنی اگر ہمیں دو گے تو ہم یتیم خانے میں داخل کروا دیں گے۔"

اب منیرہ باجی کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔

"ماں سے جدا ہو کر، بچی بیمار پڑ گئی تھی......ان دنوں تو وہ ماں کے دودھ پر ہی تھی۔"

"اُف خدایا!" سعیدہ نے اپنا سر تھام لیا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ بچی......اب سب بھول چکی ہے اور مجھے ہی اپنی ماں سمجھتی ہے۔"

"اللہ آپ کو سلامت رکھے......اور آپ تارہ کی ایک ایک خوشی دیکھیں......" سعیدہ نے تارہ کو پیار کرتے ہوئے کہا۔

مگر گھر آ کر بھی......سارہ کی پیاری سی شکل اس کی نظروں میں گھومتی رہی۔

"کتنی اچھی تھی سارہ، اس نے اپنی زندگی کا اتنا بڑا نقصان کیسے کر لیا؟"

☆======☆======☆

میڈم کی والدہ کا اچانک ہی انتقال ہو گیا تھا......اسکول کا تمام اسٹاف گھر جانے کے بجائے میڈم کے گھر جا رہا تھا......سعیدہ کا دل چاہا کہ وہ کہہ دے کہ وہ اپنے گھر جائے گی بتائے بغیر وہ کہیں نہیں جاتی تھی۔

"ارے تعزیت کرنے میں ٹائم ہی کتنا خرچ ہو گا......بس تھوڑی دیر بیٹھ کر سب اپنے اپنے گھر چلے جائیں گے......" اس کی ساتھی ٹیچر گلناز نے کہا اور یوں سعیدہ بھی ان کے ساتھ چلی گئی۔

میڈم کا گھر ملت کالونی میں تھا۔ وہاں تعزیت کرنے میں کوئی زیادہ وقت نہیں لگا......مگر جب وہ سب میڈم کے گھر سے نکلیں تو معلوم ہوا کہ یک دم کسی سیاسی ایشو پر ٹریفک کی ہڑتال ہو گئی ہے......ٹیچرز سب پنڈی کی ہی رہائشی تھیں۔ مس سلمیٰ کو راجا بازار کے قریب جانا تھا......تو وہ مری روڈ کراس کر کے سامنے کی گلیوں میں گھس گئیں......دو ٹیچرز تو وہیں مال روڈ کی رہائشی تھیں وہ بھی پیدل مارچ کرتے ہوئے اپنے گھر چلی گئیں۔

"اللہ میں کیا کروں......کیسے گھر جاؤں......سیٹلائٹ ٹاؤن تو یہاں سے کوئی بس ویگن نہیں جا رہی......" وہ سڑک پر کھڑی پریشان ہو رہی تھی۔ ٹیکسیاں ایک تو بہت کم چل رہی تھیں اور جو چل رہی تھیں وہ دو سو روپے فی سواری کے چل رہی تھیں جن میں مرد حضرات بھرے ہوئے تھے۔ سعیدہ کی پریشانی اس وقت اور بڑھ گئی جب اسے یہ احساس ہوا کہ اس کے موبائل میں کریڈٹ بھی نہیں ہے۔

"سیٹلائٹ ٹاؤن......سیٹلائٹ ٹاؤن......" ایک ٹیکسی نے اس کے قریب رک کر آواز لگائی......اس نے دیکھا اس میں صرف ایک ہی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، سعیدہ بھی جھٹ اس میں بیٹھ گئی۔

اور جب حواس ٹھکانے آئے تو اپنے برابر بیٹھی ہوئی لڑکی کو بغور دیکھا تو اس کے منہ سے بے اختیار نکلا......"سارہ تم......؟"

سارہ نے چونک کر اسے دیکھا......اور اس کے منہ سے بھی "سعیدہ......!" نکلا۔

"کیسی ہو تم......؟" سعیدہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں۔"

"آج ہڑتال کے دن تم کیسے نکل پڑیں؟"

"چھوٹا بچہ بیمار ہے، اس کی دوا لینے گئی تھی۔"

"مگر تمہاری بیٹی تارہ تو میری کلاس میں پڑھتی ہے۔"

"تارہ عدنان کی بیٹی ہے، میں اپنے بچے کی بات کر رہی ہوں۔" اس کے لہجے میں تلخی گھلی ہوئی تھی۔

"عدنان سے علیحدگی کے بعد کیا تم نے دوسری شادی کر لی ہے؟"

"ہاں، جمیل میرے کزن ہیں، وہ ہمارے گھر میں آ گئے ہیں۔ میری بیمار امی کا بھی بے حد خیال رکھتے ہیں ورنہ عدنان نے تو اس بات پر بھی پابندی عائد کر دی تھی کہ میری ماں ان کے فلیٹ میں قدم نہیں رکھ سکتیں۔ میں ان کی اجازت کے بغیر اپنی ماں کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔ سعیدہ میں تو وہاں قید تھی......عدنان نے مجھے ایک پنجرے میں بند رکھا ہوا تھا اور پنجرے میں بھی تالا ڈال کر اس کی چابی اپنی ماں کو دے رکھی تھی......جب تک ممکن ہوا میں نے گزارہ کیا......مگر جب میری برداشت جواب دے گئی تو میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ خدا کے لیے مجھے آزاد کر دو، ایسی شادی سے تو میں بھر پائی۔ تم اپنی بیٹی بھی اپنے پاس رکھ لو......میں اس کو اپنے ساتھ رکھ کر تم سے آئندہ کسی قسم کا رابطہ رکھنے کی متمنی نہیں ہوں......میں جانتی تھی کہ بچی سے ملنے کے بہانے یہ ماں بیٹا مجھ پر اذیتوں کے پہاڑ توڑتے......تو میں نے ستارہ کو اپنے پاس رکھا ہی نہیں۔"

"تمہیں اپنی بیٹی یاد تو آتی ہوگی؟"

"ہاں، شروع شروع میں تو بہت یاد آئی......مگر پھر مجھے خود ہی صبر آ گیا......جن ماؤں کے بچے مر جاتے ہیں تو وہ بھی تو صبر کر لیتی ہیں۔ میں نے بھی یہ یقین کر لیا کہ تارہ میری دنیا میں نہیں رہی۔ جمیل سے شادی کرنے کے بعد اللہ نے پہلے ہی سال مجھے دو جڑواں بیٹے عطا کیے......میں ان کو دیکھنے بھالنے میں اس قدر مصروف ہو چکی ہوں کہ پیچھے پلٹ کر دیکھنے کی نہ مجھے فرصت ہے اور نہ ہی ضرورت۔"

"تم بچے کی دوا لینے یوں تن تنہا گھر سے نکل آئیں؟"

"گھر میں امی کی بھی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ جمیل گھر پر دونوں بچوں کے ساتھ میری امی کو بھی دیکھ رہے ہیں تو میں نے سوچا کہ میں خود ہی دوا لے آؤں۔" اور سعیدہ اس کی باتیں سن کر سر ہلا رہی تھی۔

"جمیل خوب صورت نہیں ہیں، جمیل اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی نہیں ہیں......جمیل ہماری امی کی ایک شاپ کے انچارج تھے......مگر رشتے داری کا احساس، ذمے داری کی اہمیت......اور مجھ سے محبت اتنی کرتے ہیں کہ میں عدنان کے دیے ہوئے سب دکھ بھول چکی ہوں۔" سارہ کہہ رہی تھی اور سعیدہ اسے ٹکر ٹکر دیکھے جا رہی تھی۔

ٹیکسی والے نے رئیس منزل کی جب آواز لگائی تو وہ ہاتھ کا شاپر سنبھالتے ہوئے اتری اور اسے ہاتھ ہلاتے ہوئے رئیس منزل کی سمت بڑھ گئی۔

"آج کل ہر شخص اپنی اپنی جگہ صحیح ہے۔" سارہ کی باتیں سن کر......منیرہ باجی کی باتیں نہ جانے کیوں اسے غلط سی لگ رہی تھیں۔

"ایک کم عمر لڑکی کو بیاہ تو لائیں......مگر گن تو دیکھو......اس بے چاری پر اتنی سختیاں، اتنی پابندیاں......کہ بیمار ماں تک کو وہ نہ دیکھ پائے......ایسی سیدھی سادی شکل کی خواتین اندر سے کتنی کائیاں ہوتی ہیں۔" وہ اپنے اسٹاپ پر اترنے کے بعد بھی سارہ کے لیے دل سے اداس تھی۔

☆======☆======☆

"منہ کیوں بنائے کھڑا ہے؟"

"میرا اپنا منہ ہے، میری مرضی......!"

"آج کل یوں چپ چپ سا کیوں ہے......؟"

"بس کسی سے بات کرنے کو ہی دل نہیں چاہتا......"

"مجھ سے بات کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا......؟"

"آج کل تو اپنے آپ سے بات کرنے کو من نہیں چاہ رہا۔"

"شہزادی سے علیحدگی کیا بہت شاق گزر رہی ہے؟" صارم نے پوچھا کہ کچھ دنوں سے اس میں کچھ زیادہ ہی بدلاؤ سا آ گیا تھا۔

ہنسی...... مسکراہٹ...... اور شگفتگی اس سے جیسے روٹھ سی گئی تھی۔ نہ وہ کسی سے بات کر رہا تھا اور نہ ہی کسی کی بات کا جواب دینے کو اس کا دل کرتا تھا۔

وہ جو صارم کی باتوں پر مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کیا کرتا تھا۔ ان دنوں وہ نہ صرف اکھڑا اکھڑا سا تھا بلکہ الجھا الجھا بھی تھا۔

مرے پر سو درے اور...... اسے رضا ایک دو دفعہ رئیس منزل کے آس پاس نظر آ گیا تھا...... اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس کا خون پی جائے۔

جن خون آشام نظروں سے اس نے رضا کو دیکھا تھا...... اس سے رضا کو یہ اندازہ فوراً ہو گیا تھا...... اس سارے معاملے کو بگاڑنے میں سو فیصد ہاتھ نوید کا ہی ہے۔

نوید نے گو اسے کچھ کہا نہیں تھا مگر اپنی آنکھوں کی شدید ترین نفرت...... کو وہ روک نہیں پایا تھا۔

"شہزادی سے علیحدگی نے بہت دکھ دیا ہے ناں؟" صارم نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر دوبارہ اس سے پوچھا کہ نوید گم صم سا نظر آ رہا تھا۔

"نہیں، یہ بات نہیں ہے......" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"تو پھر یوں رنجیدگی کا چولا کیوں پہن لیا ہے؟"

"پتا نہیں کیوں، دل ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا ہے...... مگر اس کی وجہ شہزادی بالکل نہیں ہے کہ اس کے جانے سے تو میرے سر کا کئی گنا وزن ختم ہو گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم تنہائی سے اکتائے ہوئے ہو...... میں خالہ سے کہوں گا جلد تمہاری کسی اچھی سی لڑکی سے شادی کرا دیں۔"

"کیا بات کرتے ہو صارم باؤ...... بھلا کوئی اچھی سی لڑکی مجھ سے کیوں شادی کرے گی؟"

"کیوں نہیں کرے گی؟" صارم نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"یہ آپ کا خیال ہے، میرے دوست ہو ناں، اس لیے...... ورنہ یہ حقیقت ہے کہ میرے پاس آرام دہ زندگی کے ایسے کوئی لوازمات نہیں ہیں جس سے کوئی آنے والی خوش ہو۔"

"بیٹا اگر یہ بات ہوتی...... تو خوشیاں صرف محلوں تک محدود ہوتیں۔" صارم نے ہنس کر کہا اور نوید سوچنے لگا۔

"کاش! صارم تم میرا ذہن پڑھ لیتے تو تمہیں از خود معلوم ہو جاتا کہ میں کیوں اداس ہوں...... اور کس کے لیے اداس ہوں؟"

"کاش!" وہ اپنے ہونٹ کاٹتا ہوا سوچ رہا تھا اور صارم اس کو خدا حافظ کہتے ہوئے اپنے فلور کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
جتنا تجھے سوچا تھا
سوچا تھا تیرے لب پر
کچھ حرف دعاؤں کے
کچھ پھول وفاؤں کے
مہکیں گے میری خاطر
کچھ بھی تو نہیں ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
محسوس یہ ہوتا ہے
دکھ جھیلے تھے جواب تک
بے نام مسافت میں
لکھنے کی محبت میں
پڑھنے کی ضرورت میں
بے سود ریاضت تھی
بے فیض عبادت تھی
جو خواب بھی دیکھے تھے
ان جاگتی آنکھوں نے
سب خام خیالی تھی
پھر بھی تجھے پانے کی
دل کے کسی گوشے میں
خواہش تو بچالی تھی
لیکن تجھے پا کر بھی
اور خود کو گنوا کر بھی
اس حبس کے موسم کی کھڑکی سے ہوا آئی
نہ پھول سے خوشبو کی کوئی بھی صدا آئی

اب نیند ہے آنکھوں میں
نہ دل میں وہ پہلی سی تازہ سخن آرائی
نہ لفظ مرے نکلے
نہ حرف و معانی کی دانش میرے کام آئی
نادیدہ رفاقت میں
جتنی بھی اذیت تھی
میرے ہی نام آئی
کچھ بھی تو نہیں تو ویسا
جیسا تجھے سوچا تھا
جتنا تجھے چاہا تھا

☆======☆======☆

رخسانہ آنٹی کی لائبریری سے وہ مجموعہ کلام ”اداس ہونے کے دن نہیں“ اٹھا لائی تھی......اور جب اس کو پڑھا تو اسے ایسا لگا......کسی نے اس کے روز و شب کا نقشہ کھینچا ہو۔

کسی نے اس کے غموں کی تصویر اتار ڈالی ہو۔

ایسا ہی سب کچھ تو اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔

رخسانہ آنٹی، سلمان کو فون پر لتاڑتیں......تو وہ ماں کے کہنے پر اس سے فون پر بات کر لیا کرتا......اور اگر وہ کچھ نہ کہہ پاتیں تو وہ ہفتوں اس سے بات ہی نہ کرتا۔ شاید وہ ایسا سامان ہے...... جو گھر کے کسی کونے میں پڑے رہنے کے لیے ہے۔

”کیا مجھے نانی کے پاس واپس چلے جانا چاہیے......“ اس کے دل نے اس نہج پر بارہا سوچا......اور ایک بار تو وہ نانی کے پاس رہنے کے بہانے سے رئیس منزل بھی چلی آئی۔

مگر وہاں ہر ہر بات میں سلمان کا تذکرہ اس قدر رہا کہ اس کا دماغ بھی بھنا سا گیا۔

”ارے زریں...... ذرا دیکھو تو سہی......نوشابہ پر سی گرین سوٹ کتنا کھل رہا ہے......“ ایک شام وہ نہا دھو کر کپڑے پہن کر آ کر بیٹھی تھی تو نانی اس کی نظر اتار کر بولیں۔

”اماں......شادی کے بعد لڑکیوں کی خوب صورتی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے...... ہماری نوشابہ شروع سے ہی پیاری تھی......مگر شادی کے بعد تو بہت زیادہ پیاری ہو گئی ہے......سلمان واقعی بہت اچھا لڑکا ہے......یہ اس کی محبت کے رنگ ہیں جو نوشابہ کے چہرے پر نظر آ رہے ہیں......“

”اللہ نہ کرے، کسی دلہن کے چہرے پر ایسے رنگ ہوں، جو میرے چہرے کے ہیں۔“ نوشابہ نے سہم کر سوچا تھا۔

”دادی جان......آج چکن کارن سوپ نوشابہ نے کیسا لذیذ بنایا ہے، اس کے تو ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے۔“ ایک دن عینی نے کھانے کی میز پر نوشابہ کے ہاتھ کا بنا ہوا سوپ پیتے ہوئے کہا۔

”سلمان عادی ہے نا......کھانے سے پہلے سوپ پینے کا، اس لیے نوشابہ اب ہر قسم کے سوپ بنانا سیکھ گئی ہے......بھئی میاں کے دل میں اترنے کا ایک راستہ حلق سے بھی تو جاتا ہے۔“ دادی جان نے نوشابہ کو مسکرا کر دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

تب نوشابہ کا دل چاہا کہ وہ سب کو چیخ چیخ کر بتائے کہ سلمان نے تو اپنے دل کے چاروں طرف لوہے کے تاروں کی باڑھ لگا رکھی ہے......جس سے ٹکرا کر زخمی تو ہوا جا سکتا ہے مگر دل تک نہیں جایا جا سکتا......مگر وہ چپ رہی......اور اس کے آنسو اس کے دل پر چپ چاپ گرتے رہے، قطرہ قطرہ......!

رئیس منزل میں جا کر اپنے آپ پر قابو پانا اسے مشکل ہو جاتا تھا......کہ وہاں اس کا ٹھکانا نانی کا کمرا ہوتا اور ہر آنے والا سب سے پہلے نانی کے کمرے میں آتا۔

ماموں جان آتے اور جاتے نانی کے پاس ضرور آتے اور رات کو کھانے کے بعد فرشی بیٹھک نانی کے کمرے میں لگا کرتی۔

اور نوشابہ اپنے آپ کو سنبھالتے سنبھالتے تھک جاتی۔

اس کی سسرال وسیع و عریض کوٹھی میں تھی......جس میں صرف وہ اور رخسانہ آنٹی تھی......اس کا ماسٹر بیڈ روم اس کے کمرے کے ساتھ بڑا سا ٹیرس...... کمرے کے تین اطراف بالکونیاں...... بڑا سا اسٹڈی روم اور خوب لمبے چوڑے ہال...... جہاں جا کر بیٹھ جاؤ۔ نہ کوئی دیکھنے والا ہو......اور نہ ہی آنسو گننے والا۔

رخسانہ آنٹی دوپہر کا کھانا کھا کر جو آرام کرنے اپنے کمرے میں جاتی تھیں تو وہ مغرب کی نماز پڑھ کر باہر آیا کرتی تھیں۔ شام کی چائے نوشابہ کے گھر میں ہمیشہ عصر کی نماز کے بعد پی جاتی تھی مگر رخسانہ آنٹی ہمیشہ مغرب کی نماز کے بعد پینے کی عادی تھیں۔ یہی وجہ تھی وہ ٹیرس پر ہمیشہ نوشابہ کے ساتھ چائے پیا کرتیں۔

نوشابہ ان کے آنے سے پہلے ہی چائے کے ساتھ ایک دو لوازمات گھر میں تیار کر کے پہلے سے ہی رکھ دیا کرتی تھی مگر آج وہ اداس سی نظم پڑھ کر خود بھی اداس ہو گئی تھی۔ نہ اسے یہ یاد رہا کہ مغرب کی نماز پڑھ کر ٹیرس پر چائے لگوانی ہے اور نہ ہی کوئی چیز بنانے یا بنوانے کا خیال آیا اور جب رخسانہ آنٹی خود اس کے کمرے میں آئیں تو وہ کمبل اوڑھے لیٹی تھی۔

”نوشی بیٹا! کیا حال ہے......اس طرح کیوں لیٹی ہوئی ہو......؟“

”شام کو شاور لے لیا تو سردی سی محسوس ہوئی اس لیے کمبل میں دبک گئی۔“ اس نے بات بنائی۔

”آؤ چائے پی لو، گرم ہو جاؤ گی۔“ بادل ناخواستہ وہ ان کے ساتھ باہر نکل آئی۔

”ہم سوچ رہے ہیں، دو ویک بعد دبئی میں جو فیسٹیول ہو رہا ہے، تمہیں جا کر دکھلائیں......بہت اچھا لگے گا۔“

”آنٹی۔ میں کیا کروں گی جا کر......؟“ وہ کھسیائے ہوئے لہجے میں بولی۔

”ہمارے ساتھ چلو گی، تو تمہیں ضرور اچھا لگے گا۔“

اور نوشابہ نے نہ چاہتے ہوئے بھی تائید میں سر ہلا دیا۔

☆======☆======☆

”یہ رئیس منزل کا ویسٹ اوپن...... سڑک کی جانب فلیٹ ہے۔ اس فلیٹ کی تین بالکونیاں باہر کی جانب ہیں اور یہ عینی کی تصویر ہے...... اس عورت کو ہر حالت میں شوٹ کرنا ہے......“ عبیر نے کہا۔

”مگر پورا ہوم ورک کر کے جانا ہے...... اس فلیٹ میں عینی کے علاوہ...... دو لڑکیاں ہیں اور دو خواتین مزید اور بھی...... مگر آپ کو اس لڑکی کو ہی مارنا ہے جس کی تصویر میں آپ کو دے رہی ہوں۔“ عبیر نے درشت لہجے میں سمجھاتے ہوئے کہا۔ اس وقت اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا اور وہ ہذیانی سی کیفیت کا شکار تھی۔

”اگر یہ لڑکی نہیں مری تو ایک پیسہ نہیں ملے گا۔“

”آپ کہیں تو زخمی کر دوں۔“ پیشہ ور قاتل کا ضمیر شاید اتنا مردہ نہیں ہوا تھا...... یا اسے اپنی آخرت کی پروا تھی۔

”تم اس کے چاچا، ماما تو نہیں لگتے ناں...... جتنا کہا جا رہا ہے اتنا ہی کرنا...... میں اس عورت کو اب بالکل برداشت نہیں کر سکتی کہ وہ صارم کے بچے کی ماں بھی بنے گی۔“ عبیر ہذیانی ہنسی ہنستے ہوئے بولی۔

”میڈم! آپ بے فکر رہیں، دس دن...... آپ سے لوں گا تا کہ اس کا ٹائم ٹیبل معلوم ہو سکے کہ کب وہ بالکونی میں آتی ہے، کب وہ باہر نکلتی ہے...... کب اندر جاتی ہے...... بس یہ سب معلوم ہو جائے تو پھر آپ بے فکر رہیں...... مگر کچھ ایڈوانس آپ مجھے دے دیں۔“

”کتنے چاہئیں؟“ عبیر نے پوچھا۔

”کم از کم آپ مجھے دو لاکھ تو دے دیں۔“

”دو لاکھ اتنے زیادہ......؟“

”کام بھی تو بہت بڑا ہے، تین لاکھ کام ہونے کے بعد لے لوں گا۔“

”مگر دو لاکھ تو بہت ہیں، پچاس ہزار لے لو پہلے۔“

”آپ کسی بکرے کو ذبح کرنے کے لیے نہیں کسی انسان کو مارنے کے لیے کہہ رہی ہیں۔“

”تو کیا ہوا، تم لوگوں کا کام ہی یہی ہے۔“

”پر میڈم! کبھی اپنی جان پر بھی آ جاتی ہے...... میرے کئی دوست اسی کام میں اپنی جان تک گنوا بیٹھے دنیا بھی نہیں ملی اور جہنم بھی خرید لی۔“ وہ ہنس کر بولا۔

”اچھا لو...... یہ دو لاکھ......“ وہ اپنی الماری میں سے سرعت سے بنڈل نکال لائی اور اس کے سامنے میز پر دھر دیے۔

اس سے قبل کہ وہ یہ پیسے میز سے اٹھا کر اپنے بیگ میں رکھتا...... اس کی پشت سے کڑک دار آواز سنائی دی۔ ”خبردار! اگر ان پیسوں کو ہاتھ لگایا تو......“ اس شخص کے ساتھ عبیر نے بھی فوراً گردن موڑ کر دیکھا۔

عبیر کی بڑی بہن غصے اور نفرت سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔

”انسان کیا کتے بلی سے بھی کم تر ہو گئے...... جنہیں اس طرح مارنے پر انعام دیا جائے گا۔“

”آپا! آپ کو پتا نہیں، عینی سے میں کس قدر نفرت کرتی ہوں، اس نے میری زندگی مجھ سے چھین لی ہے۔“

”عبیر پیسے اٹھاؤ اور انہیں اپنی جگہ پر رکھو...... اور آپ یہاں سے فوراً جائیں اور ہاں اگر آئندہ یہاں یا ادھر آس پاس بھی نظر آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔“ عبیر کی باتوں کا جواب دینے کے بجائے آپا بدستور کڑک دار آواز میں بولیں۔

وہ شخص...... یہ صورتِ حال دیکھ کر کندھے اچکا کر چلا گیا مگر اس کے چہرے پر ایسا تمسخر تھا جیسے وہ کہہ رہا ہو...... ”پہلے پلان تو بنا لو پھر کسی کو بلانا، تم لوگ تو اپنے ارادوں کے ہی کچے ہو......!“

”آپا......! کیوں کیا ایسا آپ نے، آپ کو کیا پتا...... کتنی مشکلوں سے اس شخص تک رسائی ہوئی تھی۔“

”عبیر تمہارا داغ واقعی خراب ہو گیا ہے۔ اگر ایسے خونی اور درندوں کو تم اپنے گھر میں بلاؤ گی اور ان کے سامنے یوں نوٹوں کی گڈیاں سجاؤ گی تو کل کلاں انہیں پیسے کی ضرورت ہوگی...... تو وہ بغیر کسی کے کہے تمہارا بھی خون پی جائیں گے اور گھر کی اینٹ سے اینٹ الگ بجا دیں گے۔“

”مگر عینی تو نہیں مر سکے گی ناں......! وہ تو یونہی زندہ رہ کر میرے سینے پر پہاڑ بن کر کھڑی رہے گی۔“

”عبیر میری بات کان کھول کر سنو...... اگر عینی مر بھی گئی تب بھی صارم تم سے شادی نہیں کرے گا۔“

”کیوں نہیں کرے گا، میں اس سے اتنی محبت جو کرتی ہوں۔“

”تم اس سے ضرور محبت کرتی ہو گی مگر وہ تم سے محبت نہیں کرتا...... اور عینی کے مرنے پر ہو سکتا ہے وہ اپنی ساری زندگی اس کی یادوں کے سہارے گزار دے...... مگر تمہاری جانب وہ آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔“

”آپا......! صارم میری زندگی ہے، میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔“

”اگر صارم کو نقصان پہنچ جائے تو تم کیسا محسوس کرو گی؟“ عبیر کی ذہنی حالت دگرگوں دیکھ کر آپا نے دوسری چال چلی۔

”میں مر جاؤں گی...... اگر صارم کو کچھ ہوا تو...... میں سوچ بھی نہیں سکتی کہ اسے کوئی گزند بھی پہنچے۔“

”گڈ...... یہ بات تم نے بالکل صحیح کی۔“ آپا نے مسکرا کر اسے پانی کا گلاس دیتے ہوئے کہا۔ ایک ہی سانس میں وہ پانی چڑھا گئی...... اور پھر سوالیہ نظروں سے بہن کو تکنے لگی۔

”عبیر جن سے ہم محبت کرتے ہیں، جنہیں ہم پسند کرتے ہیں، ان کو پریشانی، تکلیف اور دکھ میں نہیں دیکھ سکتے ناں؟“

”ہاں، یہ تو ہے۔“

”اگر صارم کی بیوی، اس کے بچے یا اس کے گھر کے کسی بھی فرد کو کوئی گزند پہنچے...... تو صارم تو پریشان ہو جائے گا، تفکر سے بیمار بھی ہو جائے گا۔“

”ہاں، ایسا ہوا...... تو میں کیا کروں گی؟“

”اس لیے ہمارے بڑے یہ کہتے ہیں کہ ہم جن سے محبت کریں...... ان سے وابستہ ان سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے بھی محبت کریں کہ یہ بھی ان سے ہی محبت کی ایک کڑی ہے۔“

”تو آپ کے خیال میں مجھے عینی سے محبت کرنی چاہیے۔“ وہ کسی معصوم بچے کی طرح بولی۔

”بالکل...... وہ صارم کی بیوی ہے...... وہ صارم جو تمہیں پسند ہے...... اور اپنی پسند کی پسند کو پسند کرنا

کوئی ایسی معیوب بات تو نہیں ہے۔ اس سے صارم بھی خوش ہوگا اور شاید وہ تمہیں اپنے حلقۂ دوستی میں بھی شامل کر لے۔"

"کیا وہ مجھے اپنا سچا دوست بنائے گا......؟" وہ ایک چھوٹی بچی کی طرح اپنی بہن کے سینے سے لگی کھڑی تھی اور بڑی آپا...... اسے سینے لگائے سسک رہی تھیں کہ زندگی کی محرومیوں نے اسے بھی اپنی ایک اور بہن کی طرح سائیکی بنا دیا تھا اور اپنی بہنوں کے یہ دکھ...... بڑی آپا کے لیے بہت بڑے تھے جسے وہ عرصے سے جھیل رہی تھیں۔

☆======☆======☆

"میری سمجھ میں نہیں آرہا، وانیہ کو ہو کیا گیا ہے؟ روز بروز دبلی سے دبلی ہوتی چلی جا رہی ہے...... چہرہ دیکھیں ایسا لگتا ہے جیسے کوئی مریضہ ہو...... نہ پہلے کی طرح ہنستی ہے نہ کسی سے مذاق کرتی ہے اور نہ ہی کسی سے لڑتی بھڑتی ہے...... بس ایک چپ اس کو لگ گئی ہے اور یہ یقیناً اس وجہ سے ہوا ہے کہ ہم نے اسے کالج جانے سے روکا جو تھا...... وہ ہمارے کہنے سے مان تو گئی...... مگر دل میں وہ ضرور کوئی دکھ لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔"

"نہیں آنٹی، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" عینی اپنی ساس کی بات سن کر بولی۔ "یہ آپ کا صرف وہم ہی ہے۔"

"تم اس کی دوست ہو، وہ اپنا زیادہ وقت پہلے ہی کی طرح تمہارے ساتھ ہی گزارتی ہے، تم اس کو کریدو تو سہی...... کہ ایسا کون سا اسے غم کھائے جا رہا ہے کہ وہ ہنسنا تک بھول بیٹھی ہے......" امی جان ملتجی لہجے میں اپنی بہو سے کہہ رہی تھیں اور عینی کا دل کٹا جا رہا تھا کہ وہ انہیں کیسے بتائے کہ وانیہ کس، کس عذاب سے دو چار رہی ہے۔

"کیا تم اس سے کھل کر پوچھ نہیں سکتیں......؟" امی جان کا لہجہ ہنوز ملال آمیز تھا۔

"میں ضرور پوچھوں گی، آپ بے فکر رہیں اور جو بھی بات ہوئی آپ کو اس سے آگاہ بھی کروں گی۔" عینی نے انہیں دلاسے آمیز لہجے میں کہا۔ وہ رنجیدہ سی اپنے کمرے میں چلی گئیں...... مگر ان کی نظریں وانیہ کے کمرے کی طرف تھیں...... جہاں وہ اندھیرا کیے اپنے کمرے میں لیٹی تھی۔

"پتا نہیں میری بچی کو کس کی نظر لگ گئی ہے...... جو ہنستی کھیلتی بچی یوں رہتی ہے جیسے اس کے لبوں پر کسی نے تالے ڈال دیے ہوں۔"

اور اپنے کمرے میں کمپیوٹر پر کام کرتے ہوئے صارم کے کانوں میں جب ماں کی یہ آوازیں پہنچیں تو وہ بے چین سا ہو گیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ہنسی، مسکراہٹ اور خوشیوں کے ڈھیر سارے پیکٹ اٹھا کر اپنی بہن کے قدموں میں ڈال دے۔

وانیہ اپنی عاقبت نااندیشی کی سزا خود تو بھگت رہی تھی...... مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے گھر والے بھی اس کو یوں افسردہ دیکھ کر پریشان تھے۔

"اللہ کا شکر ہے کہ امی کو تمام باتوں کا علم نہیں...... ورنہ ان کا کیا حال ہوتا......" صارم نے آنکھیں

کر کے سوچا تو اس کا سر یوں بھاری ہو گیا جیسے کسی نے اس کی بساط سے زیادہ اس کے سر پر وزن دھر دیا ہو۔

☆======☆======☆

"خوف...... یقیناً ایک ایسا اژدھا ہے جس نے پیروں سے لے کر گردن تک مجھے کسا ہوا ہے، اس کے چنگل سے میں نکل ہی نہیں پاتی......! کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے...... کے احساس نے میری زندگی اجیرن کر رکھی ہے۔ سیڑھیوں پر کسی کے تیز چلنے کی چاپ بھی مجھے سنائی دیتی ہے تو ایسا لگتا ہے کہ رضا اپنے گینگ کے ساتھ مجھے لینے آ گیا ہے۔ مجھ جیسی بے وقوف لڑکیاں جو آنکھیں بند کر کے اس کے اشاروں پر چلتی رہیں...... مشکل سے ہی ملتی ہوں گی ناں تو اب وہ کیا ہاتھ مل رہا ہوگا، میرے یوں نکلنے پر جب ہی تو اس نے راحیلہ تک کو ہمارے ہاں بھیجا کہ صحیح صورتِ حال معلوم ہو سکے۔"

"وانیہ تم ناحق پریشان ہو رہی ہو، رضا کچھ نہیں کر سکتا اور اس دن راحیلہ بھی وہی انفارمیشن لے جا سکی جو ہم اسے پہنچانا چاہ رہے تھے۔"

"مگر میں کیا کروں...... میرا یہ خوف میری سانسوں میں تحلیل ہو گیا ہے...... مجھے یوں ہر جھری سے رضا کا جھانکتا ہوا چہرہ نظر آتا ہے، مجھے ہر وہ چاپ اپنی جانب رضا کی بڑھتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔"

"تم اپنے آپ کو اس وہم سے باہر نکالو، تمہاری وجہ سے امی بے حد پریشان ہیں، انہیں لگ رہا ہے کہ تمہیں کالج چھوڑنے کا بے حد غم ہے۔"

"کالج کا تو میں اب نام بھی نہیں سننا چاہتی...... وہیں جا کر تو میں بھی ان بدلڑکیوں کی حرص میں ذلیل و خوار ہوئی کہ وہ کس طرح اپنے اپنے عاشقوں سے ملنے کا ٹائم کالج سے چھٹی کے بعد کا رکھا کرتی تھیں۔ ہمارے کالج میں اچھی لڑکیاں بھی تو پڑھا کرتی تھیں...... جنہیں کسی غلط بات سے کوئی سروکار نہیں تھا...... مگر میں ان کی تقلید کرنے کے بجائے ان لڑکیوں کے نقشِ قدم پر چلتی رہی...... جنہیں قدم اٹھانے سے پہلے سو مرتبہ سوچنا چاہیے تھا۔"

"جو ہوا...... سو ہوا...... اس کی تفصیل پوچھنے میں نہیں آئی ہوں، میں یہ کہہ رہی ہوں کہ اپنے آپ کو نارمل کرو اور پہلے کی طرح ہنسو بولو...... ورنہ گھر کا ہر فرد خود تمہیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر خود پوچھے گا کہ ہوا کیا ہے......؟ کیوں ایسی خوف زدہ سی بیٹھی رہتی ہو......؟" عینی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"میں خود چاہتی ہوں کہ امی کو ہر بات بتا دوں کہ میں نے ان کے بھروسے کا کس طرح خون کیا تاکہ وہ چھوٹی بہن کی کڑی نگرانی کر سکیں جو وہ شاید میری نہیں کر پائیں یا میں ان کی آنکھوں میں بہ آسانی دھول جھونک گئی......"

"نہیں وانیہ، ایسا تو کبھی کرنا بھی نہیں، ورنہ آنٹی ٹوٹ جائیں گی وہ فخر جو انہیں تمہاری ذات پر ہے، وہ سب ملیامیٹ ہو جائے گا......"

"مجھ جیسی لڑکیوں کو تو پیدا ہوتے ہی مر جانا چاہیے جنہیں...... عزت و آبرو کی حفاظت کا احساس تک نہیں ہوتا......"

"پلیز وانیہ...... ایسی باتیں کرنے کا اگر فائدہ ہوتا تو میں ضرور کہتی مگر یہ سب باتیں بے کار ہیں اور ان

سے سوائے دل جلانے کے کچھ حاصل نہیں ہے......''

''تو میں رضا کی قید سے آزاد کیوں نہیں ہو پا رہی ہوں؟ مجھے ہر طرف اس کی نگاہوں کے پہرے کیوں دکھائی دیتے ہیں......'' اب وانیہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور عینی اس کو دلاسا دیتے دیتے خود بھی سراسیمہ ہو رہی تھی۔

☆======☆======☆

آج کتنے عرصے کے بعد عینی...... ماں کے پاس رہنے کے لیے آئی تھی...... ورنہ جب بھی آتی...... تھوڑی دیر بعد ہی صارم کے ساتھ واپس چلی جاتی۔ اس کا تو شاید خیال تھا کہ رات کے کھانے کے بعد چلی جائے گی مگر ثمینہ بیگم نے اسے روک لیا تھا۔ صارم بھی اچھے موڈ میں تھا جو اسے چھوڑ گیا ورنہ اپنے ساتھ لیے بغیر وہ ٹلتا نہیں تھا۔

سب کے جانے کے بعد ثمینہ بیگم بیٹی کے پاس آئیں تو یوں لگا عینی کے چہرے پر زردی سی گھنڈی (رچی) ہوئی ہے۔

''میرا بچہ...... طبیعت تو تیری ٹھیک ہے ناں......؟'' بے قرار ہو کر پوچھا۔

''ہاں امی میں بالکل ٹھیک ہوں......''

''اور تیری چالاک ساس کا کیا حال ہے جو اپنی باتوں سے کوڑوں کا کام لیتی ہیں؟''

''وہ بھی ٹھیک ہیں......'' ماں کی بات پر وہ مسکرا کر بولی۔

''اور تیری دادی ساس کے کیسے مزاج ہیں...... جو ہر بات ہمارے ہاں تو ایسا ہوتا ہے سے شروع کرتی ہیں......؟''

''وہ بھی اچھی ہیں......''

''کیسی خوش قسمت لڑکیاں ہوتی ہیں جنہیں ایک ساس بھی نہیں ملتی اور میری بیٹی کو ایک چھوڑ دو، دو ساسیں ملی ہیں......'' ایک گہری آہ بھر کر ثمینہ بیگم نے کہا۔

''مگر دونوں ہی بہت اچھی ہیں...... میں کچھ بھی کیسا ہی پکا دوں...... دادی جان خوب تعریف کرتی ہیں اور آنٹی بھی کسی چیز میں کوئی کیڑے نہیں نکالتیں......''

''ظاہر ہے ایک فری کی ملازمہ جو ملی ہے انہیں جو تعریف سن کر پاگل بھی ہو جاتی ہے...... تو کیوں تمہارے کام میں خامیاں ڈھونڈیں گی۔''

''امی اپنے گھر میں تو سب ہی کام کرتے ہیں اگر میں کر لیتی ہوں تو کیا مضائقہ ہے......''

''اپنی شکل تو دیکھو آئینے میں، سب کی خدمتیں کرتے کرتے اپنا کیا حشر کر بیٹھی ہو، برسوں کی بیمار لگ رہی ہو تم......''

''مجھے کچھ نہیں ہوا، وہاں کسی نے مجھ سے یہ نہیں کہا کہ تم اتنی خطرناک دبلی ہو رہی ہو......''

''اگر سسرال والے اپنی بہوؤں کو دبلا، کمزور اور بیمار کہنا شروع کر دیں تو ان کے گھر کے کام کون کرے گا، انہیں دبلی، بیمار تو اپنی بیٹی وانیہ ہی لگتی ہوگی......''

''ہاں، وہ تو ہو ہی رہی ہے......!'' عینی نے بے ساختہ کہا۔

''کیا وہ گھر کے کاموں میں تمہاری کوئی مدد کرتی ہے؟''

''نہیں......'' عینی نے کہا اور پھر وہ سٹپٹا سی گئی۔

''کسی بھی ماں کو یہ کبھی اچھا نہیں لگتا کہ ان کی بیٹی گھر کے کوئی کام کاج کرے، ہاں اگر کوئی بہو آرام کرے تو وہ ان سے برداشت نہیں ہوتا...... دنیا کی زیادہ تر ساسوں کو کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور زیادہ کام کرنے والی بہوئیں پسند ہوتی ہیں۔''

''گھر میں مائی بھی تو آتی ہے، وہ میرا ہاتھ بٹا دیتی ہے......''

''اب صارم کے گھر میں دو مائیاں ہو گئیں...... ایک مائی اور دوسری تم......!'' ثمینہ بیگم نے تمسخر سے ہنستے ہوئے کہا۔

''امی...... آپ بھی ذرا سی بات کو اتنا بڑا بنا دیتی ہیں کہ توبہ ہے......''

مگر جب اگلے دن صبح اٹھتے ہی عینی کو الٹیاں شروع ہوئیں تو عینی نے ماں سے کہا۔ ''جب آپ مجھے زبردستی کھانا کھلائیں گی تو یہی ہونا تھا......''

ثمینہ بیگم اسے زبردستی چیک اپ کروانے کے لیے لے کر گئیں تو معلوم ہوا کہ پریگننسی ہو گئی ہے۔

''تمہاری ساس تو بڑی جہاں دیدہ ہے اسے تمہاری شکل دیکھ کر پتا نہیں چلا کہ تمہاری طبیعت کیسی ہے...... اس حالت میں تم نہ صرف گھر کا دھندا پیلتی رہیں بلکہ سیڑھیوں سے کبھی اوپر کبھی نیچے بھی گھومتی رہیں؟''

''امی مجھے خیال تو آیا تھا مگر وانیہ کی طبیعت اتنی خراب چل رہی ہے اس میں الجھ کر کچھ یاد ہی نہیں رہا......''

''عینی...... جب تم خود اپنے آپ کو بھول جاؤ گی تو دوسرا کیوں تمہیں یاد رکھے گا۔ اب اپنا خیال خود رکھنا ہوگا، دوسرے نہیں رکھتے اور سسرال والے خواہ کتنے ہی اچھے کیوں نہ ہوں، جتنی محبت اپنی بیٹیوں سے کرتے ہیں، اپنی بہوؤں سے ہرگز نہیں کرتے......''

☆======☆======☆

صبا، مہر، رضیہ اور گڈی...... اس نے سب کو ہی کھنگال لیا تھا، اور ان چاروں نے حلفیہ لہجے میں کہا تھا۔ نہ وہ وانیہ کو جانتی ہیں اور نہ ہی ان کا اس سے کوئی رابطہ یا سلسلہ ہے، وہ تو گمنامی کی زندگیاں گزار رہی ہیں اور کسی سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔

پھر وانیہ اس کے بارے میں کیسے آگاہ ہوئی؟ ثومی...... نے تو خودکشی کر لی تھی...... رہی پروین تو وہ شادی کر کے ملک سے باہر جب سے گئی تھی تو واپس نہیں پلٹی تھی...... رضا سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔

رضا...... گھاگ شکاری تھا...... وانیہ کے حوالے سے اس کا نقصان سینکڑوں یا ہزاروں کا نہیں تھا...... بلکہ لاکھوں کا تھا اس کا سلسلہ برے اطوار کے لوگوں سے اوپر تک تھا جس میں وہ ہمیشہ کامیاب ہوتا رہا تھا مگر اب ایک ذرا سی لڑکی اس کے چونا لگا گئی تھی۔

اب اس کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ نوید اس کے مذموم ارادوں سے باخبر ہو گیا تھا اور اس نے ہی وانیہ کو خبردار کیا ہے، اس کے علاوہ کوئی ایسا ہے ہی نہیں۔

''اس نوید کے بچے کو میں ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ ساری عمر یاد کرے گا......''

وہ قصداً رئیس منزل کے سامنے کیفے میں چائے پینے گیا تو اسے لگا نوید اسے کسی خونی کی نظروں سے دیکھ رہا ہے۔

''ہونہہ......تمہاری یہ ہمت کہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھو گے......'' وہ دل میں ہنسا۔

''نوید میاں......تم ہو کیا چیز......تمہاری تو بیوی تمہیں لات مار کر اپنے سابقہ عاشق سے شادی رچا بیٹھی ہے......تمہاری تو میرے سامنے کچھ اوقات ہی نہیں ہے......''

پہلے تو اس کا ارادہ نوید کو معمولی گزند پہنچانے کا ہی تھا مگر نوید کے ڈرنی لکس دیکھ کر وہ اپنے آپ میں نہیں رہا تھا۔

جمعے کی شام وہ انتظار کرتا رہا کہ کب نوید گھر میں آئے اور وہ اس سے ملنے پہنچے۔

نوید کو بائیک پر رئیس منزل کے احاطے میں اس نے جاتا دیکھ لیا تھا۔

وہ سیاہ چشمہ......اور کالی سیاہ مونچھیں لگائے جب رئیس منزل میں داخل ہونے لگا تو گارڈ نے اس سے پوچھا۔

''صاحب کس سے ملنا ہے آپ کو؟''

''صارم سے......!'' وہ ہیٹ لگائے، سر جھکائے جھکائے بولا۔

اور اسے جانے کا پروانہ مل گیا۔

وہ سیدھا نوید کے فلیٹ پر پہنچا۔

اسے معلوم تھا کہ وہی دروازے پر آئے گا اور نوید ہی دروازے پر آیا۔

مگر اماں اس کے سامنے نہ جانے کیس آ کر بولیں۔

''یہ کھیر......رخشندہ کے ہاں دے آ......''

گولی چلی چکی تھی......مگر نوید کے بجائے اماں کے گولی لگی تھی۔

آنے والے کو ایک نظر دیکھ کر......نوید نے ہاتھ مارا۔

وہ سرعت سے نکلی بھاگا۔

اب نوید......! اپنی ماں پر جھکا ہوا تھا اور فرش پر چاروں طرف خون ہی خون پھیلا ہوا تھا۔

☆======☆======☆

جسے احساس کہتے ہیں
وہی تو پیار ہوتا ہے
تمہارا دل جو دکھتا ہے
ہمیں بھی درد ہوتا ہے
ہماری آنکھ کا آنسو
تمہیں بے چین رکھتا ہے
ہمارے درد کا درماں
تمہارا لمس ہوتا ہے
تمہارے لمس کا جادو
ہمیں بھی شاد رکھتا ہے
تمہیں ملتی ہیں جب خوشیاں
ہمارے لب بھی ہنستے ہیں
تمہیں درپیش ہو مسئلہ
دعا کو ہاتھ اٹھتے ہیں
خدا کو یاد کرتے ہیں
تمہیں آباد رکھے وہ
ہمیشہ شاد رکھے وہ
ہمارے ساتھ رکھے وہ

(شفق زہرا شفق)

رئیس منزل میں رہنے والے ہر مکین کے دعا کے لیے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے۔ نوید کی ماں کو کچھ نہ ہو......وہ کسی طرح بچ جائے۔ نوید کے فلیٹ کے باہر ایسا رش لگ رہا تھا کہ یوں لگتا تھا کہ سارے فلیٹوں کے مکین اتر کر وہیں آ گئے ہوں۔

ہر آنکھ میں آنسو کی لڑیاں سجی تھیں اور ہر ہونٹ پر دعا جیسے مزین ہو گئی تھی۔

☆======☆======☆

سرخ سرخ تازہ خون زمین پر پھیلا ہوا تھا اور بے دم سی اماں اس کے بازوؤں میں جھول رہی تھیں اور نوید کا دل چاہ رہا تھا کہ ماں کو اپنے ہاتھوں میں اٹھائے وہ پرواز کرتا ہوا کسی ہسپتال میں پہنچ جائے مگر ایسا کہاں ممکن تھا۔

اس کی دلخراش چیخ سن کر اس کے پڑوسی اس کے گھر آ گئے تھے۔ فلیٹوں میں پرائیویسی نہیں ہوتی۔ زیادہ تر فلیٹ ایک دوسرے فلیٹ سے چپٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کے رہنے والے بھی ایک دوسرے کے دکھ درد میں زیادہ شریک ہوتے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں نوید کے گھر میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی اور کوئی اپنی گاڑی فلیٹ تک بھی لے آیا تھا۔ گراؤنڈ فلیٹ ہونے کی وجہ سے بقیہ لوگ پورے گراؤنڈ میں جمع ہو گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں گاڑی ہسپتال کی جانب دوڑ رہی تھی۔ نوید نے حملہ آور کا چہرہ نہیں دیکھا تھا کہ اس کے چہرے پر ڈھاٹا بندھا ہوا تھا مگر اس کا ہاتھ لگ جانے کے باعث وہ صرف اتنا دیکھ پایا تھا کہ اس کے کان میں ایک سلور پتوں والی چھوٹی سی بالی تھی۔ ایسی بالی اس نے کس کے کان میں دیکھی تھی۔ اس کے ذہن میں بالکل بھی نہیں آ رہا تھا۔ وہ تو شدتِ غم سے آنکھیں بھی بند کر رہا تھا تب بھی ہر سمت بہتا ہوا خون اسے نظر آ رہا تھا۔

یہ بھی اچھا ہی تھا کہ گولی بازو کو چیرتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ ٹانکے لگا کر بینڈیج کر کے اماں کے ڈرپ لگا دی گئی تھی۔ نوید کا خیال تھا شاید اماں کو ہسپتال میں ایڈمٹ کر لیا جائے مگر ڈرپ ختم ہونے کے بعد انہیں گھر جانے کی جازت دے دی گئی۔

ساری بہنیں گھر آ گئی تھیں اور کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیا تو کس نے کیا۔

نوید دوست پسند شخص تھا، جس کی کسی سے بھی لڑائی نہیں ہوئی تھی اور پھر ایسا کون تھا جو نوید کو مارنے گھر تک چلا آیا تھا۔ سوچ سوچ کر وہ تھک گیا تھا مگر اسے کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔

☆======☆======☆

"کوئی نوید کو مارنے آیا تھا مگر اس کی اماں کے یکدم سامنے آنے پر وہ انہیں گولی مارتا ہوا چلا گیا۔ نوید کی اماں بال بال بچ گئیں...... گولی ان کے بازو کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔" صارم اپنے گھر میں بتا رہا تھا۔ دادی جان تو پریشان ہو گئی تھیں۔ امی کی پریشانی بھی بڑھ گئی تھی کہ اب فلیٹوں میں بھی ایسے لوگ گھس کر آنے لگے ہیں مگر وانیہ...... عینی کے پاس جا کر لرزتے لبوں سے کہہ رہی تھی۔

"عینی، یہ صرف رضا ہے۔ صرف رضا...... ایسی گھٹیا حرکت رضا کے سوا کوئی کر ہی نہیں سکتا۔"

"رضا، نوید کو کیوں مارنے لگا؟ اس کی رضا سے کیا دشمنی ہو سکتی ہے؟"

"میں ایک ہفتے سے دیکھ رہی تھی، رضا ایک ہفتے سے رئیس منزل کے قریب ہی منڈلا رہا تھا۔ مجھے اس سے اس قدر خوف محسوس ہوتا ہے...... ہر دم یونہی لگتا کہ وہ ہماری فلیٹ میں کہیں گھس کر نہ آ جائے...... اس لیے

میرا تو پکا خیال ہے کہ یہ حرکت رضا کے سوا کسی دوسرے کی ہو ہی نہیں سکتی۔"

عینی نے صارم سے جب رضا کے بارے میں خدشات ظاہر کیے تو لمحے بھر کے لیے وہ متفکر ہوا مگر پھر یہی کہا۔

"رضا کا ٹارگٹ وانیہ ہوتی یا میں ہوتا۔ اس کی راہ میں اس کا بھائی موجود ہے۔ وانیہ تک پہنچنے میں اسے مجھے گرانا ہوتا۔"

"مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں رضا کے چنگل سے نوید نے ہی اسے بچایا ہے اگر اس دن نوید بھائی کیفے میں موجود نہ ہوتے تو ہمارے خاندان پر تو قیامت ٹوٹ پڑتی۔"

"مگر نوید اس وقت تک رضا کے عزائم کو جانتا تو نہیں تھا!"

"نہ جانے! وہ الگ بات ہے......، مگر وہ رضا کو کوئی شریف لڑکا تو نہیں سمجھتا تھا اور یہ بات رضا بھی جانتا تھا۔"

"اگر ایسی بات ہے تو میں اس بارے میں نوید سے ضرور پوچھوں گا۔"

اور جب صارم نے نوید سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"رضا ناک میں بولتا ہے، اس کی آواز سنی سی ہے...... جبکہ مذکورہ شخص نے صرف ایک ہی جملہ بولا تھا مگر بھاری سی آواز میں کہا تھا۔ ہٹ جا سالے...... آج تو بچ گیا...... اور وہ آواز میرے خیال میں رضا کی نہیں تھی۔"

وانیہ بھی عینی اور اپنی امی کے ساتھ نوید کے گھر گئی تھی۔ نوید کی اماں کے ہاتھ میں پٹی بندھی دیکھ کر اسے بہت رونا آیا تھا۔

اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کے کیے کی سزا انہیں ملی ہو۔ وہ یہ بات جانتی تھی...... اس کے رضا کے ہاتھ سے نکل آنے پر وہ تلملا کر رہ گیا تھا اور نوید سے سخت نفرت کر رہا تھا اور یہ حملہ اس کی چھپی نفرت کا واضح ثبوت تھا۔

جوں جوں وقت گزر رہا تھا وہ رضا کے جملوں کی گہری کھائیوں تک پہنچ رہی تھی۔

ایک مرتبہ جب وہ گاڑی سے ٹیک لگائے اس کا انتظار کر رہا تھا اور وہ بلی کی سی چاپ میں اس کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تھی۔ رضا کسی سے ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔ فون وہ منہ سے لگائے رازدارانہ لہجے میں گویا تھا۔

"ہر چیز آہستہ آہستہ چلے تو وہ بہ آسانی دسترس میں رہتی ہے۔ تیز رفتاری مجھے کبھی پسند نہیں، اس میں پریشانیاں حائل ہو جاتی ہیں۔ سمجھا کرو یار...... نہیں بھئی مجھے جو جاب پسند ہی نہیں، وہ میں کیسے کر سکتا ہوں...... میں تو اپنی من پسند جاب کرنے کا حامی ہوں۔ میں بھی خوش اور مجھ سے وابستہ دوسرے لوگ بھی خوش۔"

"نہیں یار ایماندار شخص ہوں، کم از کم اپنے کام کے سلسلے میں ہر کام ایمانداری سے کیا ہے۔ میرا سابقہ ریکارڈ دیکھ لو...... وہ نئی گاڑی ہے۔ شوروم سے نکلی تک نہیں، نمبر تک الاٹ نہیں ہوا تو قیمتی ہو گی ہی ناں!"

"نو...... نو...... نو...... ہم اتنی محنت کریں، خوار ہوں اور کچھ نہ ملے تو ایسے سودے کا فائدہ!"

''کون سا سودا کر رہے ہو تم؟'' وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی تھی۔

اور وہ اس کو اپنے اتنے قریب دیکھ کر پہلے تو ہڑبڑا سا گیا تھا اور پھر اپنے آپ کو سنبھال کر بولا تھا۔ ''یار اپنی کال سینٹر والی جاب میں تو کچھ تنخواہ نہیں ملتی ہے دوستوں کے ساتھ پارٹ ٹائم گاڑیوں کا بزنس کر لیتا ہوں۔ اگر کوئی اچھی گاڑی مل جاتی ہے تو کچھ مل جاتا ہے اور نہیں ملتی تو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے، کہ تم اپنا سائڈ بزنس بھی کرتے ہو۔'' وانیہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا تھا۔

''ہماری ہر بات ہی اچھی ہے۔'' وہ بے ساختہ اسے اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے کر بولا تھا تو وہ شرما سی گئی تھی......اور آج وہ ان باتوں کو یاد کر کے لرزہ اندام سی تھی۔ کس قدر کھلے لفظوں میں اس کے پلان تھے......اور اس کی آنکھوں پر اس کی محبت کا جھوٹا پردہ پڑا ہوا تھا......اور پھر کیفے میں چائے پینے کے دوران اس کا دوست اس سے اچانک آ ٹکرایا تھا۔

''رضا بھائی......آپ کی نئی گاڑی جو سیل ہونے جا رہی ہے اس کا کلر وائٹ ہے ناں؟''

''ہاں، بھئی، اس دفعہ مجھے وائٹ کلر دل سے پسند آیا ہے اور مجھے بھی لگ رہا ہے کہ یہ وائٹ کلر......قسمت بنا دے گا۔''

''ہاں......ہاں کیوں نہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں ایک نظر کلائنٹ کو دکھا دوں؟''

''آج نہیں، آئندہ ویک دکھا دیں گے۔ آج میرے پاس ٹائم نہیں ہے۔ اپنی جاب پر جلدی پہنچنا ہے۔''

اور وانیہ......اس وقت کچھ بھی تو نہیں سمجھ پائی تھی اور اب وہ بیٹھی سوچ رہی تھی اس دن اس نے وائٹ یونیفارم پہنی ہوئی تھی اور وہ رضا کے ساتھ عموماً کالج سے واپسی پر یا کالج کے پیریڈز چھوڑ کر باہر جایا کرتی تھی اور کالج کی سفید یونیفارم میں ہی ہوا کرتی تھی۔ اس کے بارے میں اتنی واضح بات چیت ہوتی رہی اور اسے کچھ پتا ہی نہیں چل سکا۔

''کم عمر لڑکیاں......جو محبت کو جھولا سمجھ لیتی ہے۔ ان کو جھولے کے جھونٹے ضرور گراتے ہوں گے۔ یہ تو اللہ ہی کا کرم تھا کہ وہ اوباش لڑکوں سے بچ گئی تھی مگر جس طرح کے حالات چل رہے تھے۔ اس کے ساتھ بہت برا ہو سکتا تھا۔'' وہ یہ سوچ کر کبھی لرز رہی تھی اور کبھی سکتے کی سی صورت میں جامد سی ہو جاتی کہ کیسا پتھر سا دماغ ہو گیا تھا اس کا۔ ایک دن اس کے سامنے کسی کی بات کے جواب میں اس نے کہا تھا۔

''مکھن، ملائی، چم چم......کھویا اور گلابی کھوپرے کی مٹھائی کو کبھی یکجا کھاؤ گے تو ایسا ہی مزہ ہو گا اس کا بھی۔''

''نہیں یار، ابھی کھانا تو کجا......چکھا تک نہیں......مگر جلد ہی سیر ہوں گے۔''

''فکر مت کر، دوستوں کے بغیر تو ہم ادھورے، ہماری خوشیاں ادھوری اور ہماری لکشمی ادھوری۔''

''ہاں، ہاں......تم خواب دیکھو اور میں تعبیر دیکھ رہا ہوں۔ پھر ملیں گے۔''

''سنو، یہ مکھن ملائی، کھویا، چم چم کیسی مٹھائی ہے، میں نے تو آج تک نہیں کھائی۔''

''کبھی تمہیں بھی کھلا دیں گے، ہر دکان پر نہیں ملتی بلکہ اس مٹھائی کے لیے صرف چند ہی دکانیں

ہیں جہاں اس کے فین آ کے پل بھر میں لے جاتے ہیں۔''

''سچی......! میں نے تو کبھی سنا تک نہیں۔'' وہ معصومیت سے بولی تھی۔

''وعدہ ہے ناں......تمہیں یہ مٹھائی ضرور کھلاؤں گا۔'' وہ بے ساختہ ہنس کر بولا تھا۔

''کھلانا بعد میں چلو دکھا ہی دو۔'' وہ شوخی سے بولی تھی۔ ''مجھے معلوم ہے تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں، ابھی تمہیں سیلری نہیں ملی ہے۔''

''ملائی تو ایسی ہے جیسے یہ تمہارے گال......'' وہ اپنی انگلی اس کے رخساروں پر گھماتے ہوئے بولا۔

''اور گلابی کھوپرے کا ذائقہ ایسا ہے جیسے۔'' اس کی پوروں نے اس کے لبوں کو چھیڑا۔

''ہشت......'' وہ شرم سے سرخ ہو گئی اور اس کے ہاتھوں کو پرے ہٹا دیا۔ ''کہاں کی بات......کہاں لے جانے میں تو آپ ماسٹر ہیں۔'' وہ شرمیلے لہجے میں بولی تھی۔

''ابھی تم کچھ نہیں سمجھ سکتیں۔'' وہ اسے دیکھ کر مسکرا کر بولا تھا۔

''آپ کتنے شریر ہیں، میں سب جانتی ہوں۔'' اس نے نظریں جھکائے جھکائے کہا تھا۔ لرزتی پلکوں تک میں حیا کے ستارے ٹنکے ہوئے تھے اور تھرتھراتے لبوں پر حیا کی جیسے افشاں چھڑکی ہوئی تھی۔

''شکر ہے تم نے مجھے بدمعاش نہیں کہا۔'' وہ بے باکی سے ہنستا چلا گیا تھا کہ چند لمحوں کے لیے وہ گنگ سی اسے دیکھتی رہ گئی تھی کہ ایسا لفظ اس کے گھرانے میں کتنا برا سمجھا جاتا تھا......اور وہ خود اپنے آپ کو ایسا کہہ رہا تھا......مگر یہ صرف چند لمحوں کی ہی بات تھی۔ وہ گمان سے حقیقت تک کا سفر طے ہی نہیں کر پائی تھی۔

''جلد چلو ونی......تمہاری ای انتظار کر رہی ہوں گی۔ میں نہیں چاہتا......میری ونی کو میری وجہ سے گھر میں کوئی ڈانٹ بھی پڑے۔'' اس کا اندازِ گفتگو......پل بھر میں ایسا شریفانہ رنگ لیے ہوئے تھا کہ بدگمانی کا احساس پنپنے ہی نہیں پایا تھا۔

اور راحیلہ جو صبح شام اپنے بھائی کے نقارے اس کے کانوں میں علیحدہ بجاتی تھی۔ ان کا رنگ علیحدہ طرز کا تھا۔

''رضا بھائی ہمارے خاندان کے ہیرو ہیں......خاندان کا ہر دوسرا گھران کو اپنا داماد بنانے کا خواہاں ہے......مگر ان کی آنکھوں میں اور ان کے دل میں تو صرف تم ہی سما چکی ہو......'' ایسی باتیں اس کے ذہن پر احسانِ عظیم کا بوجھ علیحدہ رکھتیں۔

''رضا بھائی کو تو ہمارے رشتے دار جہیز میں گاڑی تک دینے کی پیشکش کر رہے ہیں مگر رضا بھائی تو یہ سن کر الٹا بھڑک کر آ گئے کہ مجھے بکاؤ مال سمجھ لیا ہے کیا کہ دام لگاؤ گے......اور میں تمہارے پیچھے آنکھیں بند کر کے آ جاؤں گا۔ میں جس سے محبت کرتا ہوں، اسی سے شادی کروں گا۔ شادی کوئی تجارت نہیں ہے کہ اس میں لین دین اور دکھاوا نظر آئے۔''

''رضا بھائی تو ہمارے ایسے دیالو ہیں......کسی غریب لڑکی شادی پر اپنی ساری جمع جتھ لٹا بیٹھے......ہم نے منع بھی کیا کہ آپ کے پاس ایسا کون سا خزانہ جمع ہے جو آپ یوں خرچ کر رہے ہیں مگر وہ مانتے ہی نہیں اور اب بے چارے کے پاس اپنی بائیک میں پٹرول ڈلوانے کے لیے پیسے نہیں ہوں گے۔''

تب اس نے اپنی پاکٹ منی کے دو ہزار...... رضا کی جیب میں از خود ڈال دیے تھے۔ کیسا کیسا ان لوگوں نے اسے لوٹنے کا حربہ اختیار کیا تھا۔

☆======☆======☆

پورے پانچ ہفتوں سے سلمان کا کوئی فون نہیں آیا تھا۔ رخسانہ بیگم...... بیٹے سے رابطہ کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہی تھیں...... مگر اس کا موبائل مستقل آف تھا۔ لینڈ لائن نمبر کی صرف آنسرنگ مشین کام کر رہی تھی۔ انٹرنیٹ کو استعمال کرنا تو اس نے بالکل ہی چھوڑ دیا تھا۔ رخسانہ بیگم نے اس کے دوستوں سے رابطہ کیا تو انہوں نے کہا...... ''وہ بالکل ٹھیک ٹھاک ہے۔ یہاں جاب کی شفٹیں...... اتنا مصروف رکھتی ہیں کہ ایک دوسرے سے رابطہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔''

''کوئی ایسی بات ضرور ہے جو سلمان نے واجبی سا تعلق بھی یکدم سے ختم کر دیا۔'' یہ نوشابہ کی سوچ تھی۔ ''ایک گاؤں کی لڑکی کے ساتھ وہ اپنی زندگی کیسے گزار سکتا تھا۔ شہر میں آ کر...... یہاں کے ملبوسات پہن کر میں اپنی روایتی سوچ تو اپنے دماغ سے نوچ کر نہیں پھینک سکتی تھی۔ سلمان نے سوچ لیا ہوگا کہ میں اس کے ساتھ شاید پارٹ ٹائم بھی نہیں چل سکتی۔'' اپنے خیال پر اسے خود ہی رونا سا آ گیا۔ وہ جانتی تھی سلمان وہاں اپنی من پسند بیوی کے ساتھ رہتا ہے...... اور اس کے ساتھ شادی اس نے اپنی ماں کی وجہ سے کی تھی۔

''کیا وہ سال میں دو بار...... یا ایک بار بھی نہیں آ سکتا؟ پورے سال میں صرف ایک ماہ بھی اس کے لیے نکالنا...... میرے لیے مشکل ہے۔ جب ہی تو انہوں نے ہر رابطہ ختم کر دیا۔'' نوشابہ نے...... رخسانہ آنٹی کے کہنے پر اپنی ڈھیر ساری تصویریں بھیجی تھیں...... اس نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔

نوشابہ نے اپنے کمرے کی مووی بنا کر اس کے دوست کی فیملی کے ہاتھ بھجوائی تھی مگر اس نے ایک فون کر کے اس کا نہ شکریہ ادا کیا تھا اور نہ اس کی کوئی تعریف کی تھی اور وہ کھسیا کر رہ گئی تھی اس کے اس انداز سے وہ نہ جانے کیوں اپنی نظروں میں گر کر رہ گئی تھی۔

''اسے یقیناً یہ لگا ہوگا کہ میں اس پر مسلط ہونے کی کوشش کر رہی ہوں...... جب ہی تو اس نے رسمی سے فون کرنے بھی بند کر دیے تھے۔''

رخسانہ بیگم کے دل میں بیٹے کی طرف سے ملال بڑھ رہا تھا اور ایک شام تو وہ اتنی دل گرفتہ سی ہوئیں کہ نوشابہ کے کمرے میں چلی آئیں کہ وہ اس سے زیادہ اپنے آپ کو بہلانے کو آئی تھی۔ اس وقت نوشابہ سجدے میں سر رکھ کر سسک، سسک کر رو رہی تھی۔

رخسانہ بیگم یہ منظر دیکھ کر خود بھی آب دیدہ سی ہو گئیں اور جب نوشابہ دعا مانگ کر پلٹی تو انہوں نے اس کے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے۔

''مجھے سلمان کی شادی تم سے نہیں کرنی چاہیے تھی۔ یہ غلطی مجھ سے ہو گئی...... شوہر کے انتقال کے بعد میں بہت اپ سیٹ سی تھی اور اتنا بڑا گھر مجھے کاٹ کھانے کو آ رہا تھا...... ایسے میں تمہارا آنا...... مجھے بہت اچھا لگا کرتا تھا۔ تمہارا وجود...... تمہارا وجود مجھے اس گھر میں کسی خوشی کی طرح لگتا...... جو میں تمہیں سلمان کی بہو بنا کر لے آئی...... مگر بیٹا...... یہ سب میری غلطی ثابت ہوئی۔ اپنی وجہ سے میں نے واقعی تمہارے ساتھ ظلم کیا...... ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا۔''

''آنٹی آپ ایسا نہ کہیں...... جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ میری زندگی شاید اسی طرح گزرنی تھی۔''

''بیٹا نا امید مت ہو...... اب بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ تم یہاں سے واپس جا سکتی ہو۔''

''میں یہاں سے واپس جا سکتی ہوں!'' نوشابہ نے ان کا فقرہ دہرایا۔

''ہاں، بالکل...... جا سکتی ہو۔ تم یہاں کس کے لیے رہو گی، تمہیں ضرور واپس جانا چاہیے۔ تمہاری اپنی زندگی ہے، تم اسے اپنے حساب سے بسر کرنا۔''

''آنٹی میں واپس کہاں جاؤں گی...... کس کے پاس۔'' وہ روہانسی سی ہو کر بولی۔ ''والدین میرے حیات نہیں رہے۔ ایک چچا تھے، وہ بھی انتقال کر گئے۔ ہاں بیمار ممانی ضرور ہیں...... جو آئے دن ہسپتال میں ایڈمٹ رہتی ہیں۔ ان کے پاس چلی گئی تو وہ یہ غم پا کر ہی چل بسیں گی۔''

''میں تمہیں ایک شاندار فلیٹ، گاڑی اور ایک اچھی خاصی رقم دوں گی تاکہ اسے بینک میں فکسڈ کروا کر تمہیں اچھی خاصی رقم ماہوار خرچ کے لیے ملتی رہے۔''

''آنٹی، میں تن تنہا اتنا بکھیڑا لے کر چلنے والی لڑکی نہیں ہوں۔''

''تو پھر بتاؤ، میں تمہارے لیے کیا کروں کہ مجھے چین مل سکے کہ میری غلط حرکت کی وجہ سے تمہاری زندگی نہ صرف ویران بلکہ پریشان بھی ہو گئی ہے۔''

''پیاری آنٹی، یہ پچھتاوے شاید میری زندگی میں لکھے گئے تھے اس لیے اس کا دوش میں آپ کو نہیں دوں گی۔ آپ بس اپنے گوشۂ عافیت میں مجھے جگہ دیئے رکھیں، بے شک یہ کمرا چھین کر مجھے اپنے سرونٹ کوارٹر میں شفٹ کر دیں مگر مجھے اپنے سے دور نہ کریں کہ آپ کے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ پیاری آنٹی میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جانا چاہتی...... سلمان کا ساتھ نہ سہی مگر اس کی ہمراہی کی چند یادیں میرے پاس ضرور ہیں۔ جن کے سنگ میں اپنی پوری زندگی گزار سکتی ہوں۔'' نوشابہ، آنٹی کے گلے سے لگ کر دھواں دھار روتے ہوئے ملتجی سے لہجے میں کہہ رہی تھی۔

''پیاری بیٹی...... یہ تم نے کیسے سوچ لیا کہ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کے لیے ایسی بات کہہ رہی ہوں، تم تو مجھے اتنی عزیز ہو کہ شاید میری بیٹی بھی ہوتی تو وہ بھی مجھ سے اتنی محبت نہ کر پاتی۔ سلمان پاکستان آئے یا نہ آئے، رابطہ رکھے یا نہ رکھے...... مگر تم میری بیٹی بن کر ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی۔''

''آنٹی صرف ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتی ہوں؟'' نوشابہ نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''ہاں، ہاں...... کہو۔'' انہوں نے اسے بولنے کے لیے اکسایا۔

''سلمان نے ایک دم ہم سب سے رابطہ کیوں ختم کر لیا؟''

''اپنی بیوی کی محبت میں۔'' رخسانہ بیگم نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا وہ اپنی بیوی سے بے حد محبت کرتا ہے؟'' نوشابہ نے پوچھا۔

''ہاں...... ان دونوں نے پسند کی شادی کی تھی۔''

"تو صرف اس کی وجہ سے انہوں نے مجھ سے بات کرنا بھی ختم کر دی۔"

"ہاں، مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔"

"وہ خوش رہیں...... ہماری خیر ہے۔" آنکھوں میں آئے آنسو وہ پیتے ہوئے بولی اور رخسانہ بیگم اسے سینے سے لگا کر خوب دیر تک روتی رہیں۔

☆======☆======☆

سارہ سے ملنے کے بعد سعیدہ، منیرہ باجی اور ان کے بیٹے کی جانب سے خاصی بددل سی ہو گئی تھی۔

"بے چاری سارہ کے ساتھ ان لوگوں نے کیسا برا کیا تھا...... اس کی بیٹی تک سے اس کی کبھی ملاقات تک نہیں کروائی تھی۔ چھوٹے بچے اپنی ماں سے جتنی قربت رکھا کرتے ہیں۔ اس کا دس فی صد بھی وہ کسی دوسرے رشتے کے قریب نہیں ہو سکتے۔ چھوٹے بچے کو ماں ڈانٹ پھٹکار دے، پٹائی کر دے...... روتا ہوا بچہ ماں کی جانب ہی لپکتا ہے۔" جب سارہ کی پڑوسن حمیرا باجی اپنی نواسی کو لے کر اس کے اسکول میں داخل کرنے آئیں اور سعیدہ کی گود میں سارہ کی بیٹی کو چھٹی کے وقت گود میں بیٹھے دیکھا تو وہ یکبارگی بولیں۔

"یہ بچی واقعی خوش قسمت ہے، اس کے اوپر سب کو ہی پیار آتا ہے مگر اس کی ماں بدقسمت ہے جو اتنی پیاری بچی کو چھوڑ کر چلی گئی۔"

"جب کسی لڑکی پر اس کی ساس بے وجہ ظلم کرے گی تو اس کی ذہنی حالت تو تباہ ہونی ہی تھی۔ ورنہ کون اپنی پھول سی بچی کو چھوڑ کر جا سکتا تھا۔"

"میں تو سارہ کی پڑوسن ہوں، مجھ سے زیادہ کون جان سکتا ہے کہ سارہ کی امی کس قدر لڑاکا عورت تھیں۔ جو چلتی ہوا سے لڑنا جانتی ہوں، اس کے بارے میں آپ کیا کہیں گی۔ وہ ایک خود غرض عورت تھی۔ جس نے اپنی تنہائی بانٹنے کے لیے اپنی بیٹی کا گھر تباہ کر دیا۔"

"ایسی مائیں کہاں ہوتی ہیں؟" سعیدہ نے حیرت سے کہا۔

"ایسی مائیں کم ضرور ہوتی ہیں مگر ہوتی ضرور ہیں۔ سارہ کی ماں نے اپنی بیٹی کا گھر خود اجاڑا ہے...... ورنہ عدنان جیسا لڑکا قسمت والوں کو ہی ملا کرتا ہے۔ سارہ سے علیحدگی کے بعد سارہ کی فیملی میں سے ہی کتنے لوگوں نے کوشش کی عدنان ان کی لڑکی سے شادی کر لے لیکن بچی کی خاطر عدنان نے کسی سے شادی تک نہیں کی۔ منیرہ باجی بیمار ہیں مگر پوتی کے پیچھے بھاگتی رہتی ہیں۔ وہ جب زیادہ بیمار ہو جاتی ہیں تو عدنان آفس سے چھٹی لے لیتا ہے۔"

"یہ تو غلط بات ہے، عدنان کو بچی کے لیے دوسری شادی کر لینی چاہیے۔" سعیدہ نے کہا۔

"اسے اب کسی لڑکی پر اعتبار ہی نہیں رہا ہے اور جب اعتبار ٹوٹ جائے تو ہر شخص بکھر سا جاتا ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" سعیدہ نے از خود اپنے بارے میں سوچا۔ وہ بھی تو بکھری بکھری سی تھی...... کچھ بھی تو اسے اچھا نہیں لگتا تھا۔ اس کا اعتبار تو ایک بار نہیں بار بار ٹوٹا تھا۔

اس اسکول میں آ کر اس نے سوچ لیا تھا کہ اب وہ اپنی زندگی اسی محور میں بسر کرے گی اور وہ بسر کر رہی تھی۔

معصوم بچوں کے ساتھ وقت بتا کر اسے ذہنی سکون ملا کرتا تھا۔ بچے اور پھول قدرت کا کتنا بڑا عطیہ ہیں، ان سے کتنی ہی محبت کی جائے وہ کم ہے۔

اسے اپنی کلاس کے ہر بچے سے پیار تھا مگر یہ گڑیا سی بچی تو نہ جانے کیوں اسے اتنی پیاری لگتی تھی، اس کا دل چاہتا تھا...... کہ وہ اس گڑیا کے ساتھ ہمہ وقت رہے، اس کے ساتھ ہنسے اور اس کے ساتھ روئے مگر یہ سب کہاں ممکن تھا۔ بہت ساری قید ہمیں اپنے اوپر بھی لاگو کرنی پڑتی ہے۔

جب گڑیا کو لینے منیرہ باجی آتیں تو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے پیار کر کے کہتی۔ "جاؤ بیٹا...... تمہاری دادی آ گئی ہیں۔"

گڑیا اس کے گلے میں بانہیں ڈال کر مچل جاتی۔ "میں نہیں جاؤں گی۔" مگر وہ اس کو پیار کر کے دادی کے برابر کھڑا کرتی...... تیزی سے اندر مڑ جاتی اور شیشے کی دیواروں کے پیچھے سے مچلتی ہوئی گڑیا کو دیکھا کرتی۔ جب ایک دن...... منیرہ باجی بوجہ علالت لینے نہیں آئیں تو عدنان...... اپنی بچی کو لینے چلا آیا۔

"پاپا...... میں اپنی مس کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گی۔"

"بیٹا...... اگر آپ مس کو لے کر جائیں گی تو ان کی امی زور زور سے روئیں گی اور ان کے پاپا بھی روئیں گے۔" عدنان نے اسے پیار سے بلاتے ہوئے کہا۔

"میرا کوئی رونے والا بھی نہیں ہے۔" یہ جملہ اس نے تو دل میں اپنے آپ سے کہا تھا مگر عدنان نے کیسے سن لیا کہ اسے حیرت سی ہوتی۔

"مس ایسی بات آپ کیوں کہہ رہی ہیں؟" وہ حیرت سے پوچھ رہا تھا۔

"میرے والدین حیات نہیں رہے۔" وہ سنجیدگی سے بولی اور تیزی سے پلٹ گئی مگر اس کے آنسو جو اس کے رخساروں پر ٹپکے تھے ان کی شعاع...... عدنان محسوس کر چکا تھا۔ ایک اووراتیج لڑکی اپنی سادگی، اپنی متانت اور اپنی سادہ لوحی میں نہ جانے کیوں دل پر چھا سی گئی۔

"سارہ...... دبلی پتلی...... خوب صورت لڑکی...... اپنے غیر دانش مندانہ رویے اور اپنی بدخلقی کے سبب اسے کیسی بدصورت سی نظر آنے لگی تھی کہ گھر میں داخل ہوتے ہوئے اسے وحشت ہوتی تھی اور اسے سعیدہ پل میں ہی...... اس کو نہ جانے کیوں اپنی اپنی سی لگی۔

"ہونہہ...... خوش فہمی ہے میری۔" چند لمحوں کے بعد اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا اور بچی کو گود میں لے کر گاڑی کی جانب چلا تو ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔

☆======☆======☆

بعض مرتبہ ہنسنے کا کوئی سبب نہیں ہوا کرتا مگر دل میں کہیں خوشی کی رم جھم کی ہلکی سی پھوار کا ہونا ضروری ہوتا ہے...... کہ بے بات ہنسی پورے وجود پر چھا سی جاتی ہے۔ ہنستی ہوئی آنکھیں، مسکراتے لب اور روشن چہرے کے ساتھ پورا وجود تک گنگناتا سا موجود ہوتا ہے۔ اس وقت موسم خواہ کتنا ہی چلچلاتا سا کیوں نہ ہو لوڈشیڈنگ نے کتنا ہی اندھیر مچا رکھا ہو...... من میں چاند کی چودہ ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح رونے کا بھی کوئی سبب نہیں ہوا کرتا...... جب محرومیاں اور تنہائیاں ہاتھ پکڑ کر ڈسنے کو آ جائیں...... تو آنسو بھل بھل بہنے کو بے

وجہ تیار رہتے ہیں۔
روٹی پکاتے ہوئے سعیدہ سے روٹی جلی......تو وہ رو پڑی۔ پانی پیتے ہوئے پانی چھلک گیا تو وہ رو دی۔ چپل نظر نہیں آئی تو وہ رودی۔ ٹی وی پر ڈراما دیکھتے ہوئے ہیرو نے ہیروئن کو بے مہار سنائیں تو ہیروئین سے پہلے وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی اور آج تو وہ بار بار رو رہی تھی۔ عورت کے وجود میں ممتا کے جذبات مجسم ہوا کرتے ہیں۔ کتنی ہی عورتیں اولاد دے کر بھرے پُرے گھر کو چھوڑ کر چلی جاتی ہیں مگر اولاد کے بغیر انہیں زندگی ادھوری اور بے رنگ لگا کرتی ہے۔

سارہ کی بیٹی کو سینے سے لگا کر اسے کیسی طمانیت حاصل ہوتی تھی کہ نہ تو وہ جان سکی تھی اور نہ ہی کسی کو کچھ بتا سکتی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا یہ دل بھی چاہا کہ عدنان اپنی بیٹی اسے دے کر کہیں شادی رچا لے اور وہ اس گڑیا کو پالنے پوسنے میں اپنی زندگی گزار دے۔ مگر پرائی اولاد پر کون اپنا حق جما سکتا ہے، گھر آ کر وہ اسی نہج پر سوچے چلی جا رہی تھی اور اس دل گرفتہ سے ماحول میں شوکت تائی پھر کسی رشتے کے حوالے سے اس کے گھر چلی آئی تھیں۔

''اچھا رشتہ ہے، پیسے والا ہے۔ کوئی ذمے داری نہیں ہے۔ دو لڑکیوں کی شادیاں ہو چکی ہیں۔ عمر والا تو ضرور ہے مگر گھر میں صرف میاں بیوی ہی رہیں گے۔ لڑکیاں مہمانوں کی طرح آیا کریں گی۔ کوئی برائی نہیں ہے۔ سعیدہ اپنے میاں کے ساتھ جہاں دل چاہے گھومے پھرے، ہاں بس وہ نئی بیوی سے اولاد کا خواہش مند نہیں ہے۔ اس کے لیے وہ اپنی نئی بیوی کو انجکشن وغیرہ لگواتا رہے گا۔'' شوکت تائی کی باتوں میں اس کی بھاوج بھی ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں اور سعیدہ کو لگ رہا تھا کہ ایک سونامی اس کے دل میں اور دوسرا اس کی آنکھوں میں اتر آیا ہے۔

☆======☆======☆

نوید کے پاس سوائے کان کی بالی کے......کوئی ایسی شہادت نہیں تھی۔ اس کے حلقۂ احباب میں کو بھی ایسا نہیں تھا جو کان میں بالی پہننے کا عادی ہو......اور نہ ہی اس کے ذہن میں کوئی چہرہ بالی سمیت آ رہا تھا۔ نوید کا آئی کیو لیول خاصا شارپ تھا۔ وہ ہر چیز کو اس کی جزئیات کے ساتھ دیکھا کرتا تھا اور اس کے ذہن میں بھی رہا کرتا تھا مگر ماں کا سرخ خون......زمین پر یوں بہتا دیکھ کر تو اس کے اوسان خطا ہو گئے تھے اور وہ سب بھول گیا تھا اور یاد تھا تو صرف یہ کہ اماں کو بچانا ہے۔ وقت کی مٹھی سے یہ وقت پھسل گیا تو اس کا اتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔

صارم نے اپنے جذبات رضا کے بارے میں ظاہر کیے تھے مگر وہ پُر یقین نہیں تھا۔ وہ رضا کو ایک اور اوباش لڑکا تو ضرور سمجھتا تھا مگر قاتل کی حیثیت سے کبھی نہیں جانا تھا۔

پولیس کی کارروائی میں اس نے اپنے بیان میں بھی کہا تھا اس کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اس خیال تھا کہ کسی دوسرے کے چکر میں کوئی غلطی سے اس کے گھر میں گھس آیا......اور یوں حملہ کیا۔ وہ تو یہ سوچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ اخبار اور میگزین میں جب اس واقعے کی رپورٹ شائع ہوئی تو نوید کا بیان پڑھ کر بے اختیار قہقہہ مار کر ہنس دیا۔

''سالے تُو، تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ تیرا حریف ہے کون؟'' ایک گندی سی گالی دے کر اس نے اپنے آپ کو از خود شاباش دے ڈالی تھی۔

اماں کی عیادت کے لیے نوید کے گھر میں ہر روز ہی کوئی نہ کوئی آ رہا تھا بڑی بہن اور چھوٹی بہن، ماں کی تیمارداری کے لیے آ گئی تھیں۔ خود نوید کا بھی یہی دل چاہ رہا تھا کہ اماں کی پٹی سے لگا بیٹھا رہے مگر ان دنوں وہ قصداً ان کیفوں میں جا کر چائے پینے لگا تھا جہاں رضا شوق سے جایا کرتا تھا مگر اس کے ہاتھ میں کوئی ثبوت کسی رنگ میں بھی ہاتھ......نہیں آ رہا تھا۔ ایک شب وہ چائے پی کر کیفے سے اٹھنے کی سوچ ہی رہا تھا۔ بیرے کو بلا کر چائے کی پیمنٹ بھی ادا کر دی تھی کہ پچھلی کرسیوں سے ہنسی کی آواز کے ساتھ اخبار کے بیان پر مضحکہ اسے سنائی دیا۔

''ابے یار......اس کا تو کوئی دشمن ہی نہیں ہے۔ یہی کہا ہے اس نے۔''

''ہماری ڈیل تباہ کر کے رکھ دی ہے اور کہتا ہے اس کا کوئی دشمن نہیں۔ بچ گیا سالا......ورنہ ٹائیں ٹائیں فش ہو جانا تھا۔''

''حیرت ہے راضی کا نشانہ چوک کیسے گیا؟''

''بچوں کی پسٹل سمجھ کر چلائی ہو گی جیسے شروع میں اس نے اسٹارٹ کیا تھا، وہ بھی بچ گیا اور اس کی ماں بھی۔ یہ ہفتہ سب کے نبٹنے کا ہی ہے۔ وہ موتیا بھی تو بچ گئی اور اس کا باپ بھی۔'' اب وہ کسی دوسرے کا تذکرہ کر رہے تھے مگر نوید کو یہ پتا چل گیا تھا کہ یہ ساری کارستانی رضا کی ہی ہے۔

اس کے لیے اتنا ہی جاننا کافی تھا مگر اس وقت ان کے گینگ کے سامنے سے اٹھ کر جانا کسی خطرے سے کم نہیں تھا۔ سو وہ سر جھکائے اپنی فائل اپنے چہرے کے سامنے کیے چائے پر چائے پیتا چلا گیا۔ اس کے گھومتے ہوئے دماغ کو یہ گرم چائے مزید کھولاتی رہی مگر وہ اپنے ہونٹوں کو دانتوں میں بھینچے خاموش رہا اور جب رات کے ایک بجے وہ چاروں لفنگے وہاں سے ہو ہو ہاہا کرتے ہوئے دفع ہو گئے تو وہ چپ چاپ گھر چلا آیا۔

''نوید بیٹا، کھانا تو کھا لے۔ کہاں چلا گیا تھا؟'' بیمار اماں کو اسے دیکھ کر اسی کا خیال تھا اور اس کے کچھ نہ کھانے پر وہ متفکر سی تھیں۔

''اماں بھوک نہیں ہے کئی کپ چائے پی لی۔''

''بیٹا، چائے کوئی کھانا تھوڑی ہوتی ہے۔ تھوڑی سی روٹی کھا لے، بھوکا لیٹے گا تو نیند نہیں آئے گی۔'' اماں کے کہنے پر اس نے کھانا کھایا مگر نیند اس کی آنکھوں میں کہاں تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسی وقت رضا کے گھر جا کر اس کا گریبان پکڑ کر یہ تو پوچھے کہ وہ اس کے گھر آنے کی ہمت کیسے کر سکا ہے۔

''اس کی دونوں ٹانگوں کو جا کر پہلے توڑتا ہوں۔ اس کے بعد پوچھوں گا......نہیں، سب سے پہلے اس کا سر توڑنا چاہیے اور پھر ہاتھ اس کے بعد پوچھوں گا۔'' ساری رات کیسے گزری اسے خبر نہیں ہوئی۔ اسے تو یوں لگ رہا تھا کہ وہ رضا کے ساتھ دست و گریباں ہی رہا ہے۔ اذان کی آواز سن کر اس نے وضو کیا اور مسجد کے لیے نکل گیا۔

صارم باقاعدگی سے تو نہیں مگر اکثر فجر کی نماز رئیس منزل کی مسجد میں ہی ادا کرتا تھا۔ مسجد میں وہ اور صارم ساتھ ساتھ ہی داخل ہوئے۔ سلام کے بعد اس نے پہلی بات یہی بتائی۔

"تمہارا خدشہ درست تھا گھر میں گھس کر فائرنگ کرنے والا رضا ہی تھا۔" صارم کے پوچھنے پر اس نے رات کی ساری روداد بتا ڈالی۔ نماز پڑھ کر دونوں مسجد میں ہی بیٹھ گئے۔

"میں رضا کو سبق سکھانا چاہتا ہوں۔ اس کا وہ حشر کروں گا کہ وہ بھول جائے گا کہ حریف کہتے کسے ہیں۔"

"قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیا جاتا۔ پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک بڑے عہدے پر میرا ایک دوست ہے۔ اس کو جا کر ساری صورتِ حال بتاتے ہیں اور پھر جو وہ کہے گا ویسا ہی کریں گے۔ فی الحال خاموشی میں ہی بہتری ہے۔"

"یار میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس نے اس حد تک گری ہوئی حرکت کیوں کی؟"

"نوید تم اپنے غصے پر قابو پاؤ۔ لوگوں کے گرنے کی حد کا کوئی تعین نہیں ہوا کرتا۔ ایسے لوگ تو اپنے بچاؤ کے لیے اپنے خونی رشتوں کو ختم کرنے سے دریغ نہیں کیا کرتے ہیں۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو یار تم...... مگر مجھے چین اسی وقت ملے گا جب رضا کو میں سلاخوں کے پیچھے دیکھوں گا۔"

"آؤ میرے ساتھ...... رضا قانون کی گرفت سے بچ نہیں پائے گا۔" اب وہ دونوں صارم کے بچپن کے دوست کے پاس جا رہے تھے جو ان دنوں پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا۔

☆======☆======☆

بارش میں جہاں زخم ہرے ہو جاتے ہیں وہاں یادیں بھی لو دینے لگتی ہیں۔ پنجاب میں تو بارشوں کا سلسلہ شروع ہو جائے تو رکنے میں نہیں آتا۔ تین دن سے چھاجوں پانی برس رہا تھا۔

نوشابہ نے نہ جانے کیسے الماری سے دھانی اور سرخ کامبینیشن کا سوٹ ہینگر سے نکال لیا جو شادی کے بعد سلمان کے جانے والے دن اس نے پہنا تھا۔

"اتنا پیارا سوٹ تم پہلے پہن کر مجھے نہیں دکھا سکتی تھیں؟"

"پہلے پہن لیتی تو کیا ہو جاتا؟" وہ ہنس دی۔

"ایسا ہی سوٹ میں ہنی کے لیے بھی لے جاتا۔" بے اختیار سلمان کے منہ سے نکلا تھا اور نوشابہ کے چہرے پر زردی سی پھیل گئی تھی۔ سلمان کو بھی شاید اس کے چہرے سے اس کی دلی کیفیات کا اندازہ ہو گیا تھا۔ جب ہی تو وہ ہنس کر بولا تھا۔

"مجھے یاد ہی نہیں، یہ رنگ تو ہنی کا فیورٹ ہی نہیں ہے۔ یہ تو میرا فیورٹ کلر ہے اور تم پر بہت جچ رہا ہے۔" اس کی تعریف بھی اسے ایسی بھونڈی سی لگی تھی کہ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے وہ سوٹ تبدیل کر کے لان کا پرنٹڈ سوٹ پہن لیا تھا۔

"ارے نوشابہ، اتنا پیارا سوٹ کیوں چینج کر لیا، پہنے رہتیں؟" رخسانہ بیگم نے محبت بھرے لہجے میں

سلمان کے سامنے ہی پوچھ ڈالا۔

"آنٹی سالن گر گیا تھا اس پر۔" اس نے قصداً جھوٹ بولا اور سلمان یکدم کچھ بولتے بولتے رک سا گیا تھا کہ اسے یوں لگا جیسے اسے پتا چل گیا ہو کہ اس نے وہ سوٹ کیوں اپنے تن سے اتار پھینکا ہو...... اور آج پھر وہ اسی سوٹ کو پہنے بیٹھی تھی اور اس کے آنسو اس کے دل پر اور بارش کے آنسو کھڑکی کے شیشے پر بہتے صاف نظر آ رہے تھے۔

"نوشابہ بڑا کلرفل ڈریس پہنا ہے تم نے آج۔" رخسانہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "بہت پیاری لگ رہی ہو۔ ذرا لپ اسٹک ڈارک کر کے آؤ، میں اپنے موبائل سے تمہاری تصویر تو کھینچ لوں۔" اور جب وہ ڈارک لپ اسٹک میں آئی تو اس نے اپنے سیاہ گھنے بال پشت پر کیچر سے آزاد کر دیے تھے۔ یکبارگی رخسانہ بیگم اس کی خوب صورتی کو دیکھ کر مبہوت سی ہو گئیں۔

"تم کتنی پیاری ہو نوشابہ، بے حد سوئٹ اور بے حد پیاری۔" نوشابہ پھیکی سی ہنسی ہنس دی۔ عین اسی لمحے میں ڈرائیور بارش میں چھینٹیں اڑاتا گاڑی کار پورچ تک لایا اور پورچ سے بھاگتا ہوا سلمان جب اندر لاؤنج میں آیا تو...... نوشابہ پوز بنائے کھڑی تھی اور اس کی ماں موبائل سے اس کی تصویر بنا رہی تھیں۔ سلمان کو یوں لگا جیسے وہ کوئی پتھر کی مورت ہو۔

"ممی...... نوشابہ میں آ گیا ہوں۔" سلمان ان کی جانب پیش قدمی کرتا ہو دونوں ہاتھ پھیلا کر سرشاری سے بلند آواز میں بولا۔ رخسانہ بیگم اپنے بیٹے کو اتنا قریب دیکھ کر تحیر سے ساکت سی ہو گئیں اور نوشابہ کو یوں لگا جیسے وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔ وہ اپنی آواز میں سلمان کو کوئی جواب دینا چاہتی تھی مگر اسے لگ رہا تھا اس کی آواز جیسے کہیں کھو سی گئی ہے۔ اس کا دل چاہ رہا تھا اگر یہ خواب ہے تو اس کی آنکھیں سدا ایسا ہی خواب دیکھتی رہیں۔

"ممی...... میں آ گیا ہوں۔" وہ ماں کے مدِ مقابل کھڑا پھر کہہ رہا تھا مگر ممی تو اسے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھیں۔

"نوشابہ، دیکھو میں تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ میں نے تمہیں وہاں بہت مس کیا۔ دیکھو میں تمہارے پاس ہوں۔" اور نوشابہ کو تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے اس کے پیروں میں میخیں ٹھونک دی ہوں۔ اس کے قدم کسی صورت آگے نہیں اٹھ رہے تھے اور وہ اپنی پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اسے یوں دیکھ رہی تھی جیسے اس نے پلک جھپکائی تو یہ منظر اوجھل ہو جائے گا۔

"نوشابہ...... کیا ہو گیا ہے تمہیں؟" سلمان نے بے اختیار اسے شانوں سے تھاما اور اس کے وجود کے لمس نے اس میں حرارت سی بھر دی اور وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح اس کی بانہوں میں آ گئی اور بے ہوش ہو گئی۔

☆======☆======☆

شوکت تائی کے جانے کے بعد اس نے سوچ لیا تھا کہ اب کوئی اس حوالے سے نہیں آئے گا۔

"اب یہ باب بند ہو جانا چاہیے۔" اس لیے اپنے تئیں خود اپنے آپ کو سمجھا لیا تھا۔ اپنے آپ کو سمجھانا کوئی آسان تھوڑی ناں ہوا کرتا ہے اس کا احساس اسے پہلی مرتبہ ہوا تھا مگر وہ سمجھ گئی تھی، اسے یہ یقین آ گیا تھا

کہ زندگی میں ہر چیز ہر ایک کے نصیب میں نہیں ہوا کرتی ہے۔ اسی لیے وہ جب تین دن کے بعد اپنے اسکول گئی تو وہ بالکل ہی تبدیل تھی۔

اسٹاف ممبرز، میڈم سے پکنک پر جانے کے لیے اصرار کر رہی تھیں اور اپنے پسندیدہ تفریحی مقام پر جانے کے لیے زور دے رہی تھیں مگر سعیدہ چپ چاپ ایک کونے میں یوں بیٹھی تھی جیسے اس کو ان لوگوں سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔

''مس سعیدہ، آپ کی پرچی نکلی ہے کباب کی وہ آپ کو بنا کر لانے ہوں گے۔'' اسٹاف انچارج نے اس کی ڈیوٹی اسے بتائی۔

''مگر کیوں؟'' وہ حیرت سے پوچھ رہی تھی۔

''پکنک پر جانے والی ٹیچرز کے حصے میں ڈشز لے کر آنے کی ذمے داری بتائی جا رہی ہے۔''

''مگر میں تو کہیں نہیں جا رہی ہوں۔'' اب ٹیچرز کا ایک گروپ حیران سا اس سے جرح کر رہا تھا۔

''ہاں، میرا موڈ نہیں ہے۔'' اس نے کہا۔

''دیکھنا یہ ابھی اپنی اداکاری کا ڈراپ سین کر دے گی۔'' اس کی ساتھی ٹیچرز کو ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا مگر جب وہ واقعی پکنک پر نہیں گئی تو ساتھی ٹیچر کو اچنبھا سا ہوا۔ ساتھ بیٹھ کر ہنسنا، بولنا سب ہی تو اس سے روٹھ گیا تھا۔ وہ جو اسکول جانے سے پہلے اپنے سوٹ پر ایک ایک گھنٹے تک پریس کیا کرتی تھی اور روز روز بدل بدل کر کپڑے پہن کر جایا کرتی تھی۔ اب وہ ایک جوڑا دو دو دن تک پہنا کرتی۔

زندگی جیسے ایک ڈھرے پر آ گئی تھی۔ کسی چیز میں اس کی دلچسپی صرف اس کے ضروری معمولات تک تھی۔ گڑیا، سارہ کی بیٹی جب دو دن تک اسکول نہیں آئی تو اس کا دل دھڑکا اور ایک بے چینی سی بھی چھائی مگر اس نے اپنے جذبات کو تھپتھپا کر سلا دیا۔

وہ چوتھا دن تھا...... جب عدنان نے اسکول آ کر بتایا۔

''گڑیا کو ٹائیفائڈ ہو گیا ہے۔ ابھی وہ پندرہ دن تک اسکول نہیں آ سکے گی۔'' تو وہ نہ جانے کیوں بے قرار سی ہو گئی اور پوچھ بیٹھی۔

''گڑیا مجھے یاد تو نہیں کر رہی؟'' جملہ ادا کر کے اسے تاسف سا بھی ہوا کہ وہ کیوں ایسی بات کہہ گئی...... بچے اپنے اساتذہ سے محبت کرتے ہی ہیں۔ اب اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ اسے ایسا نمایاں کیا جائے کہ دوسرا غلط فہمی کا شکار ہو جائے کہ ایسی بات کہنے کا مطلب کیا ہے۔ اسی لیے وہ سرعت سے مڑی اور اس سے قبل کہ وہ اپنی کلاس میں غائب ہو جاتی عدنان اس کے مدمقابل آ کھڑا ہوا اور اس سے بولا۔

''کیا آپ یقین کریں گی، میری گڑیا آپ کی وجہ سے بیمار ہوئی ہے۔''

''میری وجہ سے؟'' سعیدہ یکدم پیلی سی پڑ گئی۔ ''میں نے بچی سے ایسی کوئی بات نہیں کی...... گڑیا تو نہ جانے کیوں مجھے اتنی عزیز ہے کہ میں آپ کو بتا بھی نہیں سکتی۔'' سعیدہ کے رخساروں پر اس کے آنسو بھل بھل بہنے لگے۔

''یہی تو آپ کی غلطی ہے۔'' عدنان نے تو ایک عام سے لہجے میں کہا تھا...... مگر سعیدہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی...... کہ عدنان بھی پریشان سا ہو گیا۔

''پلیز...... میں آپ کا دل دکھانا نہیں چاہتا تھا، میں تو صرف یہ التجا لے کر آیا ہوں صرف ایک بار...... ہاں صرف ایک بار آپ میری بچی کو آ کر دیکھ لیں۔ وہ بخار کی غفلت میں بھی آنٹی، آنٹی کر رہی ہے۔''

''چلیں، میں آپ کے ساتھ ابھی چلتی ہوں۔'' وہ بیگ اٹھا کر اسی وقت جانے کے لیے تیار ہو گئی۔

''اس وقت تو آپ کا اسکول چل رہا ہے، میں چھٹی کے وقت آپ کو لینے آ جاؤں گا۔''

''آپ کو اس سے کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے...... میں چھٹی لے کر چل رہی ہوں۔'' وہ اپنے بیگ سے چادر لے کر اس کے ساتھ روانہ ہو گئی۔

سارے راستے اس کا وجود زلزلوں کے حصار میں تھا۔ وہ اپنے آپ کو نارمل رکھنے کی پوری کوشش کر رہی تھی مگر اس کا رواں رواں جیسے کانپ سا رہا تھا۔

منیرہ باجی نے عدنان کے ساتھ سعیدہ کو دیکھا تو ان کا چہرہ بھی کھل سا گیا۔ وہ ان کو سلام کرتے ہوئے سارہ کے کمرے میں گئی تو گڑیا بخار کی غفلت میں تھی۔

''اس وقت بھی اس کو 103 کے قریب بخار ہے۔'' منیرہ باجی نے دکھ بھرے لہجے میں بتایا۔

سعیدہ بے اختیار اس کے بیڈ پر بیٹھ گئی اور گڑیا کو اپنے بازوؤں میں بھر کے سینے سے لگایا اور اپنا آنسوؤں سے تر چہرہ اس کے چہرے سے لگا دیا۔

''میری گڑیا، میری شہزادی...... کیا ہو گیا تمہیں، دیکھو آنٹی تمہارے پاس آئی ہیں۔''

پاس رکھے گلاس کے پانی سے اپنے دوپٹے کا پلو تر کر کے اب وہ اس کے چہرے کو تھپتھپا رہی تھی تو کبھی ہتھیلیوں اور پیر کے تلوے کو گیلا کر رہی تھی۔ بالآخر دو گھنٹے بعد گڑیا نے آنکھیں کھول دیں۔ بخار بھی ہلکا ہو گیا تھا اور وہ سعیدہ کو اپنے اتنے قریب پا کر خوشی سے سرشار ہو کر بولی۔

''پاپا...... میں نے سوتے ہوئے آنٹی کو دیکھا تھا...... اللہ نے میری آنٹی کو میرے پاس بھیج دیا۔''

''بیٹا کچھ کھا لو...... تمہاری آنٹی خوش ہو جائیں گی۔'' عدنان نے محبت سے کہا۔

''نہیں پاپا...... میں کچھ نہیں کھاؤں گی، ورنہ آنٹی چلی جائیں گی۔'' وہ سعیدہ کے دونوں بازوؤں پر اپنے ننھے ننھے سے ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''میں اپنی گڑیا کو اپنے ہاتھ سے دلیہ بنا کر کھلاؤں گی۔'' گڑیا بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھیں مگر سعیدہ جھٹ پٹ پیالے میں دلیہ بنا کر لے آئی۔ اسے محبت سے کھلایا اور مستقل اپنی گود میں لیے بیٹھی رہی۔

دوا پلانے کے بعد...... وہ گڑیا کو اس کی پسند کی کہانی سناتی رہی...... حتیٰ کہ وہ سو گئی۔ تب اسے بیڈ پر لٹا کر اس نے منیرہ باجی سے کہا۔

''آنٹی میں گھر چلوں گی۔''

''بیٹا، میں تمہارا احسان اتار ہی نہیں سکتی۔''

''پلیز، یہ کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کریں۔'' سعیدہ کی آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔

''عدنان تمہیں چھوڑ آئے گا گھر۔'' انہوں نے عدنان کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اپنے گھر کا راستہ مجھے آتا ہے۔"

"آپ کو زحمت ہوگی۔" عدنان نے گاڑی کی چابی ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔

"نہیں...... میں اپنے گھر خود اکیلے ہی جانا چاہتی ہوں۔" وہ چادر اوڑھتے ہوئے بولی اور عدنان کو دیکھے بغیر باہر...... نکل گئی۔

"ایسی لڑکیاں کہاں ہوتی ہیں۔" منیرہ باجی نے کہا۔

"مگر ہوتی تو ہیں۔" عدنان کچھ سوچ رہا تھا۔

اگلے دن وہ اسکول جانے کے بجائے...... سیدھے منیرہ باجی کے گھر گئی۔ آج وہ اپنے ساتھ گڑیا کے لیے سوپ اور یخنی میں پکا دلیہ بنا کر لائی تھی۔ گڑیا جو اپنے بیڈ پر ایک جانب روٹھی روٹھی سی بیٹھی تھی اور کسی کھانے کی چیز کو ہاتھ نہیں لگا رہی تھی۔ سعیدہ کو دیکھ کر لپک کر اس کے پاس آئی۔

"آنٹی آ گئیں...... آنٹی آ گئیں۔" وہ دادی کو سرشاری سے بتا رہی تھی۔

سعیدہ نے اسے یوں گود میں لیا جیسے کب کی بچھڑی ہوئی وہ اس سے ملی ہو...... اس کو کھیل ہی کھیل میں کھلا پلا کر...... دوا کھلائی اور جب وہ گہری نیند سو گئی تو وہ منیرہ باجی کو سلام کرتے ہوئے باہر نکل آئی۔

عدنان روزانہ آفس سے گیارہ بجے کے قریب گھر کا چکر بچی کی وجہ سے لگا رہا تھا...... وہ جب آ رہا تھا تو اس نے دیکھا سعیدہ رکشے میں جا رہی تھی۔

پورے پانچ دن سعیدہ اسی طرح آتی رہی اور گڑیا صحت مندی کی جانب بڑھتی رہی اور پھر سعیدہ نے جانا یک لخت ہی ختم کر دیا۔

منیرہ باجی نے گڑیا کی صحت مندی کی خوشی میں اپنے گھر میں پارٹی دی۔ سعیدہ نے اسکول سے چھٹی کے وقت باربی ڈول کا پیکٹ گڑیا کو تھما دیا...... اور پارٹی میں نہیں گئی۔

اگلے دن عدنان بچی کو اسکول چھوڑنے آیا تو اس نے سعیدہ سے کہا۔

"کل آپ پارٹی میں نہیں آئیں؟"

"میں اپنے گھر میں مصروف تھی۔" اس کا لہجہ رکھائی لیے ہوئے تھا۔

"گڑیا آپ کا بہت انتظار کرتی رہی۔"

"بچے...... بچوں کے ساتھ زیادہ انجوائے کرتے ہیں۔" وہ عام سے لہجے میں بولی۔

عدنان اس کے ساتھ مزید بات کرنے کا خواہش مند نظر آ رہا تھا...... مگر وہ معذرت کرتے ہوئے اٹھ گئی۔

"مجھے کلاس لینے جانا ہے۔" عدنان کھسیا کر رہ گیا۔

☆======☆======☆

اخبار وانیہ کے سامنے پھیلا ہوا تھا اور اس کی نظروں میں صرف ایک خبر تھی۔

رضا کا پورا گروپ پکڑا گیا تھا...... کتنی ساری وارداتوں کا انکشاف کیا گیا تھا...... لڑکیوں کے سپلائر کے طور پر بھی ان کے کارنامے اخبار میں درج تھے...... اور چوری چکاری کے حوالے سے بے شمار وارداتیں تھیں۔

انہیں قریبی کی گئی ڈکیتی کے جرم میں پکڑا گیا تھا...... نوید پر حملے اور اس سے وابستہ کوئی بات اخبار میں درج نہیں تھی۔

رضا تصور میں سر جھکائے یوں بیٹھا تھا...... جیسے کوئی اپنے منہ کی کالک کسی سے چھپا رہا ہے۔

وانیہ کا دل چاہا کہ اس کے منہ پر تھوک دے...... مگر وہ چپ چاپ بیٹھی رہی۔ چاہتے ہوئے بھی اخبار کے ریزے ریزے نہیں کر سکی...... مگر دل میں ایک ڈھیر سا اطمینان اتر آیا تھا...... جیسے کوئی دشمن غارت ہو گیا ہو۔

"تمہیں ایسی کڑی سزا ملے کہ کسی کو بھی ایسا سب کچھ کرتے ہوئے بار بار سوچنا پڑے۔" شکرانے کے نفل پڑھنے کے بعد اس کے لبوں پر اس دعا کی بار بار تکرار تھی۔

صارم کو بھی ایک تقویت سی حاصل ہوئی تھی...... ورنہ نوید پر حملہ ہو جانے کے بعد اس کے دل میں بھی ایک خوف دب سا گیا تھا کہ کہیں اس کے فلیٹ پر بھی کوئی حملہ آور نہ آ جائے مگر یہ سب نوید کے طفیل ہوا تھا...... اگر وہ اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش نہ کرتا تو وہ بھی کبھی نہیں جان پاتا کہ یہ سب رضا کی وجہ سے ہوا تھا۔ اخبار میں واضح طور پر لکھا گیا تھا۔ رضا مختلف قسم کی آوازیں نکالنے کا ماہر تھا اور کڈنیپ کیے ہوئے افراد کے گھر والوں سے ان کے عزیزوں...... کی آواز میں بات کیا کرتا تھا۔ رضا کے ان ہتھکنڈوں کی وجہ سے کئی بے قصور جیل کی سلاخوں کے پیچھے تھے۔

"تم جیسے لوگ...... اس دنیا میں کم ہی ہوں گے۔" صارم بار بار رضا کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔

اولادیں اپنے والدین کی نیک نامی کا سبب بنتی ہیں اور اولاد ہی انہیں ذلیل و خوار کرتی ہے۔ رضا اور اس کے گروہ کے تمام افراد کی فیملی کا بھی تفصیلی تعارف درج تھا...... اس گروپ میں اچھے خاندانوں سے تعلق رکھنے والے لڑکے بھی تھے جو بری صحبت کی وجہ سے اس کھائی میں گرتے چلے گئے تھے...... جس میں صرف تاریکی اور تعفن ہی تھا۔

☆======☆======☆

سلمان، نوشابہ کو اپنے بازوؤں کے ہالے میں اس طرح لیے بیٹھا تھا جیسے وہ کوئی ننھی سی بچی ہو...... یا اگر اسے اس سے دور کر دیا تو نہ جانے کیا ہو جائے گا۔

"میں تمہیں پل پل کا حساب دوں گا کہ محبت کرنے والے کبھی جھوٹ نہیں بولا کرتے...... میں نے ہنی سے پسند کی شادی کی تھی اور وہ مسلمان بھی ہو گئی تھی...... مگر مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس سلسلے میں اس نے مجھ سے جھوٹ بولا...... اور وہ میری غیر موجودگی میں پھر سے چرچ جانے لگی۔ اس کا سنگین جھوٹ یہ تھا کہ اس نے میری غیر موجودگی میں خود جا کر اپنا ابارشن کروایا اور مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ کیونکہ تم نے اپنے وطن جا کر اپنی ماں کی پسند سے شادی کر لی تھی اس لیے یہ بچہ غم کی وجہ سے ضائع ہوا۔ مجھے شاید کبھی پتا بھی نہ چلتا...... ایک مرتبہ اپنے دوست کے ساتھ ہسپتال جانا ہوا تو مذکورہ ڈاکٹر نے مجھ سے کہا۔ "حیرت ہے کہ تمہیں بچے پسند نہیں...... اور تم نے اپنا بچہ ضائع کروا دیا......" اور میں اس کی شکل دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا اور جب ہنی سے اس ضمن میں باز پرس

کی تو وہ معافیاں مانگنے لگی۔

"پھر جب میں اپنے آفس کے کام سے دوسرے شہر گیا...... دھند کی وجہ سے فلائٹ واپس...... میں دس دن کے پروگرام سے دوسرے شہر گیا تھا مگر صرف تین گھنٹے بعد...... گھر واپس آگیا تھا اور اپنے گھر میں شراب کے نشے میں دھت ہنی کو اس کے ایک دوست کے ساتھ ناگفتہ حالت میں دیکھا تو میں نے اسے اسی وقت اپنے فلیٹ سے نکال دیا...... بعد میں وہ معافیاں مانگتی رہی...... مگر بے حیائی کو معاف کرنا میرے بس میں ہی نہیں تھا۔ میں نے قصداً بچے کے قتل پر اسے معاف کر دیا تھا مگر اس کے حیا سوز مناظر...... نہ مجھ سے بھلائے جا رہے تھے اور نہ ہی میں اپنے اندر اتنی سکت پا رہا تھا کہ اسے معاف کر سکوں۔ میں دنوں روتا رہا...... اور اللہ سے معافی مانگتا رہا کہ شاید یہ مجھے سزا ملی ہے۔

"اپنے بیمار باپ کو چھوڑ کر چلا گیا، سب کچھ ہوتے ہوئے بھی...... پیسے کے پیچھے دوڑتا رہا...... اور میرے باپ چل بسے۔ ممی بیمار ہو گئیں...... میں گاہے بہ گاہے ان کے پاس آتا تو ضرور مگر میں نے وہ حق ادا نہیں کیا جو ایک نیک بیٹے کا ہوا کرتا ہے۔ میں نے سوچا...... جب میں خود ایک اچھا بیٹا نہ بن سکا تو میں نیک اولاد کی خواہش بھی کیسے کر سکتا ہوں۔

"نوشابہ...... اور سب سے بڑا گناہ گار تو میں تمہارا ہوں...... تم سے شادی کر کے میں یوں بھول گیا جیسے تم سے کوئی ناتا ہی نہ ہو...... جیسے نکاح کا کوئی مطلب ہوا اور نہ ہی کوئی مقصد...... میں نے تمہارا دل دکھایا تھا...... تو محبت کی ہم سفری کیسے حاصل ہو سکتی تھی کہ میرا تو جانا ہی غلط تھا، میری جنت میری پاس تھی اور میری محبت میرے قریب...... تو ایسے میں ان سے دور رہنا تو میری سزا تھی جو میں بہت دیر میں جان پایا۔

"اتنے دن جو میں کسی سے رابطہ نہ کر سکا تو میں اپنے اندر یہ ہمت ہی نہیں پا رہا تھا کہ معافی مانگوں گا...... تو کس طرح مانگوں گا کہ غلطی میری چھوٹی نہیں تھی۔ کوئی اس طرح اپنی چھوٹی سی، پیاری سی اور بے تحاشا محبت کرنے والی بیوی کو چھوڑ کر جایا کرتا ہے۔"

"ان کے پیچھے گھومنے کی ضرورت ہی کیا ہے...... جو محبت کی تعریف تک نہیں جانتیں...... جو محبت کو محسوس ہی نہیں کر سکتیں۔ کیا اب آپ واقعی کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے؟" نوشابہ ادائے ناز سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں کبھی نہیں۔" وہ کانوں کو چھوتے ہوئے...... اسے شوخ شوخ نظروں سے گھورے چلا جا رہا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہوں سلمان...... مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہم ساتھ ساتھ رہیں گے۔" وہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد پوچھ رہی تھی۔

"یقین کر لو کہ اب تمہیں چوبیس گھنٹے مجھے برداشت کرنا ہوگا۔"

"اللہ کیا آپ آفس بھی نہیں جایا کریں گے؟" وہ بدحواس سی ہو گئی اور وہ بے اختیار ہنس دیا۔

"ہاں آفس تو ضرور جاؤں گا کہ ڈیڈی کے آفس کو کب سے ان کے ورکرز سنبھال رہے ہیں اور میرا اس کو دیکھنا بہت ضروری ہے۔"

"ارے آفس چلے گئے تو ہمارے ہنی مون کا کیا ہوگا جو عرصے سے ٹلا جا رہا ہے۔"

"کون کہتا ہے کہ تم بے وقوف ہو؟ کون کہتا ہے تم سیدھی سادی ہو؟ کون کہتا ہے تم میں عقل نہیں ہے؟" وہ شوخ سے لہجے میں انگلیوں پر اس کی صفات گنوا رہا تھا۔

"ہنی مون پر بھی جائیں گے...... مگر آفس کو بھی دیکھوں گا۔"

"اور وہ آپ کی گوری...... ڈھونڈتی ہوئی یہاں تک تو نہیں آ جائے گی کہ کہیں آ کر پھر معافی تلافی کر لے۔"

"میں اس سے فارغ ہو کر آیا ہوں۔"

"واقعی......! اب وہ آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔"

"نوشابہ...... اب صرف تم ہو میری ہم سفر...... جو محبت بن کر میری تشنہ روح کو سیراب کر چکی ہو اور میری حالت ایسی ہے کہ جدھر دیکھتا ہوں...... ادھر تُو ہی تُو ہے۔"

"مجھے تو پتا تھا کہ تم واپس آؤ گے محبت تو مقناطیس ہوتی ہے جس سے کی جائے اسے اپنی جانب کھینچ لیا کرتی ہے اور میں نے بالآخر کھینچ ہی لیا کہ یہ میری نہیں...... میری محبت کی طاقت تھی۔" نوشابہ نظریں جھکائے سوچنے لگی۔

☆======☆======☆

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا...... تُو اپنے آپ کو اتنا کمتر کیوں سمجھ رہا ہے؟ تُو خوب صورت ہے، نیک ہے، کماؤ ہے، کیا کمی ہے تجھ میں؟" نوید کی بڑی آپا اسے سمجھا رہی تھیں۔

"مجھ میں کمی ہو یا نہ ہو...... مگر میں وانیہ کو اپنے قابل ہی نہیں سمجھتا...... میں اس سے شادی نہیں کر سکتا، نہیں کر سکتا۔"

اور صارم کے چہرے پر یکدم تاریک سے سائے آ گئے کہ نوید بھی...... وانیہ کو اچھی لڑکی نہیں سمجھتا۔

"وانیہ میں کس لحاظ سے کمی ہے؟" آپا اپنی کئی بار کہی ہوئی بات دہرا رہی تھیں۔

"آپا وہ بہت اچھی لڑکی ہے، مجھے پسند ہے کہ بہت ہی اچھی ہے وہ...... مگر وہ میرے دوست صارم کی بہن ہے...... اس کے لیے تو کوئی شہزادہ آنا چاہیے...... مجھ جیسا معمولی انسان نہیں۔"

اور صارم دروازے پر دستک دیتے دیتے واپس لوٹ گیا مگر جاتے سے اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی...... ایسی خوشیوں بھری مسکراہٹ...... جو عرصے بعد اس کے چہرے پر دمک رہی تھی۔

وہ تو نوید سے آج کے اخبار کی خبر ڈسکس کرنے آیا تھا...... اسے کیا معلوم تھا کہ آج کا دن اس کے لیے دو خوشیاں لے کر آیا تھا۔

پہلی یہ کہ رضا...... گرفتار ہو گیا تھا...... ایک ایسا شخص...... جس نے اسے نقصان پہنچانے کی سعی تو بہر حال کی تھی اور وہ صرف اللہ کا کرم تھا کہ اس کی بہن اس سفاک سے بچ گئی تھی...... اور دوسری خوشی کی بات یہ کہ اس کا دوست نوید...... وانیہ کو پسند کرتا تھا اس کے گھر والے اس بات کے خواہش مند تھے کہ وانیہ ان کے گھر بیاہ کر آئے اور وہ پسندیدگی کے باوجود...... وانیہ کا نام لینے تک سے انکاری تھا۔

گھر آکر بھی وہ گاہے بہ گاہے مسکرائے چلا جارہا تھا۔

''کیا بات ہے...... بڑے خوش نظر آرہے ہو؟'' دادی جان کی جہاں دیدہ نظروں سے نے بالآخر بھانپ ہی لیا۔

''ہاں خوش تو ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''خوشی تقسیم کرنے سے مزید بڑھ جاتی ہے...... ہمیں بھی تو بتاؤ۔''

''میں نے خواب میں دیکھا ہے...... وانیہ کی شادی ہورہی ہے اور سب بہت خوش ہیں۔'' قبل از وقت وہ نوید کا نام نہیں لینا چاہتا ہے۔

''یقیناً خوشی ملنے والی ہے۔'' دادی نے اسی پل تعبیر بھی بتادی۔

امی کے کانوں میں صارم کی باتوں کی بھنک گئی تو وہ بھی مسکرانے لگیں...... مگر وانیہ سہم سی گئی۔

''رضا کے بارے میں کسی کو بتایا نہیں جاسکتا اور اگر کسی کو پتا چلا تو میری زندگی میں قیامت آجائے گی۔ میں اگر نہ بتاؤں تو پھر کیسے پتا چلے گا مگر سب لوگ یہی کہتے ہیں اپنے جیون ساتھی سے کوئی بات چھپانی نہیں چاہئے۔ میری تو اگر شادی بھی ہوگئی تو بعد میں بھی پریشان رہوں گی۔'' اس نے سوچا۔

''اگر شادی ہی نہ ہو تو زندگی...... کم از کم سکون سے تو گزرے گی۔'' یہ سوچ اسے مطمئن سا کرگئی۔

''ہاں، مجھے شادی ہی نہیں کرنی۔'' اس نے اپنے آپ کو یقین سا دلا دیا...... اور وہ ہلکی ہلکی پھلکی سی ہو گئی۔

☆======☆======☆

سعیدہ کو ہلکی سی حرارت تو تھی ہی...... دل گھبرایا تو وہ ٹھنڈے پانی سے نہالی...... جبکہ موسم خاصا سرد تھا اور جب وہ بستر پر لیٹی تو غنودگی سی چھا گئی...... اور یہ غنودگی بخار کو اپنے ساتھ لیے چلی آئی۔ پھر اسے پتا ہی نہیں چلا...... وہ تو خواب کے ایسے جزیرے میں پہنچی ہوئی تھی...... جہاں ہر چیز اس کی دسترس میں تھی۔ کتنی خوش تھی وہ وہاں کہ ہنی تو اس کی سہیلی بن گئی تھی اور جب اس کی بھتیجی نے اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

''پھپھو...... سارا دن گزر گیا...... آپ کب تک سوتی رہیں گی۔ چلیں اٹھیں آپ۔'' تو اس سے اپنی آنکھیں نہیں کھولی جارہی تھی۔ اسے یہ پتا نہیں چل رہا تھا کہ اسے اٹھایا کیوں جارہا ہے۔

''پھپھو کیا ہوا؟''

سعیدہ کا بخار کی تمازت سے انگارہ چہرہ دیکھ کر وہ یکدم پریشان سی ہوگئی۔

''امی، پھپھو کو بہت تیز بخار ہے......'' اس نے وہیں سے چیخ کر بتایا۔

''خود ہی اتر جائے گا۔'' ماں نے بے پروائی سے کہا۔

''نہیں امی...... پھپھو بے ہوش سی نظر آرہی ہیں۔'' سحرش ماں کے پاس جاکر بوکھلائی ہوئی سی کہہ رہی تھی۔

''بیٹا...... تم ان کے لیے پریشان نہ ہو...... سعیدہ ہوش میں کب رہتی ہے۔ وہ تو مدہوشی کی زندگی گزار رہی ہے...... ہم تو بھاوج ہونے کے ناتے کچھ کہنے سے گریز کرتے ہیں کہ کچھ کہیں گے تو خواہ مخواہ برے بنیں

گے مگر دیکھنے والے تو منہ پھاڑ کر کہتے ہیں، سعیدہ کی خودسری کسی دن اپنا رنگ ضرور دکھائے گی ہاں۔''

''آپ کو شاید پھپھو کے ساتھ خواہ مخواہ کا بیر ہے۔'' وہ باپ کو فون کرتے ہوئے بولی۔

بھائی...... بیٹی کا پریشان سا فون سن کر فوراً ہی گھر آگئے اور سعیدہ کو جب بخار میں بے ہوش سا دیکھا تو وہ یکدم گھبرا گئے اور فوراً ڈاکٹر کو گھر پر بلا کر سعیدہ کو دکھایا۔

ان کی بہن کتنی کمزور ہوگئی ہے۔ وہ اس کے پاس کرسی ڈالے بیٹھے سوچ رہے تھے۔ سعیدہ کی آنکھوں کے نیچے کیسے گہرے حلقے ہیں...... مگر ان کی کبھی اس پر نظر ہی نہیں پڑی۔ یہ میری لاڈلی بہن ہے...... جس کی کبھی ہر بات مانی جایا کرتی تھی اور اب...... جو وہ کہتی...... اس بات کو دھتکار کر رکھ دیا جاتا ہے۔ ''سعیدہ میری بہن...... مجھے معاف کردو......'' وہ دل ہی دل میں کہہ رہے تھے کہ آج کا انسان ظاہرداری میں اتنا پھنسا ہوا ہے کہ اس کی بے شمار دل کی باتیں...... زبان پر آنے سے پہلے ہی مرجھا کر چرمری ہوکر ریزہ ریزہ ہوجاتی ہیں۔

سعیدہ کا بخار اتر گیا تھا...... مگر اسے عجیب سا لگ رہا تھا کہ یہ سارا گھر اسے گھیرے میں لیے کیوں بیٹھا ہے۔ بھائی کی وجہ سے بھابی کو بھی بیٹھنا پڑ رہا تھا۔

سحرش نے شوکت تائی کو فون کیا تو وہ بھی آگئیں۔

''مجھے کیا ہوا ہے؟'' اس نے سحرش سے پوچھا۔

''آپ بخار کی تیزی کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی تھیں۔''

''مگر اب تو میں ٹھیک ہوں۔'' اس نے کھسیا کر کہا۔

''آپ بہت کمزور ہوگئی ہیں پھپھو۔'' سحرش کہہ رہی تھی...... اور اسے یہ جان کر ہنسی آئی کہ یہ بات پورے گھر کو دو گھنٹے قبل معلوم ہوئی ہے۔ اگلے دن وہ اسکول جانے کے لیے کھڑی تھی۔

''نہیں سعیدہ...... تم ابھی اسکول نہیں جاؤ گی۔'' بھائی اپنا چائے کا مگ اس کے کمرے میں بیٹھے پی رہے تھے اسے ہر بات نئی سی لگ رہی تھی۔

''میں بالکل ٹھیک ہوں بھیا!'' وہ حیرانی کے پھولوں کا پورا گلدستہ صرف چوبیس گھنٹے میں بنا چکی تھی۔

''بیٹا کم از کم تمہیں دس دن آرام ضرور کرنا چاہئے...... اور میں تمہیں جانے بھی نہیں دوں گا۔'' انہوں نے کتنے عرصے بعد اسے بیٹا کہہ کر پکارا تھا۔ کتنے دن بعد یہ پیار بھرا حق جتایا تھا...... ورنہ اس کی ذات سے تو سب ہی بری الذمہ سے نظر آیا کرتے تھے۔

وہ اسکول گئی...... بہت اچھا...... وہ نہیں جاسکی تو اس سے بھی اچھا۔ اس نے کھانا کھالیا، ٹھیک ہے۔ نہیں کھایا، اس سے زیادہ ٹھیک ہے، اور اب بھیا...... بار بار اس کی پیشانی پر ہاتھ دھر کر بخار کی تمازت چیک کر رہے تھے اور وہ ان کی محبت کی حلاوت میں گھلی جارہی تھی۔

شوکت تائی...... روزانہ ہی تھوڑی دیر کے لیے آرہی تھیں۔ اللہ نے ان کے دل میں سعیدہ کے لیے کی محبت ڈال دی تھی کہ وہ اس کی وجہ سے بڑی بے چین سی رہا کرتی تھیں اور جب دسویں دن بھی...... وہ سکول نہیں گئی تو عدنان نے اپنی امی سے کہا۔

"مس سعیدہ کے ساتھ یقیناً.....کوئی ایسی ویسی بات ہوئی ہے جو وہ اسکول تک نہیں آرہی ہیں۔"

"ہاں بیٹا.....میں نے کئی دفعہ ان کو موبائل بھی کیا......وہ بھی بند جا رہا ہے۔"

"مس سعیدہ بہت اچھی ہیں.....میں تو ان کے لیے پریشان سا ہو گیا ہوں۔"

"بیٹا.....ایک بات میرے دل میں کافی دنوں سے تھی اگر تم کہو تو میں سعیدہ کو اپنی بیٹی بنا کر اس گھر میں لے آؤں؟"

عدنان ماں کی بات سن کر ایک دم چپ سا ہو گیا۔

"وہ سارہ سے بہت مختلف ہے، وہ ایسی لڑکی ہے شاید سب سے محبتیں کرنے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہے۔"

عدنان پھر بھی خاموش رہا۔

"ہاں اگر تم سعیدہ کو اپنی ہم سفر کی حیثیت سے نہیں دیکھ رہے تو دوسری بات ہے، شادی تو تمہیں کرنا ہوگی، سعیدہ نہ سہی کسی اور سے۔"

"امی میں تو یہ سوچ رہا تھا کہ سعیدہ کے لیے میں اچھا بھی ہوں یا نہیں؟"

"کیا مطلب؟" منیرہ باجی نے اپنے بیٹے کو ایسے دیکھا.....جیسے اس کا دماغ خراب ہو گیا ہو۔

"امی زندگی کے جتنے بھی غم ہیں وہ محبت کے نہ ہونے کے سبب ہوا کرتے ہیں، چاہے ان کی نوعیت کیسی ہی کیوں نہ ہو۔"

"سارہ مجھ سے علیحدہ ہوئی.....اس کا دوش میں اپنے آپ کو بھی دیتا ہوں.....ہو سکتا ہے.....اس میں میرا بھی قصور ہو اور اب سعیدہ جیسی محبتوں سے گندھی لڑکی کے بارے میں سوچتے ہوئے بھی خوف آرہا ہے کہ کہیں اس کے ساتھ زیادتی تو نہیں ہوگی۔"

"بیٹے.....تم میں کس چیز کی کمی ہے؟"

"امی میں.....ایک بچی کا باپ ہوں.....کوئی کنوارا لڑکا تو نہیں ہوں"

"تمہاری حیثیت.....ایسی ہے کہ کوئی بھی لڑکی تمہیں نہ نہیں کرسکتی۔"

"بالفرض.....اگر سعیدہ ان ہی خوبیوں کے ساتھ ایک دو بچوں کی ماں ہوتی تو کیا آپ پھر بھی اسے قبول کر لیتیں؟" بیٹے کی یہ منطق سن کر ماں الجھی ہوئی نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"بیٹا.....لڑکے اور لڑکی میں فرق ہوا کرتا ہے۔"

"اور میں اس کوئی فرق سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔"

"ٹھیک ہے.....پھر کرلے.....کسی بچے والی عورت سے شادی۔" انہیں غصہ ہی تو آگیا۔ ماں کو غصے میں دیکھ کر عدنان مسکراتے ہو بولا۔

"امی، یہ بات آپ ہی تو کہا کرتی ہیں.....زندگی کی دھوپ چھاؤں میں کوئی بھی شخص محبت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ محبت ایک شجر ہے.....ہرا بھرا سا شجر.....ایک استعارہ ہے.....روشنی کا.....ایک یقین ہے.....ایک اعتبار ہے.....آسمانوں کی جانب زندگی کا ایک زندہ احساس ہے اور ایک بلاوا ہے تاریکی سے

روشنی کی طرف.....اور سعیدہ میرے لیے ایسی ہی روشنی ہے.....جو میری تاریک زندگی کو منور کرسکتی ہے۔"

"تو میں چلی جاؤں.....سعیدہ کے گھر؟"

"گڑیا کو ساتھ لے کر جائیے گا.....تاکہ نہ کا امکان.....کم سے کم رہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔

اور بیٹے کو یوں خوشی سے کھلکھلاتا دیکھ کر منیرہ باجی کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آرکی۔

☆======☆======☆

شام کو اپنے مخصوص کیفے میں.....صارم نے نوید کو فون کر کے بلایا تھا۔

وہ دونوں چائے پی رہے تھے، سیاحت سے لے کر شوبز تک سب پر ہی بات ہو چکی تھی اور جب رضا کا ذکر آیا تو نوید نے اس سے صاف کہہ دیا کہ اب وہ اس موضوع پر نہ کوئی بات کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی سننا چاہتا ہے۔ اس نے اپنی زندگی سے وہ ورق پھاڑ کر پھینک دیا تھا.....جو رضا کے حوالے سے اس کی زندگی میں دکھ آئے تھے۔

"تمہاری زندگی کا جب ایک ورق ضائع ہو گیا تو ایک نیا ورق شامل کرلو تاکہ زندگی دبیز ہی رہے۔" صارم نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں، ہاں کرلوں گا۔" وہ بے پروائی سے بولا۔

"اگر میری پسند کا شامل کرلو گے.....تو مجھے خوشی ہوگی۔"

نوید، صارم کی باتوں کو سن کر یکدم چونکنا سا ہوا.....اور صارم کے ہاتھ تھام کر بولا۔

"باؤ.....حکم کرو.....کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"حکم نہیں استدعا ہے کہ وانیہ کو اپنی زندگی میں شامل کرلو.....اس بے وقوف، نادان.....مگر میری پیاری بہن کو تم جیسا ہی ساتھ چاہیے.....جری، بہادر اور بے لوث محبت کرنے والا۔"

"صارم باؤ.....یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" وہ خوشی سے لڑکھڑا سا گیا۔ وہ تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صارم از خود یہ بات کرے گا۔

"نوید.....یہ میری خوش قسمتی ہوگی کہ میرا پیارا دوست میرا قریب ترین رشتے دار بھی بن جائے۔"

"صارم، عزت تو تم نے دی ہے مجھے.....جو وانیہ جیسی لڑکی کو میرے قابل سمجھ رہے ہو، محبت تو تم نے دی ہے کہ اپنی لاڈلی اور نازوں پلی کے لیے میرا انتخاب کر رہے ہو۔"

"تو کیا خیال ہے.....کب تک یہ بارات آرہی ہے؟"

"بہت جلد.....بہت جلد۔" وہ خوشی سے آئے اپنے آنسو.....پونچھتے ہوئے.....گھر کی طرف تیزی سے بائیک چلا رہا تھا.....اور صارم وہیں کیفے میں بیٹھا.....اپنی چائے پیتے ہوئے ہنس رہا تھا۔

☆======☆======☆

آج رئیس منزل کا ہال بقعۂ نور بنا ہوا تھا.....دولہا والے بھی رئیس منزل کے رہائشی تھے اور دلہن بھی.....وہیں کی رہنے والی تھی۔ رئیس منزل کے زیادہ تر لوگ اس تقریب میں مدعو تھے۔

سعیدہ اپنے شوہر عدنان اور بیٹی کے ساتھ آئی تھی۔ رخسانہ بیگم اپنے بیٹے سلمان اور بہو نوشابہ کے

ساتھ تھیں۔ نوشابہ کا چہرہ خوشیوں کی یلغار سے جگمگا سا رہا تھا۔

عینی خوبصورت لہنگے میں اِدھر سے اُدھر گھوم رہی تھی۔ آج وہ بہت خوش لگ رہی تھی۔ اس کی بہن جیسی نند..... خوف کے حصار سے نکل آئی تھی۔

خوف کسی بھی انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے اور سب کچھ ہوتے ہوئے بھی وہ محرومی کی زندگی گزارتا رہے۔

اور آج وانیہ..... کے سر سے وہ بوجھ ہٹ گیا تھا۔ اس کی زندگی کا ہم سفر..... اس کو کھلی کتاب کی طرح جانتا تھا۔ جس سے کسی بات کو چھپانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہی تو اس کا مسیحا تھا..... جس کی وجہ سے اسے محبت کے سچے رنگوں کی پرکھ ہوئی تھی۔ وہی تو رہنما تھا..... جس کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اترا تھا اور وہ کتنے بڑے دل کا تھا کہ اس کی چاہت کے باوجود..... اسے کتنے اونچے سنگھاسن پر بٹھائے ہوئے تھا کہ پسندیدگی کے باوجود اس کا نام نہیں لے رہا تھا۔

عینی نے اسے ایک، ایک بات بتا دی تھی..... جو اسے صارم نے بتائی تھی اور اسے اپنی خوش نصیبی پر رشک سا آ گیا تھا اور پھر رات اس کے شریر جملوں نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بڑھا دی تھی۔

سعیدہ، وانیہ کے پاس آئی..... تو اس کی تعریف کرتے ہوئے بولی۔

''تم پر بڑا روپ آیا ہے..... دلہن بن کر تم بہت پیاری لگ رہی ہو..... مہندی تو دکھانا اپنی..... کتنا اچھا رنگ آیا ہے..... کہتے ہیں کہ مہندی کا رنگ اگر اچھا اور تیز چڑھے تو دلہن سے دولہا بہت محبت کرتا ہے۔''

''ہاتھ تو دلہن کے ہوتے ہیں، ان پر مہندی کا رنگ اچھا آتا ہے تو میرا خیال ہے دلہن کو زیادہ محبت ہوتی ہے۔'' وانیہ نے شرمیلے اور دھیمے لہجے میں کہا تو سعیدہ نے چونک کر اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں محبت کی قندیلیں روشن تھیں۔

صارم کسی کام سے سعیدہ کے قریب سے گزرا..... اسے وہ زبردست شخصیت کا حامل لگا..... اداکار ولی جیسا بھی لگا..... مگر اسے وہ انسیت، اسے وہ چاہت، اسے وہ اپنا پن بالکل بھی نظر نہیں آیا..... جو اسے عدنان کی شخصیت میں نظر آتا تھا۔

عدنان نہ قد کا لمبا تھا، نہ فیچر شارپ..... اور نہ ہی وہ مکمل وجاہت کا نمونہ تھا..... مگر کوئی سعیدہ کے دل سے پوچھتا کہ عدنان سے بڑھ کر اسے کوئی بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا کہ ہم جن سے محبت کرتے ہیں وہ ہمیں ہر خامی سمیت قبول ہوتے ہیں۔ جس کا ملال تک نہیں ہوتا اور آج وہیں ہال میں بیٹھے بیٹھے اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ بہت سی چیزیں، بہت سے لوگ ہمیں اچھے لگتے ہیں مگر اس اچھا لگنے کو ہم محبت نہیں کہہ سکتے۔ اس پسندیدگی اور محبت میں بال برابر کا فرق معصوم سی لڑکیاں..... بڑی مشکل سے جان پاتی ہیں۔

✦=== ختم شد ===✦